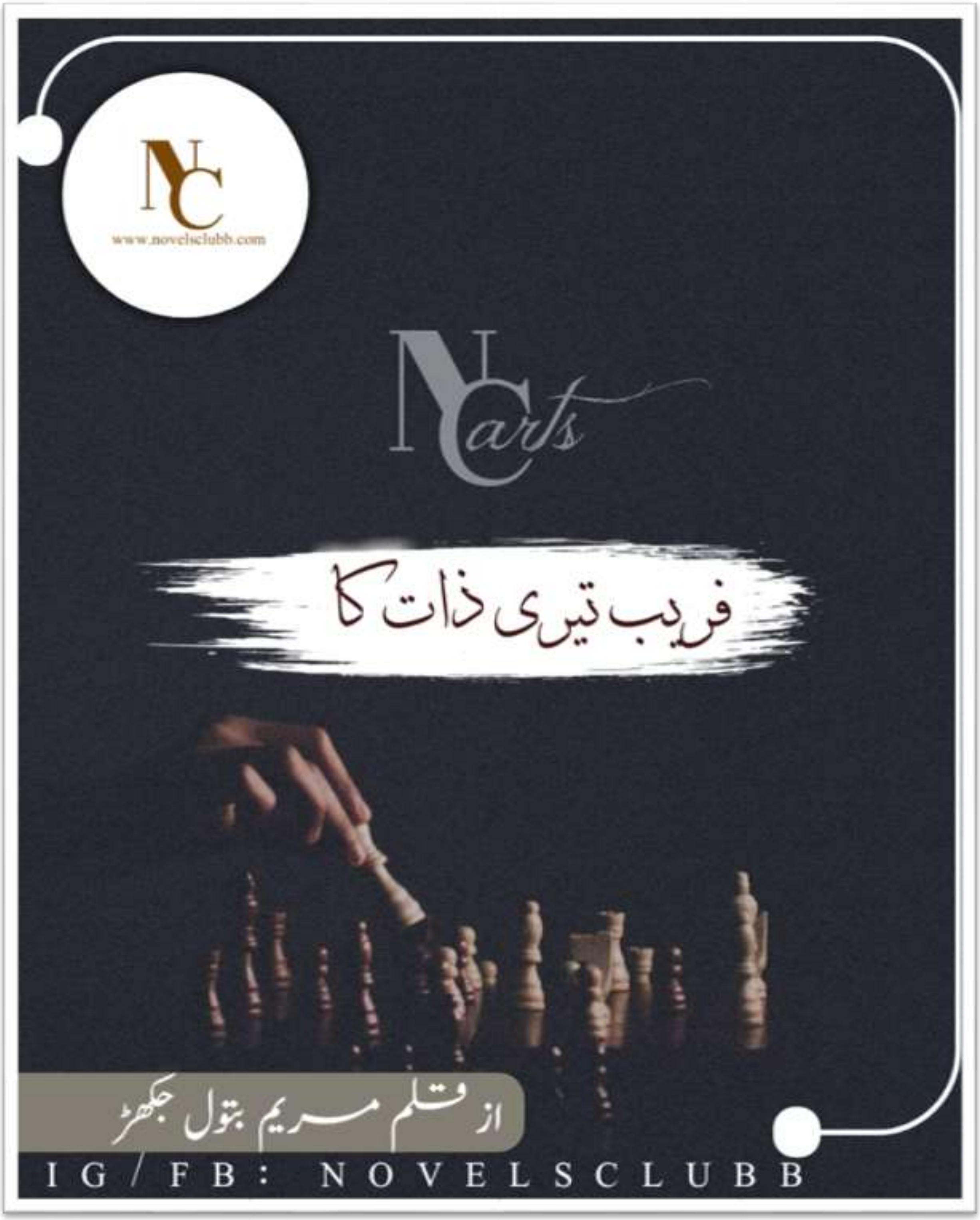
www.novelsclubb.com
فریب تیری ذات کا
از قلم مریم بتول جکھڑ
IG / FB: NOVELSCLUBB

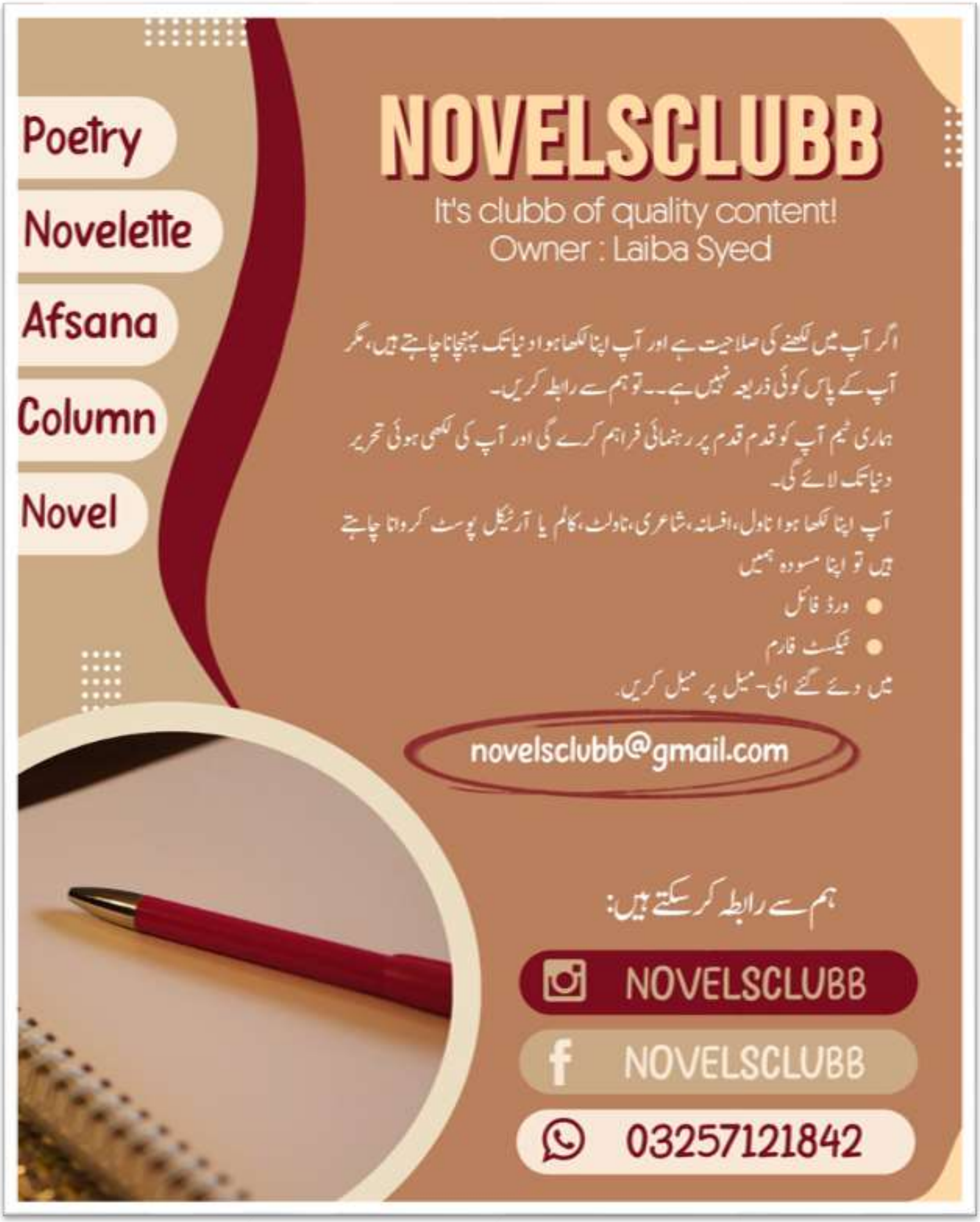

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

فریب تیری ذات کا

از قلم

مریم بتول جکھڑ

www.novelsclubb.com

انتساب:

وقت کی کتاب کے خشک پنوں پر یادوں کے نقش چھوڑ جانے والوں کے نام

www.novelsclubb.com

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

صبح کے چار بجے کا وقت تھا۔ فجر کی اذان کی آواز نے ہر طرف سکون طاری کر رکھا تھا۔

سحر کی اُبھرتی روشنی بادلوں کے پیچھے ہی کہیں چھپ گئی تھی۔ سنسان سڑک کے دونوں اطراف گھنے درختوں نے اپنا بسیرا کر رکھا تھا۔ چاروں اطراف سے آتی سائیں سائیں کی آواز منظر کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔ مؤذن نے فجر کی اذان کا اختتام کیا۔ اذان کے بند ہوتے ہی فضا میں سنائی دینے والی دھماکہ خیز آواز درختوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی گئی تھی۔ بلند درختوں کے بیچ سڑک پر کوئی وجود اوندھے منہ پڑا تھا۔ شاید وہ آواز گولی کی تھی جو اُس شخص کو لگی تھی۔

تاریکی میں اُسکے خون سے رنگے سفید کپڑے کسی چراغ کی صورت روشن تھے۔ اِس سنسان

راستے پر اُس وجود کے علاوہ اب کوئی جاندار دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جب اچانک ھی کسی پائل کی چھن چھن کرتی آواز تیزی سے اُس وجود کی جانب بڑھتی ھوئی سنائی دی۔

یکایک بادلوں نے برسنا شروع کر دیا۔ تیز بارش کا پانی اُسکے وجود سے لپٹے خون کو اپنے ساتھ بہا کر لے جا رھا تھا۔

پائل کی آواز قریب ھوئی تھی۔ وہ دلہن کے لباس میں بھاری بھر کم لہنگا اوپر اُٹھائے ننگے پاؤں پیروں میں پائل پہنے اندھا دھند بھاگتی ھوئی سڑک کے درمیان بے جان پڑے وجود کے قریب پہنچی تھی۔ اُسکے نزدیک پہنچتے ھی وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئی تھی۔

تقدیر کی چال پر بادل برس پڑے تھے۔ ھواؤں نے شور مچایا تھا، وقت تھمنے لگا تھا۔ مگر تقدیر کہاں ٹلنے والی تھی۔

وہ لڑکی خون میں لت پت اُس وجود پر جھکی آنسو بہا رھی تھی۔ بادلوں کا احتجاج، ھواؤں کا شور، وقت کی رکاوٹ سب پھیکے پڑ چکے تھے۔ تقدیر کا قلم سب پہ بھاری تھا۔ وقت نے فیصلہ لیا تھا، آج کا دن تقدیر کا ھوا۔۔!!

بادل وقت کی ناانصافی پر اِس زور سے گرجا تھا کہ گویا پھٹ کر فنا ھو جائے گا۔آج اہلِ محبت کے لئے سوگ کا دن تھا، آج اِس قبیلے کا ایک فرد کم ھو گیا تھا!!

ایک زوردار چیخ کے ساتھ اُس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔آنکھوں میں نمی تیر رھی تھی، آنسو کنپٹیوں میں جذب ھو رھے تھے۔وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی، دل زور سے دھڑک رھا تھا۔

"سفیرہ ____ کیا ھوا؟ کیا ھوا تمہیں؟" اُسکی چیخ نے دوسری طرف سوئی ھوئی اُسکی بہن کو بھی جگا دیا تھا۔اُس نے لائٹ آن کر کے کمرہ روشن کر دیا اور سفیرہ کو سہارہ دینے لگی۔اُس کا وجود کانپ رھا تھا وہ محسوس کر سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پانی ____ پانی لاتی ھوں میں۔" وہ تیزی سے بیڈ سے نیچے اُتری اور سائیڈ ٹیبل پر پڑے پانی کے جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر دوبارہ اُسکی جانب بڑھی۔

سفیرہ نے اُسکے ھاتھ سے پانی لے کر ایک ھی سانس میں اُسے اپنے اندر اتارا۔

"کیا ھوا؟ کہیں آج پھر وھی خواب تو نہیں دیکھا؟" وہ اُسکے سامنے بیٹھی پوچھ رھی تھی۔

”یہ خواب میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا؟“ جواباً وہ روتے ہوئے بے بسی سے بولی۔

”میں ہر بار اِس خواب کو محسوس کرتی ہوں____ مجھے ہر بار ایسا لگتا ہے کہ میں حقیقت میں اُس تکلیف کے زیرِ اثر ہوں جو مجھے اِس خواب میں محسوس ہوتی ہے_____ کیسے خود کو اِس تکلیف سے رہا کروں میں؟ بتاؤ مجھے ماہی؟“ وہ بے بسی سے مہیرہ کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں کوئی اَن چاہی سی اذیت تھی۔

”مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آتا سفیرہ_____ یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے میں بھی نہیں جانتی____ تم بس خود کو تکلیف میں مت ڈالو، اِس خواب کو بس خواب ہی رہنے دو۔“ مہیرہ نے اُسکے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے، وہ اُسے اِس تکلیف سے آزاد نہیں کر سکتی تھی مگر وہ خود بھی اُسکی تکلیف دیکھ کر دُکھی تھی۔

www.novelsclubb.com

”کیا تمہیں اُس شخص کا چہرہ نظر آیا؟“ اُس کے پوچھنے پر وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

”اللہ اکبر____ اللہ اکبر!!

اللہ اکبر____ اللہ اکبر!!

ایک سکون دینے والی آواز نے اُن دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ سفیرہ نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا تو دو بج رہے تھے۔ تہجد کا وقت تھا اور اِس وقت مؤذن کی آواز روح تک کو سکون بخشتی تھی۔

"تم سو جاؤ ماھی_____میں نماز پڑھ کر ھی سوؤں گی۔" وہ خشک ھوتی آواز کے ساتھ بولی۔ مہیرہ نے اثبات میں سر ہلایا اور وھاں سے اُٹھ گئی۔

"دعا کرنا کہ یہ خواب دوبارہ نہ آئے۔" سونے سے پہلے اُس نے آخری بار سفیرہ کو مخاطب کیا۔

★★★★★★★

سفیرہ وضو کے بعد اب جاء نماز پر کھڑی نماز ادا کر رھی تھی۔ آنکھوں میں ابھی بھی ہلکی ہلکی نمی تھی۔ نماز کے بعد اُس نے دعا کے لئے ھاتھ اُٹھائے تو یکلخت ھی آنسوؤں کا ایک سیلاب رخساروں پر بہہ نکلا۔

"رحمٰن____!!

اُس نے اللہ کو متوجہ کرنا چاہا۔وہ جو بغیر بلائے بھی سنتا ھے وہ اُس سے مخاطب تھی۔ اذیت جیسے ہر سو گُھل گئی تھی۔

"تُو حفیظ ھے نا۔۔۔۔تو اُسکی حفاظت کرنا۔"

اگلے ھی پل کئی اور آنسو آنکھوں سے جدا ھوئے تھے۔

"میں نہیں چاھتی تھی اُسکے لئے دعائیں کرنا۔۔۔۔میں تو کبھی بھی نہیں چاھتی تھی اُسکے لئے تکلیف اُٹھانا۔۔۔پھر کیوں تُو نے میرے دل میں اُسکا خیال مقرر کرر کھا ھے؟" ضبط کی آخری حد سے بھی آگے کا سفر تھا جو اُس لمحے اُس نے طے کیا تھا۔

"کیوں؟ کون ھے وہ؟ وہ جسے میں بہت پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تھی وہی کیوں آج تک میرے پیچھے ھے؟ میں نے ایسا بھی کیا کر دیا کہ مجھے خوابوں میں بھی تنہا کر دیا جاتا ھے؟ کیا میں نے چاھا تھا کہ اُسے تکلیف ھو؟ نہیں۔۔۔۔میں تو اُسکی زندگی کی خاطر اپنی زندگی کو اِس موڑ پر لے آئی تھی پھر کیسے میں اتنی اذیت کی حقدار بن گئی؟"

وہ اُس چھوٹے سے سنسان کمرے میں تھی جسے چند موم بتیوں سے روشن کیا گیا تھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا اُسکے ساتھ سوائے اللہ کے۔ اُس نے خود کو ایک گہرا سانس بھرتے ہوئے محسوس کیا۔

یوں جیسے تھک کر ہار تسلیم کر لی جاتی ہے۔ اُس نے دعا کے لئے اُٹھے ہاتھ نیچے گرا لئے تھے۔ اُن اُٹھے ہوئے ہاتھوں میں دعاؤں کا بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا وہ مزید اُنہیں اُٹھائے نہیں رکھ سکتی تھی۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں چاہا تھا۔" اُسکی تھکی تھکی سی بوجھل آواز نے کمرے کی فضا کو اداسی میں دھکیل دیا۔

"جو چاہا تھا لوگوں نے چاہا تھا۔۔۔ اور لوگوں نے جو چاہا وہی ہوا۔۔۔۔ ہے نا؟ اور پھر اللہ کے چاہنے کے بغیر تو کچھ نہیں ہوتا نا؟" ایک اور آنسو ٹوٹا تھا۔ کیا وہ اللہ سے سوال کر رہی تھی؟ کیا وہ اُمید چھوڑ رہی تھی؟ اُس نے خفیف سا نفی میں سر ہلایا۔

''قصوروار تو میں تھی۔۔۔۔آخری قدم تو میں نے اُٹھایا تھا۔۔۔اور جو لوگ اختتام کرتے ھیں، قصوروار بھی وہی ھوتے ھیں۔۔۔میں نے اپنے لئے یہ راستہ خود نہیں چُنا تھا مگر مجھے اِس راستے کی سختیاں سہنی ھی ھیں،اور کچھ نہیں لیکن حصے دار جو ٹھہری تھی۔۔۔۔پھر کہاں کے شکوے؟ کیسی شکایت؟'' وہ بے بسی سے کہتی اُٹھ کھڑی ھوئی۔

★★★★★★★★

''ھمارے پیارے نبی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم النبیین ھیں۔خاتم النبیین کا مطلب سمجھتے ھو؟اِس کا مطلب ھے آخری نبی،یعنی اُن کے بعد کوئی نبی ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا قیامت تک۔اُن سے پہلے بھی کتنے ھی نبی آئے، مگر ایک خاص مدت کے لئے۔ھر نبی آتا اور اپنا دور مکمل ھونے پر چلا جاتا،اور اپنے اُس دورانیے میں اپنی قوم کو اللہ کے بتائے ھوئے احکامات پر عمل کرنے کی تاکید کرتا۔ھزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں نبی آتے اور جاتے رھے، مگر کوئی بھی ھمیشہ کے لئے نہیں رھا۔اور پھر وہ وقت آن پہنچا جب اللہ نے اپنے محبوب کو تخلیق کیا،اپنے آخری نبی کو،اپنا آخری پیغام پہنچانے کے لئے۔اُن پر اللہ نے دین کو مکمل کر دیا،یہ اللہ کا انعام ھے اپنے محبوب پر اور اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ اللہ نے

ھمارے لئے قرآن جیسا کلام نازل کیا تاکہ ھمارے دل اِسکے لئے کھل جائیں۔نبیوں کا یہ سلسلہ ھمارے لئے ایک مثال کے طور پر ھے۔محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کے طور پر تخلیق کر کے اللہ نے ھمیں بتادیا کہ اگر کسی شے کا اختتام کرنا ھے تو یوں کرو۔اللہ نے یہ اختتام رحمتہ اللعالمین پر کیا،وہ جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بیجھے گئے تھے۔“

وہ خاتون اپنے سامنے بیٹھے ھوئے سفید لباس اور سفید ٹوپیوں میں ملبوس چھوٹے چھوٹے بچوں کو بتارھی تھیں،اُس خاتون کی آنکھیں چمک رھیں تھیں،شاید اُن میں ہلکی سی نمی تھی۔وہ بچے بے حد غور سے اُنہیں سُن رھے تھے۔

”انسان اپنے ماں باپ سے کتنی محبت کرتا ھے ناں،اِسلئے کے اُنہوں نے اُسے پیدا کیا۔اِس دنیا میں دو رشتے ھیں جن کی انسان دل سے عزت کرتا ھے،اور جن سے وہ محبت رکھتا ھے۔ایک اُسکے والدین،یعنی وہ جنھوں نے اُسے پیدا کیا،اور دوسرا اُسکا استاد،یعنی وہ جس نے اُسے سکھایا۔بچو یاد رکھو،ھم سب کا حقیقی خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ھے،اور ھم سب کے استاد اور بہترین معلم ھمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھیں جنھوں نے ھمیں دنیاو

آخرت کی تعلیم دی۔ ھمارے دلوں میں سب سے پہلا درجہ اور سب سے بڑھ کر محبت انہی کے لئے ھونی چاھئے۔اور جو شخص اللہ اور اُس رسول کا قرب حاصل کر لے اُسکی زندگی آسان ھو جاتی ھے۔اللہ کے بارے میں سوچتے رھا کرو،تاکہ کبھی اُسے بھول نہ پاؤ۔"

نرم لہجے میں سمجھاتے ھوئے اُنہوں نے بات کا اختتام کیا تو سب بچے یک زبان ھو کر بولے۔

"ان شاءاللہ بی جان۔"

"اب تم سب اپنے گھروں میں واپس جاؤ اور آج کا دیا ھوا سبق کل سب سے سنا جائے گا۔" اُنہوں نے کہا تو سب سر ہلاتے ھوئے اپنے اپنے پارے سینے سے لگائے واپس چل دیے۔

فاطمہ خاتون نے آنکھیں بند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا۔

وہ اِس بڑی حویلی کے کشادہ صحن میں درختوں کے قریب رکھے پلنگ کے اوپر بیٹھیں تھیں۔آج خنکی قدرے کم تھی۔سورج کچھ دیر تک اپنی راہ نکالنے والا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی، بھائی کو بولیں کہ مجھے کالج چھوڑ آئیں۔" وہ برآمدے سے ھوتی ھوئی صحن میں پہنچی۔

"کیوں تم نے اُسے خود نہیں کہا؟ وہ ھے کہاں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"پتہ نہیں، آپ خود دیکھ لیں جاکر۔" اُسکے چہرے پر خفگی کے تاثرات تھے۔

"اچھا۔۔۔۔"

وہ خود ھی اُٹھ کر اُسکے کمرے تک گئیں۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال سیٹ کر رھا تھا۔ اُسکی آنکھیں گہری بھوری تھیں۔ اور چہرے کا رنگ گندمی تھا، چہرے پر قابل تعریف چیز اُسکی وضع دار اوپر کو اُٹھی ھوئیں سیاہ مونچھیں تھیں۔ وہ اٹھائیس سال کی عمر کا ایک وجیہہ مرد تھا۔ اُس نے آئینے میں اپنے پیچھے کھڑی فاطمہ کو دیکھا اور پھر بالوں کا برش سامنے رکھ کر اُن کی طرف مڑا۔

"کیا ھوا اماں جی؟" اُنہیں یوں گھورتے ھوئے پا کر وہ بولا۔

"جاؤ اور بہن کو کالج چھوڑ کر آؤ۔" وہ تحکمانہ بولیں۔

"ھاں تو اُسی کے لئے تیار ھو رھا تھا_____ جا ھی رھا ھوں۔" اُس نے کندھے اُچکائے اور باھر نکل آیا۔

"تم نے اُسے کیا بولا ھے جو وہ اِتنی خفا ھو رھی تھی؟" وہ اُسکے پیچھے آتے ھوئے پوچھنے لگیں۔

"میں نے تو اُس سے ایسا کچھ بھی نہیں کہا___ آپ خود اُس سے پوچھ لیں، کیوں انا؟ میں نے تم سے کچھ کہا ھے کیا؟" یوں بات کرتے ھوئے وہ انا کو بالکل ایک اداکار ھی لگے تھے۔

"کچھ نہیں امی_____ بھائی نے مجھے کچھ بھی نہیں کہا سوائے اِس کے کہ آج وہ مجھے ہر گز کالج نہیں چھوڑنے جا سکتے کیونکہ اُنہیں ایک خاص کام سے جانا ھے۔" وہ بولی تو اسد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی جسے وہ فوراً دبا گیا۔

"اسد_____؟ نہ کیا کرو بیٹا، ھر وقت تنگ کرنا ضروری نہیں ھوتا۔" فاطمہ نے اُسے فرضاً کہا۔

''امی میں کہاں تنگ کر رھا ھوں اِسے۔۔۔۔یہ تو ھر وقت ناک پر غصہ سوار کیئے رکھتی ھے۔''وہ اُسکی ناک کو چھوتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

''چلو آؤ بیٹھو۔۔۔۔چغل خور!!

وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔

''بس کرو اسد۔۔۔۔''فاطمہ نے اُسے ٹوکا۔

وہ خفگی سے اُسے جاتے ھوئے دیکھنے لگی۔پھر اُسکے پیچھے گئی۔

★★★★★★★

Cambridge, UK

میری ذات محض اِک فریب ھے

میری زندگی فقط سراب ھے

مجھے کیا کرو گے جان کر؟

www.novelsclubb.com

کہ میں عارضی سا خواب ھوں

اِن حسرتوں کے پیڑ پر

کوئی بے طرح سا گلاب ھوں

مجھے اپنی ذات کی خبر کر

کوئی اپنے بارے میں بات کر

میرے ہمنوا، میرے ہمسفر!!

تجھے جاننے کے شوق میں

میں نے خود کو ھے گنوا دیا

کوئی اپنے آپ کا نشان دے

کہ مجھے خبر ھو ____ تیری ذات کی!!

www.novelsclubb.com

ڈائری پر لکھتے اُس نازک ھاتھ کی حرکت تھمی اور پینسل کو ایک طرف رکھتے ھوئے اُس نے اُس ورق کو ڈائری سے الگ کر لیا اور ڈائری بند کر دی۔ وہاں ڈائری کے سیاہ کور پر اُردو میں سنہری حروف میں لکھا گیا نام واضح ھوا تھا۔

"علما۔"

ورق پر لکھے گئے الفاظ کو دہراتے ھوئے اُس کے عنابی لب مسکرا اُٹھے تھے۔ سفید رنگت اور تیکھے نقوش والی لڑکی کی نگاھوں میں ایک انجانا سا احساس تھا جس کے زیرِ اثر وہ خود کو اُن لمحات میں محسوس کر رھی تھی۔

کمرے کے اطراف پر نگاہ دوڑائی جائے تو لگتا تھا کہ جیسے کسی خواب نگر میں آ گئے ھوں۔ ھر دیوار پر الگ سے والپیپر لگا ھوا تھا۔ پہلی دیوار پر برف سے ڈھکے سفید پہاڑوں کی دنیا تھی تو دوسری طرف آبشاروں کی طرح بہتے چشموں کا منظر۔ کمرے کی تیسری دیوار پر سُرمئی نیلگوں اُفق تلے سُرخ پھولوں کے باغات انسان کو روح تک سرشار کر دیتے تھے۔

آخری دیوار پر اُسکا اپنا شہر، اُسکا اپنا ٹاؤن تاریکی میں روشنیوں سے جگمگاتا کیمبرج طلسم بکھیر رہا تھا۔وہ جب بھی اسے دیکھتی تو اس پر اک سحر ساطاری ھو جاتا تھا۔

یہ ایک طلسماتی ساماحول تھا۔اِس کمرے میں واقعی کسی خوابوں کی ملکہ کے بسیرے کا گمان ھوتا تھا۔

ھاتھوں میں موجود ورق کو تہہ کرنے کے بعد وہ ایک گہرا سانس لیتے ھوئے اُٹھ کھڑی ھوئی۔

اِن دنوں وہ یونیورسٹی کے قریب مہک کے ساتھ اپارٹمنٹ میں تھی مگر سردی زیادہ پڑنے کی وجہ سے کچھ گرم کپڑے لینے کل ھی یہاں اپنے گھر آئی تھی اور آج واپس جانے کی تیاری کر رھی تھی۔

سفید ڈھیلی ڈھالی سی گرم شرٹ کے نیچے براؤن ٹراؤزر پہنے وہ الماری کی طرف بڑھی تھی۔الماری کھول کر اُس نے اپنا کیس نکالا اور ساتھ ھی گھٹنوں تک آتا گرم براؤن کوٹ نکال کر پہن لیا۔اور پھر اُس خط نما ورق کو وہ اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ چکی تھی۔آئینے کے

سامنے آ کر اُس نے پونی اُٹھائی اور پھر اپنے بھاری بھر کم گھنگریالے سنہری بالوں کو اس میں قید کیا۔

ایک سرسری سی نگاہ اُس نے اپنے سادہ سے چہرے پر ڈالی اور پھر اپنا سامان پکڑتی وہ کمرے سے باھر نکل گئی۔

لاؤنج میں ڈائیننگ چئیر پر بیٹھی خاتون نے اُسے آتے ھوئے دیکھا تھا۔

"گُڈ مارننگ ماما_____" تیزی سے اُنکی جانب بڑھتے ھوئے وہ بولی۔

"گُڈ مارننگ۔" اُنہوں نے جواباً کہا۔ اُن کی نگاھیں مسلسل اُسی پر ٹِکی تھیں۔

"اچھی لگ رھی ھو اِس کوٹ میں___" وہ بولیں۔ وہ اب اُن کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ چکی تھی۔

"مجھے تو کوئی شوق نہیں ھے یہ گھٹن ذدہ کوٹ پہننے کا____ شاید یونیورسٹی پہنچ کر اتار بھی دوں۔" اُسکی بات سن کر وہ ایک پل کے لئے جوس پیتے ھوئے ٹھہر سی گئیں۔

"ایک دن اور رُک جاتیں۔" انہوں نے جوس کا گلاس واپس رکھا۔

"بابا چلے گئے کام پر؟" وہ اُنکی بات بلکل ھی نظر انداز کر گئی تھی۔

"ھاں وہ آج جلدی ھی چلے گئے۔" وہ خشک ھوتی آواز میں بولیں تو اُس کے چہرے کے تاثرات کچھ تن سے گئے۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ سوچا ھے؟"

"کس بارے میں؟" وہ بغیر اُنہیں دیکھے بول رھی تھی۔

"اپنی زندگی کے بارے میں؟ کوئی مقصد ڈھونڈا؟ یا شادی۔۔۔" ابھی اُن کی بات جاری تھی مگر وہ پہلے ھی ٹوک گئی۔

"ٹھیک ھے میں چلتی ھوں، لیٹ ھو جاؤں گی، میری بس چھوٹ جائے گی، بائے۔" ایک ھاتھ میں آدھا کھایا ھوا بریڈ اور دوسرے میں کیس پکڑے وہ تیزی سے اُٹھی اور باھر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ اُن کی ایسی باتیں سننے کے لئے اُسکے پاس کبھی بھی وقت نہیں ھوا کرتا تھا۔ اور اِسی وجہ سے وہ اُن سے مزید دور ھوتی جا رھی تھی، یہ بات وہ خود بھی محسوس کر رھیں تھیں۔

وہاں بیٹھے ہوئے اُس نے ایک بار بھی اُن کے چہرے کو نہیں دیکھا تھا اور یہ بات اُنہیں اندر ھی اندر بہت چبھی تھی۔

"گُڈ بائے۔" وہ اُس دروازے کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائیں جہاں سے وہ ابھی نکل کر باھر گئی تھی۔

گھر سے باھر سیڑھیوں کے گرد باڑ لگائی گئی تھی جس پر سُرخ پھولوں کی لڑیاں جھول رھیں تھیں۔آخری زینے پر قدم رکھتے ہوئے اُس نے اپنا بریڈ ختم کیا اور کوٹ کی جیب سے ایک ٹشو پیپر نکال کر منہ صاف کیا۔وہ سڑک کے کنارے پر چلتی تیزی سے قدم آگے بڑھا رھی تھی۔اور پھر کچھ فاصلے پر پڑے ڈسٹ بن کے قریب پہنچ کر اُس نے وہ ٹشو اُس میں پھینک دیا۔

آج بھی موسم کافی حد تک خراب تھا۔اِرد گرد کے تمام گھر برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ برف باری ابھی بھی جاری تھی۔کیمبرج میں یونہی برف باری ہوتی تھی۔تب جب اِس کا گمان بھی نہ ہوتا۔مگر اِس تنگ گلی سے گزرتے ہوئے برف کا گرنا بہت کم ھی محسوس ہوتا تھا۔

بس اسٹاپ کے قریب پہنچنے پر اُسے سُرخ رنگ کی بس نظر آگئی تھی،لوگ دھڑادھڑ اُس میں سوار ھورھے تھے۔اِس سے پہلے کہ اُس کی بس چھوٹ جاتی وہ بھاگتی ھوئی اُس کے قریب پہنچی اور پھر جلدی سے اُس میں سوار ھوگئی۔اُس کے بیٹھتے ھی بس حرکت میں آگئی تھی۔

ایک گہرا سانس لیتے ھوئے اُس نے بیگ سے ہیڈ فونز نکالے اور انہیں کانوں پر لگاتے ھوئے اُس نے آنکھیں بند کرلیں۔

★★★★★★★★

"تم تو میرے سامنے ایسے آکر منہ بنالیتی ھو صبح صبح ھی جیسے میں تمہیں کالج بھیج رھا ھوں۔"اُس نے "میں" پر زور ڈالا۔"بھئی بات کیا ھے؟"راستے میں وہ اُسکے رویے کی وجہ پوچھ رھا تھا اور وہ سوچ رھی تھی کہ واقعی آج کل وہ کچھ زیادہ ھی بیزار رھتی ھے۔

"کچھ نہیں بھائی_____میں تو ایسے ھی بس۔"اُس نے جواب دیا۔

"دیکھو انا میں بتا رھا ھوں اگر تُم نے مجھے سچی بات نہیں بتائی تو آئندہ کبھی بھی چھوڑنے نہیں آؤں گا میں۔"وہ ایک بار پھر بولا۔

"کہہ رہی ہوں احمد بھائی جب کچھ ہوا ہی نہیں تو بتاؤں گی کیا؟اور آپ بھی تو صبح صبح ہی تنگ کرنے لگتے ہیں کبھی کبھی مجھ سے بھی ہو جاتا ہے۔"وہ کچھ بیزاری سے بولی تو اسد نے ہنکارا ابھرا۔

"اچھا تو یہ وجہ ہے تمہارے اِس رویے کی؟"اب کے وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔انا کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات اُبھرے۔

"کیا مطلب؟"اُس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اسد کی جانب چہرہ گھمایا۔

"احمد۔۔۔"اسد کے یک لفظی جواب پر اُسکی آنکھیں حیرت سے کُھلیں۔کچھ دیر تک وہ کچھ بھی نہ بول پائی۔

"یہی بات ہے نا؟احمد کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہی ہے نا ایسا؟"اسد نے ایک بار پھر پوچھا تو وہ کچھ بھی بول نہ پائی۔پھر کچھ دیر بعد سنبھل کر پوچھا۔

"آپ۔۔۔آپ کو کیسے پتہ؟"

www.novelsclubb.com

"ابھی ابھی میرا نام لینے کے بجائے تم مجھے احمد بھائی کہہ رھی تھی۔۔۔ نہیں مطلب میری تو جیسے کوئی اہمیت ھی نہیں ھے۔۔۔۔ایک چھوٹی سی بات بھی نہیں بتاتی تم مجھے۔"اب وہ خفگی سے کہہ رھا تھا۔انا نے ماتھے پر ھاتھ مار کر خود کو کوسا۔

کالج کے سامنے اُس نے گاڑی روک دی۔وہ اُتر کر ایک پل کو ٹھہر گئی۔اسد بھی گاڑی سے نکل کر اُسکے سامنے ھی کھڑا تھا۔اُسے دیکھنے لگی پھر کچھ سوچ کر بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ھے بھائی۔۔۔میں واقعی احمد بھائی کو یاد کر رھی تھی مگر اِس کا مطلب یہ نہیں ھے کہ آپ کی میرے لئے کوئی اہمیت نہیں ھے۔"وہ نرمی سے کہنے لگی تو اسد نے کچھ سوچتے ھوئے ابرو اٹھائے۔

"اور میں یہ کیسے مان لوں؟"اُس کی بات پر انا نے بھی سینے پر ھاتھ باندھ لئے پھر کچھ رازداری سے بولی۔

"چھٹی پر گول گپے کھائیں گے۔"اُسکے مسکراہٹ دبائے کہنے پر وہ بھی ہنس دیا۔

"اچھا پھر ٹھیک ھے______خیال رکھنا۔"وہ بولا اور وہ کالج میں داخل ھوگئی۔

www.novelsclubb.com

"بہت پیارھے آپ دونوں بہن بھائی میں، نظر نہ لگے کبھی۔" وہ واپس پلٹنے والا تھا جب کسی کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی۔ وہ کالج کے دروازے میں بیٹھا چوکیدار تھا۔

"ارے خوشی بابا آپ اِدھر ھی ھیں، معاف کیجیے میں نے آپ کو دیکھا ھی نہیں۔" اُس نے معذرت خواہ نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

"کوئی بات نہیں چوھدری صاحب _____ ھم تو روز آپکے آنے کا انتظار کرتا ھے، آپ کو دیکھ کر خوشی جو ھوتا ھے۔" وہ اپنے خالص پشتو لہجے میں بولے۔ اسد مسکرایا۔ کچھ دیر یونہی اُن سے معمول کی باتیں کرنے کے بعد وہ واپس آگیا۔

★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

وہ دبلا پتلا سا بچہ جس کی عمر قریباً تیرہ برس تھی مغرب کی نماز پڑھ کر کوٹھڑی سے باھر نکلا۔ تب تک اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ باھر پڑی چارپائی سے اپنا چھوٹا سا رومال اُٹھا کر اُسے تہہ کرنے لگا۔ اُسی اثنا کہیں دور کچھ آوازیں سنائی دیں۔

"اِس وقت یہ آوازیں کس کی ھو سکتی ھیں؟" وہ زیرِلب بڑبڑایا۔

اچانک ھی اُس نے اپنے دائیں طرف کھیتوں کے بیچ تیزی سے بھاگتے ھوئے شخص کو دیکھا۔ چاند کی ہلکی سی روشنی میں اُسے اُن کا عکس ھی دکھائی دیا تھا مگر وہ اُنہیں پہچان چکا تھا۔ وہ شیخو چچا تھے جو اُس کے بابا کے دوست بھی تھے۔

”مگر اِنہیں ھوا کیا ھے، یہ اِس طرح کیوں بھاگ رھے ھیں؟“ اُس نے خود سے پوچھا۔

اِس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر اُن تک پہنچتا اُس نے ایک اور شخص کو اُن کے پیچھے بھاگتے دیکھا تھا۔

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ اُس شخص کے ھاتھ میں ریوالور تھا وہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ فوراً ھی ایک دیوار کے پیچھے چھپ کر اُنہیں دیکھنے لگا۔

شیخو چچا کے قدم بھاگتے بھاگتے اچانک سے لڑکھڑائے اور وہ نیچے گر گئے تھے۔ وہ شخص اب اُن کے سر پر آ پہنچا تھا۔ اُسی پل اُسکا چہرہ عیاں ھوا تھا۔۔۔ وہ شہیر شاہ تھا، حکیم شاہ کا بیٹا۔ اِس شخص سے بھی وہ بخوبی واقف تھا۔

اُس نے ھاتھ میں پکڑا ریوالور شیخو چچا کے سر پر رکھ دیا تھا۔اور اُس بچے کی سانسیں اچانک ھی تیز ہو گئیں۔

"یہ شخص کر کیا رھا ھے۔" وہ خوفزدہ چہرے سے اُنہیں دیکھ رھا تھا۔اُسے سمجھ ھی نہیں آیا کہ وہ کیا کرے، وہ اپنے سامنے کسی کو یوں قتل ھوتے ھوئے دیکھ رھا تھا اُسے یقین ھی نہ آیا۔

"میری شکایت لگائے گا تُو؟ جانتا بھی ھے کہ میں ھوں کون؟ تُو کیا سمجھا تھا کہ تُو کچھ بھی کہے گا اور میں تجھے ایسے ھی چھوڑ دوں گا، جانے دوں گا تجھے؟ شہیر شاہ کبھی بھی اپنا کام ادھورا نہیں چھوڑتا۔" وہ شخص غصے سے کہہ رھا تھا۔اُسکی آواز بآسانی اُس بچے تک پہنچ رھی تھی۔وہ سانس روکے خاموشی سے سنتا رھا۔

www.novelsclubb.com

"ایک سال سے تیری بیٹی میرے پیچھے پڑی ھے، آج اگر میں نے اُسکی بات مان لی تو کیا قیامت آگئی؟" وہ اب سمجھ چکا تھا کہ شہیر شاہ کیوں شیخو چچا کو مارنا چاہتا ھے۔

وہ آہستگی سے اپنی جگہ سے اُٹھا۔اُسکے ذہن میں اِس وقت صرف ایک ھی چیز آرھی تھی۔

وہ دوبارہ اُس کوٹھڑی کی طرف بڑھ گیا۔

تیس سیکنڈ کے بعد جب وہ باھر نکلا تو اُس کے ھاتھ میں ایک پستول تھا______سیاہ اور چمکتا ھوا۔

اُس نے اپنے سُرخ رومال کو یوں چہرے پر لپیٹ لیا تھا کہ صرف آنکھیں ھی عیاں تھیں۔اُس نے محسوس کیا تھا کہ اُس کا دل تیزی سے دھڑک رھا ھے۔اور ھاتھ کانپ رھے تھے۔

"مجھے یہ کرنا ھی ھوگا______میں یہ کر سکتا ھوں۔"اُس نے خود کو اعتماد دلایا اور اُسی دیوار کے پیچھے آبیٹھا جہاں سے وہ اُنہیں آسانی سے دیکھ اور سُن سکتا تھا۔

"مجھے معاف کردو______میرے سوا میری بیٹی کا کوئی نہیں ھے شہیر شاہ، مجھ پر رحم کرو۔"شیخو چچا نے روتے ھوئے التجا کی تھی۔

"اُس کی فکر اب تجھے کرنے کی ضرورت نہیں ھے______تیری بیٹی کے لئے میں ھی کافی ھوں۔"وہ شیطانی مسکراہٹ لئے بولا۔

اُس نے اپنی ایک آنکھ بند کر کے نشانہ لیا تھا۔ ھاتھ مسلسل کانپنے کی وجہ سے وہ ٹھیک طرح سے نشانہ نہیں لے پارھا تھا۔ وقت کم تھا اور وہ شخص کبھی بھی گولی چلا سکتا تھا۔ اُس نے اپنی خوف سے پھیلی آنکھیں بند کیں اور ایک گہرا سانس لیا۔ وہ ایک بار پھر سے نشانہ لے رھا تھا۔ اگلے ھی پل گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔

گولی شہیر شاہ کی ٹانگ پر لگی تھی۔ گولی لگنے کے باعث وہ کراہتا ھوا نیچے گر گیا۔ اُسکے ھاتھ سے پستول بھی چھوٹ چکا تھا۔

اُس بچے کی دھڑکن کی اسپیڈ ایک دم ھی مزید بڑھ گئی تھی۔ یہ پہلی بار تھا جب اُس نے گولی چلائی تھی اور وہ سیدھی نشانے پر جا کے لگی تھی۔ اُسکا دھیان اس وقت صرف شیخو چچا پر تھا۔ وہ حیرت سے گنگ اُس سمت دیکھ رھے تھے جہاں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ اور پھر اُنہوں نے اُسے دیکھا۔ وہ تیزی سے اُن کی طرف بڑھا اور لے کر وہاں سے بھاگ آیا۔

★★★★★★★

وہ سبزہ زار کے قریب بنی عمارت تھی جس کے دوسرے فلور پر گلاس وال کے قریب کھڑا وہ ھاتھ میں شکار والی بندوق تھامے ایک آنکھ بند کئے سامنے کہیں زرد پتوں والے درختوں کی سمت نشانہ باندھ رہا تھا۔یوں کھڑے اُسکا آدھا چہرہ ھی عیاں تھا۔اُسکی سرمئی نگاہ برف جیسی دِکھتی تھی۔ یخ اور بے تاثر۔

سیاہ پیچ دار بال اپنی جگہ پر جم سے گئے تھے۔وہ سیاہ ٹرٹل نیک شرٹ کے نیچے سیاہ ھی جینز پہنے ھوئے تھا۔ھاتھ میں پہنی گئی قیمتی گھڑی بھی سیاہ تھی۔وہ مکمل طور پر سیاہ میں ملبوس تھا۔

”تمہارا اور گنز کا آپس میں ایسا کون سا رشتہ ھے؟“اُسکے پیچھے سے کسی کی مسکراتی ھوئی آواز اُبھری تھی۔رضا اُسکے پیچھے دونوں ھاتھوں میں کافی کے دو مگ لئے کھڑا تھا۔

”محبت کا۔“وہ ٹھہر کر بولا۔اُسکا سرمئی ارتکاز ٹوٹا تو اُس نے ھاتھ میں پکڑی بندوق پیچھے دیوار پر لگائی۔رضا نے ابرو اُٹھایا پھر سکون سے بولا۔

"یاد رکھنا۔۔۔محبت رسوا کرتی ہے۔" اُسکے جملے پر سامنے کھڑے شخص کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ پھر اگلے ہی پل وہ سنجیدہ ہوا۔۔۔اب اُسکا چہرہ پہلے کی طرح بے تاثر تھا۔

رضا کے مقابل کھڑا وہ شخص اسمارٹ دِکھتا تھا۔۔۔اسمارٹ اور وجیہہ۔

وہ اُس کے ہاتھ سے مگ لیتے ہوئے صوفے پر جا بیٹھا۔

"یہ بات تم کس سے کہہ رہے ہو رضی؟ احمد جبریل سے؟" اُسکا لہجہ محظوظ کن تھا۔

"یاد رکھنا۔۔۔احمد جبریل محبت کو ٹریپ کر سکتا ہے مگر محبت احمد جبریل کو ٹریپ نہیں کر سکتی۔" کہہ کر اُس نے کافی کا مگ لبوں سے لگایا۔

رضا ابھی تک گلاس وال کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اُسکی بات پر معنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''محبت کوٹریپ؟غلط بات ہے احمد۔۔۔محبت ٹریپ کرنے کی چیز نہیں ہے، یہ اُلجھاتی ہے اِس سے اُلجھا جاتا ہے۔''رضا کا انداز جتانے والا تھا۔مگر ٹانگ پر ٹانگ جمائے صوفے پر بیٹھا شخص اس بات سے متاثر ہونے والا نہیں تھا۔

''میں محبت جیسی چیز سے اُلجھنے والا بندہ نہیں ہوں رضی۔۔۔مجھے لوگوں کے منہ پھیر لینے نے کبھی بھی متاثر نہیں کیا۔۔محبت کا منہ پھیر لینا بھی دیکھا ہے میں نے۔۔۔ہلکی سی تکلیف کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔''اُسکی یخ سرمئی آنکھوں میں ہلکی سی تکلیف کے سوا واقعی کچھ نہیں تھا۔رضا نے حیرت سے اُسکی جانب دیکھا۔

''تم دیکھنے میں اتنے سنگدل لگتے تو نہیں ہو احمد۔''وہ اُسے گہری نظروں سے دیکھ کر سوچتے ہوئے بولا۔احمد تلخی سے مسکرایا۔

''کون سی ایسی چیز ہے جو جیسی دیکھنے میں لگتی ہے بلکل ویسی ہی ہوتی ہے؟''وہ آگے کو ہوتا دلچسپی سے پوچھنے لگا۔رضا نے شانے اچکائے۔

"چیزوں اور لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔"وہ آرام سے بولا۔

"ھاں بالکل بہت فرق ھوتا ھے۔۔۔اور انسان چیزوں سے کہیں زیادہ غیر متوقع اور پیچیدہ ھوتے ھیں۔چیزیں خود کو سمجھنے کا موقع دیتی ھیں مگر انسان کبھی بھی خود کو سمجھنے کا موقع نہیں دیا کرتے۔" وہ سامنے کسی غیر مرئی نقطے پر نگاھیں جمائے بولا۔رضاب گلاس وال سے ہٹ کر اُس کے سامنے آ بیٹھا تھا۔

"تمہارے منطق میری سمجھ میں تو کم از کم نہیں آنے والے۔۔۔بات شروع ھوئی تھی محبت سے،اور چلی گئی لوگوں کو سمجھنے تک۔۔۔ٹھیک ھی کہا ھے کسی شاعر نے۔۔۔بات نکلے گی تو پھر دور تلک جائے گی۔" رضاب اپنے ازلی انداز میں واپس آ چکا تھا۔احمد نے مسکرا کر سر جھٹکا۔پھر کافی ختم کرتا اٹھ کھڑا ھوا۔صوفے پر پڑا کوٹ اُٹھایا اور کندھے پر رکھتا ہمیشہ کی طرح اُس سے مخاطب ھوا۔

"اچھا چلتا ھوں۔۔۔زندگی رھی تو پھر ملیں گے۔"

اور رضا نے ھاتھ ماتھے تک لے جا کر اُسے سلام کیا تھا۔

★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

وہ تیزی سے گاڑی سڑک پر دوڑا رھا تھا۔اُسکا رُخ اب اپنے آفس کی جانب تھا۔کچھ دیر بعد اُس نے گاڑی ایک اونچی عمارت کے سامنے روکی اور باہر نکل آیا۔ابھی زینے عبور کر کے داخلی دروازے تک پہنچا ھی تھا کہ سامنے سے آتا جیک مؤدب سا ھو کر وہیں رک گیا۔

"ہیلو سر۔۔۔ گُڈ مارننگ۔" احمد نے سر کے خم سے اُسے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔

جیک اب کے اُس کے پیچھے پیچھے چلتا آ رھا تھا اور ساتھ ساتھ اُسے آنے والے پراجیکٹس کی فائلز کی تفصیلات سے بھی آگاہ کرنے لگا۔

"سر اُسکے لئے ایک نئی لڑکی ہائیر کی ھے۔۔۔اُسکا تجربہ تو اتنا مضبوط نہیں ھے لیکن وہ اِس قابل ھے کہ اِس پراجیکٹ کو مانیٹر کر سکے۔" وہ اُس سے ایک قدم کے فاصلے پر چلتا تیز تیز آواز میں بول رھا تھا۔احمد نے رک کر اُسے دیکھا۔

"ٹھیک ھے لیکن تمہیں اِس کام کے لئے کسی لڑکے کو ہائیر کرنا چاھئے تھا جیک۔۔۔ لیکن چلو آج پہلے میری میٹینگ ارینج کرواؤ پھر دیکھتے ھیں کہ کیا کرنا اُس لڑکی کا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''جی سر۔'' جیک نے سمجھ کر سر ہلایا تو وہ پلٹ گیا۔

آفس تک کے راستے میں آتے ہر شخص نے اُسے اُٹھ اُٹھ کر سلام کیا تھا۔اُسکی کمپنی میں کام کرنے والے بہت کم لوگ ایسے تھے جو غیر مسلم تھے۔اس انڈسٹری میں خاص طور پر مسلمانوں کو جاب دی جاتی تھی۔ جبکہ غیر مسلموں میں جو لوگ بہت زیادہ قابل تصور کیے جاتے صرف وہی جبریل انڈسٹریز کا حصہ بنتے تھے۔

اُس وقت وہ آفس میں بیٹھا سامنے لیپ ٹاپ کھولے کچھ ٹائپ کرنے میں مگن تھا۔ آنکھوں میں رہنے والا تلخ تاثر کہیں غائب ہو چکا تھا۔اُسی لمحے دروازے پر دستک دیتی وہ اندر داخل ہوئی تھی۔ وہ اپنی سیٹ پر سیدھا ہو بیٹھا۔آنکھوں میں غیر شناسا تاثر لئے وہ اپنے سامنے کھڑی اُس پست قامت سی نازک سراپا لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہلکے سبز لانگ ڈریس میں ملبوس چہرے کو چھوٹے سے اسکارف سے حجاب میں لپیٹے ہوئے تھی۔

''سر آپ نے مجھے بلایا تھا؟'' وہ اب اُس سے پوچھ رہی تھی۔احمد کو پہلی نظر میں ہی وہ حد سے زیادہ معصوم لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

”ھاں۔۔۔بیٹھو۔“

اُس نے سامنے کرسی کی جانب اشارہ کیا تو وہ بغیر کچھ کہے سامنے بیٹھ گئی۔اور پورے انہماک سے اُسکی جانب متوجہ ھوگئی۔احمد میز پر اپنے دونوں ھاتھ ملا کر رکھتے ھوئے آگے کو ھوا۔

”جیک نے تمہیں میرے بارے میں تو بتا ھی دیا ھوگا لیکن یاددہانی کے طور پر ایک بار پھر بتادوں،اِس انڈسٹری کا اونر ھوں میں،احمد جبریل۔“

سنجیدگی اور رعب تو اُسکے مزاج میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ھوا تھی۔اتنا رعب لے کر کہاں جائے گا وہ؟

وہ پھر سے بولا۔

”اِس پراجیکٹ کے لئے ڈیزائنر کا انتخاب میں نے جیک کے سپرد کیا تھا اور اُس نے تمہیں منتخب کیا۔۔۔اگر اُس نے تمہیں منتخب کیا ھے تو یقیناً کچھ دیکھ کر ھی کیا ھوگا۔۔۔لیکن میں ذاتی طور پر خود بھی دیکھنا چاھتا ھوں کہ تم اِس کو مانیٹر کرنے کے قابل ھو یا نہیں،تو اپنے بارے

میں کچھ بتاؤ۔" اُس نے تیزی سے بولتے ہوئے آخر میں اپنے میز پر رکھے گئے ھاتھ ہٹائے اور کرسی پر پیچھے کو ھو کر ٹیک لگالی۔ جیسے اُسے بولنے کے لئے اسپیس دے رھا ھو۔

"میرا نام کنزہ نور ھے، پچھلے پانچ سالوں سے میں کینیڈا میں ھی ھوں، اِس سے پہلے پاکستان ھوتی تھی۔ فیملی کے بارے میں تو یقیناً آپ کوئی سوال نہیں کرنا چاھیں گے، اگر تجربے کی بات کی جائے تو میں اِس سے پہلے تین انڈسٹریز میں کام کر چکی ھوں، لیکن یہ پراجیکٹ میرے لئے ایک نیا تجربہ ھو گا۔ اِس سے پہلے جس کمپنی میں کام کے لئے میں گئی تھی اُن لوگوں کے اصول زندگی مشکل کر دینے والے تھے۔ بلکہ وہ ورکرز کو زندگی اُن کے اصولوں کے مطابق گزارنے پر مجبور کر دیتے تھے، اور میں صرف ایک چھوٹی سی جاب کے لئے اپنے اصول نہیں بدل سکتی تھی، یہی وجہ ھے کہ میں نے بہت جلد ھی اُن سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اور اب میں یہاں جبریل انڈسٹریز میں مسٹر احمد جبریل کے سامنے ھوں۔ اُمید کرتی ھوں کہ میرے کام میں بھی آپ کو کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔" وہ بولتی گئی۔ اُسکی آواز میں کہیں بھی لکنت کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ معصوم دِکھنے والی لڑکی بولنے میں کافی پُر اعتماد محسوس ھو رھی تھی۔ اور اُسکی سیاہ آنکھوں کا سپاٹ سا ارتکاز اُسے مزید پُر اعتماد بنا رھا تھا۔

احمد نے اُسکی وضاحت پر اثبات میں سر ہلایا۔اُسکی جانب ایک بار بغور دیکھا پھر سامنے کھلے لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کر کے دوبارہ اُسکی جانب متوجہ ھوا۔

"مِس کنزہ نور ________ زندگی ھمیں بہت سے مواقع دیتی ھے خود کو بدلنے کے۔۔۔اگر آپ کو یقین ھے کہ آپ درست راستے پر چل رھے ھیں تو کبھی بھی پیچھے نہ ہٹیں، پھر چاھے جو کچھ بھی ھو جائے، آپ کو اپنا راستہ نہیں بدلنا۔ لیکن اگر آپ کو لگتا ھے کہ جو راستہ آپ کے سامنے ھے وہ آپ کے اپنے راستے سے بہتر ھے تو اُسے چھوڑ کر وہ نیا راستہ اپنا لینا چاھیئے، فکر نہ کریں۔۔۔ ھم لوگوں کی زندگی مشکل نہیں بناتے، ھم لوگوں کے لئے راستے بناتے ھیں، پھر وہ جس راستے کو چننا چاھیں یہ اُن کی مرضی ھے۔۔۔اب آپ جا سکتی ھیں۔" اِس بار اُسکا انداز پُر سکون تھا مگر چہرے کے تاثرات ویسے ھی تھے، سنجیدہ۔

اُس نے کنزہ نور کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔ بلکل ہلکی سی مسکراہٹ۔ پھر وہ سر اثبات میں ہلاتے ھوئے اُٹھ کھڑی ھوئی اور اُسی انداز میں چلتی ھوئی باھر نکل گئی۔

www.novelsclubb.com

اُسکے باھر جانے کے بعد احمد کے فون کی گھنٹی بجی۔اُس نے ریسیور اُٹھایا تو دوسری طرف سے جیک کی خوشگوار سی آواز موصول ھوئی۔

"دیکھا سر۔۔۔کہا بھی تھا کہ جیک کچے کام نہیں کیا کرتا۔پسند آیا نا آپ کو میرا نیا ڈیزائنر؟"

احمد کی سرمئی آنکھیں اُس کے انداز پر مسکرائیں تھیں۔

"مجھے تمہارے کسی کچے کام کا انتظار ھی رھے گا جیک۔"

دوسری طرف سے اُسکی دبی دبی سی ھنسی کی آواز اُبھری۔

"سر انتظار تو کبھی نہ ختم ھونے والی چیز ھے،لیکن میری طرف سے آپ کسی ایسے کام کی توقع رکھنا چھوڑ دیں ورنہ آپکو ھر بار مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

احمد بغیر دیکھے بھی بتا سکتا تھا کہ اِس وقت وہ بتیسی باھر نکالے کرسی پر جھول رھا ھو گا۔

”پریشان کرنے کے لئے سوری سر، رکھتا ھوں فون۔“ جیک نے مسکراتے ھوئے کہا اور پھر فون رکھ دیا۔

”کبھی تو تم بھی غلطی کرو گے جیک۔۔۔ ہر کوئی ہر بار اتنا ایکوریٹ نہیں ھو سکتا۔“ احمد ایک گہرا سانس لیتے ھوئے مسکرایا۔ پھر میز پر رکھی فائلز اُلٹ پُلٹ کرنے لگا۔

★★★★★★★★

Cambridge, UK

اُس وقت وہ مہک کے پاس اپارٹمنٹ میں ھی موجود تھی۔ مہک کو شاید سردی کی وجہ سے بخار ھو رھا تھا اِسی لئے وہ معمول کے خلاف یونیورسٹی کے لئے تیار ھونے کے بجائے بستر میں پڑی تھی۔

”تمہاری طبیعت ٹھیک تو ھے نا مہک؟ اگر زیادہ خراب ھو رھی ھے تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ھیں۔“ علما اُسکے بیڈ کے قریب ھی اسٹول رکھے بیٹھی کافی فکر مند دکھائی دے رھی تھی۔

"نہیں علما۔۔۔بس ہلکا سا بخار ھے کچھ دیر آرام کروں گی تو ٹھیک ھو جاؤں گی۔زرنا اماں نے تو قہوہ پینے کی بھی ہدایت کی ھے۔" وہ اُسے نیم باز نگاھوں سے دیکھتی ھوئی بولی۔

علما نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا پھر تمہارے لئے قہوہ بنا دیتی ھوں۔" وہ اُٹھ کر جانے لگی لیکن مہک نے فوراََ ھی روکا۔

"نہیں۔۔۔تم یونیورسٹی جاؤ،پہلے بھی تین دن سے نہیں گئی تم۔" مہک نے کہا تو علما نے کچھ خفگی سے اُسے دیکھا۔

"ارے میں بالکل ٹھیک نہیں۔۔۔لیکن پھر بھی ٹھیک ھوں۔تم جاؤ۔" مہک مضبوط لہجے میں کہہ کر سیدھی ھوئی۔علما نے سمجھتے ھوئے سر ہلایا۔پھر اُسے کچھ ہدایات دے کر یونیورسٹی کے لئے اپارٹمنٹ سے باھر نکلی۔

گھر کے باہر چھوٹا سا باغیچہ تھا جس میں ایک طرف ایک سائیکل رکھی تھی۔ وہ سائیکل لئے اُسے تیزی سے چلاتی ھوئی کیمبرج یونیورسٹی پہنچی تھی۔ آج موسم خوشگوار تھا۔ سورج نے سفید برف سے ڈھکے درختوں کو سبزے کی رونق عطا کی تھی۔

اُسکا حلیہ اب قدرے مختلف تھا۔ وہ اپنا لانگ براؤن کوٹ اُتار چکی تھی اور پونی میں بندھے گھنگریالے بال اب کھلے ھوئے کمر پر جھول رہے تھے۔ یونیورسٹی پہنچ کر اُس نے سیدھا ڈیپارٹمنٹ کا رُخ کیا تھا۔ کلاس روم میں اُسے وہ نظر نہیں آیا تو کمرے سے باھر کوریڈور سے ھوتی ھوئی اپنی مطلوبہ جگہ کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ آگے پہنچنے پر اُسے اپنا مطلوبہ شخص دو لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا مسکراتا ھوا دکھائی دیا۔

www.novelsclubb.com

ایک گہرا سانس لیتے ھوئے وہ اُن کی طرف بڑھی۔

"ہے ایلون____ ہیلو میریکل____ ایلینور!!

یکے بعد دیگرے اُن تینوں افراد کے نام لیتے ھوئے وہ مسکرائی تھی۔

"ہے ہیلو علما____کیسی ہو تم؟" ایلون خوشگواری سے مخاطب ہوا۔ ساتھ بیٹھی دونوں لڑکیوں نے بھی مسکراتے ہوئے سر کو خم دیا۔ اُن میں سے ایک تو مغربی لباس میں ہی تھی مگر ایلینور مکمل لباس پہنے سر پر حجاب لپیٹے ہوئے تھی۔

"بالکل ٹھیک ہوں میں____اور تم؟" علما نے تذبذب سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

"میں تو ہمیشہ کی طرح فٹ فاٹ۔" ایلون اب اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ اُس سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتی ہے ورنہ تو وہ اُسے گھاس ڈالنے بھی نہیں آتی تھی۔

"آپ لوگ باتیں جاری رکھیں____میں ابھی آتا ہوں۔" وہ اُن دونوں سے کہہ کر علما کے ساتھ چلنے لگا۔

"کیا پریشانی ہے مِس؟" کچھ آگے پہنچ کر وہ بولا تو وہ ہلکے سے مسکرا دی۔

"اونہوں____کوئی پریشانی نہیں ہے____پریشانیاں مجھ سے کوسوں دور رہتی ہیں____ہاں بس اُلجھنوں کو میرا علم ہو چکا ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

”اوکے اوکے پلیز____ میرے سامنے اپنے اِس اندرونی عجیب سے شاعر کو مت جگایا کرو، یہ بتاؤ بات کیا ھے؟“ وہ کسی بہت اچھے دوست کی طرح پوچھ رھا تھا یوں جیسے اپنے سارے راز وہ اُسے ھی بتاتی ھو۔

”کچھ خاص نہیں____ بس یہ پوچھنا تھا کہ اتاش کہاں ھے آج کل؟ سنا ھے کل بھی نہیں آیا تھا۔“ اُس نے پوچھا۔

”اوہ اوہ____ تو تمہاری اُلجھن مسٹر اتاش سے جُڑی ھے۔۔۔ میں پہلے کیوں نہیں سمجھ پایا۔“ اُس نے ماتھے پر افسوس سے ھاتھ مارا۔

”زیادہ ھوشیار بننے کی کوشش کیوں کر رھے ھو ایلون؟ جتنا پوچھا ھے بس اُتنا بتا دیا کرو۔“ علما نے تیوری چڑھائی تو اُس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔

”پچھلے دِنوں اُسے کچھ کام تھے جو اُس کے لئے اھم تھے اِس لئے آ نہیں سکا____ اور آج تو وہ یونیورسٹی میں ھی ھے، تمہیں اندازہ ھونا چاھئے کہ وہ کہاں ھو گا۔“ اب کہ وہ سنجیدہ ھو چکا تھا۔ وہ اُسے ھمیشہ یوں ھی سنجیدہ کر دیا کرتی تھی۔

”کیسے اھم کام؟“

”اپنے اھم کام تو وہ مجھے بھی نہیں بتاتا_____ ویسے تم کیا اُسکی جاسوسی کر رھی ھو؟“ وہ مشکوک ھوا تھا۔ چلتے چلتے وہ اب اُن دو لڑکیوں سے بہت آگے آ چکے تھے۔

”ڈونٹ بی اسٹوپڈ ایلون!

(don't be stupid Elvin)

وہ رُکتے ھوئے ایک تاسف بھری نگاہ اُس پر ڈال کر بولی اور تیزی سے قدم اُٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔ اور وہ وہیں ساکت کھڑا اُسے جاتے ھوئے دیکھتا رہ گیا۔

شاید کوئی بھی یوں کچھ ھی لمحوں میں اِس طرح اُسے بے عزت نہیں کرتا تھا جیسے وہ کر گئی تھی۔

”یہ لڑکی نہیں۔۔۔۔ چڑیل ھے!!“

ایلون نے ھمیشہ کی طرح اُس کے جانے کے بعد اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

★★★★★

ایلون نے اُسے بتایا تو نہیں تھا کہ اتاش اِس وقت کہاں ھے مگر اُس نے یہ اشارہ ضرور دیا تھا کہ وہ وہیں ھے جہاں وہ ھمیشہ ھوتا ھے۔ایلون اُن دونوں کا مجموعی دوست تھا لیکن علما سے پہلے وہ اتاش کا دوست تھا اور اتاش کی وجہ سے ھی اُس کی دوستی علما سے بھی ھوئی تھی۔جو شاید صرف نام کی دوستی تھی۔وہ زیادہ تر اُن دو لڑکیوں کے ساتھ ھی ھوتا تھا جن میں سے ایک کا نام میریکل اور دوسری کا نام ایلینور تھا۔وہ دونوں ھی کیتھولک تھیں۔مگر ایلینور مذہب کی پیروی زیادہ کرتی تھی۔کبھی کبھی تو علما کو اُس کا حلیہ دیکھ کر شک ھوتا تھا کہ کہیں وہ مسلمان تو نہیں؟ اُس نے مہک سے بھی یہ بات کہی تھی۔اور مہک نے اُسے بڑے سکون سے جواب دیا تھا۔

"دیکھو علما۔۔۔کوئی بھی مذہب بُرا نہیں ھوتا۔۔۔ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی اچھائی ھی ھوتی ھے۔۔۔برائیاں مذاہب میں نہیں انسانوں میں ھوتی ھیں۔اور ہر مذہب میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ھیں۔۔۔۔کچھ مسلمان اسلام کی پیروی نہیں کرتے اور کچھ عیسائی،عیسائیت کی پیروی نہیں کرتے۔۔۔اِسی طرح وہ لوگ بھی اُسی مذہب کا حصہ ھوتے ھیں جو اپنا ہر کام مذہب کے نام پر کرتے ھیں۔اِس لئے اِس بارے میں زیادہ مت سوچو کہ کس کا مذہب کیا ھے

؟اگر وہ انسان اچھا ہے تو اُسے کسی روز ہدایت مل ہی جائے گی۔" مہک کی باتیں سوچ کر اُس نے سر جھٹکا۔

وہ اُس قدیم یونیورسٹی کی لمبی راہداریوں سے گزرتی ہوئی اُس مقام کی طرف جا رہی تھی جہاں اُسے اُس شخص سے ملنا تھا۔

اور آخر کار وہ یونیورسٹی کے اُس درمیانی ایریا(لان) میں پہنچی۔ وہ ہمیشہ یہیں ہوتا تھا اُس سبز گھاس کے قریب۔

وہ اِرد گرد نگاہیں دوڑاتی اُسے ڈھونڈنے لگی، اور وہ وہیں تھا۔ ستون سے ٹیک لگائے کتاب سامنے کھولے بیٹھا۔ اُسکے بالوں اور بیرڈ کی رنگت ایک جیسی بھوری تھی۔ اُسکے چہرے کے نقوش تُرکوں سے ملتے تھے۔

"تم پڑھتے بھی ہو؟" اُسکے قریب پہنچ کر وہ سرگوشی کی صورت میں بولی۔

"ہے تم۔۔۔؟" وہ خوشگوار سی حیرت لئے بولا۔

"بالکل پڑھتا ھوں۔۔۔اپنے کورس کے علاوہ ھر کتاب پڑھتا ھوں۔"اُس نے اپنی بھوری پلکیں اُٹھائیں۔

"کیا بات ھے پھر تو۔۔۔ایسے لوگ تو کافی خطرناک ھوتے ھیں۔"وہ بھی آلتی پالتی مار کر اُسکے مقابل بیٹھ گئی۔

"اور وہ کیسے؟"اُس نے بھنویں اُچکائیں۔

"کیونکہ وہ کورس کی کتابیں پڑھے بغیر ھی ٹاپ کر جاتے ھیں اور پھر جینئس کہلائے جاتے ھیں۔"وہ کہہ کر خود بھی مسکرائی۔وہ بھی اُسکی بات پر ایک خوشگوار قہقہہ لگا کر ہنسا۔پھر کچھ دیر بعد کچھ یاد آنے پر بولا۔

"اچھا گھر میں سب کیسا ھے؟"

"ٹھیک ھے سب۔۔۔سب کچھ ویسا ھی ھے جیسا پہلے تھا۔"اُس کا انداز بے حد معمولی سا تھا۔

www.novelsclubb.com

”تم کیوٹ لگتی ہو کھلے بالوں میں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ لہجہ عام سا تھا مگر وہ کچھ لمحوں تک اِس غیر متوقع تبصرے پر اُسے دیکھتی رہی اور پھر آنکھوں میں چمک لئے مسکرا دی۔

”تمہارے لئے ایک چیز ہے میرے پاس۔“ اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا تو اتاش نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔

”کیا؟“

علما نے اپنی جینز کی جیب سے وہ کاغذ کا ٹکڑا نکالا اور اُسے تھما دیا۔

”نہیں نہیں ______ اِسے ابھی مت کھولنا، تمہارے لئے کچھ لکھا ہے، بعد میں دیکھ لینا۔“ وہ اُسے کھولنے ہی والا تھا جب علما نے روک دیا۔

”جیسے تمہاری مرضی۔“ اُس نے وہ ورق اپنے پاس اُس کتاب میں رکھ لیا جسے وہ ابھی پڑھ رہا تھا۔

”تمہیں میں نے کافی مِس کیا پچھلے دنوں ______ پتہ ہے کبھی کبھی کچھ لوگوں کی عادت ہو جاتی ہے، پھر اُن کے بغیر بیتے ہوئے پل اور اُن کے ساتھ بیتے ہوئے پل بہت مختلف لگنے لگتے

ھیں۔'' وہ بہت دھیرے سے کہہ رہا تھا۔وہ شخص جب بھی اُس سے بات کرتا تو اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر ھی بولتا تھا۔اتاش کی آنکھیں نیلی تھیں۔وہ کچھ کہہ ھی نہیں پائی تھی فقط اپنی سرمئی نگاھوں سے اُسے دیکھتی رھی۔

اور پھر جانے کتنی ھی دیر وہ وہاں بیٹھے باتیں کرتے رھے تھے۔

★★★★★★★★

اسلام آباد کی سڑکوں پر گاڑیوں کی آمدورفت جاری تھی۔گہری دھند میں یونیورسٹی کی دیواریں چھپ گئی تھیں۔

''ہیلو حیدر سر! اُمید کرتا ھوں کہ آپ ٹھیک ھوں گے۔میں ھوں الفریڈ۔میرا تعلق انگلینڈ سے ھے اور میں ایک اسٹوڈنٹ ھوں۔اکثر آپ کے مذھب پر دیئے گئے لیکچرز میری نظروں سے گزرے ھیں اور اُن میں سے کچھ تو میں نے سنے بھی ھیں اور یہ اندازہ لگایا ھے کہ آپ کے پاس بہت سی ایسی باتوں کا علم ھوگا جن کے جواب میں جاننا چاھتا ھوں۔ ''

وہ خالی پڑے کلاس روم میں اپنے سامنے لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا۔رات ھی کو اپلوڈ کیے گئے لیکچر کے نیچے آئے ھوئے کمینٹس میں سے ایک پر اُسکی نظر پڑی اور وہ اُسے پڑھنے لگا۔اُس نے آگے پڑھنا چاھا۔مگر اُسی لمحے دروازے پر دستک ھوئی اور اُس کے ساتھ ھی دروازہ کُھلتا چلا گیا۔

"مسٹر حیدر_____لگتا ھے کہ آپ بھول گئے ھیں مگر آپ کی تشریف آوری کا بے حد انتظار کیا جارھا ھے____پلیز کَم!!"

وہ اُسے کچھ خفگی اور طنزیہ نظروں سے دیکھتے ھوئے بولا۔

"اوہ نو۔۔۔۔"اُس کے لبوں سے بے اختیار ھی نکلا۔

"میں واقعی بالکل بھول گیا تھا۔۔۔مجھے بس ایک منٹ دو سیفی۔"اُس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔

اور وہ اپنے سامنے کُھلی اسکرین پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگا۔ سیف نے اُسے دیکھتے ھوئے ایک گہرا سانس لیا اور واپس پلٹ گیا۔ اسکے جانے کے کچھ ھی لمحوں بعد حیدر بھی کمرے سے باھر نکل گیا۔

★★★★★★

جو نہی وہ اسٹوڈنٹس سے بھرے حال میں پہنچا تو سب سے پہلے اُسکی نظر سر توصیف پر پڑی تھی۔ وہ اُسے تھکی ھوئی نظروں سے دیکھ رھے تھے۔ حیدر نے اپنے چہرے پر شرمندگی ظاھر کی تو اُنہوں نے شانے اُچکا دیئے۔

مائیک کے سامنے کھڑی غزل نے بھی اُسے آتے ھوئے دیکھ لیا تھا اور اب وہ اُسے اسٹیج پر آنے کی دعوت دے رھی تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا مائیک تک پہنچا تھا۔q

"اسلامُ علیکم! سب سے پہلے تو میں آپ سب سے اور پھر سر توصیف سے معذرت کرنا چاھتا ھوں، کہ آپ کو میرا انتظار کرنا پڑا۔" وہ بولا تو ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔ یہ یونیورسٹی کے ھر ڈیپارٹمنٹ سے آئے ھوئے لوگ تھے۔ اور وہ سب ھی حیدر کو اچھی طرح جانتے تھے

www.novelsclubb.com

کیونکہ وہ پچھلے ایک سال سے اِس یونیورسٹی میں سب سے زیادہ پہچانا جانے والا نام تھا۔وہ ایم۔فل کا اسٹوڈنٹ تھا اور اُس ایک سال میں ایسا کوئی سیمینار نہیں تھا جس میں حیدر نے اپنا حصہ نہیں ڈالا تھا۔

"تو آج کا جو موضوع ھے ھمارے پاس وہ ھے ____ مسلمان کی پہچان۔"اُس نے ہال میں داخل ھوتے ھی وہ پوسٹر دیکھا تھا جس پر آج کا موضوع یہی لکھا تھا۔اور اُسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ آج وہ اِس موضوع پر بات کرنے والا ھے کیونکہ سر توصیف نے رات ھی کو اُسے کال کرکے سیمینار میں آنے کا بتایا تھا مگر وہ موضوع پوچھنا بھول گیا تھا اِس لئے کہ اُس وقت وہ اپنا تیار کردہ لیکچر اپلوڈ کررھا تھا اور آج بھی وہ اِسی لئے سیمینار میں جانا بھول گیا تھا کیونکہ اُسے موضوع کا ھی علم نہیں تھا۔

اور اب وہ بغیر کسی تیاری کے وہاں لیکچر دینے کو کھڑا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا بولنے والا ھے مگر اللہ کا نام لیتے ھوئے اُس نے بولنا شروع کیا تھا۔

مسلمان کا نام لبوں پر آتے ہی اُس کے ذہن میں سب سے پہلے جو چیز آئی تھی اُس نے وہیں سے شروع کیا۔

"اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید میں منافقین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ:"کیا یہ سمجھتے ہیں چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور اِنہیں آزمایا نہ جائے گا؟"(العنکبوت-2)

"اور ہم نے جانچا ہے اُن کو جو اُن سے پہلے تھے اور البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور معلوم کرے گا جھوٹوں کو۔"(العنکبوت-3)"

وہ پہلے عربی پڑھتے ہوئے پھر اُسکا ترجمہ کرنے لگا۔

"بے شک اللہ آزماتا ہے ہر انسان کو۔ایسا نہیں ہے کہ اللہ انسان کو اِس لئے آزماتا ہے کہ اُسے اُسکی حقیقت نہیں معلوم ہوتی۔اکثر ایسا ہی ہوتا ہے نا کہ جب لوگوں میں سے ایک کو دوسرے پر بھروسا نہیں ہوتا تو دوسرا کہتا ہے کہ مجھے آزما کر دیکھ لو،اور وہ اُسکی حقیقت تک پہنچنے کے لئے اُسے آزماتا ہے۔ مگر یہاں معاملہ دو لوگوں کے درمیان نہیں،اللہ اور انسان کے

درمیان ہے۔ سمجھتے ہو نا اللہ ؟ وہ جو غیب کا علم جانتا ہے وہ اللہ، انسان کو آزمارہا ہے تو صرف اِس لئے تو نہیں آزمارہا ہوگا کہ انسان کی حقیقت کا پتہ چلے، وہ تو پہلے ہی سب جانتا ہے پھر کیوں آزماتا ہے ؟" اُسکا انداز خاصا پیشہ ورانہ محسوس ہو رہا تھا۔

"اِس لئے کہ انسان کو اُسکی اپنی حقیقت دِکھا سکے، وہ اصلیت جس سے ہم بھاگتے پھرتے ہیں ______ جب اللہ آزماتا ہے تو وہ اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔۔۔۔ اور ہم جیسے منافق لوگ ظاہر ہو جاتے ہیں اور چھپنے کی جگہ نہیں ملتی۔۔۔۔ وہ دھوکہ جو ہم اللہ کو دے رہے ہوتے ہیں جب ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اصل میں وہ دھوکہ ہم اپنے آپ کو دے رہے تھے تو ہم اپنے آپ ہی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہتے، کسی کے سامنے حقیقت ظاہر ہو جانا اور اپنے سامنے اپنی اصلیت کھل جانا دو مختلف چیزیں ہیں، تکلیف زیادہ تب ہوتی ہے جب خود کے سامنے اصلیت کھل جائے۔" ایک لمحے کو وہ سانس لینے کے لئے رُکا۔

"وہ اِس لئے کیونکہ لوگوں کے سامنے حقیقت ظاہر ہونا دنیا کی نظر میں بُرا بننا ہے اور اپنے سامنے اپنی ہی حقیقت دیکھنا اپنے آپ کی نظر میں بُرا بننا ہے، انسان کبھی بھی خود کو برا

تسلیم نہیں کرنا چاہتا اور یہی وہ وقت ہے جب انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔اور یہی وہ لمحہ ہے جب اللہ کی آزمائش ہم پر اثر دِکھاتی ہے، لیکن کبھی کبھی یہ آزمائش ہی ہمارے لئے عذاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے، ہمارا مال____وہ مال جو اللہ نے ہمیں دیا ہے وہ ایک آزمائش ہے مگر جب ہم حد سے تجاوز کرتے ہیں تو یہی مال ہم پر عذاب کی طرح بھاری پڑ جاتا ہے۔

وہ ایسے کہ جب ہم زیادہ مالدار ہوتے ہیں تو زیادہ مغرور ہوتے ہیں، اور اپنے تکبر میں اِس حد تک بڑھ جاتے ہیں کہ غریب انسان ہمیں انسان ہی نہیں لگتا۔اور اللہ کو تو یہ بات پسند ہی نہیں کہ کوئی انسان خود کو کسی دوسرے سے برتر سمجھے، یا کسی دوسرے کو خود سے کمتر سمجھے، یہ بات ہماری انسانیت کے خلاف ہے، کوئی بھی انسان کسی دوسرے پر سوال اُٹھا ہی نہیں سکتا، کیونکہ انسان کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ کسی کی امیری یا غریبی پر سوال اُٹھائے۔اور جس طرح ہم کسی کی غریبی کو نشانہ نہیں بنا سکتے بالکل ایسے ہی ہم کسی کے مذہب پر سوال اُٹھانے کے بھی حامل نہیں ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ایک پل کے لئے خاموش ہوا۔یہاں تک تو سب بہت اچھے سے سنتے رہے مگر آگے وہ کیا کہنے والا تھا یہ وہی جانتا تھا۔

"آپ کو مسلمان کی پہچان دیکھنی ھے؟ پہلے مجھے یہ بتایئے کہ منافق کون ھوتا ھے؟" اُس نے ایک سوال اُٹھایا۔

"منافق کا نام سن کر ذہن میں سب سے پہلے کیا آتا ھے؟" وہ بولا۔ ہال میں سرگوشیاں ھونے لگیں۔

"یقیناً آپ سوچ رہے ھوں گے کہ ایسا انسان جو دکھاوا کرتا ھے، مسلمان ھونے کا دکھاوا کرتا ھے مگر درحقیقت وہ مسلمان نہیں ھوتا، ایسا شخص جس کا ظاھر کسی اور طرف اور باطن کچھ اور ھوتا ھے۔ یہی ھوتا ھے نا منافق؟" اُسکی آواز اتنی خوبصورت تھی کہ اگر وہ کوئی بے معنٰی بات بھی کر رہا ھوتا تو لوگ اُسے سنتے۔

"آپ میں سے کتنے لوگ مسلمان ھیں؟" سوال عام لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

ہال میں موجود تمام ھی لوگوں نے ھاتھ اوپر اُٹھایا تھا۔ غالباً وہاں بیٹھا ھر شخص ھی مسلمان تھا اور اگر کوئی غیر مسلم تھا بھی تو اکثریت کے لحاظ سے چند ایک۔

"اچھا تو اب مجھے یہ بتایئے کہ آپ میں سے کتنے لوگ ایسے ھیں جو مسلمان ھونے کے ساتھ ساتھ مسلمانی کا ھر فریضہ بھی ادا کرتے ھیں؟ کتنے لوگ سچے مسلمان ھیں؟" ھر طرف سکتہ چھا گیا تھا۔ حیدر نے ایک ایک شخص کو دیکھا۔ کسی کی بھی ہمت نہیں پڑی تھی یہ کہہ سکے کہ وہ ایک سچا مسلمان ھے۔

کچھ دیر سکوت طاری رھا جسے حیدر کی آواز نے توڑا۔

"آپ کو تو دور جانے کی ضرورت ھی پیش نہیں آئی_____ آپ کے اپنے اندر ھی آپکو ایک منافق مل گیا۔" وہ یوں بولا جیسے آسانی ھو گئی ھو۔ سامنے بیٹھے لوگوں کے چہروں کو ایک دم ھی شرمندگی نے آگھیرا۔

"ایک آدمی کے لئے اِس سے زیادہ شرمناک بات کیا ھو گی کہ جس مذہب کو وہ مانتا ھے اُسی کے بارے میں لاعلم ھے۔

منافقین کون ھوتے ھیں؟ کون ھیں وہ جنہیں اللہ نے کہا ھے کہ یہ صرف زبان ھی سے اقرار کرتے ھیں؟ وہ ھم ھیں____ اور ھم جیسے کئی اور مسلمان جو یہ سمجھتے ھیں کہ محض

یہ کہہ کر ھم آزاد ھو جائیں گے کہ ھم ایمان لائے۔۔۔فقط یہ کہہ دینے سے کہ آپ مسلمان ھیں اور آپ ایک اللہ کو مانتے ھیں، آپ مومن بن جاتے ھیں؟ کیا مومن بننا اتنا آسان ھے کہ زبان سے ایک قول کہہ دیا اور آپ مومن بن گئے؟ نہیں _____ ایسا نہیں ھوتا۔" اُس نے سانس لیا۔

"مومن بننے کے لئے ایمان چاھئے ھوتا ھے۔ کیا کلمہ طیبہ پڑھ لینے سے ایمان مل جاتا ھے؟ ھاں مل جاتا ھے لیکن تب جب اُسے دل سے تسلیم کیا جائے۔ لیکن ایمان ھے کیا؟ آپ میں سے کتنے لوگ جانتے ھیں کہ ایمان کیا ھے؟" اُس نے رُک کر سامنے بیٹھے ایک ایک شخص کو دیکھا۔ وہ اُنہیں بولنے کے لئے وقت دے رھا تھا۔ مگر ھال میں موجود ہر شخص کے لب جیسے مقفل کر دیئے گئے تھے۔

"ایمان، یقین ھوتا ھے، توکل ھوتا ھے۔ ایمان وہ ھے کہ جو آپ کو بند غاروں سے نکال لاتا ھے، ایمان وہ ھے کہ جو ضرورت پڑنے پر مکڑی کے جالے سے بھی حفاظت کرتا ھے ہماری، ایمان وہ ھے کہ جلتے کوئلوں اور تپتی ریت پر گھسیٹا جا رھا ھو تب بھی زبان سے احد، احد کے الفاظ

www.novelsclubb.com

جاری رھیں،اور ایمان تو وہ ھوتا ھے کہ اپنے پورے خاندان کو اپنی نظروں کے سامنے شہید ھوتے دیکھ کر بھی محض اللہ کی رضا کے لئے صبر کے ساتھ ثابت قدم رھا جائے۔" وہ چپ ھوا تو جیسے ایک سحر ٹوٹ گیا۔

"کیا ھے آپکا ایمان ایسا؟ اب خود سے پوچھیں، کیا ھیں آپ مومن؟" اور وھاں بیٹھے ھر شخص کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا۔

"میرا مقصد آپکو شرمندہ کرنا نہیں ھے، میرا مقصد آپکو حقیقت سے آگاہ کرنا ھے، میرا مقصد آپکو خبردار کرنا ھے، مرضی آپکی ھے کہ آپ کو منافقوں کی طرح مسلمانی کا روپ لے کر اِس دنیا میں جینا ھے یا حالتِ ایمان میں اللہ کی رضا کی خاطر عزت سے مرنا ھے، فیصلہ آپکا ھے۔" وہ اُسی سنجیدگی سے کہہ کر اسٹیج سے اُتر چکا تھا۔ سوال وجواب کا سیشن بھی نہیں ھوا تھا، ہال میں سناٹا چھایا رھا، ھر کوئی اپنی جگہ پر ساکت تھا۔ یہاں تک کہ وہ دروازہ کھول کر اُس میں سے گُم ھوتا ھوا دکھائی دیا۔

★★★★★★★

آج کا سارا فارغ وقت اُس نے اتاش کے ساتھ ھی گزارا تھا۔ وہ بہت پیاری باتیں کرتا تھا۔اِسی لئے وہ اُسے بہت کیئرنگ بھی لگتا تھا۔اور وہ آہستہ آہستہ اپنی بہت ساری باتیں اُس سے شئیر کرنے لگی تھی۔ وہ اُس کی باتیں تحمل سے سنتا تھا اور پھر صحیح جگہ پر رائے بھی دے دیتا۔

پچھلے ڈیڑھ سال سے وہ دونوں ایک دوسرے سے واقف تھے۔اِس سارے عرصے میں ایک دوسرے کو جاننے اور پہچاننے کے کئی موڑ آئے تھے اُن کی زندگیوں میں مگر پھر بھی ایک دوسرے کو مکمل اور صحیح پہچاننا وقت لیتا ھے۔اُن کے پاس بھی ابھی وقت تھا۔

"پتہ ھے جب سے تم میری زندگی میں آئے ھو____مجھے لگتا ھے کہ میں خوش رھنے لگی ھوں۔" علما کے چہرے پر چمک تھی۔

"تو مطلب اِس سے پہلے تم خوش نہیں تھی؟" وہ جینز کی جیبوں میں ھاتھ ڈالے اُسکے ساتھ چلتے ھوئے پوچھ رھا تھا۔

"آآ۔۔۔شاید اتنی نہیں۔" وہ سوچتے ھوئے بولی۔

"اور اب تم ھمیشہ ایسے ھی خوش رھو گی۔" وہ مسکرا کر بولا۔اور علما نے ایک جھٹکے اُسے دیکھا۔تو کیا اُس کا مطلب ھے کہ وہ ھمیشہ میرے ساتھ رھے گا؟اِسی لئے وہ مجھے ھمیشہ ایسے ھی خوش دیکھنا چاھتا ھے۔وہ اُس کے چہرے کو دیکھتی سوچ رھی تھی۔

یونیورسٹی سے واپس آکر وہ سیدھی اپارٹمنٹ پہنچی تھی۔اندر داخل ھوتے ھی اُس نے مہک کو دیکھا تھا،وہ اپنے سامنے لیپ ٹاپ کھولے بیٹھی تھی۔اُسکا حلیہ معمول کے مطابق،پنک گاؤن اور چہرے کے گرد سفید اسکارف لپیٹے ویسا ھی تھا۔

"کیا کر رھی ھو؟پہلے سے بہتر ھو؟" وہ اپنا بیگ ایک جگہ رکھتے ھوئے پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں بس ایک لیکچر دیکھ رھی تھی۔۔۔ھاں پہلے سے بہت بہتر ھوں۔" اُس نے جواب دیا اور لیپ ٹاپ بند کر کے اُس کی جانب مڑی۔

"تم بتاؤ_____آج کا دن کیسا تھا؟" مہک نے پوچھا،تب تک وہ دراز کے سامنے بیٹھی اپنی پینٹنگ بُک نکال چکی تھی۔

"ھاں بہت زبردست تھا،میریکل،ایلون،اتاش سب سے ملاقات ھوئی۔ "

"اوہ____" وہ بھی اُس کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر خاموش ھو گئی۔

"چلو رنگ بناتے ھیں۔" وہ پُر جوش سی بولی اور اپنی پینٹنگ والی کتاب اور برش لے کر باھر چلی گئی۔ مہک بھی اُسکے پیچھے چل دی۔ وہ صبح کی نسبت بہتر دکھائی دے رھی تھی۔

وہ اب گھاس پر بیٹھی بڑی مہارت سے ایک رنگ پر دوسرا ڈال رھی تھی جب مہک نے اُس کے ساتھ بیٹھتے ھی کہا۔

"ہر رنگ میں ایک الگ رنگ ھوتا ھے علما اور ھر رنگ دوسرے رنگ سے مختلف ھوتا ھے، جب تمام رنگ ایک ساتھ نظر آتے ھیں تو نظریں اُن پر ٹھہر سی جاتی ھیں۔ رنگوں کی خوبصورتی آنکھوں کو تب ھی بھاتی ھے جب سارے رنگ ایک ساتھ پڑے ھوں، مگر تب کشش نہیں رھتی جب ھر رنگ الگ سے دِکھے۔"

"نہیں مہک! ایسی بات نہیں ھے، طرح طرح کے رنگوں کو ایک ساتھ دیکھنا اور بات ھے اور ایک ھی رنگ کو دیکھنا الگ ھے۔ یہ بھی ٹھیک ھے کہ مختلف رنگ جب ملتے ھیں تو اُنہیں دیکھ کر خوشی ملتی ھے، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ھوتا ھے کہ ھم ایک باغ میں ایک ھی رنگ

کے تمام پھول دیکھتے ھیں، مان لو کہ سرخ گلابوں کا ایک باغ ھے، ھم تو اپنے ھوش کھو بیٹھتے ھیں، وہ پھول اس قدر خوبصورت ھوتے ھیں کہ ھمیں اُن میں کسی اور رنگ کو دیکھنے کی چاھت نہیں رھتی_____رنگ ایک ھی ھونا چاھئے۔۔۔۔ لیکن وہ۔۔۔۔ جو نیک اور سچا ھو۔" اپنی ڈھیلی شرٹ کے بازوؤں کو کہنیوں تک موڑے وہ سامنے پڑے اُن رنگوں کو دیکھ کر مسکرائی۔ دن ڈھلنے کے ساتھ سردی بھی بڑھ رھی تھی مگر وہ اِس سے بالکل بے نیاز بیٹھی تھی۔ آنکھوں کے سامنے چہرے پر جھولتے بالوں کو پیچھے کی جانب اڑستے ھوئے وہ اب دوبارہ کام کی طرف متوجہ ھوئی۔

"تم نے بہت اچھی بات کہی____اور مجھے اچھا لگا کہ تم ایسا سوچتی ھو۔" مہک نے نرمی سے کہا۔

"کیسا سوچتی ھوں میں؟" اُس نے وضاحت چاھی۔

"یہی کہ رنگ ایک ھی چنو____جو سچا ھو اور جو نیک ھو، جانتی ھو علاوہ ایک رنگ کون سا ھے؟" وہ کھوئے ھوئے انداز میں بولی۔

''کون سا؟''اُس نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''صبغۃ اللہ۔۔۔''اُس کے جواب پر علما نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''اللہ کا رنگ ____ سچا اور یونیک۔۔۔اِس رنگ میں رنگ جاؤ علما۔۔۔کسی اور رنگ کی چاہت نہیں رہے گی۔''اُس نے سامنے پڑی پینٹنگ بُک کو دیکھتے ہوئے سکون سے کہا، جہاں ہر رنگ کسی دوسرے رنگ سے مل کر ایک نیا رنگ ظاہر کر رہا تھا۔

وہ کہہ کر اُٹھی اور دوبارہ اپارٹمنٹ کی اندر چلی گئی۔علما کچھ پل کے لئے اُس کی بات کا مطلب سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر دوبارہ پینٹنگ کی طرف متوجہ ہوگئی۔وہ مہک کی باتوں کو زیادہ نہیں سوچتی تھی کیونکہ وہ کبھی بھی اُن کی تہہ تک نہیں پہنچ پائی تھی۔

★★★★★★★

وہ اپنے کمرے میں ساکت سا وجود لئے بیٹھی تھی۔کھڑکیوں سے چھن کر آتی ہلکی ہلکی روشنی شیشے کے میز پر پڑتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔اِس روشنی میں فضا میں تحلیل ہوتے چھوٹے چھوٹے ذرات بھی دکھائی دے رہے تھے۔وہ خاموشی سے بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو

www.novelsclubb.com

دیکھ رہی تھی۔ وقفے وقفے سے اُسے ہچکی آ رہی تھی مگر وہ بغیر کسی ردِ عمل کے اُسی حالت میں بیٹھی رہی۔ بھوری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ چہرے کی رنگت بھی زرد ہو رہی تھی اور کُھلے سیاہ بالوں کی کچھ لٹیں چہرے پر جھول رہی تھیں۔

"سفیرہ۔۔۔" وہ جو صوفے پر بیٹھی کب سے اُسے بغور دیکھ رہی تھی دھیرے سے بولی۔ اُسکی آواز نے سفیرہ کو متوجہ نہیں کیا تھا۔

"سفیرہ۔۔۔" اِس بار وہ کچھ بلند آواز میں بولی تو وہ ایک جھٹکے سے اُسے دیکھنے لگی۔

"ھوں۔۔؟ "

"کب سے ہچکی لگی ھے تمہیں۔۔۔اُٹھ کر پانی کیوں نہیں پیتی؟" مہیرہ کا لہجہ بہت تھکا ھوا تھا۔ جیسے وہ اُسے دیکھ کر بُجھ سی گئی تھی۔ سفیرہ چہرہ اُٹھائے اُسے دیکھتی رہی پھر لاپرواہی سے بولی۔

"کیوں کسی کی یادوں میں خلل ڈالوں میں؟ "

مہیرہ نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔ پھر زخمی سا مسکراتے ھوئے پوچھنے لگی۔

"""تم اِس بات پر یقین رکھتی ہو کہ کسی کے یاد کرنے پر ہچکیاں آتی ہیں؟ "

"یقین کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔۔۔ کبھی کبھی تو میں سوچتی ہوں کہ جب اللہ انسان کو یاد کرتا ہے تو ایک ہی ہچکی میں اپنے پاس بلا لیتا ہے۔۔۔۔ پھر لوگوں کے پاس یہ اختیار کیوں نہیں کہ وہ کسی کو یاد کرنے پر اُسکی ایک جھلک ہی دیکھ سکیں؟" اُسکا ذہن کہیں بہت دور کھویا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ کہیں سے بھی نارمل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"تم کیوں اپنے ذہن پر اتنا زور ڈالتی ہو سفیرہ؟ خود کو کیوں اتنا تھکا رہی ہو تم۔۔۔ کیا تمہیں نہیں لگتا کہ انسان کی یہ منفی سوچ اُسے اندر ہی اندر کھا رہی ہوتی ہے؟ انسان اتنا مضبوط نہیں ہو سکتا کہ ایک طویل عرصے تک اپنی ہی سوچوں سے لڑ سکے۔۔۔۔ لیکن پھر بھی وہ خود کو فریب دیتا ہے۔۔۔ کیوں؟ "

مہیرہ کو اُسکی حالت پر ترس آتا تھا۔ اُسے اپنی وہ پہلے والی سفیرہ واپس چاہیے تھی۔ وہ جو حقیقت کو تسلیم کر کے اُسے اللہ پر چھوڑ کر پُر سکون ہو جایا کرتی تھی۔

سفیرہ نے خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ پھر عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

"وہ لڑکی جو کسی اور کو فریب کی نذر کر آئی ہو وہ خود کو کیا فریب دے گی ماھی؟ جانتی ہو جب انسان کو اپنے سب سے اھم رشتوں کی ضرورت ہوتی ھے اور وہ اُس سے منہ موڑ لیتے ھیں تو کتنی تکلیف ہوتی ھے؟ مجھے بھی ایسی ھی تکلیف ہو رھی ھے۔۔۔ مجھے اپنا آپ، اپنا وجود اتنا بے معنی سا لگنے لگا ھے کہ کبھی کبھی میں خود کو ختم کر لینا چاھتی ہوں۔ بس ایک چیز ھے میرے پاس جو مجھے کچھ بھی غلط کرنے سے روک لیتی ھے۔۔۔" اُسکی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔ مہیرہ کی آنکھوں میں اذیت تھی۔ وہ بچپن سے لے کر اب تک ھمیشہ ہر قدم پر اُسکے ساتھ رھی تھی۔ اُسکی تکلیف اُسے اپنی تکلیف لگتی تھی۔

"وہ میرا ایمان ھے ماھی۔۔۔۔ جو مجھے ہر اُس چیز سے روک لیتا ھے جو میرا نفس مجھ سے کروانا چاھتا ھے، میں اب کم از کم اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ مہیرہ نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"میں ذہنی طور پر بیمار نہیں ہوں ماھی۔۔۔۔ یہ لوگ جو ھمارے ماں باپ بنے ہوئے ھیں۔۔۔۔ یہ جو ہر روز مجھے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جاتے ھیں۔۔۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ

انسانی خون کے رشتوں کی دوری ہے جو ہمیں ذہنی مریض بناتی ہے؟ مجھے اپنا آپ تب بہت کمزور لگتا ہے جب میں سوچتی ہوں کہ میرے پاس میرا بھائی نہیں ہے۔ماں کو تو کچھ کہنا ہی جرم ہو گا میرے لئے۔۔۔وہ تو آج تک اپنے اُس رشتے کو بچانے کی سعی میں لگی رہی جسے کبھی جُڑنا ہی نہیں چاہئے تھا۔اور باپ۔۔۔۔"اُس کے لہجے میں ہر طرف طنز گُھل گیا تھا۔

"کیا کوئی باپ اپنی اولاد کو دھمکیاں لگاتا ہوا اچھا لگتا ہے؟ ہمارا باپ تو اولاد کی زندگیوں میں بھی اپنا مفاد ڈھونڈتا ہے۔۔۔کیا تمہیں نہیں لگتا ماہی کہ ہماری ذہنی بیماری کے ذمے دار ہمارے اپنے والدین ہیں؟"سفیرہ کی آواز میں نفرت تھی،اُسکا لہجہ زہر آلود ہو رہا تھا۔میہرہ نے اپنے رخسار پر گیلا سا لمس محسوس کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"زندگی ہر کسی پر مہربان تھوڑی نا ہوتی ہے۔"ماہی نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔یوں جیسے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔

"تم میرے لئے پریشان ہو رہی ہو گی نا ماہی۔۔۔میرے لئے پریشان مت ہوا کرو میں بیمار نہیں ہوں۔"وہ زبردستی مسکرائی اور اُٹھ کر پردے برابر کر دیئے۔

مہیرہ نے فقط اُسے بے بسی سے دیکھا تھا۔

★★★★★★★

مہیرہ رات جلدی سو گئی تھی مگر اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔۔۔اُسے وہ خواب ستارہا تھا اور پھر بھائی کی یاد بھی۔

وہ بالکونی میں کھڑی باہر لگے پیڑوں کے پیچھے سے جھانکتے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ٹھنڈی فضا اُسکے چہرے سے ٹکراتی ہوئی گزر رہی تھی۔اُسے اب لگنے لگا تھا کہ سکون بھری نیند کا تصور وہ اُسی وقت کر سکتی ہے جب اُسے کبھی نہ اُٹھنے کے لئے سونا ہو گا۔

کبھی کبھی انسان اپنی ہی زندگی سے بیزار نظر آنے لگتا ہے۔۔۔۔یا پھر وہ اُس دنیا میں نہیں جینا چاہتا جہاں اُس کا سامنا لوگوں سے ہو۔۔۔۔وہ چاہتا ہے کہ اُس کی ایک الگ دنیا ہو۔۔۔جہاں کوئی اُسے پوچھنے والا نہ ہو،جہاں نہ اُسے کسی سے کوئی غرض ہو اور نہ کسی کو اُس سے۔جہاں رشتوں ناطوں کا کوئی تصور نہ ہو۔۔۔۔اور جہاں انسان آزاد ہو۔وہ بھی ایسی ہی بیزار نظر آرہی تھی۔

"رحمٰن کے بندے رحیم نہ ھوں تو پھر وہ رحمٰن کے بندے تو نہ ھوئے، کیسے رحمٰن کو ماننے والا شخص خود سفاک ھو سکتا ھے؟ جس کے دل میں اللہ ھو وہ تو کبھی بھی نفرت نہیں کر سکتا۔۔۔ یا پھر شاید اُن کے دل میں اللہ سے زیادہ دنیا کی محبت ھے۔۔۔ ھاں میرے لئے تو اُن کی سفاکی یہی ثابت کرتی ھے کہ وہ دنیا کی رونقوں کی چاھت رکھتے ھیں، مال کی چاھت رکھتے ھیں، لیکن اولاد کی نہیں۔۔۔ مال اور اولاد دو چیزیں ھیں کہ جنہیں اللہ نے آزمائش بنایا ھے انسان کے لئے۔۔۔ وہ اولاد والی آزمائش سے تو آزاد ھو گئے مگر مال نے اُنہیں ایسا اندھا کر دیا کہ وہ اولاد کی محبت بھی بھول گئے۔۔۔" آخر میں اُسکی آواز بھرا گئی تھی۔

"باپ تو بہت محبت کرنے والا ھوتا ھے۔۔۔ باپ تو اولاد کا سُپر ہیرو ھوتا ھے۔۔۔ کوئی باپ خود اپنی ھی اولاد کو خود سے ھی دور کر کے کیسے زندہ رہ لیتا ھے؟ اُسے بھی کہیں نہ کہیں تھوڑی سی تکلیف تو ھوتی ھو گی۔۔۔ دوسرے رشتوں پر تو بھروسا نہیں کیا جا سکتا مگر کم از کم اِن رشتوں کو تو اِتنا مضبوط ھونا چاھئے کہ ایک انکار کی بنیاد پر ایک دوسرے سے الگ نہ ھوں۔۔۔ یہ تعلق تو ایسا ھے کہ جسے ھم مر کر بھی جھٹلا نہیں سکتے تو پھر ھم چھوٹی سی بات کو وجہ بنا کر کیوں اپنے رشتوں کو انا کی بھینٹ چڑھا دیتے ھیں۔" اُسکے دل میں موجود تکلیف کی ہلکی سی رمق

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسکے چہرے پر ظاھر ھوئی تھی۔اُسے وہ دن یاد تھا جب بابا نے زبردستی حیدر بھائی کی شادی کرنا چاھی تھی۔

حیدر کی عمر تب صرف اکیس برس تھی جب اُنہوں نے اپنا فیصلہ اُس پر مسلط کرنا چاھا۔وہ ایک بڑے گھرانے کی لڑکی سے حیدر کی شادی کردینا چاھتے تھے تاکہ اُن کے ساتھ تعلقات کو اور مضبوط بنا کر بزنس میں فائدہ حاصل کرسکیں۔

اُس روز وہ کالج سے واپس آئی تھی۔جب حیدر، بابا کی کسی بات پر اونچی آواز میں بول رھا تھا۔

"مجھے آپ کی یہ ڈیل شدہ شادی منظور نہیں ھے۔۔۔آپ کے لالچ کو پورا کرنے کے لئے میں کبھی بھی اُس خاندان میں شادی نہیں کروں گا،یہ بات لکھ لیں آپ۔" وہ دھاڑا تھا۔وہ وہیں دروازے کے بیچ کھڑی سنتی رھی۔

"میں بھی دیکھتا ھوں کہ کس طرح تم وھاں شادی نہیں کرتے۔" وہ بھی اُسی کے لہجے میں بولے تھے۔

"آپ کو کیا لگتا ھے کہ آپ جو بھی کہیں گے میں مان لوں گا؟ میں اِس گھر سے کہیں دور چلا جاؤں گا مگر آپ کی بات کبھی بھی نہیں مانوں گا_____ ھر شخص کو حق ھے کہ وہ اپنا ساتھی خود چنے، میں کبھی بھی آپ کو یہ حق نہیں دوں گا کہ میری زندگی کے اتنے اھم فیصلوں کو آپ ایک بزنس ڈیل بنا کر پیش کر دیں۔" اُس نے اِس سے پہلے کبھی بھی حیدر کو اِس طرح بولتے ھوئے نہیں سنا تھا۔ مدیحہ بیگم بھی دل پر ھاتھ رکھے اُن دونوں کو سن رھیں تھیں، اُن میں اِتنی ھمت نہیں تھی کہ مداخلت کرتیں۔

"میں نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا ھے؟ تمہیں اچھی یونیورسٹی میں بھیج کر تعلیم دلوائی اور اب تم میرے ھی خلاف کھڑے ھو رھے ھو؟" وہ ماتھے پر بل ڈالے ھوئے بولے۔

"یہ آپکا فرض ھے کہ اگر اولاد کو پیدا کیا ھے تو اُسکی پرورش کریں، اُسے تعلیم دلوائیں، آپ مجھے یہ نہیں جتا سکتے کہ آپ نے کوئی احسان کیا ھے مجھ پر۔۔۔ لیکن میرے پاس یہ حق ھے کہ اپنے لئے خود اُس لڑکی کو چُنوں جس کے ساتھ مجھے ساری زندگی گزارنی ھے، میں یونہی

کسی کے ساتھ بھی شادی کر کے نہ اُسے خوش رکھ سکتا ھوں اور نہ خود خوش رہ سکتا ھوں۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولا۔

"ٹھیک ھے پھر۔۔۔ اگر تمہیں اِتنا ھی شوق ھے اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کا تو جاؤ۔۔۔ میں تمہیں اپنی ساری جائیداد سے عاق کرتا ھوں۔۔۔۔ اب صرف تب ھی اِس گھر میں لوٹنا جس دن اپنی زندگی کے فیصلے کرنے میں کامیاب ھو جاؤ۔" وہ چٹانوں کی سی سختی لئے بولے تھے۔اُن کے لہجے میں تلخی تھی، غرور تھا۔حیدر نے سُرخ ھوتی نگاھوں سے اُنہیں دیکھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رھے ھیں؟ کہاں جائے گا وہ؟" مدیحہ بیگم نے پہلی بار مداخلت کی تھی۔

"تم چُپ رھو____ اگر چاھو تو تمہیں بھی اِس کے ساتھ ھی بھیج دیتا ھوں۔۔۔ کوئی پرواہ نہیں ھے مجھے کسی کی، جو بھی آزادی چاھے، وہ جا سکتا ھے۔" اُنکا لہجہ اِتنا سخت تھا کہ دروازے میں کھڑی وہ خود بھی کانپ گئی تھی۔ حیدر بغیر کچھ کہے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا جب پیچھے سے آتی اُن کی آواز پر رُک گیا۔

"تمہارا اب مجھ سے اور نہ ہی میرا تم سے کوئی تعلق ہے،اِس لئے میرے گھر کی کوئی بھی چیز لے جانے کی ضرورت نہیں ہے،اپنے آپ کو خود بناؤ____ تمہیں پتہ چلے گا کہ بزنس ڈیلز ایسے ہی نہیں ہو جاتیں۔" اُن کی آواز میں طنز تھا۔حیدر اُن کی طرف پلٹا پھر ایک ایک لفظ پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔

"آج اگر اللہ نے آپ کو اِتنا دیا ہے کہ اُس پر اِترانا آپ اپنا فرض سمجھتے ہیں تو یاد رکھئے،وہ جو دیتا ہے تو واپس بھی لے سکتا ہے۔" اُس نے اپنا آخری جملہ کہا اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

اُس نے دروازے میں کھڑی سفیرہ کو ایک آخری بار سینے سے لگایا تھا۔وہ جو تب سے وہاں ساکت کھڑی سب کچھ سن رہی تھی،اُس سے ملتے ہی وہ رونے لگی تھی۔

"بھائی مت جائیں۔۔۔۔بھائی۔۔۔ ہمیں چھوڑ کر مت جائیں۔۔۔۔بھائی۔" وہ بمشکل بولی تھی۔وہ اُس کے ماتھے پر بوسہ دے کر چلا گیا تھا۔اُس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔۔۔اُس نے تو واپس آنے کا وعدہ تک نہیں کیا تھا۔

جب تک وہ اِن سارے خیالوں سے باھر آئی تو اُسکے رخسار آنسوؤں سے تر ھو چکے تھے۔

"میں اب مزید چُپ نہیں رہ سکتی_____میں بابا سے دوٹوک بات کروں گی۔۔۔پھر چاھے وہ مجھے بھی ھمیشہ کے لئے اِس گھر سے جانے کو کہہ دیں۔۔۔۔میں اِس تکلیف میں جینے کے بجائے یہاں سے چلے جانا ھی بہتر سمجھتی ھوں۔"اُس نے بہہ چکے آنسوؤں کو صاف کیا۔اور اپنی ساری سوچیں جھٹک دیں۔ لیکن اکثر سوچیں یوں آسانی سے جھٹک دینے سے ھمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

وہ بھی کسی ایسی ھی کشمکش کا شکار وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

اُسے نہیں خبر کے رات کے کس پہر وہ اُٹھ کر کمرے میں گئی تھی۔

★★★★★★★★

وہ شام کے قریب اپنے کام سے فارغ ھوا تھا۔گاڑی آفس سے نکال کر اب اُسکا رُخ سیدھا اپنے اپارٹمنٹ کی طرف تھا۔کلائی میں موجود سیاہ گھڑی پر وقت دیکھتے ھوئے اُس نے گاڑی کی رفتار مزید بڑھادی تھی۔رضا کی آج آفس سے چھٹی تھی۔وہ احمد کا کولیگ تھا۔احمد نے اُسے خود

اپنے ساتھ اپارٹمنٹ میں جگہ دی تھی۔ رضا ایک سادہ لوح انسان تھا۔ احمد کو رضا کی معصومیت پر کبھی بھی شک نہیں رہا تھا۔ پچھلے ایک سال سے وہ دونوں ساتھ تھے۔

گھر کے باھر گاڑی کھڑی کر کے وہ روانی سے چلتا ھوا اندر داخل ھوا تھا۔

مغرب کا وقت ھو چکا تھا۔ اُس نے رضا کو اسٹڈی میں کام کرتے ھوئے دیکھا۔ اُسے اپنے آنے کی خبر کی پھر وضو کے بعد نماز کے لئے کھڑا ھو گیا۔ یہ اُسکا روز کا معمول تھا۔ وہ ہر روز مغرب سے پہلے گھر پر ھوتا تھا۔

ابھی وہ نماز پڑھ کر اُٹھ رھا تھا کہ اُس نے رضا کو اسٹڈی سے نکلتے دیکھا۔

"تمہیں بھی کبھی اتفاق ھوا ھے اللہ کو یاد کرنے کا؟" احمد سنجیدہ تھا۔

رضا نے چونک کر اُسے دیکھا۔ احمد کا چہرہ پُر نور تھا۔ اُسے سنجیدگی سے دیکھتی ھوئی سرمئی نگاھیں چمکدار تھیں۔ ہلکے گیلے بال ماتھے کو چھو رھے تھے۔ کتنا پُر کشش محسوس ھو رھا تھا اُسکا وجود۔

''سوری یار۔۔۔میں آج سارا دن اتنا مصروف رہا ہوں کام میں کہ اب بہت تھکن محسوس ہو رہی ہے۔۔۔کل پڑھ لوں گا نا۔'' رضا سست روی سے بولتے ہوئے صوفے پر دراز ہو گیا۔احمد نے سرد نگاہیں اُس پر ڈالیں پھر ذرا سکون سے پوچھا۔

''کس نے کہا کہ کل تک تم زندہ رہو گے؟'' وہ اپنے ماتھے پر بکھرے بال ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے ننگے پاؤں کارپٹ پر چلتا اُس تک آیا۔احمد اب بالکل اُس کے سر پر کھڑا تھا۔

رضا نے آنکھیں پوری کھول کر اُسے دیکھا۔

''اُٹھ رہے ہو یا ابھی قتل کر دوں تمہیں؟'' احمد کا لہجہ ہنوز سنجیدگی لئے ہوئے تھا۔یہی انداز تھا اُسکا اگر اِس دنیا میں نماز سے فارغ ہو کر قتل کی دھمکی دینے والا کوئی شخص تھا تو وہ احمد جبریل ہی تھا۔رضا کو اُس سے خوف محسوس ہوا۔اُس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔وہ فوراً سے اُٹھا۔

''کیا ھو گیا ھے۔۔۔ڈرا کیوں رھے ھو، جا رھا ھوں میں۔'' وہ خفگی سے بولا تو احمد نے پیچھے ھوتے ھوئے اُسے راستہ دیا۔

رضا تیزی سے واش روم کی طرف بڑھا۔

''لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ھیں؟'' احمد ذرا بیزاری سے بولا پھر اُس جگہ دراز ھو گیا جہاں ابھی کچھ لمحے پہلے رضا موجود تھا۔

کچھ یاد آنے پر احمد نے جیب سے موبائل نکالا اور پھر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری ھی گھنٹی پر فون اُٹھا لیا گیا۔

''وعلیکم السلام اسد بھائی۔۔۔کیسے ھیں آپ؟'' اُس کا لہجہ ایک دم ھی خوشگوار محسوس ھونے لگا تھا۔

دوسری طرف اسد، فاطمہ خاتون اور انا کے ساتھ شام کے کھانے کی میز پر بیٹھا تھا۔

"اللہ کا کرم ہے احمد، تم اپنے بارے میں بتاؤ؟" اُس نے پوچھا اور ساتھ ہی ایک نوالہ منہ میں ڈالا۔

احمد کے نام پر توانا کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔اُسکا بس نہیں چلا تھا کہ وہ اسد بھائی سے فون چھین لیتی۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد اسد نے فاطمہ خاتون کو موبائل دیا تھا۔

"احمد آپ سے بات کرنا چاہ رہا ہے۔" اسد نے کہا۔

فاطمہ سے بات کرتے ہوئے احمد کو اپنی تھکاوٹ دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اور اُن کی یہ بات سن کر وہ بہت ہنسا تھا جب اُنہوں نے کہا۔

"اب کیا تم نے وہیں رہنے کا ارادہ کر لیا ہے؟ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی گوری کے ساتھ نہ لوٹو تم۔"

"کیا ھو گیا ھے امی؟ لگتا ھے آپ کو اب اپنے بیٹے پر یقین نہیں رھا۔" اُس نے ذرا سی خفگی دکھائی لیکن اُن کی اگلی بات پر وہ حیران رہ گیا تھا۔

"مجھے تم پر پہلے کب یقین تھا جو اب نہیں رھے گا؟" وہ مسکراہٹ دبائے کہہ رھی تھیں۔

"کبھی کبھی تو لگتا ھے کہ مجھے کہیں کسی کچرے کے ڈبے سے اُٹھا کر لائی ھیں آپ۔"

اُس نے اپنا مشہورِ زمانہ خدشہ ایک بار پھر ظاھر کیا تھا۔

"نہ پریشان کریں نا امی میرے بھائی کو۔۔۔ اتنے دنوں بعد فون کیا ھے انہوں نے۔"

پیچھے سے آتی انا کی آواز پر وہ اپنی جگہ پر اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"میری پری سے تو بات کروائیں امی۔" وہ کچھ بے صبری سے بولا۔

"یہ لو کر لو بات۔۔۔ تمہاری پری تو یہاں گھلتی جا رھی ھے تمہارے لئے۔" اُنہوں نے بتایا اور فون انا کی جانب بڑھا دیا۔

اسد نے نگاھیں ذرا سی اوپر اُٹھا کر انا کو دیکھا۔ اُسکی آنکھوں کی نمی وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

وہ فون پکڑتے ھی اپنی جگہ سے اُٹھی اور اُن دونوں کو چھوڑتی ہوئی باھر صحن میں چلی گئی۔

باہر رات قطرہ قطرہ تحلیل ھورھی تھی۔

''پری۔۔۔۔؟''فون سے گونجتی اُسکے بھائی کی آواز نے جہاں اُسے سکون پہنچایا تھا وہیں وہ جذباتی بھی ھوئی تھی۔

''بھائی۔۔۔کیسے ھیں آپ؟''وہ یوں بولی جیسے فقط اُسکی خیریت سے غرض ھو۔اور حقیقت بھی تو یہی تھی۔

''بھائی تو بہت خوبصورت،پیارااور اچھا ھے۔۔۔تم بھی بھائی جیسی ھو یا نہیں؟''اُسکے معصومیت بھرے لہجے میں پوچھے گئے سوال پر وہ پیار سے مسکرائی۔

''بس کردے کسی کے سامنے اپنی تعریف کرنا۔۔۔!!

دوسری جانب رضا نے احمد کے سامنے ھاتھ جوڑے تھے۔جسے اُس نے خاصی لاپرواہی سے نظرانداز کیا تھا۔

"آپ کی بہن آپکے جیسی ہی ہے بھائی۔۔۔بس تھوڑی سی پریشان ہے۔" وہ اب صحن میں چلتی ہوئی امرود کے درخت کے قریب آچکی تھی۔

"کیوں بھئی؟ پریشانی کس بات کی ہے؟ اب یہ تو میں نہیں پوچھنے والا کہ کسی نے مارا تو نہیں؟" وہ سنجیدگی لئے کہہ رہا تھا۔ دوسری طرف انا نے اُسکی بات پر سر جھٹکا۔

"بھائی میں بچی نہیں ہوں اور آپ میرے ساتھ مذاق کرنا بند کریں گے؟" انا نے اپنی آنکھیں یوں سکیڑیں جیسے وہ اُسکے سامنے کھڑا ہو۔ اُن کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ احمد تئیس سال کا تھا اور وہ اُس سے صرف ایک سال چھوٹی تھی۔

"نہیں کر رہا مذاق۔۔۔اور جانتا ہوں کہ تم بچی نہیں رہی ہو، اِسی لئے یہاں آگیا ہوں، اگر وہاں ہوتا تو تم ہر بات میں میرے ساتھ مقابلے کے لئے کھڑی ہو جاتی۔"

احمد کا انداز محظوظ کن تھا۔ سامنے بیٹھے رضا نے اُسے گھورا۔ مگر وہ اُسے دیکھ ہی کہاں رہا تھا۔

اُسکی بات پر انا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"کیا کہا آپ نے۔۔۔؟ میں مقابلے کے لئے کھڑی ھو جاتی یا آپ مجھے اُکساتے؟"

"کیا تم میری نقل نہیں کرتی ہر کام میں؟ اگر یہ جھوٹ ھے تو بتاؤ؟" وہ جان بوجھ کر ھی اُسے باتوں میں اُلجھا رھا تھا۔

"کرتی بھی ھوں تو آپ کو کیا؟ اپنے بھائی کی ھی کرتی ھوں کسی بندر کی نقل تو نہیں کرتی کم از کم۔" وہ اب واپس نارمل ھوتے ھوئے بولی۔

"بلکہ رُکیں۔۔۔ کہیں آپ یہ تو نہیں کہنا چاہ رھے کہ آپ سے اچھا میں کسی بندر کی ھی نقل کرلوں؟" اب باری اُسکی تھی۔

احمد مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا۔

"اچھا چلو مذاق سے ہٹ کر بات کرتے ھیں۔۔۔ یہ بتاؤ کہ اسد بھائی کی شادی کے بارے میں امی نے کچھ سوچا یا نہیں؟"

وہ اب کے سنجیدہ ھوا تھا۔

"ابھی بس شادی کا ہی سوچا ہے۔۔۔ لڑکی نہیں ڈھونڈی۔"اُس نے جواب دیا۔

"اُنہیں بولنا میرے آنے سے پہلے ڈھونڈیں بھی نہیں۔۔۔ ہم دونوں کی مجموعی رائے بھی تو اہمیت رکھتی ہے، کیوں؟"آنکھ مار کر کہنے والے انداز میں پوچھا تو اُس نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"ظاہر ہے۔۔۔ بالکل اہمیت رکھتی ہے، ہماری رائے کے بغیر پہلے کچھ ہوا ہے بھلا اِس گھر میں؟"

اور اگر وہ اُس کے سامنے ہوتا تو یہ بات کہہ کر وہ اُسکے تاثرات پر بہت ہنستی۔ البتہ احمد دوسری طرف اُسکی بات سن کر بدمزہ ہوا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔۔ اِس کام میں تو ہماری رائے اہمیت رکھتی ہے، آخر ہماری بھی کوئی حیثیت ہے، دُلہے کے بہن بھائی ہیں ہم۔"اُس نے کچھ فخریہ انداز اپنایا۔

"اچھا دیکھ لیں گے پھر کتنی چلتی ہے ہماری۔۔۔ آپ واپس تو آئیں پھر ہی کچھ ہوگا۔" آخر میں وہ ایک گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

"ارے آجاؤں گا۔۔۔اب اتنی جلدی بھی کیا ہے۔۔۔ابھی یہاں پر کچھ کام باقی ہے، اسد بھائی سے بھی بات کرنی تھی مجھے اِس سلسلے میں، باقاعدگی سے آفس تو جارہے ہیں ناوہ؟"

احمد صوفے سے اُٹھتا ہوا اب ننگے پاؤں کارپٹ پر چلتا گلاس وال کے قریب پہنچا تھا۔ باہر رات کی تاریکی پھیل رہی تھی۔افق کے کنارے پر اُبھرتا چاند زرد محسوس ہو رہا تھا۔

"ہر روز آفس کا چکر لگاتے ہیں۔۔۔پھر اُنہیں اور بھی کام ہوتے ہیں، یہاں بہت کچھ اکیلے سنبھال رہے ہیں وہ۔اور یہ بتائیں کہ باباسے بات ہوتی ہے آپکی؟"آخر میں اُس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"بھائی کا آفس جانا ضروری ہے کیونکہ مجھے کسی اور پر بھروسا نہیں ہے اِس معاملے میں۔۔۔باباسے چند ایک بار ہی بات ہوئی اُس کے بعد نہیں۔۔۔گھر پر نہیں آتے وہ؟"

احمد نے پوچھا تو وہ کچھ پل خاموش رہی پھر بتانے لگی۔

"نہیں۔۔۔"اُس نے یک لفظی جواب دیا۔کچھ پل خاموشی چھائی رہی۔

انا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی تکلیف دہ سنجیدگی تھی۔پھر اُس نے ہولے سے سر جھٹکا۔

"اوہ ھاں۔۔۔ یاد آیا بھائی، وہ جو آپکا دوست ھے نا حسیب جابر، وہ بھی یہاں اِسی گاؤں میں شفٹ ھو گیا ھے۔۔۔ گھر بھی آیا تھا۔" اُس نے جیسے یاد آنے پر بتایا۔

"اوہ اچھا۔۔۔" وہ ذرا چونکا ھوا۔

"ٹھیک ھے۔۔۔ زندگی رھی تو پھر بات ھو گی، اپنا خیال رکھنا۔"

وہ اُس کے اچانک یوں بولنے پر پہلے تو حیران ھوئی پھر اثبات میں سر ہلاتی اللہ حافظ کہنے لگی۔

★★★★★★

اگلے ھی پل اُس نے حسیب جابر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

"ھاں جابری؟ کیسے ھو؟"

"ٹھیک ھے۔۔۔ ھاں پتہ چلا مجھے، گھر بھی گئے تھے تم۔"

دوسری جانب سے کوئی جواب آیا تو احمد کی سرمئی آنکھیں برف جیسی دکھنے لگیں۔۔۔ یخ اور بے تاثر۔

اُس نے گلاس وال کے قریب کھڑے کھڑے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

رضا وہاں نہیں تھا۔شاید وہ سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔احمد نے دوبارہ رُخ باہر کی جانب پھیر لیا۔سامنے سبزہ زار رات کی سیاہی میں گم ھوتا ھوا محسوس ھو رھا تھا۔

"مجھے پوری طرح تحقیق کر کے بتاؤ جابری۔۔۔اُس کے ساتھ اُس کا دوسرا ساتھی کون ھے؟جو اُسکے ساتھ ہر کام میں ملوث ھوتا ھے۔۔۔میں جانتا ھوں کہ وہ یہ کام خود کبھی بھی نہیں کرے گا۔۔۔کوئی ھے جو اُس کے ماتحت ھے۔پتا کرو کہ وہ کون ھے۔"احمد کی آواز دھیمی تھی اور سرد بھی۔

"اتنا آسان کام نہیں ھے احمد۔۔۔تم کیوں پیچھے پڑ گئے ھو اُسکے جبکہ تم کوئی خفیہ ایجنٹ نہیں ھو،یہ کام تمہارا نہیں ھے،جن کا کام ھے وہ خود کر لیں گے۔"

دوسری طرف سے حسیب کوفت سے بولا تھا جیسے تنگ آ چکا ھو۔

"قانون جہاں پہنچنا نہ چاھے وہاں اُنہیں پہنچنے دینا بھی نہیں چاھئے،جس طرح ایسے کلپرٹ ہر جگہ موجود ھو سکتے ھیں ویسے ھی اِن کو روکنے والے بھی ہر جگہ موجود ھو سکتے

ھیں،اور تم میری بات کر رھے ھو؟ جس طرح کوئی بھی جرم چھوٹا نہیں ھوتا، ویسے ھی کوئی بھی انسان عام نہیں ھوتا جابری، جب تم میں قابلیت ھے تو تم کچھ بھی کر سکتے ھو۔۔۔میں نے کہا" کچھ بھی".

وہ اپنی بات پر زور ڈالتے ھوئے بولا۔

"ٹھیک ھے لیکن میں یہ کام کیسے کروں گا؟ کیسے ڈھونڈوں گا میں اُس شخص کو؟ اور اگر وہ مجھے مل بھی گیا تو ھم اُسکا کریں گے کیا؟"

"تمہیں بس حکیم شاہ پر نظر رکھنی ھے، وہ کن لوگوں سے ملتا ھے، کس سے بات کرتا ھے، اور زیادہ وقت کہاں گزارتا ھے، اُسکے قریبی تعلقات جاننے ھیں تمہیں۔۔۔اور رھی بات اُس شخص کی کہ ھم اُس شخص کا کیا کریں گے تو یہ بات میں تمہیں پاکستان آ کر ھی بتاؤں گا۔"

اُس نے کہا اور پھر فون کان سے ہٹا لیا۔ اگلے کتنے ھی لمحے وہ اپنی سرد نگاھیں ایک ھی نقطے پر جمائے کچھ سوچتا رھا۔

★★★★★★★

وہ سنگھار آئینے کے سامنے کھڑی اپنے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ سُرخ اینٹوں والی عمارت میں اُس کے کمرے کی کھڑکیوں کے آگے سفید پردے گرے ہوئے تھے۔

اُسکا لباس مکمل اور خوبصورت تھا اور سر پر جالی دار دوپٹہ۔

اُسکی سیاہ آنکھیں کچھ ڈھونڈ رہی تھیں، اپنے ہی وجود میں چھپے رازوں کو تلاش کر رہی تھی وہ۔ ایسے راز جو صرف اُس تک محدود نہیں تھے۔

پھر اُس نے اپنے سر سے کھینچ کر اُس دوپٹے کو اتارنا چاہا۔ سیاہ آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں۔

اُس نے اپنی گردن ذرا سی ٹیڑھی کر کے دائیں کندھے پر سے ہلکا سا کپڑا ہٹایا۔ وہاں کچھ نشان تھے۔ جیسے زخم بہت گہرائی میں ہو۔ یوں جیسے کسی نے بہت بے دردی سے چاقو اندر کھونپ دیا ہو۔

اُس نے کپڑا واپس اوپر کر دیا۔

پھر بائیں طرف سے بازو کلائی تک اوپر لے گئی۔وہاں آخر میں بہت خوفناک سانشان نظر آرھا تھا۔یوں جیسے بہت دیر تک جلایا جاتا رھا ھو۔مگر وہ صرف جلنے کا نشان نہیں تھا۔اُس میں گہرائی تھی۔زخم کی سی گہرائی۔

اُس نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔

پھر جلدی سے بازو واپس ڈھکا۔اب وہ سنگھار آئینے پر اپنے ھاتھ جمائے آگے کو جھکی اپنا چہرہ دیکھ رھی تھی۔آنکھ سے ایک آنسو نکل کر رخسار پر گرتا چلا گیا۔

"تکلیفیں مضبوط بناتی ھیں۔۔۔اتنا مضبوط کہ انسان سلگتی لکڑیوں سا ھو جاتا ھے۔۔۔جو جل جل کر خاک ھو جاتی ھیں مگر اُف تک نہیں کرتیں۔۔۔۔بولنے کا حق چھین لیا جاتا ھے اور خاموشی کا لبادہ اوڑھ کر سہنے کی ترغیب دی جاتی ھے۔"وہ خشک ھوتے لبوں سے بولی۔چاروں آنکھیں خاموشی سے ایک دوسرے کو گھورتے ھوئے اُسے سن رھی تھیں۔

"میں وہ لکڑی ہوں جو بول نہیں سکتی، جسے جلایا جاتا ہے تو وہ جل جاتی ہے۔۔۔ مضبوطی کا ڈھونگ کرتے کرتے خاکستر ہو جانا زندگی چھین لیتا ہے،اور مجھ سے میری زندگی چھین لی گئی ہے۔۔۔"اُس نے گال پر پھسلتا آنسو بے دردی سے صاف کیا اور جالی دار دوپٹہ اُٹھاتی پلٹ گئی۔

سنگھار آئینہ اپنی جگہ پر سُن کھڑا رہا۔

★★★★★★★★

صبح خنکی کی چادر میں لپٹی تھی۔حویلی کی دیواریں گہری دھند میں گم تھیں۔درختوں کے پتے گیلے تھے۔

ایسے میں وہ باورچی خانے میں چولہے کے سامنے کھڑی ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔

انابرآمدے کے ستونوں سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔اُسکی نظریں ایک ہی جگہ جم سی گئیں تھیں جیسے وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو۔اسی اثنا فاطمہ خاتون کی آواز اُسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"انا ذرا یہاں آؤ۔"

"جی بس آئی۔" وہ ذرا بلند آواز میں جواب دیتی باورچی خانے کی طرف بڑھی۔

پھر اُن کے ساتھ کھانا لئے کمرے میں چلی آئی جہاں اسد پہلے سے تیار بیٹھا تھا۔ آج انا نے کالج سے چھٹی کی تھی اِسی لئے وہ ناشتہ کر کے سیدھا آفس ھی جا رھا تھا۔

"احمد کو بولو کہ خود آ کر سنبھالے آفس کو____ وہ تو کینیڈا میں جا کر ھی بس گیا ھے۔ بھائی کا بھی کچھ خیال کر لے۔" فاطمہ خاتون کھانے کے دوران ماتھے پر بل ڈالے بولیں۔ اسد اُنہیں دیکھ کر ہولے سے مسکرایا۔

"اب اُسے الزام تو نہ دیں۔۔۔ وہ بھی وہاں کھیل کود نہیں کر رھا اپنا بزنس ھی چلا رھا ھے، یوں کہیں کہ آپ یاد کر رھی ھیں اُس کو اور وہ آ نہیں رھا۔" اسد سر جھکائے بولا۔

فاطمہ خاتون نے ایک شکوہ آمیز نگاہ اُس پر ڈالی۔ انا بس خاموشی سے اُنہیں دیکھتی رھی۔

"اُسکا بزنس تو بس نام کا ھی بزنس ھے اسد۔۔۔ وہاں وہ بزنس کے نام پر کچھ نہیں کر رھا بس بے روزگاروں کو نوکری دیتا ھے اور زیادہ تر وہاں گئے ھوئے بے روزگار پاکستانی ھی ھوتے

ھیں۔رضا نے بتایا تھا مجھے۔۔۔اُسے بھی اُس نے ایسے ھی نوکری دی تھی جب وہ بُرے حالات میں تھا۔"وہ بولیں۔اُن کی بات سن کر انا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"آپ کو تو اِس بات پر پھر بہت خوش ھونا چاھیئے کہ آپکا بیٹا لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کر رھا ھے۔"اسد نے شانے اچکاتے ھوئے اُنہیں احساس دلانا چاھا۔

"میں بہت خوش ھوں اسد۔۔۔۔لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کا درس میں نے ھی دیا ھے اُسے۔اور وہ اچھا کام کر رھا ھے۔۔۔لیکن کیا اب دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کے لئے وہ اپنی زندگی جینا ھی چھوڑ دے گا؟"

وہ ھاتھ میں نوالہ لئے اسد کی جانب دیکھ کر پوچھنے لگیں۔انا نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔وہ اُن دونوں کی گفتگو میں بغیر مداخلت کیے تحمل سے سنتی رھی۔

"آپ کو ایسا لگتا ھے وہ اپنی زندگی نہیں جی رھا؟تو آپ کو بالکل غلط لگتا ھے ماں جی۔۔۔وہ اپنی ھی زندگی جی رھا ھے اور اپنی زندگی وہ اپنے ھی طریقے سے جیتا ھے،ھم اُس پر اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتے،اِس لیے جب وہ سمجھے گا کہ اُسے آجانا چاھیئے تو وہ خود ھی آجائے گا۔"

اسد سنجیدگی سے بولا اور کھانا ختم کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے چلتا ہوں____ دعا کیجئے گا۔" وہ اُن کے گرد بازو حائل کر کے ملتا ہوا بولا۔

"اللہ کی امان میں۔" وہ بھی مسکرائیں۔

اُس کے جانے کے کچھ دیر بعد انا برتن سمیٹتے ہوئے باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔

اُسی دوران دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ برتن شیلف پر رکھ کر واپس پلٹی اور سر پر چادر رکھتی دروازے کے قریب پہنچی۔

"کون ہے؟"

ویسے تو اِس وقت کریم (ملازم) ہی آیا کرتا تھا۔ مگر وہ پھر بھی عادتاً پوچھنے لگی۔ لیکن دوسری طرف سے آواز سن کر اُسکے چہرے کے تاثرات اچانک ہی بدل گئے۔

"میں ہوں۔۔۔۔المان۔"

اُس نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔وہ سامنے ھی کھڑا تھا۔جینز شرٹ کے اوپر سیاہ جیکٹ پہنے بھوری آنکھیں انا پر جمائے۔

وہ سپاٹ چہرہ لئے ذرا سا پیچھے ھوئی تا کہ اُسے اندر آنے کا راستہ دے سکے۔وہ اندر آگیا۔

"اکیلے ھی ھو؟"اُسکے پوچھنے پر وہ رُک کر اُسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"اکیلا ھی کافی ھوں۔"اور صحن سے آگے موجود راہداری کی جانب بڑھ گیا۔

انا کے چہرے پر خوامخواہ ھی ناگواریت پھیلنے لگی تھی۔

پھر وہ بھی اُسکے پیچھے امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ اب کمرے میں اُن کے سامنے بیٹھا تھا۔انا بھی ایک طرف کھڑی اُنہیں دیکھ رھی تھی۔

"اور بتاؤ کیسے آنا ھوا اِس طرف؟"فاطمہ خاتون نے چند رسمی سے سوال وجواب کے بعد پوچھا۔

"یونہی بس دل کر رہا تھا آپ سے ملنے کو۔۔۔اسد بھائی گھر پر نہیں ھیں؟"اُس نے ارد گرد دیکھا پھر پوچھا۔

"ابھی تمہارے آنے سے پہلے ھی آفس کے لئے نکلا ھے۔۔۔۔ناشتہ کرو گے؟"اُنہوں نے ساتھ ھی پوچھا۔

"نہیں تائی۔۔۔میں ناشتہ کر کے آیا ھوں۔"اُس نے ایک نظر قریب کھڑی انا کو دیکھا پھر اُنہیں دیکھ کر مسکراتے ھوئے بولا۔

"انا جاؤ الماں کے لئے چائے ھی بنا لاؤ پھر۔"اور اُن کے کہنے پر وہ یونہی بے تاثر چہرہ لئے کمرے سے نکل گئی۔

"کیا کوئی خاص بات ھے؟گھر میں تو سب ٹھیک ھے نا؟"

وہ اُسے بغور دیکھتے ھوئے پوچھنے لگیں۔

"سب ٹھیک ھے تائی۔۔۔کیا میں آپ سے کسی خاص وجہ کے بغیر ملنے نہیں آسکتا؟"

اُس نے پوچھا تو وہ عجیب سے انداز میں مسکرائیں۔

www.novelsclubb.com

"آجکل کی حقیقت ھے یہ جسے تم نے سوال بنا کر پیش کیا ھے۔" وہ بیڈ پر پڑے بستر کو سیدھا کرنے لگیں۔ پھر پاؤں اوپر کرتیں وہیں بیٹھ گئیں۔

وہ اُن کے سامنے پڑے سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔

کمرے میں بہت کم سامان رکھا گیا تھا۔ایک طرف الماری اور ساتھ لکڑی کا بنا اسٹینڈ تھا۔ ایک عدد صوفے کے سامنے چھوٹا سا میز رکھا گیا تھا۔درمیان میں بیڈ اور اُسکے بائیں جانب آئینہ۔

"چھوڑو ساری باتیں۔۔۔ تم یہ بتاؤ گاؤں کے حالات کیسے ھیں اب؟ تمہارے تایا اور چچا سب وہیں پر ھوتے ھیں نا۔۔۔؟"

اُنھوں نے بغیر کوئی دلچسپی ظاہر کیے سرسری سا پوچھا۔المان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"سب وہیں ھوتے ھیں۔۔۔ بس آپ ھی یہاں آگئے ھیں، یہاں تک کہ عالم تایا بھی وہیں ھوتے ھیں۔۔۔ ھمارے پاس۔" وہ سنجیدہ لگ رھا تھا۔فاطمہ اُسکی بات پر تھکن سے مسکرائیں۔

"اور تمہارے سلطان چچا؟اُن کی فیملی کے بارے میں کیا کہو گے تم؟"

فرقان چوہدری، سلطان چوہدری اور ابراہیم چوہدری تینوں عالم چوہدری کے بھائی تھے۔ فرقان چوہدری اُن سے بڑے تھے جبکہ باقی دونوں ہی عالم چوہدری سے چھوٹے تھے۔احمد اور اسد دونوں عالم چوہدری کے بیٹے تھے۔

سلطان چوہدری کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔اُن کا سب سے بڑا بیٹا ابھی بائیس برس کا تھا۔جبکہ ابراہیم چوہدری کا ایک بیٹا المان ابراہیم اور تین بیٹیاں سفینہ، شازیہ اور ماریہ تھیں۔

"سلطان چچا اور اُن کی فیملی کا وہاں نہ رھنا ھی ھم سب کے لئے بہتر تھا لیکن آپ لوگ تو کم از کم وہاں رہ سکتے تھے۔۔۔آپ تو مستقل ھی یہاں آگئیں۔" وہ چہرہ ذرا جھکائے اُنہیں دیکھتے ھوئے بولا۔اُسی لمحے وہ کمرے میں داخل ھوئی۔

"کیا اُس درخت پر پرندوں کے گھونسلے محفوظ رہ سکتے ھیں جہاں سانپوں کا بسیرا ھو۔۔۔نہیں نا؟ تو پھر انسان بھی اُس جگہ نہیں رہ سکتے جہاں چہروں پر خول پہنے ھوئے

منافقوں کا بسیرا ھو۔" وہ اُسے بے تاثر نگاھوں سے دیکھتی چائے اُسکے سامنے میز پر رکھتی ھوئی بولی۔

المان کی آنکھیں ایک پل کے لئے سرد ھوئیں تھیں۔ مگر اگلے ھی پل وہ دوبارہ نارمل ھوا۔

"کون سے منافق؟ ذرا وضاحت کرنا پسند کرو گی؟" وہ گہری نظروں سے اُسے دیکھتے ھوئے بولا۔

انا بھی بیڈ پر فاطمہ خاتون کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

"وضاحتیں وہاں دی جاتی ھیں جہاں سامنے والے کو اپنی اہمیت کا احساس دلانا مقصود ھو۔۔اور جہاں سن کر مذاق نہ اڑایا جائے، یہ دونوں چیزیں یہاں لاگو نہیں ھوتیں اِس لئے بہتر ھے کہ انسان باتوں کو خود سے سمجھنے کی عقل رکھتا ھو۔"

وہ ابرو اٹھا کر بولی تو المان کا چہرہ سرخ ھونے لگا۔

"تم دونوں لڑنا تو بند کرو۔۔۔انا اب تم کچھ نہیں بولو گی۔" فاطمہ خاتون نے الماں کا چہرہ دیکھتے ھوئے انا کو تنبیہ کی۔

"امی مجھے کسی سے کوئی بھی بات کرنے کا شوق نہیں ھے، لوگ پہلے اُدھیڑتے ھیں، نوچ کھاتے ھیں، زخم دیتے ھیں اور پھر انہی زخموں کو سینچنے پہنچ جاتے ھیں کہ جیسے اِن کی ھمدردی کے بغیر کوئی زندہ ھی نہیں رہ سکتا۔" وہ تلخی سے بولی اور پھر تیزی سے اُٹھتی ھوئی کمرے سے باھر نکل گئی۔

"اِس کی باتوں کا برا مت ماننا الماں۔۔۔پتہ نہیں کبھی کبھی اِسے کیا ھو جاتا ھے، ہر ایک کے ساتھ ایسے ھی تلخ ھو جاتی ھے۔" فاطمہ خاتون نے ذرا دھیمے لہجے میں کہا۔

"کبھی کبھی نہیں۔۔۔بس مجھے دیکھ کر ھی اِسے کچھ ھو جاتا ھے۔" الماں نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں کوئی بات نہیں تائی۔۔۔ ھو سکتا ھے وہ کسی بات پر پریشان ھو۔" وہ ذرا سا مسکرا کر بولا اور سامنے پڑا چائے کا کپ اُٹھا لیا۔ "کہیں چائے میں بھی زہر نہ ملا لائی ھو" اُس نے سوچا اور پھر مشکل سے ایک گھونٹ بھرا۔

★★★★★★★★

اُس روز مہک اور وہ دونوں ایک ساتھ ھی یونیورسٹی گئیں تھیں۔ مہک کا حلیہ ویسا ھی تھا وہ ہلکے نیلے گاؤن میں ملبوس سر پر حجاب لپیٹے ھوئے تھی۔ علما نے جینز شرٹ پہن رکھی تھی۔ جبکہ گھنگریالے بال کھلے ھوئے کمر پر گر رھے تھے۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ کئے وہ خوبصورت تو لگ رھی تھی۔ آنکھوں کو بھلی لگنے والی خوبصورت۔

وہ دونوں ایک ساتھ چلتی لڑکیاں دیکھنے میں بالکل ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔

اُسی لمحے اُس کی ملاقات اتاش سے ھو گئی۔ وہ دور سے ھی اُنہیں دیکھ کر اُس طرف آ گیا تھا۔ مہک جانتی تھی کہ اُس کے بعد اگر علما کی کسی کے ساتھ دوستی تھی تو وہ اتاش تھا۔ مگر وہ چاہ کر بھی کبھی اُس سے بات نہیں کر پائی تھی۔ وہ جب بھی علما کے ساتھ ھوتی اور وہ آ جاتا تو اُن کی

www.novelsclubb.com

بات صرف حال پوچھنے تک ھی محدود رھتی۔اور یہ بات اتاش کے بعد یونیورسٹی کا ھر اسٹوڈنٹ بھی جانتا تھا کہ مہک کسی لڑکے سے بات نہیں کرتی۔بلکہ لڑکیوں میں بھی اُس کی دوستی علماتک ھی محدود تھی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ھے مہک ؟علمانے بتایاتمہارے بارے میں۔" وہ علما کے ساتھ کچھ گفتگو کے بعداب اُس سے مخاطب ھوا۔

"اللہ کا شکر ھے۔" وہ اتنا ھی بولی۔اتاش نے بغور اُسے دیکھتے ھوئے اثبات میں سر ہلادیا۔

"اچھا علما_____میری کلاس کاوقت ھورھاھے،بعدمیں ملتے ھیں۔" وہ علما سے کہہ کر چلی گئی۔

"مہک کچھ زیادہ ھی ریزرو نہیں ھے ؟"اُسکے جانے کے بعد اتاش نے سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔

"ھاں شاید وہ اپنے آپ میں رھنا زیادہ پسند کرتی ھے۔۔۔اُسے لوگوں میں گُھلنا ملنا اچھا نہیں لگتا۔" علمانے جواب دیا۔

"اوہ_____"اُس نے سمجھتے ہوئے سر کو خم دیا۔

"کیا خیال ہے پھر؟ آج شام ریور کیم پر ملتے ہیں۔"اتاش اب اُس کے ساتھ چلتے چلتے لان میں پہنچ چکا تھا۔

"ریور کیم پر؟ کیوں کوئی خاص بات ہے؟"وہ دھیمے سے مسکرائی۔

"تمہارے ساتھ ہوئی میری ہر بات ہی خاص ہوتی ہے۔"وہ بولا۔ علما نے خود کو مسکراتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔"اُسے خاموش پا کر وہ بولا۔

"کیونکہ خاص لوگوں سے خاص باتیں ہی ہوتی ہیں۔"علما کے جواب پر اُس نے ابرو اچکا کر اُسے دیکھا۔

"سمجھدار ہو۔"

کچھ پل کی خاموشی کے بعد اتاش نے دوبارہ اُسے مخاطب کرنا چاہا۔

"تم سے ملنا چاھتا ھوں کیونکہ کچھ باتیں تنہائی اور خاموشی میں ھو جائیں تو زیادہ بہتر ھوتا ھے۔۔۔ تمہارا دیا ھوا خط پڑھ لیا تھا میں نے۔"

علما کی دھڑکن ایک دم ھی تیز ھوئی تھی۔ تو کیا اُس نے پڑھ لیا؟ کیا وہ ہنسا ھو گا؟ یا پھر وہ مجھے جواب دے گا؟ کچھ بولے گا؟ کچھ پوچھے گا؟ بہت سارے سوال اُس کے ذہن پر اُبھرے تھے۔

"کیا ھوا؟ ملو گی؟" اُس نے سوال دہرایا۔

"ھاں اگر برف باری نہ ھوئی تو۔" وہ بولی اور پھر اُسے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ بھی جواباً مسکرایا۔

★★★★★★★★

گجرات کی سڑکوں پر چہل پہل جاری تھی۔ دھند چھٹ چکی تھی اور سورج تمازت بخش تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ لاؤنج سے ھوتی ھوئی تیز تیز قدم اُٹھاتی باھر کی جانب بڑھ رھی تھی۔ دروازے کے باہر ھی اُسکے قدم رُک گئے تھے۔ وہ لان میں سفید میز کے گرد رکھی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھے اخبار ھاتھوں میں تھامے ھوئے تھے۔ سفیرہ کے چہرے پر تلخی رقم تھی۔ وہ زرد قمیص کے نیچے چوڑی دار پاجامہ پہنے دوپٹہ کندھوں پر لٹکائے ھوئے تھی۔ بال جوڑے کی صورت بے طرح سے بندھے ھوئے تھے۔

وہ تیزی سے چلتی ھوئی اُن کی طرف بڑھی اور اُن کے سر پر پہنچ کر سختی سے بولی۔

"لگتا ھے کہ اپنے بیٹے کی سر گردانی کی خبریں تلاش کر رھے ھیں آپ۔۔۔ یا پھر کسی کی ذہنی حالت تباہ ھونے کے بعد موت کی خبر دیکھ رھے ھیں؟" اُسکا انداز طنز سے بھرپور تھا۔

وہ اخبار میز پر رکھتے سیدھے ھو کر اُسے دیکھنے لگے۔

"کیا ھو گیا ھے تمہیں۔۔۔ ہوش میں تو ھو؟" وہ عینک اتارتے ھوئے بولے۔

"آپ نے کسی کو ہوش میں رہنے ھی کہاں دیا ھے۔۔۔ انسان چاھے جتنا بھی سفاک کیوں نہ ھو جائے اُسے خود سے جُڑے رشتوں سے نرمی برتنی چاھیے بابا۔۔۔ لیکن آپ ھماری

www.novelsclubb.com

زندگیوں میں ھمیشہ ایک نیا عذاب لانے سے نہیں کترائے۔آپ نے ھمیں زندہ ھوتے ھوئے بھی زندہ نہیں چھوڑا۔۔۔آپ نے سب کچھ چھین لیا ھم سے۔۔۔آپ مجرم ھیں ھمارے۔"آخر میں اُسکی آواز بھرا گئی تھی۔وہ روتے ھوئے چلائی تھی۔

"چلانا بند کرو۔۔۔باپ سے بات کرنے کی تمیز نہیں رھی تمہیں؟"وہ سختی سے بولے تو وہ ایک بار پھر بلند آواز میں بولی۔

"تمیز سے بلائے جانے کے قابل نہیں ھیں آپ۔۔۔آپ نے مجھ سے میرا بھائی چھین لیا۔۔۔میری ماں آپ کی وجہ سے مجھ سے دور رھتی ھے۔۔۔آپ نے تو مجھ سے میری۔۔۔میری محبت تک چھین لی بابا۔۔۔آپ نے اپنی اولاد کو تنہا کر دیا ھے۔"آنسو لگاتار بہنے لگے تھے۔حسن کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح ھوئے تھے۔اُنہوں نے یکلخت ھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُسکے سامنے کھڑے ھو کر سرد نگاھوں سے اُسے دیکھا۔

"تمہیں اِسی لئے میں اِس گھر سے باہر نہیں بھیجتا تھا،یہ سب تمہاری ماں کی دی گئی چھوٹ کا نتیجہ ھے جو تم کسی غیر کے عشق میں مبتلا ھو گئی اور آج تم اپنے ھی باپ کے سامنے کھڑی اپنی

محبت کا رونا رو رہی ہو؟ شرم آنی چاہئے تمہیں۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے نفرت ہے مجھے تمہارے وجود سے۔" وہ اِس قدر بلند آواز میں بولے تھے کہ ماتھے کی رگیں تن سی گئیں۔

سفیرہ نے خود کو کانپتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

اُسی اثنا مدیحہ بیگم اُن کی بلند آواز سن کر لان میں داخل ہوئیں تھیں۔

"مجھے کوئی افسوس نہیں ہے کہ میں نے محبت کی۔۔۔میں نے اُس شخص سے محبت کی ہے جو آپ سے ہزار درجے بہتر تھا۔ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے کہ۔۔۔" وہ اُن کے مقابل کھڑی کہہ رہی تھی مگر اگلے ہی پل ایک زناٹے دار تھپڑ اُسکے گال پر رسید کیا گیا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے کو گرتے گرتے بچی تھی۔

مدیحہ بیگم تیزی سے اُسکا نام لیتیں اُس طرف بڑھی تھیں۔

جبکہ وہ بغیر کسی حیرت کے واپس اُن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"حسن علی خان جیسے شخص سے اِس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ھے۔۔۔کسی دن آپ سے ھمیشہ کے لئے آزادی حاصل کر لوں گی میں اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔" وہ چہرہ اُن کے قریب کئے وحشت زدہ سی ہو کر بولی۔

مدیحہ بیگم نے پیچھے سے اُسے تھام لیا تھا۔

"لے جاؤ اِس بد تمیز کو یہاں سے۔۔۔اِسکی ذہنی حالت زیادہ ھی خراب ھوتی جا رھی ھے۔۔۔اور اِسکے ڈاکٹر سے بھی پوچھنا کہ کیا یہ نتیجہ ھے اُسکی ٹریٹمنٹ کا۔" وہ واپس کرسی پر براجمان ھوتے ھوئے غصے سے بولے تو مدیحہ بیگم اُسے لے کر اندر چلی گئیں۔

★★★★★★★★★

صبح کی گہری دھند اب دھیرے دھیرے چھٹ رھی تھی۔ سورج کی ہلکی روشنی حویلی کی دیواروں کو سکون بخشنے لگی تھی۔

الماان گھر پر ھی تھا اِسی لئے وہ حویلی کے پچھلی جانب موجود اسطبل میں آگئی تھی۔ وہ نہیں چاھتی تھی کہ اُسکا ایک بار پھر اُس شخص سے سامنا ھو۔

www.novelsclubb.com

وہ نارنجی شلوار قمیص پر ہم رنگ دوپٹہ لئے سیاہ بالوں کو چوٹی میں گوندھے ہوئے اُن تین گھوڑوں کے قریب کھڑی تھی جو ایک سیدھ میں بندھے ہوئے تھے۔اُن میں سے ایک کا رنگ سفید تھا۔اسطبل میں دوسری جانب ایک الگ حصہ بھینسوں کے لئے مخصوص تھا۔وہاں صرف دو ھی بھینسیں تھیں۔

انا نے ایک جانب لگے نل سے ایک ٹب نما برتن میں پانی بھرا پھر اُسے پہلے گھوڑے کے سامنے رکھ دیا۔

گھوڑے نے بہت تھوڑا سا پانی پی کر چھوڑ دیا تھا۔اب وہ پانی دوسرے گھوڑے کے سامنے رکھ رھی تھی۔

اُسی لمحے پیچھے کوئی بہت روانی سے بولا تھا۔

"انا زادی______آج بھی نہیں بدلی، بالکل ویسی ھی ھے۔" وہ اُس کے قریب ھی ستون سے ٹیک لگائے، ھاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے اپنا ازلی محظوظ کن انداز لئے کھڑا تھا۔

انا نے بس آہستگی سے مڑ کر اُسے متاثر کن انداز میں دیکھا۔

"اپنے نام کا پورا پورا حق ادا کیا ھے تم نے۔۔۔ مگر ایک بات پوچھنا چاھتا ھوں میں تم سے۔۔۔؟"

الماں ذرا سا چہرہ آگے کو کیے بولا۔انا یونہی بے تاثر نگاھیں لئے اُسے بولتے ھوئے دیکھتی رھی۔

"ایک انسان میں اتنی انا کیسے آجاتی ھے وہ بھی ان حالات میں کہ جب اُسکے پاس اسکا اپنا بھی کچھ نہ ھو سوائے اُسکی اپنی ذات کے۔۔۔ کوئی انسان کیسے محض اپنی ایک ادنٰی سی ذات کی بنا پر اتنا غرور کر سکتا ھے؟"اُسکا انداز ہمیشہ کی طرح طنز اور تجسس لئے ھوئے تھا۔

انا نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔اُس نے ایک عجیب سی نگاہ الماں پر ڈالی پھر بے نیازی سے جھکی اور پانی والا برتن تیسرے گھوڑے تک لے گئی۔

"اوہ یاد آیا تم تو بہت بے نیاز ھو۔۔۔ تم توانا ھو،انازادی اور قسم سے تم واقعی انا کی دیوی ھو۔"وہ ذرا سا مسکرا کر ایک بار پھر بولا۔

"دیوی مت کہو مجھے المان۔۔۔۔" وہ تیزی سے مڑی اور سختی سے اُسکی نگاھوں میں دیکھتے ھوئے تنبیہ کرنے لگی۔اور یہی وہ لفظ تھا جس سے وہ چِڑ جایا کرتی تھی۔

"کب سے دیکھ رھی ھوں، بولے جا رھے ھو، آخر کیا ملتا ھے تمہیں کسی کو اِس طرح سے زِچ کر کے ؟" وہ ماتھے پر بل ڈالے اُسکے سامنے کھڑی پوچھ رھی تھی۔

"وہی جو تمہیں ملتا ھے۔۔۔آج تائی کے سامنے تم مجھے منافق کہہ رھی تھی۔۔۔یہ بتاؤ کون سی منافقت کی ھے میں نے تمہارے ساتھ ؟" وہ سیدھا ھو کر فرصت سے اُسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔

"تو میں نے غلط کیا کہا ھے ؟ اگر تم منافق نہ ھوتے تو اُن کے سامنے میرے ساتھ اِس طرح بات کرتے، یہاں کھڑے ھو کر تم غصہ نکال رھے ھو مجھ پر اور اُن کے سامنے ایسے ھو جیسے تم جیسا معصوم تو کوئی ھے ھی نہیں۔"

وہ طنزیہ مسکرائی اور پھر پانی والا برتن اُٹھا کر دوسری جانب لے گئی۔

"مجھے بڑوں کا احترام کرنا آتا ھے۔۔۔کم از کم تمہاری طرح نہیں ھوں کہ کسی کا خیال کئے بغیر ھی بولنا شروع کر دوں۔" وہ بولا تو انا ہلکی سی آواز میں ہنسی تھی۔اُس نے پلٹ کر اُسے دیکھا پھر مسکراتے ھوئے بولی۔

"تمہارے اِس عمل کے لئے تو تالیاں بجانے کا دل کر رھا ھے۔"

"تمہیں مذاق اڑانے کے علاوہ بھی کوئی کام آتا ھے؟" وہ بغیر خفگی ظاہر کئے بولا۔

"تم مجھے یہاں صرف یہ بتانے کے لئے آئے ھو کہ میں کون ھوں؟ میں کیسی ھوں؟ مجھ میں انا بہت ھے۔۔۔اور میں بہت گھمنڈی ھوں۔۔۔۔بس یہی؟ افسوس ھوتا ھے مجھے تم پر کہ تمہیں دوسروں کے بارے میں سوچنے سے فرصت ھی نہیں ھے۔"

انا چند لمحات کے لئے اُسکے سامنے رُک کر بولی۔پھر واپس جانے کے لئے قدم بڑھا دیے۔

پھر رُکی، پلٹ کر اُسے دیکھا۔

"یہاں رھنے کے لئے آئے ھو؟"

اُسکا سوال سامنے کھڑے شخص کو جلا دینے کے لئے کافی تھا۔

"میں یہاں رہوں یا نہ رہوں اِس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔۔۔اور یاد رکھو احمد بھائی کا گھر ہے یہ تمہارا نہیں۔"اُسکی بات پر انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم کب تک مجھے میری محرومیاں یاد دلاتے رہو گے المان؟ جب تک انسان کا کوئی اپنا نقصان نہ ہو جائے تب تک وہ دوسرے پر یوں ہی طنز کی بارش کیا کرتا ہے۔۔۔تم شاید بھول گئے کہ احمد بھائی جتنی محبت مجھے کہیں بھی نہیں مل سکتی،اُن کا گھر سمجھو میرا گھر۔"

وہ سکون سے کہتی ہوئی واپس پلٹ گئی۔دروازے کے قریب پہنچ کر اُسے المان کی آواز سنائی دی تھی۔

"حقیقت کچھ اور ہے انا۔۔۔"مگر وہ بغیر جواب دیے جا چکی تھی۔

★★★★★★★★

وہ اُسکے انکار کے باوجود اُسے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے گئیں تھیں۔

مدیحہ بیگم نے اُسکی ڈاکٹر سے کافی شکایات بھی کیں تھیں کہ اُسکے ٹریٹمنٹ کا کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ بلکہ دن بدن سفیرہ کی طبیعت مزید بگڑتی جا رہی ہے۔

اب وہ اکیلی ہی اُس کمرے میں ڈاکٹر نازیہ کے سامنے بیٹھی تھی۔اُن دونوں کے درمیان ایک میز حائل تھا۔ جس پر کچھ پیپرز، لیپ ٹاپ اور پانی کا گلاس رکھا تھا۔

وہ اُسے بغور دیکھ رہی تھیں اور سفیرہ ایک ہی جگہ پر ہنوز نظریں جمائے اُن کے سامنے بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ کس دور سے گزر رہی ہو سفیرہ۔۔۔ مجھے بتاؤ تمہیں تمہارے اردگرد کے لوگ کیسے لگتے ہیں؟" وہ بے حد نرمی سے پوچھ رہی تھیں۔

"زہر آلود۔۔۔۔ لگتا ہے ابھی آئیں گے اور خنجر کھونپ دیں میرے دل میں۔۔۔ تاکہ وہ یہاں سے بھی نکل جائے۔"

سفیرہ نے ایک پل کا بھی وقت نہیں لیا تھا سوچنے میں۔

کتنی تلخ باتیں کرنے لگی تھی وہ۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ کب سے وہ ایسی ہو گئی۔

ڈاکٹر نازیہ چند پل اُسے دیکھتی رھیں پھر ایک گہرا سانس لیا۔

"کیا کوئی مخلص تعلق۔۔۔۔یا رشتہ۔۔۔" ابھی وہ بول ھی رھی تھیں کہ سفیرہ کی بات پر ٹھہر گئیں۔

"مخلصی کی بات نہ کریں میم۔۔۔۔یہاں جو مخلص ھوتا ھے اُسے چھین لیا جاتا ھے۔"

"آج تک کا سب سے مخلصانہ احساس یا جذبہ کونسا ھے؟" ڈاکٹر نازیہ نے کچھ سوچتے ھوئے پوچھا۔

"اُسے یاد کرنا۔" وہ میکانکی سے انداز میں بولی۔ڈاکٹر نازیہ نے ماتھے پر بل ڈالے اُسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"کسے؟ کیا تم کسی کی محبت میں مبتلا ھو سفیرہ؟" وہ ذرا آگے کو جھکی اُسے دیکھتے ھوئے نرمی سے پوچھنے لگیں۔اُنھوں نے اُس سے یہ سوال آج پہلی بار کیا تھا کیونکہ اِس سے پہلے سفیرہ نے کبھی اُن کے سامنے کسی شخص کا نام نہیں لیا تھا مگر آج وہ اُسی کے حوالے دیے جا رھی تھی۔

"بتاؤ مجھے۔۔۔۔کیا محبت مسئلہ ھے؟" اُسکا جواب نہ پا کر اُنھوں نے ایک بار پھر پوچھا۔

"محبت مسئلہ اگر ہے بھی تو یہ یونہی حل نہیں ہو جاتا مِس نازیہ۔۔۔۔وہ جو شافی ہے نا۔۔۔فقط وہی اِس سے شفا دے سکتا ہے۔۔۔آپ کو نہیں لگتا کہ محبت جیسا مرض لاعلاج ہوتا ہے۔۔۔؟اِس سے علاج کی صورت محبت کرنے والوں کے علاوہ کوئی پیدا نہیں کر سکتا۔۔۔محبت تو ولیوں کا کام ہے۔۔۔یہ عام لوگوں کی سمجھ میں کہاں آتی ہے۔کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ذہنی مریض ہوں؟اِس دنیا میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اپنی زندگی کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔۔۔کیا وہ سب لوگ بھی ذہنی مریض ہیں؟بہت سے لوگ اپنے محبوب رشتوں کو کھو کر محض نام کے زندہ رہ جاتے ہیں۔۔۔کیا ہر وہ شخص ذہنی مریض ہے جو کسی کی یاد میں روتا ہے۔۔۔جو درد میں ہے؟"

وہ آنکھوں میں بے حد تکلیف لئے کہہ رہی تھی۔ڈاکٹر نازیہ نے کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے ہی تھے مگر سفیرہ نے ہاتھ کے اشارے سے اُنہیں روکا۔

"میں آپ سے ایک بات پوچھوں مِس نازیہ۔۔۔۔؟جب آپ کو اپنے ماں باپ سے محبت کے بجائے نفرت بھی ڈھنگ کی نہ ملے تو آپ دنیا سے بیزار ہونے لگتے ہیں۔۔۔آپ کو

اپنا ھی وجود حقیر اور بے معنی سا لگنے لگتا ھے۔۔۔اور پھر اچانک کسی دن آپ کی ملاقات ایک شخص سے ھو جاتی ھے، جو آپ کی پرواہ کرتا ھے۔۔۔جو آپ کو اُس احساسِ کمتری سے نکال کر دنیا کے کئی ایسے پہلوؤں سے روشناس کرواتا ھے جن کے بارے میں آپ نہیں جانتیں۔وہ آپ کو دنیا کی حقیقت دِکھاتا ھے، اندھیروں سے نکال کر روشنیوں میں لے جاتا ھے اور آپ اُسے پسند بھی کرنے لگتی ھیں۔۔۔ایک وہی تو ھے جسے آپ کا خیال ھے۔۔۔جو آپ کو یہ احساس دلاتا ھے کہ آپ بے معنی یا فضول نہیں ھیں۔۔۔آپ کی زندگی کا مقصد ھے، آپ اُس کے لئے جینا شروع کر دیتی ھیں۔۔۔اور پھر ایک دن آپ سے کہا جاتا ھے کہ چھوڑ دو اُس شخص کو۔۔۔یہ تمہارے لئے نہیں بنایا گیا۔اور آپ کو اُسے چھوڑنا پڑتا ھے۔کیا اِس سب کے بعد آپ خوش رھیں گی؟ کم از کم میں تو نارمل ھو کر نہیں رہ سکتی۔۔۔میں تکلیف میں ھوں۔۔۔کیا میں بھول جاؤں سب اور خوش رھوں؟ میں یہ کبھی بھی نہیں کر سکتی میم۔"

وہ خاموش ھو گئی تھی۔ڈاکٹر نازیہ ساکت سی اُسے دیکھ رھیں تھیں۔اُن کی آنکھوں میں اداسی سی پھیل گئی تھی۔

"میں تمھیں بس نصیحت ھی کر سکتی ھوں سفیرہ۔۔۔خود کو جتنا بھی پُر سکون رکھ سکتی ھو رکھو۔۔۔اور جب بھی کوئی چیز زیادہ پریشان کرے تو مجھ سے کانٹیکٹ کر سکتی ھو۔۔۔۔میں تمھیں مزید زیرِ علاج نہیں رکھوں گی۔۔۔ھاں لیکن میں تم سے کچھ باتیں کر کے تمھیں پُر سکون کرنے کی کوشش ضرور کر سکتی ھوں۔"وہ کہہ کر مسکرائیں تو سفیرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

واپس پہنچنے تک وہ سارے راستے غائب دماغی میں کھڑکی سے باہر سڑک پر چلتی گاڑیاں دیکھتی رھی۔

★★★★★★★★

www.novelsclubb.com

وہ فوڈ اسٹریٹ پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا آگے بڑھ رھا تھا۔ذہن کہیں دور سوچوں میں اُلجھا ھوا تھا جب اچانک ھی اُسے تیزی سے اپنے قریب سے گزرتی لڑکی دکھائی دی۔وہ بنفشی شلوار قمیص میں ملبوس سفید چادر اپنے گرد لپیٹے آدھا چہرہ چادر سے ڈھکے ھوئے تھی۔اُسے وہ کوئی بہت جانا پہچانا سا وجود لگا تھا۔۔۔سفید چادر میں لپٹی۔۔۔۔جانی پہچانی سی لڑکی۔

احمد کی سانسیں ایک دم ھی تیز ھوئیں تھیں۔وہ بے تابی سے اُس لڑکی کے پاس بھاگنے کے سے انداز میں پہنچا تھا۔ابھی وہ آگے بڑھ کر اُسے کچھ کہنے ھی والا تھا مگر وہ لڑکی ذرا آگے بڑھ کر نیچے کھڑے چھوٹے سے بچے کو جھک کر اُٹھانے لگی۔یوں کرتے ھوئے اُس نے اپنی چادر کا نقاب والا حصہ چھوڑ دیا تھا۔اُسکا چہرہ عیاں ہو گیا تھا۔احمد وہیں رُک گیا۔اوہ خدایا!! وہ تو۔۔۔وہ تو کوئی اور تھی۔اُس نے یکلخت ھی آسمان کی جانب چہرہ اُٹھا کر آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا تھا۔کیا ایسا بھی ھوتا ھے بھلا؟اُسکا دل چاھا کہ اپنا دل ھی نکال کر باھر پھینک دے۔۔۔۔

آنکھیں بلاوجہ ھی نم ھوئیں تھیں۔مگر پھر وہ زبردستی مسکرایا اور سر جھٹکتا ھوا آگے بڑھ گیا۔

ایک کارنر میں بیٹھتے ھوئے اُس نے کافی کا آرڈر دیا تھا۔مگر اُسی لمحے اُس نے کافی شاپ میں ایک لڑکی کو داخل ھوتے ھوئے دیکھا۔وہ اُسے کہیں دیکھی ھوئی لگ رھی تھی۔مگر پھر وہ فوراً ھی ذہن کو جھٹک کر اپنا وہم سمجھتے ھوئے چہرہ جھکا گیا۔

اگلے چند لمحات سر کنے کے بعد وہی لڑکی کافی لئے اُسکے سامنے کھڑی تھی۔

"سر آپکی کافی۔" احمد نے چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ حیران ھوا تھا اُسے دیکھ کر۔ یہ لڑکی تو وہی تھی۔۔ کنزہ۔۔۔ ھاں کنزہ نور۔ جو ابھی کچھ دن پہلے ھی اُس کے آفس میں جاب لینے کے لئے آئی تھی۔ اُس کا حلیہ معمول کے مطابق سادہ تھا۔ وہ خود بھی احمد کو دیکھ کر حیران نظر آ رہی تھی۔

"تم۔۔۔ یہاں؟" احمد نے اُسے سوالیہ نگاھوں سے دیکھا۔ وہ چند پل لب کاٹتی رھی پھر دھیرے سے بولی۔

"جی۔۔۔ میں یہاں کام کرتی ھوں۔" اُس کا لہجہ بے حد سادہ تھا۔

" نظر آ رھا ھے کہ کام کرتی ھو تم یہاں۔۔۔ لیکن کیوں؟" وہ سرمئی نگاھوں میں استفہامیہ تاثر لئے اُسے دیکھ رھا تھا۔

"وہ۔۔۔ میں۔۔۔ جب آفس سے آف ھو تو میں یہیں پر کام کرتی ھوں۔۔۔ فارغ رھنے کا دل نہیں چاھتا اِس لئے۔" جانے کہاں سے الفاظ کا چناؤ کر کے لائی تھی وہ۔

احمد نے اُسے عجیب سے انداز میں دیکھا تھا وہ نظریں چُرا گئی۔

"اگر فارغ نہیں رہ سکتیں تو آفس ہی آجایا کرو۔۔۔ کہو تو تمہارے لئے آج کے دن بھی آفس کھلوا دیتا ہوں۔" لہجہ بے حد معمولی تھا۔ کنزہ نے اُسے نا سمجھی سے دیکھا۔ وہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"جاؤ ایک کافی اپنے لئے بھی لے آؤ۔۔۔ تم سے کچھ بات کرنی ہے مجھے۔" وہ اُسکے ہاتھ سے کافی لیتا اِس انداز میں بولا کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی واپس پلٹ گئی۔

جب تک وہ واپس لوٹی تو ہاتھ میں ایک اور کافی تھی۔ احمد نے اُسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ ہلکا سا کھنکارتی ہوئی اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔ یہ واضح اعلان تھا کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بیٹھ رہی۔

"اب سچ بتاؤ۔" وہ سکون سے بولا تو کنزہ نے اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے تم نے جھوٹ کہا۔۔اب میں سچ پوچھ رہا ھوں۔" احمد نے شانے اُچکائے تو وہ محض نظریں جھکا کر رہ گئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ھے۔۔۔میں کیوں جھوٹ بولوں گی آپ سے؟" وہ ابھی بھی اپنی بات پر قائم تھی۔

"تاکہ مجھے حقیقت کا پتا نہ چل سکے۔۔۔انسان جھوٹ اُسی وقت بولتا ھے جب وہ کوئی بات چھپانا چاھتا ھے۔ تمہاری یہ جو سیاہ آنکھیں ھیں نا۔۔۔یہ بالکل میری بہن کی آنکھوں جیسی ھیں۔۔۔وہ مجھ سے کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتی کیونکہ اُسکی یہ سیاہ آنکھیں سب اُگل دیتی ھیں۔ سیاہ آنکھیں رازدار ھوتی ھیں۔۔۔اِن میں بہت سے راز پنہاں ھوتے ھیں، لیکن یہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتیں۔۔۔ چلو اب مجھے سب کچھ سچ بتاؤ۔۔۔شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔" وہ ایک بھی تاثر چہرے پر لائے بغیر بولا۔ کوئی چہرہ کیسے اِس قدر بے تاثر ھو سکتا ھے۔۔۔کنزہ نے بے اختیار ھی سوچا تھا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھیں سر۔۔۔کچھ مسائل ایسے ھوتے ھیں کہ دوسروں کو بتا کر اُن کے حل نہیں نکلتے۔۔۔۔"ابھی وہ بول رھی تھی احمد نے اُسکی بات کاٹی۔

"تم مجھے پھر بھی بتا سکتی ھو۔۔۔حل کیسے نکالنا ھے میں اچھے سے جانتا ھوں۔"اُس نے کہہ کر کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"میں یہ جاب اپنی مرضی سے نہیں کر رھی۔۔۔میرے ماں باپ اِس دنیا میں نہیں رھے۔۔۔اور یہاں میں اپنے ماموں کے ساتھ رھتی ھوں۔"وہ خاموش ھو گئی تھی۔شاید آگے بتانے نہیں ھو رھا تھا۔

"پھر۔۔۔؟"

"ماموں ذہنی طور پر ٹھیک نہیں۔۔۔وہ شراب پیتے ھیں۔۔۔ہر وقت بس یہی ایک کام ھے اُن کا۔۔۔اُن کے پاس کوئی جاب نہیں ھے،نہ ھی وہ کرنا چاھتے ھیں۔۔۔اِس لئے مجھے ھی کام کرنا پڑتا ھے ورنہ سارا گھر تہس نہس کر دیتے ھیں وہ۔"وہ نگاھیں جھکائے کہہ رھی تھی۔آنکھوں میں تکلیف تھی۔۔۔نمی تھی جسے وہ ظاہر نہیں کروانا چاھتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ھے۔۔۔کیا تم مجھے اپنے گھر لے جاسکتی ھو۔۔۔میں بات کروں گا اُس سے۔"

احمد نے خود کو نارمل رکھتے ھوئے پوچھا۔

"بات کرنے کے قابل نہیں ھیں وہ۔۔۔میں بہت دفعہ بات کر کے دیکھ چکی ھوں لیکن وہ۔۔۔"کنزہ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔اُس نے بات وہیں چھوڑ دی۔آنکھوں کی نمی برقرار تھی۔

احمد نے جانچتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"کیا۔۔۔کیا وہ تمہیں مارتا بھی ھے؟"احمد نے اُسکی آنکھوں میں جھانکتے ھوئے پوچھا۔

کنزہ نے ایک جھٹکے سے اُسے دیکھا۔

"نن۔۔۔نہیں۔۔۔"اُسکی آواز کانپنے لگی تھی۔اُس نے احمد جبریل کی نگاھوں کو سُرخ ھوتے دیکھا تھا۔ایسی سُرخ نگاھیں جو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔اُسے ایک پل کے لئے خوف محسوس ھوا تھا۔

"تم مجھے لے کر جا رھی ہو یا نہیں؟" احمد نے تحمل سے پوچھا تھا البتہ نگاھیں ویسی ھی رھیں۔

کنزہ نے اُسے دیکھ کرنا چاہتے ہوئے بھی گردن اثبات میں ہلادی۔

وہ اب اُسے اپنے گھر لے کر جا رھی تھی۔ دھڑکن بدستور ھی رھی۔ جوں جوں گھر قریب آتا جا رھا تھا وہ بے چین ھوتی جا رھی تھی۔

گھر کے باھر پہنچ کر وہ ایک لمحے کو رُک کر اُسے دیکھنے لگی۔ پھر دروازہ وا کرتی اُسے اندر لے گئی۔

"آپ۔۔۔ آپ بیٹھئے۔" کنزہ نے اُسے لاؤنج میں پڑے صوفے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بغیر کچھ کہے خاموشی سے بیٹھ گیا تو وہ کمرے میں چلی گئی۔

کافی دیر کے بعد جب وہ باہر نکلی تو اُسکے پیچھے ایک پکی عمر کا شخص بھی تھا۔ اُسکے بال یوں لگ رھا تھا جیسے کسی نے نوچے ہوئے ھوں۔ چہرے پر ہلکی داڑھی آدھی سفید تھی۔ احمد اُسے دیکھتے ھی اپنی جگہ سے اُٹھا تھا۔

کنزہ نے اُن دونوں کا تعارف کروایا۔اُسکا چہرہ جانے کیوں زرد پڑتا جا رہا تھا۔

"یہ میرے ماموں ہیں۔۔۔قیصر۔۔۔اور ماموں یہ سر احمد جبریل ہیں۔۔۔میں جس انڈسٹری میں کام کرتی ہوں اُسکے اونر ہیں۔"اُسکی آواز کھوکھلی تھی۔

احمد نے ہاتھ ملاتے ہوئے اُس شخص کی آنکھوں میں دیکھا تھا وہ اُسے پہلے ہی خاصا حواس باختہ دکھائی دے رہا تھا۔

"مِس کنزہ نور۔۔۔"احمد ایک دم ہی کنزہ کی طرف پلٹا تھا۔وہ اُسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا تم ہمیں کوئی الگ جگہ دکھا سکتی ہو۔۔۔مجھے اِن سے اکیلے میں کچھ بات کرنی ہے۔" وہ کہہ کر معصومیت سے مسکرایا۔کنزہ نے پھیلی ہوئی سیاہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔قیصر بھی ماتھے پر بل ڈالے کنزہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں قیصر صاحب۔۔۔آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں اگر آپ سے کچھ جان پہچان بڑھا لی جائے؟"احمد کا انداز کچھ دیر پہلے سے بدلا بدلا سا تھا۔اِس سے پہلے کہ قیصر کچھ کہتا کنزہ نے فوراً ہی کہا۔

"جی آپ اُس کمرے میں بات کر سکتے ھیں۔" وہ بمشکل ھی بولی اور اُنہیں ایک کمرے میں لے گئی۔

اُنہیں وہیں چھوڑ کر وہ واپس لاؤنج میں آچکی تھی۔ کنزہ نے آنکھیں بند کر کے خود کو کمپوز کرنا چاھا۔ اُسے محسوس ھوا تھا وہ کانپ رھی تھی۔ وہ دل پر ھاتھ رکھے، آنکھوں میں خوف لئے کچھ پل یوں ھی کھڑی رھی۔

"اگر احمد سر نے اُسے میرے بارے میں کچھ کہا کہ میں نے شکایت کی ھے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔وہ شخص مار دے گا مجھے۔۔۔" وہ آنکھوں میں نمی لئے سوچنے لگی۔ سر میں درد کی ٹھیسیں اُٹھنے لگی تھیں۔ دس منٹ بعد اُسے کمرے سے وہ نکلتا ھوا دکھائی دیا تھا۔ ھلکے ھلکے بال ماتھے پر گر رھے تھے۔ چہرے پر سکوت تھا مگر کچھ تھا جو بہت خوفناک تھا اُسکے چہرے پر۔۔۔اُسکی سُرخ ھوتی سُرمئی نگاھیں۔۔۔وہ جان لیوا حد تک خطرناک تھیں۔

www.novelsclubb.com

"بہت اچھا لگا تمہارے ماموں سے مل کر۔۔۔اچھے انسان ھیں، زیادہ تردد نہیں کرتے، ملنے آتا رھوں گا میں۔۔۔دوستی جو ھو گئی ھے۔" وہ اُس کے قریب پہنچ کر فارمل سے انداز میں کہہ کر مسکرایا۔ کنزہ غائب دماغی سے سب کچھ سنتی رھی۔

"ٹھیک ھے چلتا ھوں۔۔۔زندگی رھی تو پھر ملاقات ھو گی۔" اُس نے اپنے ازلی آخری کلمات کہے تو کنزہ خود کو مشکل سے ہوش میں لائی۔

"اللہ حافظ۔" اُس نے کہا تو وہ لاؤنج سے باہر نکل گیا۔ کنزہ نے ذرا سا آگے ھو کر اُسے جاتے ھوئے پیچھے سے دیکھا۔

کتنا الگ تھا وہ شخص۔۔۔اُسکے چلنے کا انداز۔۔۔اُسکے بات کرنے کا انداز، اور خاص طور پر اُسکی پر کشش آنکھیں، جو اُسکی شخصیت کا خاصا تھیں۔

اُس وقت اُسکے چلنے کا انداز پُر سکون اور قابلِ ستائش تھا۔ مگر وہ کسی خیال کے تحت واپس پلٹ آئی اور اُسکے ذہن میں ایک جھماکہ ھوا تھا۔

وہ بھاگتی ھوئی کمرے میں گئی۔وہاں وہ سامنے ھی بیٹھا پانی کا گلاس ھاتھ میں لئے گہرے سانس لے رھا تھا۔

وہ دروازے میں ھی کھڑی رھی۔قیصر نے چہرہ اُسکی طرف پھیرا پھر بڑے نرم لہجے میں اُس سے مخاطب ھوا۔

"اب تم کافی شاپ میں کام نہیں کرو گی۔"اُسکے لہجے اور انداز پر وہ حیران بھی ھوئی تھی اور اُسے نا سمجھی سے دیکھ بھی رھی تھی۔

"آج سے میں وہاں کام کروں گا۔۔۔"وہ اچانک سے کیسے اتنا نرم ھو سکتا تھا۔کنزہ کو کچھ بھی سمجھ نہیں آرھا تھا۔

آخر کون سا سحر پھونک کر گئے تھے سر احمد۔۔۔۔جو قیصر کا رنگ وروپ مکمل طور پر بدل گیا تھا۔وہ سوچ کر رہ گئی۔

★★★★★★★★

جونہی شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تو اُس نے کھڑکی سے باھر جھانکنے کی کوشش کی۔ باھر ٹھنڈ جما دینے والی تھی البتہ برف باری بہت پہلے ھی تھم چکی تھی۔ اُس نے دل ھی دل میں شکر کیا اور واپس کمرے میں آکر الماری سے اپنا سفید رنگ کا کوٹ نکالا جس کے پیچھے ہڈ بھی تھی۔ ابھی وہ اُسے دیکھ ھی رھی تھی جب مہک کی نظر اُس پر پڑی۔

"کہیں باھر جانے کا ارادہ ھے؟" اُس نے علما کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر پوچھا۔

"ھاں وہ بس ایسے ھی باھر جانے کو دل چاہ رھا تھا۔" وہ کچھ سوچتے ھوئے بمشکل ھی بولی تھی۔ وہ اُسے نہیں بتانا چاھتی تھی کہ وہ اتاش سے ملنے جا رھی ھے، پتہ نہیں وہ کیا کیا مطلب نکالتی، اور اُسے تو یہ سب باتیں پسند بھی نہیں۔ اِسی لئے اُس نے نہ بتانا ھی مناسب سمجھا۔

"اِتنی ٹھنڈ میں باھر جانے کو دل چاہ رھا ھے؟ پاگل تو نہیں ھو گئی ھو؟" مہک کو حیرت ھوئی تھی۔

"تو اِس میں کیا ھے؟ تم تو جانتی ھو مجھے ٹھنڈ بہت کم لگتی ھے، اور پھر اِسی لئے تو یہ کوٹ پہن کر جا رھی ھوں۔" اُس نے کوٹ کی جانب اشارہ کیا اور پھر اُسے پہن لیا۔

www.novelsclubb.com

"اچھا پھر۔۔۔۔میں بھی چلوں ساتھ، اکیلی یہاں کیا کروں گی؟" وہ بولی اور ساتھ ھی اُس نے علما کا چہرہ سفید پڑتے دیکھا تھا۔

"تم۔۔۔تم رھنے دو مہک۔۔۔تم پہلے ھی بیمار تھی اب مزید ٹھنڈ لگ جائے گی، تم آرام کرو۔۔۔ٹھیک ھے؟ میں چلتی ھوں۔۔۔بائے۔" وہ بہت جلدی میں کہتی کمرے سے باھر نکل گئی۔ مہک اُسے جاتے ھوئے دیکھ کر شانے اُچکا کر رہ گئی۔

ریور کیم اُن کے اپارٹمنٹ سے بہت کم فاصلے پر اور یونیورسٹی کے بالکل ساتھ تھا۔ یہاں اور بھی بہت سے کیمبرج کے کالجز تھے جن کو جاتے پُل ریور کیم کے اوپر تعمیر کئے گئے تھے۔ یہ ریور کیم یونیورسٹی کے آرائشی سبزہ زار کے ذریعے کالجز کی مرکزی لائن سے پیچھے بہتا تھا اور بہتا ہی چلا جاتا تھا۔ اِس ریور کیم پر کلئیر کالج کو جاتا کلئیر برِج، کنگز کالج کا کنگز برِج اور کوئینز برج کے علاوہ اور بھی کئی پُلوں کی ایک فہرست تھی۔ یونیورسٹی اور کالجز کی ایک لمبی فہرست کے باعث کیمبرج کو انگلینڈ کا واحد حقیقی "یونیورسٹی ٹاؤن" بھی کہا جاتا ھے۔ یہ یونیورسٹی اور کالج شاندار تعمیراتی خصوصیات کے حامل ھیں۔

کیمبرج کے باھر جلتی لائٹس نے ارد گرد کے ماحول کو روشن کرر کھا تھا۔سامنے برِج پر بھی روشنیاں چمک دمک رھیں تھیں۔

وہ تیزی سے چلتی جارھی تھی۔اُسے وہ دور سے ھی نظر آ گیا تھا۔وہ لکڑیوں سے آگ جلائے اُن کے سامنے بیٹھا تھا۔

"کب سے یہیں بیٹھا تمہارا انتظار کررھا تھا۔۔۔خوشی ھوئی کہ تم آئیں۔"اُسکے قریب پہنچنے پر وہ سر اُٹھا کر اُسے دیکھتے ھوئے بولا۔

"لگتا ھے کہ تمہیں بھی کافی ٹھنڈ لگتی ھے۔"وہ سامنے جلتی لکڑیوں کو دیکھ کر بولی اور پھر اُس کے ساتھ ھی بیٹھ گئی۔

"ھاں کیوں کہ میں بھی انسان ھی ھوں۔"وہ دلچسپی سے بولا۔

"اچھا۔۔۔میں تو پھر ایلئین ھوں گی۔۔۔کیونکہ مجھے ٹھنڈ نہیں لگتی۔"

www.novelsclubb.com

"اب اگر اتنا گرم کوٹ پہننے کے بعد بھی کوئی یہ کہے کہ اُسے ٹھنڈ نہیں لگتی تو یہ تو ناانصافی ھے۔" اُس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ اور اِس بات پر علما نے ایک جان دار قہقہہ لگایا تھا اور پھر وہ ہنستی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

"ہنستے ھوئے بالکل کوئی چڑیل لگ رھی ھو۔" اور وہ مزید ہنسی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے ایک گہرا سانس لے کر خود کو چپ کروایا تھا۔

"تمہیں پتہ ھے میں مہک سے جھوٹ بول کر آئی ھوں۔" چند پل کے بعد وہ سنجیدگی سے بولی جب تک وہ آگ سے کھیل رھا تھا۔ اُس نے چہرہ موڑ کر علما کو دیکھا۔

"کیوں، کس بات کا جھوٹ؟"

"یہی کہ میں تم سے ملنے نہیں بس یونہی باھر گھومنے جا رھی ھوں۔" اُسکے چہرے پر تاسف ظاھر تھا۔

"لیکن کیوں؟ اُسے ھمارے ملنے سے کوئی مسئلہ ھے کیا؟" وہ کافی سنجیدہ لگ رھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں لیکن مجھے ایسا لگتا ھے کہ شاید اُس کو برا لگے۔۔۔کہ میں کیوں تم سے مل رھی ھوں۔" وہ اُلجھن میں تھی اور وہ اپنی اُلجھنیں اُسے ھی بتایا کرتی تھی۔

"اِس میں بُرا لگنے والی تو کوئی بات نہیں ھے۔۔۔ ھم دوست ھیں، مل سکتے ھیں۔" اُس نے شانے اُچکائے۔ کیا اُسکے لئے وہ صرف ایک دوست تھی؟ کیا وہ اُسے صرف ایک دوست کی اھمیت دیتا تھا؟ کیا وہ اِس وقت محض اِس لئے اُسکے ساتھ بیٹھا تھا کہ وہ صرف دوست تھے؟ بہت سارے سوال تھے جو اُس پل ذہن میں آئے تھے۔

"مہک کہتی ھے کہ لڑکے اور لڑکی کی دوستی صرف دوستی نہیں ھوتی۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ھے اتاش؟ کیا وہ ٹھیک کہتی ھے؟" وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا پوچھ رھی ھے مگر وہ واقعی اُس سے پوچھ رھی تھی۔ اتاش نے خاموش نگاھوں سے اُسے دیکھا۔

"ھاں شاید وہ ٹھیک ھی کہتی ھے۔۔۔۔ تم میرے لئے دوست سے بھی بڑھ کر ھو، دوسری لڑکیوں سے الگ ھو تم۔۔۔ تم میں کچھ ایسا ھے جو مجھے تمہارے قریب رھنے پر مجبور کرتا ھے۔۔۔ تم سے بات کرنے پر مجبور کرتا ھے۔" اُس نے اپنا بایاں ھاتھ علما کے ھاتھ پر رکھ

کر کہا تھا۔ علما نے اپنے دل کو پھڑ پھڑاتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ تو کیا وہ اُس سے اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا؟ کیا واقعی؟ ریورکیم کے پانی میں ہلچل مچی تھی، وہ کتنے ہی پل وہاں ساکت بیٹھی بغیر پلک جھپکے اُسے دیکھتی رہی۔ اُسکی آنکھوں میں سامنے جلتی آگ کا عکس تھا۔ وہ اپنا ہاتھ اُسکے ہاتھ سے ہٹا چکا تھا مگر وہ اُسکا لمس ابھی بھی محسوس کر سکتی تھی۔ کبھی کبھی لگتا ہے نا کہ ہم دنیا کہ خوش قسمت ترین انسان ہیں۔ اور پھر وقت ہر بات سمجھا دیتا ہے، یہاں تک کہ تعلقات کی حقیقت بھی۔

"آتش۔۔۔" کچھ دیر بعد وہ اُس آگ کو دیکھ کر بولا تو علما جیسے ہوش میں واپس لوٹ آئی۔

"آتش اور اتاش دونوں ملتے جلتے الفاظ ہی ہیں۔۔۔ کیا اِن کا مطلب بھی ایک جیسا ہے؟" وہ جیسے کچھ یاد آنے پر بولی۔

"ہاں____آتش کا مطلب بھی آگ ہے اور اتاش بھی اِنہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔" وہ اُسکی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"جس نے بھی تمہارا نام اتاش رکھا ہے کیا سوچ کر رکھا ہوگا؟ آگ۔۔۔۔ آگ تو ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ آگ تو بہت خود غرض ہوتی ہے، یہ تو اُن لکڑیوں کو بھی نگل لیتی ہے جو اسکی زندگی کا ذریعہ ہوتی ہیں۔" وہ اُس آگ کو دیکھ رہی تھی جو اُن لکڑیوں کو کھائے جا رہی تھی۔

"کسی ایک کو زندگی دینے کے لئے دوسرے کو تو مرنا ہی پڑتا ہے، مگر آگ صرف خود غرض نہیں ہوتی۔۔۔ کبھی کبھی یہ آگ ہی ہمارے لئے ایک مسیحا بن جاتی ہے۔۔۔ کبھی سردی کو کم کر کے تو کبھی اندھیرے میں روشنی کر کے۔۔۔ ہر بار آگ خود غرض نہیں ہوتی علما۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ اور اُسے سن کر اچھا لگا تھا کہ وہ ایک مثبت سوچ رکھنے والا شخص ہے۔

"وہ غزل میں نے خود لکھی تھی۔۔۔ میرے اپنے الفاظ ہیں وہ تمہارے لئے۔۔۔ کیا تمہیں پسند آئی؟" وہ ابھی بھی آگ پر نظریں جمائے بولی۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں ایک بات بتاؤں ؟"اتاش نے مسکراتے ہوئے جواباً اُسی سے سوال کیا۔ علما نے اپنی سُرمئی نگاہیں اُسکی جانب موڑیں۔

"بہت اچھی لگتی ہو تم مجھے۔۔۔۔ معصوم اور پیاری۔ سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں یا پھر مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے ؟"اُسے دیکھتے ہوئے اتاش نے ایک بار بھی اپنی بھوری پلکیں نہیں جھپکی تھیں۔ علما کا چہرہ گلابی پڑنے لگا تھا۔

"تمہیں مجھ سے غرض ہونی چاہئے کہ میں کیسی ہوں، باقی لڑکیاں کیسی ہیں اُس سے نہیں۔"وہ مسکرائی۔ اتاش نے پوری طرح سے خود کو اُسکی جانب موڑا۔

"تم بہت اچھی ہو، بہت خاص ہو۔۔۔۔ پسند کرتا ہوں میں تمہیں لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ میں کیسا ہوں تو تم کیا کہو گی ؟"اُس نے علما کے گلابی پڑتے چہرے کو ذرا سر جھکا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم۔۔۔"علما نے اپنی چمکتی ہوئی نگاہیں اوپر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

"تم اگر مجھ سے پوچھو کہ تم کیسے ہو تو میں تم سے کہوں گی تم محبت جیسے ہو۔۔۔ خوبصورت اور سکون بخش۔۔۔ تم کوئی ساحر ہو جس نے مجھے اپنے سحر میں گرفتار کر رکھا ہے۔۔۔ میں چاہوں بھی تو اِس سحر سے نہیں نکل سکتی۔۔۔۔ تم زندگی ہو اتاش۔۔۔ جسے جتنا چاہا جائے کم ہے۔" وہ چپ ہوئی تو ارد گرد بکھرا طلسم ٹوٹ گیا۔ اتاش مسکرایا تھا۔ وہ دونوں ساتھ تھے۔ زندگی بہت خوبصورت لگنے لگی تھی۔ اعتراف کر لئے گئے تھے، توقعات بڑھ گئیں تھیں۔

اُس رات کے بعد سے اُسے اپنے اور اتاش کے تعلق پر یقین سا ہو گیا تھا۔ وہ اُس پر بھروسا بھی کرتی تھی اور اُس کا ردِ عمل ہمیشہ اچھا ہی ہوتا تھا۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★★★

چاندنی رات خنکی میں ڈوبی تھی۔ درختوں کے اُس پار پورا چاند بے حد خوبصورت تھا۔ وہ اندر چائے دے کر خود باہر آگئی تھی۔ امرود کے درخت کے قریب ہی اِدھر سے اُدھر چکر کاٹتے ہوئے اُس کے ہاتھ میں چائے موجود تھی۔

اسد اور المان، فاطمہ خاتون کے ساتھ اُن کے کمرے میں ھی تھے۔

الماں تو واپس جا رھا تھا مگر اسد بھائی نے اُسے روک لیا تھا۔اِس لئے آج رات وہ یہیں رہنے والا تھا۔

مگر انا اِس وقت اُس کے بارے میں نہیں سوچ رھی تھی۔اُسکے چہرے پر سنجید گی رقم تھی۔

اِس گاؤں میں آئے ھوئے اُنہیں ابھی تین سال ھی ھوئے تھے۔بہت آزمایا گیا تھا اُنہیں۔ اُسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ایک ایک یاد کا عکس تھا۔سیاہ سے سیاہ یاد۔۔۔۔تاریک سے بھی تاریک رات کا عکس۔

ماضی بُھلائے نہیں بھولتا۔یہ ہر وقت ہمارے ساتھ رھتا ھے،کسی سائے کی طرح۔ماضی ہماری پرچھائی ھوتا ھے۔۔۔اور کبھی کبھی انسان اپنی ھی پرچھائی سے ڈر جاتا ھے۔

اُسکے ھاتھ میں موجود چائے سے نکلتا دھواں فضا میں تحلیل ھوتے ھوتے عنقا ھو گیا۔

www.novelsclubb.com

اُس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔وہ جسمانی طور پر حال میں ھی تھی مگر ذہن ماضی کی کئی تلخ یادوں میں اٹکا ھوا تھا۔زندگی جتنی آسان نظر آتی ھے اُتنی ھوتی نہیں۔

اُسی پل اُسے اپنے قریب کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں المان تھا۔

"کیسی ھو؟"اُسکے تاثرات صبح کی نسبت سنجیدہ تھے۔

"ٹھیک ھوں۔"اُس نے بھی اُسی انداز میں جواب دیا اور ٹھنڈی ھوتی چائے پینے لگی۔

"برا تو نہیں لگ رھا میرے یہاں ھونے سے ؟"وہ اُفق پر موجود درختوں کے پیچھے سے جھانکتے چاند کو دیکھ رھا تھا۔

"لگ رھا ھے۔"اُس نے کہا اور پھر چائے ختم کرنے لگی۔

"اِسی لئے یہاں ھوں۔"وہ ایک بھی لمحہ ضائع کئے بغیر بولا۔انا نے ضبط سے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

"کیا ھوا؟ تمہیں برا لگ رھا ھے تو اِس سے مجھے بھلا کیا فرق پڑے گا؟"اُس نے بھی چہرہ موڑ کر شانے اُچکائے۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"انا نے اُسی سنجیدگی سے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

"کتنا جانتی ھو تم مجھے۔"وہ دونوں ھی بہت بے تکُے انداز میں ایک دوسرے سے بحث میں مگن تھے۔

"تم خود ہی چاہتے ھو کہ تمہیں کوئی جانے۔"اُسکا لہجہ ویسا ھی دھیما رھا۔وہ دونوں ایک دوسرے سے دو قدم کے فاصلے پر ایک دوسرے کے برابر ایک ھی سمت میں کھڑے تھے۔

انا کے ھاتھ میں موجود کپ اب خالی ھو چکا تھا۔اور وہ خالی کپ اُسے بوجھ لگنے لگا تھا۔ بالکل الماں کی باتوں کی طرح۔۔۔وہ بھی تو کسی بھی قسم کے احساس سے خالی تھیں،خالی ھی رھیں۔

"انازادی؟تم بہت عجیب ھو۔"اُس کی نظر چاند سے پھسل کر اُس کے قریب ھی موجود چمکدار ستارے پر پڑی تھی۔

"ھاں جانتی ھوں۔۔۔کہ تمہیں میں بہت عجیب لگتی ھوں۔کیونکہ میں سروائیور ھوں۔ لوگوں کو ہر وہ انسان عجیب لگتا ھے جو اُن حالات میں سروائیو کر جاتا ھے جہاں زندہ رھنا مشکل ھو۔"اُسکے تاثرات میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔وہ کب سے آنکھوں میں سنجیدگی لئے اُنہیں تھکا رھی تھی۔

"تم مجھے عجیب لگتی ھو کیونکہ تمہیں خود میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔"کیا کوئی دن ایسا تھا جب وہ اُسے طنز کئے بغیر گزر گیا ھو۔

"تم بتادو مجھے کہ کیا خامی ھے مجھ میں؟"وہ چہرہ اُسکی جانب موڑ کر متوجہ ھوئی۔

"میں بتاتا ھوا اچھا نہیں لگتا۔۔۔بہتر ھے کہ انسان اپنے بارے میں خود سے پوچھے۔ کیونکہ اپنے آپ پر اتنا اعتماد بھی اچھا نہیں ھوتا۔"اُس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"مجھے ایک امرود اُتار دو گے المان؟"انا نے اپنے سامنے کھڑے امرود کے درخت کو دیکھا۔

"اِس وقت امرود؟"وہ اُسکے اچانک کہنے پر نا سمجھی سے بولا۔

"ھاں، تمہارے سر میں مارنا ھے۔" وہ معصومیت بھری سنجیدگی لئے اُسے دیکھ کر بولی تو الماان نے اُس پر ایک خفگی بھری بیکار سی نگاہ ڈالی۔

"وہ امرود تم اپنے ھی سر میں مار لینا، تاکہ کچھ ہوش آجائے۔" اُس نے جواباً کہا۔

"تم مجھے بے ہوش ھی کیوں نہیں رھنے دیتے؟"

"تم کوئی سلیپنگ بیوٹی نہیں ھو جسے ہوش میں لانے کے لئے کوئی مرا جا رھا ھو۔" وہ سکون اور سنجیدگی سے بولتے بولتے اب اپنے لہجے دوبارہ اپنانے لگے تھے۔

"تم مجھ سے بات بھی مت کیا کرو۔" وہ غصے سے کہتی پیر پٹختی وہاں سے آگئی۔ چاھے آپ خوش ھوں یا غمگیں۔۔۔اِس شخص سے بات کر کے آپ کو ھمیشہ غصہ ھی آئے گا۔ اُس نے لمحے بھر کے لئے سوچا۔

★★★★★

اسلام آباد کی سڑکوں پر معمول کی چہل پہل جاری تھی۔ ماحول کہر آلود ھو رھا تھا۔ ایسے میں یونیورسٹی کی راہداری سے ھو کر گزرتا وہ اُن کے آفس کی جانب بڑھ رھا تھا۔

"جی سر______آپ نے یاد کیا؟" وہ دروازہ کھولتے ساتھ ھی سامنے کرسی پر بیٹھے شخص سے مخاطب تھا۔

"آؤ بیٹھو۔" اُنھوں نے اثبات میں سر ہلاتے ھوئے میز کے دوسری طرف پڑی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ وہ آہستگی سے قدم اُٹھاتا آگے بڑھا اور پھر اُن کے مقابل سیدھا ھو کر بیٹھ گیا۔

"تم آج کل بہت اُکھڑے ھوئے سے لگ رھے ھو مجھے۔۔۔ کیا پریشانی ھے؟ پیسہ کم ھے ؟ گزارہ مشکل ھو رھا ھے یا کوئی اور مسئلہ ھے؟" سر توصیف نے عینک اُتار کر میز پر رکھی اور بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

حیدر نے ایک لمحے کے لئے پلکیں اُٹھا کر اُنہیں دیکھا پھر سکون سے گویا ھوا۔

"آپ سے تو کچھ نہیں چھپاؤں گا اور نہ ھی چھپا سکتا ھوں، سر آپ نے آج تک میرے لئے جو کچھ بھی کیا میں سمجھتا ھوں کہ آپ میرے لئے میرے باپ سے بڑھ کر ھیں، اِتنی فکر اُن کو نہ ھوتی میری۔ جتنی آپ کرتے ھیں۔ لیکن پھر بھی میں چاھتا ھوں کہ کسی طرح سے آپ کا قرض چکا دوں۔۔۔ میں اب خود مختار بننا چاھتا ھوں، آپ پر مزید انحصار کرنا میرے بوجھ

میں اضافہ کر دے گا۔" وہ ذرا سا سر جھکائے صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ سر توصیف اُسے بغور دیکھتے رہے۔

"میں نے جو تمہارے لئے کیا اُسے میں کچھ بھی نہیں سمجھتا سوائے اِس کے کہ اُس میں میری خوشی تھی۔ اور میں خود بھی چاھتا ھوں کہ تم اب خود مختار بنو۔۔۔ اِس عمر میں بچے اپنے والدین کا بوجھ ہلکا کرتے ھیں، اُن کا سہارا بنتے ھیں، اور مجھے تم پر فخر ھو گا جس دن تم اپنے پاؤں پر پوری طرح سے کھڑے ھو جاؤ گے، لیکن ایک بات یاد رکھنا۔۔۔۔ مجھے ھمیشہ تمہاری فکر رھے گی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولے۔ حیدر اُنہیں دیکھ کر مسکرایا۔

"میں کوشش کر رھا ھوں۔۔۔۔۔ میں چاھتا ھوں کہ میرا جو بھی کام ھو وہ اصلاح کے لئے ھو۔۔۔۔ اللہ کی خاطر ھو۔۔۔۔ میں بہت زیادہ پیسہ نہیں کمانا چاھتا۔۔۔ بس اتنے پیسے ھی کافی ھیں کہ گزارہ ھو جائے۔۔۔ میں بس یہ چاھتا ھوں کہ میں دنیا میں کسی نہ کسی کے لئے ہدایت کا ذریعہ بن سکوں۔۔۔ میرے لئے اِسی کام میں سکون ھو گا۔۔۔ اور میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاھتا ھوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا کہ میں بول سکوں۔۔۔۔ اپنے

خیالات ظاہر کر سکوں۔" وہ نرم مزاج رکھنے والا شخص تھا، اُسے بات کرتے دیکھ کر لوگوں کو رشک آتا تھا۔

"ابھی تمہیں بہت آگے تک کا سفر طے کرنا ھے حیدر۔۔۔۔ تمہارے پاس علم ھے تو اُس کا استعمال کرو۔۔۔اُس دن سیمینار میں تمہیں دیکھا میں نے۔۔۔ تم بہت جذباتی بھی ھو گئے تھے۔۔۔ کیا سوچ رہے تھے تم؟ اُس دن مجھے لگا جیسے تمہارا لوگوں سے دل اُٹھ رہا ھے۔۔۔ تمہاری آنکھوں میں کچھ تھا، جسے میں سمجھ نہیں پایا۔" وہ اپنی اُلجھن بیان کر رھے تھے۔ حیدر کے چہرے پر بے بسی کے نشان تھے۔ وہ کچھ دیر اُن کے میز پر رکھے دنیا کے گلوب کو دیکھتا رھا پھر اپنے دائیں ھاتھ کی انگلیوں سے اُس نے گلوب کو گھمایا۔

"سر مجھے انسان پر حیرت ھوتی ھے، اور افسوس بھی۔۔۔ جب جب مجھ پر انسان کی حقیقت کُھلتی ھے تو مجھے تکلیف ھوتی ھے۔۔۔ اور پھر شرمندگی بھری ایک ھی سوچ میرے ذہن میں آتی ھے۔۔۔ کہ انسان بہت بڑے خسارے میں ھے۔۔۔ آپ کو پتا ھے میں سوچتا بہت ھوں، اور جب انسان سوچ کی گہرائیوں تک پہنچتا ھے تو اُس پر راز کُھلتے ھیں، حقیقت

آشکار ہوتی ہے۔اور میں نے خود کو بھی اُنہی لوگوں میں پایا جن کا کوئی مقصد نہیں۔" وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ سر توصیف نے اُسے بہت بے چین ہوتے دیکھا تھا۔

"کیا کہنا چاہ رہے ہو حیدر؟ تم اپنے آپ سے مطمئن نہیں ہو یا تمہیں اپنے اندر بہتری محسوس نہیں ہو رہی؟" وہ بولے۔

"سر میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا۔۔۔نہ کبھی دنیا کی محبت رکھی ہے، لیکن میں نے ایک کام ایسا ضرور کیا ہے جو مجھے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔جو مجھے ابھی بھی چبھتا ہے۔" اُس نے پیچھے ہوتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگائی۔اُنہوں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"میں نے اپنی زندگی کا وہ حصہ جس میں مجھے امتحان کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔۔۔میں نے وہ حصہ یوں ہی محنت کئے بغیر گزار دیا۔۔آپ کو لگتا ہے کہ میں پاس ہو گیا ہوں گا؟ مجھے اِن چار سالوں میں پہلے دو سال تو بس خود کو سمیٹنے میں لگ گئے، تب میں صرف اپنی طرف متوجہ رہا۔۔میں نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ میرے ساتھ جو ہوا وہ کیوں ہوا۔۔۔میں اُس وقت غصے میں تھا اور میں پہچان ہی نہیں پایا کہ زندگی مجھے کس لئے آزما رہی

ھے۔۔۔یہ بات مجھے تب سمجھ آئی جب پہلی بار مجھے یہ شوق پیدا ھوا کہ قرآن کو پڑھوں۔۔۔جب میں نے قرآن کو سمجھا تو لگا جیسے اپنی زندگی کے تئیس سال میں نے ضائع کر دیے۔" وہ خاموش ھو گیا۔اور وہ خود بھی نہیں سمجھ پایا کہ اُس کا دل تیزی سے کیوں دھڑک رھا ھے۔سر توصیف نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں یہ سمجھتا ھوں حیدر کہ تمہاری آزمائش ابھی ختم نہیں ھوئی۔۔۔تم جہاں تھے آج بھی تم وہیں کھڑے ھو۔۔۔تبدیلی آئی ھے تو صرف اتنی کہ اب تم سمجھدار ھو گئے ھو، تمہیں غصے پر قابو کرنا آگیا ھے،اور یہ سب اللہ کے قُرب کی وجہ سے ھوا ھے۔۔۔جب تک تم اُس سے دور تھے تم کہیں نا کہیں انا پرست تھے۔۔۔اور پھر اللہ نے تمہیں ھی کیوں چُنا؟ کیوں تمہارے دل میں یہ شوق پیدا ھوا کہ تم اپنے خالق کے بارے میں جانو؟ ہدایت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ھوتا۔۔۔جب بھی ملے غنیمت ھے۔اور آج جب تم اپنے علم کو لوگوں تک پہنچا رھے ھو تو تم یہ سوچ رھے ھو کہ ہدایت پر نہیں ھو؟ یہ مان لو کہ تم اللہ سے بغاوت نہیں کر سکتے۔۔۔کیونکہ تمہیں اُس سے محبت ھے۔" وہی تھے جو اُسے کبھی بھی گرنے نہیں دیتے

تھے اور آج ایک بار پھر اُنہوں نے اُسے گرنے نہیں دیا تھا۔ حیدر کے دل کو تسلی ملی تھی۔ یوں جیسے کسی نے اُس کے زخموں پر مرہم رکھ دیا ھو۔ اُس نے تشکر آمیز نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

"دیکھو حیدر۔۔۔ کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ھوتا، ھمیں دوسروں کو جج کرنے کا حق نہیں ھے جب تک ھم اپنے آپ کو صحیح طریقے سے نہ پہچانتے ھوں۔ تم اتنا زیادہ مت سوچا کرو۔۔۔ خود کو نارمل رکھو۔ اور کوئی سیٹ اَپ کروا دوں گا میں تمہارے لئے فکر مت کرو۔ جاؤ اور سکون سے بیٹھو۔ بلکہ آرام کرو کچھ دیر، آرام کرنے سے مراد ھے اپنی باڈی کے ساتھ ساتھ اپنے مائنڈ کو بھی آرام دینا۔" وہ اُسکے لئے بہت حساس نظر آرھے تھے۔ حیدر اثبات میں سر ہلاتا ھوا وہاں سے اُٹھ آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُسکا رُخ ڈیپارٹمنٹ کی جانب تھا۔ وہ وہیں اپنے ڈیپارٹمنٹ کے باھر سیڑھیوں کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ھو گیا۔ آس پاس سے اسٹوڈنٹس گزر رھے تھے مگر سوچوں میں غرق انسان ارد گرد کیا دھیان دے گا؟

وہ محض اپنی ذات میں قید تھا۔ لوگوں سے بے نیاز، تخیلاتی دنیا کے عکس میں قید۔

کیسے وہ ڈیپارٹمنٹ کے باہر کھڑے کھڑے ھی چار سال قبل کی دنیا میں چلا گیا تھا۔

تخیلاتی دنیا کا یہی فائدہ ھے کہ یہاں وقت کی قید نہیں ھوتی، انسان کبھی بھی کہیں بھی جا سکتا ھے، وقت سے پیچھے بھی اور وقت سے آگے بھی۔ وہ بھی اِس دنیا میں رہتے ھوئے وقت سے پیچھے چلا گیا تھا۔

چار سال قبل۔۔۔۔۔۔

اُس روز اُس نے جذباتی پن میں آکر گھر سے جانے کا فیصلہ تو کر لیا تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جائے گا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا مگر اُسے پھر بھی اِس بات پر ذرا بھی پچھتاوا نہیں ھوا تھا کہ اُس نے اپنے باپ کی بات نہیں مانی۔ اُسکا ماننا تھا کہ وہ حق پر ھے اور اُس نے خود کے ساتھ ھونے والی زیادتی کو روکا ھے اور کسی نہ کسی حد تک وہ اپنی اِس سوچ میں درست بھی تھا۔

اُس وقت اُسکی عمر اکیس برس تھی۔ وہ اسلام آباد میں ایک یونیورسٹی سے آئی ٹی میں ماسٹرز کر رھا تھا۔ ماسٹرز کا دوسرا سمیسٹر شروع ھونے والا تھا۔ اور اُسے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ اِس کا صاف مطلب تھا کہ اب اُسکا اپنے باپ سے ہر تعلق ٹوٹ گیا تھا سوائے اِس حقیقت کے کہ

وہ اُسکا باپ تھا۔اب نہ تو اُسکے پاس کوئی بینک اکاؤنٹ بچا تھا اور نہ ھی کوئی اور پیسے تھے جن سے وہ اپنی اگلی فیس ادا کر سکتا۔ذہن میں ایک انتشار سا پھیل گیا تھا۔کچھ بھی سمجھ نہیں آرھا تھا کہ کہاں جائے گا، کیا کرے گا۔

اُس روز وہ سارا دن سڑکوں پر مٹر گشت کرتا رھا تھا۔رات کے وقت سونے کے لئے جگہ تک نہیں تھی۔اُس نے ریلوے اسٹیشن کے چھت کے نیچے ھی رات گزاری تھی۔نیند تو آئی نہیں تھی البتہ ہر قسم کی مثبت اور منفی سوچیں اُسکے ذہن کو اپنے حصار میں لئے ھوئے تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اب کیا کرے گا، کیسے کرے گا؟ اور کہاں جائے گا؟

اور اُس نے فجر کی نیلاہٹ اُترنے تک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسلام آباد ھی جائے گا۔جو کچھ بھی کرنا ھوگا وہیں کرے گا۔جو بھی ھو جاتا مگر وہ پڑھائی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔فجر کی اذان کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر مسجد کی طرف بڑھ گیا تھا۔بس بے ساختگی میں ہی۔۔۔

نماز ادا کی۔یہ نماز بہت تھکن میں ادا کی گئی تھی۔پچھلے کئی سالوں میں یہ اُسکی گنتی شدہ نماز تھی۔جو اُس نے جانے کس احساس کے تحت تھکن اور غائب دماغی کی حالت میں پڑھی تھی۔

کبھی کبھی جب انسان کو کچھ نہیں سوجھ رہا ھوتا تو وہ اللہ ھی کی طرف رجوع کرتا ھے۔۔۔اُسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ آسانی میں آخری بار اُس نے کب نماز پڑھی تھی۔

لیکن اُسکے سفر کا آغاز اُس دن ھو گیا تھا۔وہ اپنے ایک جاننے والے سے چند ہزار روپے ادھار لے کر دوبارہ اسٹیشن پہنچا تھا۔اُسے اسلام آباد جانا تھا۔

ریل گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اُس نے ایک آخری نظر اپنے شہر پر ڈالی تھی۔

"گجرات______مجھے تم بہت یاد آؤ گے!!

کچھ آخری کلمات بہت تکلیف دہ ھوتے ھیں۔

اور وہ چلا گیا تھا۔

اسلام آباد اُس کے لئے نیا نہیں تھا۔وہ یہاں بہت بار آ چکا تھا اور آ کر رہ بھی چکا تھا۔لیکن اِس بار کچھ نیا تھا۔پہلے وہ اکیلا نہیں آتا تھا،واپس جانے کا خواب ساتھ لے کر آتا تھا۔مگر اِس بار وہ احساس کہیں دفن ھو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اسلام آباد پہنچ کر اُس نے چھوٹی موٹی نوکری تلاش کرنی چاھی تھی مگر بے سود۔

رات کے وقت وہ یونہی فُٹ پاتھ پر تھکا ہارا بیٹھا تھا۔ تھکن اور تکلیف چہرے پر ظاہر ھو رھی تھی۔ سڑک کے قریب بہت کم لوگ تھے۔ سامنے سے چند گاڑیاں گزرتی دکھائی دے رھی تھیں۔

فٹ پاتھ کے نزدیک ھی بائیں جانب کو ایک گلی جاتی تھی۔ وہاں تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔ کچھ لمحات کے بعد اُس گلی کے قریب کھڑے چند لڑکوں کی آوازیں اُسکے کانوں میں پڑیں تو وہ لاشعوری طور پر اُس طرف متوجہ ھوا۔

"آج باکسنگ کمپیٹیشن دیکھنے کا مزہ آئے گا۔۔۔ وہاں میرا فیورٹ باکسر آنے والا ھے۔" وہ کسی باکسنگ کے مقابلے کی بات کر رھے تھے۔ حیدر کو دلچسپی ھوئی۔

"ھاں مجھے بھی را کی بہت پسند ھے۔۔۔ کوئی بھی اُسکے سامنے نہیں ٹِک سکتا۔ حالانکہ اُسے آئے ہوئے ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا ہے۔" دوسرے لڑکے نے تائید کی۔ وہ لڑکے اب مزید

باتیں کرتے ہوئے اُس تاریک گلی میں آگے بڑھ گئے تھے۔ حیدر یکلخت ہی اُٹھ کر اُن کے پیچھے گیا۔ وہ اُن کا تعاقب کرتا رہا جب تک کہ وہ اُس جگہ نہیں پہنچ گئے جہاں وہ مقابلہ ہو رہا تھا۔

حیدر کے دماغ میں اُس وقت جو خیال آیا تھا وہ کسی طور بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اور شاید زندگی میں پہلی بار اُس نے کوئی ایسا خطرناک فیصلہ لیا تھا۔ کسی باکسر سے پنگا لینے کا فیصلہ۔

ایک لمحے کے لئے تو اُس نے اپنے خیال پر خود ہی جھرجھری سی لی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے بہت سی سوچوں نے اُسے آگھیرا تھا۔ رہائش کا بندوبست، یونیورسٹی کی فیس اور ہر وہ محرومی جس کا اُسے سامنا تھا۔ اِس معاشرے میں اکیلے سروائیو کرنا ہر چیز سے مشکل ہے۔ وہ مزید کوئی دیری کئے بغیر اندر چلا گیا تھا۔

وہاں پہلے ہی نمبر پر ایک بڑی سی میز سامنے رکھے وہ موٹا تازہ شخص بیٹھا تھا۔ حیدر نے اُس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں کے ہجوم کے باعث اُسے آگے پیچھے سے دھکے لگ رہے تھے۔ وہ بمشکل ہی اُس آدمی کے پاس پہنچا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں لڑنا چاھتا ھوں۔" وہ اُسکے میز پر جھکا اُسے دیکھتے ھوئے بولا تو موٹے آدمی نے ایک بیکار سی نگاہ اُس دبلے پتلے مگر قد آور سے نوجوان لڑکے پر ڈالی جس کی نگاھیں گہری بھوری تھیں۔

"کیا کہا؟" اُس آدمی نے نہایت ھی بدتمیز لہجے میں پوچھا تو حیدر کو لگا شاید شور کی وجہ سے وہ سُن نہیں پایا۔

"میں نے کہا کہ میں لڑنا چاھتا ھوں۔۔۔ باکسنگ کے لئے میرا نام درج کر دیں۔" وہ پہلے سے قدرے اونچی آواز میں بولا تھا۔

کیا کہا تھا اُس نے۔۔۔؟ وہ باکسنگ کرے گا؟

موٹے آدمی نے ایک سپاٹ سی نگاہ اپنے سامنے کھڑے نوجوان پر ڈالی۔ وہ اُسے بالکل بچہ لگ رھا تھا۔

"جاؤ اور گھر جا کر سو جاؤ۔" وہ عام سے لہجے میں کہتا دوبارہ اپنے کاغذات اور پیسوں کی طرف متوجہ ھوا۔

"میں نے کہا میرا نام درج کر دیں۔۔۔میں واقعی باکسنگ کروں گا۔" حیدر کو اُس آدمی پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔ وہ شخص چند لمحے کے لئے ٹھہر کر اُسے دیکھتا رہا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"باکسنگ کا مطلب بھی جانتے ھو، بچے؟ یہاں عام لوگوں کو باکسنگ کی اجازت نہیں ھے۔۔۔ صرف پروفیشنلز ھی یہ کام کر سکتے ھیں۔ اگر تم جیسے لوگوں کو ایسے مواقع دے دئے جائیں تو روزانہ ھم پر قتل کے کیس کیے جا رھے ھوں۔"

اُس نے سختی سے کہہ کر اُس کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں۔

"آپ میری جان کی فکر نہ کریں۔ میں اگر مر بھی گیا تو آپ پر کوئی کیس نہیں ھو گا۔ کیونکہ میرے پیچھے میری موت پر کیس کرنے والا کوئی نہیں ھے۔ آپ بس مجھے باکسنگ کرنے دیں۔ مجھے بے حد ضرورت ھے اِس وقت پیسوں کی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولا تو اُس آدمی کے ماتھے پر بل پڑے۔

www.novelsclubb.com

"کیوں تم اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو؟ جانتے بھی ہو کہ سامنے کون ہے؟ راکی۔۔۔ بڑے بڑے باکسرز اُس کے سامنے کچھ نہیں تمہیں تو پھر وہ چیونٹی کی طرح مسل دے گا۔"

"مجھے اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ مجھے چیونٹی کی طرح مسلتا ہے یا کسی اور مخلوق کی طرح۔۔۔ مجھے بس لڑنا ہے۔۔۔" وہ ایک بار پھر اُسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

سامنے بیٹھا وہ موٹا آدمی اُس سے بیزار ہونے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ جاؤ اب یہاں سے۔۔۔ اگلی باری تمہاری ہو گی۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولا۔

حیدر کے چہرے پر پڑے بل سیدھے ہوئے تھے۔ ایک طرف اُس نے سکون کا سانس لیا تھا اور دوسری طرف اُسے خوف بھی محسوس ہوا تھا۔ پتہ نہیں کون تھا وہ شخص، راکی۔۔۔ جو اُسے مسلنے والا تھا۔

اُس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا تھا۔اُسکا نام پکارا گیا تو وہ باکسنگ گلوز اور ماؤتھ گارڈ پہنے باکسنگ رِنگ کے اندر چلا گیا۔سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اُسکے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔وہ شخص دیکھنے میں اُس سے چار گنا مضبوط اور طاقتور دکھائی دیتا تھا۔

حیدر کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کرے۔راکی نے ایک زوردار مکا اُسکے چہرے پر دیا تھا۔ وہ توازن کھو کر پیچھے کو ھوا۔

اگلے پانچ منٹ میں حیدر اُس شخص کو ایک گھونسا بھی نہیں مار سکا تھا۔اور اُس نے حیدر کا حال مار مار کر بُرا کر دیا تھا۔وہ اُسے چیونٹی سے بھی زیادہ بُرے طریقے سے مسل رہا تھا۔اُسکی پسلیاں،یوں لگ رہا تھا جیسے ٹوٹ ھی گئی ھوں۔حیدر کے ناک منہ سے خون آر ھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کس قدر ظالم ھو تم۔"اُس نے بند ھوتی آنکھوں سے کہا۔راکی نے ایک آخری مکا اُسکے جبڑے پر مارا تو وہ ہوش کھو کر نیچے جا گرا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس رات جب اُسے ھوش آیا تو وہ ایک تاریک گلی کے کنارے پر پڑا تھا۔ چوٹیں اِس قدر تھیں کہ سیدھا نہیں ھوا جا رھا تھا۔ اُس نے بہت مشکل سے اُٹھ کر دیوار سے ٹیک لگائی۔ دیوار سے لگنے کے باعث پیچھے کمر پر موجود زخموں پر تکلیف ھوئی تھی۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔

تاریکی میں بھی چہرے پر موجود بے بسی ارد گرد کی فضا میں بکھرتی ھوئی محسوس ھونے لگی تھی۔

اُس نے چند آنسو حلق میں اُتارے تھے۔ وہ رونا چاھتا تھا مگر رو نہیں پا رھا تھا۔ وہ اُس تنگ گلی سے اُٹھ کر گرتا پڑتا باھر کی طرف چلا گیا۔ اُسکا دماغ گھوم رھا تھا۔ اُسے محسوس ھوا تھا، یہ وہی گلی تھی جس کے باہر فٹ پاتھ پر وہ کچھ گھنٹے پہلے بیٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کتنی بے حس ھے یہ دنیا۔۔۔ زخمی شخص کو دیکھ کر گلی میں پھینک دیا۔" وہ فقط سوچ کر رہ گیا۔

"خیر یہ زخمی ھونے کا فیصلہ بھی تو تیرا اپنا ھی تھا۔۔۔ اِس میں لوگوں کا کیا قصور۔۔۔ جینے کے لئے اور معاشرے میں عزت بنانے کے لئے مضبوط اور طاقتور ھونا ضروری ھے۔۔۔ یہ

دونوں چیزیں تجھ میں نہیں ھیں حیدر۔۔۔" وہ اپنے آپ سے مخاطب لڑکھڑاتے ھوئے دوبارہ اُسی فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔

فجر ھونے والی تھی۔ وہ وہیں بیٹھا رھا۔ جانے کتنی ھی دیر وہ وہیں بیٹھا رھا تھا۔ ٹیک لگانے سے تکلیف ھوتی تھی۔ اُسے بیٹھ کر ھی یہ چند گھنٹے گزارنے تھی۔ اور پھر وقت تو ھوتا ھی گزرنے کے لئے ھے۔۔۔ چاہ نہ چاہ کر بھی گزر ھی جاتا ھے۔

تاریکی کچھ کم ھوئی تو اُس نے ارد گرد کی چیزوں پر غور کیا۔ شاید کچھ اُسکے کام آجائے۔ انسان نہیں تو چیزیں سہی۔

اور پھر اُسکی نظر اپنے پیچھے دائیں جانب ذرا سے فاصلے پر ایک چھوٹے سے درخت کے قریب لگے نل پر پڑی۔ اُسکی نگاھوں میں تشکر اُبھرا تھا۔۔۔ کس کے لئے؟ یہ اُس نے سوچا ھی نہیں۔

وہ دھیرے سے اپنی جگہ سے اُٹھتا اُس نل کے قریب پہنچا تھا۔ نل کھول کر اُس نے ھاتھ دھو کر اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

پھر پورے بازو دھو کر آدھی ٹانگیں بھی دھوئیں۔ کپڑوں پر لگی دھول صاف کی تو پہلے سے کچھ بہتر محسوس ھوا۔

چہرے پر آئے زخموں پر پانی لگنے کی وجہ سے خاصی تکلیف ھوئی تھی مگر اُس نے پانی سے سارے زخم دھو ڈالے تھے۔ پانی کو دیکھ کر پیاس بھی لگنے لگی تھی۔ اُس نے ایک ھی سانس میں جانے کتنا زیادہ پانی پی لیا تھا۔

پھر ذرا سی گردن اوپر اُٹھا کر سیدھی کی۔ تکلیف سے ذرا سکون ملا تھا۔

اُس صبح وہ آرام نہیں کر رھا تھا نہ ھی اُس نے اپنے زخموں پر کوئی مرہم رکھا تھا۔ وہ صبح سے لے کر مغرب تک عام سے عام نوکری کی تلاش میں لگا ھوا تھا مگر کہیں بھی کوئی موقع نہیں ملا۔ وہ تھک ھار کر اُسی فٹ پاتھ پر آ بیٹھا تھا۔ سارا دن سڑکوں پر پھرتے ھوئے، دکانوں میں جا جا کر لوگوں سے پوچھتے ھوئے وہ خود کو کتنا بے بس محسوس کر رھا تھا۔ مگر سفر تو ابھی شروع ھی ھوا تھا۔ اور شروعات ھمیشہ مشکل ھی لگتی ھے۔ تین دن تک وہ یونہی مارا مارا پھرتا رھا تھا۔ وہاں اُسکے چند دوست بھی تھے مگر وہ جانے کس سوچ کے تحت اُن کے پاس نہیں گیا تھا۔ وہ اُن کے

پاس کیوں جاتا بھلا؟ کیا وہ خود کچھ نہیں کر سکتا تھا؟ اگر خود کو کسی قابل بنانا تھا تو کسی کے پاس کیوں جاتا؟ اگر آگے بڑھنے سے پہلے کسی سے مدد مانگتا تو ساری عمر اُسکے احسان کے نیچے دبتا چلا جاتا۔ کیا وہ اِتنا بھی خوددار نہیں تھا کہ اپنے ہی جینے کے لئے کچھ کر سکے؟ بہت ساری سوچیں تھیں جو اُسے کسی بھی جاننے والے سے مدد طلب کرنے سے روک رہی تھیں۔

ایک ہفتے کے بعد جب وہ نوکری ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکا تھا تو ایک ڈھابے پر رُک گیا۔ تین دن پہلے بھی وہ یہیں چائے پینے آیا تھا۔ ادھار لئے گئے چند پیسے تھے جو ابھی بھی اُس کی جیب میں تھے۔

ڈھابے پر ایک پندرہ یا سولہ برس کا بچہ تھا جو چائے بناتا تھا۔ اُس کا نام ذیشان تھا۔ حیدر اُس کے پاس کھڑا ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا۔ وہ بچہ اُسے خوامخواہ ہی اچھا لگ رہا تھا۔

"آپ کیا کرتے ہو؟" ذیشان نے پوچھا تو حیدر مسکرایا۔ چہرے پر آئے زخم اب مندمل ہونے لگے تھے۔

"آجکل تو میں نوکری ڈھونڈتا ھوں۔" وہ مسکراتے ھوئے بولا تو ذیشان نے چائے کپ میں ڈالتے ھوئے اُسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"آپ نوکری ڈھونڈتے ھیں؟ تو کیا نوکری ملی پھر؟"

"نہیں۔"

"میرے پاس ایک نوکری ھے۔" وہ چائے اُسکی طرف بڑھاتے ھوئے بولا۔

"کہیں مجھے چائے والا تو نہیں بنانے والے؟" حیدر نے جانچتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"ارے نہیں حیدر بھیا۔۔۔ میرا ایک جاننے والا ھے، بلکہ میرا جاننے والا نہیں بس ایک دو بار بات کی تھی اُس سے، اُسکے ہوٹل میں چلے جاؤ تمہیں نوکری مل جائے گی۔" وہ جیسے چٹکی بجاتے ھوئے حل بتانے لگا۔

"کیا بات کر رھے ھو؟ اتنے دن سے پتہ نہیں کتنے ریسٹورنٹس گھوم چکا ھوں، کوئی کہیں بھی رکھنے کو تیار ھی نہیں۔" حیدر وہیں اُسکے قریب کھڑا چائے پی رہا تھا۔

"ارے نہیں۔۔۔وہ بہت اچھا ھے،اُس نے مجھے بھی کہا تھا کہ میں اُسکے ساتھ کام کروں مگر مجھے اِس ڈھابے سے محبت ھے،اِسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا میں،اِسی لئے تمہیں کہہ رہا ھوں کہ چلے جاؤ، تمہیں نوکری مل جائے گی۔۔۔چلو ابھی لے چلتا ھوں۔"وہ چائے والے برتن پر ڈھکن رکھتے ھوئے سیدھا ھوا۔حیدر نے میکانکی سے انداز میں اُسے دیکھا۔

"اچھا رکو۔۔۔چائے تو پینے دو۔"

اُس دن ذیشان کی وجہ سے اُسے یونیورسٹی لگنے سے ایک ماہ پہلے ہوٹل میں نوکری مل گئی تھی۔مگر ایک ماہ کی تنخواہ کم تھی۔وہ اِس سے اپنی یونیورسٹی کی فیس پوری نہیں کر سکتا تھا۔اگلے ہفتے وہ دوبارہ باکسنگ کے لئے اُسی جگہ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ موٹا آدمی اُسے دیکھ کر حیران ھوا تھا۔

"تم زندہ ھو؟"حیدر کو دیکھ کر اُس کا ردِعمل بہت حیران کن تھا۔اور وہ اُسے ایک بار پھر قائل کرنے لگا تھا۔

"تم مجھ پر کیس کروا کر ھی چھوڑو گے۔"اُس شخص نے کہا۔

اور وہ اِس بار مسکراتا ھوا رِنگ میں داخل ھوا تھا۔ آج وہ ھوا میں ھی بازو چلاتا رھا تھا اور جب غلطی سے مقابل کو ایک مکا پڑ گیا تو وہ خوشی کے مارے بے ھوش ھونے کو تھا۔ مگر اُسکا ایک مکا سامنے والے کو روک نہیں سکتا تھا۔ اُس نے حیدر کی حالت بُری کر دی تھی۔

اور آج بھی ہوش میں آنے پر اُس نے خود کو اُسی تاریک گلی میں پایا تھا۔

وہ کراہتے ھوئے اُٹھ کر سیدھا ھوا۔ اور اب یہ ھر ہفتے کے بعد اُس کا معمول بن گیا تھا۔ وہ ایک ہفتے کے بعد باکسنگ کے لئے جاتا تھا۔ اور ہر بار بے ھوشی کی حالت میں ھی واپس آتا تھا۔ اور اب تو وہ لڑنے کی پریکٹس بھی کیا کرتا تھا۔ سارا دن ریسٹورنٹ میں کام کرنے کے بعد آدھی رات تک وہ باکسنگ کے لئے پریکٹس کرتا اور چند گھنٹے آرام کی غرض سے لیٹ جاتا۔ رہائش کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں ھو پایا تھا۔ جس شخص کے ریسٹورنٹ میں وہ کام کرتا تھا اُسکا نام راشد تھا وہ اُسی کے گھر کے ساتھ ھی ایک چھوٹے سے کمرے میں رات گزارتا تھا۔ جس کے پیسے وہ اُسکی تنخواہ سے کاٹ لیا کرتا تھا۔

یونیورسٹی لگنے سے ایک ہفتہ پہلے بھی وہ اُسی رِنگ میں موجود تھا۔ مگر اِس بار اُسکی آنکھوں میں وہ پہلے دن والا خوف نہیں تھا۔ یہ وہ حیدر تھا ھی نہیں جو پہلے دن اِس باکسنگ رِنگ میں کھڑا تھا۔ وہ حیدر کسی کا بنایا گیا تھا۔ اور یہ حیدر خود بن رہا تھا۔

آج وہ تیسری مرتبہ اُس شخص کے مقابل کھڑا تھا جس کا نام راکی تھا۔

"آج کی رات بدلے کی رات ھے راکی۔" حیدر نے باکسرز کی طرح ھاتھ سامنے کر رکھے تھے۔ راکی کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ اُبھری۔

"کتنی بار مار کھائی ھے تم نے ___ لیکن ماننا پڑے گا، بہت مضبوط ھو تم۔" اُس نے طنزاً کہا اور غصے سے آگے بڑھا۔ مکے کا رُخ حیدر کے چہرے کی طرف تھا۔ مگر وہ بڑی پُھرتی سے اپنے چہرے کی طرف آتے اُسکے مکے کو روک چکا تھا۔

اُس نے اپنی بھوری نگاھیں راکی کی نگاھوں میں گاڑی ھوئی تھیں۔

"آج دفاع بھی ھو گا اور وار بھی۔" وہ سرد آواز میں بولا اور پھر اُسکے بازو کو موڑ دیا۔ راکی بالکل ہلکا سا کراہا تھا۔ وہ اپنا بازو چھڑواتے ھوئے دوبارہ اُس پر حملہ آور ھوا۔ اُس نے حیدر کے پیٹ میں گھونسا دیا تو وہ پیچھے کو لڑکھڑا یا۔

مقابلہ بہت سخت ھوتا جا رھا تھا۔ وہ دونوں ھی نہیں ہار رھے تھے۔ دونوں کے منہ سے خون آ رھا تھا۔ حیدر کی آنکھوں میں غصہ تھا، نفرت تھی، جنون تھا، اپنے ساتھ ھوئی زیادتی کا غصہ، اور اپنے ساتھ ھوئی زیادتی کا بدلہ لینے کا جنون۔ ہر چیز آنکھوں کے سامنے آنے لگی تھی۔ باپ کا تلخ چہرہ، ماں کی خاموش پکار، بہن کی معصوم التجا۔ اُس نے ایک دم ھی آنکھیں بند کر لیں۔

راکی تیزی سے اُس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ ایک آخری وار کرنے کے لئے۔ مگر بالکل اُسکے قریب پہنچ کر وہ رُک گیا تھا۔

نہیں وہ رُکا نہیں تھا۔۔۔ اُسے روک لیا گیا تھا۔ بھوری آنکھوں میں نمی، تکلیف اور نفرت تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ راکی کو گردن سے دبوچے نیچے لے گیا تھا۔اور پھر اُس کے اوپر جھک کر حیدر نے مکے مار مار کر اُس کے چہرے کی حالت بُری کر دی تھی۔

راکی اپنے ہوش کھونے لگا تھا۔اُسکی آنکھیں سوج کر سیاہ ھو چکی تھیں۔وقت ختم ھو چکا تھا۔مگر حیدر نے اُسے ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔دو تین آدمی اُسے کھینچ کر وہاں سے لے گئے تھے۔

یہ اُسکا یہاں پانچواں کھیل تھا اور یہ اُسکی پہلی جیت تھی۔اُسے یہاں سے اتنی رقم مل گئی تھی کہ وہ اپنی فیس ادا کر سکتا۔اُس نے دل ھی دل میں شکر ادا کیا تھا۔

اور جب وہ اُس موٹے آدمی کے سامنے گیا جس کا نام پوچھنے کی اُس نے کبھی زحمت نہیں کی تھی تو اُسکے زخمی چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔۔۔فاتحانہ مسکراہٹ۔وہ شخص آج بھی ویسا ھی بیزار نظر آرھا تھا۔

"شاید اِس کی بیوی اِس سے روٹھی رہتی ھے۔" حیدر نے یہی سوچ کر خود کو تسلی دی تھی۔

اگلے دن وہ ریسٹورنٹ میں موجود تھا۔ راشد نے اُسے دیکھتے ھی اُسکے زخموں کے متعلق پوچھا تھا۔ جسے وہ بڑی بے نیازی سے ٹال گیا تھا۔

"پرانے زخم ھیں، بس ہر روز تازہ ھو کر سامنے آجاتے ھیں۔" اُس نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔

یونیورسٹی لگنے کے بعد وہ اُسی ریسٹورنٹ میں پارٹ ٹائم جاب کرنے لگا تھا۔ راشد نے اب اُس کی رہائش کے پیسے اُسکی سیلری سے کاٹنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اُسے جاننے لگا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ وہ کتنا سادہ انسان ھے۔

حیدر نے اپنے اِس سمیسٹر کے اخراجات یونہی ہر دم محنت کر کے اُٹھائے تھے۔ اور اب وہ باکسنگ بھی کیا کرتا تھا۔ اُس نے کچھ اور کلبز بھی دیکھے تھے۔ وہ اِس میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ اُسے ایک منٹ کا بھی وقت نہیں ملتا تھا کہ اپنی کمر سیدھی کر سکے۔ شاید اُس نے اب اپنی لغت سے آرام و سکون کا لفظ ھی مٹا دیا تھا۔ وہ یونیورسٹی سے آکر نوکری پر جاتا پھر رات کو باکسنگ کرتا اور اُسکے بعد پڑھائی۔ زندگی بہت مشکل ھوگئی تھی جب سے یہ اُسکے اپنے ذمے آئی تھی۔ دوسروں

پر منحصر ھو کر رہنا آسان ھوتا ھے تب تک جب ھمیں ھماری اپنی قدر نہیں ھوتی۔ جب اپنے وجود کی قدر ھونے لگتی ھے تو انسان دوسروں پر سے بوجھ ہٹا لیتا ھے۔

چھ ماہ یوں ھی گزر گئے تھے۔ اُسکا رزلٹ بھی آگیا تھا مگر اِس بار اُسکے گریڈز ویسے ھی تھے جیسے پچھلی مرتبہ تھے۔ بلکہ ایک پوائنٹ کم ھو گیا تھا اور اُسے اِس بات پر بے حد غصہ آیا تھا۔ وہ اتنا عام دماغ رکھنے والا شخص نہ تھا کہ آگے بڑھنے کے بجائے پچھلے پر ھی قائم رہتا۔ اُس نے ھمیشہ خود کو پہلے سے بہتر کرنا سیکھا تھا۔ مگر اِس بار وہ بہتر نہیں کر پایا تھا۔ اُس رات وہ اِس سارے عرصے میں پہلی بار گہری نیند سویا تھا۔ یہاں تک کے وہ باکسنگ کے لئے بھی نہیں گیا تھا۔ نہ ھی اُس نے کسی قسم کی کوئی پریکٹس کی تھی۔ وہ ریسٹورنٹ سے آکر سیدھا لیٹ گیا تھا اور سوچتے سوچتے کب وہ سو گیا اُسے خبر ھی نہیں ھوئی۔ صبح جب اُسکی آنکھ کُھلی تو وہ حیران ھوا تھا۔

کیا کوئی غصے اور پریشانی میں بھی سو سکتا ھے؟ اُسے تو کبھی بھی اِس حالت میں نیند نہیں آئی تھی۔

مگر شاید پریشانیاں اور اُلجھنیں اِس قدر بڑھ گئیں تھیں کہ اگر وہ جاگتا رھتا تو سوچ سوچ کر اُسکا دماغ پھٹ جاتا۔

اُس نے بس یہی سوچا تھا۔

وہ یہ نہیں سوچ پایا تھا کہ اُس پر نیند طاری کرنے والی ذات کون تھی اور اُس کی کیا مصلحت تھی۔

چند دنوں کی چھٹیوں میں وہ جانے اپنے ذہن کی کتنی ھی جمع تفریق کرتی سوچوں سے لڑتا رھا تھا۔ وہ ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ وہ اپنے پیار کرنے والوں کو یاد کیا کرتا تھا۔ اُس نے ایک فون بھی لے لیا تھا مگر اِس فون میں اُسکی بہن کا نمبر نہیں تھا۔ وہ دونوں جو اپنی ہر اُلجھن ایک دوسرے کو بتایا کرتے تھے۔ وہ دونوں اکیلے ھی اپنی اپنی اُلجھنوں کا سامنا کر رھے تھے۔ کس قدر بدنصیب ھوتا ھے وہ شخص جو دو محبت کرنے والوں کی جدائی کا سبب بنے۔

اگلا سمیسٹر شروع ہوا تو وہ دوبارہ معمول پر آگیا تھا۔وہ دوبارہ وہی حیدر بن گیا تھا۔اپنے آپ سے اجنبی حیدر، جس کے پاس کبھی بھی نہ کسی اور کے لئے اور نہ ہی اپنے لئے وقت ہوتا تھا۔

اور پھر ایک روز جب وہ یونیورسٹی کے بعد ریسٹورنٹ میں تھا تو اُس کا سامنا سر توصیف سے ہوا۔وہ خاصے حیران ہوئے تھے حیدر کو اِس حالت میں دیکھ کر۔وہ حیدر کو ذاتی طور پر بھی جانتے تھے اور جانتے تھے کہ اُسکے فادر کتنے بڑے بزنس مین تھے لیکن اُن کا بیٹا ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر تھا یہ بات اُنہیں سمجھ نہیں آئی تھی۔

وہاں تو اُنہوں نے حیدر سے کچھ نہیں کہا مگر اگلے ہی دن اُنہوں نے حیدر کو اپنے آفس میں بلوایا تھا۔

وہ نرم مزاج رکھنے والے خوش اخلاق انسان تھے۔اور صحیح معنوں میں اُستاد کہلانے کے قابل تھے۔کیونکہ وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ اسٹوڈنٹس کی راہنمائی بھی کرتے تھے۔

www.novelsclubb.com

حیدر کا اُن کے ساتھ بہت عزت واحترام کا تعلق تھا۔وہ اُن کے سامنے بیٹھا تھا۔ سر توصیف نے اُسے غور سے دیکھا۔

چہرے پر چوٹوں کے نشانات واضح تھے۔ گردن بھی ایک طرف سے سُرخ ہو رھی تھی۔آنکھیں کھنچی کھنچی سی تھیں۔

"کیا کرتے پِھر رھے ھو؟تمہارے باپ کو علم ھے کہ تم ایک ریسٹورنٹ میں ویٹر کا کام کرتے ھو،اور ہر ہفتے کے بعد تمہارا باکسنگ کرنا ضروری ھوتا ھے؟"سر توصیف،جن کا لہجہ ہر دم نرم ھوتا تھا وہ سختی سے اُسے دیکھتے ھوئے پوچھ رھے تھے۔

حیدر نہیں جانتا تھا کہ اُنہیں باکسنگ کے بارے میں کیسے پتہ چلا لیکن اُس نے پھر بھی حیرت ظاہر نہیں کی۔

"اب کچھ بولو گے بھی یا اگلی وضاحت بھی میں ھی دوں گا؟"اُسے سر توصیف کی ڈانٹ سمجھ نہیں آئی تھی۔کیونکہ آج سے پہلے اُنہوں نے کبھی اُسکے ساتھ ایسے بات ھی نہیں کی تھی۔ مگر وہ پھر بھی تحمل سے بولا۔

"نہیں۔۔۔وہ نہیں جانتے۔"

"اور کیا ضرورت پیش آئی تمہیں یہ قدم اُٹھانے کی؟" وہ اب نرم ھوئے تھے۔

"میرے پاس اور کوئی راہ نہیں تھی۔۔۔ریسٹورنٹ میں بھی بہت مشکل سے نوکری ملی ھے،اور اُسکے اتنے پیسے نہیں ھوتے کہ سارے اخراجات اُٹھا سکوں،اِس وجہ سے باکسنگ بھی کرنی پڑتی ھے۔۔۔لیکن اب تو وہ بھی کم ھی کرتا ھوں۔" وہ خطرناک حد تک صاف گو تھا۔

"اخراجات؟ لیکن جہاں تک میں جانتا ھوں، تمہارے اخراجات تو مسٹر حسن اُٹھاتے ھیں، پھر تمہیں کیا ضرورت ایسی نوکریاں کرنے کی؟" اُن کے ماتھے پر بل پڑے۔

"مسٹر حسن مجھے بہت پہلے ھی اپنی زندگی سے نکال کر باہر پھینک چکے ھیں، اب اُن کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔اِس لئے اپنے اخراجات مجھے خود ھی اُٹھانے ھیں۔"

وہ معمولی انداز اپناتے ھوئے بولا۔ سر توصیف کی آنکھوں میں حیرت و نا سمجھی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"کیا مطلب؟"

اور حیدر نے اُنہیں ساری بات بتادی تھی کہ اُسے کیوں اور کیسے گھر بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ سب بتاتے ہوئے بھی اُس کا لہجہ معمولی ھی رھا۔ غصے، نفرت یا تکلیف کے کوئی بھی آثار اُس کے چہرے پر نظر نہیں آئے تھے۔ سامنے والے کو کیا علم کے وہ محسوس کم کرتا تھا یا ظاہر کم۔

مگر سر توصیف کے چہرے پر تاسف ظاہر تھا۔ وہ اُسے ہمدردی سے دیکھ رھے تھے۔

"تو تم اب کہاں رھتے ھو؟" اُنھوں نے اُسکی ساری بات کے جواب میں پوچھا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"رھتا کہاں ھوں سر۔۔۔۔رات گزارتا ھوں۔" وہ بولا۔

"مجھے بہت افسوس ھے حیدر۔۔۔۔جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ھوا وہ نہیں ھونا چاھئے تھا۔ مجھے حیرت ھے کہ حسن جیسا شخص کیسے جذبات میں آکر اتنا احمق فیصلہ لے سکتا ھے۔ تم اگر برا نہ مانو تو میرے ساتھ میرے گھر میں رہ سکتے ھو تم۔ کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں ھوگی تمہیں۔"

اور اُن کی بات پر پہلی بار حیدر نے اُنہیں حیرت سے دیکھا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رھے ھیں سر؟" حیدر کو سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔

سر توصیف نے میز پر ذرا آگے جھک کر اُسے نرم انداز میں دیکھا۔

"اگر میرے پاس تم جیسا بیٹا ہوتا نا حیدر۔۔۔تو میں ہر چیز وار دیتا اُس پر۔۔۔یہ جائیداد کیا چیز ہے اولاد کے سامنے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے جس کو جو چیز میسر ہوتی ہے اُسے اُسکی قدر ہی نہیں ہوتی۔۔۔یہ دُکھ تو کوئی اُن سے پوچھے جن کی اولاد نہیں ہے۔ میرا ایک سترہ برس کا بیٹا تھا۔ کینسر کی وجہ سے وہ مجھے چھوڑ کر اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا۔"اُن کی آنکھیں نم ہوئیں۔اور نم تو حیدر کی آنکھیں بھی تھیں۔ کتنے مختلف ہوتے ہیں لوگ ایک دوسرے سے۔ اور قدر تو اُنہی کو ہوتی ہے جنہوں نے محرومیاں سہی ہوتی ہیں۔

"اگر تم چاہو تو ایک باپ سے بڑھ کر پیار دے سکتا ہوں میں تمہیں۔اگر تمہیں اعتراض نہ ہو بیٹا بننے میں۔" وہ پُر امید نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ حیدر جانے کتنے ہی پل خاموش اُن کے سامنے بیٹھا رہا۔

"دیکھو حیدر۔۔۔۔یوں تو ہم کہتے ہیں کہ انسان کا کوئی نعم البدل نہیں ہوتا۔۔۔اِس لئے کہ جو جا چکا ہے اُس جیسا کوئی نہیں لگتا۔۔۔اُس جیسا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

مگر سچ تو یہ ھے کہ انسان ھی کسی دوسرے انسان کے خلا کو بھر سکتے ھیں، اور اگر بھر نہیں سکتے تو کم از کم اُس خلا کو ایک حد تک بند تو کر ھی سکتے ھیں۔اُمید کبھی بھی ختم نہیں ھوتی حیدر۔"اُن کی آنکھوں میں کرب تھا۔

حیدر جانتا تھا اپنوں سے دوری کا دُکھ۔وہ کیسے کسی باپ کو یوں نظرانداز کر کے آگے بڑھ سکتا تھا۔وہ اپنے لیئے نہ سہی مگر اُن کے لیئے اُن کے ساتھ رھنے پر تیار ھو گیا تھا۔مگر وہ اُسکے اُستاد تھے۔وہ ھمیشہ اپنے آپ کو ایک حد میں رکھنے کی کوشش کرتا۔شروع میں وہ ریسٹورنٹ بھی جاتا رھا تھا۔اُس نے اُنہیں صاف طور پر کہا تھا کہ وہ اُن پر منحصر ھو کر نہیں رھنا چاھتا۔

مگر سر توصیف نے اُسے قائل کر لیا تھا۔وہ اُسکے اخراجات اُٹھانے کے لیئے بھی تیار تھے۔

کیا ایسے لوگ ھمارے اپنے گھر میں نہیں ھو سکتے؟ حیدر نے سوچا تھا۔

وہ اب اللہ سے شکوے کرنے لگا تھا۔اُسے خبر ھی نہیں ھوئی کہ یوں اللہ سے شکوے کرتے کرتے وہ کب اپنے ھر معاملے میں اللہ سے مخاطب ھو جاتا تھا۔پھر چاھے شکوہ کرنے کے لیئے ھی سہی مگر وہ اُس سے مخاطب ھوتا تھا۔ایک ربط تھا جو قائم ھو گیا تھا۔

"کیا اللہ صرف جدا کرنا ھی جانتا ھے؟ ہر دوسرا شخص یہاں کسی نہ کسی کے لئے تڑپ رھا ھے۔۔۔ تکلیفیں بھی تو اللہ ھی دیتا ھے پھر اُن تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ بھی بھیجے۔" وہ محض ایک طرف سے سوچ رھا تھا۔ کیونکہ اُسے سکون میں رہ کر بھی سکون محسوس نہیں ھوتا تھا۔ اور پھر ایک روز اُسے اتفاق ھوا کہ وہ قرآن پڑھے۔ اور کچھ اتفاق محض اتفاق نہیں ھوا کرتے۔ اُس نے مسز توصیف کے کہنے پر سورۂ معارج ترجمے کے ساتھ پڑھی تھی۔ اور اُس روز اُسکی کیفیت ناقابل بیان تھی۔ وہ پہلی بار قرآن کو اِس طرح پڑھ رھا تھا۔ اور اُسکے آنسو نہیں رُک رھے تھے۔ لگ رھا تھا جیسے دل درد سے پھٹ جائے گا۔ حیدر نے اُس دن پہلی بار اللہ سے معافی مانگی تھی۔ اِس بات کی معافی کے وہ اتنے سال اپنے رب سے بے خبر رھا۔ اپنے ہر گناہ کی معافی مانگی تھی اُس نے۔ اِس قدر شدت سے کہ اُس کا دل موم ھو گیا تھا۔ اُس روز ہدایت کا دروازہ کھلا تھا۔

"وہ انسان جو تکلیف میں ھو تو وہ قرآن پڑھے۔۔۔ وہ انسان جسے اللہ سے کوئی شکوہ ھو تو وہ قرآن پڑھے۔۔۔ اور ہر وہ انسان قرآن پڑھے جو بے بس ھے۔" مسز توصیف نے اُسے قرآن پکڑاتے ھوئے یہی الفاظ کہے تھے۔

اور ماسٹرز مکمل ہونے کے بعد اُس نے اگلے ایک سال میں محض قرآن پر اور اسلام پر سرچ کا کام کیا تھا۔اور یہ کام کئی سال تک جاری رہنے والا تھا۔

جس لمحے حیدر اپنی دنیا میں واپس لوٹا تھا اُسکے چہرے پر کرب کے ساتھ ساتھ سکون بھی تھا۔کیا کبھی کسی نے ایسا امتزاج دیکھا تھا کہ تکلیف میں ہو کر بھی کوئی تکلیف میں نہ لگے۔وہ بالکل ویسا ھی لگ رھا تھا۔یونیورسٹی کے در و دیوار نے لوگوں کے ہجوم میں اُس شخص کی خاموشی سنی تھی۔اور ہر چیز ہر شے میں اپنی ھی خصوصیت ڈھونڈتی ھے۔

اُسکے چہرے پر تھکن اُبھری تھی۔اور پھر ایک گہرا سانس لیتے ھوئے وہ آگے بڑھ گیا۔

ماضی کے خیالات،ماضی کے زخم اور ماضی کی ہر تلخ یاد دسمبر میں تازہ کیوں ھو جاتی ھے، یہ سوال اُسکے لئے اب بھی سوال ھی تھا۔

★★★★★

اے راستوں کے مسافر!!"

ملے گی تجھ کو منزل

ذرا صبر سے کام لے

ذرا حوصلہ تو کر۔۔۔۔

وہ اپنی ھی طرز میں گنگناتی ھوئی اُچھلتی کودتی آگے بڑھ رھی تھی۔اُس نے سنہری ڈھیلی ڈھالی سی شرٹ کے نیچے ٹائٹ بلیو جینز پہن رکھی تھی۔بھاری گھنگریالے بھورے بال کمر پر گر رھے تھے۔وہ آگے کھلے سبزہ زار کے قریب پہنچی تھی۔

گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتے اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر شرارت بھری چمک اُبھری۔وہ اُسی انداز میں اُچھلتی کودتی وہاں اُس گراؤنڈ تک پہنچی تھی۔اور اُن کھیلتے ھوئے اسٹوڈنٹس کے قریب پہنچ کر اُس نے بغیر اُن سے پوچھے اُنہیں جوائن کیا تھا۔

"ہے علما______ پیچھے رھو۔"اُن میں سے ایک اُسے دیکھ کر بولا۔

مگر وہ فٹ بال اپنے پاؤں کے قریب لے آئی تھی۔اب وہ آگے آگے فٹ بال کو کِک کر رھی تھی اور وہ اُس کے پیچھے بھاگتے فُٹ بال لینے کی کوشش کر رھے تھے۔علما نے فٹ بال کو

اوپر کی طرف کِک کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ گول کی طرف تو ہرگز نہیں جانے والا تھا، بلکہ کسی کے سر میں ھی لگنا تھا۔ اور وہ اِسی انتظار میں تھی کہ دیکھتے ھیں کون ھے وہ بدقسمت جسے وہ فُٹ بال لگنے والا تھا۔

مگر جونہی وہ فُٹ بال اُس شخص سے ٹکرایا، علما کی مسکراہٹ غائب ھوگئی۔ اسٹوڈنٹس کا تجسس اُس شخص کو دیکھ کر بڑھ گیا تھا۔

پتھر کے بنچ پر اپنا ایک پاؤں جمائے وہ تسمے باندھ رھا تھا، جب گولی کی سی تیزی سے آتا فٹبال اُسکے سر سے ٹکرایا تھا۔ اِس اچانک حملے کے لئے وہ کسی طور بھی تیار نہیں تھا۔

"آہ_____!!

ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ اُس نے اپنے سر کو مسلا تھا۔ جونہی اُس نے پلٹ کر دیکھا سب لوگ اپنی جگہ پر ساکت ھوچکے تھے۔ اُسکے گردن تک آتے آنکھوں کے ہم رنگ سنہری بال چمک رھے تھے۔ اُسکی آنکھوں میں غصہ نمایاں تھا اور سب جانتے تھے کہ جس نے بھی یہ فٹبال مارا ھے وہ اُس پر کسی بھیڑیئے کی طرح حملہ آور ھونے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اوہ گاڈ____یہ فٹبال بھی اِسی وُولف کو لگنا تھا کیا؟ بیڑا غرق ھو اِسکا۔" علما اُسے دیکھتے ھوئے سر پر ھاتھ رکھے تاسف سے بڑبڑائی۔

"کس نے کیا ھے یہ؟" وہ اپنے اِرد گرد موجود ہر شخص کو کڑی نگاہ سے دیکھتے ھوئے دانت پیس کر بولا۔ جیسے ھی اُسکی نظر خود سے کچھ فاصلے پر کھڑی علما پر پڑی تو اُسکا غصہ بڑھا تھا لیکن پھر وہ غصہ ایک دم تلخ سی مسکراہٹ میں بدل گیا۔

"ھائے ھائے۔۔۔ کیا اِسے پتا چل گیا؟" اُسے چور نظروں سے دیکھتے ھوئے وہ ایک بار پھر خود سے مخاطب تھی۔

"ہے وُولف____یہ سب علما نے کیا ھے۔" اُس نے اپنے پیچھے کھڑے مارک کو کہتے ھوئے سنا۔ علما نے آنکھیں بند کر کے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔

مارک کی بات سن کر وہ اپنے قریب ھی نیچے پڑا فٹبال اُٹھا کر علما کی طرف بڑھا تھا۔ اُسے قریب آتے دیکھ کر وہ سنجیدگی سے وہیں کھڑی رھی۔

"بہت شوق ھے تمہیں فٹبال کھیلنے کا؟" وہ اُس سے خاصا لمبا تھا اِس لئے کچھ ٹیڑھا ھو کر وہ اُس کے چہرے کو دیکھ کر معصومیت سے بولا۔

"تو پھر ٹھیک ھے۔۔۔" اُسکی آواز بلند ھوئی تھی جیسے سب کو سنا رھا ھو۔ ارد گرد موجود سب اسٹوڈنٹس اُنہیں ھی دیکھ رھے تھے۔ علما نے سرد نگاھوں سے اُسے دیکھا۔ مہک بھی تب ھی وہاں پہنچی تھی۔ اور اُن دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑے دیکھ کر اُس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"سب لوگ سن لیں ____ مِس علما مجھ سے مقابلہ کرنا چاھتی ھیں۔۔۔ سو گُڈ۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ھے، اب اگر تم نے فیصلہ کر ھی لیا ھے تو اِس پر قائم بھی رھنا، کیونکہ اب اگر تم پیچھے ہٹی تو سمجھو ہار گئی۔" وہ جیسے اعلان کرتے ھوئے بولا۔

"کھیل کر بھی ہارنا ھے اور پیچھے ہٹ کر بھی ہارنا ھی ھے کیوں نا علما بنتِ عالم جب بازی ہار کی بازی ھے جو چاھو لگا دو ڈر کیسا؟" علما نے وہیں کھڑے دل ھی دل میں خود سے کہا تھا۔

"لیکن میں ایسا کوئی فیصلہ نہیں۔۔۔۔۔"اُس نے کہنے کی کوشش کی مگر وہ فوراً اُسی ٹوک گیا۔

"یہ بات تو اب سب جان چکے ھیں کہ تم مجھ سے مقابلہ کرنا چاھتی ھو،اب اِس کے علاوہ کوئی چوائس نہیں ھے تمہارے پاس۔۔۔۔سو بی ریڈی (تو تیار رھنا)۔"

ایک جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا وہ فٹبال اُسکے ھاتھ میں تھما کر جا چکا تھا۔وہاں کھڑے اسٹوڈنٹس نے اونچی آواز میں ہوٹنگ کی تھی۔

"بیسٹ آف لک علما!"ہر کوئی آتے جاتے اُسے مخاطب کر کے یہی کہہ رھا تھا۔

"کاش کہ یہ فٹبال اُس وقت میں نے اپنے ھی سر میں مار لیا ھوتا۔"اُس نے اکتاہٹ سے سوچا۔

"تم نے ایک بار پھر اُسے چھیڑ لیا؟"مہک اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔

"اب میں کیا کروں، ساری غلطی اِس فٹبال کی ھے۔۔۔اِس نے بھی اُسی کے سر پر جا کر لگنا تھا۔۔۔اور وہ تو ھے ھی ہنگری وُولف (بھوکا بھیڑیا) اُسے بس شکار چاھیئے ھوتا ھے۔"وہ بدمزگی سے بولی۔

"تو پھر اب کیا کرو گی؟"

"کھیلوں گی۔۔۔!!وہ بے بسی سے بولی۔

"اچھا اِس میں اتنا چِڑنے والی بھی کوئی بات نہیں ھے۔۔۔اسپورٹس کی اسٹوڈنٹ ھو تم۔۔۔بہادر بنو۔"مہک مسکرائی تھی۔وہ اُسکے ساتھ ساتھ چلتی آگے بڑھ رھی تھی۔

"مجھے کوئی خوف نہیں ھے اُسکا۔۔۔مجھے بس نہیں اچھا لگتا وہ۔۔۔اکڑو۔۔۔جن۔۔۔!! وہ دانت پیس کر بولی تھی۔چہرے کے تاثرات خوفناک حد تک برے تھے۔

"تو میں کون سا تمہارے لئے کوئی پھولوں کی سیج سجا کر تمہیں گراؤنڈ تک لے کر جاؤں گا۔۔۔سڑی ھوئی گاجر۔"وہ اچانک ھی کہیں سے ٹپکا تھا۔پھر اُس کے عقب سے ھوتا ھوا وہ اُن کے سامنے آکھڑا ھوا۔علما غصے سے مزید لال ھوئی تھی۔

"گاجر؟وہ بے یقینی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔اُسکی ساری بات میں اُس نے صرف لفظ گاجر کو ہی نوٹ کیا تھا۔

"اور تم کیا ہو۔۔۔موٹے بینگن؟"وہ بولی تو وُولف نے ایک نظر اپنے دبلے پتلے نہیں لیکن مناسب سے وجود کو دیکھا تھا۔وہ کہاں سے موٹا تھا بھلا۔

مہک اُنہیں دلچسپی سے سبزیاں بنتے ہوئے دیکھتی رہی۔

"لگتا ہے تمہاری دوست کا دماغ سٹک گیا ہے مکی۔۔۔"اُس نے پہلی بار اُسے یوں مکی کہا تھا۔۔۔مہک کو بہت عجیب لگا۔

"اِس کا کوئی علاج ولاج بھی کرواتی ہو یا نہیں۔۔۔؟"وہ اُس سے کیسے دوستانہ انداز میں بات کر رہا تھا۔مہک نے بس علما کو مسکراہٹ دبا کر دیکھا تھا۔جو اِس وقت بے حد غصے میں تھی۔

"علاج کی ضرورت تمہیں ھے مسٹر بھیڑیئے۔۔۔۔"اُس نے آخری لفظ اُردو میں کہا تھا۔۔اُس کا نام وُولف واکر تھا اور وہ اُسکے منہ پر بھی اُسے بھیڑیا ھی کہتی تھی۔کتنا عجیب تھا نا یہ نام بھیڑیا۔۔۔اگر جو وُولف اُردو سمجھتا ھوتا۔

"اب میرے راستے سے ہٹو اور انتظار کرو۔۔۔کھیل شروع ھونے سے لے کر ختم ھونے تک۔"

وہ سرد نگاھیں اُس پر ڈالتی مہک کو لے کر اُسکے قریب سے ھو کر آگے نکل گئی۔وہ آنکھوں میں الوہی سی چمک لئے اُنہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

★★★★★

www.novelsclubb.com

وہ اپنے کیبن میں بیٹھی شیشے کی بنی چھوٹی چھوٹی دیواروں سے میکانکی انداز میں باہر دیکھ رھی تھی۔سامنے لیپ ٹاپ کھلا ھوا تھا۔کچھ ڈاکومنٹس ایک طرف پڑے تھے۔وہ آج صبح کا منظر یاد کر رھی تھی۔

قیصر صبح جلدی اُٹھا تھا۔وہ جو پہلے دوپہر کے کسی وقت بستر سے الگ ہوتا تھا وہ آج صبح سویرے ہی جاگا ہوا تھا۔اور پھر وہ کام کرنے کے لئے سلیقے سے تیار ہوا تھا۔کافی شاپ میں اُس نے کنزہ کی جگہ خود نوکری شروع کردی تھی۔

قیصر کے گھر سے جانے کے بعد وہ اُس کے کمرے میں گئی تھی۔اُس کے کمرے سے ہمیشہ کی طرح شراب کی بُو آرہی تھی۔کنزہ نے یکلخت ہی منہ پر ہاتھ رکھا۔سامنے کئی قسم کی خالی بوتلیں بکھری ہوئیں تھیں۔کمرے کی حالت بھی ہمیشہ کی طرح بے ترتیب تھی۔وہاں کھڑے ہونا محال ہورہا تھا۔وہ فوراً ہی واپس پلٹ آئی۔

باہر آکر اُس نے چند گہرے سانس لئے تھے۔وہ بالکل نہیں بدلا تھا۔۔۔اُس نے بس کام پر جانا شروع کیا تھا۔۔۔اُس نے اپنی عادتیں نہیں بدلی تھیں۔اُسکے اِس رویے کو وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔وہ اب کنزہ کے ساتھ سخت رویہ نہیں رکھتا تھا۔

اُس وقت اپنے کیبن میں بیٹھے ہوئے بھی بار بار اُسکا ذہن وہیں بھٹک رہا تھا۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔

"السلامُ علیکم!!

وہ شیشے کی دیوار پر دو انگلیوں سے دستک دے کر اندر داخل ھوتے ھوئے بولا۔

کنزہ نے سیاہ پلکیں اُسکی جانب اُٹھائیں۔وہ بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ اُسکے سامنے کھڑا تھا۔

"وعلیکم السلام"

یہ شخص پہلے کبھی آفس میں دیکھا نہیں تھا اُس نے۔۔۔

"جی؟"وہ سوالیہ نظریں اُٹھائے اُسے ھی دیکھ رھی تھی۔سامنے کھڑا شخص جیسے ھوش میں لوٹا تھا۔

"اوہ۔۔۔وہ احمد سر نے مجھے کہا کہ آپ کے ڈیزائنز دیکھ لوں۔۔۔کیا آپ مجھے دِکھا سکتی ھیں؟"اُس نے فارمل لہجہ رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"جی بیٹھئے۔"کنزہ نے اپنے سامنے رکھی کرسی کی جانب اشارہ کیا تو وہ تحمل سے بیٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"آپ اپنا تعارف کروانا پسند کریں گے؟" وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کچھ ٹائپ کرتی عام سے لہجے میں بولی۔

"میں رضا ھوں۔۔۔احمد کا دوست اور اسسٹنٹ بھی۔"

کوئی بندہ ایسا ھو گا بھی جو احمد سر کا دوست نہیں ھو گا؟ اُس نے ایک پل کے لئے سوچا۔

پھر سر اثبات میں ہلاتے ھوئے لیپ ٹاپ اُسکی جانب گھمایا۔

"تقریباً سارے ڈیزائنز ھی مکمل ھو چکے ھیں مگر ابھی کام پورا نہیں ھوا۔۔۔تو آپ کو جو بھی خامی نظر آئے وہ مجھے بتا دیجئے گا، میں ٹھیک کر دوں گی۔"

رضا نے سر کو خم دیا پھر لیپ ٹاپ کی طرف جھکا غور سے دیکھتا رھا۔

تب تک وہ اپنے ڈاکومنٹس کی طرف متوجہ تھی۔

رضا نے سارے ڈیزائنز دیکھ لئے تو وہ فائل بند کرتا لیپ ٹاپ اُسکی طرف بڑھانے والا تھا مگر پھر رُکا۔

اُسکی نظر اُسکے والپیپر پر پڑی تھی۔ وہاں سیاہی تھی۔۔۔ بھرپور سیاہی اور اُس سیاہی میں ایک وجود گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھا تھا۔ جیسے شکست تسلیم کرنے پر گھٹنوں کے بل بیٹھا جاتا ھے۔ اُسکے ھاتھ میں آدھی کڑی تھی۔۔۔ یوں لگتا تھا جیسے آدھی توڑی گئی ھو۔ اور پھر اُسکی نظر کونے میں جلتی اُس روشنی کی طرف گئی۔ اُس روشنی میں اُس کڑی کا دوسرا حصہ تھا۔ وہ روشنی اُس سے بہت دور تھی۔ یوں لگتا تھا اُس تک پہنچنے میں برسوں بیت جائیں گے۔ یہ خود پینٹ کیا گیا والپیپر تھا۔ رضا نگاھیں چھوٹی کر کے چند پل اسکرین کو دیکھتا رھا۔ پھر جیسے خیال آنے پر اُس نے کنزہ کو دیکھا۔ اُسکے چہرے پر تھکن کے آثار ظاہر تھے۔ وہ ڈاکومنٹس پر سر جھکائے بس اُنہیں دیکھ ھی رھی تھی۔

www.novelsclubb.com

رضا اُس پر سے اپنی نظریں نہیں ہٹا سکا۔ اُسکا چہرہ حجاب میں قید تھا۔ سیاہ آنکھیں اُسکی دودھیا رنگت پر بے حد جچتی تھیں۔

رضا نے سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔ پھر لیپ ٹاپ اُسکی طرف موڑا۔

"سب کچھ پرفیکٹ ہے بالکل۔۔۔یہاں تک کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ کو اِنہیں مزید ایڈیٹ کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔کہاں سے سیکھا آپ نے یہ کام؟"وہ واقعی اُس کے کام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"سب کچھ پرفیکٹ نہیں ہوتا۔۔۔اور میں اِسی فیلڈ سے ہوں۔۔۔مسٹر رضا، تو مجھے کیسے یہ کام نہیں آتا ہوگا؟"وہ ہلکا سا مسکرائی۔اوہ یاررر۔۔۔کتنی اچھی لگتی تھی وہ مسکراتے ہوئے۔ رضا نے خود کو بے بس پایا۔مگر اگلے ہی پل احمد کی بات ذہن میں آتے ہوئے اُسکے کان کھڑے ہوئے تھے۔

"جس دن تم اپنا ٹھرک پن آفس ساتھ لے کر آؤ گے رضا۔۔۔اُس دن اِس دنیا میں تمہاری کوئی جگہ نہیں رہے گی، تمہارے یہاں رہنے کا بھی کسی کو کوئی فائدہ تو ہے نہیں۔"اُس نے ایک کڑوا تھوک نگلا تھا۔

"اب ایسی خوبصورت لڑکیوں کو کیوں رکھتا ہے یہ اپنے آفس میں بھلا؟"اُس نے بے بسی سے سوچا تھا۔

"ٹھیک ھے پھر۔۔۔آپ جاسکتے ھیں۔" کنزہ نے اُسے کہیں دوسرے خیالوں میں گم ھوتے دیکھ کر کہا۔

"اوہ ھاں ٹھیک ھے پھر۔۔۔چلتا ھوں۔" وہ ذرا سا مسکرایا۔اور پھر کنفیوز سا باہر نکل گیا۔

کنزہ نے اُسے اِسطرح جاتے دیکھ کر شانے اُچکائے تھے۔

اگلے ھی لمحے وہ دروازہ کھٹکھٹاتا دوبارہ اندر داخل ھوا تھا۔

"وہ آپ کا والپیپر۔۔۔بہت خوبصورت ھے۔مجھے لگا آپ نے خود بنایا ھے؟" وہ اپنا سادہ سا معصوم چہرہ اُسکی جانب متوجہ کئے بولا۔

کنزہ کے نکھرے نکھرے چہرے پر ایک سایہ لہرایا تھا۔دل پر جیسے ھاتھ پڑا تھا۔

"تھینکس۔" وہ بس اتنا ھی کہہ پائی۔تو وہ مسکراتے ھوئے دوبارہ باہر نکل گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسکے جانے کے بعد وہ کتنی ھی دیر ساکت بیٹھی رھی تھی۔ کیا لوگوں کو ہر وہ چیز خوبصورت لگتی ھے جو سامنے والے کے لئے بھیانک ھو۔۔۔؟

کیا وہ تکلیف جس سے ایک شخص گزر رھا ھے وہ دوسرے کے لئے راحت کا باعث ھے؟ لوگ سیاہی میں خوبصورتی ڈھونڈ سکتے ھیں مگر کیا کسی نے خوشی میں غم تلاشنے کی کوشش کی ھے؟ سیاہ آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔

★★★★★

لمحہ لمحہ قضا لگتا ھے

تیرا چھوڑ جانا بھی وفا لگتا ھے۔۔۔۔

اُسکا ماننا تھا کہ بہت دیر تک کسی چیز کے بارے میں سوچتے رھنا ہمیں اُس چیز سے بیزار کر دیتا ھے۔ ایک اللہ ھے اور دوسرا محبوب۔۔۔ جن کے بارے میں جتنا سوچا جائے انسان اُن کے اُتنا ھی قریب رھتا ھے۔ جس سے دور جانے کے لئے دل نہ مانے اُس سے دور نہیں جانا چاھئے۔۔۔ اور کسی کے قریب رھنے کے لئے اُسکے وجود کا ھونا لازم نہیں ھے۔

اُسکی یاد ہمیں اُسکے قریب رکھتی ھے۔

وہ اپنے اِسی فلسفے پر عمل کیا کرتا تھا۔اور پورے وثوق سے کیا کرتا تھا۔

احمد جبریل۔۔۔۔ سرمئی نگاھوں والا خوبصورت نوجوان!!

جس کی زندگی کے کئی پہلو تھے۔۔۔ جس کی شخصیت محدودیت کو نہیں جانتی تھی۔وہ شخص ہر کسی کے لئے ایک جیسا نہیں تھا۔اُسکے کئی مقاصد تھے۔

"تم زندگی کو کس نظر سے دیکھتے ھو؟" سوال اپنے آپ سے تھا تو جواب بھی خود ھی دینا تھا۔

"اگر اپنی بات کروں تو زندگی کو دیکھنے کا نظریہ بہت الگ ھے۔۔۔نہ مثبت نہ منفی۔

ہماری زندگی ایک کنویں کی طرح ھے جو پیاسے کو پانی دیتا ھے اور لوگوں کی ضرورت پوری کرتا ھے۔اور یہ جتنا ضروری ھوتا ھے اُتنا ھی خطرناک بھی۔زندگی کبھی بھی محض مثبت یا محض منفی نہیں ھو سکتی۔اِن دونوں چیزوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ھے۔اگر آپ بہت مثبت ھیں اور آپ کبھی منفی ھو ھی نہیں سکتے تو آپ اِس دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔"

اُس نے خود کو بتایا تھا۔ وہ بول نہیں رہا تھا، یہ اُسکا دماغ تھا جو بول رہا تھا۔

"کیا ھوگا اگر جو تم منفی زندگی کو مثبت سے ملا کر چلنے لگو؟" یہ اُسکی اپنی سوچ تھی جو اُسکی اپنی سوچ کے خلاف بولتی تھی۔

"میں مکس اپ کرنے والا شخص نہیں ھوں۔ جہاں جس جگہ جو بھی چیز اپلائی ھوتی ھے، وہاں وہی چیز اپلائی کرنے والا بندہ ھوں میں۔ مجھ سے کوئی ھمیشہ اچھے کی اُمید نہیں لگا سکتا۔ اور نہ ھی کوئی مجھ سے ہر بار بُرے کی اُمید رکھ سکتا ھے۔۔۔ میں وہ کرتا ھوں جو مجھے ٹھیک لگے۔" سُرمئی نگاھوں کا ارتکاز دور کہیں بہت دور جا رھا تھا۔

اُسے یہ وقت بہت کم ملتا تھا جب وہ یوں اپنے آپ سے مخاطب ھوتا تھا۔ اور اُس بہت کم سے وقت میں بھی بہت کچھ سمو آیا تھا۔

اِسی اثنا دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ھوا تھا۔ احمد اُسکی جانب گھوما۔ رضاب اُسے نئے بنائے گئے ڈیزائنز کی معلومات دے رہا تھا۔

رضا شروع سے ھی اپنے کام کو لے کر بہت مخلص رھا تھا۔اُسکی قابلیت دن بدن مزید بہتر ھو رھی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ احمد کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔

"کچھ دن بعد میں کام کے سلسلے میں اسلام آباد جا رھا ھوں، میرے بعد یہاں کا چارج تم سنبھالو گے، تمہارے ساتھ میر گیلانی بھی مدد کے لئے موجود رھیں گے۔اسلام آباد سے پھر سیدھا لندن جانا ھے تو وقت لگ جائے گا۔اِس لئے بہت احتیاط سے کام کرنا۔باقی ساری معلومات تمہیں میر گیلانی دے دیں گے۔" وہ سنجیدہ انداز میں اُسے بتا رھا تھا۔رضا نے منہ بسور کر اُسے دیکھا۔اپارٹمنٹ میں ھوتا تو شاید وہ انکار کے لئے کئی بہانے ڈھونڈتا مگر یہ آفس تھا اور وہ آفس میں کبھی بھی اُسکا دوست نہیں رھا تھا۔وہ ہمیشہ اُسکا باس ھی ھوتا تھا۔

"لیکن میں کیسے سنبھال سکتا ھوں اتنا سب۔۔۔" اُس نے ہلکی سی آواز میں کہنا چاہا۔

"یہ تمہاری ذمہ داری ھے رضا۔۔۔اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا تمہیں آنا چاھئے۔۔۔اب جا سکتے ھو تم۔" احمد نے اُسی سنجیدگی سے کہا اور پھر نظریں لیپ ٹاپ پر جما

لیں۔رضا بے دلی سے اُٹھ کر چلا گیا۔اُسکے جانے کے بعد وہ چند پل یوں ھی دروازے کو دیکھتا رھا۔

★★★★★

وہ اُس وقت باہر گراؤنڈ میں پریکٹس کر رھی تھی۔اُس کے ساتھ مہک، ایلون اور میریکل تینوں تھے۔وہ اُن کے ساتھ فُٹ بال کھیلنے کی پریکٹس کر رھی تھی۔۔۔اُسے کسی بھی حال میں اِس مقابلے کو جیتنا تھا۔

وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس تھی، گھنگریالے بھورے بالوں کی پونی ٹیل کر رکھی تھی۔
اُسکے برعکس مہک معمول کے مطابق سیاہ گاؤن پہنے سر پر حجاب لپیٹے ھوئے تھی۔
مہک کبھی بھی اسپورٹس سے منسلک نہیں رھی تھی۔یہ تو علما تھی جو اُسے زبردستی گھسیٹ لائی تھی۔

تمہیں کیا لگتا ھے۔۔۔تم اِسے جیت لو گی؟" قریب ھی سے اتاش کی آواز اُس تک پہنچی تھی۔وہ سامنے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا اُسے جانچتی نظروں سے دیکھ رھا تھا۔اُسے دیکھ کر وہ

www.novelsclubb.com

رُکی اور فٹبال ھاتھ میں لئے اُس کے مقابل جا کھڑی ھوئی۔ وہ پُر اعتماد انداز میں اُسے دیکھ رھی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ھے؟" اور ھمیشہ کی طرح اُس نے پہلے اُسکا خیال جاننا پسند کیا تھا۔ وہ اگر کہہ دیتا کہ ھاں تم جیت سکتی ھو تو وہ جیتنے کی ہر ممکن کوشش کرتی، اور وہ اگر کہہ دیتا کہ تم نہیں کر سکتی تو وہ کبھی کوشش ھی نہ کرتی جیتنے کی۔

"مجھے لگتا ھے کہ تمہیں اپنی قابلیت پر یقین ھونا چاھیئے۔" وہ اُسکی آنکھوں میں دیکھتے ھوئے بولا۔

"تو پھر مجھے لگتا ھے کہ مجھے اپنی قابلیت پر یقین ھے۔" وہ مسکرائی اور پھر دوبارہ اُن کے ساتھ فٹبال پریکٹس کرنے لگی۔

"تم بھی آجاؤ۔۔۔" اُس نے اتاش سے کہا۔

اب وہ بھی اُن میں شامل ھو چکا تھا۔

اچانک پریکٹس کے دوران ھی فٹبال مہک کے ماتھے پر لگنے کی وجہ سے وہ لڑکھڑائی تھی۔ اور پھر ساتھ ھی وہ قریب پتھر کے بنچ سے ٹکرائی تھی۔وہ کراہ کر رہ گئی۔

"ہے مہک۔۔۔مکی تم ٹھیک ھو؟"ایلون اُس طرف بڑھا تھا۔وہ تینوں بھی اُس طرف بھاگے تھے۔

"ھاں میں ٹھیک ھوں۔۔۔"وہ اُسکے قریب ھی بیٹھا تھا۔مہک نے فوراً سیدھے ھونے کی کوشش کی،وہ نہیں چاھتی تھی کہ وہ اُسے ھاتھ بھی لگاتا۔

ایلون اُسکے یوں اُٹھنے پر خود بھی پیچھے ھو گیا تھا۔

"تمہارے تو ماتھے سے خون آرھا ھے۔۔۔"علما نے فوراً اپنے ٹریک سوٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی پٹی نکال کر اُسکے ماتھے پر رکھی۔وہ حفاظتی طور پر اِسے ساتھ ھی رکھتی تھی۔

"سوری مہک۔۔۔میری وجہ سے ھوا یہ سب۔"ایلون نے اُسے دیکھتے ھوئے معذرت کی۔وہ اِس لئے کہہ رھا تھا کیونکہ اُسی کے کِک کرنے کی وجہ سے ھی فٹبال تیزی سے مہک کو لگا تھا۔جس کی وجہ سے وہ لڑکھڑا کر گری تھی۔اور پھر وہ تو پہلی بار فٹبال کھیل رھی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔بس تھوڑا سا خون ہی رس رہا ہے، زیادہ درد نہیں ہے۔"

مہک اب اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔

"تم لڑکیاں بھی نا۔۔۔۔ کتنی کمزور ہوتی ہو۔۔۔"اسی اثنا کسی کی افسوس سے بھرپور آواز نے اُنہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔وہ درخت سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"مجھے بھی تو لگا تھا نا۔۔۔ لیکن میری بات الگ ہے، میں لڑکا ہوں، مضبوط ہوں۔۔۔اِتنی جلدی نہیں گرتا، خیر مجھے خوشی ہوئی کہ تم آج مقابلے میں آؤ گی، اچھی طرح پریکٹس کر کے آنا۔۔۔مقابلہ کرنے میں اور بھی مزہ آئے گا۔" وہ آخر میں ایک شیطانی مسکراہٹ علما کی طرف اُچھالتا واپس پلٹ گیا۔

"اِس کو تو میں چھوڑوں گی نہیں۔۔۔۔ سمجھتا کیا ہے خود کو۔"اِس سے پہلے کہ وہ کوئی چیز پکڑ کر اُسے پھر سے دے مارتی اناش نے علما کو مضبوطی سے پکڑ کر روکا تھا۔

"کیا کر رہی ہو۔۔۔ جانے دو اُسے، جو بھی کرنا ہوا مقابلے کے دوران کرنا۔"

www.novelsclubb.com

"اچھا میرے خیال سے مجھے ابھی چلنا چاہیئے۔۔۔آپ لوگ پریکٹس جاری رکھیں۔"

مہک نے کہا تو علما ایک بار پھر اُس طرف متوجہ ھوئی۔

"کہو تو میں بھی چلتی ھوں تمہارے ساتھ۔۔۔"

"نہیں میں ٹھیک ھوں بس۔۔۔ تم کھیل پر توجہ دو۔۔۔یہ مقابلہ جیتنا ھے تمہیں۔"وہ مسکرائی۔

ایلون ابھی بھی اُسے مجرموں کی طرح دیکھ رھا تھا۔

وہ علما کو بیسٹ آف لک کہہ کر چلی گئی،وہ سب پھر سے پریکٹس کرنے میں مصروف ھو چکے تھے۔

★★★★★

"کوئی اچھی سی بات بتا دیں اماں______کہ میرا دل ہلکا ھو جائے۔۔۔ایسے لگے کہ جیسے کچھ ھوا ھی نہیں۔"

وہ لیپ ٹاپ سامنے رکھے چائے بناتے ھوئے اُن سے ویڈیو کال پر مخاطب تھی۔

"لیکن ھوا کیا ھے؟"اُن کی آواز اُبھری تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس یونہی بیزاریت محسوس ھو رھی ھے۔۔۔کسی چیز میں دل نہیں لگ رھا۔"

اُنھوں نے ہولے زے مسکرا کر گہرا سانس لیا۔

"دیکھو مہک۔۔۔ھمیشہ سے ایک ھی مسئلہ رھا ھے انسان کا اِس دنیا میں ____ اور وہ ھے خواہش۔۔۔کسی بھی شے کو پالینے کی خواہش۔جب انسان کی زندگی خواہشات میں اُلجھ جاتی ھے نا،تب وہ پڑتا ھے مصیبت میں۔کتنے ھی لوگ آئے اور اپنی خواہشات کو پروان چڑھاتے چڑھاتے اِس دُنیا سے چلے بھی گئے۔لیکن ھوا کیا؟کون اپنی آرزو کو لئے ھمیشہ جیتا رھا؟کچھ لوگوں نے جو چاھا اُسے پالیا۔۔۔کچھ لوگوں کی خواہشیں ادھوری رہ گئیں۔۔۔مگر کیا ھوا کہ جنھوں نے پالیا وہ بھی مر گئے اور جو نہ پاسکے اُنہیں بھی جانا پڑا۔اور پھر ہم تو اپنے آپ سے یہ بھی نہیں کہہ پاتے کہ۔۔۔یہ زندگی ھے پاگل،ہمیشہ تھوڑی نہ رھے گی۔۔۔کیوں پریشان ھوتے ھو؟ہم کبھی خود سے یہ کہہ ھی نہیں پائے،دل سے اجازت ہی نہیں ملی،نہ کبھی ہماری آرزوؤں

کا پردہ ہٹا اور نہ ہی ہم کبھی سچائی کو دیکھ پائے۔" وہ بولتی رہیں اور وہ چائے کو کپ میں انڈیلتے ہوئے اُنہیں بغور سنتی رہی۔

"ہم انسانوں کا تو المیہ ہی یہ ہے۔ حقیقت کو جانتے ہوئے بھی اُس سے منہ موڑ لینا۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسان کبھی خوش نہیں رہ پایا۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔

"مگر اماں____انسان حقیقت کو تسلیم کر کے بھی کہاں خوش رہتا ہے؟ ہم تو کسی بھی حال میں خوش نہیں ہیں۔" مہک اب لیپ ٹاپ کی اسکرین کے سامنے اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔ اُسکے چہرے پر فسوں طاری تھا۔

"یہ کیا ہوا؟ تمہارے چہرے پر یہ نشان کیسا ہے؟" اُن کی نظر سب سے پہلے اُس چوٹ پر گئی تھی۔

"اوہ یہ۔۔۔ وہ فٹبال لگنے کی وجہ سے تھوڑی سی چوٹ آئی ہے لیکن اب ٹھیک ہے۔" وہ ماتھے پر لگی چوٹ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"دھیان سے کھیلا کرو۔۔۔بلکہ کیا ضرورت ہے فٹبال کھیلنے کی تمہیں۔"وہ خفا ہوئیں تھیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے اماں۔۔۔اصل میں علما کا مقابلہ ہے آج فٹبال کا،اِسی لئے اُس کے ساتھ پریکٹس کر رہی تھی تو اچانک ہی بس گر گئی اور بینچ سے سر ٹکرا گیا۔"اُس نے وضاحت کی۔

"چلو آئندہ خیال کرنا۔"

"آپ بتائیں نا جو بتا رہی تھیں۔۔۔ہم کبھی بھی خوش کیوں نہیں رہ پاتے؟"اُس نے بات کا رُخ دوبارہ وہیں موڑا۔

"ہم یہاں اِس دنیا میں خوش رہنے کے لئے تو نہیں آئے____ہمیں یہاں خوش رہنے کے لئے تو بھیجا ہی نہیں گیا ہے مہک۔۔۔۔ہمیں بھیجا گیا ہے راضی رہنے کے لئے۔۔۔۔ہر حال میں راضی رہنے کے لئے،پھر چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"وہ اسکرین پر اُبھرتی مہک کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہیں تھیں۔

"زندگی ہمیں راضی رہنے کا موقع کب دیتی ھے اماں؟" وہ بے حد اُلجھی ھوئی لگ رھی تھی۔

"زندگی ہمیں ہر موڑ پر راضی رھنے کے مواقع دیتی ھے بیٹے۔۔۔جب جب ہم پر مصیبت آتی ھے، جب جب ہم تکلیف سے گزرتے ھیں، زندگی ہمیں موقع دیتی ھے، صبر کرنے کا۔ جب جب ھمیں خوشی ملتی ھے، زندگی ھمیں موقع دیتی ھے، شکر کرنے کا۔ ہماری زندگی میں دو ھی تو چیزیں ھیں، ایک خوشی اور دوسرا غم۔ جب بھی یہ دو چیزیں ہماری زندگی میں آتی ھیں، زندگی ھمیں موقع دے رھی ھوتی ھے۔ پھر یہ ھم پر منحصر کرتا ھے کہ ہمیں راضی رھنا ھے یا خلاف ورزی کرنی ھے۔۔۔ اللہ بہت حکمت والا ھے مہک، اُس نے انسانوں کو بنایا ھے تو وہ یہ بھی جانتا ھے کہ اِن سے کیسے نمٹنا ھے۔" زرنا اماں نے کہہ کر آخر میں اثبات میں سر ہلایا جیسے واقعی اپنی بات کی تصدیق کر رھی ھوں۔

"میں شاید ابھی اُس مقام تک نہیں پہنچی کہ بے نیاز ھو جاؤں۔۔۔ ہر چیز سے۔" وہ گہری نظروں سے کی بورڈ کو دیکھ رھی تھی۔

"جب اُس مقام تک پہنچو گی تو بے نیازی خود بخود ہی آ جائے گی۔۔۔ مگر یاد رکھنا،اِس قدر بھی بے نیاز نہ ھو جانا کہ تمہارے اندر کا انسان مر جائے،اللہ بے نیاز ھے اور انسان میں اللہ کی صفات کا ھونا غنیمت ھے، مگر ایک حد تک۔"اُن کی بات اُسکے ذہن میں بیٹھ رھی تھی۔اُس نے اثبات میں سر ہلاتے ھوئے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

اور اب اپنا آج کا سارا وقت وہ اُنہی کی باتوں کو سوچنے میں لگانے والی تھی۔

★★★★★

اور وہ وقت آ گیا تھا جب اُسے میدان میں اُترنا تھا۔اُسکے ساتھ اُسکی ٹیم میں ایلون، میریکل،اتاش،ایلینور اور کچھ اور دوست بھی شامل تھے۔ جبکہ مخالف سمت وُولف واکر تھا اور اُسکے ساتھ،ووکس،مائیکل،ہیزل،ایمیلیا اور اُسکے گروپ کے چند اور لڑکے تھے۔

وہ دونوں ھی میدان کے درمیان ایک دوسرے کے مقابل سینے پر ھاتھ باندھے کھڑے تھے۔

"ھاں تو ابھی فیصلہ کر لیتے ھیں۔ اگر تم ہاری تو تم اگلے ایک مہینے تک کلاس روم میں نہیں جاؤ گی اور اُس ایک مہینے میں تمہیں ہر روز مجھے ایک چاکلیٹ دینا پڑے گی۔۔۔اور اگر میں ہارا تو مجھے بھی یہی کرنا ھو گا۔ بولو منظور ھے؟" وہ اپنی ازلی شریر مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"دیکھو وُولف! نہ تو تم بچے ہو کہ چاکلیٹ کھاؤ گے اور نہ ھی میں اتنی لائق ھوں کہ مجھے ایک مہینے کے لئے کلاس سے غیر حاضر رہنا پڑے۔۔۔ تو بہتر یہی ھو گا کہ اپنی شرائط کو بدل دو۔" وہ چہرے پر معصومیت لاتے ھوئے بولی۔ ارد گرد کھڑے تمام اسٹوڈنٹس نے اُسکی بات پر قہقہہ لگایا تھا۔ وُولف نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"ٹھیک ھے پھر اگر تمہیں میری شرائط پسند نہیں ھیں تو خود ھی بتا دو، مجھے تمہاری ہر شرط قبول ھو گی۔" اُسکی آنکھوں میں ایک بار پھر وہی چمک آ چکی تھی۔

"اگر تم ہارے تو تمہیں مجھے میری ٹیم کو مائیکل کے ہوٹل پر مفت میں کھانا کھلوانا پڑے گا اور اگر ہم ہار گئے تو ہم تمہیں کھلائیں گے۔" وہ شانے اچکا کر بولی۔

"بہت ھی کوئی سستی شرط رکھی ھے۔۔۔ چلو مان لیتا ھوں۔" وہ جیسے بے دلی سے بولا۔

اور گیم شروع ہو چکی تھی۔ علما کے پاس کِک تھی۔ اُس نے فٹبال اتاش کی طرف پھینکا تھا۔ وہ اُسے دوسری جانب لے جا رہا تھا۔ دوسری ٹیم کے ڈیفینڈرز بہت اچھے تھے۔ وہ اِن کو فٹبال گول کیپر تک لے جانے ھی نہیں دے رہے تھے۔ بہت دیر تک وہ بس فٹبال کو ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کھلاڑی تک بھیجتے رہے۔

"اتاش تمہیں فٹبال ہیزل کے قریب لے جا کر آگے کِک کرنا ہو گا۔" علما نے فٹبال اتاش کی طرف پھینکا تھا۔ وہ اُسے لے کر آگے جانے والا تھا مگر ووکس نے اُسے دھکا دیا تھا وہ نیچے جا گرا۔۔۔ فٹبال اب وُولف کے پاس جا پہنچا تھا۔ اُس نے اُسے ایمیلیا کی جانب پھینکا۔ اُسی پل ایلون نے ایک جھٹکے سے فٹبال اُس سے لیا۔ اُس نے فٹبال کو ایک زوردار کِک کیا تھا جس کے ساتھ ھی وہ خود بھی گراؤنڈ پر گرا تھا۔ فٹبال مائیکل (گول کیپر) نے روک لیا تھا، اور یوں اسے گراؤنڈ میں دوبارہ پھینکتے ھوئے وہ نیچے گرا تھا۔ مگر علما نے اُسی وقت پھر سے فٹبال کو کِک کیا۔ اِس بار وہ تیار نہیں تھا۔ وہ فٹبال روک نہیں پایا تھا۔ علما کی ٹیم کا ایک گول ہو چکا تھا۔

وہ بہت خوش ھوئی تھی، اُس نے اپنے ٹیم میٹس کے ساتھ ھاتھ ملائے تھے۔

ہجوم میں اچانک ھی شور مچ گیا تھا۔وُولف واکر نے بالوں میں ھاتھ پھیرا۔ایک اور راؤنڈ شروع ہو گیا تھا۔دونوں ٹیمیں صرف اور صرف جیتنے کے لئے کھیل رھی تھیں۔

کسی ایک کے جیتنے میں ابھی وقت باقی تھا۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وُولف کی ٹیم نے بھی ایک گول کر لیا تھا۔وقت سرکتا جا رھا تھا۔

مقابلہ اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا۔۔اور یہ آخری گول تھا جو جس کی قسمت میں ھوتا وہ جیت جاتا۔دونوں ٹیموں کے اب تک کے گول برابر ھو چکے تھے اور یہ آخری گول تھا۔کیونکہ وقت ختم ھونے والا تھا۔

"ھمیں کسی بھی حال میں اِسے جیتنا ھے۔" علما نے اپنی ٹیم سے کہا تھا۔

اور وہ چار بار فٹبال نیٹ کی جانب پھینک چکے تھے لیکن مائیکل ایک بہت اچھا کیپر ثابت ھوا تھا۔۔اُس نے ایک بار بھی گول نہیں ھونے دیا تھا۔

وُولف نے فٹبال اپنی طرف پھیرا۔وہ ایک اچھا کھلاڑی تھا وہ کسی کو اپنے قریب تک نہیں آنے دے رھا تھا۔وہ فٹبال دوسری طرف لے جا چکا تھا۔اُسی لمحے اتاش خود کو گراؤنڈ پر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گھسیٹتے ہوئے وہ فٹبال اُس سے لے گیا۔اُس نے وہ فٹبال علما کو پھینکا تھا۔ علما اُسے واپس دوسری جانب لے آئی تھی۔ایمیلیا اُس کے قریب آ چکی تھی۔اِس سے پہلے کہ وہ اُس سے فٹبال لے پاتی علما نے فٹبال ایلون کی طرف پھینکا تھا۔اور اگلے ہی لمحے ایلون نے فٹبال نیٹ میں پھینکا۔۔۔مائیکل کے ہاتھ فٹبال تک نہیں پہنچ پائے تھے۔وہ پٹخ کر نیچے گرا تھا۔اور اِسی کے ساتھ آخری سیکنڈ بھی ختم ہوا تھا۔

علما کی ٹیم جیت چکی تھی۔وہ سب ہی خوشی سے کود رہے تھے۔ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔اسٹوڈنٹس کا ہجوم تالیوں اور چیخوں سے جھوم اُٹھا تھا۔

علما بہت خوش تھی لیکن اب یہ وقت تھا وُولف کو اکڑ دِکھانے کا۔وہ اُس کے سامنے فاتحانہ انداز میں آ کھڑی ہوئی تھی۔وہ بھی اُسے چبھتی نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اِس سے بڑھ کر یہ کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا رہا تھا۔

"ھاں تو مسٹر وُولف واکر!!

علما نے اُسکے کندھے کو اپنے ھاتھ کی انگلیوں سے جھاڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیسے مزاج ہو رہے ھیں؟اوہ سوری۔۔۔ہار کے بعد کے احساس اور مزاج کیسے ہو سکتے ھیں بھلا۔۔۔لیکن یقین جانو تو مجھے واقعی بہت مزہ آیا تم سے مقابلہ کر کے۔مضبوط مرد کے ساتھ مقابلہ کر کے۔" وہ اُسے چڑا رہی تھی۔

"اب شرط پوری کرنے کا وقت آگیا ھے۔" علما نے مسکراتے ھوئے کہا۔اُسے دل میں ٹھنڈ پڑتی ھوئی محسوس ہوئی تھی۔

"ھاں بالکل۔۔۔مجھے بھی بہت مزہ آیا۔۔۔اور ہاں اب میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔۔۔ضرور کروں گا۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ھوئے مسکرا کر بولا۔

"تو پھر دیر کیسی۔۔۔چلو گائیز۔۔۔ہمیں مائیکل کے ہوٹل جانا ھے۔" وہ جوش سے اپنی ٹیم کو پکارتی آگے بڑھ گئی۔

★★★★★

"بہت اچھا لگا آپ سے مل کر تائی۔۔۔آپ بھی کبھی چکر لگائیں نا گاؤں کا۔" وہ اُن سے سر پر پیار لیتا جانے کے لئے تیار کھڑا تھا۔

اسد صبح ھی اُس سے مل کر آفس کے لئے نکل چکا تھا۔

"ھاں ضرور۔" فاطمہ خاتون نے مسکراتے ھوئے بس اتنا ھی کہا تھا۔

"چلتا ھوں۔۔۔خیال رکھئے گا اپنا۔" اُس نے کہا اور پھر جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

"اچھا اللہ امان۔۔۔وہ جاتے ھوئے ذرا انا کو بھی پیغام دیتے جانا کہ اب گھر آ جائے، صبح سے اصطبل گئی ھوئی ھے، اِسے گھوڑوں سے ھی فرصت نہیں۔"

اُن کے کہنے پر اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

دروازے کے قریب کھڑے کریم نے اُسے سلام کیا تھا۔ وہ سر کو خم دیتا آگے بڑھ گیا۔

سفید گھوڑے کے قریب لکڑی کے بنے تختے پر بیٹھی وہ سادہ شلوار قمیض میں ملبوس تھی، دوپٹہ کندھے پر جھول رھا تھا۔ سیاہ بالوں کو چوٹی میں گوندھے اُس کے گلابی چہرے پر سیاہ موٹی آنکھیں چمک رھی تھیں۔

"احمد بھائی کو یاد کر رہے ہو نا۔۔۔میں بھی بہت یاد کر رہی ہوں اُنہیں۔ہم دونوں بالکل ایک جیسے ہیں شاہو۔۔۔ہم دونوں ہی احمد بھائی سے محبت کرتے ہیں،اور دونوں ہی اُن کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"وہ گھوڑے کے سفید چمکتے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چہرے پر تبسم سجائے ہوئے تھی۔

"اور ہم دونوں ہی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں احمد بھائی ملے۔۔۔ورنہ ہماری زندگی کتنی بے معنی سی ہوتی نا شاہو؟

اچھا ایک بات تو بتاؤ؟تم تب کیا محسوس کر رہے تھے جب وہ تمہیں زخمی حالت میں اُٹھا لائے؟"وہ بولی۔سیاہ آنکھیں خالی تھیں۔

www.novelsclubb.com

گھوڑے نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔اُسے لگا جیسے وہ بتانا نہیں چاہتا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔میں اصرار نہیں کر رہی،مجھے اندازہ ہے کہ تمہیں کیسا محسوس ہو رہا ہوگا۔"وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

تب ہی کسی کے قدموں کی آہٹ نے اُسے متوجہ کیا تھا۔

وہ آخور کے قریب کھڑا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تائی تمہیں بلا رہی تھیں۔" انا کے دیکھنے پر وہ فوراً ہی بولا۔

"کہہ رہی تھیں کہ اِن گھوڑوں سے فرصت ہی نہیں تمہیں۔" وہ ایک بار پھر بولا۔ وہ مسکرائی تھی۔

"تمہیں ایک اور بات مل گئی مجھے چِڑانے کے لئے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم ہر وقت بس یہی کیوں سوچتی ہو کہ میں تمہیں تنگ کرنے آتا ہوں؟"

"کیونکہ تم ہر بار بس یہی کرنے آتے ہو الماان۔" اُسکا لہجہ عام تھا۔

"جانتا ہوں کہ شاہو سے بہت محبت کرتی ہو تم۔۔۔ احمد بھائی کا گھوڑا ہے وہ۔۔۔ اُن کی غیر موجودگی میں اسے وقت تو دینا ہی ہے تمہیں۔" وہ شاید آج پہلی بار اُس سے سلیقے سے بات کر رہا تھا۔

"تمہیں کیا ھوا؟ ٹھیک تو ھو تم؟" انا کے پوچھنے پر وہ بس ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"میں تو بس اِس لئے پوچھ رھی تھی کہ عموماً تمہاری خیریت کا اندازہ تمہاری باتوں سے ھوتا ھے۔" وہ کن اکھیوں سے اُسے دیکھتے ھوئے بولی تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"اس قدر جاننے لگی ھو تم مجھے کہ باتوں سے ھی خیریت معلوم کر لیتی ھو۔۔۔؟ قسم سے ایسی فکر تو میرے گھر والے بھی میری نہیں کرتے۔" اور اُسکا انداز لوٹ آیا تھا۔ انا نے نظریں گھما لیں۔ بھلا یہ انسان بھی کبھی سدھر سکتا ھے؟ اس نے بے اختیار ھی سوچا۔

"اچھا چلو اب جاؤ۔۔۔ یا پھر مجھے گھر چھوڑ کر ھی جاؤ گے۔۔۔؟ بلکہ رھنے دو، ھمیشہ کی طرح مجھے ھی جانا ھو گا، تم تو ایک جگہ ھی ایلفی لگا کر جم جاتے ھو۔"

وہ بولی اور پھر شاہو کے سر پر ھاتھ پھیرتی باہر جانے لگی۔

مگر اُسی لمحے کریم بھاگتا ھوا اصطبل میں داخل ھوا تھا۔ وہ بے حد بوکھلایا ھوا لگ رھا تھا۔ انا اُسے دیکھ کر وہیں رُک گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا ھوا کریم چچا؟ آپ ٹھیک تو ھیں؟" وہ تیزی سے آگے بڑھ کر پوچھنے لگی۔ الماں بھی اُس طرف بڑھا تھا۔

"وہ۔۔۔انا بیٹی۔۔۔ وہ فاطمہ بی کو گاؤں سے فون آیا ھے۔۔۔ ابراھیم چوہدری کو قتل کر دیا گیا ھے۔" کریم پھولے ھوئے سانس لئے کہہ رہا تھا۔ قدموں کے نیچے سے زمین سرکنے لگی تھی۔۔۔ الماں کو لگا جیسے اُس نے کچھ غلط سنا ھے۔ انا نے منہ پر ھاتھ رکھ کر بمشکل اپنی چیخ کو روکا تھا۔

"آپ۔۔۔ آپ کو پتا بھی ھے کہ آپ۔۔۔ کیا کہہ رھے ھیں کریم چچا؟" الماں نے کریم چچا کو بازوؤں سے تھام کر خشک ھوتے لبوں سے کہا تو آواز جیسے کسی کھائی سے آتی ھوئی محسوس ھوئی تھی۔

"میں سچ کہہ رہا ھوں الماں صاحب۔۔۔" کریم سر جھکائے بس اتنا ھی کہہ پایا تھا۔ سانسیں رُک جانا کسے کہتے ھیں الماں ابراھیم کو اُس لمحے محسوس ھوا تھا۔

انا کی آنکھوں میں نمی دوڑنے لگی تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے تیزی سے بھاگتی ہوئی اصطبل سے باہر نکل گئی۔ اُسکا تنفس بگڑنے لگا تھا۔ اتنے مصائب سے آزادی حاصل کر لینے کے بعد۔۔۔ مشکلات کو دور کر کے اُن سے پیچھا چھُڑا لینے کے بعد اور سکون کے چند سانس لینے کی چاہ کے بعد اب اُنہیں خبر بھی ملی تو کونسی۔۔۔؟ موت کی خبر۔۔۔؟

★ ★★★★★

ابراہیم چوہدری کے قتل کی خبر ہر جگہ پھیل گئی تھی۔ یہ گاؤں گجرات کے بالکل ساتھ تھا۔ گجرات کے علاوہ اور بھی کئی جگہوں تک یہ خبر پہنچ چکی تھی۔

وہ، المان اور فاطمہ خاتون گاؤں پہنچ چکے تھے۔ اسد کو پہلے ہی علم ہو چکا تھا اِس لئے وہ وہیں پر تھا۔ گھر میں خواتین کی آہ و بکا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ شام کے وقت جنازے کے بعد تمام آئے ہوئے لوگ واپس جا رہے تھے۔ کچھ وہیں رُک گئے تھے۔ سب کچھ ہوتا جا رہا تھا اور کوئی اِسے ہونے سے روک بھی نہیں پا رہا تھا۔ کیا انسان کو قبر میں جانے سے روکا جا سکتا ہے؟

گاؤں میں جیسے کوئی عذاب آن پڑا تھا۔ابراہیم چوہدری کی موت سب کے لئے حیرت و دکھ کا باعث بنی تھی۔اِس گاؤں میں انسان اور درندے ایک ساتھ پلتے تھے۔

وہ درندوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے اور انسان اُن کا غم منا رھے تھے۔

ابراہیم چوہدری کی بیوی فاریہ خاتون روتے روتے بے حال ھو رھی تھیں۔اُن کی تینوں بیٹیاں ابھی چھوٹی تھیں۔سفینہ کی عمر اٹھارہ برس تھی،شازیہ کی پندرہ برس اور ماریہ ابھی صرف بارہ سال کی تھی۔البتہ المان اُن تینوں سے بڑا تھا اُسکی عمر بائیس سال تھی۔

ماریہ کی حالت باقی سب سے مختلف تھی۔وہ اپنی جگہ ساکت بیٹھی تھی۔وہ صبح سے نہ کسی کو سن رھی تھی نہ ھی بول رھی تھی۔انا کبھی اُسے گلے سے لگاتی، کبھی اُسکے ھاتھ تھامتی اُسے دلاسے دے رھی تھی، مگر وہ سُن ہی رھی۔سب کو لگ رھا تھا جیسے وہ کبھی بولے گی ھی نہیں۔

زندگی بھی کبھی کبھی کتنی بے رحم ھو جاتی ھے نا۔۔انسان کو چپ کروا دیتی ھے۔۔۔بالکل چپ۔۔۔!!

صدمہ بہت بڑا تھا۔اُس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کو جان سے جاتے دیکھا تھا۔وہ اُس تصویر کو اپنے ذہن سے جھٹکنا چاہتی بھی تو نہ جھٹک پاتی۔

فاطمہ خاتون، فاریہ کے پاس بیٹھیں اُنہیں تسلیاں دے رہی تھیں۔المان جنازے کے بعد سے ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا۔

میں کہتی بھی تھی اُنہیں۔۔۔کہ یوں بے دھڑک باہر کو نہ نکلا کریں۔۔۔بہت دشمن" تاک لگائے بیٹھے ھیں۔۔۔مگر وہ۔۔۔وہ سنتے کہاں تھے۔۔۔کہتے کہ زندگی موت تو اللہ کے ھاتھ میں ھے۔۔۔اور میں موت سے نہیں ڈرتا۔"فاریہ خاتون روتے ھوئے بتا رھی تھیں۔

اُن کے پاس خاندان کی دوسری خواتین بھی تھیں۔وہ سب ایک کمرے میں جمع تھیں۔

www.novelsclubb.com

انا، سفینہ، شازیہ اور ماریہ کو لے کر الگ کمرے میں چلی گئی تھی۔اُن کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔انا خود بھی رو رھی تھی مگر اُنہیں تسلی دینا اِس وقت سب سے زیادہ ضروری تھا۔

دیکھو۔۔۔ماریہ بچے، زندگی اللہ کی امانت ھے۔۔۔وہ ھم سب سے اِسے واپس لے کر" ھی رھے گا۔۔۔ ھم لوگوں کو جانے سے روک نہیں سکتے، ھمیں اُن کے لئے دعا کرنی چاھئے۔"

وہ اپنے سامنے بیٹھی اُس بچی سے مخاطب تھی جو اِس وقت گہرے صدمے کے زیرِ اثر تھی۔ وہ بہت دیر چُپ رھی۔ قریب بیٹھیں شازیہ، اور سفینہ دونوں مسلسل رو رھی تھیں۔ وہ اُنہیں بھی تسلیاں دیتی رھی۔

میں نے اُس شخص کو دیکھا تھا آپا۔۔۔" کچھ دیر بعد ماریہ بولی تو آنکھوں میں کرب تھا۔"

کس شخص کو دیکھا؟" انا نے اچھنبے سے اُسے دیکھتے ھوئے پوچھا۔"

میں نے بابا کو گولی لگتے ھوئے دیکھا ھے۔" اِس بار وہ ضبط قائم نہیں رکھ پائی تھی۔ وہ" پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ انا کو لگا جیسے کسی نے اُس کا دل اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ھو۔ ماریہ اب کے ہچکیوں سے رو رھی تھی۔ انا بھی اپنی آنکھوں میں اُمڈتے سیلاب کو روک نہیں پائی تھی۔ اُس نے ماریہ کو گلے سے لگا لیا تھا۔ جانے وہ کتنی ھی دیر اُسکے ساتھ لگی روتی رھی تھی۔

www.novelsclubb.com

بہت دیر کے بعد وہ انا سے الگ ہوئی تھی۔

کیا ہوا تھا؟" انا نے اُس سے پوچھنا چاہا مگر اُسکا سانس جیسے اٹک گیا تھا۔اُس نے گلاس" میں پانی بھر کر ماریہ کو دیا پھر اُسکے قریب ھی بیٹھ گئی۔

ماریہ نے اُسے سارا واقعہ سنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہ صبح معمول کے مطابق سکول میں تھی۔شازیہ بھی اُسکے ساتھ ھی سکول گئی تھی۔ سکول کے باہر ایک ڈھابہ تھا جس کے باہر رکھے لکڑی کے بنچ پر اُسکے بابا بیٹھے تھے۔ماریہ کلاس میں ٹیچر کی عدم موجودگی کے باعث خود ھی بچوں سے سبق سن رھی تھی۔ جس جگہ وہ کھڑی تھی وہاں کھڑکی سے وہ جگہ صاف دکھائی دے رھی تھی جہاں اُسکے بابا موجود تھے۔جب اچانک ھی اُس نے سیاہ چادر لئے ھوئے شخص کو اُن کی جانب بڑھتے ھوئے دیکھا۔اُس کے ھاتھ میں بندوق تھی۔وہ تھا حکیم شاہ کا بڑا بیٹا شہیر شاہ۔ماریہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں تھیں۔

وہ اُنہیں آواز دینا چاھتی تھی۔وہ اُنہیں بتانا چاھتی تھی کہ وہاں سے ہٹ جائیں۔ مگر آواز جیسے کہیں کھو گئی تھی۔اُسے لگا جیسے کسی نے اُس سے آواز چھین لی ھو۔ لیکن آواز دینے کے لئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب شاید بہت دیر ھو چکی تھی۔وہ اپنی نظروں کے سامنے اپنے محبوب ترین شخص کو گولی لگتے ھوئے دیکھ رھی تھی۔وہ مکروہ شخص گولی چلاتے ھی وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

گولی کے ساتھ ھی ماریہ کی چیخ پورے کلاس روم میں گونج کر رہ گئی تھی۔

انا نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔وہ کن الفاظ کا استعمال کرتی کہ جو اِس بچی کے دُکھ کو کم کر سکتے۔۔۔!!

★★★★★★★

رات کی تاریکی پھیلنے کے ساتھ ساتھ دھند بھی بڑھتی جا رھی تھی۔وہ قبرستان میں اُن کی قبر کے سامنے بیٹھا تھا۔وہ رو رھا تھا۔وہ یوں تو نہ رویا کرتا تھا۔

موت پاگل کر دیا کرتی ھے،وہ تو پھر بس رو رھا تھا۔

وہ خود کو وہاں سے باہر نہیں لے کر جا پا رھا تھا۔وہ تو خود کو وہاں سے گھسیٹ بھی نہیں پا رھا تھا۔یوں لگ رھا تھا اُن کے ساتھ ھی اُسے بھی دفن کر دیا گیا ھے۔

اُسی لمحے اُس کے کندھے پر کسی نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔الماں نے چہرہ اُٹھا کر اوپر دیکھا۔ وہاں اندھیرے میں اُسے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

اُٹھو الماں۔۔۔گھر چلو۔"وہ اسد تھا۔الماں جواب نہیں دے پایا۔اسد نے اُسے " کندھوں سے تھام کر اُٹھایا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔الماں نے اپنے آنسو صاف کر لئے تھے۔وہ اتنا کمزور نہیں تھا۔وہ اسد بھائی کے سامنے بچوں کی طرح نہیں رو سکتا تھا۔

بھائی بابا کا کیا قصور تھا؟"قبرستان سے نکلتے ھی اُس نے رُک کر اسد سے پوچھا تھا۔"

،کوئی قصور نہیں تھا اُن کا،یہ دنیا قصور نہیں دیکھتی الماں۔۔۔دنیا بس سزا دینا جانتی ھے" قصور چاھے جس کا بھی ھو۔"اسد نے سنجیدگی سے کہا اور پھر اُسے کندھے سے تھام کر لے گیا۔

گھر پہنچ کر اُس نے صحن میں عالم تایا اور سلطان چچا کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھا تھا۔

اُن دونوں کا خسارہ باقی سب کے خسارے سے مختلف تھا۔وہ ایسے مرد تھے جنہیں ہر چیز تسلیم کرنا آتی تھی،بغیر روئے،بغیر شور مچائے۔یونہی تو اُنہیں سنگدل نہیں کہا جاتا تھا۔سنگدلی کی زندہ مثال تھے وہ دونوں۔

سلطان چچا تو ابراہیم کے قتل پر غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے، وہ تو حکیم شاہ اور اُسکے خاندان کو قتل کرنے پر تیار تھے مگر جو کچھ اُن کی وجہ سے پہلے ہو چکا تھا اُسکی وجہ سے وہ خاموش رہے۔

الماں اُن پر ایک تکلیف دہ نگاہ ڈال کر آگے بڑھ گیا تھا۔

جبکہ اسد اُن دونوں کے ساتھ جا بیٹھا تھا۔

جو کچھ بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ہم چپ نہیں بیٹھیں گے۔۔۔ قاتلوں کو اُن کی سزا ضرور ملے گی۔" اسد اُن کے پاس بیٹھتے ہی سنجیدگی سے بولا تھا۔

حکیم شاہ کی ہمت بھی کیسے ہوئی۔۔۔ کس طرح وہ دن کے اُجالے میں سرِ عام میرے بھائی کو قتل کروا سکتا ہے۔" سلطان چوہدری ایک بار پھر غضب کے عالم میں کہہ رہے تھے۔

اِس کا نتیجہ اُسے بھگتا پڑے گا۔۔۔ جانتا نہیں ہے وہ کہ کس سے پنگا لے رہا ہے۔" وہ ایک بار پھر بولے۔

"ھمیں اُسکے خلاف کاروائی کے لئے ایک گواہ چاھئے جو اِس سارے واقعے کو حقیقی طور پر بیان کرے۔۔۔ لیکن اُس سے پہلے ایف آئی آر درج کروانی ھو گی۔" عالم چوہدری نے سوچتے ھوئے ٹھنڈے لہجے میں کہا تھا۔

"اور یہ گواہی کون دے گا؟ وہاں اگر کوئی شخص موجود بھی تھا تو وہ شاہ خاندان کے خلاف گواہی ہر گز نہیں دے گا۔۔۔ لوگ لوگوں کے لئے اپنی جان نہیں گنواتے۔" سلطان کے چہرے پر غصے کے تاثرات ویسے ہی تھے۔

"ایک ھی شخص ھے جو گواہی دے سکتا ھے۔۔۔" عالم چوہدری نے ایک بار پھر سوچتے ھوئے کہا تو سلطان نے اُنہیں سوالیہ نگاھوں سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★★

ابراہیم چچا کو سرِ عام قتل کر دیا گیا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رھی تھی کہ وہ کیا کرے۔۔۔ احمد اُس وقت گاڑی میں تھا جب اُسے یہ خبر ملی تھی۔ اور اُسکا ایکسیڈینٹ ھوتے ھوتے بچ گیا تھا۔

وہ تب سے گھر نہیں گیا تھا۔اِس وقت بھی وہ ساحل کنارے بے مقصد کھڑا تھا۔اِتنی ٹھنڈ میں بھی اُسے اپنے اندر جلن ہوتی ہوئی محسوس ہورھی تھی۔ سر مئی آنکھوں میں سُرخی اُترتی جا رھی تھی۔وہ اُنہیں بچا نہیں پایا تھا۔۔۔وہ وہاں پر نہیں تھا اور یہ بات ھی اُسکے لئے بے حد کرب ناک تھی۔

مجھے وہاں ھونا چاھئے تھا۔۔۔۔"اُس نے سوچا۔اور کرب سے آنکھیں میچ لیں۔اُسے" اپنے اندر لاوا ابلتا ھوا محسوس ھونے لگا تھا۔

احمد تم اِن سب سے مختلف ھو،چوہدری خاندان میں اِس سے پہلے میں نے ایسا شخص" نہیں دیکھا۔تم میں کچھ ھے جو تمہیں تمہارے خاندان سے جدا دِکھنے پر مجبور کرتا ہے۔۔۔جانتے ھو وہ چیز کیا ھے؟تمہاری سوچ۔"اُسے ابراہیم چچا کی باتیں یاد آرھی تھیں۔وہ نہایت نرم اور خوبصورت انسان تھے۔اُنہوں نے کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی تھی۔وہ تو کسی سے نہیں اُلجھتے تھے پھر کیوں اُن کے ساتھ ھی ھوا یہ۔

احمد وہیں بیٹھ گیا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ نگاہیں یوں لال تھیں جیسے ابھی خون ٹپک پڑے گا۔

اور کتنے بے گناہوں کو یوں بے موت مرنا پڑے گا؟

اُس لمحے اُس نے خود کو بے بس پایا تھا۔

★★★★★★★

نو سال قبل۔۔۔۔۔۔۔۔

سلطان چوہدری، ایک کامیاب لیکن بے رحم پولیس آفیسر تھا۔ اُس کا قد دراز اور وجیہہ چہرہ بارعب تھا۔ سلطان چوہدری، فرقان اور عالم چوہدری سے چھوٹا اور ابراہیم چوہدری سے بڑا تھا۔ یہ اُسکے عروج کے دن تھے۔ وہ اپنی وردی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی بے گناہ کو بھی سزا دینے سے نہیں کتراتا تھا۔ غرض یہ کہ وہ اپنے تینوں بھائیوں سے الگ تھا۔ عالم چوہدری اُس سے بہت الگ طبیعت کے مالک تھے۔ اُن کی شخصیت میں رعب و دبدبہ اُن کے بھائی جیسا ہی تھا۔ کچھ چیزیں انسان کو وراثت میں ملی ہوتی ہیں اور وراثت میں ملی چیزیں بدلا نہیں کرتی۔ مگر ایسی

شخصیت کے ہوتے ہوئے بھی اُنہوں نے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا۔وہ ایک آرمی آفیسر تھے۔وہ سنگدل تھے اور حد درجہ سنگدل تھے۔ مگر وہ ظالم نہیں تھے۔دوسری طرف ،ابراہیم چوہدری تینوں بھائیوں سے چھوٹے تھے،وہ نیوی میں ہوا کرتے تھے،وہ خاموش طبع کسی کے معاملے میں نہ بولنے والے پُر سکون اور خوبصورت شخص تھے۔گاؤں کی پنچایت کے سرپنچ بھی تھے وہ۔اور اِسی لئے وہ لوگوں کے مسائل سلجھانے والے ایک اہم شخص بھی تھے۔ تب وہ وقت تھا جب عالم چوہدری الیکشنز کے لئے کھڑے تھے۔اور اُس سے حکیم شاہ اُن کی مخالف پارٹی کا حصہ تھا۔اُس کے دادا پر دادا سے ہی سیاست کی پیڑھی چلی آرہی تھی۔اور یہیں سے شروع ہوئی تھی اصل مخالفت!!

اُس روز وہ ایک سفید حویلی میں بیٹھے حقہ سامنے رکھے کش لگا رہے تھے۔وہ پانچ تھے۔ عالم چوہدری،اُن کا بڑا بیٹا اسد چوہدری، سلطان چوہدری،اُن کا ایک دوست شاہ ویز جعفری اور اُسکا بیٹا مرتضیٰ جعفری۔

سفید حویلی کا بڑا سا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ جس کے باہر اچانک ہی شور کی آوازیں اُبھرنے لگی تھیں۔

"یہ باہر شور کس قسم کا ہے؟" عالم چوہدری نے اُس سمت دیکھتے ہوئے کہا۔"

میں دیکھ کر آتا ہوں۔" اسد فوراً ہی بولا۔ اُسکی عمر تب سولہ برس تھی۔"

رُکو تم۔۔۔ میں جاتا ہوں۔" سلطان چوہدری نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہی اُٹھ کر داخلی دروازے کے قریب پہنچا۔ اُسکا قد اُس دروازے سے بھی کہیں اُونچا تھا۔"

اسد بھی اُس کے پیچھے آیا تھا۔

وہاں اسد کی عمر کے چند لڑکے بلاوجہ ہی شور کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک کے گلے میں ڈھول تھا جسے وہ بجاتا جا رہا تھا، باقی لڑکے اُس کے گرد ناچ رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟" سلطان چوہدری نے اپنی ازلی گرج دار آواز میں کہا۔"

www.novelsclubb.com

کیا آپ دیکھ نہیں سکتے؟ ہم یہاں پر جشن منا رہے ہیں۔"اُن میں سے ایک نے کہا" اور باقی سب نے اُس کی بات پر ایک ساتھ زوردار قہقہہ لگایا۔سلطان چوہدری کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

اگر جشن ہی منانا ہے تو اپنے گھر پر جاکر مناؤ۔۔۔یہاں ہماری حویلی کے دروازے پر آ" کر کیوں منا رہے ہو۔۔۔؟"سلطان نے سختی سے کہا۔

اُس لڑکے نے ڈھول بجانا بند کر دیا تھا۔جبکہ ایک لڑکا آگے بڑھ کر سلطان چوہدری کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔وہ اُسے تیکھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

گھر پر جشن منانے کا کیا مزہ؟مزہ تو تب ہے جب دشمن کے سامنے اپنی جیت کا جشن" منایا جائے۔۔۔یہ الیکشنز تو ہم ہی جیتیں گے،بتادو اپنے بھائی کو۔"اُس لڑکے نے سلطان چوہدری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بدتمیزی سے کہا تھا۔

سلطان چوہدری کی آنکھیں سُرخ ہونے لگی تھیں۔ایک کل کا لڑکا اُسکے مقابل کھڑا اُسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُس سے بدتمیزی کر رہا تھا۔وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا یہ؟

اُس لڑکے نے مزید کچھ ایسے الفاظ کہے تھے کہ سلطان چوہدری اپنے آپے سے باہر ھونے لگا تھا۔زندگی میں پہلی بار کسی نے سلطان چوہدری کے ساتھ ایسے الفاظ میں بات کی تھی۔یہ اُسکی شان کے خلاف تھا۔پیچھے کھڑے اسد کی آنکھیں بھی پھیلی ھوئیں تھیں۔وہ نہیں جانتا تھا کہ سلطان چوہدری اب اُس لڑکے کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔

وہ تو اگر اُسے ایک تھپڑ بھی دے مارتا تو وہ سڑک کے دوسرے کونے پر جا گرتا مگر سلطان چوہدری نے ایسا نہیں کیا۔

اُس نے اگلے ھی لمحے کپڑوں میں اڑسا پستول نکالا اور سامنے کھڑے اکیس بائیس برس کے لڑکے کے ماتھے سے بہت تیزی سے گولی گزری تھی۔کتنا وقت لگا تھا اِس سب میں؟ شاید ایک منٹ یا اِس سے بھی کم۔اور وہ لڑکا اپنی جان گنوا بیٹھا تھا۔

وہاں کھڑے دوسرے لڑکے فوراً ہی الگ الگ سمتوں میں بھاگ نکلے تھے۔

اسد کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کو تھیں۔دل پھڑ پھڑانے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

عالم چوہدری، شاہ ویز جعفری اور اُسکا بیٹا بھی گولی کی آواز پر داخلی دروازے کی طرف بھاگے تھے۔ سب کے چہرے حیرت سے گنگ نظر آرھے تھے۔ اور سلطان چوہدری نے اُس دن حکیم شاہ کے چھوٹے بیٹے سمیر شاہ کو قتل کر دیا تھا۔

انا پرستی اور خود پرستی جب حد سے بڑھنے لگیں تو بھیانک شکل اختیار کر لیتی ھیں۔ اتنی بھیانک کہ ہمارے ارد گرد کے لوگ اور ہمارے قریب ترین رشتے بھی ہم سے دور بھاگنے لگتے ھیں۔

سلطان چوہدری اپنے بھائیوں میں سے خوفناک شخص واقع ھوا تھا۔

حکیم شاہ کو جب اپنے بیٹے کی موت کی خبر ملی تو اُس کا غصہ آسمان کو چھو رھا تھا۔ دکھ اور غصہ جب ایک ساتھ انسان پر حاوی ھو جاتے ھیں تو انسان پاگل پن میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا ھے۔

www.novelsclubb.com

حکیم شاہ نے چوہدری خاندان کے خلاف ایف آئی آر درج کروانے میں ذرا بھی دیر نہیں کی تھی۔اُس نے سلطان چوہدری کے ساتھ ساتھ اُسکے بھائیوں اور اُن کے بیٹوں پر بھی ایف آئی آر درج کروائی تھی۔

چوہدری خاندان کے لئے یہ سارا واقعہ ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔

پولیس نے اُنہیں گھیر لیا تھا۔اور سلطان چوہدری کو جیل جانا پڑا تھا۔یہ انکوائری کئی سال تک چلتی رہی تھی کیونکہ جلد ہی اُن کی ضمانت ھو گئی تھی۔مگر حکیم شاہ نے اُنہیں آزاد گھومنے نہیں دیا تھا۔اُنہیں فرار ھونا پڑا تھا۔اور اگلے کئی سالوں میں جتنی مشکلات چوہدری خاندان کو اُٹھانی پڑی تھیں وہ شاید اُنہوں نے پہلے کبھی نہیں اُٹھائیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

اور پھر چھ سال بعد اُن کی باہم کورٹ میں صلح ھو گئی تھی۔اگلے تین سال ھونے کو آئے تھے اور آج اچانک ھی اُنہیں یہ خبر ملی تھی کہ حکیم شاہ کے بڑے بیٹے نے چوہدریوں سے اُن کے کئے کا بدلہ لے لیا ھے۔

★★★★★★★

"ہماری زندگی ہماری اپنی نہیں ھوتی۔اور ہم اِسی بات پر ناخوش رہتے ھیں کہ ھم سے زندگی چھین لی گئی ھے۔در حقیقت ہم سے زندگی چھینی نہیں جاتی اُسے واپس لیا جاتا ھے۔اور جو چیز اُدھار کی ھو اُسے واپس دیناہی پڑتا ھے۔"ٹھنڈی رات کے دوسرے پہر وہ چھت پر بے مقصد ہی کھڑا تھا۔گلابی پڑتی آنکھیں اندھیرے کے باعث نظر نہیں آتی تھیں۔وہ بھی اُسکے برابر میں قریب ہی کھڑی ٹھنڈے لہجے میں بول رھی تھی۔

"سفینہ اور شازیہ کمرے کے ایک کونے میں لگی رو رہی ھیں۔ماریہ کو بہت مشکل سے بستر میں لٹا کر آئی ھوں، مگر وہ بھی یقیناً بستر میں منہ دیے رو رہی ھو گی۔باپ کے دور جانے کا احساس مجھ سے بہتر کون جانے گا المان؟ تم بڑے ھو، تمہیں چاھئے کہ اپنی بہنوں کو تسلی دو،اُن کے سر پر ھاتھ رکھو اور کہو کہ تم اُن کے ساتھ ھو۔اگر چچا تمہارے ساتھ نہیں ھیں تو خود کو باقیوں سے دور مت کرو۔۔۔جو میسر ھیں اُن کی قدر کرو اور اُنہیں کھونے سے ڈرو۔"

اُسکی آواز میں نمی گُھل گئی تھی۔انا کو بہت دیر تک رونے کی وجہ سے اپنا سر پھٹتا ھوا محسوس ھو رھا تھا۔ابراھیم چچا جیسے شخص کا اُن کی زندگیوں سے چلے جانا ایک بہت بڑا نقصان تھا۔

الماں خاموش تھا،خاموش ہی رھا۔

"چپ مت رھو الماں۔۔۔جاؤ اور جا کر بات کرو اپنی بہنوں سے، تسلی دو اپنی ماں کو کہ ابھی وہ تنہا نہیں ھوئیں۔اِس گھر کے مرد ھو تم اور تم عورتوں کی طرح کمزور نہیں پڑ سکتے۔ عورت ھونا آسان نہیں ھوتا الماں، مرد کی تسلی کے بغیر کوئی بھی عورت چاھے کتنی بھی مضبوط کیوں نہ ھو، بکھر جاتی ھے۔۔۔اور وہ مرد، باپ، بھائی، شوہر یا بیٹا کوئی بھی ھو سکتا ھے۔یہاں کھڑے رہنے سے وہ واپس نہیں آئیں گے، تمہیں مضبوطی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔۔۔"انا کے چہرے پر اذیت تھی۔وہ ابھی مزید بول رھی تھی مگر الماں ایک جھٹکے سے مڑا اور پھر تیزی سے قدم اُٹھاتا نیچے چلا گیا۔

انا نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔اندھیرے میں نظر آتا اُسکے وجود کا عکس دُھندلا پڑ گیا تھا۔

وہ ضبط کھو کر رونے لگی تھی۔روتے روتے وہ وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔کوئی پرانا درد تھا جو دسمبر کی برف برساتی رات میں تازہ ہونے لگا تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے سینے میں تیروں کی برسات ہو رہی ہو۔انا نے خود کو اُس لمحے کمزور پایا تھا۔۔۔۔بے حد کمزور۔

وہ گھٹنوں میں منہ دیے رونے والی لڑکی نہ تھی۔مگر وہ گھٹنوں میں منہ دیے رو رہی تھی۔

کہنے کو وہ انا تھی۔۔۔۔انا زادی۔۔۔۔مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے والی مضبوط لڑکی۔اُس نے خود کو خود تعمیر کیا تھا۔

وہ خود کو ایک لمحے میں جتنا مضبوط محسوس کرتی اگلے ہی لمحے خود کو اُتنا ہی کمزور محسوس کرتی تھی۔

وہ لوگوں کے سامنے سخت گیر۔۔۔۔اور اپنے آپ میں ایک حساس لڑکی تھی۔۔۔وہ تھی انا زادی!

★★★★★★★★

"!!ڈپریشن، اینزائیٹی، اور دوسری دماغی بیماریوں کا علاج محض دس منٹ کے وقت میں"

ٹی وی پر نشر ہوتی خبروں کو غائب دماغی میں دیکھتی وہ عجیب سی کیفیت کا شکار لگتی تھی۔

وہاں بار بار ایک ہی خبر دکھائی جارھی تھی جس کا موضوع ڈپریشن اور باقی دماغی امراض کا علاج تھا۔

"سفیرہ تم کچھ سن بھی رہی ھو یا نہیں؟" قریب ہی دوسرے صوفے پر بیٹھی اُسکی ماں نے اُسے دیکھتے ھوئے پوچھا۔

"ھوں۔۔۔؟" وہ جیسے ہوش میں آکر اُنہیں دیکھنے لگی۔"

"میں نے کہا کہ کیا تم سن رھی ھو جو یہ بتارھے ھیں؟ اِن سے رابطہ کر کے تم بہتر ھو سکتی ھو۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رھی تھیں۔

"امی میں پاگل نہیں ھوں۔۔۔ میں بھی آپ کی طرح ھی ایک نارمل انسان ھوں، اور نارمل زندگی گزارنا چاھتی ھوں، آپ لوگ کیوں میری زندگی مشکل بنانے پر تُلے ھوئے ھیں؟

مجھے کسی اسکول یا کالج میں نوکری کرنی ھے۔"اور بولتے بولتے اُس نے اچانک ھی اُنہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔

تم نوکری کرنا چاھتی ھو؟ کسی اسکول یا کالج میں؟"اُن کا لہجہ حیران کن تھا۔"

اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔اُسی لمحے مہیرہ اُسکے عقب سے نمودار ھوئی تھی۔

سن رھی ھو تم اپنی بہن کی بات۔۔۔؟اُنہوں نے مہیرہ کو دیکھتے ھوئے کہا۔اُسکی" آنکھوں میں نا سمجھی اُبھری۔

محترمہ کہہ رھی ھیں کہ کسی اسکول یا کالج میں نوکری کرنا چاھتی ھیں۔اِسے سمجھاؤ کہ " باپ اجازت نہیں دے گا نوکری کی۔اور اگر نوکری ھی کرنا چاھتی ھے تو اُن کے آفس میں کر لے۔" مدیحہ بیگم نے دوٹوک لہجے میں کہا تو مہیرہ کے چہرے پر تھکن کے آثار نمودار ھوئے۔

جبکہ سفیرہ تلخی سے مسکرائی تھی۔

کب آپ اپنے شوہر کے ہر جائز، ناجائز کام میں اُن کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے بارے میں" سوچیں گی امی؟ یا پھر یہ بھی ایک خواہش ہی رہ جائے گی کہ ہماری ماں ھمارے حق میں ایک ھی سہی مگر کوئی جملہ تو بولتی۔"اُسکا انداز طنزیہ تھا۔مدیحہ بیگم کا چہرہ سفید پڑنے لگا تھا۔

تم بہت تلخ ھو گئی ھو سفیرہ۔۔۔"وہ بے یقینی میں بولیں۔"

"آپ نے مجبور کیا ھے۔"

تم کیسے اپنی ماں کے ساتھ ایسے الفاظ میں بات کر سکتی ھو؟"مدیحہ بیگم کی آنکھیں نم" ھوئیں۔

میں نے غلط الفاظ تو استعمال نہیں کیئے، بس سچ کہا ھے۔"وہ سپاٹ تاثرات لئے بولی۔"

تم مجھ سے نفرت کرتی ھو؟"اُن کا لہجہ ویسا ھی تھا۔"

کبھی اِس بارے میں سوچا ھی نہیں کہ آپ سے نفرت کرنی چاھئے یا نہیں۔"اُسکا چہرہ" بے تاثر رھا۔وہ اُن کی آنکھوں میں دیکھ رھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مدیحہ بیگم نم آنکھیں لئے وہاں سے اُٹھ کر چلی گئیں۔

اُن کے جانے کے بعد مہیرہ اُسکے پاس آ بیٹھی تھی۔

تمہیں اُنہیں یہ سب نہیں کہنا چاھیئے تھا۔ وہ ماں ھیں ہماری، اُنہوں نے کچھ غلط نہیں "

"کیا اگر اُنہوں نے اپنے شوہر کی بات سنی تو۔

ھا۔ ماہی نے اُسے نرم لہجے میں سمجھانا چا

اُنہیں احساس تو ھو کہ اُن کی اولاد کیا سوچتی ھے اُن کے بارے میں۔" وہ بے رحمی سے "

بولی۔

مہیرہ نے اُسے تاسف سے دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ انسان جب تھک جاتا ھے تو وہ ایسے ھی ہر کسی کا دل بے دردی سے توڑ دیا کرتا ھے۔ کیونکہ وہ انسان ھوتا ھے اور انسان کبھی بھی فرشتہ نہیں ھو سکتا۔

★★★★★★★★

ایک ہفتے بعد۔۔۔۔

اُسکے کانوں میں ابھی بھی رونے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ پچھلے کچھ دنوں سے انا جتنا روئی تھی اور جتنی آوازیں اُس نے رونے کی سنی تھیں وہ خود کو ذرا بھی نارمل محسوس نہیں کر رہی تھی۔

سلطان چچا نے حکیم شاہ کے بیٹے کے خلاف ایف آئی آر درج کروادی تھی۔اور پولیس اُسے گرفتار کر کے لے جاچکی تھی۔وہ اُس کے خلاف پوری کاروائی کر رہے تھے۔سلطان چوہدری ابھی بھی ایک پولیس آفیسر ہی تھے۔وہ پچھلے تین سالوں سے اپنی فیملی کے ساتھ لاہور منتقل ہو چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

فاریہ چچی اور اُن کے گھر والے اب ایک دوسرے کے آسرے پر ہی زندہ تھے۔

المان پچھلے ایک ہفتے سے بہت خاموش ہو گیا تھا۔وہ بڑوں کی ہر بات چپ چاپ مان لیتا تھا۔مگر ایک آگ تھی جو اُسکی آنکھوں میں نظر آتی تھی۔دل میں موجود انتقام کی آگ اُسکی آنکھوں سے جھلکتی تھی۔

انا اور فاطمہ خاتون ابھی گاؤں میں ھی تھیں۔ وہ اتنی جلدی واپس نہیں جانے والی تھیں۔

اُس دن وہ بہت دیر کے بعد گھر آیا تھا۔ شام ھو رھی تھی اور وہ آتے ھی چھت پر چلا گیا تھا۔ انا ابھی ماریہ کو سُلا کر ہی باہر نکلی تھی جب اُس نے الماان کو چھت پر جاتے دیکھا۔ وہ بھی اُسکے پیچھے گئی تھی۔

تم ٹھیک ھو؟" اُسکے پیچھے کھڑی وہ بولی تھی۔"

مجھے تم سے بات نہیں کرنی ھے۔" وہ بغیر پلٹے بیزاری سے کہہ رہا تھا۔"

میں بس تم سے حال پوچھ رھی ھوں الماان؟" وہ قدرے حیرت سے مخاطب ھوئی تھی۔"

میں تمہیں اپنا حال نہیں بتانا چاھتا۔" وہ اُسی لہجے میں بولا۔"

انا اُسکے برابر میں آ کھڑی ھوئی تھی۔ اُس نے الماان کا چہرہ دیکھنا چاھا۔ اندھیرا ابھی گہرا نہیں تھا۔ وہ اُس کے اکتاہٹ بھرے چہرے کو دیکھ سکتی تھی

www.novelsclubb.com

میں جانتی ھوں تم دُکھی ھو۔۔۔ لیکن میں۔۔۔۔"وہ ابھی کچھ کہنا چاہ رھی تھی مگر المان" نے ایک سخت نگاہ اُسکی طرف پھیر کر اُسکی بات کاٹ دی۔

تو پھر کیا میرے دُکھ کا تماشہ بنانے آئی ھو یہاں؟ تم تو خوش ھوئی ھو گی کہ تمہاری" دعائیں قبول ھو گئیں۔ تم ہمیشہ مجھے ایسے ھی دیکھنا چاھتی تھی نا؟ تکلیف میں؟ شوق پورا ھو گیا تمہارا، اب مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"اُسکا لہجہ تلخی سے بھرپور تھا۔انا اُسے یک ٹک دیکھے گئی۔

میں نے کبھی ایسا نہیں چاھا۔"وہ بولی تو آواز ہلکی تھی۔وہ سر نفی میں ہلاتا دوسری طرف" دیکھنے لگا۔

کیا تمہیں لگتا ھے کہ میں تمہیں تکلیف میں دیکھ کر خوش ھوں؟ تم نے کبھی بھی میری" عزت نہیں کی، ہمیشہ میرے ساتھ لڑتے رھتے تھے مگر اِس کا یہ مطلب نہیں ھے کہ میں اتنا بُرا "سوچوں گی تمہارے بارے میں۔

میں عزت نہیں کرتا تمہاری؟"وہ استہزائیہ ہنسا۔"

"اور یہ خیال تم اپنے ذہن سے نکال دو کہ میں تمہارے ساتھ ویسا رویہ رکھوں گا جیسا میں احمد بھائی یا اسد بھائی کے ساتھ رکھتا ھوں۔مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ھے اور نہ ھی مجھے تمہاری عزت کرنے کا کوئی شوق ھے۔" وہ کہہ رہا تھا۔انا کو اُسکی باتیں بچکانہ لگ رہی تھیں۔ اُسے لگا جیسے وہ ہوش میں نہیں ھے۔

"میں نے تم سے عزت کی مانگ بھی نہیں کی لیکن اگر تم میری عزت نہیں کرتے تو احمد بھائی کے آگے پیچھے کیوں پِھرتے رہتے ھو؟اُن کی عزت کیوں کرتے ھو؟" وہ بھی تنک کر بولی تھی۔

www.novelsclubb.com

"احمد بھائی میرے بھائی ھیں، مجھ سے بڑے ھیں اور میں اُن کی عزت کرتا ھوں۔۔۔ویسے بھی اُن کے لئے میرے دل میں احترام ھے۔" وہ جانے کیا باور کروا رہا تھا۔

"اور میں بھی اُنہی احمد بھائی کی بہن ھوں تو میرا احترام بھی تم پر لازم ھے۔" وہ اُسی سنجیدگی سے بولی۔وہ یوں اپنے آپ کو بے عزت ھوتے ھوئے نہیں دیکھ سکتی تھی

تم اُن کی بہن نہیں ہوانا۔۔۔تم اُن کی بہن کبھی تھی ہی نہیں۔"اور اگلے ہی لمحے انا کی آنکھوں میں ایک سایہ سا لہرایا۔وہ بے دم سی ہو کر اُسے دیکھنے لگی۔شاید اتنی تکلیف اُسے کسی جملے پر نہیں ہوتی تھی جتنی اِن الفاظ سے ہوئی تھی۔جتنی تکلیف اِس حقیقت کو تسلیم کرنے سے ہوئی تھی۔وہ دیکھ چکا تھا،اُس کی آنکھوں میں بیتے دِنوں کے زخم تھے۔مگر وہ کیوں اتنا بے حس ہو گیا تھا۔۔۔وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔جاننا چاہتا بھی نہیں تھا۔

تم نہیں ہو اُن کی بہن اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارا احترام نہیں کرتا۔"اُس نے انا کو" دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور ڈال کر کہا تھا۔مگر اُسے لگا تھا کہ وہ تو جیسے ابھی ڈھے جائے گی۔اُسے محسوس ہوا تھا جیسے اُس کا سانس بند ہو چکا ہو۔وار جب دل پر ہوتا ہے تو کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔وہ ایک گہری نظر اُسکے ساکت وجود پر ڈال کر نیچے چلا گیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ایک لڑکی کی ذات کو بکھیر کر جا چکا تھا۔اُسے کیا خبر تھی کہ اُسکے ایک جملے کا کتنا گہرا اثر ہونے والا تھا اُس لڑکی پر۔

کیوں المان؟ کیوں تم مجھے میری زندگی نہیں جینے دیتے؟ آنکھوں نے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت دی تھی۔ وہ مزید دل پر ان کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

کیا تھا اُن الفاظ میں جو وہ اُسے کہہ کر گیا تھا؟ کیا تھا اُن الفاظ میں جو اُسے آگ کی گرمائش سے بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ھوئے تھے۔

تم اُن کی بہن نہیں ھوانا۔۔۔ تم اُن کی بہن کبھی تھی ھی نہیں۔" وہ بار بار یہی الفاظ" اپنے ارد گرد سن رھی تھی۔ اُسے لگا جیسے اُسکا دماغ ماؤف ھو جائے گا۔ وہ الفاظ اُسکے دل پر برچھی کی مانند لگ رھے تھے۔ تکلیف، اذیت، درد بہت ادنی لگنے لگے تھے یہ الفاظ اُس کیفیت کے سامنے جس کے زیرِ اثر اِس وقت وہ خود کو محسوس کر رھی تھی۔ اُس نے اُس لمحے واقعی مر جانا چاھا تھا۔

★★★★

ساتویں قسط:

بہت دیر تک وہ اِس کیفیت کا شکار رہی تھی کہ جیسے زندگی ختم ہونے والی ہو۔۔۔یوں جیسے جسم سے جان کھینچ لی جاتی ہے۔سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔نگاہوں کے سامنے بہت سے منظر تھے جو دھندلانے لگے تھے۔وہ اُن میں سے کسی منظر کو بھی یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ خود کو ختم کر لینا چاہتی تھی مگر وہ اِس بات کو تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی کہ احمد اُسکا بھائی نہیں تھا۔کہ جس شخص کی وجہ سے اور جس شخص کے لئے وہ اِس جگہ پر موجود تھی وہی اُسکا بھائی نہیں تھا۔

آخر کیا ملتا ہے لوگوں کو کسی کے زخم اُدھیڑ کر؟

اُس کے ذہن کے پردوں پر بے اختیار ہی کئی تصویریں لہرائی تھیں۔کئی قہقہے، کئی رونقیں، کئی تکلیفیں۔

ضبط قائم رکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی وہ۔اُسکی ہچکی بندھ گئی تھی۔

بیتے ہوئے ایام کسی آسیب کی طرح انسان پر وارد ہوتے ہیں۔اگر ہم کبھی کسی پل اُنہیں بھول بھی جائیں تو لوگ نہیں بھولتے۔۔۔کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو ہمیں وہ سب

www.novelsclubb.com

بھولنے نہیں دیتا۔اور پھر ہم چاہ کر بھی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔دس سال قبل اُسکی زندگی بدلی تھی۔اُس کی زندگی کے پہلے بارہ سال اگلے دس سالوں سے بہت مختلف تھے۔وہ اُن تلخیوں کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔۔۔۔۔مگر!!

دس سال قبل۔۔۔۔۔

یہ وہ دن تھا جب اُسکی اسکول میں سپیچ تھی۔وہ بہت زیادہ نروس نہیں تھی۔اُس نے کبھی نروس ہونا سیکھا ہی نہیں تھا۔

"اور اب میں اسٹیج پر دعوت دینا چاہتی ہوں، 'مِس انا کبیر ساحر' کو۔" تیکھے نقوش والی ہوسٹ کافی پُرجوش انداز میں بولی تھی۔

انا کبیر کا دل اپنے نام پر بے اختیار تیزی سے دھڑکا تھا۔وہ سب سے پہلی نشست پر بیٹھی تھی،اُس کی عمر تقریباً بارہ برس ہو گی،اُسکے ساتھ اور بھی بچے بیٹھے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔

ہوسٹ کے مخاطب کرنے پر وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور اسٹیج تک قدم بڑھاتے ہوئے وہ محض ہلکی سی بے چین ہوئی تھی۔ہال میں بھرپور تالیاں گونج رہیں تھیں۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی مائیک تک پہنچی تھی۔اُس نے دیکھا،اُس کے سامنے لوگوں کا ایک مجمع تھا۔

آج اُن کے اسکول میں ایگزیبیشن کا اہتمام کیا گیا تھا،جس میں ایک ایسا سیشن بھی رکھا گیا تھا کہ ہر کوئی اپنے کچھ قیمتی خیالات وہاں اُن لوگوں کے سامنے ظاہر کر سکتا تھا۔'انا کبیر' بھی اُسی سیشن کا حصہ تھی۔اُس کے سامنے شہر کی بڑی بڑی شخصیات بھی بیٹھی تھیں۔بچوں سے لے کر ادھیڑ عمر تک کے لوگ اُس تقریب کا حصہ تھے۔

www.novelsclubb.com

کچھ رسمی کلمات ادا کرنے کے بعد اُس نے ایک بار پھر اپنا تعارف کروایا تھا۔

"میں ہوں میجر ریٹائرڈ جنرل کبیر ساحر کی بیٹی انا کبیر۔" چونکہ وہ بھی اُس تقریب کا حصہ تھے تو اپنے باپ کا نام فخریہ انداز میں لیتے ہوئے اُسکی نگاہیں اُنہی پر جمی تھیں۔

"آجکی گفتگو کا موضوع چونکہ 'پہچان' سے متعلق ہے تو میں آپ کو اِس بارے میں اپنے خیالات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔ میرا ماننا ہے کہ ہماری سب سے پہلی پہچان ہمارا سر نیم ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے میں نے اپنی پہچان کو خاص بنانے کے لئے اپنے بابا کا نام لیا۔ آپ میں سے وہ لوگ جو مجھے پہلے نہیں جانتے تھے وہ اب جان گئے ہوں گے۔" وہ خود کو اچانک ہی بہت زیادہ پُراعتماد لگنے لگی تھی۔ یہ اُسکے منتخب کردہ موضوع کی وجہ سے تھا یا اُس کے بابا کی وہاں موجودگی کے باعث وہ اندازہ نہیں لگا سکی۔

"آپ کی پہچان آپ کے خاندان سے ہوتی ہے، خاندان کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ فرق پڑتا ہے کہ آپ کا خاندان ہے کون؟ ہمارے ماں باپ ہی ہمارا خاندان ہوتے ہیں۔ وہ امیر ہوں یا غریب، معاشرے میں اُن کا نام ہو یا نہ ہو، وہی ہماری پہچان ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو احساسِ کمتری کے باعث اپنی پہچان لوگوں سے چھپانے لگتے ہیں۔ آپ کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟ لوگ آپ کو جاننے سے پہلے آپ کے بیک گراؤنڈ کو جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ انسان کو پرکھنے کے لئے لوگ آخر اُسکے خاندان کو جاننا کیوں ضروری سمجھتے ہیں؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو ہم اُس کے خاندان کی بنیاد پر جج کر

رہے ہوتے ہیں وہ اِسکے بالکل ہی برعکس ہو۔پھر کیوں اُسکا بیک گراؤنڈ ہمارے لئے اِتنی اہمیت رکھتا ہے؟ حالانکہ ہر انسان کی فطرت الگ ہے،خیالات منفرد ہیں،سوچ الگ ہے۔ پھر فیملی بیک گراؤنڈ،باپ دادا،حسب نسب یہ سب چیزیں اتنی اہمیت کی حامل کیوں ہیں؟ اِس لئے کہ یہ ہماری روایات کا حصہ ہیں۔اور پھر وراثت کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے انسان پر،جو چیزیں ہمیں وراثت میں ملتی ہیں وہ ہماری شخصیت کا خاصا بن جاتی ہیں۔پھر اگر انسان اپنی الگ سے پہچان بنانا چاہے تو بھی اُنہی چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بناتا ہے۔" وہ لحظہ بھر کو رُکی۔ پھر بولی۔

"میں نہیں جانتی کہ آگے کیا ہونے والا ہے،جوں جوں انسان عمر میں بڑھتا ہے تو اُسکے خیالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔لیکن وہ پہچان جو ہمیں پیدا ہونے کے ساتھ ملی ہوتی ہے،جو نام ہمارے نام کے ساتھ جُڑا ہوتا ہے،اُسکی حفاظت کرنا ہمارا ذمہ ہوتا ہے،اُسکے تقدس کو قائم رکھنا ہمارا فرض ہے،میں اِس وقت اپنی عمر کے جس حصے میں ہوں،میں یہی سوچتی ہوں کہ اگر کسی دن ایسا ہو گیا کہ میرے بابا کی پہچان مجھ سے الگ ہو گئی تو میں شاید جی نہیں پاؤں گی۔لیکن ایسا ہو گا نہیں،جب ہم مر جاتے ہیں تو ہماری قبروں پر بھی ہمارے نام کے ساتھ اُن کا ہی نام

ھوتا ھے، وہ جنھوں نے ھمارے پیدا ھونے پر ھمیں اپنا نام دیا تھا، میرا نہیں خیال کہ اِس پہچان کی تعریف کے لئے اب مجھے مزید کسی دلیل کی ضرورت ھے۔۔۔ شکریہ!"

اُس نے اپنی بات مکمل کی تھی، ہال ایک بار پھر تالیوں سے گونج اُٹھا اور وہ مسکراتی ھوئی اسٹیج سے نیچے اُتر گئی۔ اُس نے دل ھی دل میں اپنی ماں کا بھی شکریہ ادا کیا تھا جنھوں نے یہ تحریر لکھنے میں اُس کی مدد کی تھی۔ اور وہ اُسے تمام لوگوں سے ریلیٹ کر کے وہاں بیان کر پائی تھی۔

ایگزیبیشن ختم ھونے کے بعد وہ گاڑی میں کبیر ساحر کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی، جب اُنہوں نے اُسے کہا تھا۔

"آج تو کمال ھی کر دیا تم نے_____ مجھے فخر ھے تم پر اتنا کہ تم میری بیٹی ھو۔" اور اُس کے لئے اُن کے یہ الفاظ ھر چیز سے قیمتی تھے۔

تعلقات تب ھی بہتر ھو سکتے ھیں جب محبت دونوں طرف ھو، یک طرفہ محبت ایک آزمائش کی طرح ھوتی ھے، پھر چاھے وہ محبت والدین سے ھو، اولاد سے ھو، بہن بھائیوں سے ھو، یا ھمسفر سے۔

★★★

گھر پہنچ کر وہ شیری کے سامنے بیٹھی تھی۔ شہر یار اُسکے تایا کا بیٹا تھا۔ اُس گھر میں انا کی فیملی کے ساتھ اُسکے تایا کی فیملی بھی رہتی تھی۔

انا اپنے ماں باپ اور اکلوتے بھائی کے ساتھ اوپر والے پورشن میں رہتی تھی۔

جبکہ تایا اپنی بیوی اور دو بیٹوں شہریار اور مہربان کے ساتھ نیچے والے پورشن میں رہتے تھے۔

"شیری تمہیں پہلے ہی بتا رھی ھوں، چیٹنگ (دھوکہ) نہیں کرنا۔" وہ دونوں کیرم بورڈ کھیلنے کے لئے آمنے سامنے بیٹھے تھے جب انا نے اُسے تنبیہہ کی۔

"شیری انا کے ساتھ کبھی بھی چیٹنگ نہیں کرتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ وہ دونوں ہم عمر تھے۔ انہوں نے کھیلنا شروع کیا۔ شیری جیت رہا تھا اور انا کے چہرے پر مایوسی چھائی تھی۔ اِس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کہ شیری اُس سے بہتر کھیلتا تھا۔ شیری کی نظر جب انا کے چہرے پر پڑی تو اُسکے دل کو کچھ ھوا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اُسے یوں مایوس کر کے اپنی خوشی کبھی بھی کھل کر نہیں منا سکتا تھا۔اِسی لئے آخر میں اُس نے انا کو ہی جتا دیا تھا۔وہ خوش تھی۔یوں جیسے اُسے یقین ہی نہ آیا ھو کہ وہ جیت گئی ھے۔اور شیری۔۔۔وہ بھی تو خوش تھا۔

"دیکھا شیری۔۔۔اب مجھے بھی کھیلنا آگیا ھے،اب میں ہر بار تم سے نہیں ہاروں گی۔" وہ آنکھوں میں چمک لئے بولی تھی۔

"ھاں۔۔۔اب میں ہار جایا کروں گا۔" وہ بھی اُسے دیکھ کر مسکرایا۔

"تمہیں پتا ھے آج میں نے اسپیچ کی تھی اسکول میں۔" وہ اُسے چہکتے ھوئے بتانے لگی۔ اُس نے متاثر کن انداز میں سر کو خم دیا۔

"اچھا۔۔۔پھر؟"

"بہت مزہ آیا۔۔۔بہت اچھی اسپیچ ھوئی تھی۔" اُس نے پھر بتایا تو وہ اُسے مبارکباد دینے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ اپنی چھوٹی چھوٹی بات بھی شہریار کو بتایا کرتی تھی،اِس لئے کہ وہ دونوں بہت اچھے دوست تھے۔

"شہریار۔۔۔؟"اُسی لمحے کسی نے شیری کو آواز دی تھی۔اُس نے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔وہ اُسکا بڑا بھائی مہربان تھا جو اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"جی بھائی؟"

"کبھی کوئی کام بھی کر لیا کرو،ہر وقت بس کھیل کود میں ہی لگے رہتے ھو۔"وہ جیسے اُس پر برس ہی پڑا تھا۔

شیری کے چہرے پر تناؤ اُبھرا۔اُس نے انا کو دیکھا۔وہ بھی سنجیدگی سے اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"اب اِس طرح کیا آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ھو۔۔۔ماما بلا رھی ھیں تمہیں،اُٹھو یہاں سے۔"مہربان کے لہجے میں نفرت تھی۔وہ غصے سے اُٹھا اور پیر پٹختا ھوا کمرے میں چلا گیا۔

اُسکے جانے کے بعد مہربان انا کی طرف آیا۔

"میرے بھائی کی جان چھوڑ دو، وہ تمہارا دوست نہیں ہے اور اپنے کام سے کام رکھا کرو تم۔" وہ غصے سے اُسے گھورتے ہوئے بولا۔ وہ محض اُس سے دو یا تین سال ہی بڑا تھا۔

"ہم دونوں دوست ہیں اور دوست ہی رہیں گے۔" اُس نے بھی اُسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اُسکے جواب دینے سے پہلے ہی تیزی سے اُٹھی اور چھت پر چلی گئی۔

اُس کے لئے یہ نئی بات نہیں تھی۔ وہ سب یونہی اُس کے ساتھ اُکھڑا ہوا رویہ رکھتے تھے۔ شہریار کے علاوہ اُسے کوئی بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہاں تایا نے ایک دو بار اپنا انجانا سا پیار ضرور جتایا تھا مگر زیادہ تر تو وہ بھی اپنے مزاج میں ہی رہتے تھے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ اُنہیں اُن کی محبت چاہئے بھی نہیں تھی۔ وہ جن لوگوں سے محبت کرتی تھی وہ اُنہی کے ساتھ خوش رہ سکتی تھی۔ اور اُن لوگوں میں اُسکے ماں، باپ اور بھائی کے علاوہ شہریار بھی تھا۔

وہ غصے سے صوفے پر منہ پُھلائے بیٹھی تھی۔ سامنے رکھی الماری کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہوا بیٹے؟" اُسے یوں بیٹھے دیکھ کر حنا بیگم نے پوچھا۔

"امی تایا لوگ ہم سے پیار نہیں کرتے۔" وہ رونی صورت بنائے اُنہیں دیکھ کر بولی۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہو گیا انا۔۔۔ایسی باتیں کیوں کر رھی ھو؟" وہ اُسکے پاس بیٹھ گئیں۔

"میں شیری کے ساتھ کھیل رھی تھی اور آج پھر سے مہربان بھائی نے مجھے ڈانٹ دیا۔وہ کہتے ھیں کہ شیری میرا دوست نہیں ھے اور میں اُسکے ساتھ نہ کھیلا کروں۔" یہ بتاتے ھوئے اُسے مہربان پر مزید غصہ آیا تھا۔

"اتنی چھوٹی سی بات پر اِتنا غصہ نہیں کرتے بیٹے۔۔۔مہربان بھی تمہاری طرح بچہ ھے، اُسے نہیں معلوم کہ کیا کہنا ھے اُسکی باتوں کو دل پر نہ لیا کرو اور گلہِ تو تم تب کرو جب تمہارے تایا تم سے کچھ کہیں یا پھر تائی۔۔۔لیکن وہ دونوں تو تم سے بہت پیار کرتے ھیں، اور پھر شہریار بھی تو ھے، ہمیشہ تمہارے ساتھ کھیلتا ھے جب بھی تم کہو۔" اُنہوں نے اُسے تسلی دیتے ھوئے سمجھایا تھا اور جلد ہی اُس کا غصہ کم ھو گیا تھا۔

★★★

رات ھو چکی تھی اور وہ کبیر ساحر کے ساتھ چھت پر اُفق تلے چارپائی پر لیٹی تھی۔

اُن کے ساتھ ننھا خضر بھی تھا جس کی عمر ابھی صرف پانچ سال تھی۔

www.novelsclubb.com

اُن کے ایک طرف انا تھی اور دوسری طرف خضر۔

"بابا۔۔۔"انا نے اُنہیں مخاطب کیا۔

"جی"

"بابا۔۔۔۔تارے گنیں؟"معصومیت سے فرمائش کی گئی تھی۔وہ بے اختیار ہی مسکرائے۔

"چلو گنتے ھیں،پہلے تم گنو پھر اُسکے بعد ہم گنیں گے،کیوں خضر؟اور پھر جس نے زیادہ ستارے گنے وہ جیت جائے گا۔"وہ گیم کے اصول بتانے لگے۔

"جی بابا۔"خضر معصومیت سے بولا تھا۔

"بابا وہ دیکھیں۔۔۔۔وہ ستارہ سب سے زیادہ چمکدار ھے۔"وہ پُر جوش سی بتارھی تھی۔

"بالکل میری انا کی طرح۔" اُنہوں نے اُسکے گال پر پیار کیا۔ خضر مزاحمت میں آگے بڑھا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ مجھے بھی پیار کریں۔ اُنہوں نے مسکراتے ہوئے خضر کے چہرے پر بوسہ دیا تھا۔ وہ خوشی سے کھلکھلانے لگا تھا۔

"بابا آپکو اسٹارز والی پوئم سناؤں۔۔۔ میں نے انگلش کی کتاب میں پڑھی تھی۔" ستارے گنتے گنتے وہ اچانک ہی پوچھنے لگی۔

"سناؤ۔" اُن کی اجازت پر وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"Twinkle twinkle little star....

How I wonder what you are !?

Up above the world so high

Like a diamond in the Sky !!

اُس نے ایک انداز میں پوری نظم پڑھی تھی۔ خضر اور بابا نے تالیاں بجائیں۔

"بہت خوب۔" وہ بہت خوش ہو گئی تھی۔اور پھر دوبارہ اُن کے ساتھ لیٹ گئی۔

"بابا وہ دیکھیں ستاروں کا سوالیہ نشان_____" اُس نے اُفق کی جانب دیکھتے ہوئے حیرت و خوشی سے کہا۔

کبیر ساحر نے قدرے حیرت سے اُن ستاروں کو دیکھا تھا۔اُنہوں نے کبھی غور نہیں کیا تھا کہ اِن کا سوالیہ نشان بھی بنتا ہے۔

"اِن ستاروں کو دبِ اکبر کہا جاتا ہے، یہ ہمیشہ اِسی حالت میں پائے جاتے ہیں اور ہمیشہ اکٹھے ہی رہتے ہیں۔" وہ بولے۔

"واااؤ۔۔۔۔

"They are true friends Baba"

وہ خوشگوار احساس تلے بولی تو اُنہوں نے بھی اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

"تو پھر آپ نے کتنے ستارے گنے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابھی تو بس میں نے تیس ستارے ہی گنے تھے۔" وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"اب آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے اب ہم گنیں گے۔"

"نہیں بابا_____یہ چیٹنگ ہے، ابھی میں ہی گنوں گی۔"

"نہیں اب ہم گنیں گے۔" وہ اُسے اب کے جان بوجھ کر تنگ کرنے لگے۔

"نہیں میں۔۔۔۔" وہ اب ہنستے ہوئے اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ وہ دونوں بھی اُس کے انداز پر ہنسے تھے۔

"اوکے پھر آپ آسمان والے ستارے گنیں۔۔۔ میرے تو دو ہی ستارے ہیں جو اِس وقت میرے پاس ہیں، اِنہیں گننے کی مجھے ضرورت ہی نہیں۔"

وہ بولے تو انا خاموشی سے چند پل اُنہیں دیکھتی رہی۔

"چاند تو ایک ہی ہوتا ہے۔۔۔ اور ہمارا چاند آپ ہیں بابا۔" وہ بولی اور پھر ساتھ ہی اُن کے گلے لگ گئی۔

وہاں اُن تین لوگوں کے ارد گرد محبت رقص کررھی تھی۔اُن کے دل محبت کے نور سے بھرپور تھے۔اُس پل فلک کے ستاروں نے بھی اُن تین افراد پر رشک کیا تھا۔

★★★

اگلے دن صبح اُسے خبر ملی تھی کہ اُسکے ماں باپ کہیں جارھے ھیں۔خضر بھی اُن کے ساتھ جارھا تھا۔اُسے بس یہ معلوم تھا کہ وہ زمین کے کسی مسئلے کے لئے جارھے تھے۔زمین اور جائیداد کے معاملات کے لئے۔۔۔وہ زیادہ نہیں جانتی تھی مگر اُسے اتنا معلوم تھا کہ جائیداد کیا ھوتی ھے۔

"تم اکیلی رہ لوگی نا بیٹا۔۔۔بس کچھ گھنٹوں کی بات ھے پھر ہم واپس آجائیں گے۔" حنا بیگم اُسکی گال تھپکتے ھوئے پیار سے کہہ رھیں تھیں۔

اِس سے پہلے کے وہ کچھ بولتی اُسکے بابا آگئے تھے۔

"انا میری بہادر بیٹی ھے، اکیلی رہ سکتی ھے۔۔۔ھے نا انا؟" اُنہوں نے اُسکے سامنے نیچے بیٹھ کر مسکراتے ھوئے تصدیق چاھی۔اور وہ بھاگتی ھوئی اُن کی گود میں چلی گئی تھی۔

"بابا آپ مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔" اُس نے معصومیت سے کہا۔

"آپکا وہاں کوئی کام نہیں ھے نا۔۔۔ خضر بھی آپکے ساتھ ہی رہتا مگر اِس کا وہاں جانا ضروری ھے۔ بلکہ شیری گھر پر ھی ھوگا اُسکے ساتھ کھیلنا اور تب تک ہم واپس آجائیں گے۔" اُنہوں نے جیسے حل بتایا۔

"ھاں شیری کے ساتھ کھیلنا_____ اُسکے ساتھ تو آپکی دوستی بھی ھے۔"

حنا بیگم نے ایک بار پھر اُسے چہرے پر بوسہ دیا تھا۔

وہ سر اثبات میں ہلاتے ھوئے بابا سے مل کر خضر سے ملی تھی۔

خضر اُسے بہت پیارا لگتا تھا۔ وہ بہت معصوم تھا، کبھی بھی اُسے تنگ نہیں کرتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے ایک جیسی محبت کرتے تھے۔

وہ تینوں تایا اور تائی کے ساتھ جا رھے تھے۔ کبیر ساحر نے اپنے بھائی کے ساتھ زمین کے معاملات طے کرنے تھے۔

اُس نے چھت پر کھڑے دیکھا تھا۔وہ سب لوگ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔

تایا کی فیملی ایک گاڑی میں تھی۔اور کبیر ساحر کی فیملی دوسری گاڑی میں تھی۔اور پھر اُس نے اُن دونوں گاڑیوں کو آگے پیچھے گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔

اُس دن وہ شیری کے ساتھ کھیلتی رہی تھی۔اور آج اُنہیں روکنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔

وہ دونوں بہت خوش تھے۔

اُس وقت بھی وہ شیری کے ساتھ چھُپن چھپائی کھیل رہی تھی۔آنکھوں کے آگے ھاتھ رکھے وہ دس تک گنتی گن رہی تھی۔

ایک۔۔۔۔دو۔۔۔

تین۔۔۔۔

چار۔۔۔پانچ۔۔۔۔

چھ۔۔۔۔اور اُسی لمحے گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُس نے ایک جھٹکے سے ھاتھ آنکھوں سے ہٹائے۔اور فوراً ھی کھیل ختم کر کے خوشی سے چہکتی دروازے تک گئی تھی۔

جب بھی اُسکے بابا چھٹی سے گھر واپس آتے تھے تو وہ ایسے ھی بھاگتی ھوئی جاتی تھی۔۔۔اور اُن کے گاڑی سے نکلنے کے ساتھ ھی گلے سے لگ جاتی۔

آج بھی وہ کچھ ایسا ھی سوچ رھی تھی۔وہ لاؤنج کے دروازے کے قریب کھڑی باہر دیکھ رھی تھی۔۔۔۔مگر یہ کیا؟

اُسکے چہرے پر موجود ساری ہنسی ایک دم ہی سمٹ گئی تھی۔

کیونکہ اُس نے پورچ میں صرف ایک ھی گاڑی کو داخل ھوتے دیکھا تھا۔اور پھر اُس نے تایا کو گاڑی سے نکلتے دیکھا۔پھر تائی کو۔۔۔اور پھر مہربان کو۔اُن تین لوگوں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں تھا۔

نہ اُسکے بابا۔۔۔۔نہ ماں۔۔۔۔اور نہ ھی خضر۔

"انا کیا ھوا؟"شیری پیچھے سے کہتا ھوا اُسکی جانب بڑھا تھا۔مگر اُس نے نہیں سنا۔

"تایاابو، بابا کہاں ھیں؟" وہ اُنہیں اُس کے قریب سے گزر کر لاؤنج میں داخل ھوتے دیکھ کر بولی۔

اُنہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ لاؤنج میں پڑے صوفے پر جا بیٹھے تھے۔ تائی بھی اُن کے پیچھے تھیں۔

"تایاابو بتائیں نا۔۔۔ بابا کہاں ھیں؟" وہ بھاگتی ھوئی اُن تک پہنچی تھی۔

"وہ۔۔۔ تمہارے بابا۔۔۔" وہ اتنا ہی بولے۔ اُن کا چہرہ اُترا ھوا لگ رھا تھا۔

"کیا ھوا؟" اب کے وہ واقعتاً پریشان ھوئی تھی۔ اُس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ اُس نے چہرہ تائی کی جانب گھمایا۔

"تمہارے بابا کا ایکسیڈینٹ ھو گیا ھے اور بدقسمتی سے وہ تینوں نہیں بچ سکے۔" تائی نے صاف گوئی سے کہا۔

پورے کا پورا آسمان تھا جو اُس کے سر پر آن گرا تھا۔ کلیجہ جیسے حلق میں آ گیا ھو۔

یہ اُس نے کیا سُنا تھا؟

"آپ۔۔۔۔آپ جھوٹ بول رھی ھیں۔۔۔کیوں کہہ رھی ھیں آپ اِس طرح۔۔؟"آواز جیسے کسی کھائی سے آرھی تھی۔وہ بے یقین تھی۔اُسے لگا جیسے اُسکی نظریں پتھرا جائیں گی۔

"کیوں جھوٹ بول رھی ھیں آپ؟"وہ یکدم ھی چلانے لگی تھی۔

شہریار اپنی جگہ پر بالکل ساکت کھڑا تھا۔

"یہ سچ کہہ رھی ھیں انا۔۔۔تمہارے ماں باپ اور تمہارا بھائی تینوں مر چکے ھیں۔" تایا نے کہا۔یہ الفاظ نہیں تھے۔۔کوئی زہر آلود خنجر تھا جو انا کو اپنے سینے میں چبھتا ھوا محسوس ھوا تھا۔

اُس کا دماغ ماؤف ھونے لگا تھا۔دل کی دھڑکن جیسے رُکنے لگی تھی۔قدموں میں اتنی جان باقی نہیں رھی تھی کہ وہ کھڑی رہ پاتی۔پل کے ہزارویں حصے میں وہ گھٹنوں کے بل نیچے گری تھی۔اُسکا دم گُھٹ رھا تھا۔

"تینوں مر چکے ھیں۔" تایا کے الفاظ اُسکے ذہن پر چابک کی طرح لگ رھے تھے۔

وہ رو نہیں پا رھی تھی۔ وہ بے یقین تھی۔ اتنی بے یقین کہ زندگی میں پہلی بار اُسے اتنی بے یقینی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

"ایسا کیسے ھو سکتا ھے؟" اُسکے خشک ھوتے لبوں سے نکلا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ڈھے چکی تھی۔ شیری بھاگ کر اُسکے لئے پانی لے کر آیا تھا۔

اُس نے زبردستی پانی کا ایک گھونٹ اُسکے منہ میں اُتارا تھا۔

شیری نے باری باری اپنے باپ، اپنی ماں اور اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔۔۔ وہ حیران تھا کہ اتنا سب کچھ ھو جانے کے بعد بھی وہ کیسے اِس طرح سے بیٹھ سکتے تھے۔

"شیری۔۔۔ میرے بابا۔۔۔ میرا۔۔۔ بھائی۔۔۔ وہ۔۔۔ کیسے۔۔؟" اُسکے الفاظ لبوں میں ھی دم توڑ گئے تھے۔

اُسے نہیں پتہ تھا کہ وہ کیا بول رھی ھے۔۔۔ اُسکا دماغ سُن ھو چکا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا۔

"یہ کیسے ۔۔۔۔کیسے۔۔۔ ممکن ھے ؟" کچھ ٹوٹے ھوئے الفاظ اُسکے لبوں سے نکلے تھے۔ وہ اتنا آہستہ بول رھی تھی کہ صرف شیری ہی سن پا رھا تھا۔انا کو لگا جیسے کوئی اُسکے جسم سے جان کھینچ رھا ھو۔

شیری نے اُسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔اور اُسی لمحے اُسکی آنکھ سے آنسو ٹپکا تھا۔وہ ضبط کھو کر رونے لگی تھی۔شیری بھی رو رھا تھا۔اُسے ابھی تک کچھ بھی سمجھ نہیں آیا تھا کہ یہ سب ھوا کیا ھے؟

تائی اُٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی اور اُسکے ساتھ ہی مہربان بھی تھکے ھوئے آثار لئے کمرے میں چلا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد تایا بھی لاؤنج سے باہر نکل گئے تھے۔

مگر وہ دو نفوس جانے کتنی ھی دیر وہاں بیٹھے روتے رھے تھے۔انا روتے روتے وہیں بے ہوش ھو گئی تھی۔شہریار نے جلدی سے اُسے صوفے پر لٹایا تھا۔وہ یخ پڑتی جا رھی تھی۔دسمبر کا

سرد مہینہ تھا اور کھڑکی سے باہر یوں لگتا تھا جیسے برف پڑ رھی ھو۔انا کا وجود سرد پڑ چکا تھا۔شیری نے گرم پانی کے چند قطرے اُسکی آنکھوں پر ڈالے تھا۔وہ ایک پل میں ہوش میں واپس لوٹی تھی۔شیری نے اُسکے سامنے پانی کا گلاس کیا تو وہ غائب دماغی سے اُسے دیکھتی رھی۔

بے تاثر نگاھوں میں اچانک ھی تکلیف نمودار ھونے لگی تھی۔

"شیری میرے بابا۔۔۔میری ماں۔۔۔خضر۔۔۔؟"آنسو ایک بار پھر رخساروں پر بہہ نکلے تھے۔

"انا_____حوصلہ کرو۔"پچھلے تین گھنٹوں میں پہلی بار شیری کی زبان سے کچھ لفظ نکلے تھے۔

وہ اُسے حوصلہ کرنے کو کہہ رھا تھا اور خود بھی رو رھا تھا۔

"میں کیا کروں گی شیری۔۔۔؟میں اُن کے بغیر کیسے رھوں گی؟"اُس کی زبان کانپنے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں تو اُن کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"اُسکی نم آنکھوں میں خوف تھا۔وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔اُسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چیخے،زور زور سے چلائے،وہ چلا ھی نہیں پا رھی تھی۔اُسے لگا تھا جیسے اُسکی آواز ھی کھو گئی ھو۔

شیری کا دل کیا تھا کہ کہیں بھاگ جائے،اُس سے انا کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رھی تھی۔

"وہ واپس نہیں آئیں گے کیا؟"انا کے سوال دل دہلا دینے والے تھے۔وہ رو رھی تھی اور وہ شیری کو بھی رُلا رھی تھی۔

"وہ نہیں مر سکتے۔۔۔۔وہ کیسے مجھے چھوڑ کر جا سکتے ھیں۔۔۔"اُس نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اُسے اپنا دل پھٹتا ھوا محسوس ھو رھا تھا۔

"انا میری بہادر بیٹی ھے______اکیلی رہ سکتی ھے۔"اُن کا انداز فخریہ تھا۔

اب وہ اُنہیں کیسے بتاتی کہ وہ اکیلی نہیں رہ سکتی۔

www.novelsclubb.com

"ہم جلدی واپس آجائیں گے۔"اُن کے آخری الفاظ اُس بارہ سال کی بچی کے کانوں میں گونج کر رہ گئے تھے۔

"آپ آئے کیوں نہیں بابا______؟"یہ جملہ نہیں تھا۔۔۔وہ قرض تھا جسے وہ چُکا نہیں پائے تھے۔

"میرے گھر والے اِس طرح نہیں مر سکتے شیری۔۔۔۔تمہیں پتا ھے نا۔۔۔یہ ممکن نہیں ھے نا شیری۔"

اُسے لگا تھا وہ پاگل ھو جائے گی۔

وہ بھاگتی ھوئی لاؤنج کو عبور کر کے داخلی دروازے تک پہنچی تھی۔شاید کسی اُمید کے تحت۔۔۔۔کوئی آس تھی جو اُسے وہاں لے گئی تھی۔

مگر اُسی اثنا۔۔۔۔

گھر کے باہر ایک شور گونجا تھا۔اور پھر تیزی سے دروازہ کھلا۔

وہاں باہر لوگوں کی بھیڑ تھی۔اور اِسی بھیڑ میں وہ تینوں بھی تھے۔ مگر لوگوں کے کندھوں پر۔

سفید کپڑے کے نیچے۔۔۔۔

اُس بچی کے قدموں نے اُسکا ساتھ نہیں دیا تھا۔وہ وہیں گر گئی تھی۔

اُن تین لوگوں کے جنازے اُس کے سامنے تھے۔وہ تین لوگ جو اُسکی زندگی تھے۔وہ تین لوگ جن پر اُسکی خوشیوں کا اختتام ھوتا تھا۔

وہاں موجود عورتوں میں سے ایک عورت اُٹھ کر اُس کے پاس آئی تھی اور پھر اُسے اُن جنازوں تک لے گئی۔

www.novelsclubb.com

انا کی ہمت ھی نہیں ھوئی کہ وہ اُن کے چہرے دیکھتی۔اُسے لگا تھا وہ مر جائے گی۔پانچ سال کا خضر اُسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ابھی کل کی ھی بات تھی جب وہ اُسکے ساتھ بیٹھی ستارے گن رھی تھی۔وہ کتنی ھی دیر یوں بے حس و حرکت بیٹھی رھی۔

مگر پھر حقیقت کو جُھٹلانے کی ایک آخری کوشش کی تھی اُس نے۔

اُس نے ایک جنازے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تھا۔زندگی جیسے موت کی شکل اختیار کر گئی تھی۔اُس نے اپنے معصوم بھائی کا چہرہ دیکھا تھا۔جس کی آنکھیں اب ہمیشہ کے لئے بند ہو چکی تھیں۔جیسے ٹوٹے ہوئے کچھ کانچ اُس کے سینے میں آ لگے تھے۔کیسی بے بسی تھی،وہ اپنے بھائی کی موت پر چیخ بھی نہیں پا رہی تھی۔

ارد گرد بیٹھی خواتین اونچی اونچی آواز میں رو رہی تھیں۔وہ شاید اُسے کچھ کہہ بھی رہی تھیں۔مگر وہ سن نہیں رہی تھی۔

"یہ بیٹی ہے ان کی_____ایک ہی بیٹی تھی اِن کی، برا ہوا بیچاری کے ساتھ۔"کسی نے کہا تھا۔

اُس نے دوسرے جنازے تک خود کو حرکت کرتے پایا۔اذیت کی انتہا تھی۔کپڑا ہٹاتے ہوئے اُسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔اُسکی ماں کا جنازہ اُسکے سامنے پڑا تھا۔زندگی نے کیا دن دکھایا تھا اُسے۔۔۔

اُس نے اپنی ماں کے چہرے ہر بوسہ دیا تھا۔کچھ آنسواُن کے چہرے پر جا گرے تھے۔

ٹوٹے ھوئے کانچ اب دل میں چبھ رہے تھے۔وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پا رھی تھی۔

"میری بیٹی مجھ سے بہت پیار کرتی ھے،ھے نا میری گڑیا؟"ماں کے کہے گئے الفاظ اُسکے ذہن کے پردوں پر لہرائے تھے۔اُسے آکسیجن کی بے حد کمی محسوس ھوئی تھی۔

وہ تیسرے جنازے کو دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی۔

شہریار دروازے کے ساتھ لگا اُسے دیکھ رھا تھا۔

"انا میری بہادر بیٹی ھے۔۔۔"اُسے لگا تھا اُسکا دماغ پھٹ کر فنا ھو جائے گا۔

"دیکھ لو بیٹا۔۔۔آخری بار دیدار کر لو اُن کا۔"

کسی عورت کی آواز اُسکے کانوں میں پڑی تھی۔

وہ آنکھیں میچ کر خود کو حواس میں لانے کی کوشش کر رھی تھی۔وہ اُس آخری جنازے تک پہنچی تھی۔اُس نے بے صبری سے وہ سفید کپڑا اُن کے چہرے سے ہٹایا۔ایک المناک چیخ

اُسکے لبوں سے آزاد ھوئی تھی۔ وہ سہہ نہیں پا رھی تھی۔ اُسے لگا تھا کہ وہ بس ابھی مر جائے گی۔ مگر سانس رُکی ھی نہیں۔ اُس نے اپنے دل کو دو ٹکڑے ھوتے ھوئے محسوس کیا تھا۔

وہ رو رھی تھی۔ اُسکے آنسوؤں میں اُسکے بابا کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ کسی نے اُسے پیچھے سے پکڑ کر سہارا دیا تھا۔

"میرے بابا۔۔۔" کس شدت سے پکارا گیا تھا۔

وہ اُن کے چہرے کو اپنے ھاتھوں کے حصار میں لئے رو رھی تھی۔

ضبط ٹوٹ چکا تھا۔ تکلیف حد سے بڑھ کر تھی۔

پتا نہیں کتنی ھی دیر وہ اُن کے جنازے پر سر جھکائے روتی رھی تھی۔

وقت کیا کھیل کھیل گیا تھا اُس کے ساتھ۔ تقدیر کا پلڑا ایک بار پھر بھاری ھو چکا تھا۔

"وقت ہو گیا ھے _____ چلو اُٹھاؤ اِنہیں۔" کافی دیر بعد کچھ لوگ جنازے اُٹھانے کو آئے تھے۔ ارد گرد بیٹھی خواتین اُٹھ کر راستہ دینے لگی تھیں۔

وہ بوکھلا کر اپنے بھائی کے جنازے کی طرف بھاگی تھی۔ پھر ماں کے جنازے کی طرف۔۔۔اُسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ کس کو روک لے اور کس کو جانے دے۔ اُس نے خود کو بے بس پایا تھا۔ وہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی روک نہیں پائی تھی۔

زندگی اُسکے ھاتھوں سے نکلتے ھوئے دور بہت دور چلی گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔

وہ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ سامنے اُس دروازے کو دیکھ رھی تھی جہاں سے اُس نے کئی بار اپنے بابا کو داخل ھوتے ھوئے دیکھا تھا۔

اُسے یاد تھا سامنے اُن پودوں کے قریب کھیلتا ھوا خضر۔ اُسکی آنکھیں اب خشک ھو چکی تھیں۔ بالکل خشک۔ اُسے رونا ہی نہیں آرھا تھا۔ تکلیف اندر تھی۔ دل اذیت میں تھا۔

آہستہ آہستہ سب لوگ چلے گئے تھے۔

شام ھو گئی تھی اور وہ وہیں اُسی جگہ پر بیٹھی تھی۔ شہریار کتنی بار اُسے اندر لے جانے کو آیا تھا مگر وہ وہاں سے اُٹھ نہیں رھی تھی۔

وہ اُسکی حالت دیکھ کر خود بھی رو رھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ماما اُسے بلائیں نا۔۔۔وہ بہت تکلیف میں ہے۔" وہ اندر جا کر اپنی ماں سے کہہ رہا تھا۔

"تکلیف میں ہے تو بیٹھے رہنے دو اُسے وہاں______جب ٹھنڈ لگے گی تو خود ہی اندر آ جائے گی۔اور اب اگر تم اُس کے پاس گئے تو واپس مت آنا۔" اُنہوں نے اُسے سختی سے ڈانٹ دیا تھا۔وہ اپنی ماں کے اِس رویے پر بہت پریشان ہوا تھا مگر اب وہ اُسکے پاس باھر بھی نہیں جا سکتا تھا۔

★★★

کافی دیر بعد اُسے بے حد ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا۔اُسے لگا تھا جیسے وہ جمنے لگی ہے۔دسمبر کی یخ بستہ رات تھی اور وہ باہر ٹھنڈے فرش پر ننگے پاؤں بیٹھی تھی۔

وہ لاؤنج کے دروازے کی طرف لپکتے ہوئے بڑی مشکل سے اندر پہنچی تھی۔لاؤنج میں سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اُس کمرے سے کچھ باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

بے اختیار ہی اُسکے پاؤں کمرے کا رُخ کرنے لگے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ننگے پاؤں بغیر چاپ پیدا کیے کمرے کی جانب بڑھی۔اور اُس لمحے کمرے کے باہر کھڑی اُس بارہ سال کی بچی کے کانوں نے جو سنا تھا وہ اُسکے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی تھا۔

"انا کو اِس سب کے بارے میں بھی کچھ پتا نہیں چلنا چاھئے، جب تک ہم اُس سے جائیداد کے کاغذات سائن نہیں کروا لیتے تب تک اُسے کچھ بھی پتا نہیں چلنا چاھئے کہ اِن سب کی موت کے ذمہ دار ہم ھیں۔" تایا کی محتاط آواز اُسکی سماعت میں پڑی تھی۔سب کچھ اُسکی سمجھ سے باہر ھو رھا تھا۔

" ظہیر مجھے ڈر ھے کہ کہیں ہمیں اُس لڑکی کی بد دعا نہ لگ جائے۔" تائی بول رھی تھیں۔

"اُسکی بد دعا ھمیں کیوں لگے گی، ہمارے بچوں کی بد دعا نہ لگتی اُسے جب وہ اپنی ساری جائیداد اپنی اولاد کے نام کرنے جا رھا تھا۔ہمارے حصے میں کیا رہ جاتا؟ وہ دو کوڑی کی زمین جو وراثت میں میرا باپ چھوڑ گیا بس وہی؟ کبیر اپنے بچوں کے ساتھ عیش کی زندگی گزارتا اور میں بس اُسکا منہ دیکھتا رہ جاتا۔کوئی پچھتاوا نہیں ھے اُسکی موت کا۔اب یہ گھر بھی ہمارا ھو گا اور ساری

زمینیں بھی۔اور اُسکی بیٹی۔۔۔اُسکا بھی کوئی بندوبست کرلوں گا میں۔بس ابھی کے لئے اُسے پتا نہیں چلنا چاھئے کہ اُسکے گھر والوں کو ہم نے مارا ھے۔" جانے ابھی اور کتنے آسمان اُسکے سر پر گرنے تھے۔تایا کی باتوں پر اُسے ایک بار پھر اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا محسوس ھونے لگا تھا۔اور کتنے صدمے تھے۔۔۔جو اُسے سہنے تھے۔اور کتنی تکلیفیں تھیں جو اُسے اُٹھانی تھیں۔ کھڑے رھنا محال ھو رھا تھا۔وہ وہیں فرش پر ڈھے گئی تھی۔جانے اور کتنی بار اُسے گرنا تھا۔

اُسکے گرنے کی آواز اندر تک گئی تھی اِسی لئے ظھیر اور اُسکی بیوی تیزی سے باہر آئے تھے۔

اُن کے پیچھے اُن کے دونوں بیٹے بھی تھے۔

اُسے وہاں دیکھ کر تایا کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔انا نے چہرہ اُٹھا کر اپنے سامنے کھڑے افراد کو دیکھا۔

کیا تھا اُن نگاھوں میں جس نے شہریار کے دل کو چُور کر دیا تھا۔

اُسکی آنکھوں میں تایا کو دیکھ کر اُبلنے والی نفرت اور تکلیف حد سے زیادہ تھی۔

اُس نے بولنا چاہا۔۔۔چند لمحے کے لئے وہ بول نہیں پائی۔

"کیوں کیا ایسا؟ میرے بابا کو کیوں مار دیا تم لوگوں نے۔۔۔کیا بگاڑا تھا اُنہوں نے تمہارا؟" اور پھر وہ چلائی تھی اور ساتھ ھی کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح تایا پر جھپٹ پڑی تھی۔

ظہیر تایا نے سختی سے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر پیچھے کو دھکا دیا۔وہ دوبارہ وہیں گر گئی تھی۔

"قاتل ھو تم۔۔۔تم نے قتل کر دیا میرے گھر والوں کو۔۔۔تم نے قتل کر دی میری پہچان۔۔۔قاتل ھو تم۔" وہ چیخ رھی تھی۔اُسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔چیخنے کی وجہ سے گلا بیٹھنے لگا تھا۔

"چپ کرو لڑکی۔۔۔چپ کر جاؤ۔" تایا نے اِس قدر اونچی آواز میں کہا تھا کہ وہ ایک پل کے لئے سہم گئی۔وہ اب اُسے بازو سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف گھسیٹ کر لے جا رھے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔اللہ تمہیں غرق کر دے گا۔۔۔قاتل ھو تم۔" وہ مسلسل چلاتے ہوئے رو رھی تھی۔

"بابا۔۔۔۔ چھوڑ دیں اُسے۔" شہریار نے بے تابی سے اُسکے پیچھے جانے کی کوشش کی تھی مگر مہربان نے اُسے دبوچ لیا تھا۔

"مہربان چھوڑو مجھے۔۔۔۔ تم قاتل ھو۔۔۔ تم سب کے سب قاتل ھو۔" وہ خود کو چھڑاتے ھوئے نفرت سے چلایا تھا۔

"اِسے اندر لے جاؤ۔" اُسکی ماں نے مہربان کو دیکھتے ھوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"تم لوگ میرے کچھ نہیں لگتے۔۔۔۔ میں قاتل کا بیٹا نہیں ھو سکتا۔" مہربان اُسے کھینچ کر اندر لے گیا تھا۔ وہ چیختا رہ گیا۔

تایا نے اُسے اوپر اسٹور روم میں بند کر دیا تھا۔

"چپ کر کے یہاں پڑی رھو۔۔۔ ورنہ تمہارا حال بھی وہی ھو گا جو باقیوں کا ھوا۔" وہ غصے سے کہتا باہر نکل گیا تھا۔

★★

آدھی رات کا وقت تھا۔اُس نے تھوڑا سا بستر نیچے کر کے آنکھیں اِدھر اُدھر گھمائیں۔

سب لوگ گہری نیند میں سو رہے تھے۔

وہ دھیرے سے اُٹھا اور بغیر کوئی آواز پیدا کئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کمرے کے باہر تھوڑے فاصلے پر بائیں جانب کچن تھا۔وہ آہستگی سے آگے بڑھتا کچن کے اندر چلا گیا۔اُس نے اپنا سانس تک روک رکھا تھا۔

اُس نے دیکھا وہاں صبح والا کچھ کھانا رکھا تھا۔اُس نے کھانا ایک پلیٹ میں ڈالا اور ساتھ پانی کا گلاس رکھتا وہ ٹرے اُٹھائے بڑی رازداری سے باہر نکلنے لگا۔مگر اِس سے پہلے کے وہ باہر قدم رکھتا اُس نے کوئی آواز سنی تھی۔

وہ پیچھے ہٹ گیا۔اور پھر چند لمحے بعد دھیرے سے باہر دیکھا۔اُس کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی۔

ظہیر لاؤنج میں داخل ہو کر اب اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اور پھر وہ کمرے میں چلا گیا۔ شہر یار نے بے اختیار ہی سانس لیا تھا۔ ظہیر آدھی رات کو گھر لوٹ رہا تھا۔ یہ بات اُسکے لئے نئی نہیں تھی۔ وہ ہر رات بہت دیر سے ھی گھر آتا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ کمرے سے باہر نہ نکلا تو شہر یار کچن سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اُسکے قدم بہت محتاط تھے۔

وہ آہستگی سے سیڑھیاں چلتا اوپر چلا گیا تھا۔ اسٹور روم کا دروازہ کھولتے ھی شیری کی نظر اُس پر پڑی تھی۔ کمرے میں چھوٹی سی زرد بتی روشن تھی۔ وہ یوں بیٹھی تھی جیسے اُسکا وجود بے جان ھو چکا ھو۔

اُس نے شہر یار کو دیکھا۔ اُس کے وجود میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اُٹھ سکتی ورنہ وہ شیری سے پوچھنا چاھتی تھی کہ کیا یہ تھی تمہاری دوستی؟ اُسکی نظروں میں سب کچھ تھا۔ نفرت۔۔۔ غصہ۔۔۔ درد۔۔۔ تکلیف!

وہ کیا کیا ظاہر کرتی۔

شیری نے کھانے کا ٹرے ایک طرف رکھا اور پھر خود بھی اُسکے قریب ھی نیچے بیٹھ گیا۔

"تمہارے لئے کھانا لایا ھوں میں۔۔۔ صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا۔۔۔ کچھ کھا۔۔۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا مگر انا نے اُسکی بات کاٹی۔

"کیوں شیری؟ کیوں اچھے بن رہے ھو۔۔ اب تو میں سب کچھ جان گئی ھوں، تم سب لوگ قاتل ھو، تم سب جھوٹے ھو، سب نے مجھے دھوکہ دیا ھے۔ کیوں کیا ایسا؟" وہ ٹوٹے ھوئے لہجے میں بولی۔

"تم غلط سمجھ رہی ھو انا۔۔۔ میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا ھے۔" وہ بیچارگی سے بولا۔

"تمہارے باپ نے میرے معصوم بھائی کو مار دیا، میرے جان سے پیارے بابا جان کو جدا کر دیا مجھ سے۔۔۔ میری ماں کو چھین لیا گیا، کیا تم نہیں جانتے تھے۔۔۔؟ کیا تم ایک قاتل کے بیٹے نہیں ھو؟" وہ ایک بار پھر رونے لگی تھی۔ وہ گھٹنوں میں چہرہ کیے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

شیری چند منٹ اُسے بے بسی سے دیکھتا رہا۔ وہ روتے روتے خود ہی خاموش ھو گئی تھی۔

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں اُن کا بیٹا ہوں، میں نے خود اُن کا اصلی چہرہ آج دیکھا ہے، انہوں نے اپنے بھائی کو مار دیا یہ جان کر جتنی بے یقین تم ہو اُتنا میں بھی ہوں۔" وہ اُسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بے قصور ہے۔ وہ خاموش رہی۔

"میرا یقین کروانا۔۔۔ میں دوست ہوں تمہارا اور ہمیشہ رہوں گا۔۔۔ میں کبھی بھی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔" اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اُسے کیسے یقین دلائے۔

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، ہمیشہ تمہارا ہی ساتھ دوں گا انا۔۔۔ تم اکیلی نہیں ہو، جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں۔" اُسکی باتوں میں سچائی تھی، امید تھی۔ انا نے بے بس نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"میرا یقین کرو۔" شیری نے آنکھوں میں اُمید لئے اُسے دیکھ کر نرم لہجے میں کہا۔ شیری کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ دیکھ سکتی تھی۔

انا نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ زخمی سے انداز میں مسکرایا۔

شاید یہ شیری ہی تھا جس کے سہارے کی اِس وقت اُسے ضرورت تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اُسکے کندھے پر سر رکھے ہوئے تھی اور وہ اُسے نوالے توڑ کر کھلا رہا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اِن سے آزادی دلواؤں گا اور کبھی بھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔" اُس نے اپنے کندھے پر گیلا پن محسوس کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

وہ دونوں ایک ساتھ ہی کھانا کھا چکے تھے۔ شہریار اب واپس جانے کے لئے اُٹھا تھا۔

مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے شیری۔۔۔ مت جاؤ۔" اُس نے اُسے روکنا چاہا۔

"تمہیں آج یہاں اکیلے ہی رہنا پڑے گا۔ کیونکہ اگر کسی نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو وہ اِس کمرے کو لاک کر دیں گے۔ پھر میں کبھی بھی تمہیں یہاں سے نکال نہیں سکوں گا۔ اپنا خیال رکھنا۔" وہ چلا گیا تھا۔

مگر جاتے جاتے اُسے یہ اُمید ضرور دے گیا تھا کہ اُس نے اپنا سب سے اچھا دوست نہیں کھویا ہے۔ وہ اب بھی اُس کے ساتھ کھڑا تھا۔

اگر آج وہ اُسے یہ اُمید نہ دے کر جاتا تو شاید وہ اِسی اسٹور روم میں مر جاتی۔

www.novelsclubb.com

اور پھر مشکل چاھے کتنی بھی بڑی کیوں نہ ھو، تکلیف چاھے جتنی بھی گہری ھو، انسان کو جینا ھی پڑتا ھے، اُمید کبھی بھی ختم نہیں ھوتی۔ کوئی نہ کوئی اُمید تو باقی رہ ھی جاتی ھے۔ اور وہ اُس کے لئے ایسی ھی اُمید بن کر آیا تھا۔

★★

اگلے دن شام کو وہ ظہیر کے باہر جانے کا انتظار کرتا رھا۔ اور جوں ہی وہ گھر سے نکلا تو اُس نے اپنی ماں اور اپنے بھائی کے کمرے کو باہر سے لاک کر دیا تھا۔

اُسکے پاس وقت کم تھا۔ جو منصوبہ اُس نے تیار کیا تھا، اُسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اِس میں کامیاب ھو گا بھی یا نہیں۔

وہ جلدی سے انا کو اسٹور روم سے نکال کر عقبی دروازے کی طرف لے گیا تھا۔

"جب سامنے کوئی راستہ نظر نہ آئے تو بیک ڈور کا استعمال کر لینا چاھئے۔" انا کو اُس لمحے اپنے بابا کی بات یاد آئی تھی۔

جیسے ہی وہ اُس دروازے کے قریب پہنچے تو اُنہیں پیچھے سے کچھ آوازیں آئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"لگتا ھے اُنہیں پتا چل چکا ھے، جلدی بھاگو تم۔۔۔میں آجاؤں گا۔" وہ پھولے ھوئے سانس سے کہہ رھا تھا۔

دروازے کو تالا لگا ھوا تھا لیکن وہاں کوئی گارڈ نہیں تھا۔اُنہیں اُس دروازے کو پھلانگ کر باہر جانا تھا۔

"جلدی چڑھو۔۔۔وہ لوگ قریب آرھے ھیں۔" شیری نیچے جھکا ھوا تھا۔انا نے اُس کے اوپر پاؤں رکھا اور پھر دیوار پر چڑھ گئی۔

"شیری جلدی کرو۔" انا نے خوفزدہ ہو کر اُن گارڈز کو دیکھا جو اُن کے بالکل قریب آچکے تھے۔

"پکڑو اُنہیں۔۔۔بھاگنے نہ پائیں۔" گارڈ نے کہا۔

اور اِس سے پہلے کہ شیری دیوار پر چڑھ پاتا وہ گارڈز کی گرفت میں آچکا تھا۔

انا کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔اُسے لگا جیسے اُس کا دل کسی نے اپنے شکنجے میں لے لیا ھو۔

www.novelsclubb.com

"بھا گو انا۔۔۔چلی جاؤ۔۔۔"شیری گارڈز کے ھاتھوں میں کسی مچھلی کی مانند مچلتا کہہ رھا تھا۔

انا نے روتے ھوئے نفی میں سر ہلایا۔وہ اپنے اِس آخری شخص کو نہیں کھونا چاھتی تھی۔

ایک گارڈ اب اُسکی طرف بڑھ رھا تھا۔اور دوسرا دروازہ کھول رھا تھا۔

"شیری۔۔۔"اُس نے ایک آخری بار اُس شخص کا نام پکارا تھا۔کیا تھا اُس آواز میں شیری کے لئے؟دُکھ،تشکر،شکوہ۔۔۔

"جاؤ انا۔۔۔تمہیں ابھی اور جینا ھے۔۔۔"تکلیف تو شیری کے چہرے سے بھی ٹپک رھی تھی۔اور وہ کود گئی تھی۔

دوسری جانب وہ گھٹنوں کے بل نیچے گری تھی۔بہت کم لوگ ھی گر کر اُٹھنے کی ہمت رکھتے ھیں۔اور وہ اپنے اندر وہی ہمت لائی تھی۔وہ اُٹھ پڑی تھی۔۔۔پھر کبھی نہ گرنے کے لئے۔

★★

وہ اُٹھ پڑی تھی۔۔۔پھر کبھی نہ گرنے کے لئے۔

اُس نے بغیر پیچھے مڑے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔وہ بھاگتی گئی تھی۔بغیر راستہ دیکھے۔

گارڈز نے بہت دور تک اُسکا پیچھا کیا تھا۔مگر جب وہ کافی آگے نکل گئی تو وہ اُسے اپنے پیچھے نظر نہیں آئے تھے۔

اُس نے بہت دیر بھاگنے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔وہ بہت آگے نکل آئی تھی۔وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھکی سانس بحال کر رہی تھی۔اور پھر چند پل بعد اُس نے کچھ محسوس کیا تھا۔وہ بالکل تنہا ایک سنسان سی جگہ پر کھڑی تھی۔اُسے یکدم ہی خوف محسوس ہوا تھا۔اندھیرا بڑھ گیا تھا اور اُسے لگا تھا جیسے یہ اندھیرا اُسے اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔مگر اُس نے ایک بار پھر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔

اور پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچی تھی جہاں چند دکانیں تھیں۔وہاں ارد گرد جلتی روشنیاں اندھیرے کو دور کر رہی تھیں۔

اُس نے بھاگتے بھاگتے رُک کر ہر سو دیکھا۔وہاں کچھ لوگ اِدھر سے اُدھر گھوم رہے تھے۔وہ اب بھاگنے کے بجائے چلنے لگی تھی۔

نظریں جھکائے سڑک کے درمیان چلتی وہ اکیلی لڑکی۔۔۔جس کی عمر ابھی محض بارہ سال تھی۔اور پھر ارد گرد موجود لوگوں کی اُٹھتی نظریں۔وہ اُن لمحوں کو کیسے گزار رھی تھی یہ وہی جانتی تھی۔اتنی تذلیل۔۔۔اتنی تکلیف۔۔۔اُس وقت اُس نے بہت کچھ ایسا محسوس کیا تھا جو اُس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

تصورات سے بہت پرے هیں حقیقی زندگی کے تجربات!

وہ بہت مشکل سے اُس سڑک سے آگے نکلی تھی۔اور پھر وہ چلتی رھی تھی۔

اُس کا دل چاہ رھا تھا کہ وہ بس یہاں سے کہیں بہت دور چلی جائے۔اُس کا خوف کم نہیں ھو رھا تھا۔اُسے لگ رھا تھا کہ وہ لوگ اُسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر واپس لے جائیں گے۔

اِسی لئے وہ رُکی نہیں تھی۔وہ بھاگتی جا رھی تھی۔اور پھر ایک جگہ وہ رُک گئ تھی۔۔۔اُس جگہ جہاں اُسے واقعی لگا تھا کہ وہ محفوظ ھو گی۔وہ ایک دربار تھا جس کی روشنیاں

ہر تاریکی کو مٹانے پر قادر تھیں۔وہ مشکل سے ھی اُس دربار کے اندر پہنچی تھی۔پاؤں میں زخم ھونے لگے تھے۔اور وہ اُس دربار کے اندر پہنچ کر وہیں ڈھیر ھوگئی تھی۔اُسے لگا جیسے اُس کے اوپر نیند طاری ھورھی ھو۔در حقیقت وہ بے ہوش ھوچکی تھی۔

جس لمحے اُسے ہوش آیا تو وہ کسی انجان جگہ پر تھی۔بمشکل ہی اُس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔سر بھاری ھورھا تھا جس میں درد کی ٹھیسیں اُٹھ رھی تھیں۔وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھی، جسے حجرہ بھی کہا جاتا ھے۔وہاں ایک دیوار میں چھوٹا سا روشن دان تھا۔جہاں سے چاند کی روشنی اندر داخل ھورھی تھی۔اُس نے محسوس کیا تھا اُس کے اوپر کوئی گرم کپڑا تھا۔اُسی لمحے اُسے دل میں تکلیف بھی محسوس ھوئی تھی۔۔بے حد تکلیف!!

اُس نے دوبارہ آنکھیں موندلیں۔اِس وقت اُسے نیند کی بے حد ضرورت محسوس ھورھی تھی۔پچھلے کچھ دنوں سے اُسکی زندگی کتاب کے کسی صفحے کی طرح مکمل طور پر پلٹ دی گئی تھی۔وہ زندہ تھی، کیونکہ اُس نے اُمید نہیں چھوڑی تھی۔۔۔وہ اُمید کون سی تھی، وہ نہیں جانتی تھی مگر کچھ تو تھا جو اُسے یہاں تک لے آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک بار پھر نیند کی وادیوں میں جا چکی تھی اور دوبارہ جب اُسکی آنکھ کھلی تو سورج کی کرنیں اُس کے اوپر پڑتی ہوئی دکھائی دے رہیں تھیں۔

اُس نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔وہ سوج چکی تھیں۔وہ دھیرے سے اُٹھی۔اور پھر بڑی مشکل سے دروازے تک پہنچی۔اِس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی وہ دوسری طرف سے کھلتا چلا گیا تھا۔

"اُٹھ گئی۔۔۔؟"سامنے ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا۔جس کی داڑھی سفید تھی۔وہ اندر داخل ہوئے تو وہ پیچھے کو ہٹی اور توازن بگڑنے پر وہ نیچے گری تھی۔

"ارے آرام سے ___ آؤ اور یہاں بیٹھ جاؤ۔"اُس بوڑھے شخص نے اُسے زمین پر پڑے بستر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔وہ میکانکی انداز میں اُس بوڑھے شخص کو دیکھتی اُسکے قریب اُسی بستر پر آہستگی سے بیٹھ گئی۔

"کون ہیں آپ؟"اُسے لگا جیسے اُس کے الفاظ بھی مردہ ہو چکے ہوں۔

"یہ جاننا ضروری نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔"وہ نرمی سے مسکرائے تھے۔

"آج رات جب تم دروازے کے ساتھ بے ہوش پڑی تھی تو تمہیں کافی تیز بخار ھو رھا تھا۔۔۔اب کیسی طبیعت ھے تمہاری؟"اُن کا مزاج نرم تھا۔

"میں ٹھیک ھوں۔"وہ غائب دماغی میں بولی۔اُسے یاد آیا تھا کہ رات کو وہ کن حالات سے گزرتے ھوئے یہاں پہنچی تھی۔

"پہلے جاؤ اور ھاتھ منہ دھو کر کچھ کھالو_____باقی سوال بعد میں ھوں گے۔"اُنہوں نے کہا اور پھر دھیرے سے اُٹھ کر باہر چلے گئے۔

وہ بھی اُن کے پیچھے باہر آگئی تھی۔

"مجھے ایک چادر چاھئے۔"وہ اُن کے عقب میں چلتی بولی۔وہ رُک گئے۔

"سنو رحیم_____ایک چادر لے آؤ۔"اُنہوں نے اپنے پاس سے گزرتے ملنگ کو آواز دی۔

"جی باباسائیں_____ابھی لایا۔"وہ مؤدب انداز میں بولا۔

"اِس بچی کے لئے وہاں اُس پیڑ کے پاس کھانا بھی لے آؤ۔" وہ ایک سیاہ چادر لے کر آیا تو بابا سائیں نے ایک اور حکم دیا۔ وہ سر اثبات میں ہلاتا ہوا چلا گیا۔

انا چادر لیتے اُس جگہ کی جانب بڑھ گئی جہاں وضو کے لئے نل ایک قطار میں لگے تھے۔

اُس نے باقاعدہ وضو کیا اور بال سمیٹ کر اُس سیاہ چادر کو اپنے گرد لپیٹ لیا۔ اُسکی حالت اب رات سے بہتر لگ رہی تھی۔

وہ خود کو بہت بیمار اور کمزور محسوس کر رہی تھی۔ یوں جیسے وہ اُٹھ کر چل بھی نہیں پائے گی۔ مگر وہ اُٹھی اور پھر اُس پیڑ کی طرف بڑھ گئی جہاں بابا سائیں پہلے سے بیٹھے اُسکا انتظار کر رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

آج دھوپ کی وجہ سے سردی کی شدت کچھ کم تھی۔ وہ اُن کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"بسم اللہ کرو۔" وہ بولے تو اُس نے اپنے سامنے پڑے چاولوں کو دیکھا۔

ایک دانہ بھی چکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا اُس کا۔ اُن چاولوں کو دیکھ کر ہی اُسکا پیٹ بھر گیا تھا۔

"کھالو۔۔۔رزق سے منع نہیں کرتے۔"اُن کا انداز ایک ساھی نرم تھا۔

اُن کے کہنے پر اُس نے واقعی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تھا۔

"تو بتاؤ______ تنہا ھو کیا؟"کچھ دیر بعد بابا سائیں نے اپنی لاٹھی پر نظریں جمائے پوچھا۔

اور اُسکا نوالہ بناتا ھاتھ رُک گیا تھا، وہ چند پل اُنہیں دیکھتی رھی۔اُسے خاموش پا کر اُنہوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔انا نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ خاموش ھو گئے۔

اُس نے دوبارہ کھانا شروع کیا۔

اُنہوں نے اُسکے کھانا ختم کرنے کا انتظار کیا۔کچھ دیر بعد وہ چاولوں کی چھوٹی سی پلیٹ خالی کر چکی تھی۔

پھر اُس نے ساتھ پڑے پانی کے گلاس سے پانی پیا۔اُس نے معمول کے مطابق اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اُسکی زندگی میں کیا ھونے والا تھا۔وہ تو ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔وہ تو معصوم سی بچی تھی۔اُسے کیا خبر تھی کہ وہ کیا کرے۔۔۔وہ کس راستے کو چنے۔۔۔کہاں جائے۔۔۔وہ بس مکمل طور پر اپنے حال میں موجود تھی۔

"نام کیا ھے تمہارا؟"اُنہوں نے پوچھا۔

"میرا نام۔۔۔"اُس نے سوچنے کی سعی کی تھی۔پھر جیسے ایک دم ہی ہوش آنے پر بولی۔

"انا______میرا نام انا ھے۔"

"انا____"اُنہوں نے زیرِ لب دہرایا۔

"کیا کھو دیا؟"

"سب کچھ۔"اور اُسے لگا کہ یہ الفاظ اُسے ختم کر دیں گے۔سب کچھ ھی تو کھو دیا تھا اُس نے۔کیا رہ گیا تھا اُس کے پاس۔۔۔اُسکی سیاہ آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔

معصوم سے دل پر بہت بھاری بوجھ آن گرا تھا۔گ

"سب کچھ کھو دیا۔۔۔ صرف میں بچی ھوں۔۔۔ صرف انا ہی رہ گئی ھے۔" اُس نے خود کو کہتے سنا۔

"تو پھر اِس انا کو مت کھونا____ سب کھو دینا مگر خود کو کبھی نہ کھونا۔" وہ بڑی ہی رازداری کے ساتھ اُسے تنبیہہ کرنے والے انداز میں بولے۔

اُسے اُن کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"خود کا کیا کروں گی باباسائیں۔۔۔ جب وہ ھی نہیں جن کی وجہ سے میں تھی۔" اُسکے آنسو آنکھوں سے جدا ھونے لگے تھے۔ معصومیت بھرے چہرے پر تکلیف کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"وجہ کوئی نہیں ھوتا_____ وجہ کوئی نہیں ھوتا بچی۔۔۔ وجہ ہم بنا لیتے ھیں۔" انا نے اُس سفید داڑھی والے شخص کو ناسمجھی سے دیکھا۔ اُن کی آنکھیں نمی کے باعث چمک رھی تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔ کہ تم کسی وجہ سے زندہ ہو؟ اگر ہو تو کیا ہے وہ وجہ۔۔۔؟ کیا رہ گیا ہے تمہارے پاس جس کے لئے تم جیو گی؟"

وہ پوچھ رہے تھے اُس سے۔ اور وہ چپ چاپ سوچ رہی تھی۔

"مصلحت۔۔۔ مصلحت ہے ایک، حکمت پوشیدہ ہے اور جلد ظاہر ہو گی____ منزلیں مقرر کی جا چکی ہیں، بس سفر طے کرنا باقی ہے۔ کچھ سفر طویل ہوتے ہیں اور کچھ بہت مختصر۔" وہ چہرہ اُسکے قریب کئے سنجیدگی سے بتا رہے تھے۔

وہ اُنہیں دیکھ کر روتی جا رہی تھی۔ بالکل بے آواز۔

"میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟" وہ روتے ہوئے بولی۔ اُسکے ذہن میں اپنوں کی تصویریں ایک بار پھر گھومنے لگی تھیں۔

"تم واحد نہیں ہو جو اِس حال میں ہے، اللہ کے بہت سے بندے اذیت میں مبتلا ہیں۔"

اُسے لگا جیسے حلق میں کانٹے چبھ رہے ہوں۔

"لیکن میرا۔۔۔۔ میرا کیا قصور۔۔۔۔ تھا۔۔۔" وہ ہچکیوں سے روتی بول رھی تھی۔

"میں تو ایک بچی ھوں۔۔۔ اتنی سی عمر میں اتنا سب کھو کر میں۔۔۔ کیسے زندہ۔۔۔ رہوں گی۔۔۔ لوگ اتنی زیادہ زندگی گزار کر بھی اتنے خوش۔۔۔ ھیں۔۔۔ پھر مجھے کیوں اتنی تکلیف مل رھی ھے۔۔۔ میں بھی تو۔۔۔ میں بھی تو انسان ھی ھوں۔۔۔ پھر اللہ کیوں اتنی تکلیف دے رھا ھے؟" اُسکی سوجی ھوئی آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ بُری طرح سے رو رھی تھی۔

بابا سائیں نے اُسے بے حد اذیت محسوس کرتے ھوئے دیکھا تھا۔ اُس چھوٹی سی بچی پر اُس لمحے کسی کو بھی رحم آ سکتا تھا۔

"تم اُس بچے کی تکلیف کا اندازہ کر سکتی ھو جسے پیدا ھوتے ھی کچرے کے ڈبے میں پھینک دیا جائے؟ یا پھر اُس بوڑھے باپ کا دُکھ جس کے پاس سہارا دینے کو اولاد ھی نہ ھو۔ اگر صرف اُن لوگوں کو دیکھو گی جو خوشحال زندگیاں گزار رھے ھیں تو جینا بہت مشکل ھو جائے گا۔ ہماری تکلیف کی سب سے بڑی وجہ ہم خود ھوتے ھیں، یہ وہم و گمان اور خوشی کی چاہت اور کچھ نہیں بس غم اور پریشانی میں اضافہ کرتی ھے۔"

وہ اُنہیں سمجھ رہی تھی۔اور وہ اپنی تکلیف کو بھی سمجھ رہی تھی۔

"کیا کرنا چاھئے اِس اذیت سے نکلنے کے لئے۔۔۔؟"

"محسوس کرو۔۔۔خود کو دنیا سے الگ رکھ کر محسوس کرو۔۔۔یہ ذہن میں رکھتے ھوئے کہ تمہارے ساتھ کوئی اور ذات جُڑی ھوئی ھے۔۔۔۔محسوس کرو خود کو۔"

وہ بولے۔انا اُنہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"لیکن کیسے؟"اُس نے محض سوچا تھا۔

"کیا اللہ صرف اپنے نیک بندوں کو آزماتا ھے؟"اُس نے اچانک ھی یاد آنے پر پوچھا تھا۔ آنسو ہلکے ھو گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"انسان نیک یا بد نہیں ھوتا_____مگر تب،جب اللہ اُسے آزماتا ھے۔اگر صبر کرے گا تو نیک کہلائے گا،اور بد ھو گا۔۔۔اگر بھک جائے تو۔"

"صبر۔۔۔؟"وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

"صبر جانتی ھو۔۔۔؟"اُنہوں نے پوچھا تو وہ سوچنے لگی۔

صبر۔۔۔؟ وہ تو صبر کو نہیں جانتی تھی۔۔۔اُسے لگتا تھا کہ ہر وہ انسان صبر کرتا ھے جس کو کوئی تکلیف پہنچے۔یعنی صبر تکلیف سے منسوب تھا۔لیکن اصل میں صبر تھا کیا؟

"صبر ھی تو کر رھی ھوں؟"اُس نے بتانے سے زیادہ اُن سے پوچھا تھا۔اُنہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم تو کب سے سوال کر رھی ھو_____اور صبر میں سوال نہیں کئے جاتے۔۔۔۔صبر خامشی کا نام ھے۔۔۔۔گہری چپ!!

اور صبر کو دل سے تسلیم کیا جاتا ھے۔محض خاموش ھو جانا اور دل ھی دل میں کُڑھتے رھنا صبر نہیں ھے۔بلکہ کوئی گمان ھی نہ کرنا اللہ سے،اور چپکے سے سہہ جانا،بغیر اُسے بُرا جانے۔یہی صبر ھے۔"

اور وہ تو صبر کا مطلب جان کر گنگ رہ گئی تھی۔

"صبر کتنا مشکل ھے۔۔۔!!!

وہ اندازہ بھی نہ لگا سکی۔

"اور اِسکے بغیر جینا اور بھی مشکل۔" وہ اُسکی بات کے جواب میں بولے۔

"صبر کی مقدار نہیں ہوتی۔۔۔ہاں اِسکا معیار ہوتا ہے، اور بہت ہوتا ہے۔ جن احساسات کا معیار خدا تعالیٰ کی ذات کے پاس ہو اُن احساسات کو اپنا لینا چاہیے، یہی زندگی گزارنے کے لئے کافی ہے۔"

اور اُس دن سے لے کر اب تک وہ صبر ہی تو کرتی آئی تھی۔ کیا ملا تھا اُسے صبر کر کے۔۔۔؟

وہ سب کچھ جس کی کبھی اُس نے چاہ بھی نہیں کی تھی۔ وہ سب جس کے بارے میں اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ مگر سب سے اہم چیز جو اُس نے صبر کر کے پائی تھی۔

وہ تھی اُس کی ذات۔۔۔!!

وہ ذات جس کے بارے میں بابا سائیں نے کہا تھا کہ یہی زندگی گزارنے کے لئے کافی ہے۔

★★★

اور پھر ایک روز وہ اُسی پہلے دن والے حجرے میں بیٹھی تھی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کتنا بڑا دھوکہ ھے زندگی، اور اِس سے بھی بڑا دھوکہ وہ لوگ جو ہماری زندگی کا حصہ ھیں۔

"تمام گھاؤ بھر جاتے ھیں سوائے اُن کے جو ہمیں ھمارے اپنے عنایت کرتے ھیں۔"

"اپنے؟" یہ لفظ بھی اب اُس کے لئے اہمیت کھو چکا تھا۔ اب اگر کچھ اہم تھا تو وہ نفرت تھی اُنہی اپنوں کے لئے جو اُس کے غم کی سب سے بڑی وجہ تھے۔ جنھوں نے اُس سے اُسکا سب کچھ چھین لیا تھا حتیٰ کہ اُسکی اپنی پہچان بھی۔

"امی______بابا۔۔۔" وہ گھٹنوں پر سر رکھے رو رھی تھی۔

"آپ کیوں چلے گئے اتنی جلدی؟" اُسکے دُکھ کا اندازہ وہ خود بھی نہیں لگا پا رھی تھی۔ مگر وہ اتنا جانتی تھی کہ جو بوجھ اُسکے دل پر تھا اُسے سہنا بہت مشکل تھا۔

"خضر کو بھی اپنے ساتھ لے گئے آپ؟ آپ دونوں اُس سے ھی زیادہ محبت کرتے تھے نا۔۔۔ اِس لئے صرف اُسے لے کر گئے، مجھے بھی ساتھ ھی لے جاتے، میں بھی تو آپ کی بیٹی

تھی، کہا بھی تھا آپ سے کہ مجھے ساتھ لے جائیں۔"یوں لگ رہا تھا کہ وہ کمرے کی دیواروں سے باتیں کر رہی ہو۔۔۔ مگر تصورات میں وہ اُن سے مخاطب تھی۔

اُسکے ماں باپ اور بھائی ہمیشہ کے لئے اُسے تنہا کر گئے تھے یہ سوچ ھی اُسے پاگل کر رھی تھی۔

اُسے لگا جیسے اُسکا دم گھٹ جائے گا۔سانس بھی لینا مشکل ھو رھا تھا۔وہ تیزی سے اُٹھ کر حجرے سے باہر نکلی اور بھاگتی بھاگتی دربار سے باہر نکل گئی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں جا رھی ھے، کیا کر رھی ھے وہ بس ذہنی تباھی کا شکار تھی۔

اُسے کیا خبر تھی کہ یہ دن اُس کے لئے ایک نیا موڑ لے کر آنے والا تھا۔کچھ واقعات زندگی کو مکمل طور پر بدل دیتے ھیں۔

وہ دربار کے بیرونی دروازے کے سامنے کھڑی تیز تیز سانس لے رھی تھی۔اگر کوئی جاننے والا اُسے دیکھ لیتا تو پہچان ھی نہ پاتا۔

وہ انا پہلے والی انا نہیں رہی تھی۔وہ بہت بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ ہجر مارتا نہیں، ہجر رول دیتا ھے۔

اُسکی نظر اچانک ھی سڑک کے دوسرے کنارے پر بیٹھی اُس بچی پر پڑی جو کپڑا بچھائے فٹ پاتھ پر بیٹھی آتے جاتے ہر شخص کو التجائیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اُسے ایک بار پھر تکلیف کا احساس ھوا تھا۔وہ بے بسی سے خود سے ایک، دو سال چھوٹی اُس بچی کو دیکھ رہی تھی۔

"تم واحد نہیں ھو جو اِس حال میں ھے، اللہ کے بہت سے بندے اذیت میں مبتلا ھیں۔"

اُسی پل بابا سائیں کی آواز اُسکے کانوں میں گونجی تھی۔کچھ آنسو اُس کی آنکھوں سے نکل کر زمین پر گر گئے۔وہ اندھا دھند بھاگتی ھوئی اُس بچی تک پہنچی تھی۔

اور اُسکے قریب پہنچ کر وہ برابر میں ھی نیچے بیٹھ گئی۔اُس بچی نے ایک نظر اُسے دیکھا اور پھر دوسری طرف چہرہ موڑا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھ رہی ہو باجی۔۔۔یہ جگہ تو ہم جیسوں کے لئے ہے۔"اُس بچی نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔انا اپنے آنسو روک نہیں پا رہی تھی۔

"کیا ہوا باجی۔۔۔؟روکیوں رہی ہو؟"وہ اُسے یوں روتے دیکھ کر حیرت سے بولی۔

"چپ کر جاؤ،مجھے اچھا نہیں لگ رہا باجی۔۔۔"اُسکا لہجہ دُکھی تھا۔

انا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کئے اور ایک گہری آہ بھری۔

"تمہیں کیوں لگا کہ یہ جگہ تمہارے لئے ہے؟میں بھی تو تمہارے جیسی ہی عام لڑکی ہوں۔۔۔ہو سکتا ہے کہ کل میں یہاں پر بیٹھی ہوں۔"وہ بولی تو آواز بھاری تھی۔

"ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔۔۔تم تو شہزادی ہو،تمہاری یہاں کیا جگہ؟"وہ اُس بچی کی بات پر روتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"تم نے تو مجھے پہچاننے میں غلطی کر دی پگلی____بھلا شہزادیاں بھی کسی چیز سے محروم ہوئی ہیں؟میرا تو اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

اور یہ بتاتے ھوئے جانے کیا محسوس کیا تھااُس نے۔ابھی کچھ دن پہلے ھی تو وہ سب کچھ تھا اُس کے پاس جو کسی شہزادی کے پاس ھوتا ھے۔

اور وہ گندمی رنگت والی بچی ساکت سی اُسے دیکھ رھی تھی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی باجی______تُو مجھے واقعی شہزادی لگی ھے تو میں نے کہا۔تُو مجھے اپنے جیسی نہیں لگی۔"اُس بچی کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"میری بات چھوڑو____تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں کیا چیز یہاں تک لے آئی ھے،تمہارا کوئی بڑا نہیں ھے؟ماں،باپ کوئی بھائی؟"انا نے دھڑکتے دل سے پوچھا تھا۔

"ماں باپ تو کب کے مر چکے ھیں باجی____ایک چھوٹی بہن ھے اور ایک چاچا ھے بس۔"

"تو وہ کوئی کام نہیں کرتا؟"وہ بے اختیار ھی پوچھ بیٹھی۔وہ بچی بہت دیر تک خاموش رھی۔

"وہ تو سارا دن گھر پڑا رہتا ہے باجی۔۔۔اپنے بچوں کو تو اسکول بھی بھیجتا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ جاؤ روزی کما کر لاؤ۔"

اور اُس وقت انا کو اندازہ ہوا تھا کہ واقعی وہ اکیلی نہیں ہے جو تکلیف میں ہے۔

اُسے اُس بچی سے ہمدردی ہوئی تھی مگر وہ اُس کے لئے کچھ کر نہیں پائی تھی اور یہی بے بسی اُسے تکلیف پہنچا رہی تھی۔

وہ بغیر کچھ کہے اُٹھی اور نم آنکھوں سے چلتی ہوئی دوبارہ دربار کی طرف قدم بڑھا دیے۔ اُس کی آنکھیں ہر چیز کو دھندلا کر رہیں تھیں۔

مگر وہ اُس دربار تک پہنچ ہی نہیں پائی تھی۔وہ بغیر دیکھے سڑک پار کر رہی تھی۔اور اُسی پل ایک گاڑی اُس سے ٹکرائی تھی۔وہ سڑک پر دور جا گری۔آنکھیں اُسی لمحے اندھیروں کی زد میں چلی گئیں تھیں۔

"باجی_____"اُس بچی کی چیخ اُسے آخری بار سنائی دی تھی۔

★★

"ہم اِس بچی کو اب اِس کے گھر والوں تک کیسے پہنچائیں گے، کون ہے، کس کی بیٹی ہے، کچھ پتا نہیں۔" وہ خاتون سنجیدگی مگر تحمل سے کہہ رہیں تھیں۔

"تھوڑا انتظار کر لو۔۔۔وہ ہوش میں آتی ہے تو سب معلوم ہو جائے گا۔" اُنہوں نے کہا۔

"تم بیٹھو میں ذرا بل ادا کر دوں۔" اُنہوں نے ایک بار پھر کہا اور دوسری طرف چلے گئے۔

اُنہیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ وہ اُس بے ہوش پڑی بچی کے سامنے ھی بیٹھیں اُسے دیکھ رہی تھیں۔ اُن کے ذہن کے پردوں پر اُس دو دن کی بچی کا وجود لہرایا جو اُن کی اپنی گود میں تھی۔

اُن کی آنکھیں نم ھوئیں۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستگی سے چلتی ھوئیں اُس بچی کے قریب پہنچیں۔

اُس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ وہ اتنی معصوم لگ رہی تھی کہ حد نہیں۔

اُنہوں نے اپنے ھاتھ سے اُسکے گال کو چھوا۔ آنکھوں کی نمی بہہ گئ تھی۔

اور تب ھی اُسکی پلکوں میں جنبش پیدا ھوئی تھی۔ وہ ذرا سا کسمسائی۔ خاتون نے اپنا ھاتھ پیچھے ہٹا لیا تھا۔

آنکھیں کُھلتے ھی اُس نے اپنے سامنے اُس خاتون کو پایا۔ وہ انجان نظروں سے اُنہیں تکتی رھی۔ پھر سیدھے ھونے کی کوشش کی مگر ہلنے کی وجہ سے کمر میں درد محسوس ھوا تھا۔ اُسے کمر میں بھی چوٹ آئی تھی۔

"آرام سے بیٹا_____اپنی جگہ سے ہلو مت۔۔۔۔ تمہیں چوٹ لگی ھے۔" اُس خاتون نے بہت پیار سے کہا تھا۔

"آپ کون ھیں؟" چند پل خاموشی کے بعد اُس نے دُکھتے سر سے پوچھا تھا۔

"تم ہماری گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔ تمہارے گھر والوں کو تو ہم جانتے نہیں ھیں اِس لئے پھر ہسپتال لے آئے۔"

www.novelsclubb.com

"کیوں لے کر آئے آپ ہسپتال؟ مر جانے دیا ہوتا۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی تو آواز بھرا گئی تھی۔

"ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو۔۔۔ تمہارے ماں باپ کا کیا ہوتا؟ اُن کے بارے میں بھی تو سوچو۔ اُن کو پتا بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟" اُن کی آنکھوں میں فکر مندی تھی۔

"کیوں نہ کروں ایسی باتیں؟ کیوں بچ گئی میں۔۔۔ مجھے بھی بھیج دیتا اللہ اُن کے پاس۔" وہ دھیرے سے بولتی ہوئی رو دی تھی۔

وہ بہت جذباتی ہو گئی تھی یہ جان کر کہ ایکسیڈینٹ ہونے کے باوجود وہ زندہ تھی۔

اُس خاتون کی آنکھوں میں نا سمجھی تھی۔ لیکن اگلے ہی پل اُنہیں کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟ تمہارے ماں باپ۔۔۔۔؟" اُنہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

انا اِس بار جیسے ہوش میں آئی تھی۔ اُسے یاد نہیں تھا کہ اُس نے اُن سے ابھی کیا کہا ہے۔ وہ خاموشی سے اُنہیں دیکھتی رہی۔

"ماں باپ نہیں ھیں تو پھر کون ھے؟ کوئی تو ھو گا نا جس کے پاس رھتی ھو تم؟"

اُنھوں نے قدرے نرمی سے پوچھا۔ کچھ دیر اُنھیں یونہی دیکھتے رھنے کے بعد وہ بولی۔

"میرا۔۔۔ میرا کوئی نہیں ھے۔۔۔" اُس نے تیز تیز چلتی سانسوں سے کہا تھا۔

وہ خاتون اپنی جگہ پر ساکت رہ گئیں تھیں۔

★★

"وہ بہت اچھا انسان تھا۔" اُن کے چہرے پر افسوس تھا۔ انا کا کہنا تھا کہ وہ میجر کبیر ساحر کی بیٹی ھے جو کہ اب اِس دنیا میں نہیں رھے۔

عالم چوہدری آرمی میں کتنے سال اُن کے ساتھ رھے تھے۔ اُنھوں نے انا سے ساری تفصیل پوچھنا چاھی تھی۔ مگر وہ بہت ڈری ھوئی لگ رھی تھی۔ اُس کی زبان پر بس یہی الفاظ تھے۔

"میرا کوئی نہیں ھے۔۔۔۔ میرے ماں باپ مر چکے ھیں۔۔۔ میرا کوئی گھر نہیں۔۔۔۔ مجھے گھر نہیں جانا۔" اُسکی آنکھوں میں خوف اور تکلیف نمایاں تھی۔

فاطمہ خاتون نے عالم چوہدری سے کوئی بات کی تھی۔ وہ کیا کہہ رھی تھیں، وہ سن نہیں پائی تھی۔

"دیکھیں عالم صاحب۔۔۔۔ ہم اِس بچی کو ابھی ڈسچارج نہیں کر سکتے۔ ابھی وہ اِس قابل نہیں ھے۔" وہ ڈاکٹر سے کہہ رھے تھے کہ وہ اُسے ابھی لے کر جانا چاھتے ھیں مگر وہ آگے سے بحث کر رھا تھا۔

"میں بڑے پیار سے کہہ رھا ھوں ڈاکٹر صاحب کہ ھم اِس بچی کو لے کر ھی جائیں گے۔۔۔ اور اب اگر تم نے اعتراض کیا تو جو تماشہ سارا ہسپتال دیکھے گا اُسکے ذمہ دار بھی تم ھی ھو گے۔" وہ اپنی سرد سرمئی نگاھیں ڈاکٹر کی آنکھوں میں گاڑے بولے تھے۔ اور پھر اُس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں وہ تھی۔

ڈاکٹر بھی اُن کے پیچھے آیا تھا۔

"اب اِس کو باہر ہمارے ساتھ بھیجیں۔ ہم اپنی گاڑی میں لے کر جائیں گے اِسے۔" اور ڈاکٹر نے عالم چوہدری کے مزاج دیکھتے ہوئے خاموشی سے اُن کی بات مان لینے میں ھی عافیت جانی تھی۔

وہ اُسے باہر لے جا رھے تھے۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر اُس نے نا سمجھی سے اُن کے چہرے دیکھے تھے۔

"آپ لوگ مجھے۔۔۔ کہاں لے کر جا رھے ھیں؟" اُس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

"اب تمہیں اِس طرح یہاں چھوڑ کر تو نہیں جا سکتے۔۔۔ کہیں تو جانا ھی ھے۔" فاطمہ خاتون نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اُسے گاڑی میں بٹھا دیا۔

گاڑی چلنے لگی تھی۔ چند منٹ خاموشی میں گزر گئے۔

انا کے دل میں مسلسل خوف تھا۔ مگر وہ اِس خوف کو یہ سوچ کر کم کر رھی تھی کہ اب کیا فرق پڑتا ھے کچھ بھی ہو جائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بغیر دیکھے سڑک پار کر رھی تھی۔۔۔اگر وقت پر گاڑی نہ رُکتی تو شاید تم اِس وقت ہمارے ساتھ نہ ھوتی۔" اُس نے اپنے ساتھ بیٹھی خاتون کو کہتے سنا۔ مگر اُسکا جواب نہ پا کر اُنہوں نے دوبارہ کوئی بات نہیں کی تھی۔

"آپ لوگ مجھے کہاں لے کر جا رھے ھیں؟" آدھا راستہ گزر جانے کے بعد اُس نے پہلی بار پوچھا۔

فاطمہ خاتون نے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا تھا۔

"اپنے گھر۔" جواب مختصر تھا۔

"کیا۔۔۔لیکن کیوں؟ مجھے نہیں جانا آپ کے گھر۔" وہ آنکھوں میں خوف لئے بولی۔ ذرا سا اونچا بولنے پر اُسکے سر میں درد کی ٹھیسیں اُٹھنے لگی تھیں۔

"سکون سے بیٹھی رھو۔۔۔ابھی میں تم سے زیادہ بات نہیں کرنا چاھتی۔ تمہاری حالت اِس قابل نہیں ھے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولیں۔ انا کو ایک بار پھر بے بسی محسوس ھوئی تھی۔ وہ اپنے آنسو نہیں روک پائی تھی۔ اُس نے کھڑکی کی طرف چہرہ کئے رونا شروع کر دیا تھا۔

ہسپتال میں جب اُسے ہوش آیا تھا تو اُسے لگا تھا کہ وہ لوگ اُسے کسی محفوظ مقام پر چھوڑ دیں گے مگر وہ تو اُسے اپنے گھر لے کر جا رہے تھے۔

اُسے محسوس ہوا تھا کہ وہ ایک جہنم سے نکل کر دوسری جہنم میں جا رہی ہے۔

★★

وہ ایک گاؤں میں پہنچ چکے تھے۔وہاں ہر طرف ہریالی اور سبزہ اپنا رنگ بکھیرے ہوئے تھا۔

گاؤں کے کچھ مکان کچے تھے اور کچھ اعلیٰ طرز کے گھر تھے۔

گاڑی گاؤں میں داخل ہو کر ایک کشادہ گلی میں آکر رُک گئی تھی۔شام کا اندھیرا اپھیل رہا تھا۔اور ساتھ ہی ٹھنڈ بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

"آرام سے اُترنا_____آپ ذرا میری مدد کریں۔" فاطمہ خاتون نے عالم چوہدری کو مخاطب کیا تھا۔

اُن دونوں نے اُسے سہارا دے کر گاڑی سے نیچے اُتارا تھا۔

اُسے لگا جیسے مزید کھڑے رہنے سے اُسکی کمر ٹوٹ جائے گی۔ مگر اُسی اثنا عالم چوہدری نے اُسے اپنی بانہوں میں اوپر اُٹھا لیا تھا۔ وہ ایک پل کے لئے حیران رہ گئی۔

اُس کی نظر اُن کے چہرے پر پڑی تھی۔ بہترین نقوش اور وجیہہ چہرہ۔۔۔ جس پر سیاہ مونچھیں تھیں۔ اُن کی آنکھیں سُرمئی دِکھتی تھیں۔ وہ بہت خوبصورت اور بارعب دِکھتے تھے۔ اُس کے ذہن پر اپنے بابا کا چہرہ لہرایا۔

وہ اُسے گھر کے اندر لے گئے تھے۔

ایک عجیب سے احساس نے اُسے گھیر لیا تھا۔ گھر کے اندر اور باہر چراغ جل رہے تھے۔ یہ گجرات کا ھی کوئی علاقہ تھا۔ اُس نے گاڑی میں اُنہیں بات کرتے ھوئے سنا تھا۔

اُسے وہ رات یاد آئی تھی جب وہ اپنے گھر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر بھاگ آئی تھی۔ آج وہ ایک نئے گھر میں داخل ھوگئی تھی۔ جو کچھ بھی ھو رھا تھا وہ ھونے دے رھی تھی۔ اِس لئے کہ وہ جانتی تھی تقدیر کو روک نہیں سکتی تھی اور نہ ھی بدل سکتی تھی۔ وہ دیکھنا چاھتی تھی کہ تقدیر آخر اُسے کس حد تک آزما سکتی ھے۔

"آ گئے آپ لوگ اور بھائی یہ کیا ھوا اِسے۔۔۔اور یہ بچی کون ھے؟"ایک عورت تیزی سے اُن کی طرف لپکی تھی مگر وہ اُسے نظر انداز کرتے کمرے تک لے جا کر اُسے بستر پر لٹا چکے تھے۔

انا بہت زیادہ تھک گئی تھی۔اُسے سر اور کمر میں درد تھا مگر اس سے بڑھ کر یہ کہ اُسے نیند آ رھی تھی۔وہ وہاں لیٹتے ھی سو چکی تھی۔

★★

دن چڑھنے کے بعد اُسکی آنکھ کھلی تھی۔وہ دھیرے سے بیڈ پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔اور اپنے سامنے اُس کُھلے دروازے کے پار دیکھنے لگی۔اُسی لمحے اُسے اپنے بائیں طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو____"وہ کرنٹ کھا کر اُسکی طرف پلٹی۔وہ ایک دُبلا پتلا سا لڑکا تھا جو کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا اُسے ھی دیکھ رھا تھا۔انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کب سے تمہارے جاگنے کا انتظار کر رھا تھا میں۔۔۔میرا نام احمد جبریل ھے،اور جن کے ساتھ کل تم آئی تھی وہ میرے امی ابا ھیں۔پیارے تھے نا دونوں؟ تمہیں مجھے کچھ بھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بتانے کی ضرورت نہیں ہے، میں سب کچھ جانتا ہوں کہ کل کیا کچھ ہوا تھا۔ مجھے بس تمہارا نام نہیں پتا وہ بتا دو۔" وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہتا آخر میں

مسکرایا تھا۔ جبکہ وہ پلک جھپکے بغیر اُسے دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا؟ میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟ نہیں پوچھنا چاہئے تھا؟ تمہیں برا لگا؟" اُسے اِس طرح ساکت بیٹھے دیکھ کر وہ گڑبڑایا۔

"تم بہت بولتے ہو۔" وہ اُسی حیرت سے بولی۔

"اوہ۔۔۔ یہ بات تھی، میں سمجھا پتا نہیں میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو ایسے دیکھ رہی ہو۔" وہ کچھ سنبھلا۔

"میں نے تمہارا نام پوچھا تھا؟" اُس نے سوال دہرایا۔

"انا______"

"یہ کیسا نام ہے؟" وہ پُرسوچ انداز میں بولا۔ انا نے اُسے ناسمجھی سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"کیسا نام ھے؟" جواباً اُس نے اُسی سے پوچھا۔

"بھئی۔۔۔ میں نے پہلے کبھی سنا نہیں یہ نام____ بلکہ ہمارے ھاں تو انّا، اندھے کو کہتے ھیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ اور انا جو اُسے غور سے سن رھی تھی وہ چاہ کر بھی اپنی مسکراہٹ نہیں روک پائی تھی۔ اور پھر وہ ہلکی آواز کے ساتھ ہنس دی تھی۔

پچھلے کئی دنوں میں یہ پہلی بار تھا کہ وہ مسکرا رھی تھی۔ احمد اُسکے یوں ہنسنے پر جھینپ سا گیا۔

"اب کیا ھوا؟" اُس نے پوچھا مگر وہ منہ پر ھاتھ رکھے ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ اب قدرے خفگی سے اُسے باقاعدہ گھور رھا تھا۔ اِس بار وہ سنجیدہ ھوئی۔

"اِس میں ہنسنے والی کیا بات تھی بھلا؟"

"میرا نام انّا نہیں انا ھے____ اِس کا مطلب اندھا نہیں ھوتا۔ یہ نام والا انا ھے۔۔۔ اور وہ دوسرا انّا۔۔۔" اُس نے وضاحت کی۔

"ھاں تو ایسے بولو نا____مجھے کیا پتا تھا کہ کون سا انّا ھے۔"

"اچھا چھوڑو جو بھی ھے، تمہارے لئے ایک اچھی خبر ھے پری۔" وہ آنکھوں میں چمک لئے بولا۔

"اور ھاں میں تمہیں آج سے پری ھی کہوں گا۔" اُس نے ساتھ ھی بتایا۔

"یہ پوچھو کہ اچھی خبر کیا ھے؟" وہ واقعی بہت بولتا تھا۔

"کیا؟"

"تم اب ہمارے ساتھ ھی رھو گی، ہمیشہ کے لئے۔" وہ بے تابی سے بولا۔ اُسے لگا جیسے وہ خوش ھو گی مگر اُس کے چہرے پر مایوسی چھائی تھی۔

احمد کی مسکراہٹ غائب ھوئی تھی۔

"کس حیثیت سے؟" اُس نے نظریں اُٹھا کر احمد کو دیکھا۔

"کیا مطلب کس حیثیت سے؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"مطلب مجھے یہاں کیوں رکھا جائے گا؟ نوکرانی بنا کر؟ یا کس لئے؟" پوچھتے ھوئے اُس کے دل پر بھاری بوجھ تھا۔

احمد جبریل نے جانچتی نظروں سے اُسے دیکھا۔ اور کچھ پل یوں ھی دیکھتا رھا۔ وہ اُس سے بس ایک سال ھی بڑا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ھے ____ تم میری بہن ھو آج سے۔۔۔ اور میں تمہارا بھائی ھوں، امی تمہیں اپنی بیٹی بنا کر اِس گھر میں لائی ھیں اور تم بیٹی کی حیثیت سے ھی اِس گھر میں رھو گی۔" وہ سنجیدہ تھا۔ انا نے اُسے دیکھا۔ اور اُسے اُس پل اُس شخص میں شیری دکھائی دے رھا تھا۔

پتا نہیں وہ کیسا ھو گا؟ تایا نے اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا ھو گا؟ وہ سوچ کر رہ گئی۔

"اچھا تم جلدی سے ٹھیک ھو جاؤ، پھر میں تمہیں بہت کچھ دکھاؤں گا۔" وہ آنکھوں میں چمک واپس لاتے ھوئے بولا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

★★

www.novelsclubb.com

پہلے دو ہفتے وہ بستر کے ساتھ لگی رہی تھی۔ وہ صبح اُٹھتی، ہاتھ منہ دھو کر کچھ ہلکا پھلکا کھاتی پھر آرام کرتی۔

دن گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بہتر ہوتی جارہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ وہ اُن سے مانوس بھی ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ بستر پر لیٹے لیٹے بہت اُکتا گئی تھی۔ ظاہری زخم بھرنے لگے تھے مگر وہ جو باقی رہ گئے تھے وہ تاعمر باقی رہنے والے تھے۔

اب تک اُسے یہاں پر آصرف حیرت ہی ہوئی تھی۔ وہ زخمی تھی اندر سے بھی اور باہر سے بھی۔ اور وہ لوگ اُسکے لئے مرہم کا کام کررہے تھے۔

وہ اُس سے بہت نرمی اور محبت سے پیش آرہے تھے، مگر وہ ایسا کیوں کر رہے تھے؟ یہ بات اُسکے لئے تعجب کا باعث تھی۔

وہ ذہنی طور پر ویسی ہی تھی جیسی اُس رات تھی۔ اُس رات جب وہ ایک نئی اُمید لے کر خود کو بچانے کے لئے اپنے ہی گھر سے بھاگ آئی تھی۔ وہ ذہنی اذیت کا شکار تھی اور اِس کمرے میں پڑے ہوئے وہ کبھی بھی اِس سے آزاد نہیں رہی تھی، نہ ہی رہ سکتی تھی۔ مگر اِن دو ہفتوں

میں ایک چیز تھی جو عجیب سی ہوئی تھی۔اُسے کسی کی باتوں کی عادت ھونے لگی تھی۔ جس دن وہ عجیب ساپیارا سالڑکا اُسکے کمرے میں نہیں آتا تھا وہ بے چین سی ھو جاتی تھی۔اور آج بھی وہ اِسی بے چینی کا شکار تھی۔

وہ بیڈ سے اُٹھی اور خاموشی سے آئینے کے سامنے چلی آئی۔

اُس نے اپنے مضمحل وجود کو دیکھا۔وہاں تازگی کی رمق تک نہیں تھی۔ بُجھا ھوا تاریک اور کمزور وجود۔

اُسے اپنا چہرہ اپنا نہیں لگا تھا۔ مگر وہ چہرہ کسی اور کا بھی نہیں تھا، وہ اُسی کا ھو سکتا تھا۔ بال بکھرے ھوئے سے لگ رھے تھے۔ وہ کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رھی تھی۔اُس نے کانپتے ھاتھوں سے بالوں والا برش اُٹھایا اور پھر دھیرے دھیرے سے بالوں میں چلانے لگی۔

اُسی اثناء وہ بغیر دستک دیے کمرے میں آدھمکا تھا۔اور عین اُسکے پیچھے آکر کھڑا ھو گیا۔انا نے بالوں میں چلتا ھاتھ روک کر بغیر پلٹے آئینے میں ھی اُسے دیکھا۔اُسکے دیکھنے پر وہ فوراً مسکرایا اور پھر بڑی تیزی سے بولا۔

"تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے پری____لاؤ میں ٹھیک کر دیتا ھوں بال۔"اُس نے ھاتھ آگے بڑھا کر اُس سے برش لینا چاہا تو وہ اُسے اجنبی نظروں سے دیکھتی ایک دم پیچھے ہٹی۔ احمد نے اُسکے اِس عمل پر نا سمجھی سے بھنویں سکیڑیں۔وہ خاموش رھی۔

"تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے پری____میں جانتا ھوں کہ تم بہت پریشان ھو لیکن تم مجھے اپنا بھائی سمجھ سکتی ھو۔۔۔اور میں تمہیں بھائی بن کر سہارا دوں گا۔"وہ نرم انداز میں معصومیت سے کہہ رھا تھا۔انا کی نگاھوں میں کوئی تاثر نہ اُبھر سکا۔اُسے احمد کو دیکھ کر شیری کا گمان ھو رھا تھا۔اُسکا دل چاھا رو دے۔

ہر وہ شخص جس پر بھروسا کیا جاتا ھے۔۔۔ہر وہ شخص جس کے ہم قریب ھونے لگتے ھیں۔۔۔وہ ہمیں چھوڑ کیوں جاتا ھے؟وہ سوچ رھی تھی۔اُسکے دل میں خوف تھا۔وہ جن جن افراد کو چاھتی تھی وہ سب اُس سے دور ھو چکے تھے۔وہ اب کسی اور کے قریب نہیں ھونا چاھتی تھی۔

اُسے خاموش دیکھ کر احمد پھر سے بولا۔

"جانتا ھوں کہ آسان نہیں ھوتا _____ لیکن میری بھی تو کوئی بہن نہیں ھے۔میں نے بھی تیرہ سال اِس محرومی میں گزارے ھیں، میرے پاس کھیلنے کے لئے ایک چھوٹی بہن نہیں تھی اور اب اگر مجھے وہ مل رھی ھے تو تم اُسے مجھ سے دور کر رھی ھو؟" اُسکے کہنے پر انا کے چہرے کے تاثرات ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

وہ چند پل اُسے دیکھتی رھی پھر یکلخت ھی وہ برش اُسے تھما دیا۔

احمد اُسکے ھاتھ سے برش لیتے ھوئے ہلکا سا مسکرایا۔اور پھر آہستگی سے اُسکے بالوں میں چلانے لگا۔ بال سُلجھانے کے بعد اُس نے انا کی بہت پیاری چٹیا کر دی تھی۔انا نے خود کو آئینے میں دیکھ کر دل ہی دل میں اُسے سراہا تھا۔

"آپ کل سے آئے نہیں تھے بھائی۔۔۔ کہاں تھے آپ؟" اور اُسکے سوال پر وہ چونکا تھا۔احمد نے گردن گھما کر اُسے حیرت سے دیکھا تھا۔اُسکے چہرے پر ہنوز سنجیدگی چھائی تھی وہ اُسے ھی دیکھ رھی تھی۔

"تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟" اُسکی آنکھوں میں خوشگوار حیرت کا تاثر تھا۔

www.novelsclubb.com

انا نے زرد رنگ چہرے سے اُسے دیکھا اور پھر واپس بیڈ پر جا بیٹھی۔

احمد بھی اُسکے قریب ھی براجمان ھو گیا۔

"میں آپ لوگوں میں سے۔۔۔ کسی کو بھی نہیں جانتی۔ مجھے نہیں علم کہ میری زندگی میں کیا ھو رھا ھے۔" اُسکے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ اپنے ماں باپ اور معصوم بھائی کا عکس کسی صورت بھی اُسکے تصور سے ہٹ نہیں رھا تھا۔

"میرے ماں باپ اِس دنیا سے چلے گئے۔۔۔ اور اُن کے جانے کے بعد۔۔۔۔ یہ دنیا، یہ ظالم دنیا مجھ پر کھل گئی۔ اچھائی کے پردے یکدم ھی ہٹ گئے اور میں نے انسانوں میں موجود جانوروں کو دیکھا۔ آستین کے سانپوں نے مجھے گردن تک جکڑ لیا تھا۔۔۔۔ میں بہت بے بس ھو گئی تھی۔" وہ ایسی باتیں کیسے کر رھی تھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ ضبط کے باعث اُسکا گلا دُکھنے لگا تھا۔ بہت سے آنسو حلق سے نیچے اُترے تھے۔

بولنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ احمد اُسکی زرد سے سفید اور پھر سُرخ پڑتی رنگت کو دیکھتا رہا۔ شدت جذبات سے اُسکی آنکھیں گلابی پڑ گئیں تھیں۔ مگر وہ روئی نہیں تھی۔ خشک آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی۔

"مجھے اُن لوگوں نے دھوکہ دیا جن سے اُمید نہیں تھی۔ بابا اکثر کہا کرتے تھے کہ جہاں بھروسا ہو وہاں سے چوٹ زیادہ گہری ملتی ہے۔ وہ تو یہ بھی کہتے تھے کہ کسی پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن مجھے اُس وقت اُن کی باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ وہ باتیں اب سمجھ آئی ہیں۔ اب میں کیسے کسی ایسے انسان پر بھروسا کر لوں، جسے میں جانتی بھی نہیں۔" دُکھتی آنکھ سے ایک نرم گرم سا آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ احمد اُسے سپاٹ انداز میں دیکھتا رہا۔ پھر کچھ وقت بعد اُس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کئے۔

"بھروسے کا اور دھوکے کا بہت گہرا تعلق ہوتا ہے۔ بھروسا ایک خطرناک فیصلہ ہوتا ہے۔ مگر اُسکے خطرے کا ادراک تب ہوتا ہے جب اُسکے نتیجے میں دھوکہ ملتا ہے۔ اور ہر انسان کو زندگی میں پہلی بار کسی نہ کسی پر بھروسا کرنا ہی ہوتا ہے، یہ جاننے کے لئے کہ دھوکا کیا ہے۔

اور پھر ہر انسان ایک سا نہیں ھوتا۔کچھ دھوکہ دے جاتے ھیں تو کچھ اُس بھروسے کی خاطر مر جاتے ھیں۔"

اُسکے لہجے میں ایک سکوت تھا۔۔۔۔گہرا سکوت۔

وہ اُسے خالی نظروں سے دیکھے گئی۔

"لیکن اگر آپ کسی پر بھروسا نہیں کر سکتے تو دوسرے لوگ تو آپ پر بھروسا کر سکتے ھیں۔۔۔۔جب کسی پر بھروسا کرنا آسان نہ لگے تو دوسروں کے بھروسے پر پورا اُترا جاتا ھے۔ اور امی کہتی ھیں کہ ٹوٹے ھوئے لوگ بھروسا کما کر دھوکہ نہیں دیتے۔"اُس نے انا کی آنکھوں میں دیکھتے ھوئے آخری جملہ بڑے سکون سے ادا کیا تھا۔

وہ لحظے بھر کو چونکی پھر اُسکی سکون بھری نظروں کا مطلب سمجھتے ھوئے ہولے سے سر اثبات میں ہلا گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بھروسا نہیں کر سکتی تو بھروسا توڑو بھی مت پری____ امی کی اُمید تم سے جڑی ہے، اگر تم اُن کے بھروسے کو قائم رکھو گی تو اُنہیں ایک نئی زندگی مل جائے گی۔" وہ پُر امید نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ مگر انا کی آنکھیں اگلے ہی پل نمی سے چمکی تھیں۔

"کیا کوئی زخمی کسی دوسرے کے لئے مرہم بن سکتا ہے؟ جس کا اپنا جینا مشکل ہو کیا وہ کسی دوسرے کے جینے کی وجہ بن سکتا ہے؟" ساتھ ہی بے تحاشا آنسو اُسکی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ وہ ترحم سے اُسے دیکھتا رہا۔ اُس نے اُسکے آنسو صاف کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی اُسے بہت رونا ہے۔

"تمہیں ایک بات بتاؤں پری۔۔۔؟" اُس نے اپنی زیرک نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ انا اپنی سیاہ پلکوں پر بہت سا پانی جمع کئے اُسے سن رہی تھی۔

"زخم پر مرہم بھی وہی رکھتا ہے جو اُن زخموں کی گہرائی سے واقف ہو۔ کوئی سفاک شخص زخم دینے کی وجہ تو بن سکتا ہے مگر اُنہیں مٹانے کی نہیں۔ زخمی لوگوں کو زخمی لوگوں کا ساتھ ہی درکار ہوتا ہے، اِس طرح وہ ایک دوسرے کے زخم کا گہرائی سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کسی

کے ساتھ رہنے کے لئے اُسکے جینے کی وجہ بننے کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن کسی کے جینے کی وجہ بننے کے لئے اُسکا ساتھ چاہئے ہوتا ہے۔"احمد کی آنکھوں میں کچھ تھا جو انا کو پُر سکون کر رہا تھا۔اُس نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھی ہوں گی؟ وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

اُسے اپنی تکلیف کم لگنے لگی تھی۔وہ شخص اُسکے لئے سکون کا باعث بن رہا تھا۔

"میں کیسے کسی پر منحصر ہو کر رہ سکتی ہوں؟"اُس نے ایک آخری سوال کرنے کی کوشش کی تھی۔

"زندہ رہنے کے لئے منحصر ہونا پڑتا ہے۔"وہ دوبدو بولا تو وہ کچھ بھی نہ کہہ پائی۔

"یہ زندگی ہے پری____اور اِسکا انحصار لوگوں پر ہوتا ہے، مگر جینے کا ہنر وہی لوگ سکھاتے ہیں جو مخلص ہوتے ہیں۔"وہ سنجیدہ تھا۔پچھلے دو ہفتوں سے انا نے پہلی بار اُسے یوں سنجیدہ ہوتے دیکھا تھا۔

"ہاں یہ سچ ہے کہ مخلص لوگ ہمیں جینا سکھا دیتے ہیں۔"اُس نے جیسے یقین دلانا چاہا۔

احمد اُسکے قریب سے اُٹھ گیا تھا۔وہ کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ مگر پھر اُسکی بات پر رُکا۔

"آپ کو یہ سب باتیں کس نے سکھائیں؟"

"میں جن لوگوں میں رہتا ہوں اور جن حالات سے واقف ہوں، وہ سب کچھ سکھا دیتے ہیں۔" وہ بغیر پلٹے بولا اور پھر چلا گیا۔

وہ کمرے سے جا چکا تھا مگر اُس کا سحر ابھی بھی کمرے کی فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔وہ ساکت سی وہیں بیٹھی رہی۔

★★★★

www.novelsclubb.com

اُسکی کمر اور سر کی چوٹ ٹھیک ہو چکی تھی۔اب اُسکے جسم سے ہر زخم مٹ چکا تھا۔ مگر وہ ابھی بھی کہیں اندر سے خالی تھی۔وہ سوچنا چاہتی تھی مگر سوچ نہیں پا رہی تھی۔اُسکا ذہن جھنجھلا کر رہ گیا تھا۔

اُسے وہ لوگ بہت رحمدل لگے تھے جن میں سے وہ فاطمہ خاتون، احمد، عالم چوہدری اور اسد سے واقف ہو چکی تھی۔ وہ جانتی تھی اِس گھر میں اور بھی لوگ رہتے ہیں لیکن اُنہوں نے کبھی بھی اُس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اُس دن وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اور باہر قدم رکھتے ہی اُسے ایک جانے پہچانے سے احساس نے گھیر لیا تھا۔ باہر سردی کی دھوپ درختوں کے پتوں کو تمازت بخش رہی تھی۔

فاطمہ خاتون ایک جانب تندور پر روٹیاں لگانے میں مصروف تھیں۔ اور ساتھ ہی چارپائی پر فاریہ خاتون اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھیں ناشتہ کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ صحیح معنوں میں دیسی لوگ معلوم ہوتے تھے۔

اور اُسی لمحے فاریہ خاتون کی نظر ستون کو تھامے کھڑی انا پر پڑی تھی۔

اُسکا وجود بے تحاشا کمزور لگ رہا تھا۔ چہرے کی رنگت زرد تھی گویا سارا خون ہی نچوڑ لیا گیا ہو، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بہت واضح تھے۔ فاریہ اُس پر ایک بے تاثر سی نگاہ ڈال کر دوبارہ ناشتہ کرنے میں مصروف ہو چکیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

اُن کا بارہ سالہ بیٹا الماں، چھ برس کی سفینہ، تین سالہ شازیہ اور ماریہ جو کہ ابھی چند ماہ کی تھی اُن کے ساتھ ھی بیٹھے تھے۔

تب ھی احمد ٹرے میں کھانا اُٹھائے شاید اُسی کے کمرے کی طرف بڑھ رھا تھا۔ لیکن پھر اُسے ستون کے ساتھ لگا دیکھ کر ٹھٹھک کر رُکا۔

"پری۔۔۔؟" وہ فکر مندی سے بولا اور پھر ھاتھ میں پکڑی چیزیں واپس رکھ کر اُس طرف پلٹا۔

"تم کب آئی؟ بلکہ چلو اچھا کیا باہر آگئی میں تمہارے لئے کرسی لاتا ھوں۔" وہ سنبھل کر بولتا کمرے میں چلا گیا۔ اور پھر ایک کرسی دھوپ میں لا رکھی۔

"بیٹھو یہاں۔۔۔" اُسے کرسی کی جانب بیٹھنے کا اشارہ کرتا وہ واپس کمرے میں چلا گیا تو وہ خاموشی سے کرسی پر براجمان ھو گئی۔

وہاں موجود تمام افراد اُسے ھی دیکھ رھے تھے۔ البتہ الماں نے ایک نظر اُسے حیرت سے دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔

احمد نے ایک چھوٹا سا میز اُسکے سامنے رکھتے ھوئے اُسکا ناشتہ اُس کے اوپر لا رکھا۔

فاریہ خاتون نے احمد کو دیکھ کر بیزاری سے سر جھٹکا۔

احمد بھائی۔۔۔؟" وہ واپس پلٹنے لگا تو اُسکی آواز پر رُک گیا پھر مڑ کر اُسے دیکھا۔"

البتہ قریب بیٹھی فاریہ خاتون نے دیدے پھاڑ کر انا کو دیکھا جو احمد کی طرف متوجہ تھی

آپ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کریں۔"اُس نے ہلکی آواز میں کہا تو وہ مسکرا کر "

اثبات میں سر ہلانے لگا۔

فاطمہ خاتون بھی اُنہیں دیکھ کر ہلکا سا مسکرائیں۔وہ فاریہ کی نگاھوں میں اپنے لئے

ناپسندیدگی اور غصہ بغور دیکھ سکتی تھی مگر وہ اِسکی وجہ نہیں جانتی تھی۔

احمد اب اُسکے سامنے کرسی رکھ کر ناشتہ کرنے لگا تھا۔انا کو اکیلے ناشتہ کرنے کی عادت

نہیں تھی وہ ہمیشہ خضر کو ساتھ لے کر ھی کھانا کھایا کرتی تھی۔

اِس لڑکی کو پھر کب تک رکھو گی اِس گھر میں فاطمہ ؟"اُسے احمد کے ساتھ بیٹھے ناشتہ " کرتے دیکھ کر فاریہ نے تلخی سے پوچھا۔

جبکہ فاطمہ خاتون نے چونک کر اُنہیں دیکھا تھا۔فاریہ کے چہرے پر چھائی ناگواری کو بھانپتیں وہ سیدھی ہو بیٹھیں تھیں۔

انا کے یہاں ہونے سے تمہیں کوئی مسئلہ ہے کیا فاریہ ؟"اُنہوں نے تحمل سے پوچھا" مگر وہ تو جیسے بھڑک ہی اُٹھی تھیں۔

مجھے کیوں مسئلہ نہیں ہو گا۔۔۔جانے کہاں سے اِس لڑکی کو اُٹھا لائی ہو تم ہمارے گھر " ،میں۔۔۔کچھ پتا بھی ہے کہ یہ کون ہے، کس گھرانے سے ہے ؟ مجھے تو لگتا ہے کہ پاگل ہے کہیں کسی جھگی سے تو نہیں اُٹھا لائی ہو اِس گندگی کو؟"فاریہ کی آنکھوں میں بے تحاشا نفرت تھی اُس بچی کے لئے۔

انا کا دل بہت زور سے دھڑکنے لگا تھا۔اُسکا چہرہ سُرخ پڑنے لگا تھا۔

احمد نے ھاتھ روک کر اُسے دیکھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو فاریہ ؟" فاطمہ خاتون نے بے یقینی سے اُنہیں دیکھا پھر انا کی جانب نظریں گھمائیں۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ احمد اُسے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔۔۔اِس منحوس لڑکی کا سایہ میں اپنے بچوں پر پڑنے نہیں دینا چاہتی، تم پر تو بیٹی کا بھوت سوار ہے۔ مگر میں بے وقوف نہیں ہوں جو اِس سڑک سے اُٹھائی گئی لڑکی کو اپنی اولاد کے مقابل کھڑا ہونے دوں۔ ایک بات میں تمہیں ابھی بتا دوں فاطمہ۔ اِسے اگر کام کاج کے لئے رکھنا ہے تو رکھ لو مگر اُس مقام پر میں اِسے نہیں دیکھنا چاہتی جو اِس گھر میں میرے بچوں کا ہے۔" وہ بولتی جا رہیں تھیں۔

انا کا وہاں بیٹھنا محال ہو رہا تھا۔ بہت سے آنسو حلق میں جمع ہو گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک دم ہی اُٹھی اور کمرے میں چلی گئی۔

احمد کی برف نما سرمئی نگاہوں میں بے رحم تاثر اُبھرا تھا۔

وہ غصے سے فاریہ کی طرف پلٹا جس کے چہرے پر اب محض سکون دکھائی دے رہا تھا۔

بس چچی____بہت ھو گیا۔آپ کو پتا بھی ھے کہ بچوں سے کیسے بات کی جاتی ھے؟" جتنی عمر آپ کی ھو چکی ھے اب ایسی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتیں۔" وہ آواز کو بغیر بلند کئے طنزاً بولا۔

فاریہ نے بے یقین نگاھوں سے اُسے دیکھا۔الماں اور سفینہ بھی سنجید گی سے اُنہیں دیکھ رھے تھے۔فاطمہ نے بھی ایک غیر آرام دہ نظر اُس پر ڈالی۔

اور یہ گھر صرف آپ کا نہیں ھے۔۔۔اِس گھر پر ھمارا بھی پورا پورا حق ھے۔اِس لئے" بہتر ھو گا کہ آپ اپنے اعتراض پاس ھی رکھیں۔" وہ بغیر ہچکچاہٹ کے بولا۔

بد تمیز لڑکے۔۔۔یہ تم کس طرح بات کر رھے ھو مجھ سے؟" وہ بے یقینی اور غصے کی" حالت میں تھیں۔

فاطمہ یہ تربیت کی ھے تم نے اپنے بیٹے کی؟اب چچی کی اِس طرح بے عزتی کرے گا یہ" ؟وہ بھی اُس کل کی آئی لڑکی کی خاطر۔۔۔وہ تمہاری لگتی ھی کیا ھے جو اُس کے لئے تم مجھے باتیں

سنا رہے ہو؟"اُن کی آنکھیں غصے اور دُکھ سے نم ہونے لگیں تھیں۔فاطمہ نے کچھ کہنا چاہا مگر وہ پہلے ہی بول اُٹھا۔

بہن ہے وہ میری۔۔۔"وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔"

بہن ہے میری۔۔۔اور اگر آج کے بعد اِس گھر میں۔۔۔کسی نے بھی میری بہن کے" خلاف کچھ کہا تو پھر میں بھی کسی کا لحاظ نہیں رکھوں گا۔اور آپ سب لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔مجھے غلط بات پر چپ رہنا نہیں آتا۔۔۔میں اچھے سے جانتا ہوں کہ لوگوں کو کیسے چپ کروانا ہے۔"اب کے وہ حقیقی طور پر غصے میں لگ رہا تھا۔اُسکی سرمئی نگاہوں کا تاثر جما دینے والا تھا۔

اُس لمحے اُنہیں وہ کہیں سے بھی تیرہ سال کا معصوم سا بچہ نہیں لگا تھا۔

فاریہ کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔

احمد۔۔۔"فاطمہ خاتون نے اُسے سختی سے روکنا چاہا مگر وہ سن کہاں رہا تھا۔"

www.novelsclubb.com

میں نے آپ لوگوں سے ھی سیکھا ھے کہ وہاں بولنا چاھیئے جہاں نہ بولنے سے نقصان" ھو۔۔۔اور اگر میں نے آج چچی کو نہیں روکا تو یہ تو اُسکا جینا مشکل بنادیں گی۔ایک بار پھر سن لیں سب۔۔۔اُسکے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں کروں گا میں۔"وہ ایسا ھی تھا۔کھل کر بول دینے والا۔بغیر دیکھے کہ سامنے کون ھے۔وہ نتائج کی پرواہ نہ کرنے والا شخص تھا۔ھاں وہ بچپن سے ھی ایسا تھا۔

اگلے ھی پل وہ پلٹ گیا۔

اب اُسکا رُخ انا کے کمرے کی طرف تھا۔صبح صبح ھی سب کا ناشتہ مکروہ ھو چکا تھا۔فضا میں جیسے ہر طرف زہر گھول دیا گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

الماان اور سفینہ ساکت سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ رھے تھے۔

فاطمہ خاتون نے افسوس بھرے چہرے سے فاریہ کو دیکھا۔

اُنہیں سمجھ نہیں آئی تھی کہ اب اِس سب کے بعد وہ اُن سے کیا کہیں۔

وہ کمرے میں بیٹھی بھیگی پلکوں سے احمد کی آواز سن رہی تھی۔ وہ اُسکے لئے اپنی چچی سے جھگڑا کر رہا تھا۔ انا کا دل چاہا کہ وہ یہاں سے کہیں بہت دور بھاگ جائے۔

اُسے اپنے سر پر ایک بھاری سا بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔ اور تب ہی اُسے اپنے قریب کسی کے بیٹھنے کا احساس ہوا۔

وہ بغیر دیکھے بھی جانتی تھی کہ وہاں کون تھا۔

آپ نے کیوں کیا یہ ؟" اُسکے دھندلے وجود کو دیکھ کر پوچھا گیا۔"

کیونکہ مجھے یہی کرنا چاہئے تھا۔" اُسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔"

"آپ کو میرے لئے کسی سے بدتمیزی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

بھائی کہتی ہو مجھے لیکن بھائی مانتی نہیں ہو نا؟ اگر بھائی مانتی ہوتی تو یہ نہ کہتی کہ میں نے" بدتمیزی کی۔" اُسکی آواز میں نرمی تھی۔

بھائی۔۔۔؟ بھائی تو وہی ہوتا ہے جو حقیقی بھائی ہو۔۔۔ وہ اُسکا بھائی کیسے بن سکتا تھا؟ انا نے سوچا۔

وہ ایک بار پھر رونے لگی تھی۔ یوں جیسے تھک چکی ہو۔ ہر چیز ختم ہونے لگی تھی مگر یہ آنسو ختم نہیں ہوئے تھے۔ احمد نے اُسکا سر اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ وہ اُسے اُمید دلانا چاہتا تھا۔ سہارا دینا چاہتا تھا۔ اور جب یہ لگنے لگے کہ کوئی مسیحا بھی باقی نہیں رہا بالکل اُسی وقت ہمارے لئے وہ مسیحا تیار کیا جاتا ہے۔ وہ بہت دیر تک اُس کے ساتھ لگی روتی رہی تھی۔

اور پھر جب وہ چپ ہوئی تو احمد نے اُسے خود سے الگ کیا۔ اُسے بازوؤں سے تھامے اب وہ اُسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُسکی سیاہ آنکھیں سوجی ہوئیں تھیں اور ناک گلابی پڑ چکی تھی۔

دیکھو پری____ میری بات سنو۔ "اُسکی سکوت بھری آواز واپس آ چکی تھی۔ انا اُسے" بغور دیکھنے لگی۔

تمہیں شاید یہ نہیں معلوم____ لیکن رشتے دار ایسے ہی ہوتے ہیں، خاص طور پر وہ" جو آپ کے ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں، اُن کی باتوں میں طنز اور کڑواس ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ ساتھ رہنے کے لئے برداشت کو اپنے مزاج کا حصہ بنانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن جو چیز تمہیں ٹھیک لگے اُس کے خلاف چاہے ساری دنیا بھی کھڑی ہو جائے اُسے کرو۔۔۔ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے۔ کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تب تک تو ہرگز نہیں جب تک تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے۔" وہ اپنی سرمئی نگاہوں سے اُسے دیکھ کر مضبوط لہجے میں بولا۔

انا نے اُسکا چہرہ دیکھا۔ وہ خاصا وجیہہ تھا۔۔۔ وجیہہ محسوس ہوتا تھا۔ انا یک ٹک اُسے دیکھے گئی۔ وہ کیسی بے خوف باتیں کرتا تھا۔

مضبوطی دکھاؤ پری۔۔۔ تم کوئی نازک پری نہیں ہو۔۔۔ حقیقت میں تم انا ہو۔ اِس گھر" میں ایسے رہو جیسے تم اپنے گھر میں ہو، لوگوں کو اُن کی باتوں کے جواب دو۔ زیادہ نہیں تو کم۔ لیکن بولنا سیکھو، خاموشی کبھی کبھی دماغ پر اثر کرتی ہے اور تمہیں پاگل نہیں ہونا ہے۔" وہ اُسے سمجھا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ خاموش رہی۔

بولو انا____بول کر دکھاؤ۔" وہ اُسے اُسکے اصل نام سے پکار رہا تھا۔ وہ اُسے اُکسا رہا" تھا۔ انا کی آنکھیں بے تاثر تھیں۔

میں نہیں ھوں گی پاگل۔۔۔ احمد بھائی، مجھے پاگل نہیں ھونا ھے۔" اُسکا لہجہ مضبوط تھا" اور چہرہ بے تاثر۔

اب میں تمہارے لئے نہیں لڑوں گا۔۔۔ تمہیں خود کے لئے خود لڑنا ھے، بولو لڑو گی" ؟" اُسکا سوال بہت بھاری تھا۔ انا کا بے تاثر چہرہ ایک لمحے کے لئے خوفزدہ ھوا تھا۔ بالکل ایک لمحے کے لئے۔ پھر اُس نے گہرا سانس لیا۔

میں کوشش کروں گی۔" اُسکی آواز کھوکھلی تھی۔ احمد نے اُس سے مزید کوئی بات کرنا" مناسب نہیں سمجھا۔ وہ سر اثبات میں ہلاتا اُٹھ کھڑا ھوا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

انا نے تھک کر سر بیڈ سے ٹکا لیا اور آنکھیں موند لیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگلی کئی گھڑیاں اُسکے ذہن پر خضر کا چہرہ لہراتا رھا۔جانے والے آسانی سے تھوڑی نا بھلائے جا سکتے ھیں۔اُن کی تکلیفیں ساتھ ساتھ سفر کرتی ھیں۔

★★

اُس دن وہ پورا دن باہر نہیں نکلی تھی۔اُسے کچھ تنہائی چاھئے تھی خود کو تسلی دینے کے لئے۔ابھی وہ مزید زخمی ھو کر ھمیشہ کے لئے گرنا نہیں چاھتی تھی۔

رات کو جب فاطمہ خاتون اُسکے کمرے میں آئیں تو وہ پتھرائی آنکھوں سے چھت کو تک رھی تھی۔

وہ اُسکے سرہانے کے قریب آہستگی سے بیٹھ گئیں۔انا نے ہلکا سا چہرہ پھیر کر اُنہیں دیکھا۔ وہ بہت پیار سے اُسے دیکھ رھیں تھیں۔پھر اُنہوں نے ھاتھ بڑھا کر اُسکے چہرے پر گرے بال پیچھے کئے اور چند لمحے یوں ھی اُسکا سر سہلاتی رھیں۔اُن کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی چمک رھی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایک ماں کے لئے اُسکی اولاد بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے انا ____ میری بھی ایک بیٹی تھی۔ وہ احمد سے دو سال بڑی تھی۔" وہ شاید اُسے کوئی اہم قصہ سنا رہی تھیں۔ انا سید ھی ہو بیٹھی

"عالم چوہدری کے ایک بڑے بھائی انگلینڈ ہوتے تھے۔ وہیں پر اُنہوں نے شادی کی تھی۔ اُن کی شادی کو سات سال گزر چکے تھے مگر کوئی اولاد نہ تھی۔ اُن دنوں جب وہ پاکستان میں تھے تو اُنہوں نے اِس کمی کو پورا کرنے کی خواہش اپنے بھائی سے ظاہر کر دی۔ اور کہا کہ اِس بیٹی کو اُنہیں سونپ دیں۔ اور عالم چوہدری تو پھر عالم چوہدری تھے، اُنہوں نے ہمیشہ کی طرح یہاں بھی سخاوت ظاہر کرتے ہوئے اپنی دو دن کی بیٹی کو میرے ہاتھوں سے لے کر اُن کے حوالے کر دیا۔" اور جیسے بات وہیں رہ گئی تھی۔ الفاظ ٹوٹ گئے تھے۔ وہ ساکت سا وجود لئے اُنہیں دیکھتی رہی۔

"فرقان بھائی میری بیٹی کو لے کر ایسے گئے کہ پھر کبھی پلٹے ہی نہیں۔" اُن کا سانس جیسے خشک ہو چکا تھا۔ آنکھیں تکلیف کے زیرِ اثر تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انا کو سمجھ نہیں آیا کہ اُن کی بات کے جواب میں کیا کہے۔

توکیا۔۔۔عالم چوہدری کو۔۔۔کیا اُنہیں۔۔۔بیٹی کی یاد نہیں آتی؟"اُس نے بمشکل" ھی جملہ مکمل کیا تھا۔

فاطمہ خاتون کی پلکوں میں لرزش پیدا ھوئی۔ پھر وہ تلخی سے مسکرائیں۔

اپنے کئے گئے فیصلوں پر انسان نادم ھو کر بھی ظاہر نہیں کیا کرتا۔"مسکراہٹ مٹ گئی۔" آنکھوں کی نمی گہری ھونے لگی۔انا کو درد کا احساس ھوا تھا۔وہ اگلے ھی لمحے اُن کے سینے سے لگ چکی تھی۔

آپ فکر نہ کریں____سب ٹھیک ھو جائے گا۔"وہ اُن کے ساتھ لگی بوجھل دل سے" کہہ رھی تھی۔اور بس۔۔۔اُس لمحے۔۔۔اُس لمحے وہ خود کو بہت میچور لگی تھی۔

درد انسان کو اُن چیزوں سے ملواتا ھے جو عام انسان کے حصے میں نہیں آتیں۔

★★

اور پھر آہستہ آہستہ واقعی سب کچھ ٹھیک ہونے لگا تھا۔ سب اُسے تسلیم کر چکے تھے۔ مگر ایک شخص تھا جو اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

!!______المان

وہ ہمیشہ اُسے احساسِ کمتری میں رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ اُسے جتاتا کہ وہ ایک سڑک سے اُٹھائی گئی لڑکی ہے جس کی یہاں کوئی جگہ نہیں بنتی تھی۔ اور پھر تب سے اُسکا ذہن کبھی انا کو اِس گھر کی بیٹی کے طور پر تسلیم ہی نہیں کر پایا تھا۔

اور ایک دن تو اُس نے المان کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا تھا

آخر کیوں؟ کس بات کا غرور ہے اُس میں۔۔۔ اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے اُسکے" پاس۔۔۔ نہ گھر نہ خاندان، پھر اتنی اکڑ کس بات کی؟" اُس دن انا کو لگا تھا کہ در حقیقت وہ خود احساسِ کمتری کا شکار ہے۔

اب تو فاریہ چچی بھی اُس سے کٹ کر نہیں رہتی تھیں۔ بلکہ اُنہوں نے تو اُسکے لئے اسکول کا یونیفارم بھی بنا دیا تھا۔

اور ھاں وہ اسکول بھی جانے لگی تھی۔ گاؤں کا اسکول اُن کے گھر کے قریب ھی تھا۔اِسی لئے وہ پیدل ھی چل کر وہاں تک جایا کرتے تھے۔

ایک دن وہ اپنی ھی دُھن میں مگن اسکول جا رھی تھی۔ جب اُس نے کسی کو کہتے سنا۔

پیچھے پیچھے ھو جاؤ، یہ احمد جبریل کی بہن ھے۔"اُسکے قدم وہیں رُک گئے۔قریب ھی" دائیں جانب دو لڑکے سنبھل کر کھڑے تھے۔ وہ اُسے عمر میں اپنے جتنے ھی لگے تھے۔

انا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اُنہیں گھورا تو وہ کچھ اور سنبھل گئے۔

تم لوگ مجھ سے ڈر رھے ھو؟"اُس نے سینے پر ھاتھ باندھے استفسار کیا تو سامنے" کھڑے لڑکوں نے لب کاٹے۔

لیکن کیوں؟ کوئی خاص وجہ؟"اُن کے انداز پر اُس نے ابرو اُٹھا کر پوچھا۔اُن میں سے" ایک لڑکے نے بمشکل ھی کچھ بولنے کے لئے لب وا کئے۔

وہ۔۔۔آپ احمد جبریل کی بہن ھیں نا؟"اُس کے پوچھنے پر پہلے تو اُس نے نا سمجھی سے" اُنہیں دیکھا پھر اثبات میں سر ہلایا۔

وہ____احمد جبریل نے۔۔۔سب کو دھمکی دے رکھی ھے کہ اُسکی بہن کو کسی نے تنگ" کیا تو۔۔۔تو وہ جبڑے توڑ دے گا۔"اِس بار ساتھ والے لڑکے نے بتایا۔

ھاں۔۔۔اور وہ۔۔۔جبڑے توڑنے میں تو ماہر ھے۔"دوسرا بھی اُسکی تائید میں بولا۔"

اُن دونوں کے چہرے پر خوف تھا۔

اور اُن کی باتیں سن کر انا نے مشکل سے ھی اپنا قہقہہ روکا تھا۔

بالکل ٹھیک کہا____احمد بھائی کی کسی چیز کو نقصان پہنچانے سے پہلے اپنے جبڑے کا" خیال کر لینا چاھیے۔"وہ مسکراہٹ دبائے بولی اور پھر پلٹ گئی۔

لڑکوں کو ایسا ھی ھونا چاھیے۔۔۔مضبوط اور بہادر۔جو کم از کم جبڑے توڑنے کی" صلاحیت تو رکھتے ھوں۔"اُس نے سڑک کنارے چلتے ھوئے سوچا تھا۔

لیکن پھر لڑکیوں کو کیسا ھونا چاھیے؟نازک مزاج؟خاموش؟کمزور۔۔۔۔؟"

اونہوں۔۔۔۔"اُس نے اپنی ھی سوچ پر ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

لڑکیوں کو طاقتور نہیں تو کم از کم اتنا مضبوط تو ھونا چاھئے کہ وقت پڑنے پر کسی کے "
جبڑے نہیں تو کوئی ایک آدھ دانت ھی توڑ سکیں۔"اُس نے مسکراتے ھوئے سوچا اور پھر ھوا
میں مکّے لہراتی آگے بڑھ گئی۔

★★

بھائی ایک کام ھے آپ سے۔۔۔ منع تو نہیں کریں گا نا؟"اُس وقت وہ چھت پر تھی "
جب اُس نے احمد سے کہا۔وہ جو پتنگ اُڑانے میں مصروف تھا۔یکدم ھی پلٹ کر اُسے گھورنے
لگا۔

"کیسا کام؟"

"کام بعد میں بتاؤں گی،پہلے یہ بتائیں کریں گے؟"

اچھا ٹھیک ھے____بتاؤ؟"وہ پتنگ چھوڑ کر اُس کے پاس آگیا۔"

مجھے لڑائی کرنا سیکھنا ھے۔"وہ بڑے شوق سے بولی تھی۔"

لڑائی؟"احمد نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔پھر ایک دم ھی ہنسا۔انا نے اُسے گھورا"

یہ تو مجھے تم سے سیکھنی چاہئے۔" وہ مسکراہٹ دبائے بولا تو اُس نے ہاتھ میں پکڑی" کتاب اُسکے کندھے پر دے ماری۔ لیکن وہ بغیر کوئی تاثر دیے وہیں بیٹھ گیا۔

میں مکّوں اور لاتوں والی لڑائی کی بات کر رہی ہوں بھائی۔" وہ ضبط سے بولی۔ احمد کی" سرمئی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔ کچھ لمحے یوں ہی اُسے دیکھتے رہنے کے بعد اُس نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا اور پھر پیچھے سر گرائے وہ ہنستا چلا گیا۔

انا کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہونے لگا تھا۔

ہنسیں تو مت بھائی۔۔۔۔ میں نے ایسا بھی کچھ نہیں کہا۔" وہ منہ بسورے کہہ رہی" تھی۔ احمد کی ہنسی کو اچانک ہی بریک لگی۔

اچھا۔۔۔۔ مجھے ذرا یہاں مکا مارنا۔" اُس نے اپنے دائیں ہاتھ کی اُنگلی سے اپنے بازو کی" طرف اشارہ کیا۔ وہ اُسے ایک بار پھر نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

مارو بھی اب۔" انا نے اُسکے کہنے پر مکا مار دیا۔ احمد کے چہرے پر محظوظ سا تاثر تھا جیسے" کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔

اب میری باری۔"وہ بولا اور پھر ہلکا سازور۔۔۔بالکل ہلکا سازور لگا کرانا کے کندھے پر" مکا مارا۔اُسکے لبوں سے کراہ نکلی تھی اور اب وہ اُسے خونخوار نگاھوں سے دیکھتی بازو سہلا رھی تھی۔احمد فاتحانہ مسکرایا۔

دیکھا تم نے۔۔۔؟مرد کو کبھی درد نہیں ھوتا۔"اُس نے آنکھ مارنے والے انداز میں کہہ کر فرضی کالر جھاڑے۔

مرد کی توایسی کی تیسی۔۔۔"اِس سے پہلے کے وہ اُس پر جھپٹ پڑتی احمد بھاگتے ھوئے" سیڑھیاں اُترتا چلا گیا تھا۔وہ چھت پر کھڑی غصے سے اُسے گھورتی رھی تو وہ زبان دکھاتا اندر کی جانب بھاگا۔

وہ سر جھٹکتی واپس آ بیٹھی۔

★★

اور پھر ایک دن جب وہ کبوتروں کو دانہ ڈال رھی تھی تو وہ بھاگتا ھوا کسی طوفان کی طرح آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

چلو آؤ جلدی کرو۔۔۔ چھوڑو اِن کو۔" وہ اُسے کھینچ کر باہر لے گیا تھا۔"

باہر جانے پر اُسے علم ھوا کہ وہ اُسے گھوڑا دِکھانے لایا ھے۔

،یہ میرا گھوڑا ھے____ دو سال سے یہ میرے ساتھ ھی ھے۔اِس کا نام شاہد ھے"

ویسے پیار سے میں اِسے شاھو کہتا ھوں۔" وہ اُسے بتا رھا تھا۔

شاہد؟" اُس نے سوال کیا۔"

ھاں ناں شاہد_____ یہ میرے ہر راز کا شاہد ھے۔" وہ اپنے سفید گھوڑے کے چمکتے"

بالوں پر ھاتھ پھیرتا بولا۔

"اچھا چلو اِس کے اوپر بیٹھو_____ تمہیں گھماتا ھوں۔"

کیا؟ نہیں۔۔۔ میں اِس کے اوپر نہیں بیٹھوں گی۔" وہ خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹی۔"

لیکن کیوں؟ تم اتنا ڈرتی کیوں ھو؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔"

"ڈرتی نہیں۔۔۔ بس کبھی گھڑ سواری نہیں کی۔"

"تو آج کر لو، یہ دوڑے گا نہیں۔۔۔۔بس چلے گا۔"

نہیں احمد بھائی_____میں نہیں بیٹھ سکتی۔"وہ اپنی بات پر قائم تھی۔"

کتنی ضدی ھو تم____جب تک اوپر بیٹھ کر نہیں دیکھو گی تو تجربہ کیسے لو گی؟خوف کیسے "ختم کرو گی؟"

اور پھر اُسکے بہت کہنے پر وہ مان گئی تھی۔وہ ڈرتے ڈرتے ھی گھوڑے پر بیٹھی تھی۔احمد گھوڑے کی رسی پکڑے اُسے چلانے لگا۔وہ اُسے یونہی کافی دیر تک گاؤں میں فصلوں کی جانب گھماتا رھا تھا۔

اور پھر آخر میں گھر کی طرف واپس آتے ھوئے احمد نے اُسے ایک بات کہی تھی۔

سنوپری_____جس چیز سے زیادہ ڈر لگے اُس سے دور نہیں بھاگنا چاھئے۔امی کہتی" ھیں کہ زندگی میں ہمیں کئی بار اُنہی چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ھے جن سے ہم دور بھاگتے ھیں۔ اگر پہلے سے اُن کے لئے تیار رھیں گے تو زیادہ آسانی ھو گی۔"اور اُسکی کہی گئی باتیں انا کے

لئے گویا اقوالِ زریں تھیں۔اور اُن پر عمل کرنا اُسکے لئے لازم تھا۔اُس دن اُس نے بھی سوچ لیا تھا کہ ہر خطرہ مول لے گی مگر کبھی پیچھے نہیں ہٹے گی۔

★★

اسد اُن دونوں سے ذرا الگ تھا۔وہ اُن سے بڑا تھا اور وہ ایک سنجیدہ مزاج، عقلمند شخص تھا۔ وہ زیادہ تر عالم چوہدری کے ساتھ گھر سے باہر ھی رہتا تھا۔جبکہ احمد اور انا شرارتی تھے۔

اور اِن دس سالوں میں اُس نے جو سب سے قیمتی چیز پائی تھی وہ احمد کے ساتھ اُسکا رشتہ تھا۔بہن اور بھائی کا رشتہ۔

وہ ہر دم اُسکے ساتھ ھی تو رہا تھا۔اُس نے انا کو زندگی جینے کے اور زندگی گزارنے کے طریقے سکھائے تھے۔اُس نے اُسے بہادر بنایا تھا۔

اُس نے انا کو درخت پر چڑھنا سکھایا تھا۔وہ آپس میں ایک مقابلہ کیا کرتے تھے کہ اِس درخت پر پہلے کون چڑھے گا۔اور پھر جو جیت جاتا تو ہارنے والے کو بہت چِڑاتا۔

ایک دن اُس نے حکیم شاہ کے بیٹے کو گولی ماردی تھی۔اُسکا کہنا تھا کہ اُس نے شیخو چچا کو نقصان پہنچانا چاہا تھا جس کی وجہ سے اُسے گولی مارنی پڑی۔ مگر وہ بچ گیا تھا۔گولی اُسکی ٹانگ میں لگی تھی۔تب احمد کی عمر محض تیرہ برس ھی تھی۔اور یہ پہلی بار تھا کہ اُس نے پستول چلایا تھا۔

گھر آکر جب اُس نے انا کو ساری بات بتائی تو یہ بتاتے ھوئے اُسکی خوشی کے ٹھکانے ھی نہ تھے۔

تمہیں پتا ھے مجھے شروع سے ھی ہتھیاروں سے بہت لگاؤ ھے۔۔۔اور اب تو مجھے چلانا" بھی آگئے ھیں۔"وہ خوش تھا تو وہ بھی خوش تھی۔

انا کے اپنے بابا بھی تو آرمی میں تھے۔اُس نے بھی اپنے بچپن کے بارہ سال اِنہی ہتھیاروں سے کھیلتے ھوئے گزارے تھے۔اُن دونوں کی سوچ اور اُن کی خصوصیات بہت ملنے لگی تھیں۔

اور پھر حکیم شاہ کے خاندان کے ساتھ اُن کے بڑھتے اختلافات مزید بُری شکل اختیار کر گئے تھے جب سلطان چوہدری نے اُن کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔

تب اصل آزمائش شروع ھوئی تھی۔

اگلے چھ سال جن مشکلوں میں اُنہیں کاٹنے پڑے تھے وہ اُنہیں ایک بار پھر یاد نہیں کرنا چاھتی تھی۔ اگر وہ اُن واقعات کو یاد کرنے لگ جاتی تو شاید اُسکا دل پھٹ جاتا۔

اِن دس سالوں میں اُسکی سب سے قیمتی چیز جو اُس نے کمائی تھی وہ اُسکے تعلقات تھے۔ اپنے اِن گھر والوں سے جن کے بغیر رھنے کا وہ اب سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ اپنے اِن رشتوں کو کھونا نہیں چاھتی تھی۔

کس طرح اور کتنے سفر طے کرنے کے بعد اُسے کچھ مخلص رشتے نصیب ھوئے تھے جن کے بارے میں لوگ کتنی آسانی سے یہ کہہ دیتے ھیں کہ وہ تمہارے کچھ نہیں لگتے۔

وہ اُس بات کو اپنے دل سے نہیں نکال پا رھی تھی جو المان اُس سے کہہ کر گیا تھا۔

"تم اُن کی بہن نہیں ھو ______ تم اُن کی بہن کبھی تھی ھی نہیں۔"

اُسکی آنکھ سے ایک آنسو گر کر بے مول ھو چکا تھا۔

تمہیں کیا معلوم المان____ کہ رشتے کیسے بنتے ھیں کیسے جُڑتے ھیں۔ تم نے کبھی " کسی سے تعلق نبھایا ھوتا تو تمہیں پتا ھوتا۔" وہ سرد رات کے اندھیرے میں چھت پر اُسکے کہے گئے ایک جملے کو دل سے لگائے بیٹھی تھی۔ اور وہی ایک جملہ اُسکے دل کو جلائے جا رھا تھا۔

★★

روشنیوں میں نہایا کیمبرج کئی زندگیوں کو رونق عطا کر رھا تھا۔ ٹاؤن میں ہر طرف کرسمس لائٹس روشن تھیں۔ علما بھی مہک کو کرسمس لائٹس دیکھنے کے لئے ساتھ لے کر گھوم رھی تھی۔

قدیم عمارتوں کے درمیان سے گزرنا اُسے کسی طلسماتی دنیا کا سا تاثر دے رھا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ دونوں مغرب کے بعد باہر نکلی تھیں۔ زرنا اماں چند ماہ کے لئے اپنے بیٹے کے پاس لندن گئی ھوئیں تھیں اور تب تک علما مہک کے ساتھ ھی رھنے والی تھی۔ اُن دونوں نے پہلے مارکیٹ اسکوائر کی طرف جا کر بہت سی چیزوں کو محض دور سے ھی دیکھا تھا۔ وہ وہاں کچھ بھی خریدنے نہیں آئیں تھیں۔

مارکیٹ اسکوائر شام کو بھی معمول کے مطابق پُر رونق تھا۔ بہت سے لوگ سویٹرز اور گرم کپڑے پہنے وہاں گھومتے ھوئے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ بے مقصد ھی سڑکوں پر گھومتی رھیں۔ پھر اُنکا گزر روز کریسنٹ سے ھوا۔

یہ کیمبرج کی وہ لین ھے جہاں سے گزرتے ھوئے انسان وقت سے بہت پیچھے چلا جاتا ھے۔ روز کریسنٹ قدامت سے بھرپور تھی۔ اور ہر عمارت کے اوپر جلتا لیمپ اُسے مزید مسحور کن بنا رھا تھا۔

مجھے پسند ھے رات کے اِس پہر اِن چراغوں کی روشنی کو دیکھنا____ یہ ایک الگ سی پُر اسراریت رکھتے ھیں۔"

وہ زندگی سے بھرپور اُن جلتی روشنیوں کو دیکھ کر سحر زدہ سی کہہ رھی تھی۔

تمہیں رات پسند ھے؟" مہک نے اچانک ھی پوچھا۔"

ھاں مجھے رات پسند ھے۔۔۔ لیکن وہ رات جس میں اندھیرا نہ ھو۔ مجھے تاریک راتوں کو" دیکھنے سے خوف آتا ھے۔" اُس نے سڑک پر نیچے کی طرف چلتے ھوئے کہا۔

لیکن رات تو تاریکی سے منسوب ھے۔اور ہم کبھی بھی اِس کے اندھیرے کو ختم نہیں کر سکتے۔"

"ہم اندھیروں کو ختم نہیں کرتے مہک____ہم اُن اندھیروں کو محسوس کرنا چھوڑ دیتے ھیں،اندھیرا پھر اندھیرا نہیں لگتا نا،جب روشنی ساتھ ھو۔

مہک نے اُسکے ساتھ چلتے چلتے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

اُسکے چہرے پر سکون تھا۔

"علما۔۔۔؟"کچھ دیر بعد وہ بولی۔

"ھاں؟"

"تم سب کچھ جانتی ھو۔۔۔تمہیں اندھیروں سے خوف آتا ھے۔۔۔تم روشنیوں سے محبت کرتی ھو۔۔۔لیکن پھر بھی تمہیں کچھ نظر نہیں آتا،جو تاریکی تمہاری آنکھوں کو دھندلا کئے ھوئے ھے تم اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا نہیں پا رھی۔۔۔کیوں؟"اُسکی آواز میں افسوس تھا۔

www.novelsclubb.com

علما نے نا سمجھی سے ماتھے پر بل ڈالے۔

"کیا تمھیں نہیں لگتا کہ جس راہ پر تم چل رہی ھو، وہاں اندھیروں کے سوا کچھ نہیں۔"

مہک نے ایک بار پھر کہا

مہک تم کیا باتیں کر رہی ھو، تم ہمیشہ مجھے اُلجھن میں ڈال دیتی ھو، تمہاری باتیں مجھے" پزل کرتی ھیں۔اور میں ایسی کون سی راہ پر چل رہی ھوں جو مجھے تاریکی کی طرف لے کر جا رہی ھے؟"

علما کو لگا جیسے اُسکا سارا موڈ خراب ھو چکا ھے۔وہ اپنے لہجے میں اکتاہٹ لئے ھوئے تھی۔

مہک ایک پل کے لئے بالکل خاموش ھو گئی۔

میرا کہنے کا مطلب تم سمجھ نہیں پاؤ گی علما۔۔۔جب تک تم خود اُس راہ کو نہیں پہچان لو گی" تمہیں میری باتوں کی سمجھ نہیں آئے گی۔"مہک نے کہا تو اُس نے فقط شانے اچکا دیے۔

www.novelsclubb.com

اچھا چھوڑو اِن باتوں کو۔۔۔میں سوچ رہی ہوں کہ اِس جگہ کی ایک پینٹنگ بناؤں۔" میں روز کریسنٹ کو پینٹ کروں گی۔" وہ چلتے چلتے رُک کر اُن عمارتوں کو دیکھنے لگی۔اُس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

ہاں کر لینا، بہت اچھی بنے گی۔" مہک نے بھی اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے" ہوئے کہا۔

وہ ایک بار پھر کریسنٹ لین پر چلنے لگیں۔

کل تمہاری پریزنٹیشن ہے نا؟" مہک نے خیال آنے پر پوچھا۔"

ہاں ہے تو۔" اُس نے تھکے تھکے انداز میں بتایا۔"

تو تیار کر لی؟" مہک کے پوچھنے پر علما نے حیرت سے اُسے دیکھا۔"

اب کیا میں پروفیسر راج کی پریزنٹیشن کی بھی تیاری کروں گی؟" اُس نے یوں کہا جیسے یہ" کوئی جرم ہو۔

www.novelsclubb.com

"بچوں والے ٹاسک دیتے ھیں کرنے کو۔ابھی تو پریزینٹیشن کا ٹاپک بھی نہیں دیکھا۔"

علما کہہ کر ہنسی تھی۔

تمہارا کچھ نہیں ھو سکتا۔"مہک نے مسکراتے ھوئے سر جھٹکا۔"

★★★

اگلی صبح جب وہ کنگز برج پر چلتی کالج کی طرف بڑھ رھی تھی تو پیچھے سے وہ تقریباً بھاگتا ھوا اُس تک پہنچا تھا۔

سنو علما۔۔۔؟"علما نے رُک کر اُسے دیکھا۔"

آج ہم سب دوست مل کر پارٹی کر رھے ھیں۔تم بھی آجانا۔"وہ مسکراتے ھوئے بولا" تو آنکھیں چھوٹی ھو گئیں تھیں۔

"پارٹی؟لیکن کس خوشی میں؟"

کرسمس بھی ھے اور پھر نیا سال آنے والا ھے۔ہم نے سوچا کہ پارٹی کر لیں۔"اتاش" نے کندھے اچکائے۔

"کس وقت۔۔۔؟"

جب تم چاھو۔"اُسے دیکھتے ھوئے وہ مسلسل مسکرا رھا تھا۔"

جب میں چاھوں؟"اُس نے سوچتے ھوئے پوچھا۔"

اور اگر میں چاھوں ھی نہیں؟"اُس نے مسکراہٹ دبائی۔"

"تو تمہیں زبردستی لے جاؤں گا۔"

آنا ضرور۔"وہ کہہ کر تیزی سے واپس پلٹ گیا۔وہ خاصا جلدی میں لگ رھا تھا۔وہ" مسکرائی تھی۔اُس کا سامنا صبح صبح ھی اتاش سے ھو گیا تھا۔اِس کا مطلب تھا کہ اُس کا دن اچھا گزرنے والا ھے۔

"ہیلو،ہائے!

کیسے ھیں آپ سب؟"چہرے پر گہری مسکراہٹ لاتے ھوئے وہ بولی تو تمام اسٹوڈنٹس بیک وقت بولے۔

"Always fine."

"Very good, so I'm your teacher right now."

پروفیسر کے تنے ھوئے تاثرات کو نظر انداز کرتی وہ بولی۔

"میرا نام ھے علما بنتِ عالم____اور بد قسمتی سے آپ سب میرے کلاس فیلو ھیں۔"

پروفیسر راجپال کی کلاس میں وہ کیسے سنجیدہ ھو سکتی تھی بھلا؟ یہ اُسکے اصولوں کے خلاف تھا۔

یہ تو ہماری خوش قسمتی ھے کہ آپ ہماری کلاس فیلو ھیں۔"ایرک نے ہمیشہ کی طرح" اپنی عجیب سی نظروں سے اُسے دیکھتے ھوئے فضول سے لہجے میں کہا۔

اچھا کچھ لوگوں کی زبان اتنی فالتو ھوتی ھے کہ وہ وہاں بھی بولتے ھیں جہاں اُن کی" ضرورت نہ ھو۔۔۔ایسے لوگوں کو نظر انداز کرنا چاھئے۔۔۔۔رائٹ؟"وہ ایرک کو دیکھے بغیر باقی لوگوں سے مخاطب تھی۔اُن میں سے کچھ لوگ باقاعدہ ہنسے تھے۔

پروفیسر کے صبر کا پیمانہ لبریز ھوا چاھتا تھا۔

آپ اپنی پریزنٹیشن بھی دیں گی، مِس علما؟"اُن کی کڑی نگاھوں کو دیکھ کر وہ واپس آئی۔"

جی جی سر۔۔۔۔وہی تو دینے آئی ھوں۔"اُس نے اپنے سامنے پڑے لیپ ٹاپ کو"

دیکھا۔

اچھا تو شروع کرتے ھیں۔۔۔۔میرا آج کا ٹاپک ھے۔۔۔۔"وہ بغور لیپ ٹاپ کو"

دیکھتے ہوئے اپنا موضوع تلاش کر رھی تھی۔

کھیلیں ہماری زندگی میں کیوں ضروری ھیں؟ ہیں۔۔۔؟"اپنا ٹاپک پڑھ کر وہ خود ھی"

حیرانی ظاہر کر رھی تھی۔

مطلب اتنا آسان ٹاسک۔۔۔۔وہ یہ تو جانتی تھی کہ پروفیسر مشکل کام نہیں دیتے مگر اتنا آسان دیں گے یہ اُس نے سوچا نہیں تھا۔وہ اسپورٹس کی اسٹوڈنٹ تھی اور اُسے یہ سوال بے حد بچکانہ لگ رھا تھا۔

اگلے دس منٹ میں اُس نے جانے کتنی ھی تفصیلات دے دیں تھیں کہ کھیلیں ہماری زندگی میں کیوں اہم ھیں۔ شاید کوئی ایسی وجہ باقی رہ نہیں گئی تھی جس سے وہ اُنہیں آگاہ نہیں کر سکی۔

اُس نے بڑے اچھے سے اختتام کر کے پروفیسر کے چہرے کو دیکھا۔ وہاں متاثر کن تاثرات تھے۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔

ایک اسپورٹس سائنس کے اسٹوڈنٹ کو یہ ٹاپک دیں گے تو وہ ایسے ھی پریزنٹ کرے "گانا۔۔۔" اُس نے پروفیسر کو دیکھتے ھوئے سوچا۔

لیکن یہ تو طے تھا کہ پریزنٹیشن آف دا ڈے کا ایوارڈ اُسے ھی جاتا تھا۔

کلاس میں بیٹھے بیٹھے وہ بہت بور ھو چکی تھی۔ اسٹوڈنٹس اپنی اپنی پریزنٹیشن دے رھے تھے۔ اُسکے چہرے پر بیزاری تھی۔ اب کیسے اِس بوریت سے چھٹکارا حاصل کرے؟ اُس نے سوچا۔

www.novelsclubb.com

فریڈرک اپنا ٹاپک پریزنٹ کر کے واپس آ چکا تھا۔ پروفیسر بھی وہیں سامنے کھڑے اُسے دیکھ رہے تھے۔

اُنہیں دیکھتے ھوئے علما کی آنکھوں میں شرارت اُبھری تھی۔

پروفیسر۔۔۔اگر میں آپ سے ایک سوال پوچھوں، تو کیا مجھے اُسکا جواب ملے گا؟" وہ" ھاتھ اوپر اُٹھائے بولی۔ وہ سب سے آخر میں بیٹھی تھی۔ کئی اسٹوڈنٹس نے مڑ کر اُسے دیکھا تھا۔

"جی پوچھیئے۔"

پروفیسر آپکی داڑھی کے بال آدھے بلیک اور آدھے وائٹ کیوں ھیں؟ کہیں آپ بلیک" اینڈ وائٹ مووِیز تو نہیں دیکھتے؟" پُرسوچ انداز میں بے حد معصومیت سے پوچھا گیا تھا۔ اور ساتھ ھی سبھی اسٹوڈنٹس کی ہنسی کلاس روم میں گونجی تھی۔

واٹ نان سینس!" پروفیسر ناگواری سے بولے۔"

لیکن آپ نے کہا تھا کہ آپ جواب دیں گے پروفیسر؟" وہ اُسی ڈھٹائی سے بولی۔"

آر یو کریزی مِس علما۔۔۔؟ اپنا دماغ فریش کریں۔" وہ سخت لہجے میں بولے اور پھر اگلے" پریزنٹر کی طرف بڑھے۔

سوری پروفیسر۔۔۔آپ تو دل پر ھی لے گئے۔" کیا اداکاری کرتی تھی وہ۔"

اسٹوڈنٹس ایک بار پھر ہنسنے لگے تھے۔

شٹ اپ۔" پروفیسر راجپال کی آواز پر ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ وہ غصے میں آ چکے" تھے۔ سب اسٹوڈنٹس نے خاموشی سے سر جھکا لئے۔

اور آپ مِس علما_____میری کلاس سے باہر نکل جائیں، اور آئندہ ایسے سوالات لے" کر میری کلاس میں مت آیئے گا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولے تو وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔

یاہووووو۔۔۔۔" باہر آتے ھی وہ ایک دم خوشی سے اُچھلی تھی۔ اور پھر ایک قہقہہ لگا کر" وہ آگے بڑھ گئی۔

★★★★★★

وہ سفید شلوار قمیص میں ملبوس، سیاہ گرم شال کندھوں پر رکھے جانے کیلئے تیار تھا۔یوں محسوس ھوتا تھا کہ جیسے وہ اپنے آپ میں لوٹ آیا ھو۔اُسکی صورت وجیہہ تھی۔ حسین سیرت کے لوگوں کی جب صورت بھی خوبصورت ھو تو وہ نایاب کہلائے جاتے ھیں۔بلاشبہ وہ نایاب ہی تھا۔ائیر پورٹ پر کھڑے کھڑے اُس نے یہاں سے ایک آخری فون کال کے لئے نمبر ملایا تھا۔

"پری۔۔۔؟" کچھ دیر بعد وہ ہمیشہ کی طرح متفکر لہجے میں بولا۔

"جی بھائی۔۔۔کیسے ھیں آپ؟" دوسری طرف سے اُسکا لہجہ بھی کچھ ایسا ھی تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ھوں، تم ٹھیک ھو؟" اُس نے اپنے ھاتھ پر بندھی سیاہ قیمتی گھڑی پر وقت دیکھا۔فلائٹ کا وقت ھونے والا تھا

دوسری طرف کچھ لمحے خاموشی چھائی رھی۔احمد کی سرمئی نگاھوں میں فکر بڑھی تھی۔

"تم ٹھیک ھو پری؟" اُس نے سوال دہرایا۔مگر اِس بار لہجہ پہلے سے زیادہ متفکر تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی بھائی۔۔۔میں ٹھیک ھوں، لیکن یہاں سب کچھ ٹھیک نہیں ھے۔" وہ ہولے سے بولی۔احمد نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رھی ھے۔اُسے اِس وقت احمد کی ضرورت تھی اور وہ وہاں نہیں تھا

"میں جانتا ھوں پری____ لیکن تم پریشان نہ ھو، بہت جلد سب کچھ ٹھیک ھو جائے گا۔ تمہارا بھائی ھے نا، سب ٹھیک کر دے گا۔چاھے حالات جو بھی ھوں تمہیں ثابت قدم رھنا ھے، تم مضبوط ھو۔۔۔ ھونا؟" وہ یوں پوچھ رھا تھا جیسے سامنے کوئی چھوٹا سا بچہ ھو۔

"جی بھائی میں بہت مضبوط ھوں، میں احمد جبریل کی بہن ھوں، مجھے کوئی خوف نہیں، نہ لوگوں کا اور نہ ھی حالات کا۔آپ فکر نہیں کریں۔" وہ بولی۔اِس بار احمد کو کچھ اطمینان ھوا تھا۔

اگلے پانچ منٹ تک اُنہوں نے بات کی تھی اور پھر احمد نے اُسے الوداع کہا۔

"ٹھیک ھے، تم اپنا خیال رکھنا۔زندگی رھی تو بہت جلد ملیں گے۔"

"اللہ حافظ بھائی۔"

اور اُس نے فون بند کر دیا۔

www.novelsclubb.com

اُسکی زندگی میں بہت سے لوگ تھے جو اُسکے لئے اہم تھے۔ مگر اُن میں سرِ فہرست وہ تھی۔۔۔اُسکی پری!

اُس نے انا کو نہیں بتایا تھا کہ وہ پاکستان آرھا ھے۔ کیونکہ اُسے اسلام آباد میں کام مکمل ھونے کے فوراً بعد لندن جانا تھا۔اور اگر وہ اُسے بتا دیتا تو اُسے گھر بھی جانا پڑتا جو اُسکے کام میں رکاوٹ بنتا۔

اِس لئے اُس نے نہ بتانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ وہ کبھی بھی اُس سے کوئی بات نہیں چھپاتا تھا اور اگر وہ اُس سے کوئی بات چھپاتا تو اُسے رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ مطلب اگلی کئی راتیں اُسے جاگ کر ھی گزارنی تھیں۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★

وہ اپنے سارے کپڑے بیڈ پر بکھیرے بُرا سا منہ بنائے بیٹھی تھی۔

مہک دوسری طرف کونے میں رکھے لیپ ٹاپ پر شاید کوئی لیکچر سن رھی تھی۔ علما اچانک ھی اُٹھی اور اُس کے سر پر جا کھڑی ھوئی۔

"یہ کیا سن رہی ہو تم؟" وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے پوچھنے لگی تو مہک نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا۔

اُسکے گھنگریالے بھورے بال کھل کر کندھوں پر گر رہے تھے۔ سرمئی نگاہیں تھکی ہوئی لگ رہی تھیں۔

"یہ حیدر سر کا لیکچر ہے۔ بہت اچھے انداز میں بولتے ہیں، تم بھی سنا کرو ان کے لیکچرز بہت زیادہ معلوماتی ہوتے ہیں۔ اسلام کے متعلق۔۔۔۔" مہک نے اُسے آگاہ کرنا چاہا تو اُس نے بیزار سا تاثر دے کر اُسکی بات کاٹ دی۔

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے تمہارے کسی حیدر سر میں، تم ذرا اِدھر آ کر میرا اڈریس دیکھنے میں مدد کرو، مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ بیڈ پر بکھرے کپڑوں کی طرف چلی گئی۔

مہک نے نظریں گھما کر اُس طرف دیکھا تو آنکھیں کُھلی ہی رہ گئیں۔ اُس نے گویا پوری الماری ہی باہر نکال کر رکھ دی تھی۔

مہک نے ماتھے پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا چاہا پھر بے بسی سے اُٹھ کر اُسکی طرف بڑھ گئی۔

"تم نے جانا کدھر ھے جس کے لئے تیار ھو رھی ھو؟" اُس نے علما کے فکر مند چہرے کو دیکھا۔

"اتاش کی پارٹی ھے نا۔۔۔ سب دوست جا رھے ھیں، اُس نے مجھے بھی بُلایا ھے، تو اُسی کے لئے۔۔۔ تمہیں بھی اگر آنا ھے تو آجاؤ ساتھ ھی چلیں گے۔" اُسکے تاثرات کچھ بہتر ھوئے تھے۔

"نہیں علما، تم جانتی ھو کہ مجھے پارٹیز نہیں پسند۔۔۔ اور پھر کسی کلب یا بار میں ھونے والی پارٹیز تو بالکل نہیں۔ مجھے لگتا ھے کہ تمہیں بھی نہیں جانا چاھئے، اُن کا ماحول ہم سے الگ ھے۔" مہک اُسکے قریب بیٹھتے ھوئے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"بس بھی کرو مہک ____ کیا فرق ھے ھمارے اور اُن کے ماحول میں؟ اُن کی دنیا کون سا ہماری دنیا سے الگ ھے۔" وہ دوبارہ اپنے کپڑوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

"اُن کی دنیا ہماری دنیا سے الگ ھی ھے علما۔۔۔۔میں تمھیں تمہاری بہتری کے لئے ھی روک رھی ھوں۔" مہک نے نرم انداز میں کہا۔

"تم مجھے میری بہتری کے لئے جانے دے سکتی ھو؟" علما نے رُک کر اُسکی آنکھوں میں دیکھا۔

مہک خاموش ھوگئی تھی۔وہ کچھ نہیں بولی۔

"اچھا یہ دیکھو۔۔۔۔یہ کیسا رھے گا؟" وہ اب ایک سوٹ اپنے ساتھ لگا کر اُسے دِکھا رھی تھی۔

"کوئی اور دیکھ لو۔" مہک دھیرے سے بولی۔

وہ پھر سے کوئی دوسرا سوٹ ڈھونڈنے لگی۔اُسی لمحے اُسکے ھاتھ ایک سیاہ گرم کپڑا لگا تھا۔

اُس نے اُسے پورا کھول کر دیکھا۔وہ ایک چغہ تھا۔کندھوں پر ڈالنے والا سیاہ چغہ جو عام طور پر درویش یا عالم وغیرہ پہنتے ھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ تو ایک کلوک ہے۔" مہک نے مسکراتے ہوئے آنکھوں میں چمک لئے کہا۔

علما کا دل دھڑکا تھا۔

"یہ بہت خوبصورت ہے علما۔" مہک نے اُسکے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت عرصے سے میرے پاس ہے، یوں لگتا ہے کہ کوئی گہرا تعلق ہے اِس سے۔" علما دھیرے سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تم اِسے پہنتی کیوں نہیں؟" مہک نے تعجب سے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" اُس نے گردن نفی میں ہلائی۔ آنکھوں میں عجیب سی نمی چمکنے لگی تھی۔

"میں بتاتی ہوں تمہیں۔۔۔۔ آج تمہیں کیا پہننا چاہئے۔" مہک اچانک ہی خوش ہوگئی تھی۔ اُس نے سارے اعتراضات رد کر دیے تھے۔ علما نے خالی خالی نظروں سے اُسے دیکھا پھر سر جھٹکتی اُس کی طرف متوجہ ہوئی۔

کچھ دیر بعد جب مہک کی نظر ایک گاؤن پر پڑی تو وہ مسکرائی۔وہ بالکل نیا اور خوبصورت تھا۔علما گاؤن پہنتی ھی نہیں تھی اور جو ایک دو گاؤن اُسکے کپڑوں میں موجود تھے وہ بھی ایسے ھی پڑے تھے۔ورنہ زیادہ تر تو وہ جینز شرٹ ھی پہنتی تھی۔

"یہ گاؤن پہن لو۔۔۔۔اور اُسکے اوپر یہ سیاہ کلوک۔۔۔بہت زبردست لگو گی۔" مہک نے خوشی سے کہا تو علما نے اُسے حیرت سے دیکھا۔

"تم جانتی ھو کہ میں نے کبھی گاؤن نہیں پہنا۔۔۔مجھے اِن لمبے لمبے کپڑوں سے کوفت ھوتی ھے۔" اُس نے بُرا سا منہ بنایا۔

مہک کا مسکراتا چہرہ بجھ سا گیا۔

"اگر تمہیں میری مرضی کے کپڑے نہیں پہننے تو پھر میں بھی تمہیں پارٹی میں جانے نہیں دوں گی۔" وہ نیلے گاؤن کو ھاتھوں میں لئے ھاتھ باندھ کر بیٹھ گئی۔یوں جیسے کوئی واقعی ضد پر اڑ جاتا ھے۔

علما نے معصومیت سے چہرہ ٹیڑھا کر کے اُسکی طرف دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"تم کب سے میری دادی اماں بن گئی مہک؟"اُس نے اُسی معصومیت سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ مگر وہ یونہی چہرہ سامنے کئے چپ چاپ بیٹھی رہی۔

"اچھانا۔۔۔ناراض مت ہو۔پہن لوں گی لیکن صرف تمہارے لئے۔"علمانے اُسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"چلو پھر پہنو یہ۔"اُس نے گاؤن اُسے تھمادیا۔

کچھ دیر بعد جب وہ باہر نکلی تو مہک نے اُسے مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا۔

قدموں کو چھوتا نیلا گاؤن جس پر سفید کام تھااور کندھوں پر پھیلا سیاہ چغہ جس پر اُسکے گھنگریالے بھورے بال کھل کر گر رہے تھے۔وہ کوئی شہزادی ہی تولگ رہی تھی۔

بلاشبہ وہ خوبصورت تھی۔

"تم بال نہیں باندھو گی؟"مہک نے سرسری ساپوچھا۔

"نہیں وہ۔۔۔کسی نے کہا تھا کہ کُھلے بال سوٹ کرتے ھیں مجھ پر۔" وہ نظریں جھکائے مسکرا کر بولی۔

مہک نے اُسے سنجیدگی سے ایک نظر دیکھا پھر بمشکل مسکرائی۔

"تمہیں بندھے ھوئے بال بھی اچھے لگتے ھیں علما۔۔۔لیکن جیسا تمہیں ٹھیک لگے تم وہی کرو۔بہت پیاری لگ رھی ھو۔۔۔خود کو آئینے میں دیکھو۔" وہ اُسے آئینے تک لے گئی۔

علما نے اپنے گلابی پڑتے چہرے کے بعد اپنے وجود پر نگاہ ڈالی۔اُسکی آنکھوں میں کوئی غیر معمولی سا تاثر تھا۔مہک بخوبی دیکھ سکتی تھی کہ اِس وقت وہ خیالوں میں کسی سے مخاطب تھی۔

وہ گھر سے نکل گئی تھی۔اتاش اُسے خود ھی لینے آگیا تھا۔اور وہ اُسکے اچانک آجانے پر حیرت زدہ سی رہ گئی تھی۔

★★★★★

وہ ایک ہوٹل بار تھا جس کے اندر کا ماحول ایسا تھا کہ جیسے اچانک ھی خاموشی سے نکل کر شور میں آگئے ھوں۔وہاں واقعی حقیقی معنوں میں پارٹی ھو رھی تھی۔

بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ ڈانس کر رہے تھے۔کچھ کے ہاتھوں میں وائن تھی۔وہ سب اُن کی یونیورسٹی کے ہی اسٹوڈنٹس تھے۔ڈی جے نے اونچی آواز میں میوزک لگا رکھا تھا۔اسٹوڈنٹس الگ الگ کاسٹیومز پہن کر آئے ہوئے تھے۔

وہ اتاش کے ساتھ چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔اُسکے پیروں میں سفید ہیلز تھیں۔وہاں ایلون، میریکل اور ایلینور تینوں موجود تھے۔ایلینور کو دیکھ کر اُسکی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں تھیں۔وہ لڑکی جو یونیورسٹی میں حجاب کیئے رکھتی تھی اُسکا حلیہ یہاں بالکل مختلف تھی۔ تنگ سا ڈریس پہنے جس سے آدھی ٹانگیں عیاں ہو رہیں تھیں۔کھلے سیاہ بالوں کے ساتھ چہرے پر بہت سا میک اپ کیئے وہ بہت سے دِلوں کو لبھا رہی تھی۔

ایلون اُن دونوں کے ساتھ ہی کھڑا کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔

اتاش اُسے لے کر اُن کی طرف بڑھنے لگا۔

"مہک نہیں آئی؟" ایلون نے علما کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ____ تمہیں پتا ھے نا ایلون کہ اُسے پارٹیز نہیں پسند۔" علما نے جیسے اُسے یاد دلانا چاھا۔

"اوہ۔" وہ مایوس ھوا تھا۔

"ویسے تم پیاری لگ رہی ھو، یہ کلوک تم پر بہت سوٹ کر رھا ھے۔ مجھے لگ رھا ھے جیسے شہزادی میریڈا میرے سامنے کھڑی ھو۔" میریکل نے خوشگوار تاثرات لئے کہا تو وہ بھی مسکرائی۔

تب ھی اُسے قریب سے آواز سنائی دی تھی۔

"خوبصورت لگ رھی ھو۔" اتاش ایلینور کی جانب ذرا سا جھک کر مسکراتے ھوئے کہہ رھا تھا۔

علما جو میریکل سے مخاطب تھی۔ اتاش کے یوں کہنے پر اُسکے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔ جلن کا وہ عنصر جو ہر انسان کے اندر کسی نہ کسی کے لئے پایا جاتا ھے وہ بھڑکنے لگا تھا۔

"تھینکس۔" ایلینور مسکرائی تھی۔

"تمہیں پہلے کبھی دیکھا نہیں اِس طرح۔۔۔ حجاب چھوڑ دیا تم نے؟" علما اُسے چبھتی نظروں سے دیکھ کر بولی۔ البتہ لبوں پر مسکراہٹ قائم تھی۔

"اُسکے لئے کیا مجھے کسی کی اجازت لینی پڑے گی؟" اُس نے جواباً ایک ادا سے پوچھا تھا۔

علما اُسے دیکھ کر بے دلی سے مسکرا رھی تھی۔

"اور پھر میں اچھے سے جانتی ھوں کہ معمول کے کپڑے کیسے ھوتے ھیں اور پارٹیز میں کیا پہنا جاتا ھے۔" اُس نے علما کو سرتاپا دیکھتے ھوئے کہہ کر ایک قہقہہ لگایا تھا۔ علما نے ضبط سے چہرہ اتاش کی طرف گھمایا۔

اُس نے شانے اچکائے۔

"ایکسکیوز می۔" وہ بولی اور پھر اتاش کو بازو سے پکڑ دوسری طرف چلی گئی۔

"کیا کر رھی ھو علما۔۔۔" وہ اُسکے ایسے ردِ عمل پر حیرت سے پوچھ رھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم نے دیکھا وہ مجھ سے کس طرح سے بات کر رہی تھی۔۔۔ صرف تمہاری وجہ سے خاموش تھی میں۔" علما نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"پہل بھی تو تم نے ہی کی تھی۔اُس نے بس جواب دیا۔اِس میں کسی کا کیا قصور؟" وہ بولا تو علما نے اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

"سارا قصور تمہارا ہے۔۔۔۔ تمہیں تو وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی نا۔۔۔ تو پھر جاؤ اُس کے پاس ہی کھڑے رہو۔" اُس نے سختی سے کہا اور چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔اُس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔

اتاش نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

اُس نے اپنے پیچھے کھڑے بارٹینڈر کو مخاطب کر کے دو ڈرنکس کا کہا اور پھر علما کی طرف مڑا۔

"میں نے اُسے صرف ایک کمپلیمنٹ کیا تھا۔"

www.novelsclubb.com

"تو کیا مسٹر اتاش ہر خوبصورت لڑکی کو ایسے ھی کمپلیمنٹ کرتے ھیں؟"اُسکے لہجے میں طنز تھا۔اور آنکھوں میں تلخی۔اتاش ہلکا سا مسکرایا۔پھر چہرہ اُسکے قریب کیا اور ذرا دھیمے لہجے میں بولا۔

"خوبصورت لڑکیوں کو کمپلیمنٹ نہیں دیے جاتے مِس علما۔"

علما نے پلکیں اُٹھا کر اُسکا چہرہ دیکھا۔وہ اپنی نیلی آنکھیں اُسی پر جمائے ھوئے تھا۔

علما کا چہرہ سُرخ ھوا تھا۔وہ جانتی تھی کہ اُس کا اشارہ کس طرف ھے۔

"اچھا اپنا موڈ ٹھیک کرو اب۔اور سب کے ساتھ ملو،اِس طرح اکیلے کھڑے رھنا بہت عجیب ھے۔"ساتھ ھی اُس نے بارٹینڈر سے دونوں ڈرنکس لے لیں تھیں۔اور اب وہ ایک ڈرنک اُس کی طرف بڑھا رھا تھا۔

"میں ڈرنک نہیں کرتی اتاش۔"اُس نے جیسے یاد دلایا۔

"ھاں لیکن کیوں نہیں کرتی؟"اُس نے سوالیہ نگاھوں سے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے کیوں نہیں کرتی۔۔۔شراب ہمارے لئے حرام ہے۔"اُسکے ماتھے پر بل تھے۔

"اوہ۔۔۔ہمارے لئے تو اور بھی بہت کچھ حرام ہے لیکن ہم پھر بھی وہ سب کچھ کرتے ہیں۔تھوڑی سی پی لینے سے کچھ نہیں ہو گا۔"اُس نے شیشے کا گلاس اُسکے لبوں کے قریب کیا مگر علما نے چہرہ پیچھے کر لیا۔

"مجھے اِس کی بدبو سے الرجی ہے اتاش۔۔۔چلو وہاں چلتے ہیں۔"اُس نے ٹالتے ہوئے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا جہاں لوگ ڈانس کر رہے تھے۔

"جیسے تمہاری مرضی۔"اُس نے دونوں ڈرنکس واپس رکھ دیں تھیں۔

اُسی لمحے مائیک پر بولتی ایلینور کی آواز پورے بار میں گونجنے لگی تھی۔ڈی جے نے گانے بند کر دیے تھے۔

"سب لوگ اِس طرف دھیان دیں۔یہ پارٹی میں نے اور میرے گروپ نے جن میں شامل ہیں ایلون،میریکل اور اتاش ہم سب نے مل کر ارینج کی ہے۔تو میں آپ سب کو ملوانا

چاہتی ہوں اپنی آج کی خصوصی مہمان سے جن کا نام ہے علما بنتِ عالم، یہ ایک بہت اچھی کھلاڑی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت اچھی ڈانسر بھی ہیں۔" وہ بلند آواز میں کہہ رہی تھی۔ وہاں موجود سبھی افراد نے پلٹ پلٹ کر اُسے دیکھا تھا۔ علما نے نا سمجھی سے اتاش کو دیکھا مگر وہ سامنے کھڑی ایلینور کی طرف متوجہ تھا۔

"تو سب لوگ مل کر استقبال کیجئے علما کا جو آج اِس پارٹی میں ہم سب کو اپنے رقص سے لطف اُٹھانے کا موقع دینے والی ہیں۔" اور ساتھ ہوٹل بار لوگوں کی ہوٹنگ سے گونج اُٹھا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے اتاش؟ میں یہاں سب کے درمیان ڈانس نہیں کروں گی۔" اُس نے دھڑکتے دل سے کہا۔ اُسے احساس ہو رہا تھا جیسے کچھ غلط ہونے والا ہے۔

www.novelsclubb.com

"کچھ نہیں ہوگا علما۔۔۔ ڈانس ہی تو ہے۔ مزہ آئے گا سب انجوائے کریں گے۔" اتاش اب کے ہلکے پھلکے سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"تمہیں عجیب نہیں لگے گا میرا اِس طرح سب کے سامنے ڈانس کرنا؟" علما نے اُس سے پوچھا تو وہ یوں مسکرایا جیسے کوئی عام سی بات ہو۔

"اِس میں عجیب لگنے والی کیا بات ہے۔"

اُسی لمحے ایلینور چلتی ہوئی اُس کے قریب پہنچی تھی۔

"آؤ علما۔۔۔" اور علما کو اُس کا مسکراتا چہرہ زہر لگ رہا تھا۔

اُس نے ایک بار پھر اتاش کو دیکھا۔ تو وہ اُسے ہاتھ سے چلنے کا اشارہ کرنے لگا۔

ایلینور اُسے بازو سے پکڑ کر وہاں بالکل سب کے درمیان میں لے جا رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر لوگ ابھی بھی ہوٹنگ کر رہے تھے۔

علما کے لئے ایک ایک قدم بہت بھاری ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے اُس وقت کیا محسوس ہو رہا تھا۔ ذلت۔۔۔ ہاں اتنی عزتِ نفس تو تھی اُس میں کہ وہ اِس ذلت کو محسوس کر سکتی۔

اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس کی ساری عزت پامال ہونے جا رہی ہے۔ وہ کیوں اِن لوگوں میں آ گئی۔ اُسے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ اُس لمحے اُسے مہک کی بے حد یاد آئی تھی۔ اُسکی آنکھوں میں نمی کے موتی چمکے تھے۔ اُس نے شکر کیا تھا کہ اُسکا لباس کچھ مہذب تھا ورنہ جن نظروں سے سب لوگ اُسے گھور رہے تھے وہ ٹھیک نہیں تھیں۔

ایلینور نے اُسے بالکل سب کے بیچ میں اُس خالی جگہ پر لا کھڑا کیا تھا تاکہ وہ وہاں ڈانس کر سکے۔ تمام اسٹوڈنٹس کی نظریں اُس پر جمی تھیں۔ کیسی نظریں؟ غلیظ اور لالچی نظریں۔ ھاتھوں میں ڈرنکس لئے کچھ لوگ اُس پر کمینٹس بھی کر رہے تھے۔ اُس وقت اُس نے اتاش کی طرف دیکھا وہ اُسے اپنے ازلی محبت بھرے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ تو کیا اُسکے لئے یہ کوئی عام سی بات تھی؟ اگر وہ خود اُس کے ساتھ ڈانس کے لئے آتا تو شاید وہ خوشی خوشی اُسکے ساتھ ڈانس کرتی۔ مگر یوں اکیلے ڈانس کرتے ھوئے وہ تمام لوگوں کی نگاھوں کا مرکز بن گئی تھی۔ مگر وہ سب کی نظروں کا مرکز نہیں بننا چاھتی تھی۔ اُسے تو بس اُس ایک شخص کی آنکھوں کی خواہش بننا تھا جو اُسے اُن سب کے درمیان دھکیل رہا تھا۔

میوزک شروع ھو چکا تھا۔ مگر وہ وہیں کھڑی رھی۔

"کم آن علما۔۔۔" کسی نے اُسے ساکت کھڑے دیکھ کر کہا تھا۔ اتاش نے اثبات میں سر ہلا کر اُسے اعتماد دینا چاھا تو وہ واقعی حرکت میں آئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سب سے پہلے تو وہ اُس میوزک پر گھومی تھی۔اپنے ھی گرد۔۔۔۔ مگر اِس سے پہلے کہ وہ گھوم کر خود ھی سیدھی ھوتی وہ کسی کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

بالوں کی ہم رنگ سنہری آنکھیں علما پر جمی تھیں۔وہ کسی مسیحا کی طرح نمودار ہوا تھا۔اور اُن دونوں کو یوں دیکھ کر سبھی اسٹوڈنٹس کا شور ہوٹل بار میں ایک بار پھر گونج گیا تھا۔

مسیحا نے اپنا چہرہ اُسکے کان کے قریب لے جا کر سرگوشی کی تھی۔

"تم لڑکیاں کتنی کمزور ھوتی ھو نا۔" وہی جانی پہچانی آواز۔اور ساتھ ھی اُس نے اُسے دوبارہ کھڑا کر کے ایک بار پھر گھمایا تھا۔اُن کے قدم ایک ساتھ آگے پیچھے رقص کرنے لگے تھے۔

www.novelsclubb.com

علما نے چہرہ موڑ کر اتاش کو دیکھنا چاہا۔کچھ دیر پہلے والا مسکراتا چہرہ اب بالکل بے تاثر سا ھو گیا تھا۔اُسے یوں دیکھ کر علما مزید پریشان ھوئی تھی۔

وُولف واکر اب علما کے ھاتھ اپنے ھاتھوں میں لئے اُس کے ساتھ ڈانس کر رھا تھا۔علما کا دل تیزی سے دھڑک رھا تھا۔اور اُسکا گلابی چہرہ تمتما رھا تھا۔وہ کیسے کسی کے ساتھ یوں ڈانس

کر سکتی تھی۔ ہر ڈانس اسٹیپ پر اُس کا بوجھ بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں لیکن اُسے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اتاش اُس کے بارے میں کیا سوچے گا؟ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ جائے۔

وُولف نے اُسکی کمر پر ہاتھ رکھنا چاہا مگر علما نے اُسے جھٹک دیا۔

"مجھے تمہارے ساتھ ڈانس نہیں کرنا۔" وہ یوں بولی کہ صرف وُولف ھی اُسے سن سکتا تھا۔

"تم اُس کے لئے پریشان ھو رھی ھو جو تمہارا سب لوگوں کے بیچ تماشا بنا رہا تھا؟ کہو تو ابھی چلا جاتا ھوں، پھر اکیلی یہاں کرتی رہنا ڈانس تاکہ سب لوگ مزہ لے سکیں۔" وُولف کی طنز بھری آواز اُسکے کانوں سے ٹکرائی تو وہ رو دینے کو تھی۔ یہ کہاں پھنس گئی تھی وہ۔

باقی سب اسٹوڈنٹس بھی اُنہیں دیکھتے ھوئے اب ایک دوسرے کے ساتھ ڈانس کرنے لگے تھے۔ وہ اب اُن کی توجہ کا مرکز نہیں رھی تھی۔ اور یہ سب وُولف کی وجہ سے تھا۔ لیکن اُسے پھر بھی اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ اُسکی وجہ سے اگر اتاش اُس سے ناراض ھو گیا تو۔۔۔؟ اور تب

ھی اُسکی نظر اتاش پر پڑی تھی۔وہ سُلگتی نگاھوں سے اُسے دیکھتا بار ٹینڈر کے قریب کھڑا ڈرنک کر رھا تھا۔

ایک گلاس ختم کر کے اب اُس نے دوسرا پکڑ لیا تھا۔

علما نے خود کو وُولف سے الگ کیا۔

"مجھے تمہارے ساتھ ڈانس نہیں کرنا چاھئے تھا۔" وہ نم آنکھیں لئے سخت لہجے میں بولی۔

"یہ تمہاری ضرورت تھی۔"اُس نے بالوں کے پیچھے ھاتھ پھیرتے ھوئے مسکرا کر آنکھ ماری تو علما نے اُسے غصے سے دیکھتے ھوئے بغیر جواب دیے اتاش کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"اتاش۔۔۔"اُسکے قریب پہنچ کر وہ اُس سے مخاطب ھوئی۔

"کیا ھوا؟اُسکے ساتھ ڈانس کرنا اچھا نہیں لگا؟تو آؤ مائیکل کے پاس لے چلتا ھوں اُسکے ساتھ کر لو۔"وہ اُسکا ھاتھ پکڑ کر آگے لے جانے والا تھا جب علما نے ایک جھٹکے سے اپنا ھاتھ چھڑایا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو اتاش؟ میں نے اُسکے ساتھ ڈانس نہیں کیا۔ وہ خود آیا تھا۔ میں تو ڈانس کرنا ہی نہیں چاہتی تھی صرف تمہاری خاطر میں اُس اسٹیج پر گئی تھی جہاں سب کی توجہ مجھ پر تھی۔ تب تمہیں کچھ محسوس نہیں ہوا جب وہ سب لڑکے مجھے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے؟ اور اب اگر میں نے اُس کے ساتھ ڈانس کر لیا تو تمہیں برا الگ رہا ہے۔" وہ اُس کے سامنے کھڑی ایک ہی سانس میں کہتی چلی گئی۔

اتاش نے اُسے اپنی سرخ پڑتی خاموش نگاہوں سے دیکھا۔ وہ بغیر کچھ کہے اُس کے قریب سے گزرتا باہر چلا گیا تھا۔

علما نے چہرہ گھما کر اُن لوگوں کی طرف دیکھا جو ڈانس کر رہے تھے۔

وُولف وہاں نہیں تھا۔ ایلینور وائن ہاتھ میں لئے کسی کے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔

قریب ہی ایلون اور میریکل بھی الگ سا کاسٹیوم پہنے ڈانس کر رہے تھے۔

وہ نم آنکھوں سے بھاگتی ہوئی ہوٹل بار سے باہر نکل گئی۔

www.novelsclubb.com

باہر نکلتے ھی اُسے محسوس ھوا تھا کہ جیسے وہ اپنی دنیا میں لوٹ آئی ھو۔ برف باری تیز ھو رھی تھی۔اور ساتھ ھی اُسے اپنا وجود بھی برف جیسا محسوس ھونے لگا تھا۔

"اُن کی دنیا ہماری دنیا سے الگ ھی ھے علما۔" اُسے مہک کی بات یاد آئی تھی۔

"کیا دو الگ دنیاؤں کے لوگ مل سکتے ھیں؟" اُس نے ایک لمحے کے لئے سوچا تھا۔ آج اُسکا دل اِن سب لوگوں سے بہت بیزار ھوا تھا۔اور خاص طور پر ایلینور سے، اُسے اُمید نہیں تھی کہ وہ کچھ ایسا کرے گی۔

اور پھر اُسے اتاش پر حیرت ھو رھی تھی کہ وہ اُس سے کیوں ناراض ھو گیا حالانکہ اِس میں اُس کا کوئی قصور بھی نہ تھا۔

اُس نے اپنے سیاہ کلوک کی ہڈ اوپر کر لی تھی۔ آدھا چہرہ اُس ہڈ میں چھپ گیا تھا۔ سر جھکائے وہ برف کے اوپر چلتی جا رھی تھی۔ سفید برف کے نرم گالے بھی اُسکے اندر کی جلن کو کم نہیں کر پا رھے تھے۔

وہ آئی تو اتاش کے ساتھ تھی مگر جا اکیلی ھی رھی تھی۔اکثر ھاتھ تھامنے والے بیچ راستے میں چھوڑ جاتے ھیں۔

★★★★★

اسلام آباد کی فضا کہر برسا رھی تھی۔ٹھنڈ تھی کہ ختم ھونے کا نام ھی نہیں لے رھی تھی۔وہ سبزہ زار پر کھڑا اپنے سامنے موجود شخص سے مخاطب تھا۔

"کیا کوئی خبر ملی تمہیں؟"لہجہ بے تاثر تھا

"اتنا سب کچھ ھو گیا یار تمہارے بعد۔۔۔میں نے کوشش تو کی تھی کہ اُسکے تعلقات تک رسائی حاصل کروں، لیکن پھر جو واقعہ ھو گیا تھا اُسکے بعد وقت ھی نہیں ملا۔"حسیب کے چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔

"کیا کرتے ھو جابری۔۔۔تمہیں ایک چھوٹا سا کام دیا تھا تم وہ بھی نہیں کر پائے اب تک۔ وہ شخص دن بدن جرائم میں دھنستا جا رھا ھے۔۔۔۔حکیم شاہ کو روکنا ھو گا اور اُسکے ساتھ ملے ھوئے لوگوں کو بھی۔"اُس کا لہجہ نارمل رھا۔

"تم یہاں تھے تو وہ سب کچھ کھل کر نہیں کرتے تھے۔اُنہیں خوف تھا احمد،اور تمہارے یہاں سے جاتے ھی اُنھوں نے جرم تو کئے لیکن بغیر جھجھکے،سب کے سامنے۔۔۔اُنہیں کسی کا کوئی خوف ھی نہیں۔تمھیں نہیں لگتا کہ تمھیں یہاں آ جانا چاھئے؟"

جابری کی آنکھوں میں اُسکے لئے شکوہ تھا۔

"میں یہیں پر ھوں۔"اُسکا انداز بہت عجیب لگ رہا تھا۔جابری نے اُسے غور سے دیکھا۔ وہ پریشان تو نہیں لگ رہا تھا۔وہ بس سنجیدہ تھا۔اور سنجیدہ تو حسیب جابر بھی تھا۔

"مجھے تو لگتا ھے کہ تم گجرات کے راستے ہی بھول گئے ھو۔" حسیب تھک کر بولا۔

احمد نے خفا خفا سی نگاھوں سے اُسے دیکھا۔اُسے حسیب کی بات گراں گزری تھی۔

"جہاں پر اِک عمر گزاری ھو وہ مقام بُھلائے نہیں جاتے۔" بھلا وہ کیسے اُن راستوں کو بھول سکتا تھا۔

جابری نے سیدھے ھوتے ھوئے ایک گہرا سانس لیا۔

"وہ مقام یاد ھے؟ جہاں پر ساری عمر بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، یا بھول گئے؟" حسیب نے اُسکی آنکھوں میں جھانکا۔ مگر وہ اُس کے دل میں تو نہیں جھانک پایا تھا نا۔ احمد نے بے اختیار ہی اپنے ھاتھ کو اپنے دل پر جاتے ھوئے محسوس کیا تھا۔

"دل وہ مقام ھے جہاں ساری عمر قیام کیا جا سکتا ھے۔

کسی ایک شخص کے دل میں ساری عمر کا قیام نصیب والوں کے حصے میں آتا ھے جابری۔" وہ اُسے جانے کیا باور کروا رھا تھا۔

"تم کہنا کیا چاھتے ھو جبریل؟ تم یہ کہہ رھے ھو کہ تمہارے نصیب میں وہ مقام تھا ھی نہیں؟" حسیب نے سینے پر ھاتھ باندھ کر پوچھا۔

"تم اِن باتوں سے کیا نکالنا چاھتے ھو جابری؟ اب اِن سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ھے۔ میں نے ماضی کی بہت سی چیزیں ماضی میں ھی چھوڑ دی ھیں اُنہیں ساتھ لے کر چلنا مشکلات کو بڑھا سکتا ھے۔" یہ کہتے ھوئے بھی اُسکا چہرہ بے تاثر تھا۔ حسیب کو اُس پر بلاوجہ ہی غصہ آیا تھا۔

"تو احمد جبریل جھوٹ بھی بہت اچھا بول لیتا ہے۔مجھے ابھی ابھی پتا چلا۔" حسیب نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم تمہیں نہیں ہے۔اور میں یہاں پر تم سے یہ باتیں کرنے نہیں آیا، جس کام کے لیئے تمہیں بُلایا ہے وہ تم نے کیا ہی نہیں۔آخر ایسے بیکار لوگ مجھے ہی کیوں ملنے ہوتے ہیں؟ وہاں ایک رضا ہے اور یہاں تم ہو۔" اُس نے خفت سے کہا۔

حسیب اُسے دیکھتا رہا۔

"مجھ سے بہتر تمہیں کوئی نہیں جان سکتا۔۔۔اِس لیئے کم از کم میرے سامنے تو ایسے ردِ عمل نہ دیا کرو۔"

اُسکے جواب میں احمد نے کچھ نہیں کہا تھا۔

"اچھا وہ حکیم شاہ کے ساتھ کچھ دن پہلے میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا۔لیکن اتنی جلدی اُس کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا ٹھیک نہیں ہوگا۔جب اُس کے بارے میں مزید تحقیق کر

لوں گا تو تمہیں مزید معلومات دے دوں گا۔" حسیب کے کہنے پر احمد نے اُسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"کون؟"

جابری کو جیسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے کہے۔

"بولو کون تھا وہ؟" احمد نے دہرایا۔

"حسن علی خان!!

اُس نے بتایا۔

احمد کے چہرے کی رگیں تن گئیں تھیں۔ سرمئی آنکھوں کا تاثر جمود اختیار کر گیا تھا۔

وہ خاموش تھا۔۔۔ مطلب کوئی طوفان آنے والا تھا۔

★★★★★

وہ شام کے قریب بوجھل دل کے ساتھ اپارٹمنٹ پہنچی تھی۔ مہک اُس وقت کافی بنانے میں مصروف تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے چغہ اُتار کر کمرے میں اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

مہک نے آہٹ پر پلٹ کر دیکھا۔

پھر کچن سے نکل کر دو کافی کے مگ لئے اپنے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھی۔ علما گھٹنوں کے گرد بازو حائل کئے اپنے سامنے موجود ایک ھی نقطے کو گھور رھی تھی۔

وہ ناسمجھی سے اُس کے قریب پہنچی۔

"کیا ھوا؟ کیسی رھی پارٹی۔۔۔؟" وہ پوچھ رھی تھی۔ اور تب ھی اُس نے علما کی آنکھوں میں چمکتا پانی دیکھا۔

"ھوا کیا ھے علما۔۔۔ خاموش کیوں ھو؟" اُسکی خاموشی مہک کو پریشان کر رھی تھی۔ اُس نے کافی کے دونوں مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھے۔

www.novelsclubb.com

"جانتی ہو مہک۔۔۔؟ میرے ماں باپ۔۔۔۔ میرے ماں باپ نہیں ہیں۔" ایک آنسو آنکھ سے جدا ہوا تھا۔

مہک اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ علما کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"تم کیا کہہ رہی ہو علما؟"

"تمہیں یقین نہیں آرہا نا۔۔۔۔ مجھے بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن یہی سچ ہے، وہ میرے حقیقی ماں باپ نہیں ہیں، اُنہوں نے مجھے کسی اور سے لے کر اپنی بیٹی بنایا ہے۔ وہ میرے ماں باپ نہیں ہیں مہک۔۔۔" اُس نے آنسو صاف کر لئے تھے۔ وہ کبھی بھی بچوں کی طرح نہیں روئی تھی۔ پھر آج کیوں روتی۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی علما۔۔۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے اُنہیں خود سنا ہے، یہ کہتے ہوئے کہ میں اُن کی بیٹی نہیں ہوں۔" وہ سنجیدگی لئے کہہ رہی تھی۔

"تم گھر گئی تھی؟" مہک نے نم آنکھوں سے پوچھا۔

اُس نے محض اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے اُن سے کوئی بات نہیں کی؟"

اُس نے نفی میں سر ہلایا۔ مہک نے آنکھیں بند کر کے چہرہ پھیر لیا تھا۔ یہ کوئی عام سی بات تو نہیں تھی۔ مہک بے یقین تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔ اگر وہ میرے ماں باپ نہیں ھیں تو ٹھیک ھے، مجھے اُن سے کوئی شکوہ بھی نہیں۔ وہ مجھے کبھی اپنے ماں باپ لگے بھی نہیں تھے۔" علما نے بے رحم لہجے میں کہہ کر بستر اپنے اوپر کر لیا تھا۔

مہک اُسے حیرت سے دیکھ رھی تھی۔ پھر وہ حیرت بے بسی کی شکل اختیار کر گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اِس وقت وہ دُکھی ھے۔ وہ اُس سے مزید بات نہیں کرنا چاھتی تھی۔ اِسی لئے وہ اُس کے قریب سے اُٹھ گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"سب کچھ ٹھیک ہونے کے لیے ہی خراب ہوتا ہے علما،اللہ نے ہر مشکل کے بعد آسانی رکھی ہوتی ہے۔" وہ اُس پر جھک کر دھیرے سے بولی اور پھر دوسری طرف چلی گئی۔

★★★

وہ بہت دیر تک خالی خالی نظروں سے چھت کو گھورتی رہی تھی۔ مہک اُسے کئی بار تسلی کے الفاظ بول کر گئی تھی اور اب وہ اُسکے برابر موجود بیڈ پر لیٹی سو رہی تھی۔

آج ہوٹل بار سے نکل کر وہ سیدھی گھر ہی گئی تھی۔ جانے کس خیال کے تحت۔۔۔شاید اُسے کوئی حاجت تھی۔اِس چیز کی حاجت کے کوئی تو رشتہ ایسا ہو جس سے محبت بھرے کچھ الفاظ سننے کو ملیں،تو یہ تسلی ہو گی کہ زندگی بیکار نہیں ہے۔اور یہ کہ زندگی ایک شخص تک محدود نہیں ہے۔

اُسے اپنی ماں سے کچھ باتیں کرنی تھیں۔

مگر جب وہ گھر پہنچی تو اُنہیں لاؤنج میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے بخوبی سن سکتی تھی۔

"آپ اُسے کیوں بار بار یہ احساس دلاتے ھیں کہ آپ اُس سے پیار نہیں کرتے۔۔۔وہ ہمارے ساتھ نہیں رہ رھی کیوں کہ اُسے یہاں توجہ نہیں ملتی۔اگر وہ حقیقت میں آپ کی بیٹی ھوتی تب بھی آپ اُس کے ساتھ ایسی ھی بے رخی برتتے؟"

کنول اُن سے ناراضی کا اظہار کر رھیں تھیں۔

"ارے بھئی وہ میرے بھائی کی بیٹی ھے۔۔۔اور میں اُسے اپنی بیٹی سمجھتا ھوں،اور آئندہ یہ بات نہ کرنا کہ وہ میری بیٹی نہیں ھے۔میں اُس سے بہت پیار کرتا ھوں،اب مصروفیات اتنی ھوتی ھیں کہ وقت نہیں ملتا،اِس کا مطلب یہ نہیں ھے کہ وہ گھر رھنا ھی چھوڑ دے۔"

فرقان نے کہا تھا۔

"رشتوں کے لئے وقت نکالنا پڑتا ھے فرقان۔۔۔اُسے تو آپ کو زیادہ وقت دینا چاھئے۔۔۔تاکہ اُسے اُسکے حقیقی ماں باپ کی کمی کا احساس بھی نہ ھونے دیں۔"

کنول کو علما کا روکھا لہجہ یاد تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں آج اچانک سے یہ باتیں کیوں سوجھ رھی ھیں، وہ ہماری ھی بیٹی ھے اور اُسکے سامنے ایسی اُلٹی سیدھی باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ھے۔ کیا سوچے گی وہ ہمارے بارے میں۔" اُنہوں نے تنبیہہ کی تھی۔

کنول نے ناراضی سے سر جھٹکا تھا۔

اور وہ تو کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی کھونے لگی تھی۔

کنول کی نگاہ اچانک ھی دروازے میں کھڑی بت بنی علما پر پڑی تو اُن کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔

"فرقان۔" اُنہوں نے بمشکل ھی اُنہیں مخاطب کیا۔ فرقان نے اُن کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو اپنی جگہ پر ساکت رہ گئے۔

علما بے یقینی سے اُنہیں دیکھ رھی تھی۔ لب کچھ کہنے کے درپے نہ تھے۔

"علما۔۔۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس طرف بڑھے تھے جہاں وہ کھڑی تھی۔ مگر وہ تیزی سے پلٹ کر واپس چلی گئی۔ وہ اُسے پیچھے سے آوازیں دیتے رہ گئے تھے مگر وہ نہیں رُکی۔ آج اُسے اپنے نام کے ساتھ جُڑے نام کا حقیقی مطلب معلوم ہو گیا تھا۔ وہ فرقان عالم نہیں تھے۔ اُنہوں نے جھوٹ بولا تھا اُس سے۔ عالم تو اُسکے حقیقی باپ کا نام تھا۔ بے یقینی خون کی طرح رگوں میں دوڑنے لگی تھی۔

وہ آدھا چہرہ چھپائے تیزی سے برف پر چلتی جا رہی تھی۔ تنفس بڑھنے لگا تھا۔

وہاں اتاش اُس سے بے وجہ ناراض تھا اور یہاں رشتوں کی اصلیت ظاہر ہو گئی تھی۔

وہ کس کے بارے میں سوچ کر پریشان ہوتی؟ چھت پر ٹکی نظریں بے جان لگنے لگیں تھیں۔

اُسی لمحے سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اُس نے دھیرے سے چہرہ موڑ کر دیکھا۔ وہاں اتاش کا نام جگمگا رہا تھا۔

یکلخت ہی دل دھڑکنے لگا تھا۔وہ اُس سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی تھی۔اور شاید اتاش بھی۔"اُس نے اسکرین پر چمکتا اُسکا نام دیکھ کر سوچا تھا۔اور پھر اُس نے بے صبری سے فون اُٹھایا۔

★★★★

اُسے بلکل اُس وقت جاگ آئی تھی جب تہجد کی اذان ہو رہی تھی۔

وہ ابھی بھی ہلکی نیند میں آنکھیں بند کیے کانوں میں پڑتی اذان کا جواب دے رہی تھی۔ پھر اُس آواز کا اثر کچھ گہرا ہوا تو وہ پوری طرح سے جاگ چکی تھی۔اُس نے آرام سے بیٹھتے ہی ساتھ پڑا اسکارف سر پر اوڑھ لیا۔

اذان ابھی بھی ہو رہی تھی۔خاموش خنک رات میں اذان کی آواز نے گویا مٹھاس گھول دی تھی۔اُسی پل اُسکی نظر اپنے بائیں جانب رکھے سنگل بیڈ پڑی تو وہ خالی تھا۔وہ ایک لمحے کو ٹھٹھکی۔مگر پھر اُس نے بالکونی کا ادھ کھلا دروازہ دیکھا تو گہرا سانس لیتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اگلے تین منٹ میں وہ وضو بنا کر واپس پلٹی اور پھر جاء نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگی۔ اُسکی نماز مکمل ہو چکی تھی مگر وہ ابھی تک وہیں بالکونی میں تھی۔ اُسکی بہت ہلکی ہلکی آواز کمرے میں پہنچ رہی تھی۔ مہک نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو اُس کے چہرے پر کتنے ہی زخم اُبھرے اور پھر معدوم ہو گئے۔ وہ تکلیف سے دعا مانگ رہی تھی۔ اپنے لئے نہیں کسی اور کے لئے۔ یہ دعائیں اُس نے ہمیشہ اتنی ہی تکلیف سے مانگی تھیں۔ اُسکا گلا خشک ہوتا جا رہا تھا۔ دعائیں پیاس بڑھاتی ہیں شاید۔ وہ جاء نماز سے اُٹھ گئی اور پھر کچھ دیر یونہی کھڑی بالکونی کی جانب دیکھتی رہی۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ پلٹی اور میکانکی سے انداز میں قریب ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتی وہیں بیٹھ کر آرام سے پینے لگی۔

کچھ لمحے بعد وہ واپس بیڈ پر موجود تھی۔ بستر ٹانگوں تک اوپر کیئے اب وہ ہاتھوں پر تسبیحات پڑھ رہی تھی۔ اُسی پل بالکونی کا دروازہ پورا کھلا اور وہ بے دھیانی میں ہاتھ میں پکڑے موبائل کی طرف دیکھتی اپنے بیڈ کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ موبائل بند کرتے ہی اُس کی نظر مہک پر پڑی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت کا تاثر تھا۔

"کیا ہوا مہک؟ تم جاگ کیوں رہی ہو اِس وقت؟" وہ حیرت زدہ آواز میں بولی۔ مہک نے سر اُٹھا کر اُسے دیکھا پھر سکون سے دوبارہ ہاتھ پر تسبیح کرنے لگی۔ وہ اپنے بیڈ پر رات کے اِس پہر یوں بیٹھی علما کے لئے حیرت کا باعث تھی۔

"تم ٹھیک ہو اب؟" مہک کے دریافت کرنے پر وہ تھکے ہوئے سے انداز میں اُسے دیکھنے لگی۔

"پارٹی میں میرا اتاش سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔۔۔ جس کی وجہ سے وہ خفا ہو کر چلا گیا۔ لیکن وہ مجھ سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتا۔ اِسی لئے کال کی تھی اُس نے۔" اُس نے تفصیل بتائی۔ شام والے واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بولی تھی وہ۔ یوں جیسے بھول بھی چکی ہو۔

"تم کیوں جاگ رہی تھی؟" اُس نے خیال آنے پر پھر پوچھا۔ مگر وہ تو جیسے کہیں دور کھوئی ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

میں تم سے کچھ پوچھ رھی ھوں مہک۔۔۔ تم اِس وقت جاگ کیوں رھی ھو؟"اُس نے" اپنا سوال دہرایا اور پھر اُس کے قریب ھی بائیں جانب اپنے سنگل بیڈ پر پاؤں نیچے لٹکائے بیٹھ گئی۔

جب تم اپنی محبت کے ایک فون پر اُس سے بات کرنے کے لئے اُٹھ جاتی ھو تو میں کیسے" اپنی محبت کے بلانے پر سوئی رہ سکتی ھوں علما؟ نیند محبوب کے لئے قربان کی جاتی ھے۔۔۔ میں بھی اُسی سے بات کرنے کے لئے جاگ رھی تھی جسے عام لفظوں میں محبوب کہتے ھیں۔"اُسکا جواب علما کی توقع کے برعکس تھا۔ وہ اُسے سمجھ نہیں پائی تھی۔ مگر اُس کے چہرے پر کچھ شرمندگی ضرور آئی تھی۔

تو مہک جانتی ہے کہ اتاش میرے لئے دوست سے بڑھ کر ہے۔"اُس نے ایک لمحے" کے لئے سوچا۔ پھر واپس نارمل ہوئی۔

تم کیا بات کر رہی ہو مہک؟ رات کے تیسرے پہر اتنی ٹھنڈ میں۔۔۔ تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو؟" اُسکے خفگی بھرے سوال پر وہ دھیرے سے مسکرائی پھر آنکھیں بند کر کے ہولے سے نفی میں سر ہلایا اور بستر پر لیٹنے لگی۔

"میں اِس وقت تم سے کیوں مذاق کروں گی علما۔۔۔ میں نے تو سیدھی بات کہی ہے، بالکل سیدھی اور صاف۔ تم اُس انسان کی کال پر اُٹھی ہو جسے تم ریجیکٹ نہیں کر سکتی اور میں اُس کی کال پر جو آسمانوں میں رہتا ہے۔" اُسکا انداز ویسا ہی پُر سکون اور ٹھہرا ہوا تھا۔ علما کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا ردِ عمل دے۔ وہ بس شانے اچکاتی اور سر جھٹکتی بیڈ پر لیٹی اور بستر اوپر تان لیا۔

"جانتی ہو علما۔۔۔ اُسکا ساتھ انسانوں کے ساتھ سے بہتر ہے۔" چند لمحے چھت کو گھورنے کے بعد وہ بولی تو دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ مہک نے چہرہ گھما کر اُسے دیکھا تو اُسکا چہرہ بھی بستر میں کہیں چھپ چکا تھا۔

اُسکی کی آنکھوں میں کوئی تاثر اُبھرا تھا۔۔۔ حسرت اور چاہ کا تاثر۔

★★★★★

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سرخ درودیوار والی حویلی پوری شان وشوکت سے کھڑی تھی۔حویلی کی چاردیواری کے اندرونی حصے میں کشادہ صحن کے درمیان لگے اونچے پیڑوں کے نیچے موجود کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہوئے وہ بہت مصروف دکھائی دے رہیں تھیں۔

"تم ____ تم جانتے ہو پرندو، خوشی کیا ہوتی ہے؟" وہ پرندوں کے اِدھر سے اُدھر جاتے غول سے مخاطب تھیں۔

"خوشی، محبت ہوتی ہے۔۔۔اور جانتے ہو محبت کیا ہوتی ہے؟" فاطمہ خاتون نے کبوتروں کے قریب جُھک کر سرگوشی کی صورت میں پوچھا۔

"اے بوڑھے کبوتر! تُو بتا۔۔۔محبت کیا ہوتی ہے؟ تجھے تو علم ہوگا۔" اُنہوں نے اُن میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"معلوم نہیں کہ لوگ محبت کسے کہتے ہیں ____ مگر میرے لئے تو محبت اولاد ہے۔" وہ اب بھی اُنہی کبوتروں سے مخاطب تھیں مگر نگاہیں آسمان پر ٹِکی تھیں۔

اور جانتے ھو دُکھ کیا ھوتا ھے ؟"اُنہوں نے دوبارہ پرندوں کو دیکھا۔آنکھوں میں اذیت "در آئی تھی۔

محبت سے دور ھو جانا____اور چاہ کر بھی اُس محبت سے دوبارہ نہ مل پانا۔"اُن کی "آنکھیں نم ھوئیں۔اور پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر پاس ھی چبوترے پر بیٹھ گئیں۔

امی_____کھانا لگا دیا ھے آ جائیں۔"اُسی وقت اُنہیں اپنے قریب سے آواز سنائی دی۔" وہ ٹھٹھک کر اُس جانب متوجہ ھوئیں۔

کیا ھوا امی ؟آپ ٹھیک تو ھیں نا؟"اُنہیں یوں دیکھ کر وہ پریشانی میں بولی۔وہ کل شام ہی "واپس حویلی آ چکے تھے۔

"ھاں میں ٹھیک ھوں انا____اور تمہارے ھوتے ھوئے مجھے کیا ھو سکتا ھے،ھاں ؟" اُنہوں نے مسکراتے ھوئے یقین دلانا چاھا۔

میں آپ کو کچھ ھونے دے بھی نہیں سکتی۔۔۔آپ فکر مند لگ رھی ھیں۔"وہ" مطمئن نہیں ھو سکی تھی۔

مصائب کو ہمارے گھر کا راستہ بہت آسان لگتا ھے انا۔۔۔پتا نہیں اور کتنی آزمائشیں" باقی ھیں۔بس احمد گھر نہیں ھے تو ہر وقت دل اُسی میں اٹکا رھتا ھے۔"اُن کی آنکھوں کی نمی گہری ہو گئی تھی۔انا اُن کے ساتھ ھی برابر میں بیٹھ گئی۔

امی آپ کو دیکھ کر صبر کی عملی شکل دیکھی ھے میں نے۔جانتی ھوں کہ بہت کچھ سہا" ھے آپ نے۔اور یہ بھی جانتی ھوں کہ بہت باہمت ھیں آپ۔اگر جو آپ میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں تو میں آج یوں سینے میں موجود اِس گوشت کے لوتھڑے کے شق ھو جانے کے باوجود آپ کے سامنے اِس طرح نہ بیٹھی ہوتی۔"وہ سر جھکائے جھولی میں دھرے ھاتھوں کو دیکھتی کہہ رھی تھی۔

www.novelsclubb.com

مجھے یاد ھیں وہ دن جب ہم کسی کے گھر میں پناہ گزین تھے۔باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا" کہ پولیس ہر جگہ موجود رھتی تھی۔تب بہت خوف آتا تھا مجھے پولیس سے۔اور مجھے وہ دن بھی یاد ھے جب بابا کی تلاش میں ایک پولیس آفیسر ہمارے گھر موجود تھا۔اُس کے الفاظ نے اُس

دن میرے دل میں وہ خوف پیدا کر دیا تھا کہ میرا دل کیا خود کو کسی ایسی جگہ چھپالوں جہاں کسی کو نظر نہ آؤں۔"انا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نفرت در آئی تھی۔

"عالم چوہدری کی بیٹی ھے یہ۔سنا ھے کہ اُسے بہت پیاری ھے۔اگر عالم چوہدری یا اُسکے بیٹے نہیں ملتے تو اِسے لے جائیں گے۔بیٹی کی محبت میں تو ضرور گرفتاری دے دے گا۔"اُس پولیس آفیسر کے الفاظ اور اُسکا غلیظ لہجہ اُسکے کانوں میں گونجنے لگا۔کس قدر ذِلا ج تھا وہ شخص۔ اُسے کہاں خبر تھی کہ اُسکے الفاظ نے اُس چھوٹی سی بچی کے دل اور ذہن پر کیا اثر ڈالا تھا۔اور شاید آج بھی کہیں اندر وہ پولیس سے خوفزدہ تھی۔اُسے نفرت تھی اِن وردی والے محافظوں سے جو قصوروار کے تلوے چاٹتے نہیں تھکتے اور بے قصور کے پیچھے کتے کی طرح لگ جاتے ھیں۔

"تم بہادر خاندان سے ھو، بہادری تمہارے خون میں شامل ھے۔تمہیں وہ ماحول میسر رھا کہ جہاں تم نے گولیاں چلتی ھوئی دیکھیں، خون بہتے ھوئے دیکھا، کئی اضلاع کی پولیس کو اپنے پیچھے بھاگتے ھوئے اور کئی پیاروں کو جیل جاتے ھوئے بھی دیکھا۔تم بہادر ھو اور زندگی نے تمہیں اُن صلاحیتوں سے نوازا ھے کہ جو آج کل کے مردوں میں بھی نہیں۔چاھے جو کچھ بھی

www.novelsclubb.com

ھو جائے خود کو کبھی کمزور تسلیم مت کرنا، جس دن خود کو کمزور تصور بھی کر لو تو سمجھو اُس دن تم ہار گئی۔یہی سبق تھا،اور یہی رھے گا۔" فاطمہ خاتون نے اپنا ھاتھ اُس کے ھاتھ پر رکھ کر مضبوط آواز میں کہا۔اُن کی مضبوطی کی وہ ہمیشہ سے اسیر رھی تھی۔ کس قدر بہادر خاتون تھیں وہ جنھوں نے کئی رشتوں کو جدا ھوتے ھوئے دیکھا اور مصیبتوں کو ہنس کر گلے لگاتیں رھیں مگر لبوں سے کبھی کوئی شکوہ نہیں نکالا۔وہ ایک نہایت عقلمند اور سگھڑ خاتون تھیں۔اُن کا اور عالم چوہدری کا تعلق بہت خوبصورت تھا مگر تب تک جب تک اُن کے درمیان لوگ نہیں آئے تھے۔

ایک سال پہلے عالم چوہدری اور اُن میں کچھ اختلافات ھونے لگے تھے۔اختلافات بھی کس بنیاد پر؟

عالم چوہدری کی بہن نے جانے کیا کہا تھا اُنہیں کہ اُن کے تیور اچانک ھی بدلنے لگے۔ دراصل وہ خود بھی اب باہر کی خواتین میں دلچسپی لینے لگے تھے۔اور مرد جب باہر دلچسپیاں لینے

www.novelsclubb.com

لگے تو اُسے قابو کرنا مشکل ھوتا ھے۔ خاص طور پر تب جب اُس کے اپنے بہن بھائی حوصلہ افزائی کے لئے موجود ھوں۔

عالم چوہدری کی بہن کا جتنا بڑا ہاتھ تھا اُنہیں جدا کرنے میں اتنا ہی سلطان چوہدری کا بھی تھا۔

تم جیسا بے غیرت انسان اِس دنیا میں پیدا ھی نہیں ھو گا بھائی اگر تم فاطمہ کی طرف" واپس لوٹ گئے تو۔" سلطان چوہدری کے یہ الفاظ کون بھولا تھا۔

اور پھر ایک سال قبل ھی ایک روز عالم چوہدری نے باہر کی کسی مطلقہ خاتون سے دوسری شادی کر لی تھی جس کا پہلے ایک بیٹا تھا۔ فاطمہ خاتون نے اُنہیں روکنا نہیں چاہا تھا۔ مرد بے وفائی پر اُتر آئے تو عورت کی عزت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ اُس سے منت سماجت کرتی پھرے۔

یہ اُن کا اپنا فیصلہ تھا۔ اور ایک دن وہ جانے کہاں سے بے حد غصے میں آئے تھے، اور فاطمہ خاتون پر اُس دن پہلی بار کسی نے ھاتھ اُٹھایا تھا۔ یہ اُن کا اپنا شوہر ھو گا اُنہوں نے توقع نہ کی تھی۔ وہ جس قدر اپنے باپ کی لاڈلی تھیں۔ اُنہیں سسرال میں اُس قدر ھی مشقت اُٹھانا پڑی تھی۔ اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسی دن سے فاطمہ خاتون نے بھی یہ طے کر لیا تھا کہ اب جتنی بھی زندگی ہو گی وہ زندگی اولاد کے لئے ہو گی۔ شوہر کا تصور بھی اُنہوں نے ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو لے کر واپس اپنے باپ کے گھر آ گئیں تھیں۔ اور اُن کی شخصیت کا ایک خاصا یہ بھی تھا کہ وہ جسے چھوڑ دیتی تھیں اُسے پلٹ کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتیں تھیں۔ کبھی کبھی یہی سزا ہر سزا سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

اُن کے بیٹے جوان تھے۔ وہ اپنی ماں کے فرمانبردار تھے، اُنہیں زیادہ دیر اپنے باپ کے گھر نہیں رہنا پڑا تھا۔ آج اُن کی اپنی حویلی تھی۔ آج اُن کے دونوں بیٹے خود مختار تھے۔ وقت کبھی بھی ایک سا نہیں رہتا۔

اچھا چھوڑو سب کچھ، اندر چلو کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" فاطمہ خاتون نے کہا۔"

خیالات جھٹک دیے گئے تھے۔ خیالات کو جھٹکنا ہی پڑتا ہے۔

وہ سر اثبات میں ہلا کر اُٹھ گئی۔

★★★★★

صبح اُسکی آنکھیں رتجگے کے باعث سُرخ دکھائی دے رہیں تھیں۔اُسکا دل بیزار تھا مگر وہ پہلے سے پُر سکون تھی۔وہ بہت سی اُلجھنوں کا شکار تھی مگر پھر بھی مسکرا رھی تھی۔پتا نہیں ایسا کیا تھا جو اُسکی مسکراہٹ قائم رکھتا تھا۔وہ خود بھی نہیں سمجھ پاتی تھی کہ اُس کے اندر ایسا کیا ھے کہ جو اُسے اداس ھونے کے باوجود بھی اداس نہیں لگنے دیتا تھا۔اور یہی بات اُسے کمزور نہیں ھونے دیتی تھی۔

آج بہت سے لوگ اسنو مین بنا رھے تھے۔برف باری اُسے شروع سے ہی پسند تھی۔اِسی لئے وہ سخت سے سخت برف باری میں بھی بستر میں دُبکی نہیں رہ سکتی تھی۔وہ معمول کے مطابق جینز شرٹ کے اوپر جیکٹ پہنے گھنگریالے بھورے بال کھولے ھوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

ایک کندھے پر اپنا سیاہ بیگ لٹکائے وہ آگے سینٹ جان کالج کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ریور کیم کے پانی پر برف کی باریک پرت جمنے لگی تھی۔اُسے دو ہی موسم پسند تھے اور بے حد پسند تھے۔ایک برفباری والا سرد موسم اور دوسرا خزاں کی بارش والا برساتی موسم جب موسلادھار بارشوں کی پھوار میں کھڑے ھونا وہ اپنے آپ پر فرض سمجھتی تھی۔

اُس نے ایک مناسب جگہ تلاش کرنا چاھی۔اُسے اپنا ایک اسنو مین بنانا تھا۔

پھر وہ ایک برفیلے درخت کے قریب ھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

مہک نے اُسے کلاس کے بعد جوائن کرنے کا کہا تھا۔تب تک اُس نے بیگ سے چند اسٹِکس نکال کر اسنو مین بنانا شروع کیا۔

اُسکے ھاتھوں میں یوں مانو سحر تھا۔وہ لکھتی تھی تو کوئی خوبصورت الفاظ بکھیر دیتی تھی۔وہ پینٹ کرتی تو کوئی رنگوں سے آراستہ جگہیں،پرندے،پھول،درخت پینٹ کر دیتی تھی۔وہ اسنو مین بنانے لگی تو ھاتھوں کی مہارت ایک بار پھر ظاہر ھونے لگی تھی۔

برف کی جلن ھاتھوں میں اُتر رھی تھی۔اُسکے ھاتھ منجمد ھونے لگے تھے۔مگر وہ اپنے اسنو مین کو بکھرنے سے بچاتی رھی۔

انسان کے اپنے ذاتی رشتے بھی اسنو مین کی طرح ہی ہوتے ھیں۔ہم اُنہیں خود بناتے ھیں،اُن سے تکلیفیں سمیٹتے ھیں،لیکن پھر بھی اُنہیں گرِ جانے سے،ٹوٹ جانے سے بچاتے رھتے ھیں۔

اسنو مین بن چکا تھا بس اُسکا چہرہ رہ گیا تھا۔ علما نے بہت سی برف اکٹھی کر کے اُسے گول کیا۔ اور ایک ترتیب سے اُسکی گردن پر جوڑا۔ وہ اب اُسکی آنکھیں بنا رھی تھی۔ دو چیریز آنکھوں کے لئے مناسب تھیں۔ اُس نے ایک قدرے موٹی ڈور کو درمیان سے ٹیڑھا کر کے اُسکے لب بنا دیے۔ وہ اب فرصت سے بیٹھی اپنے اسنو مین کو دیکھ رھی تھی۔ وہ مسکرا رھا تھا۔ اُس نے سوچنا چاھا کہ کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔ پھر اُس نے کیمرہ نکال کر اُس کی تصویر لی تھی۔ اُس کے پیچھے سینٹ جان کالج کی طرف جاتا آدھا پل دکھائی دے رھا تھا۔ دا برِج آف سائیز! یعنی آھوں کا پُل۔ "ابھی وہ تصویر لے رھی تھی کہ مہک کی آواز پر ٹھٹھکی۔ "

"واہ۔۔۔۔۔ماشاءاللہ !

وہ کافی بلند آواز میں بولی تھی۔

آگئی تم۔۔۔" علما نے ٹھٹھرتے ھوئے پوچھا۔ اُسے اب واقعی میں سردی محسوس ھونے" لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

ھاں بالکل آگئی ھوں، لیکن مجھے لگتا ھے اب میری ضرورت نہیں رھی۔"اُس نے" قدرے مایوسی سے کہا۔

تمہاری ضرورت کب نہیں ھوتی؟ چلو ہماری تصویریں لو۔" علمانے کیمرہ اُس کی طرف" بڑھادیا اور خود اپنے بنائے گئے اسنومین کے قریب ھوئی۔

چند لمحے یوں ہی قید ھو گئے تھے۔

★★★★★

سفید بنگلہ خاموش اپنی جگہ پر کھڑا ہر راز کا گواہ تھا۔خاموش گواہ۔ ہر آہ کا جو اِس کے اندر بھری گئی تھی۔

وہ لان میں بیٹھے بھاپ اُڑاتی چائے کا کپ ھاتھ میں تھامے ھوئے تھے۔اُن کے سامنے مدیحہ بیگم بیٹھیں کسی سوچ میں ڈوبی ھوئی معلوم ھوتیں تھیں۔

حسن؟"چند لمحے بعد اُنہوں نے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو مخاطب کیا۔ جس کا وقار آج" بھی اپنی جگہ پر قائم تھا۔

www.novelsclubb.com

ہوں؟"اُنہوں نے سوالیہ نگاھیں اُٹھا کر دیکھا۔"

آپ نے اپنی بیٹیوں کے بارے میں کیا سوچا ھے پھر؟"اُنہوں نے اتنا ھی پوچھا۔اُن" کے سامنے لمبی بات کرنا مدیحہ کے لئے ہمیشہ سے ایک دشوار عمل ہی رہا تھا۔

کس بارے میں کیا سوچا ھے؟اُن کی شادی کے بارے میں؟"اُنہوں نے پوچھا۔"

بالکل۔۔۔اب اُن کی عمر ھو چکی ھے۔خاص طور پر سفیرہ کی۔کیا اِسی طرح گھر میں بیٹھی" رھیں گی وہ؟"اُن کا انداز ہمیشہ کی طرح ہچکچاہٹ لئے ھوئے تھا۔

نہیں۔اِسطرح کیوں بیٹھی رھیں گی گھر پر،شادی کی عمر ھے تو شادی ہی کریں گے۔"وہ" نارمل انداز میں کہہ کر چائے کا سپ لینے لگے۔

لیکن کہاں کریں گے شادی۔۔۔کوئی رشتہ ھے آپ کی نظر میں؟"اُن کی نظروں میں" خوفزدہ سا استفہامیہ تاثر تھا۔

www.novelsclubb.com

"ھاں، اپنا معیز ھے نا، شہلہ آپا کا بیٹا۔ اُنہوں نے پہلے بھی بات کی تھی سفیرہ کے لئے اُنہیں ھاں کر دی ھے میں نے۔" اُنہوں نے کوئی پہاڑ توڑ ڈالا تھا مدیحہ پر۔ اُن کی آنکھیں کُھلی کی کُھلی ھی رہ گئیں۔

"معیز کے ساتھ؟ لیکن اُن دونوں کا کوئی جوڑ نہیں بنتا حسن۔" مدیحہ بیگم نے حیرت و دُکھ سے کہا تھا۔

"کیا مطلب ھے کوئی جوڑ نہیں بنتا؟ اچھا بچہ ھے، اپنا کماتا ھے، اپنا کھاتا ھے۔ جوڑ کیوں نہیں بنتا؟"

اُنہوں نے ذرا سی سخت روی اپنائی۔

"لیکن وہ سفیرہ سے پندرہ سال بڑا ھے۔ سینتیس سال عمر ھے اُسکی۔۔۔۔" حسن نے اُن کی بات کاٹی۔

"پندرہ سال کا فرق بہت زیادہ نہیں ھوتا۔ اپنے گھر کا بچہ ھے اِس میں کوئی قباحت نہیں کہ سفیرہ کی شادی اُس سے کر دی جائے، ویسے بھی اِس نے میری بہت عزت رکھی ھے جو اِس کا ھم

عمر لڑکا ڈھونڈتا پھروں میں۔اور تم اب مزید اِس پر کوئی اعتراض نہیں کرو گی۔"اُنہوں نے ختمی لہجے میں کہا۔مدیحہ بیگم کچھ بول نہیں پائیں۔

وہ کتنی دیر افسوس کے عالم میں اُن کا چہرہ تکتی رھیں۔اُسی لمحے سفیرہ لان میں داخل ھوئی تھی۔اُس نے آتے ھی حسن کو مخاطب کیا تھا۔

"مجھے کوئی نوکری کرنی ھے بابا۔پھر چاھے وہ کوئی اسکول کی نوکری ھو یا آپ کے آفس کی۔مجھے اجازت چاہیے آپ سے۔"وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سپاٹ لہجے میں پوچھ رھی تھی۔ اُس نے اپنی ماں کے بے یقین چہرے پر غور نہیں کیا تھا۔

حسن علی خان سیدھے ھوئے تھے۔

"یوں اچانک کیسے خیال آگیا تمہیں نوکری کا۔حالانکہ تم اچھے سے جانتی ھو کہ تمہارا اِس گھر سے باہر نکلنا منع ھے۔"اُن کا لہجہ سخت نہیں تھا۔

"اگر مجھے اِس گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ھے تو پھر سائیکاٹرسٹ کے پاس کیوں لے کر جاتے رھے ھیں آپ مجھے؟"اُس نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

تم اکیلی نہیں جاتی رہی ہو، ماں ساتھ جاتی تھی تمہارے۔"اُنہوں نے چائے کا کپ واپس میز پر رکھا۔

"تو پھر اب بھی میری ماں کو ہی بھیج دیں میرے ساتھ۔"اُس نے دانت پیس کر کہتے ہوئے مدیحہ کی جانب چہرہ پھیرا۔

"یقیناً اُنہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا میرے ساتھ کہیں جانے میں۔ یہ بھی اِسی قید کی حصہ دار ہیں۔"اُسکا انداز طنز سے بھرپور تھا۔

"تمہیں تب تک کہیں جانے کی اجازت نہیں ملے گی جب تک تمہاری شادی نہیں ہو جاتی۔"اُنہوں نے کہا تو سفیرہ نے سوالیہ نگاہوں سے چہرہ دوبارہ اُن کی طرف موڑا۔

"تمہاری پھپھو کے بیٹے سے تمہاری شادی طے ہونے جارہی ہے۔ معیز سے شادی کے بعد اُس کے آفس میں کام کر سکتی ہو تم۔ کُھلی اجازت ہو گی تمہیں۔" سفیرہ کی بے تاثر نگاہیں ایک پل میں ہی بے یقین ہو گئیں تھیں۔ نمی جانے دل کے دو ٹکڑے ہونے پر نکلی تھی یا اپنی ذات کی تضحیک ہونے پر۔

وہ ایک لفظ تک نہیں کہہ پا رہی تھی۔ وہ اُنہیں بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔ مدیحہ بیگم نے ضبط قائم رکھنے کی ناکام کوشش کی تھی۔

لاؤنج کے دروازے کے قریب کھڑی مہیرہ لبوں پر ہاتھ رکھے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

معیز بھائی۔۔۔؟" جانے کیسے سفیرہ کے منہ سے دو لفظ نکلے تھے۔ آج باپ پر رہا سہا" بھرم بھی ختم ہو گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے نم آنکھیں لئے اپنے سامنے بیٹھے اُس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔

لے جاؤ اِسے، اور سنبھالو جا کر۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اِس کے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ " ہے۔" وہ بے دردی سے مدیحہ بیگم سے مخاطب ہوئے۔

وہ فوراً سے اُٹھ کر اُسے تھام کر اندر لے گئیں۔

★★★

اُسے کمرے میں بیڈ پر بٹھا کر وہ اُس کے پاس ہی بیٹھ گئیں تھیں۔

ماں۔۔۔؟"اُس نے بے ساختہ ہی خود کو کہتے سنا۔وہ حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔"
مدیحہ بیگم نے آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"اولاد پر دونوں والدین کا حق ھوتا ھے ماں۔۔۔۔نہ ایک کا زیادہ نہ دوسرے کا کم۔اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اولاد پر زیادتی کرے تو دوسرے کا فرض بنتا ھے کہ وہ اُسے روکے۔ بنتا ھے نا فرض؟"اُس کا انداز قابل رحم تھا۔"اولاد جب دونوں کی ھے تو اُس پر حکم بھی دونوں کو چلانا چاھئے۔"اُسکا لہجہ زخمی تھا۔وہ شدت جذبات سے بول رہی تھی۔مدیحہ بیگم سے سانس لینا مشکل ھو رھا تھا۔

"کیا ھی بُرا ھوتا ھے وہ شخص جو اللہ کا بندہ ھو اور انسانوں سے ڈرتا ھو۔آپ کو پتا ھے ماں۔۔۔ایک وقت تھا جب میں بھی ڈر جایا کرتی تھی۔میں بھی انسانوں سے خوف کھا جاتی تھی۔بالکل تب ہی میری زندگی میں ایک ایسا شخص آیا کہ اُس جیسا میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔وہ صرف اللہ سے ڈرتا تھا۔اُس نے مجھے بھی لوگوں سے ڈرنے پر بزدل کہا تھا۔وہ مجھے بزدل کہتا تھا تو مجھے بُرا نہیں لگتا تھا کیوں کہ میں جانتی تھی کہ میں واقعی بزدل ھوں۔مجھے یہ سکھایا ہی

نہیں گیا تھا کہ میں کسی کا مقابلہ کر سکوں۔ میرے ماں باپ نے مجھے دنیا سے لڑنا سکھایا ہی نہیں تھا۔ مگر اُس شخص نے مجھے اُس چھوٹے سے دورانیے میں بہت کچھ سکھایا تھا۔ میں نے اُسے اپنے لئے پسند کیا تھا۔ اور وہ پسند بھی میرے لئے جرم بن گئی۔ میں نے کوئی حرام کا کام نہیں کیا تھا امی۔۔۔ میں نے کوئی بدکرداری والا کام نہیں کیا تھا۔ میں نے بس اپنا اختیار استعمال کیا تھا۔ میں کیوں نہ استعمال کرتی اپنے رب کی طرف سے دیا گیا اختیار؟" آج اُسے چپ نہیں ھونا تھا۔ اُسے سب کچھ بتانا تھا اپنی ماں کو۔

لیکن میں نادان تھی، نادان ہی رھی۔ مجھے علم نہیں تھا کہ کچھ فیصلے زمینی خداؤں کے" ، بھی ھوتے ھیں۔ اور زمینی خدا اختیارات نہیں دیا کرتے____ وہ تو بس مسلط کرتے ھیں مسلط کرنا ھی جانتے ھیں۔ اِنہی زمینی خداؤں نے محبت جیسے جذبے کو جرم بنایا ھے۔ اور جو جرم یہ خود کرتے ھیں اُسے غیرت کا نام دے کر دبا دیا جاتا ھے۔ کہاں لکھا ھے ہماری شریعت میں کہ زبردستی بیٹیوں کی شادی اُن کی مرضی کے خلاف کروادی جائے؟ لیکن میرے کہنے سے یا میرے پوچھنے سے کیا ھوگا امی۔۔۔ یہ تو ازل سے ھوتا آیا ھے کہ بیٹیوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں، مجھے لگتا ھے کہ وہ دور ہی ٹھیک تھا کہ جب بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا کم از کم وہ

زندگی کی اذیتوں سے تو بچ جاتیں تھیں۔ "اُسکا دل پھٹ جانے کو تھا۔ انسان کیسے کیسے الفاظ بول جاتا ھے نا تکلیف میں۔ مدیحہ بیگم کے لبوں سے ہچکی آزاد ھوئی تھی۔ وہ اُسکی باتوں کو سہنے کے لئے ہمت مجتمع کر رھی تھیں۔

سفیرہ کی بھیگی پلکیں ساکت ھو گئیں تھیں۔ وہ خاموش ھو گئ تھی۔ چند لمحے کمرے میں موت کا سا سناٹا چھایا رھا۔ مگر پھر ایک دم ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئ تھی۔

"میں۔۔۔اب کسی سے نہیں ڈرتی۔ لڑکی ھوں تو کیا ہر فیصلے پر گردن جھکا دوں؟ میں آپ کی طرح نہیں بنوں گی امی۔ میں کبھی بھی اُس جگہ شادی نہیں کروں گی۔ معیز جیسے شخص سے تو ہر گز نہیں۔ جسے عورت کی عزت کرنا نہیں آتا اُس سے شادی کر لوں؟ بالکل نہیں۔ یہ میری زندگی ھے، اِسکے فیصلے بھی میرے ھی ھوں گے۔ "اُسکا لہجہ اٹل تھا۔ وہ اِس قدر بلند اور مضبوط آواز سے بولی تھی کہ مدیحہ بیگم کا دل ایک پل کو لرز کر رہ گیا۔

"آپ چلی جائیں میرے کمرے سے۔۔۔۔ مجھے اب کچھ نہیں کہنا آپ سے، نہ اپنے دکھ سنانے ھیں نہ ہی آپ سے کوئی اُمید رکھنی ھے اِس بات کی کہ آپ میرے حق میں بولیں گی۔

میں اپنی مدد گار خود ھوں، پہلے بہت باتیں مانی ھیں آپ دونوں کی مگر یہ نہیں مانوں گی۔"اُس نے دو ٹوک لہجے میں کہہ کر چہرہ پھیر لیا تھا۔

مدیحہ بیگم ایک لفظ بھی نہیں بولیں تھیں۔اُنہوں نے دھیرے سے اُٹھ کر کمرے سے باہر قدم بڑھا دیے۔دروازے کے ساتھ کھڑی مہیرہ پر ایک نم نگاہ ڈال کر وہ آگے بڑھ گئیں تھیں۔

★★★★★

اُس نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو ہر طرف سے جیسے احمد بھائی کے وجود کی خوشبو آنے لگی تھی۔ایک پل کے لئے تو اُسے لگا جیسے وہ یہیں کہیں ھو۔

اُس کا کشادہ کمرہ شاہانہ انداز لئے ھوئے تھا۔دیواروں پر چند پینٹنگز چسپاں تھیں۔ایک طرف اُسکی بڑی سی تصویر لگی تھی۔جس میں وہ اپنی پسندیدہ رائفل کندھے پر رکھے سفید شلوار قمیص میں ملبوس پاؤں میں کھیڑی پہنے کسی شاہانہ محل میں رھنے والا شکار کا شوقین شہزادہ ھی معلوم ھوتا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک دیوار کے ساتھ شیشے کی الماری میں اُسکی گنز رکھی تھیں۔ طرح طرح کی گنز، پستول اور ہر قسم کا اسلحہ وہاں موجود تھا۔ انا نے آگے بڑھ کر اُسکی پسندیدہ گن نکال کر ہاتھوں میں لی۔ اُسے دیکھتے ہوئے آنکھوں میں نمی اور لبوں پر مسکراہٹ در آئی تھی۔ وہ جانتی تھی اُسے اسلحے سے عشق تھا۔ وہ بہادر تھا اور نڈر بھی، ایسے بہادروں کی تو دنیا دشمن ہوتی ہے، مگر اُسے اِس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس میں کوئی دشمن نہ ہو____اُس ایک شخص میں وفاداری، دلیری، جرأت، طاقت، خوبصورتی، شفقت اور محبت جیسے تمام جذبوں کا امتزاج تھا۔ وہ اپنے آپ میں ایک ہی تھا مگر جیسے ایک دنیا اُس کے اندر بستی تھی۔

انا نے ہاتھ میں موجود رائفل کو یوں پکڑا کہ جیسے نشانہ باندھ رہی ہو۔ اُسے بھی تو اپنے بھائی جیسا بننے کا شوق تھا۔ جب پہلی بار اُس نے سترہ سال کی عمر میں رائفل سے گولی چلائی تھی تو احمد کی خوشی کے ٹھکانے نہ تھے۔ وہ بھاگتا ہوا اسد کے پاس گیا تھا۔ اُسے بتا کر پھر اُس نے فاطمہ خاتون کو بتایا اور پھر عالم چوہدری کو۔ اُسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ مٹھائی بانٹے۔ تب جو

حالات چل رہے تھے اُن حالات میں یہ ایک بہت بڑی اور اچھی خبر تھی کہ انا گولی چلانا سیکھ گئی تھے۔اور اِس کے پیچھے وجہ بھی وہی تھا۔وہ اُسکے نقشِ قدم پر چلنے کی عادی ہو چکی تھی۔

اُس نے رائفل واپس سیدھی کی اور پھر اُسی جگہ پر رکھ دی۔

احمد کے کمرے کی ایک ایک چیز اُسکے لئے بہت قیمتی تھی۔وہ جب تک اِس کمرے میں نہیں آتی تھی اُسکا دن نہیں گزرتا تھا۔وہ اُس کے بیڈ کے قریب گئی۔سائیڈ ٹیبل پر ایک شیشے کی ڈبی میں اُسکی قیمتی گھڑی رکھی تھی۔وہ ہمیشہ گھڑیاں ساتھ ھی رکھنے کا عادی رہا تھا۔جانے کیوں؟وہ اکثر سوچتی تھی کہ وہ وقت کا پابند تو نہیں پھر گھڑی کیوں ساتھ رکھتا تھا۔مگر اُسے کبھی بھی اِس سوال کا جواب نہیں ملا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُس نے بے ساختہ ہی جھک کر ڈرار کھولا۔اُسکی آنکھوں میں سوالیہ اور متجسس سا تاثر اُبھرا۔پھر اُس نے دراز میں پڑا وہ تہہ شدہ ورق نکال لیا۔انا کے ماتھے پر بل پڑے۔

اُسے کھول کر دیکھا تو احمد کی لکھائی میں کچھ لکھا تھا۔جیسے کسی کو خط لکھا جاتا ھے۔

"ادھورا قصہ۔"

سب سے اوپر موجود دو لفظ پڑھ کر اُسکی بے چینی مزید بڑھی تھی۔اُس نے آگے پڑھنا چاھا۔

"تمہیں علم ھے ؟اِس کہانی کا مؤرخ میں ھوں۔جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا تو لگا جیسے بس______کہانی یہیں مکمل ھو گئی۔اور سچ بھی تو یہی ھے۔کہانی اُسی دن مکمل ھو گئی تھی۔ بچھڑ جانے سے پہلے تک ہر کہانی مکمل ھی ھوتی ھے۔میں نے تم سے کہا تھا کہ محبت کی داستانیں آخر میں نامکمل رہ بھی جائیں تو امر ھو جاتی ھیں۔کیا میں نے سچ نہیں کہا تھا؟تم تو کہو گی کہ میں نے جھوٹ کہا۔چھوڑ جانے کا بہانہ جو ھے تمہارے پاس۔حقیقت سے تم پھر بھی ناواقف ھو______لیکن سچ کہوں تو تم نے میری بات کو بہت سنجیدہ لے لیا تھا۔تم نے چاھا کہ یہ داستان بھی تاریخ کے پنوں پر امر ھو جائے۔کیا نہیں چاھا تھا تم نے؟پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ تمہیں بے وفا لکھا جائے؟تمہیں لگا کہ کہانی کا اختتام تم پر ھو گیا۔بے وفائی پر ہی تم نے کہانی ختم کر دی______سنو،بے وفائی والی داستانیں امر نہیں ھوا کرتیں۔محبت کی وہ داستان امر ھوتی ھے جس میں وفاداری ایسی ھو کہ ایک دوسرے کی خاطر جان دے دی جائے۔جان دیے جانے پر ہی تو کہانی کا اختتام ھوتا ھے،اُس سے پہلے ختم ھونے والی کہانی تو ادھوری رہ جاتی ھے۔میں

تمہیں بتانا چاھتا ھوں کہ داستان ختم نہیں ھوئی۔اور یہ داستان بے وفائی پر کبھی ختم نہیں ھو گی۔"

کہانی ختم ھو گئی۔اور آخر میں ایک نام لکھا تھا۔انا کی نظریں اُس نام پر ٹھہر سی گئیں۔

"سفیرہ حسن علی خان"

حسن علی خان_____"انا نے زیرِلب بے یقینی سے دُہرایا۔اُسکی آنکھوں کے سامنے کئی مناظر لہرا گئے تھے۔سیاہی میں لپٹی رات۔۔۔اُس سیاہ رات میں نظر آتے کئی ہیولے۔۔۔حسن علی خان کا پکارا جانے والا نام۔۔۔اور کئی اذیت ناک چیخیں۔

اُسکا دماغ گھوم گیا تھا۔

سفیرہ_____وہ سفیرہ تھی جس سے وہ محبت کرتے تھے____اور وہ حسن علی خان کی بیٹی تھی۔"انا کے چہرے پر پریشانی تھی۔اُس کے ماتھے پر بل تھے۔اُس نے ایک نگاہ ھاتھ میں موجود ورق پر ڈالی۔پھر اُسے واپس اُسی جگہ پر رکھ دیا۔

وہ اُلجھ گئی تھی____وہ بے حد اُلجھ گئی تھی۔

★★★★★

ایک اور شام نے اُس کی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ سرخ اینٹوں والی عمارت میں اُس کے کمرے کی کھڑکیوں کے سفید پردے بندھے ہوئے تھے۔ اُن کھڑکیوں سے آتی چاند کی روشنی اُسکے کمرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ اُس روشنی کی چمک میں بھی اُس کے وجود کی ماندگی فاتح رہی۔

اُس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ خود کو اپنے آپ میں ہی کہیں چھپا لے۔

اُسے جلن محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کا من چاہا کہ اپنے تمام زخموں کو کھرچ ڈالے۔

اُسکے بازوؤں میں اُٹھتی تکلیف اور گردن کے قریب موجود زخم کی جلن شدید ہوتی جا رہی تھی۔

وہ اپنے آنسوؤں کو پی نہیں پا رہی تھی۔ اُسے اُنہیں بہانا ہی تھا۔

وہ تیزی سے اُٹھ کر کھڑکی کے قریب پہنچی تھی۔ سامنے ٹھنڈا چاند اُسکا منتظر تھا۔ مگر اُسکی ٹھنڈک بھی اُسکے زخموں کی جلن میں کمی نہیں کر سکی تھی۔

اُس نے اپنے کندھے کو ہاتھ سے مسلا۔ خاموش آنسو زار و قطار گرنے لگے تھے۔

تم اتنی کمزور نہیں ہو سکتی۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔ تم ہار نہیں سکتی۔۔۔ بند کرو یہ رونا" دھونا۔"اُس نے آنکھیں میچ کر روتے روتے خود کو گھر کا۔

اور پھر اُس نے چند گہرے گہرے سانس لے کر اپنے آنسو صاف کئے۔

تمہاری یہ مضبوطی تمہارے اپنے وجود کو دیکھ کر کیوں ڈر جاتی ہے؟ تمہیں آخر خوف" کس چیز کا ہے؟"اُس نے کھڑکی سے واپس پلٹتے ہوئے خود سے پوچھا۔

اُس کے چہرے پر دیوانگی رقص کر رہی تھی۔ آنکھوں میں نفرت ہلکورے لے رھی تھی۔

نہیں۔۔۔ تمہیں کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔۔۔ تم تو۔۔۔ تم تو بس انتقام کی آگ میں" "جل رہی ہو۔ اور شاید یہ آگ۔۔۔ یہ آگ اُس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوگی جب تک۔۔۔

اُس نے آگے بڑھ کر اپنے سنگھار آئینے کے سامنے پڑے چاقو کو اُٹھالیا۔وہ اُس تیز دھار چاقو کو نگاھوں کے سامنے کئے دیکھ رھی تھی۔

جب تک اُس شخص کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپتا ھوا نہ دیکھ لو۔۔۔یہ جلن کم نہیں ھو گی۔"

سیاہ آنکھوں کی نمی میں نفرت گھلنے لگی تھی۔

اُس نے دھیرے سے چاقو واپس رکھ کر اپنے اُس زخم کو آئینے میں دیکھا تھا جسے وہ روز دیکھتی تھی۔اور روز خود کو یہ یاد دلاتی تھی کہ اُسے اُس شخص سے اپنا بدلہ لے کر رہنا ہے۔وہ جس نے اُس کی زندگی کی ہر رات کو اُس کے لئے اِس قدر تکلیف دہ بنا دیا تھا۔وہ اُسے بھی تکلیف سے دوچار ہوتے دیکھنا چاھتی تھی۔

★★★★★

وہ صبح معمول کے مطابق حیدر بھائی کے کمرے کے باہر کھلتے ٹیرس پر کھڑی باہر لگے اونچے اونچے پیڑوں کو دیکھتی چائے کو اپنے اندر انڈیل رہی تھی۔

ہرپل محسوس ہوتا ہے کہ آپ ابھی آجائیں گے۔۔۔اور آکر کہیں گے کہ میں تو بس "تمہیں تنگ کرنے کے لئے غائب ہوا تھا۔۔۔دیکھو میں تم سے دور نہیں رہ سکتا سفیرہ۔" وہ ہلکے سے بڑبڑائی اور پھر جیسے تھک کر سر جھکا دیا۔

سامنے موجود مضبوط درختوں کی شاخوں پر بیٹھے پرندوں کی آوازیں گویا ایک حسین صبح کا پیغام دے رہی تھیں۔ مگر وہ ہر چیز سے بے نیاز تمام خیالوں سے بالاتر خیال میں گم ریلنگ پر بازو دھرے کھڑی رہی۔

آپ آجائیں گے تو لگے گا کوئی سہارا مل گیا۔۔۔یقین جانیں میں کبھی بھی آپ سے" ناراض نہیں ہو سکتی۔آپ کے اتنا عرصہ غائب رہنے کا سوال بھی نہیں کروں گی۔۔۔بس آپ ایک بار آجائیں بھائی۔" وہ ایک بار پھر اُس سے مخاطب ہوئی تھی۔

اُسے اِس جگہ اُسکے ہونے کا احساس ہوتا تھا۔وہ جب یہاں تھا تو زیادہ عرصہ یہیں رہتا تھا۔

آج بھی وہ مایوسی چہرے پر سجائے واپس پلٹی ہی تھی کہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ ایک دم ہی ٹھٹھکی۔وہ کس قدر قریب کھڑا تھا اُس کے۔شکر ہے وہ اُس سے ٹکرا نہیں گئی۔

معیز بھائی____آپ۔۔۔؟"اُس نے سپاٹ چہرہ لئے اُسے دیکھا۔وہ چہرے پر آئی"
ناگواری کو چھپا نہیں سکی۔

اوہ کم آن سفیرہ_____اب یہ بھائی والا تکلف ختم بھی کر دو۔تمہارے لئے رشتہ لے"
"کر آیا ہوں میں۔

سفیرہ نے اُس شخص کی آنکھوں کے بدلتے رنگ دیکھ کر جھرجھری سی لی۔

دیکھو تم مجھے شروع سے ہی بہت پسند ہو۔۔۔تم نے اپنے ماضی میں کیا کچھ کیا مجھے اِس"
میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔"اُس نے آگے بڑھ کر سفیرہ کا ھاتھ تھاما تھا۔

اُس نے ایک جھٹکے سے وہ ھاتھ اُسکے ھاتھوں سے نکالا۔

معیز کے چہرے پر آئی مسکراہٹ اُسے بے حد گھٹیا لگی تھی۔

کیوں میں نے اپنے ماضی میں کیا کچھ کیا ہے؟ جانتے بھی ہیں آپ؟" وہ اب سینے پر ہاتھ باندھے چہرہ سیدھا کئے تیکھی نظروں سے اُسے دیکھ کر بولی۔

اگر جانتا بھی ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ تم نادان تھی۔۔۔ بچی تھی۔ کوئی بات" "نہیں، ہو جاتا ہے۔۔۔

"لگتا ہے بہت تجربہ ہے آپ کو؟"

اُسکے اچانک بدلتے تیور معیز کے لئے تعجب کا باعث تھے۔ جہاں تک وہ اُسے جانتا تھا، وہ کبھی بھی منہ پر کھل کر کوئی بات نہیں کہتی تھی۔ مگر آج۔۔۔۔

وہ بدلی ہوئی تھی۔

"تجربہ بھی ہو جائے گا۔۔۔ لیکن تمہارے ساتھ۔۔۔"

اُسکی آنکھوں کا تاثر وہی رہا۔

www.novelsclubb.com

سفیرہ کو اُس سے گھن آنے لگی تھی۔وہ سینتیس سال کا شخص تھا۔مگر اپنی فٹنیس کا اتنا خیال رکھتا تھا کہ اتنی عمر کا لگتا نہیں تھا۔

میں۔۔۔سفیرہ علی خان۔۔۔تم سے شادی کروں گی معیز ارسل۔۔۔؟تم نے یہ" سوچ بھی کیسے لیا۔میں نے اپنے ماضی میں جو کیا اپنی مرضی سے کیا۔اور میں اپنے مستقبل میں جو کروں گی وہ بھی اپنی ہی مرضی سے کروں گی۔سفیرہ علی خان کی زندگی پر کسی کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔یہ بات سمجھ لو تم۔۔۔"اُس نے سرد نگاھیں اُسکے چہرے پر گاڑے ایک ایک لفظ مضبوطی سے کہا۔اور اُس کے قریب سے چلتی آگے بڑھ گئی۔

اور ہاں____اب بھائی کہنے کا تکلف نہیں کروں گی تمہارے ساتھ۔اتنی عزت کے" حق دار نہیں ہو تم۔"ایک لمحے کے لئے رُک کر بولی اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتی آگے بڑھ گئی۔

اُسکے اندر کون سی روح آگئی تھی یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی مگر یہ روح صحیح وقت پر آئی تھی۔

وہ تیز تیز قدم اُٹھاتی کمرے سے باہر نکلی تھی۔اُسی انداز میں زینے اُترتی وہ لاؤنج میں پہنچی تھی۔

"خانساماں____ماں بابا کہاں ھیں؟"

وہ باورچی خانے سے نکل رھے تھے جب سفیرہ نے اُنہیں آواز دی۔

سب لوگ لان میں بیٹھے ھیں بی بی____آپ کا ہی انتظار کر رھے ھیں۔"اُنہوں نے" خوشی خوشی بتایا مگر وہ اُسی ٹھنڈک بھرے انداز میں چلتی باہر نکل گئی۔

وہ تینوں وہیں تھے۔لان میں سفید کرسیوں پر براجمان لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی کوئی لگاؤ نہیں تھا اُسے۔

وہ ٹہنوں سے ذرا اوپر تک آتی قمیص کے نیچے چوڑی دار پاجامہ پہنے ھوئے تھی۔ہم رنگ دوپٹہ کندھے پر جھول رھا تھا۔بالوں کا بے ترتیب سا جوڑا بنائے وہ دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ بھی خاصی لاپرواہ لگ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ سارے عزم۔۔۔ذہن میں آئے کئی غبار۔۔۔انکار کرنے کی کئی وجوہات۔۔۔اور بدتمیزی کے سارے ارادے اُن تین لوگوں کو ایک ساتھ بیٹھے ہنستے ہوئے دیکھ کر پھیکے پڑنے لگے تھے۔

اُس نے کچھ سوچ کر تھوک نگلا۔

پھر بھاری قدموں سے چلتی اُن کے قریب پہنچی۔

ارے آؤ پیاری ____ سفیرہ میری جان۔" پھپھو نے اپنا ہمیشہ والا انداز اپناتے ہوئے" اُٹھ کر اُسے گلے سے لگایا تھا۔وہ بے دلی سے ایک جگہ کھڑی رہی۔

پودوں کے ساتھ کھڑی مہیرہ نے بھی چونک کر اُس طرف دیکھا تھا۔

آؤ بیٹھو یہاں۔" وہ اُسے اپنے برابر کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگیں۔اُن کا یہ میٹھا" انداز۔۔۔لب ولہجہ۔۔۔کسی زہر سے کم تو نہیں لگ رہا تھا اُسے۔

وہ دھیرے سے اُن کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"بھئی بڑی قسمت والی ہے تمہاری بیٹی حسن ____ ماضی میں اتنا سب کچھ ہو گیا مگر پھر بھی اللہ نے اِس کے نصیب بڑے اچھے لکھے ھیں جو معیز سے شادی ھونے جا رھی ھے اِسکی۔"

سفیرہ نے اپنے اندر کڑواہٹ اُترتی محسوس کی۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا۔ ہلکا سا مسکراتا چہرہ۔ اُسے لگا وہ اپنا سارا زہر اُگل دے گی۔

اُسی پل معیز نے بھی لان میں قدم رکھا تھا۔ اُس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

"حسن نے تمھیں شادی کے بارے میں بتا دیا ہے نا سفیرہ؟"

شہلا پھپھو نے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

"کون سی شادی پھپھو؟ آپ کیا بات کر رہی ھیں؟ معیز بھائی کے ساتھ؟ یہ کیا باتیں ہو رہی ھیں۔۔۔۔ مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا۔" اُس نے ایک دم ہی چہرے پر ڈھیروں حیرت لاتے ہوئے اداکاری شروع کی۔

www.novelsclubb.com

حسن علی نے ایک غیر آرام دہ نگاہ سفیرہ پر ڈالی۔ مدیحہ بیگم آنکھوں میں خوف لئے اُسے دیکھتی رھیں۔

کیا؟ تم نے اِسے بتایا نہیں حسن؟" شہلا نے استفسار کیا۔"

حسن کھنکارتے ہوئے سیدھے ہوئے۔

نہیں۔۔۔ میں نے سوچا آپ لوگ آئیں گے تو خود ھی معلوم ہو جائے گا۔" اُنہوں نے" کہہ کر ایک غصے بھری نگاہ سفیرہ پر ڈالی۔

وہ اُنہیں چیلنج کرتی نگاھوں سے دیکھتی رھی۔

اوہ اچھا____" شہلا نے جیسے سکون کا سانس لیا۔"

"تو اب میں تمہیں بتا رہی ھوں نا سفیرہ____ میں تمہارا ھاتھ مانگنے ہی تو آئی ھوں۔"

آپ مجھ سے میرا ہاتھ مانگنے آئی ہیں پھپھو______یا میرے باپ سے ؟"اُسکی"

آنکھوں میں اُمڈتے رنگ، چہرے کے نڈر تاثرات حسن کی سمجھ سے باہر ہو رہے تھے۔

میں تمہارے باپ سے تمہارا ہاتھ مانگ چکی ہوں اور اُس نے مجھے ہاں کہہ دی ہے۔"

"لیکن تمہیں آگاہ کرنا تو ہمارا فرض ہے نا۔

اُنہوں نے اپنا میٹھا لہجہ برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

اوہ اچھا اچھا______تو آپ لوگ اپنا فرض پورا کرنے یہاں بیٹھے ہیں۔میں سمجھی"

رشتوں کے پیار اور تقدس میں یہاں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔دیکھیں کتنی غلط

"ہوں نا میں۔۔۔خیر اگر مجھے آگاہ ہی کرنا تھا تو نکاح کے وقت آگاہ کر دیتے۔

اُس نے چہرے پر معصومیت لاتے ہوئے سر جھٹکا۔شہلا کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔

سفیرہ تم اُٹھو_____جاؤ پھپھو کے لئے چائے لے آؤ۔"مدیحہ بیگم نے اُس کی باتوں سے"

بچنے کا حل تلاش کیا۔

www.novelsclubb.com

چائے کیا رشتوں سے زیادہ ضروری ھے ماں؟ کیا ھو گیا ھے آپ کو، ہمارے سب سے "زیادہ سگھے اور پیار کرنے والے لوگ آج ہمارے درمیاں موجود ھیں، اور آپ مجھے اندر جانے کو کہہ رھی ھیں۔" اُسکی چلتی زبان نے حسن کی غصیلی نگاھوں کی پرواہ نہیں کی۔

اور بتایئے پھپھو____آپ میرے کسی ماضی کی بات کر رھیں تھیں؟" اُس نے اپنا" وجود شہلا کی جانب موڑا۔ وہ پہلے سے کہیں زیادہ سنبھلی ہوئی لگ رھیں تھیں۔

اب ماضی گزر چکا ہے میری جان_____تمہارا حال تمہارے سامنے ھے، اور تمہارا" "برائٹ فیوچر تمہارا انتظار کر رھا ھے۔

وہ آنکھوں کی چمک واپس لے آئیں۔

سفیرہ نے اپنی مصنوعی مسکراہٹ ایک پل کے لئے بھی نہیں بھلائی۔

جو گزر چکا ہے____پھر بار بار اُسکا ذکر کیا کرنا؟" اُن کی آنکھوں میں دیکھتے ھوئے وہ" گویا ھوئی۔

شہلا نے اگلے ہی پل نظریں چرا لیں۔ اِس لڑکی کی باتیں اُنہیں اُلجھا رھیں تھیں۔

تم کیوں کھڑے ہو معیز______آؤ بیٹھ جاؤ۔میں خانساماں سے کہہ کر چائے بھجواتی ہوں۔" مدیحہ بیگم بات کا رُخ موڑتی اُٹھ گئیں۔

اُن کے جانے کے بعد معیز نے اپنی نشست سنبھالی تھی۔

میں نے سنا ہے کہ سفیرہ کو جاب کرنے کا بہت شوق ہے ممی۔" وہ بیٹھتے ہی ڈھٹائی کا" مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"بہت اچھی بات ہے۔"

اور منگنی تو آج ہو ہی جائے گی تو۔۔۔میں سوچ رہا تھا اِسے اپنے آفس کی بھی سیر " "کروائی جائے، آخر کو شادی کے بعد وہیں جاب کرنا ہو گی۔

سفیرہ نے اپنی نفرت انگیز نگاھیں اُس پر اُٹھانے سے گریز ہی کیا۔

ھاں یہ بھی ٹھیک ہے____اور منگنی سے یاد آیا۔" شہلا نے اپنے پرس سے ایک سرخ " ڈبیا نکالی تھی۔

"یہ انگوٹھی لائی تھی میں۔خاص ڈائمنڈ کی بنوائی ھے تمہارے لئے۔"

شہلا نے وہ انگوٹھی اُسکے سامنے کی۔ سفیرہ کو اُس لمحے اپنا آپ قید میں موجود پرندے کی مانند لگا تھا جو اپنی مرضی سے پھڑ پھڑا بھی نہیں سکتا۔

وہ کیا کرے۔۔۔۔کیسے کرے۔۔۔اُسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔اُسکی پلکیں لمحے بھر میں نم ھوئیں۔

وہ انکار کرنا چاھتی تھی۔۔۔اُس نے چاہا کہ وہ اُس انگوٹھی کو کہیں دور پھینک دے مگر ایسا نہیں ہوا۔

تو وہ کسی کی منگیتر بننے جا رھی تھی۔ھاں وہ لڑکی تھی۔وہ کمزور ہی تھی۔وہ کسی کے سامنے اپنے حق میں بول نہیں پائی تھی۔اُس نے بہت شدت سے چاھا کہ وہ انکار کر دے۔

مگر شہلا نے اُس کا ھاتھ تھام کر وہ انگوٹھی اُسکی انگلی پر چڑھا دی۔

بس اتنا سا وقت۔۔۔۔؟بس اتنا سا وقت لگتا ھے کسی کے ساتھ منسوب ھونے میں؟

اُس نے چہرہ اُٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی۔

"تمہیں پتا ہے؟ زندگی بار بار ہمیں تکلیف دیتی ھے۔ بار بار، مسلسل______ایک کے بعد ایک اذیت۔ یہی زندگی ہے۔ لیکن تمہیں یہ جاننا ہے کہ انسان کیا ہے؟ انسان کا ردِ عمل کیسا ھونا چاھئے اُن تکلیفوں پر؟ انسان پلٹ کر زندگی کو تکلیف نہیں دے سکتا اُسے بس زندگی کی عطا کردہ اُن تکلیفوں کا دفاع کرنا ہے۔" ذہن میں گونجتے وہ قیمتی لفظ۔۔۔اور وہ آشنا آواز۔ جیسے ہر منظر دھندلا پڑ گیا تھا۔

"تو کیا میں ہار گئی۔۔۔؟ میں دفاع نہیں کر پائی۔۔۔میں ہار گئی جبریل______میں نے تمہیں ایک بار پھر کھو دیا۔" اُسکے دل نے اُسی کو پکارا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُسے لگا وہ وہاں مزید بیٹھی تو پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔ اُسکے قدم تیزی سے اندر کی جانب بھاگے تھے۔

مہیرہ کی نم آنکھوں نے دور تک اُسکا پیچھا کیا تھا۔

★★★★★

موسم ابر آلود ہو رہا تھا۔ نیلے اُفق کو ہر جانب سے کالی گھٹائیں گھیرنے لگی تھیں۔ اور شاید پچھلے دن صبح صبح اسنو مین بنا لینا اُس کی خوش قسمتی ہی تھی کیونکہ شاید وہ کیمبرج کی آخری برفباری تھی۔

اُس سمے وہ سینے پر ہاتھ باندھے کلئیر برج پر اتاش کے ساتھ کھڑی تھی۔ ہوٹل بار سے چلے جانے کے بعد وہ پہلی بار آمنے سامنے تھے۔

تم آئندہ کبھی اِس طرح مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گے اتاش؟" وہ نگاھیں آسمان پر ٹکائے" بولی۔

کبھی بھی نہیں۔" اُسکے لہجے میں جانے کیا تھا۔ علما کو اطمینان ھوا۔"

میں بہت اکیلی ھو جاؤں گی اتاش۔۔۔ تم بہت اہم ھو میرے لئے، اگر تم چلے گئے تو" سب ختم ھو جائے گا۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ اتاش نے دیکھا وہ دُکھی بھی لگ رھی تھی۔

ایسی باتیں کیوں کر رھی ھو؟ کچھ ھوا ھے کیا؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔ آج سے پہلے" اُس نے ایسی کوئی خواہش ظاہر بھی تو نہیں کی تھی۔ ایسے بول کھل کر بولے بھی نہیں تھے۔

"میرا اِس دنیا میں کون ہے اتاش؟ میرے پاس تو کوئی حقیقی رشتہ نہیں ہے، نہ ماں باپ، نہ بہن بھائی، ایک دوست ہے مہک، وہ بھی ہمیشہ ساتھ تو نہیں رہ سکتی میرے۔ پھر میرا کون ہے تمہارے سوا؟ مجھے تنہائی سے خوف آتا ہے، تم میرا ساتھ دو گے؟" وہ آنکھیں اتاش کے چہرے کی جانب اوپر اُٹھائے جیسے اُمید لئے پوچھ رہی تھی۔

"میں ہمیشہ ساتھ ہوں تمہارے۔۔۔ لیکن تمہارے ماں باپ؟" اُس نے استفہامیہ اور جانچتی نگاہیں علما کی طرف پھیریں۔

"وہ میرے حقیقی ماں باپ تو نہیں ہیں، اُنہوں نے مجھے کسی سے لے کر پالا ہے۔ وہ اگر میرے ماں باپ ہوتے تو میری پرواہ کرتے، میرے مہک کے ساتھ رہنے پر استفسار کرتے، یہ دیکھنے آتے کہ میں یونیورسٹی میں کیا پڑھ رہی ہوں، اُنہیں تو یہ بھی نہیں علم ہو گا کہ اُن کی بیٹی اسپورٹس کی اسٹوڈنٹ ہے، اگر وہ میرے ماں باپ ہوتے تو اپنی ہر ذمہ داری سے بری ہونے کے لئے مجھے میرے ہی سپرد نہ کرتے۔" وہ خشک آنکھوں سے کہتی اپنے تمام آنسو حلق میں اتار گئی۔

www.novelsclubb.com

اتاش ہونک سا بنا اُسے دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر تک وہ کچھ بولنے کے لئے لفظوں کو ڈھونڈنے کی سعی کرتا رہا۔

"تو اُن سے بات نہیں کی؟ پوچھا نہیں اپنے حقیقی ماں باپ کے بارے میں؟" وہ بمشکل ہی بولا تھا۔ اُسکی آواز میں جیسے بے یقینی تھی۔

علما نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

اُسی اثنا ایلون تیزی سے تقریباً لپکتے ہوئے اُن کے قریب پہنچا تھا۔ وہ یونہی چلتا تھا۔ تیز تیز۔۔۔ کبھی بھاگتا، کبھی ناچتا۔۔۔ ابھی بھی وہ بے ڈھنگے سے انداز میں چلتا کلئیر برج پر قدم رکھ چکا تھا۔

اُن دونوں نے ایک ساتھ ہی چہرہ موڑ کر ایلون کو دیکھا۔

وہ اُن کے دیکھنے پر مصنوعی مسکراہٹ چہرے پر سجانے لگا۔

"کیا بات ھے؟" علما نے اُسکی اچانک آمد پر سوال کیا۔

آپ سے ملنے کے لئے آپکے بابا جان آئے ھیں محترمہ۔۔۔۔ کنگز چیپل کے پاس انتظار" کررھے ھیں۔اگر وقت ھو تو آجائیے۔"وہ بولا اور پھر اپنے باریک ہونٹ دوبارہ ملا دیے۔

علما نے چہرہ پھیر کر ایک بار پھر اتاش کو دیکھا۔اُس نے اثبات میں سر ہلا کر اُسے جانے کے لئے کہا تھا۔علما کی پلکیں نم ھوئیں۔

تمھیں اُن سے بات کر لینی چاھئے۔"وہ کہہ رہا تھا۔"

وہ بغیر کچھ کہے تیزی سے چلتی برج سے نیچے اُتر گئی۔اُسکا رُخ کنگز چیپل کی جانب تھا۔

کچھ ہوا ہے کیا؟"ایلون اُسکے جانے کے بعد اتاش سے مخاطب ہوا۔"

اُس نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا۔

★★★★★

وہ وہاں پہنچی تو وہ سامنے ہی کھڑے تھے۔مگر چہرہ دوسری طرف موڑے۔

علما کے قدم ایک دم ہی کسی قید کا حصہ معلوم ہونے لگے تھے۔یہ اُسکے وہ رشتے تھے جن کے ساتھ وہ ہمیشہ رہی تھی۔مگر اُن کے ساتھ ایک گھر میں رہتے ھوئے بھی اُن کے درمیان کئی

فاصلے تھے کئی دوریاں تھیں۔اور یہ دوریاں اُس لمحے مزید بڑھ گئیں تھیں جب اُسے خبر ہوئی کہ وہ تو اُس کے ماں باپ ھیں ھی نہیں۔

وہ ہر قسم کی سوچ جھٹک کر اُن کے قریب پہنچی۔اُسکا چہرہ اب کے بے تاثر محسوس ہو رہا تھا۔کسی بھی جذبے سے خالی۔

ہر طرح کے احساس سے عاری۔۔۔

اُس نے اُنہیں مخاطب بھی نہیں کرنا چاہا تھا۔وہ خود ہی اُسکے قدموں کی آہٹ پر پلٹے تھے۔

اور اُسے دیکھتے ہی اُن کے چہرے پر شفقت و محبت جیسے کئی تاثرات نمودار ہوئے تھے۔

وہ بے تاثر چہرے سے اُنہیں دیکھتی رھی۔

"کیسی ہو؟"

علما نے ابرو اٹھا کر اُنہیں دیکھا۔پھر قدرے خشک لہجے میں مخاطب ہوئی۔

جو بات کرنے آئے ھیں وہ کیجئے۔" وہ ہاتھ باندھے اُن کے مقابل کھڑی تھی۔"

فرقان کو اُس کے لہجے پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

جو بات کرنے آیا ہوں اُسے سن کر سمجھنے کی بھی کوشش کرنا۔ دیکھو علما، میں مانتا ہوں"

"جو تم نے سنا وہ سچ تھا۔ لیکن تم نے پورا سچ نہیں سنا۔

اُنہوں نے نرمی روا رکھی۔

"تو آپ مجھے پورا سچ بتائیے۔ میں یہیں ہوں۔"

وہ اُسکے تحمل بھرے فقرے کا اثر لئے بغیر دوبارہ بولنے لگے۔

تم حقیقت میں میرے بھائی کی بیٹی ہو علما۔ پچیس سال قبل میں نے تمہیں عالم چوہدری"

سے گود لیا تھا۔ میری اور کنول کی شادی کو سات سال بیت چکے تھے اور ہماری کوئی اولاد نہیں

"تھی۔۔۔۔

اِس لئے آپ نے مجھے اُن سے لے لیا اور اُنہوں نے خوشی خوشی اپنی ایک دو دن کی بیٹی" "آپ کے حوالے کر دی کہ لے جاؤ اِسے اور ہر حق چھین لو اِس سے۔

اِس سے پہلے کے وہ اپنی بات جاری رکھتے وہ درشتی سے بول اُٹھی۔ فرقان کی آنکھوں میں زخم اُتر آئے تھے۔ علما کی اپنی آنکھیں ضبط سے گلابی پڑنے لگی تھیں۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رھی ہو۔۔۔ میری بات تو سنو بیٹی۔"

بیٹی۔۔۔؟" وہ استہزائیہ ہنسی۔ "اچھا سنائیں بات۔" وہ ایک بار پھر ضبط سے بولی۔"

یہ باتیں یہاں کرنے کی نہیں تھیں۔ لیکن میں جانتا تھا کہ تم گھر نہیں آؤ گی۔ اِسی لئے" "یہاں آکر تمہیں سمجھا رھا ھوں۔

وہ بولے۔

گھر؟ کیا اب وہ اُس گھر میں قدم رکھ پائے گی؟" اُس نے بے ساختہ ہی سوچا۔"

"تمہارا خاندان کوئی عام خاندان نہیں ہے علما۔وہ گجرات کے ایک گاؤں میں رہتے تھے اور اُن کی دشمنیاں کئی شہروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔یوں سمجھو کہ وراثت میں ملی دشمنیاں سنبھالتے آرہے ھیں۔میرا باپ،میرے سب بھائی وہ سب ایک طرح کا ہی سوچتے تھے۔اُن سب کا نظریہ ایک تھا مگر میں۔۔۔۔میں الگ تھا۔میں بابا کا سب سے لاڈلا بیٹا تھا۔اُنہوں نے مجھے پڑھنے کے لئے یہاں بھیجا۔میں اِسی یونیورسٹی میں پڑھا ھوں۔اور بھائیوں میں واحد میں ہی تھا جسے پڑھائی سے لگاؤ تھا۔بچپن میں وہ رائفل میں گولیاں بھرتے تھے اور میں پین میں سیاہی۔"

یوں لگ رہا تھا وہ اپنے ماضی میں پہنچ چکے ھیں۔

"میں یہاں آگیا تو میری دوستی کنول سے ہو گئی۔اور یہ دوستی کب پسند میں بدلی ہم دونوں کو ہی علم نہیں ہوا۔میں اُس سے شادی کرنا چاھتا تھا اور میں نے یہ بات بابا سے کہی۔مگر مجھے تعجب ہوا کہ جس بیٹے سے وہ اتنی محبت کرتے تھے وہ اُسکی خوشی میں خوش نہیں ھوئے۔اُنہوں نے صاف انکار کر دیا۔لیکن مجھے کنول سے محبت تھی۔میں نے اُس سے شادی کر لی۔بغیر بابا کو

بتائے۔ یہ سوچ کر کہ اب کبھی بھی پاکستان نہیں جاؤں گا۔ اگر میں واپس جاتا تو بابا میرا قتل کر دیتے شاید۔" وہ ٹھہر گئے۔

اچانک ہی آنکھوں میں گہری نمی اُتر آئی۔

وہ خاموش کھڑی اُنہیں سنتی رہی۔

مگر پھر شادی کے سات سال بعد بابا کا انتقال ہو گیا۔ تب جب میں پاکستان گیا تو مجھے لگا" وہاں سب مجھ سے خفا ہوں گے۔ مگر کوئی بھی خفا نہیں تھا۔ اُن سب کی زندگیوں میں الگ الگ جنگیں چل رھیں تھیں۔ اُنہیں میرے ساتھ خفا ہونے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اُنہی دنوں تمہاری پیدائش ہو گئی اور میں نے اپنے بڑے بھائی سے پہلی بار کسی خواہش کا اظہار کیا۔ جس خواہش کو اُنہوں نے بغیر کسی تامل کے پورا بھی کر دیا۔ میں حیران تھا اور خوش بھی۔ میں آج بھی اُن کی "اِس عنایت پر اُن کا مشکور ھوں۔

ایسے مشکور کہ پلٹ کر ایک بار دیکھا تک نہیں۔۔۔ نہ آپ نے، نہ ہی اُنہوں نے۔" علما کی آواز بھرا گئی تھی۔ ھاں اُسے اصل میں تکلیف محسوس ہوئی تھی۔

فرقان کے چہرے پر بے بسی اور اذیت تھی۔

میں تمہیں اُس ماحول سے دور رکھنا چاہتا تھا۔۔۔اُنہیں آئے دن مصیبتوں کا سامنا "رہتا ہے۔وہ آج بھی نہیں بدلے۔وہ آج بھی ویسے ہی ہیں۔"

علما کو اپنے گالوں پر نمی کا احساس ہوا تھا۔

آپ۔۔۔۔اب بھی۔۔۔اُن سے رابطے میں ہیں؟"اُس سے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔"

"نہیں____ پچھلے چند سالوں سے ہمارا رابطہ کٹ چکا ہے۔"

اُس کے آنسوؤں میں تواتر آتا جا رہا تھا۔شاید اُس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ یوں بھی دل ٹوٹ جایا کرتا ہے۔

اپنی پہچان تو انسان کو ہر شے سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔اُس پہچان کے چھن جانے پر دل نہیں ٹوٹے گا تو بھلا اور کیا ہو گا؟

www.novelsclubb.com

اُسے اِس بات کا دُکھ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو "بابا" نہیں کہہ سکے گی۔۔۔اُسے تو یہ دُکھ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے حقیقی باپ کو "بابا" کیسے کہے گی؟

کیا باپ کا یوں اچانک بدل جانا مذاق ہے؟ کہ لمحہ پہلے تک وہ اُن کی بیٹی تھی اور اگلے ہی لمحے۔۔۔۔اگلے ہی لمحے یہ رتبہ پرایا ہو گیا۔

مجھے کسی کو الزام نہیں دینا۔۔۔" اُسکے سامنے ہر چیز دھندلانے لگی تھی۔اور وہ پھر بھی" خود کو رونے سے روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

فرقان کو اُسکی حالت پر ترس آیا تھا۔

"علا تم۔۔۔"

مگر وہ پلٹ آئی۔وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی وہاں سے آگئی تھی۔بہت آگے جا کر وہ رُکی۔اُس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی تھی۔مگر شاید پہلی بار وہ یہ قابو کھونے لگی تھی۔آج سے پہلے وہ کبھی بھی اِس طرح نہیں روئی تھی کہ آنکھیں سرخ ہو کر سوج جائیں۔لیکن شاید آج وہ

ایسے ہی رونے والی تھی۔اُسے محسوس ہوا جیسے اُسے کوئی دیکھ رہا ہے۔ جیسے وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔اُس نے اپنے ارد گرد دیکھنے کی کوشش کی۔ ہر مقام دھندلا تھا۔ مگر اُسے اِس دھندلاہٹ میں کوئی وجود نظر نہیں آیا۔

یکایک ہی تمام گھٹائیں جمع ہونے لگیں تھیں۔اور ساتھ ہی ایک ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اُسے رونے سے باز رکھنے کی ایک آخری کوشش کی تھی مگر وہ اُس سے ٹکرا کر مایوسی سے پلٹ گئیں۔ حتیٰ کہ بارش نے اُسکے آنسوؤں کو پناہ دی۔اُس نے تیز ہوتی موسلادھار بارش کی پھوار کو خود سے ٹکراتے ہوئے دیکھا۔ مگر وہ وہیں کھڑی رہی۔

جانے کتنی ہی دیر وہ وہاں کھڑی اپنی پہچان کے کھو جانے کا ماتم کرتی رہی۔

بہت دیر کے بعد کسی احساس کے تحت وہ اپنی جگہ سے ہلی تھی۔اور پھر کسی ٹرانس کے زیرِ اثر چلتی آگے بڑھنے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ اُس جگہ پہنچی جہاں اُس نے اپنی سائیکل کھڑی کر رکھی تھی۔ آج وہ کسی بھی گھر جانے کے لئے تیار نہیں تھی۔ نہ مہک کے گھر اور نہ ہی اُس گھر جسے وہ اپنا گھر بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

وہ سائیکل پر بیٹھ گئی۔ آج اُسے یونہی کیمبرج کی گلیوں میں بے مقصد گھومنا تھا۔ اور اُن گلیوں سے مخاطب ہو کر اپنے آپ کا مقصد پوچھنا تھا۔ مگر اُسے خوف تھا۔ کہیں یہ گلیاں بھی اُسے پہچاننے سے انکاری نہ ہو جائیں۔

وہ سائیکل کو تیزی سے بھگاتی لے جا رہی تھی۔ گرین لین، روز کریسنٹ، مارکیٹ اسکوائر اور کئی جگہوں کئی گلیوں سے کئی اسٹریٹس سے گزری تھی وہ۔ سوائے اُس گلی کے جس کے دہانے پر اُسکے نام کا ایک گھر ہوا کرتا تھا۔

ہر جانب چھتریاں لئے گھومتے ہوئے لوگوں کو وہ بے فکری میں سائیکل چلانے والی کوئی سنکی معلوم ہو رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بارش کی بوندیں اُسکے آنسوؤں سے ملنے لگی تھیں۔ بھورے بالوں کی چند لٹیں چہرے کے ساتھ چپک گئیں تھیں۔

سہ پہر کا وقت ہو چکا تھا اور سیاہ گھٹائیں ہلکی ہلکی تاریکی پھیلا رہیں تھیں۔

معلوم نہیں وہ کون خوش قسمت لوگ تھے جو بھیگے کیمبرج کو دیکھ کر لطف اُٹھا رہے تھے۔

دکانوں کے باہر اسٹریٹ لیمپ جلا دیئے گئے تھے۔ آج پہلی بار ہر گلی سے گزرتے ہوئے اُسے اپنا یہ کیمبرج اپنا نہیں لگ رہا تھا۔

اِس کی یہ ہمہ وقت طلسم بکھیرتی قدیم عمارتیں اُسے خوفزدہ کر رہی تھیں۔ وہ شام تک پیڈل گھما گھما کر تھک گئی تھی۔ مگر جیسے واپس جانے کا ہر ارادہ تو وہ ترک ہی کر چکی تھی۔

وہ سائیکل سے نیچے اُتر آئی۔ ہر جانب جیسے سکوت سا پھیل گیا تھا۔ وہاں اُس گلی میں ارد گرد کوئی نہیں تھا مگر وہ گلی روشنیوں میں نہائی محسوس ہو رہی تھی۔

بارش اُسی زور و شور سے برس رہی تھی۔ شاید بادلوں کا بھی آج ہی کسی نے دل دکھایا تھا۔

اُسکا چہرہ زرد پڑنے لگا تھا۔وہ تین گھنٹوں سے مسلسل بارش میں بھیگ رہی تھی مگر ہر چیز سے بے خبر۔

وہ اب سائیکل ھاتھوں سے تھامے اُسے لئے آہستگی سے چل رہی تھی۔اُسے تو یاد بھی نہیں تھا کہ وہ کس گلی میں آپہنچی ہے۔

ایک ہاتھ سے چہرے پر آئی چند گیلی لٹیں پیچھے کرتے ہوئے وہ غائب دماغی میں آگے بڑھتی رہی۔

"وقت تمہیں کہاں لئے جارہا ہے علما۔۔۔؟"

اُس نے اپنے وجود سے آئی آواز کو بے ساختگی میں نظرانداز کردیا۔

وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے لائق ہوئی تھی۔اور ابھی وہ اِس گلی میں آگے بڑھتے ھوئے اِسے پہچاننے کی کوشش کرہی رھی تھی کہ اُسے اپنے سامنے ہی وہ مسجد دکھائی دی۔

وہ سُن ہوتے دماغ کے ساتھ مسجد کے داخلی دروازے کو دیکھتی جانے کتنے ہی پل کے لئے اپنی جگہ پر جم گئی۔یہاں تک کے بارش کی شدت میں کمی آنے لگی۔

وہ اُس لمحے ٹھٹھکی جب مسجد کا وہ خوبصورت دروازہ دھیرے سے کھلا اور وہاں سے ایک بزرگ کا شفاف چہرہ نمودار ہوا۔

وہ اب سر اوپر اُٹھائے آسمان کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جانے وہ آسمان کو دیکھ رہے تھے یا۔۔۔۔۔۔؟

وہ سوچ نہیں پائی۔

"اے اللہ کے بندو______!

"اُسے تلاش کرو، پھر دیکھنا تم اپنی تمام تر خواہشات کو بھلا دو گے۔

چند لمحے آسمان کو تکتے رہنے کے بعد اُن کا شدت سے کہا گیا یہ جملہ جیسے اُسی سرد فضا کا ایک حصہ بن گیا تھا۔

علما آنکھوں میں تعجب و نا سمجھی لئے اُس سفید چولا پہنے ہوئے شخص کو دیکھتی رہی جس کے چہرے سے نور جھلکتا تھا۔

اُسے تلاش کرو۔"اُنہوں نے قدرے نرمی سے کہا اور آنکھیں بند کئے واپس پلٹ" گئے۔وہ کب اُس دروازے میں کہیں غائب ہو گئے اُسے پتا ہی نہیں چلا۔

اُسکا شدت سے دل چاہا تھا کہ وہ اُس مسجد میں جائے۔مگر اُسکے قدم جیسے اپنی جگہ پر مقفل ہو چکے تھے۔اُس نے وہاں کھڑے کھڑے کتنی ہی بار اندر جانے کا ارادہ کیا۔

مسجد______اللہ کا گھر۔"اُس نے بچپن سے یہی سنا تھا کہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔"

کیوں؟شاید یہاں نماز پڑھی جاتی ھے۔۔۔اِس لئے۔"اُس نے خود ہی اخذ کیا۔پھر تو ہر وہ جگہ اللہ کا گھر ہونا چاہیے جہاں عبادت کی جاتی ھے۔

کیا وہ اِس مسجد میں قدم رکھنے کا حق رکھتی ھے؟نہیں وہ کیسے اِس مسجد میں جا سکتی ہے۔" یہ تو نیک اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی جگہ ہے۔"اُس نے سوچا۔

گو وہ اپنے آپ کو نیک شمار نہیں کرتی تھی۔مگر اُس نے خود کو گنہگار بھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ نہیں وہ گنہگار تو نہیں تھی۔وہ کس لحاظ سے گنہگار ہو گئی؟وہ نماز نہیں پڑھتی تھی۔۔۔تو کیا نماز نہ پڑھنے سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے؟

نہیں۔اللہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اپنی عبادت نہ کرنے والوں کو گناہ گار بنا دے۔میں نے تو سنا تھا کہ وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔۔اتنا کہ ہر رحم کرنے والے سے زیادہ رحیم۔

پھر بھلا وہ کیوں مجھ جیسی عام سی لڑکی کو گناہگار بنائے گا۔۔اُسے بھلا میری عبادت کی کیا ضرورت ہو گی۔اُسکی شان کو تو سبھی تسلیم کرتے ھیں۔پھر اِن عبادت گزاروں اور ہم میں فرق کیوں رکھا گیا ھے؟بھلا کیا فرق ہو گا ہم میں؟"

جانے وہ کیسے اتنا سوچ رہی ھے۔۔اُس نے سوچا۔

یہ میں کیا سوچ رہی ھوں۔۔"وہ الجھتی نگاھوں سے مسجد کے بند دروازے کو ایک آخری بار دیکھ کر واپس پلٹی۔اُس نے ساری سوچوں کو،سب سوالوں کو بغیر جواب حاصل کئے ذہن سے نکال دیا۔

آج بہت سی چیزوں بہت سے پہلوؤں سے وہ پہلی بار واقف ہوئی تھی۔

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ جب انسان کسی شے سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ چیز اُسکے پیچھے بار بار آتی ہے۔جیسے کہ یہ آنسو۔۔اور شاید۔۔۔یہ سوچیں بھی!

وہ غائب دماغی میں تھکی ٹانگوں سے چلتی رہی۔اور شاید اُسکا رُخ مہک کے اپارٹمنٹ کی طرف تھا۔

★★★★★

"وہ جیل میں ہے۔اُس کے خلاف کاروائی جاری ھے۔اور میں ایک لمحے کے لئے بھی اُسے آزاد گھومنے نہیں دوں گا۔اُس شخص کو اُسکے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔"سلطان چوہدری اپنے بھائی سے مخاطب مونچھوں کو تاؤ دینے لگے۔

عالم چوہدری گہری سوچ میں گم حقے کے کش لگانے میں مگن تھے۔

"حکیم شاہ بہت بزدل ہے سلطان میاں______لیکن اُسکا بیٹا شہیر شاہ۔۔۔۔وہ بزدل نہیں ھے۔"

"اور بزدل تو ہم بھی نہیں ھیں بھائی۔چاھیں تو ابھی اُن کے خاندان کا پتا صاف کر سکتے ھیں۔مگر ہم قاتل نہیں ھیں۔"

عالم چوہدری نے اُن کی بات پر چہرہ اُٹھا کر داد دینے والے انداز میں دیکھا۔

"اور تم اب بھی کہہ رہے ہو کہ ہم قاتل نہیں ہیں۔"

ہم قاتل نہیں ہیں بھائی____قاتل وہ ہوتا ہے جو کسی بے گناہ کا قتل کرے۔اور آپ" جانتے ہیں کہ حکیم شاہ کا کنبہ کس قدر گناہوں میں دھنسا ہوا ہے۔کچھ ظاہری گناہ ہیں اور کچھ توپوشیدہ بھی ہوں گے۔اور میں ایک وردی والا پولیس آفیسر ہوں جو سزا دینے کا مستحق بھی ہے۔"

سلطان نے اپنے چوڑے کندھوں کا دباؤ ذرا کم کیا۔

تم وردی والے ہو سلطان تو تمہیں چاہئے کہ اُن کے پوشیدہ گناہوں تک بھی رسائی" حاصل کرو۔اور سزا کے حقداروں کو سزا دو۔تمہاری سزا پر مجھے کوئی شک بھی نہیں ہے۔

عالم چوہدری نے اُن کے ہاتھ پر دباؤ ڈال کر کہا۔

آپ کو پتا ہے بھائی کہ میں جب کسی کو سزا دینا چاہوں تو مجھے ثبوتوں کی ضرورت پیش" "نہیں آتی۔

"ھاں تم چاھو تو بنا کسی کا قصور جانے بھی اُسے سزا دے سکتے ھو۔اسد تمہارے بارے میں یہ کہتا ھے۔"اُنہوں نے کہہ کر ایک قہقہہ لگایا۔

"ویسے بھائی فاطمہ خاتون نے اچھا نہیں کیا____بہت پچھتائیں گے آپ میں بتا رھوں ھوں آپ کو۔"اُن کی معنی خیزی کو عالم چوہدری سمجھ نہیں پائے تھے۔وہ استفہامیہ نظروں سے اُنہیں دیکھتے رھے۔

"آپ نے اپنے بیٹوں کو اُن کے ننھیال کو سونپ دیا ھے۔احمد جبریل بہت کام کا شخص ہے۔فاطمہ خاتون کے نام نہاد بھائی ضائع کر دیں گے آپ کے دونوں بیٹوں کو۔"وہ چہرہ عالم چوہدری کے قریب کیئے رازداری سے مخاطب ھوئے۔

www.novelsclubb.com

عالم چوہدری نے ایک غیر آرام دہ سا پہلو بدلا تھا۔

"یہ کیا باتیں کر رھے ھو تم سلطان____اسد اور احمد بچے نہیں ھیں۔خود مختار ھیں دونوں، عقل رکھتے ھیں۔اُن پر کوئی اپنی مرضی نہیں چلا سکتا۔تم تو جانتے ھو اپنے خاندان کے لڑکوں کو۔۔۔۔اُنہیں وہ شخص قطعی پسند نہیں جو اُن پر اپنی مرضی چلائے۔"

بات تو آپ کی ٹھیک ھے بھائی لیکن ایک بار میرے نظریے پر بھی غور کیجیے گا شاید آپ "کو کچھ سمجھ آجائے۔اچھا ابھی چلتا ھوں۔ابھی اور بھی بہت سے کیسز پر بحث بھی کرنی ھے۔"

وہ اُن کے دل میں اپنی بات ڈال کر روانہ ھو چلے۔

★★★★★

"سبھی زخم تھے جو وہ ڈھل گئے

چلے یوں کہ پاؤں بھی جل گئے

نہیں سفر کی کوئی تھکن مجھے

نہ کسی کی کوئی تلاش ھے

میرے دل کی حسرتیں بجھ گئیں

تیرے در سے عاجز میں آ چکی

مجھے میرے حال پر چھوڑ دے

!!مجھے میرے ہی حال پر چھوڑ دے

وہ تکلیف سے بولتی بولتی آخر میں غصے سے پلکیں میچ گئی۔

اُسکے ہونٹ سردی کے باعث سکڑنے لگے تھے۔بارش کی تیزی میں پہلے کی نسبت کمی آ چکی تھی۔اور اُس لمحے وہ چہرہ آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کس کو مخاطب کئے ہوئے تھی۔۔۔شاید اُس ذات کو جس کا تصور آسمانوں کے پرے کیا جاتا ھے۔

میری التجا بھی میرا قصور"

میری التفات بھی میرا قصور

میری بے بسی بھی میرا قصور

تو ہر شے ھے جو تیری مطیع

اُس سے میرا کیا مقابلہ ؟

میں تو ہوں ہی ذاتِ حقیرِ جاں

www.novelsclubb.com

تیرے بندوں میں بندۂ بے وجہ

میرا درجہ سب سے اخروی

میری سزائیں کیوں ھیں پھر اولیں؟

یہ تیرے انصاف کا تقاضا ہے؟

یا تیری کوئی بندہ پروری؟

میں کیا کروں گی سوال تجھ سے

!!میرے اعتراض بھی میرا قصور۔۔۔

اُس کی آواز اگلے ہی پل آہستہ ہوئی اور گردن مایوسی سے نیچے ڈھلک گئی۔آسمانوں والے کا جواب نہیں آیا تھا۔

پہلی بار اُس سے یوں مخاطب ھوئی تھی۔اور مخاطب بھی ھوئی تو کلام کے سارے تقاضے بھول کر۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شاید اُسے لگا تھا کہ اِس ادنٰی سی ذات کا کلام اُس تک پہنچ ہی نہیں پائے گا۔۔۔ تبھی تو دل میں یقین نہیں تھا۔۔۔ آنکھوں میں نمی تھی مگر لب پر شکوے کا پیغام۔۔۔

تبھی تو التجا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔۔۔ اور احترام کا احساس تک نہیں۔۔۔

اُس نے بغیر واپس چہرہ اوپر کیئے قدم آگے بڑھا دیے۔

مہک کے اپارٹمنٹ کے باہر آہستگی سے آگے بڑھتے اُس نے سائیکل باغیچے میں ایک طرف رکھی۔

رات کی سیاہی پھیل چکی تھی۔ مگر ارد گرد جلتے لیمپس کی روشنی نے ہر طرف اجالا کر رکھا تھا۔

اُس نے غائب دماغی میں اندر قدم رکھا ہی تھا کہ مہک بھاگنے کے سے انداز میں اُس کے قریب پہنچی تھی اور ساتھ ہی اُس نے علما کے ھاتھ تھام لئے۔

تم کہیں پاگل واگل تو نہیں ھو گئی علما۔۔۔؟ تھی کہاں تم؟ اِس طرح بھلا کوئی جاتا ہے" "کہیں؟ موبائل بھی سوئچ آف۔۔۔ باہر بارش کتنی تیز تھی۔۔۔ تم اتنی دیر کہاں تھی آخر؟

اور ساتھ ہی اُس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی گئ۔

علما کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔اُس نے زرد ہوتا چہرہ ذرا اوپر اُٹھا کر تھکی تھکی نگاھوں سے مہک کو دیکھا۔

اُسکا وجود کپکپانے لگا تھا۔ تبھی مہک کو احساس ہوا کہ اُس کے ھاتھ بھی لرز رھے تھے۔

اور اگلے ہی پل وہ اُسکی بانہوں میں جھول گئ۔

★★★★★

وہ سفید کپڑوں میں ملبوس شخص بارش میں بھیگتا آگے چلتا جا رھا تھا۔

وہ اُسے آواز دے رھا تھا۔اندھیرے میں بھی اُسکا وجود جیسے چمک رھا تھا۔وہ دیکھ سکتی تھی۔وہ اُس کے پیچھے ننگے پاؤں بھاگ رھی تھی۔بارش میں تواتر آتا جا رھا تھا۔

ارد گرد موجود درختوں سے گزرتی سرد ہواؤں کی آوازیں خوفناک ہوتی جا رھیں تھیں۔

وہ خود سے دور جاتے اُس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ تیزی سے بھاگ کر اُسکے پاس پہنچ جانا چاہتی تھی۔ مگر راہ میں جیسے کئی کانٹے بچھا دیے گئے تھے۔ اُسکے قدم رُک گئے۔ نیچے بچھے کئی کانٹوں کو دیکھ کر اُس نے اپنا بھیگا چہرہ اوپر اٹھا کر خود سے دور اوجھل ہوتے اُس شخص کو دیکھا۔

اُسکے لبوں سے ایک ہچکی آزاد ہوئی تھی۔ وہ اُسے اوجھل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اُس نے قدم آگے بڑھائے۔ کئی خار اُسکے پیروں میں چبھ گئے۔ مگر وہ دھندلائی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھتی رہی۔

سفید چمکتا وجود دیکھتے ہی دیکھتے دور کہیں نیچے جا گرا تھا۔

اُسے گرتے دیکھ کر ایک ہیبت ناک سی چیخ فضا میں لہرا گئی۔

اور ساتھ ہی اُسکے تیز تیز سانس لیتے وجود نے خود کو ایک نیم اندھیر کمرے میں پایا۔

اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ نم آنکھیں کھول کر ارد گرد دیکھنا چاہا۔ ذہن میں ایک جھما کا ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خواب دیکھ رہی تھی۔اُس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں میچ لیں۔نمی گالوں پر بہہ نکلی تھی۔

اُس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے چہرہ جھکالیا اور دائیں ھاتھ سے کنپٹی مسلنے لگی۔

بہت دیر تک اُس نے خود کو جیسے ایک ٹراما کی سی کیفیت میں پایا۔پھر حواسوں میں آتے ہی اُس نے وقت دیکھنا چاھا۔

گھڑی ایک تیس کا وقت بتا رھی تھی۔

یہ آدھی رات کے خوفناک خواب اُسے کبھی بھی چین نہیں لینے دیتے تھے۔

وہ کیا کرے۔۔۔؟"ہر بار کی طرح آج بھی یہی سوچ آئی تھی۔بے بس انسان کا پہلا" سوال۔

زندگی ایک بھاری بوجھ بنا کر اُس پر لاد دی گئی تھی۔وہ اِس بوجھ میں دب کر مرنا نہیں چاھتی تھی۔اُسے اِس بوجھ کو بانٹنا تھا مگر۔۔۔۔کس سے؟

کوئی تھا ہی نہیں۔۔۔۔

اُس نے گردن گھما کر ارد گرد دیکھا۔وہ آج حیدر بھائی کے کمرے میں تھی۔اُسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ وہ کب یہاں آکر سو گئی۔اُسکی آنکھوں میں تھکن اور بے بسی کے آثار نمایاں تھے۔

اُس لمحے سفیرہ نے دل میں ایک بات طے کی تھی۔اب وہ مزاحمت نہیں کرے گی۔وہ تقدیر سے نہیں لڑے گی۔وہ بڑی بڑی باتیں نہیں کرے گی۔ہاں وہ بزدل ہی ھے۔اُسے بہادر بن کر جینا نہیں آتا۔وہ اپنے اندر کی خصوصیات کو مٹا نہیں سکتی۔

یا شاید اُسکی لڑائی ہی بہت مشکل تھی۔اتنی مشکل کہ وہ ہمت ہارتی جارھی تھی۔وہ اُسے توڑ رھے تھے اور وہ ٹوٹتی جارھی تھی۔

یااللہ۔۔۔۔تُو مجھے ہمت دے۔"اُسکی دبی دبی سی آواز اُبھری۔"

کیسی آزمائش ھے یہ؟ جو میری ساری زندگی پر محیط ہو کر رہ گئی ھے؟ میں کیا کروں" رحمٰن جو تجھے پسند آجائے؟اِس طرح کہ مجھے میرے سکون کے لمحے واپس مل جائیں۔۔۔میں تھک چکی ھوں۔۔۔میرا سفر مشکل ہوتا جارھاہے۔۔۔میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔میں حقیقت میں پاگل ہو جاؤں گی۔"اُس نے کہتے کہتے اپنا چہرہ دونوں ھاتھوں سے ڈھک لیا۔

چند لمحے بعد اُس نے اُٹھ کر تہجد کی نماز ادا کی تھی۔ہر رات یہ بھیانک خواب ہی تو اُسے تہجد کے لئے بیدار کرتے تھے۔

جانے کب کس سجدے میں اُس کے لئے شفا رکھی گئی تھی۔

★★★★★

اُسکی آنکھیں کھلیں تو اُسے اپنے ارد گرد زرد روشنیوں کا دائرہ سا محسوس ہوا۔

ایک پل کے لئے اُس نے آنکھیں واپس موند لیں۔اُس کے وجود پر گرم بستر تھا۔اگلے ہی پل اُس نے دوبارہ دھیرے دھیرے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو احساس ہوا کہ وہ کسی بہت مقدس سی جگہ پر تھی۔قریب ہی آتش دان میں آگ جلتی ھوئی دکھائی دے رھی تھی۔

کمرے سے آتی خوشبو اُسکے نتھنوں سے ٹکرائی تو اُسے مکمل طور پر ہوش میں آنا نصیب ہوا۔

اُس نے آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ گھنگریالے بال کمر پر گرنے لگے تھے۔ علما نے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اُس کے سر میں درد کی ایک شدید ٹھیس اُٹھی تھی۔

وہاں ایک طرف کتابوں کی ریک تھی۔ ساتھ ہی کچھ موٹی کتابیں الگ سے رکھی گئیں تھیں۔ ایک جانب طے شدہ مصلے سجے ہوئے تھے۔

اُس نے اپنے بیٹھنے کی جگہ پر غور کیا۔ وہ ایک گرم گدی پر دراز تھی۔

"اُٹھ گئیں۔۔۔؟"

اپنے پیچھے سے آئی آواز پر وہ چونکی۔ پھر اُس طرف دیکھنے کی کوشش کی مگر تب تک وہ اُسکے سامنے ہی رکھی ایک اور گدی پر بیٹھ چکی تھیں۔

www.novelsclubb.com

علما نے انجان نگاهیں اپنے قریب بیٹھی معمر سی خاتون پر ڈالیں۔ وہ هاتھ میں تسبیح پکڑے اپنے گرد ایک سفید چادر لپیٹے ہوئے تھیں۔ اُن کے چہرے سے نور جھلکتا تھا۔ اُسکے ذہن پر اُس بزرگ کا چہرہ لہرایا جسے اُس نے مسجد کے دروازے میں کھڑے دیکھا تھا۔

اُن کی نگاهوں میں بھی ویسی ہی روشنی تھی۔ وہی چمک۔۔۔

یہ چمک بھلا کب آتی هے؟" اُس نے سوچا۔

میں مہک کی دادی ماں ہوں۔۔۔ تم مجھے زرنا اماں کہہ سکتی ہو۔۔۔۔ علما۔" وہ شفقت سے کہہ کر مسکرائیں۔

جواباً وہ خاموش رهی۔

مہک کو میں نے چائے لانے کو بھیجا هے۔ لگتا ہے تم بارش میں بھیگتی رهی هو۔" اُنہوں نے اُسے ایک مرتبہ پھر مخاطب کیا۔

جی وہ میں گھر گئی تھی، وہاں سے نکلی تو بارش بھی شروع ہو گئی۔ اور یہاں تک آتے ہوئے بھیگ گئی۔" اُس نے دھیرے سے کہا۔ شاید اِس سے بہتر بہانا کوئی نہیں تھا۔

اور آتے ہی بے ہوش ہو گئیں۔۔۔"اُنہوں نے جیسے اُسکی بات مکمل کردی تھی۔"

علما نے جواب دینے کے بجائے چہرہ دوسری طرف موڑ کر آتش دان پر نظریں جمائیں۔

ہاں اُسے یاد تھا یہ کمرہ زرنا اماں کا ہی تھا۔ مہک یہاں کبھی کبھار آتی تھی جب اُسے کتابوں کی ضرورت ہوتی۔ علما اِس کمرے کو محض دور سے دیکھنے کی حد تک ھی جانتی تھی۔

مگر اُس نے چند ہی لمحوں میں محسوس کیا تھا کہ اِس کمرے میں کتنا سکون تھا۔ جیسے دنیا سے الگ کوئی گوشہ ہو۔

تمہیں کوئی پریشانی ہے کیا؟ یا کوئی اُلجھن ہے جسے سلجھا نہیں پا رہی ہو؟"زرنا اماں کی نرم آواز ایک بار پھر اُسکے کانوں میں پڑی تو اُس نے نگاھیں دوبارہ اُن کے چہرے پر ڈالیں۔

وہ اُسے ہی دیکھ رہیں تھیں۔

علما کو سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔

تم مجھے اپنے زرد چہرے کی وجہ بتا سکتی ہو۔۔۔شاید کہ میں اِسے واپس کِھلکھلانے میں "

"کامیاب ہو جاؤں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اُن کے چہرے پر برقرار نرم سی مسکراہٹ کا کوئی مطلب نہیں نکال پائی تھی۔ مگر وہ اُن کی باریک بینی پر حیران ضرور ہوئی تھی۔

پہلی بار ملاقات ہونے پر کوئی ایسے سوال بھی پوچھتا ہے؟ اُس نے سوچا تھا۔

مگر وہ اتنی بے مروت بھی نہ تھی کہ کوئی جواب نہ دیتی۔ اُس نے کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے۔

میں۔۔۔۔مجھے بہت سی الجھنیں لاحق ہیں۔۔۔میں سمجھ نہیں پا رہی کہ میرا۔۔۔کہ "میرا دائمی سکون کیا ہے۔۔۔کس کے ساتھ ہے۔۔۔۔"

وہ اٹک اٹک کر بولتی اُنہیں اپنی الجھن بتانے کی کوشش کرنے لگی۔ زرنا اماں کی نرم مسکراہٹ ویسی ہی رہی۔

"تمہیں کیا لگتا ھے؟ تم دن کے کس لمحے میں سکون محسوس کرتی ہو؟"

سکون۔۔۔؟"اُس نے سوچنا چاہا۔ سکون کیا ہے؟ اطمینان۔۔۔کہ جو روح کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ اتاش کے ساتھ ہوتی تھی تو خوش رہتی تھی۔ وہ اُس کے ساتھ ہنستی تھی، باتیں کرتی تھی۔ دنیا کی ہر فکر سے آزاد۔

مگر کیا اِسے سکون کہتے ھیں؟ کیا خوش رھنا ہی سکون ہے؟ پتا نہیں۔ وہ فیصلہ نہیں کر پائی۔

لیکن سکون کا نام سنتے ہی اتاش کا نام ذہن میں آتا تھا۔

جب میں خوش ہوتی ھوں۔"اُس نے جواب دیا۔"

اور تم کب خوش ہوتی ھو؟"ایک اور سوال آیا۔"

جب میں۔۔۔اپنے دل کی باتیں کسی کے سامنے بیان کر سکوں۔۔۔اور وہ میری اُن باتوں کو سمجھ سکے، بغیر تمسخر اُڑائے۔"اُسکی نگاھیں آتش دان میں جلتی آگ پر جمی تھیں۔ جو اس وقت ایک مسیحا کا کام کر رھی تھی۔"

کیا تم اِس وقت سکون میں ہو؟"اُن کی میٹھی آواز ایک بار پھر سوال کی صورت اُسکے "کانوں میں پڑی۔

تبھی دروازہ کھلا اور مہک چائے لئے اندر داخل ہو گئی۔

علما نے اُن کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے مہک کی جانب دیکھا۔

وہ اُن کے قریب ہی چائے رکھتی خود بھی ایک گہرا سانس لئے وہیں آتش دان کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم ٹھیک ہو علما؟"

اُس نے پوچھا۔

ھاں۔"اُس نے ہلکے سے کہہ کر اثبات میں سر ہلایا۔"

www.novelsclubb.com

میں کافی پریشان ہو گئی تھی تمہارے لئے۔۔۔اگر زرنااماں نہ آئی ہوتیں تو شاید میں" تمہیں باہر گلیوں میں ڈھونڈنے نکل جاتی۔"اُس نے ایک نظر زرنااماں پر ڈالتے صاف گوئی سے کہا۔

نہیں میں جلد ہی واپس آجاتی لیکن بارش بہت زیادہ تیز ہونے کی وجہ سے راستے میں" رُک گئی۔"اُس نے ایک اور وضاحت دینے کی کوشش کی۔

لیکن تم گئی کہاں تھیں؟"مہک نے پوچھا اور پھر آگے بڑھ کر چائے زرنااماں کو تھمائی۔"

علما نے دیکھا اُن کے چہرے پر کتنا سکون تھا۔

میں گھر گئی تھی۔"علما نے مختصراً کہا۔مہک نے چائے کا کپ علما کو تھماتے ہوئے بغور اُسکا" چہرہ دیکھا۔اور شاید اُس نے اُس کا چہرہ پڑھ لیا تھا۔

تبھی اُس نے مزید کوئی سوال کرنے سے گریز کیا۔

کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ معذرت کرتی اُٹھ گئی۔زرنااماں بہت ہی نرم مزاج خاتون تھیں۔اُن کے ساتھ پہلی ملاقات اِس طرح سے ہو گی۔اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

کیا سوچتی ھوں گی وہ۔۔۔کتنی بدلحاظ ہوں میں۔"اُس نے کمرے سے باہر قدم رکھتے" یہی سوچا تھا۔

مگر شاید وہاں زیادہ دیر خاموش بیٹھے رھنے سے اُٹھ جانا ہی بہتر تھا۔"اُس نے پھر سے" سوچا۔اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

کمرے میں پہنچ کر اُس نے اپنا فون چیک کیا تھا۔وہاں اتاش کے پیغامات کی ایک لمبی فہرست اُسکی منتظر تھی۔

"کہاں ہو تم؟"

"تم ٹھیک تو ہو؟"

"تم گھر پر ہو علما؟"

"جواب تو دو۔۔۔مجھے فکر ہو رھی ھے۔"

"تمہارے بابا کو اکیلے ہی دیکھا تھا میں نے،وہ کتنی دیر وہیں بارش میں کھڑے رھے۔"

"لیکن تم کہاں ہو۔۔۔؟"

میسیج دیکھ کر جواب ضرور دینا۔"

اُسکا دل چاہا موبائل واپس بند کر کے کہیں پھینک دے۔ مگر پھر اُس نے ٹائپ کرنا شروع کیا۔

میں ٹھیک ہوں اتاش۔۔۔ مہک کے اپارٹمنٹ میں ہوں۔"اُس نے سینڈ کیا اور پھر" تکیہ گود میں لئے کتنی ہی دیر وہ پتا نہیں کیا سوچتی رہی۔

★★★★★

صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔اور اُسکی ہلکی ہلکی سی شعاعیں اپنا راستہ نکال رہی تھیں۔

اُس نے سفید دروازے والے گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ وہ سامنے صوفے پر کسی بیکار جانور کی طرح آڑا ترچھا ہو کر لیٹا ہوا دکھائی دیا۔

ارد گرد پھیلا سامان اُسے حقیقت میں جانور ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کئی شرٹس اُسکے ساتھ والے صوفے پر بے ترتیب سی پڑی تھیں۔ ساتھ ہی کچن سے کئی برتن باہر آنے کو اتاولے ہو رہے تھے۔

احمد کے چہرے پر ڈھیروں ناگواری اُبھری۔

اُسکا دل چاہا صوفے پر پڑے اِس جانور کو اُٹھا کر نیچے پٹخ دے۔

اور اگلے ہی لمحے وہ آگے بڑھا اور ایک جھٹکے سے اُسے گریبان سے پکڑ کر صوفے سے نیچے لا پٹخا۔

حسیب نے ایک کراہ کے ساتھ مندھی مندھی آنکھیں کھول کر اُس دراز قامت شخص کو دیکھا جو اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"احمد۔۔۔۔ تم؟"

حسیب کے ہوش ایک دم ہی اُڑے تھے۔ اُس نے تیزی سے اُٹھنے کی کوشش کی مگر وہ پہلے ہی اُس کے اوپر جھک چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ اُسے ایک بار پھر گریبان سے تھامے زمین کے ساتھ لگائے سرد نگاھوں سے دیکھ رہا تھا۔

حسیب کو اُس لمحے وہ اپنے دوست سے زیادہ دشمن ہی لگا تھا۔

کیا کر رہے ہو تم؟" حسیب کی دبی دبی سی آواز آئی۔"

دل تو کر رھا ہے کہ تمہاری اِن شرٹس کی طرح، پہلے تمہیں دھوؤں پھر نچوڑوں اور پھر " سے دھوؤں۔۔۔تاکہ جتنی بھی گندگی چمٹی ھے وہ دُھل جائے۔اور تمہاری اِس جانوروں والی کھال کے نیچے سے انسان نظر آئے۔"

وہ اُس کے اوپر جھکا بولا۔اور ساتھ ہی ایک مکا اُس کی ناک پر رسید کیا۔وہ یقیناً ایک زوردار مکا تھا۔

آہ۔۔۔" حسیب کی چیخ کسی بچے جیسی ہی تھی۔"

اِس کے لئے تو ایک بھی کافی ھوگا۔" احمد نے سوچا اور پھر ھاتھ جھاڑتا اُٹھ گیا۔"

تُو دوست ہے کہ دشمن؟ ایسے بھی بلاوجہ مارتا ہے کوئی؟" حسیب رونی صورت بنائے" ناک پر ہاتھ رکھے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

"بلاوجہ کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ یہ مکا تیری پھیلائی گئی اِس گندگی کے لئے ھے۔"

احمد کہتے کہتے آگے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ حسیب ابھی تک ناک کو مسلتا اُسے کوس رہا تھا۔

کہیں ہڈی وڈی نہ ٹوٹ گئی ھو۔" وہ بڑبڑایا اور کتنی ہی دیر ناک مسلتا رھا۔"

یہ اسلام آباد میں تیرا اپارٹمنٹ ہے؟ تُو کب سے اتنا امیر ہو گیا جابری؟" وہ اب کچن" سے ہی اُسے مخاطب کئے پوچھ رہا تھا

یہ میری پھیلائی گئی گندگی نہیں ہے۔ میرے ایک دوست کا اپارٹمنٹ ھے۔" وہ" بیزاری سے کہتا صوفے پر پڑی شرٹس اُٹھانے لگا۔ ناک کا درد البتہ ویسا ہی رھا۔

احمد کی ہنسی کی آواز اُسے اُس لمحے بے حد بری لگی تھی

"کچھ شرم کرلے۔۔۔دوست کو مار کر ایسے خوش ہو رھا ھے جیسے بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ھو۔"

"ویسے جابری تُو نے کب سے جانوروں کو دوست بنانا شروع کر دیا؟"

وہ ایک سیب ھاتھ میں لئے کچن سے باہر آچکا تھا۔اور اب دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھا بھی رھا تھا۔

جابری نے غصے سے پلٹ کر اُسے دیکھا۔

"جب سے پرندوں کے پر کُھلے ھیں وہ دھوکہ دے گئے۔۔۔اِسی لئے اب میں جانوروں کو ھی دوست بناتا ھوں کم از کم وہ اُڑ تو نہیں سکتے نا۔۔۔"

حسیب کی بات پر احمد نے اُسے داد دینے والے انداز میں دیکھا تھا۔

"مگر وہ ٹانگوں کے ذریعے بھاگ ضرور سکتے ھیں۔"اُس نے بغیر اثر لئے کہا اور ایک بار پھر لاپرواہی سے سیب کھانے لگا۔

حسیب ایک غصیلی نگاہ اُس پر ڈال کر شرٹس لئے اندر چلا گیا۔

جب تک وہ باہر آیا تو وہ صوفے پر لیٹنے کے سے انداز میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"اچھا پھر بھی بتاؤ نا جابری ______ ایسا کیا تھا اُس میں جو تم نے اُسے دوست بنا لیا؟"

احمد کے سوال پر جابری نے ایک سنجیدہ نگاہ اُس پر کی۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے۔۔۔ صبح ہی صبح شروع ہو گئے۔"

لو۔۔۔ ویسے کہتا ہے پاکستان آجاؤ۔۔۔ اب پاکستان آ کر شروع نہ ھوں تو اور کیا کروں۔" اُس نے کہہ کر گہرا سانس لیا۔ جیسے یہی ایک نوکری ہو کرنے کو۔

وہ اچھا انسان ہے۔۔۔ اُسے میری دوستی پسند ھے، وہ کہتا ہے کہ میں ایک سادہ دل انسان ہوں۔۔۔ اور یہ کہ مجھ جیسے دوست کم ہی کسی کو ملتے ھیں۔"

حسیب کی بات مکمل ھوئی ہی تھی کہ احمد نے سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

جس دن تم لوگوں کے تعریفی کلمات پر یقین کرنے لگو تو سمجھ لینا کہ تم جیسا گدھا اِس دنیا میں کہیں نہیں ھے۔"اُس نے سیب کا بچا ہوا بیجوں والا حصہ سامنے کھڑے حسیب کو دے مارا اور اُٹھ کر واپس کچن کی طرف بڑھ گیا۔

حسیب حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔

"مجھے کہتا ہے گندگی پھیلائی ہوئی ہے اور خود۔۔۔۔۔۔"

وہ دانت پیس کر رہ گیا اور پھر نیچے پڑا ہوا سیب کا وہ حصہ اُٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینکا۔

ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ وہ اُسکے پیچھے کھڑا مسکراتا ہوا نظر آیا۔

ڈرا دیا تم نے۔۔۔۔ پیچھے ہو۔"وہ ایک دم ہی چیخا تھا۔"

تم جیسے شخص سے یہی توقع تھی۔"وہ بڑبڑایا۔اور پھر سیدھا میز پر پڑے اُسکے لیپ ٹاپ" کی جانب بڑھ گیا۔

اب کیا کر رھے ھو تم؟"جابری اُسے لیپ ٹاپ کھولتے دیکھ کر اُس طرف بڑھا۔"

میں نے سوچا کہ تم مذاق والے آدمی نہیں ہو تو تم سے صرف کام نکلوانا ہی بہتر ہے۔ بلکہ "
اُس سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کبھی زندگی میں خدانخواستہ کبھی اتفاق ہوا ہے کسی کے کام آنے کا
؟"

وہ بے حد سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

حسیب کا رہا سہا ضبط بھی اب ختم ہونے والا تھا۔

ایک تو آتے ہی میری صبح بھی خراب کر دی اور پھر رعب بھی جھاڑ رہا ہے۔" حسیب "
نے خفگی سے سوچا۔

میں نے تمہاری صبح خراب نہیں کی۔ تمہیں فجر کے وقت اُٹھ جانا چاہئے تھا۔ تاکہ اِس "
سب کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔"

احمد نے لیپ ٹاپ پر نگاہیں جمائے کہا تو حسیب نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

خیر یہ پہلی بار تو نہیں ہوا تھا کہ اُس نے اُسکی سوچ پڑھ لی تھی۔

اب کام کی طرف آؤ۔۔۔۔مجھے اِس کیس کو جلد از جلد سالو کرنا ہے۔۔۔۔حسیب"

"جابر۔

وہ اُسکا پورا نام لے رہا تھا۔یہ صاف پیغام تھا کہ اب وہ بھی شرافت سے کام میں لگ

جائے۔ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔خیر چھوڑیں۔

حسیب نے اُس کے ساتھ ہی خاموشی سے بیٹھ جانے میں عافیت جانی۔

"احمد؟"

کچھ لمحے بعد حسیب بولا۔

"ھوں؟"

ہمارا وکٹم کون ہے؟"اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا۔"

احمد نے چہرہ گھما کر اُسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

کوئی ایک وکٹم نہیں ہے۔بہت سارے ھیں۔"اُسکا اتنا سا جواب اُسے مطمئن کرنے والا نہیں تھا۔

"کوئی تو خاص ہے احمد۔۔۔۔جو تم مجھ سے چھپا رھے ھو۔کچھ تو ہے ایسا۔جو میری نظروں سے اوجھل ہے۔اِسی لئے شاید میں اس کیس پر توجہ نہیں دے پا رھا جو تمہارے لئے اتنا ضروری ہوتا جا رھا ھے۔"وہ بس سوچ ہی سکا۔

"دیکھو میری بات سنو_____جس شخص کے بارے میں ہماری ریسرچ ہے وہ ایک قاتل اور مجرم ہے۔اُس کے جرائم لا محدود ھیں اور ان کی رسائی ایک شخص تک نہیں ہے۔تم مجھے حسن علی خان کی پروفائل دکھاؤ۔"

اُس نے روانی سے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ اُسکی جانب بڑھا دیا۔

حسیب ایک نظر اُسے سنجیدگی سے دیکھ کر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک بزنس مین ہے۔لوگوں کی نظر میں ایک کامیاب اور سیدھا سادہ بزنس مین۔"
جسے اپنے بزنس کے علاوہ کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں۔"حسیب انگلیاں پیڈ پر گھماتا کہہ رہا تھا۔

"اور حقیقت میں۔۔۔؟"

اُسکی حقیقیت اُتنی ہی بھیانک ہے جتنی سیدھی لوگوں کی سوچ۔ہاں وہ واقعی میری بھی "
سوچ سے زیادہ لالچی انسان ہے۔اُسے پیسے سے محبت ہے۔پیسہ اُس کے لئے زندگی سے بھی
"بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے۔یہ دیکھو۔۔۔۔

حسیب نے لیپ ٹاپ کی اسکرین احمد کے سامنے کی۔

احمد نے ذرا آگے جھک کر اپنی زیرک نگاھیں ذرا چھوٹی کر کے اسکرین کو دیکھا۔

وہاں حسن علی خان کی آئی ڈی دکھائی دے رہی تھی۔اور نیچے اُسکے بارے میں تمام تر خفیہ انفارمیشن درج تھی۔

www.novelsclubb.com

اِس خفیہ انفارمیشن تک رسائی کا طریقہ حسیب کو احمد ہی نے دیا تھا۔کیسے ؟اور کس کے ذریعے ؟یہ حسیب بھی نہیں جانتا تھا۔

"یہ شخص آج تک کتنی ہی تعداد میں پیشہ ورانہ جرائم کا حصہ رہا ھے۔مگر یہ محض ایک پرزہ ہے۔۔۔ایک کٹھ پتلی۔۔۔پیسہ بھی انسان سے کیا کیا کرواتا ہے۔"

وہ احمد کو تمام انفارمیشن اسکرول کرتے ہوئے دیکھ کر بڑبڑایا۔

"یہ ایک غیر قانونی جرائم ایجنسی ھے جس کے ساتھ حسن علی خان منسلک ھے۔اِس ایجنسی میں اُن لوگوں کے نام آتے ھیں جن کا معاشرے میں بڑا نام ھے۔ایک پہچان ہے۔ ایسے لوگ کسی کی جان لینے سے یا کسی کی عزت تباہ کرنے سے نہیں ڈرتے۔انہیں اپنا آپ ہائیڈ کرنا آتا ھے۔اور یہ مضبوط ہوتے ھیں۔پیسے کی بنا پر مضبوط۔"

احمد کا انداز ٹھنڈا تھا۔

"اور جانتے ہو اِس خفیہ ایجنسی نے اب تک کیا کیا ہے ؟یہ لڑکیوں کو بیچتے ھیں،اور جن کو فروخت کیا جاتا ہے وہ اُنہیں یا تو زندہ جلا دیتے ھیں یا پھر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتے

ھیں۔دوسرا بڑا جرم یہ کہ ملک میں کسی بھی جگہ کسی بھی شخص کو کسی بھی وقت گولی سے اُڑانا اِن لوگوں کے ذمے لگایا جاتا ھے۔اِس کام میں کوتاہی کی سزا موت ھوتی ھے۔"

وہ اُسے چند خوفناک حقائق سے آگاہ کر رھا تھا۔جبکہ حسیب کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔اُس نے بمشکل ہی اپنا سانس بحال رکھا۔

"وہ۔۔۔ہمارا ملک۔ھے جابری۔ہمارا معاشرہ ھے وکٹم۔۔۔اور تم کہتے ہو کہ وکٹم کون ملک جس کی حفاظت کی خاطر لوگ مر جاتے ھیں۔وہ نہیں جانتے کہ اُن کے مرنے سے ملک محفوظ نہیں ہوگا۔ملک محفوظ ہوگا اُن کے مرنے سے جو اِس ملک کے دشمن ھیں۔جب تک دشمن زندہ رھے تب تک خطرہ باقی رھتا ھے۔"

www.novelsclubb.com

احمد کی اوپر نیچے ہوتی نظریں اچانک ہی لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ٹھہر گئیں۔

وہاں کچھ غیر معمولی تھا۔

ایجنسی سے منسلک افراد کے ناموں میں سے ایک نام سے وہ واقف تھا۔

"شاہ ویز جعفری۔"

احمد نے زیرِلب وہ نام لیا۔اور اگلے ہی پل اُس کی رگیں تن گئیں۔اُس نے ھاتھ کی اُنگلیوں سے پیشانی کو مسلا۔

حسیب کے چہرے پر حیرت ظاہر تھی۔

"شاہ ویز جعفری۔"

احمد نے زیرِلب وہ نام لیا۔اور اگلے ہی پل اُس کی رگیں تن گئیں۔اُس نے ھاتھ کی انگلیوں سے پیشانی کو مسلا۔

حسیب کے چہرے پر حیرت ظاہر تھی۔

"تم اِس شخص کو جانتے ہو حسیب؟"

بہت اچھے سے۔سلطان انکل کا جگری دوست۔سیاہ آنکھوں والا سانپ۔"حسیب نے" دانت پیس کر کہا۔

دھوکے باز۔۔۔اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ سلطان چچا اِس کے کرتوتوں سے بے خبر ہوں؟" احمد نے دماغ پر زور ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ کوئی واقعہ۔۔۔ کوئی نشان۔۔۔ کچھ یاد آ جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے اُٹھا اور گھڑی پر وقت دیکھتا روانی سے چلتا اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔

"شاہ ویز جعفری کا سارا ڈیٹا چاہئے مجھے۔۔۔ جلد از جلد۔" اور جاتے جاتے ایک اور حکم صادر کر گیا تھا۔

حسیب کے چہرے پر پریشانی پھیلی تھی۔ یہ کیس اتنا آسان نہیں تھا جتنا اُس نے سوچا تھا۔ بہت سے الجھاؤ تھے اس میں۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ابھی تو یہ اُن کا پہلا قدم تھا۔ آگے کیا ہونے والا تھا۔۔۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ سوائے اُس ایک پلانر کے۔

مگر احمد۔۔۔ وہ کہاں جا رہا تھا؟ حسیب کو ایک جھٹکا لگا۔

★★★★★

اسلام آباد سے لاہور تک کا سفر طے کر کے وہ سلطان چچا کے گھر اُن سے ملنے آیا تھا۔

جانتا تھا کہ بغیر بتائے پاکستان آنے پر سوالات ہوں گے۔ مگر جو اُس کے ذہن میں چل رہا تھا اُسکے لئے اُن سے ملنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔

اُس وقت وہ اُن کے سامنے براجمان تھا۔

وہ اُس سے اپنے مطلب کے سوال کر چکے تو احمد نے اپنے سوالوں کا سلسلہ شروع کیا

"شاہ ویز جعفری۔۔۔؟ یاد ہے آپکو؟"

سلطان چوہدری نے اُسے بغور دیکھا۔ اپنی بڑی بڑی سیاہ مونچھوں کو تاؤ دیا۔ یہ چوہدریوں کا ایک اسٹائل ہوتا ہے۔ بات سے پہلے، بات کے بعد اور بات کے دوران بھی مونچھوں کو تاؤ دیتے رہنا۔ بہر کیف۔۔۔

"دوست ہے میرا، کیوں یاد نہیں ہو گا۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

دوست ہے تو اُسکے کارنامے بھی معلوم ہوں گے۔ وہ کون ہے، کہاں کام کرتا ہے اور کیا"
"کام کرتا ہے۔ اُسکے کام کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو گا آپ کو۔

احمد نے اپنے لہجے کی سختی کو چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

سلطان چوہدری بہت دیر تک خاموش رہے۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں چچا۔"

اُس نے ایک بار پھر تحمل سے جواب مانگا۔

وہ میرا دوست تھا تو اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مجھے اپنے سارے راز بھی بتائے گا۔"
ہاں ایک دو بار مجھے اُس پر شک ضرور ہوا تھا جس کے بعد اُس نے رابطے کم کر دیے، میں اُسکے
"کام کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔

اُنہوں نے صاف صاف بتایا۔

تو آپ کو اُس پر کیسے شک ہوا؟"اس لمحے سلطان چوہدری کو خود سے زیادہ تو احمد پر" پولیس آفیسر کا گمان ہو رہا تھا۔

تم مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ تمہارا اِس سب سے کیا لینا۔۔اور تمہیں شاہ" "ویز میں اِتنی دلچسپی کیوں ہو رہی ہے؟

وہ کچھ بھی کہنے سے پہلے اُس کا مقصد دریافت کرنے لگے۔

کیونکہ وہ شخص گناہوں کی دلدل میں پھنستا جا رہا ہے۔اُس کا تعلق ایک جرائم ایجنسی" سے ہے۔اور وہ شخص آپ کا دوست ہے۔اِس لئے مجھے اُس کے بارے میں وہ سب کچھ جاننا ہے جو آپ جانتے ہیں۔اور آپ کو میری مدد کرنی ہی ہو گی۔اگر آپ اپنے کیے کا ازالہ چاہتے "ہیں تو آپ کو میرا ساتھ دینا ہی ہو گا۔

اُس نے اپنی نگاھیں اُن کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے اُنہیں اعتماد میں لے لیا تھا۔

اپنے اگلے اقدام کا ایک چارٹ سا اُسکے ذہن میں بن رہا تھا۔

★★★★★

معیز سے منگنی والی رات۔۔۔۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تو پورا گھر سناٹے کی زد میں دکھائی دیا۔ہلکا اندھیرا چاروں اور پھیلا تھا۔

بند کمرے، تنگ راہداریاں، بت بنے ستون، وہ بے دھیانی میں چلتی اسٹڈی کی طرف جا رہی تھی۔

اسٹڈی میں قدم رکھتے ہی لگا جیسے کسی نے پاؤں جکڑ لیے ہوں۔وہ آگے بڑھی۔اُسے بابا سے بات کرنی تھی۔

کیا بات کرنی تھی؟ہاں یہی کہ وہ معیز سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔اُس نے دو سال پہلے اُن کے فیصلے کا احترام کیا تھا۔اور شاید وہ اپنی بات میں سچے بھی ہوں۔لیکن اِس بار وہ اُن کے فیصلے پر سر نہیں جھکا سکتی۔ایک آخری بار درخواست کرنی تھی اُن سے کہ اِس بار اُس کا کہا مانا جائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس وقت وہ یہیں پر ہوتے تھے۔ مگر اسٹڈی میں چاروں اور نظریں گھماتے ہوئے آج وہ
اُسے وہاں دکھائی نہیں دیے تھے۔

وہ من میں تہیہ کر کے آئی تمام منتیں بھول گئی۔اُس نے اسٹڈی میں رکھی گئی کتابوں پر نظر
کی تو حُسن کی تاثیر کا مفہوم سمجھ میں آگیا۔

"کتابوں میں زندگی گزارتے ہیں، کتابیں کہاں چالباز ہوتی ہیں۔"

اُس نے اداسی سے سوچا۔

اُس نے آگے بڑھ کر لٹریچر والے خانوں میں سے ایک کتاب نکال کر دیکھنا چاہی۔

اِس سے پہلے کہ وہ اُس کتاب کا ٹائٹل پڑھ پاتی، اسٹڈی کے دوسرے کونے سے کوئی آواز
اُسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

ایک لمحے کو وہ چونکی۔ پھر آہستگی سے کتاب واپس رکھتے ہوئے اُس طرف بڑھی۔

کون ہے؟ کوئی ہے کیا؟"اُسکے پوچھتے ہی ایک اور کھنکھناتی ہوئی آواز آئی۔ سفیرہ تیزی" سے آواز کے تعاقب میں بڑھی۔

باہر لان کی جانب کھلتی کھڑکی کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا۔غالباً کوئی ابھی ابھی یہاں سے باہر نکلا تھا۔اُسکا دل دھڑکا۔ مگر آج وہ خوف سے کانپی نہیں تھی۔ وہ محتاط انداز میں چلتی کھڑکی کے قریب پہنچی۔

اُسے محسوس ہوا جیسے کوئی ابھی بھی یہیں پر ہو۔

اُس نے کچھ کہنا چاہا مگر ہونٹ لرز گئے۔اُسے کھڑکی کے باہر ایک ہیولا سا دکھائی دیا۔ پھر اُس نے تمام تر ہمت مجتمع کی۔

جب۔۔۔ کہیں چوری کے لئے جاتے ہیں تو۔۔۔ ہتھیار ساتھ رکھتے ہیں۔۔۔ مجھ" "جیسی لڑکی کو تو ویسے ہی ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے۔۔۔اور تم بھاگ رہے ہو۔۔۔۔

اُس نے اپنی آواز کو مضبوط رکھنے کی کوشش کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے کھڑکی کے باہر ہی ھے۔

اگلے ہی لمحے ایک تیز دھار خنجر کھڑکی کے کھلے ہوئے پٹ سے ظاہر ہوا۔ سفیرہ کا سانس جیسے حلق میں اٹک گیا۔

ہتھیاروں کی کمی نہیں ہے میڈم۔۔۔ مگر خواتین پر ہاتھ یا ہتھیار دونوں کا استعمال" "میری سرشت میں شامل نہیں۔

کھڑکی کے باہر سے آئی ٹھنڈی آواز کسی مرد کی تھی۔ وہ اِس آواز کو نہیں پہچانتی تھی۔ اُس شخص نے کہہ کر فوراً خنجر پیچھے کر لیا اور شاید اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

سفیرہ کچھ لمحے بت بنی وہاں کھڑی رہی۔ اور پھر اُس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ہر چیز سناٹے میں تھی۔ اُس نے ایک گہرا سانس لیا۔

وہ کون تھا؟ وہ کون ہو سکتا تھا۔۔۔ اور وہ یہاں کیا لینے آیا تھا؟

وہ واپس پلٹی ہی تھی کہ ٹیبل پر پڑے پیپرز اُسکی نظروں میں آ گئے۔

دراز آدھا کھلا ہوا تھا اور میز پر کچھ پیپرز فائل سے نکل کر بے ترتیب سے پڑے تھے۔ شاید وہ جو کوئی بھی تھا وہ بہت تیزی میں تھا کہ کاغذات بھی واپس نہیں رکھے۔ تو وہ لینے کیا آیا ہو گا؟

www.novelsclubb.com

سفیرہ نے آگے بڑھ کر اُن پیپرز کو دیکھا۔پہلے تو اُسے کچھ بھی سمجھائی نہ دیا مگر پھر غور کرنے پر کئی حقیقتوں سے پردے اُٹھے۔وہ رپورٹس حسن علی خان کے تمام سیاہ سے سیاہ رازوں کو آشکار کر رہیں تھیں۔

حسن علی خان اصل میں کون تھا۔۔۔اُسکے تعلقات کن لوگوں کے ساتھ تھے،اُس کی کمپنی کن کن غیر قانونی جرائم کا حصہ رہی ہے۔کس جرم میں اُسکا کتنا حصہ رہا ہے۔اور کون کون اِس سب میں ملوث تھا۔اپنے باپ کا سارا نامۂ اعمال وہ اپنے ھاتھوں میں لئے گنگ سی کھڑی تھی۔

ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔بے یقینی جب ہر طرف سے گھیر لیتی ہے تو آنکھیں پتھرا جایا کرتی ہیں۔وہ بھی پتھرائی آنکھوں اور خشک ہونٹوں سے اُن رپورٹس کو دیکھ رہی تھی جو اِس بات کا ثبوت تھیں کہ حسن علی خان ایک مجرم ہے۔

سفیرہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔وہ غمگیں تھی،اِس بات پر کہ جس شخص کو اُس نے سوائے اپنے کام کے اور کسی چیز کے ساتھ مخلص نہیں پایا تھا اُس شخص کا کام بھی غیر قانونی تھا۔

ٹھیک ہی سنا تھا۔۔۔ جس شخص کی وجہ سے ہم اپنی زندگی تباہ کرتے ہیں وہ شخص کبھی ”
“ بھی اِس قابل نہیں ہوتا کہ اُسکی خاطر خود کو برباد کر لیا جائے۔

اُسے اپنے دل پر کاری وار محسوس ہوا تھا۔

اُسی لمحے اسٹڈی کا دروازہ پورا کھلنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی تیز تیز قدم اُٹھاتا اُس طرف آ رہا تھا مگر وہ تو جیسے پتھر کی ہو چکی تھی۔

وہ ہلی تک نہیں۔ حتیٰ کہ کسی کا ہاتھ اُسکے کندھے سے ٹکرایا اور وہ اُس جانب مڑی۔ بے یقین نگاھیں اپنے سامنے کھڑے اُس شخص پر پڑیں جسے وہ باپ کہتی تھی۔

اُسکے باپ کا چہرہ تمتمارہا تھا۔ اور اُسکی غصیلی نگاھیں سفیرہ کے چہرے سے ہو کر اُسکے ہاتھ میں موجود پیپرز تک پڑیں۔

اور اُسے وہ چہرہ ایک پل میں ہی مکروہ دکھائی دینے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ اور کس نے اجازت دی تمہیں اِس طرف قدم بھی رکھنے کی؟"
طیش سے بھرپور آواز اُسکی سماعت سے ٹکرائی۔ اور اگلے ہی لمحے وہ پیپرز اُس سے بے دردی سے چھین لئے گئے تھے۔

سفیرہ نے اُس لمحے شدت سے یہ خواہش کی تھی کہ کاش یہ شخص اُسکا باپ نہ ہوتا۔۔ اور وہ اُسکی بیٹی نہ ہوتی۔

یہی تو دکھ ہے کہ آج تک کبھی کسی نے اجازت ہی نہیں دی۔ نہ ظالموں کے خلاف "بولنے کی اور نہ ہی حق کے لئے آواز اُٹھانے کی۔۔۔ کبھی اجازت ہی نہیں ملی۔"

سفیرہ کی نگاھیں گلابی پڑ گئیں تھیں۔ لہجہ شکست خوردہ تھا۔

تو تمہیں علم ہو ہی گیا اپنے باپ کی اصلیت کا۔۔۔ مگر مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اِس سے" کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو، تم نے ہمیشہ اپنے باپ کو غلط ہی سمجھا ہے تب بھی جب تمہیں کچھ معلوم نہیں تھا میں تمہارے لئے ایک ظالم باپ ہی تھا۔" اُن کی شیطانی نگاھیں سفیرہ کے چہرے پر جمی تھیں۔

پھر وہ نگاھیں اپنے ھاتھ میں موجود پیپر ز پر پڑیں۔اُنہیں کھول کر دیکھتے ہوئے حسن علی خان کے ماتھے پر بل آئے۔

یہ تو کاپی ہے۔اصلی کاغذات کہاں ہیں ؟"وہ بوکھلاہٹ میں بولے اور پھر اُسے سختی سے" پیچھے ہٹاتے تیزی سے دراز چیک کرنے لگے۔

ایک سے دوسرا دراز کھولا مگر اصلی کاغذات نہیں ملے۔

سفیرہ کو اُس وقت سمجھ آئی تھی کہ آخر وہ شخص کیا لینے کے لئے آیا تھا۔

وہ ضرور حسن علی خان کا کوئی دشمن تھا جو اُسکے خلاف ثبوت لینے کے لئے آیا تھا۔اصلی کاغذات لے گیا مگر کاپیز وہیں چھوڑ دیں۔کس لئے؟وہ کاپیز بھی ساتھ لے جا سکتا تھا۔۔۔

اصلی کاغذات کہاں ھیں ؟"وہ اُس پر اِس قدر اونچی آواز میں چلائے کہ وہ کانپ کر رہ" گئی۔

میں نہیں جانتی۔"اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔"

تو کون جانتا ہے؟ یہاں تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔۔۔ پھر اچانک سے کیسے غائب ہو گئے پیپرز؟" وہ ایک بار پھر غصے میں چلائے تھے۔

سفیرہ کو اُنہیں اِس قدر غصے میں دیکھ کر ترس آیا تھا۔انسان بھی کیسی پاگل مخلوق ہے، جو چیز چلی گئی ہے اُس کے لئے غصہ کرتا ہے اور جو ہاتھ میں ہے اُسکی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں۔

"اگر اتنا ہی ڈر ہے پکڑے جانے کا تو ایسے کام ہی کیوں کرتے ہیں جو آپکو مجرم ثابت کریں لے گیا ہو گا کوئی چرا کر، اور اب آپ دیکھئے کہ کتنے دن تک آزاد رہتے ہیں آپ۔۔۔؟"

وہ نفرت آمیز لہجے میں کہہ کر پلٹ آئی۔شاید زندگی میں اتنی نفرت اُسے کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی اُس وقت حسن علی خان کے وجود سے ہوئی تھی۔

وہ اُسکا باپ۔۔۔اُسکا غرور اور اُسکا مان نہیں بن سکا تھا۔باپ تو وہ ہے جو ایک اشارے سے اولاد کا ہر دکھ مٹا دیتا ہے۔۔۔اُس کی ہر خواہش کو پورا کر دیتا ہے۔وہ کیسا باپ تھا جس کی اپنی خواہشات اولاد سے بڑھ کر تھیں۔

وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے حیدر بھائی کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

اور بیڈ پر اوندھے منہ لیٹے وہ کتنی ہی دیر روتی رہی تھی۔ یہ آنسو اپنی خواہشات کے قتل ہونے پر نہیں بہا رہی تھی وہ۔

یہ آنسو تو ایک شکوے کی طرح تھے۔ اُسے اللہ سے ایک ہی شکوہ تھا اور وہ یہ کہ اُسے کیوں اِن دو لوگوں کی بیٹی بنایا گیا ہے۔

"اے رحمٰن۔۔۔ تُو مجھے یتیم پیدا کر دیتا تو کم از کم میں اپنے والدین کو برا تو نہ سوچتی۔"

وہ جس کی زبان پر کبھی شکوہ نہیں آیا تھا وہ آج بہت اذیت میں اللہ سے شکوہ کر رہی تھی۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا۔ مگر وہ اِس سے بے خبر ہے۔

★★★★★

اللہ کسی نفس کو اُسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔"(القرآن)"

یہ اللہ کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کو اُسکی برداشت سے باہر کی اذیت نہیں دے سکتا۔۔۔ ایسی تکلیف جو وہ برداشت نہ کر سکے۔"

وہ درخت کے نیچے بیٹھی ریور کیم کے بہتے پانی کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔اُس کے ساتھ علما تھی جس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

گویا وہ اپنے بندے کو تکلیف تو دیتا ہی ہے۔" علما نے کہا تو مہک نے پانی سے نظریں ہٹا کر" اُسکا چہرہ تکا۔

"اُسکے پیچھے بھی حکمت ہے۔"

"کیسی حکمت ؟"

"وہ دیکھنا چاھتا ہے کہ کیا تکلیف میں انسان صبر و شکر سے کام لیتا ہے یا شکوے سے ؟"

تو کیا وہ اپنے بندے کے دل کے راز نہیں جانتا؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اُس کا بندہ تکلیف پر" کیا ردِ عمل دے گا؟" مخالف نفس نے ہمیشہ والا سوال کیا۔

وہ سب کچھ جانتا ہے۔وہ بس تمہیں دکھانا چاھتا ہے کہ تم نے اس تکلیف پر کیسا ردِ عمل" دیا تھا۔وہ تمہیں گواہ بنانا چاھتا ہے تاکہ تم بعد میں مکر نہ سکو۔"

مہک نے سکون سے کہا۔ تو علما کچھ دیر تک کچھ بھی بول نہ پائی۔

تو کیا انسان کا ردِ عمل ہی سب کچھ ہے؟"اُس نے اب مخالفت چھوڑ کر عام لہجے میں"

پوچھا۔

ردِ عمل نہیں۔۔۔ عمل، انسان کا عمل سب کچھ تو نہیں لیکن بہت کچھ ہے۔"مہک نے"

تصیحح کی۔

کیا اہمیت ہے عمل کی؟"وہ جاننا چاہتی تھی۔"

عمل کی اتنی اہمیت ہے کہ قرآن میں ہر جگہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال"

کرنے کی تلقین ہے۔ ایک مکمل مسلمان عمل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ بغیر عمل کے مسلمانی کا

دعویٰ کرنے والے لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا ہوتا۔

اللہ فرماتا ہے،

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ۳۸

ترجمہ: "کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔" (النجم آیت ۳۸)

ہر شخص کا عمل ہی قیامت کے دن اُس کے ساتھ جائے گا علما۔ یہ دنیا کا سر و سامان اور ہماری بے جا خواہشات دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ ہمیں نہیں علم کہ کب ہمیں موت آ جائے۔ تو پھر یہ جو ہم کرتے ہیں یہی ہماری زندگی کا حاصل ہو گا۔

پھر فرمایا۔

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۙ﴿۳۹﴾

اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔ (النجم آیت "
۳۹)

اور اگلی آیت ہے کہ۔۔۔۔

وَاَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ۪﴿۴۰﴾

اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔" (النجم آیت ۴۰)"

اللہ کبھی بھی کوشش ضائع نہیں کیا کرتا علما۔وہ تو اتنا رحیم ہے کہ اُسکے رحم کا اندازہ اگر ہمیں ہو جائے تو ہمارا دل اُسکی محبت میں ہی پھٹ جائے۔

ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔"(النجم آیت ۴۱)"

کیا وہ اپنے بندے کے ساتھ ناانصافی کر سکتا ہے؟ وہ اجر جس کا حقدار اُسکا بندہ ہوتا ہے وہ اُسے ضرور عطا کرتا ہے۔"

مہک کی نرم آواز دل میں اترنے والی محسوس ہو رہی تھی۔

اُسکی آنکھیں نم ہوتی جارہیں تھیں۔ مگر آواز ویسی ہی رہی۔ پُرسکون۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اپنی ہی باتوں میں کھوئی جارہی ہے۔

انسان کو اندازہ نہیں ہوتا علما اور اسکے عمل سیاہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے تو یہ اُسکی خوش نصیبی ہوتی ہے۔ اور نہ پلٹنے والوں کو آخرت کے دن سب معلوم ہو جائے گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیامت آئے گی تو انسان کا ہر عمل زندہ ہو کر اُسکے مقابل آ کھڑا ہو گا۔ تب نیک عمل کرنے والوں کی تو زندگی سنور جائے گی مگر وہ جن کے اعمال اُن کے نفس کے تابع تھے وہ روئیں گے۔

اللہ نے اپنی آیتوں میں صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

اِنَّآ اَنۡذَرۡنٰکُمۡ عَذَابًا قَرِیۡبًا ۚ یَّوۡمَ یَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ یَدٰہُ وَ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا

ہم نے تمہیں عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا (اور چوکنا کر دیا) ہے۔ جس دن "انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی کو دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔"

(النبا آیت ۴۰)

"اور دیکھو تو کہ انسان پھر بھی خوفزدہ نہیں ہوتا اپنے رب کے عذاب سے۔"

مہک کی آواز افسردگی میں ڈھل گئی۔ ریور کیم کے پانی میں سکوت چھا چکا تھا۔ علما کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں نا کہ کوئی ایک آیت ہی اُن کے دل پر اثر کر جاتی ہے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ اُن کے سامنے بہت ساری آیات پڑھی جاتی ہیں اور انتظار کرنا پڑتا ہے کہ وہ جانے کب کس لمحے پلٹیں گے۔ وہ کون سی آیت ہو گی کہ جو اُن کے دلوں کو موم کر دے گی۔

مہک بھی انتظار کی اِسی کشتی پر سوار تھی۔

جانے کب اُسے منزل کی روشنی دکھائی دے گی۔چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔

"مہک۔۔۔۔۔"

کچھ دیر بعد علما نے اُسے پکارا تو وہ کیمبرج میں واپس لوٹ آئی۔

"تم اللہ سے بات کر سکتی ہو؟"

اُسکا سوال توقع کے برعکس تھا۔

"ھاں۔"

"وہ تمہیں سن سکتا ہے؟"

"ھاں وہ سنتا ہے۔"

وہ تمہیں جواب بھی دیتا ہے؟" علما کے چہرے پر بے چینی تھی۔"

www.novelsclubb.com

وہ مجھے جواب دیتا ہے علما۔۔۔تب بھی جب سوال میری زبان پر نہیں آرہا"

"ہوتا۔۔۔وہ تب بھی میرے سامنے کئی جواب رکھ دیتا ہے۔

مہک کی نم آنکھیں چمک رہی تھیں۔ علما نے خاموش نگاھوں سے اُس رب کی دیوانی کو دیکھا۔ پھر اسکے خشک ہوتے لب کچھ کہنے کے لئے آہستگی سے کُھلے۔

تو اپنے رب سے ایک سفارش کرنا' کہنا کہ۔۔۔۔وہ مجھے اتنا نہ آزمائے کہ میں واپس"

"بھی نہ پلٹ سکوں۔

اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کہہ کر اُٹھ گئی۔ مہک نے اُسے دور جاتے ہوئے اور پھر نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھا۔

دل نے بڑی شدت سے کوئی التجا کی تھی۔

اور اللہ سچے دلوں کی دعا تو بہت جلد قبول کر لیتا ہے نا؟

★★★★★

سر سبز گھاس کے اوپر کئی رنگوں کے پھول ایک قطار میں لگے تھے۔

بہار ہر جانب اپنے آنے کے پیغامات پہنچا رہی تھی۔

مگر اِس بہار کی آمد کا اثر بے چین دِلوں پر اتنا سا ہوتا ہے کہ اُنہیں مزید بے چین کر دیتا ہے۔

راحتِ جاں تو مگر بہاروں کی محتاج نہیں

تیرے آنے کی خبر مل جائے، بس بہت ہے

قدم تھے کہ تھمنے کے نہیں تھے۔وہ باغیچے میں یہاں سے وہاں ٹہل رہی تھی۔

اُس کے پیچھے مہیرہ نے بھی باغیچے میں قدم رکھا تھا۔یہ حصہ حیدر کے ٹیرس سے نیچے دکھائی دیتا تھا۔

تم کب واپس نارمل ہو جاؤ گی سفیرہ؟"اُسے اپنے عقب سے مہیرہ کی افسردہ سی آواز" سنائی دی تو وہ اُس جانب پلٹی۔

اُس نے بس سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ تمہاری ایک عدد بہن بھی ہے جو ہر وقت ہر لمحے تمہارے ساتھ کھڑے رہنے کو تیار ہے۔۔۔ تم نے تو مجھے بھی اُنہی لوگوں کی لسٹ میں پھینک دیا ہے جن سے تم بات کرنا بھی نہیں چاہتی۔"

اتنے دنوں سے وہ دیکھ رہی تھی۔ سفیرہ پہلے اُس سے جو باتیں کہا کرتی تھی اب وہ بھی نہیں کہتی تھی۔اور اب تو وہ اپنے کمرے میں سونے کے بجائے حیدر کے کمرے میں سوتی تھی۔

اُس نے دیکھا سفیرہ کے چہرے پر بہت تھکن تھی اور شاید افسوس بھی۔

"ایسی بات نہیں ماہی۔۔۔۔۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ ہم دور ہو رہی ھیں؟"

اُس نے سفیرہ کی بات کاٹی۔

"تم جانتی ہو کہ میری زندگی کتنی مشکل ہوتی جا رہی ہے۔مجھے کسی پر بھروسا نہیں رہا ماہی۔۔۔ تم جانتی ہو بابا ایک غیر قانونی ایجنسی سے منسوب ہیں، کئی جرائم میں اُن کا بڑا ہاتھ ہے۔۔۔۔بہت سے شیطانی اعمال میں شریک رہے ہیں وہ۔۔۔۔ کس لئے؟ صرف پیسے کے

لئے۔۔۔اور مجھے آج سمجھ آ رہی ہے کہ حیدر بھائی اُن کے کہنے پر شادی کیوں نہیں کر رہے تھے۔وہ وہاں بھی سودے بازی کر رہے تھے ماہی۔اور حیدر بھائی کو یہ منظور نہیں تھا۔اُنہوں نے اپنے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھانا زیادہ مناسب سمجھا۔

"کیا والدین ایسے ہوتے ہیں؟

سفیرہ نے نم آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ماہی نے اُسے بہت باریوں تکلیف سے چُور ہوتے دیکھا تھا۔

تم پہلے تو ایسی نہیں تھی سفیرہ_____تم تو بہت صبر والی بہت بہادر تھی۔ہم دونوں تو" مل کر ہر تکلیف کا مقابلہ کر لیا کرتی تھیں۔۔۔پھر اب کیا ہو گیا۔تکلیفوں کی زیادتی تو سہنے کا ہنر "سکھاتی ہے،پھر ہم کیوں اِنہیں خود پر حاوی ہونے دے رہے ہیں؟

ماہی نے اسکے ھاتھ اپنے ھاتھوں میں لے لئے۔

کبھی کبھار انسان چاہ کر بھی خود کو واپس پہلے جیسا نہیں بنا سکتا ماہی_____یا تو حالات" "اجازت نہیں دیتے یا پھر لوگ۔

تمہیں نہیں لگتا کہ ہماری زندگی حد سے زیادہ ہی لوگوں پر منحصر کرتی ہے؟ ہم نے اگر" کچھ کرنا ہے تو لوگوں کی وجہ سے، ہم نے اگر کچھ نہیں کرنا تو لوگوں کی وجہ سے۔۔۔ کیا ہم پر "ہمارا اپنا بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟

ماہی نے تنگ آکر کہا۔

یہ بات تم اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں پوچھتی؟ اُنہوں نے کبھی ہمیں کوئی حق دیا بھی" "ہے؟

سفیرہ نے ضبط سے کہا۔

ہم کب تک ہر بات کا ذمہ دار اُنہیں ٹھہرا کر خود پر ظلم ہونے دیں گی؟ وہ اگر ذمہ دار ہیں" تو اُنہیں اِس بات کا احساس بھی ہونا چاہیے۔ وہ تمہاری شادی معیز سے کر رہے ہیں اور میں یہ "ہونے نہیں دوں گی۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔۔۔۔

مہیرہ نے سختی سے کہا۔

"تم کچھ نہیں کرو گی ماہی۔۔۔۔ یہ جنگ تمہاری نہیں ہے۔"

لیکن مجھ جیسی ہی کی ہے۔"وہ دو بدو بولی تو سفیرہ خاموش ہو گئی۔"

"کل معیز آرہا ہے تمہیں آفس لے جانے کو۔ تم جاؤ گی اُس کے ساتھ؟"

ماہی نے اُسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

معیز کا کام تو لاہور میں ہے نا؟ وہ وہاں لے کر جائے گا مجھے؟" سفیرہ نے ماتھے پر بل" ڈالے پوچھا۔

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا۔

اگر تم کہو تو میں کچھ ایسا کر سکتی ہوں کہ وہ تمہیں نہ لے کر جائے۔ ہمیں اِس رشتے کو" ہونے سے روکنا ہے سفیرہ، تمہیں اپنی زندگی برباد نہیں کرنی ہے۔ تمہارے اوپر اگر کسی کا حق "ہے تو وہ ایک ہی شخص ہے اور وہ کون ہے یہ تم جانتی ہو۔

سفیرہ کی آنکھوں میں تکلیف اتر آئی۔

"وہ تو مجھے دیکھنا بھی نہیں چاھتا ہو گا۔۔۔"

اُس نے محض سوچا۔

"تم اِس رشتے کی فکر مت کرو ماہی، میں نے یہ انگوٹھی پہنی ضرور ہے مگر کبھی بھی اُس شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ جڑنے نہیں دوں گی میں۔ مجھ پر بھروسا رکھو۔"

"تم منگنی کے وقت بھی انکار کر سکتی تھی۔ پھپھو کے سامنے ہی تمہیں بول دینا چاھئے تھا۔"

"اپنے ساتھ اتنی زیادتی مت کرو سفیرہ۔"

"وہ درست وقت نہیں تھا ماہی۔ تم اپنے باپ کو نہیں جانتی کیا؟ وہ کس حد تک جا سکتے ہیں یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ امی یوں ہی تو نہیں خاموش رہتیں' اُنہیں خاموش رہنا پڑتا ہے۔ مرد کو عورت سنبھال بھی لے تو فقط محبت سے سنبھال سکتی ہے' مگر حسن علی خان جیسے شخص کی زندگی میں محبت نے کبھی قدم ہی نہیں رکھا۔ وہ بس نفرت کے لئے بنائے گئے' نفرتیں ہی سمیٹتے آئے ھیں۔"

وہ دکھ اور افسوس سے بولی۔

"پھر تم کیسے کرو گی اِس رشتے سے انکار؟" ماہی کو فکر تھی۔

اللہ کی مدد کبھی بھی آسکتی ہے‘ اور مجھے اُس پر بھروسا ہے‘ وہ مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑے گا۔" اُس نے یقین کے ساتھ کہا اور اُسکے قریب سے گزرتی آگے بڑھ گئی۔

★★★★★

"مہک تم نے اتاش کو کہیں دیکھا ہے؟ بہت کالز کی ہیں میں نے اُسے لیکن وہ اُٹھا ہی نہیں رہا۔"

وہ خاصی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

مہک جو دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی بہت سکون سے کتاب پڑھ رہی تھی اُسکے انداز پر چونکی۔

"بیٹھ جاؤ۔۔۔ ریلیکس، یہیں کہیں ہو گا۔ یا شاید کہیں مصروف ہو۔" مہک نے اُسے بٹھا کر نرمی سے جواب دیا۔

"وہ کہاں مصروف ہو گا۔۔۔ پیپرز قریب ہیں‘ اور کلاس میں بھی دکھائی نہیں دیا وہ۔"

اُس نے برا سامنہ بنایا۔آج کل وہ صرف اتاش ہی کو ڈھونڈتی تھی۔اُس شخص کو جس کے ساتھ وہ اپنا بوجھ بانٹ سکے۔جس کے ساتھ وہ چند خوشی کے لمحے گزار سکے۔اُسے اُسکا انتظار ہوتا تھا۔مگر وہ دو دن سے ملا ہی نہیں۔نہ کسی میسیج کا جواب دیا۔

"تو اُسکے کسی دوست سے پوچھ لیتی۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی ایلون آیا تھا اگر پہلے پتا ہوتا تو اُس سے پوچھ لیتی میں۔" مہک نے عام سے لہجے میں کہا۔

"میں اُسکے ہر دوست سے پوچھ چکی ہوں مگر کسی کو نہیں پتا۔" اُس نے سر جھکائے مایوسی سے کہا۔

"اچھا فکر مت کرو۔آجائے گا۔"

مہک نے کہا تو وہ خاموش ہو گئی۔اُس نے علما کے چہرے پر موجود بے چینی کو بغور دیکھا۔

"علما ایک بات بتاؤ؟"

کسی سوچ کے تحت اُس نے سوال کیا۔علما نے اُسے سوالیہ نگاھوں سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"اتاش نہ ہو تو کیسا محسوس ہوتا ہے؟" علما نے ایک اچھنبے سے اُسے دیکھا۔اور اُسکے دل کی دھڑکن کس رفتار سے بڑھی تھی ساتھ بیٹھی مہک کو اندازہ تھا۔

علما نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اکیلا پن اور ویرانی سی محسوس ہوتی ہے۔بالکل ایسے جیسے رات ہو اور چاند نہ ہو تو آسمان کو محسوس ہوتا ہے۔اندھیروں سا۔۔۔۔مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جب اتاش نہ ہو۔"

"تم اُس سے محبت کرتی ہو؟"

مہک کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ھاں بہت۔" علما نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر وہ نہ ملا پھر؟" اُس نے علما کی آنکھوں میں جھانکا۔وہاں خوف، غصہ، نفی سب کچھ ایک پل کے لئے ہی نظر آیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اُس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔۔۔۔وہ ہمیشہ ساتھ رہے گا میرے۔۔۔۔اور تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو، وہ محبت کرتا ہے مجھ سے۔"

علما نے دفاعی انداز اپنایا۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس یونہی پوچھا۔میں بس چاھتی ہوں کہ تم خوش رہو۔" مہک نے اُسے مزید کرید نا مناسب نہیں سمجھا۔

★★★★★

"تو تم نے گھر میں کسی کو نہیں بتایا کہ پاکستان آ رہے ہو؟"

رات کی سیاہی میں وہ دونوں چھت پر ایک ساتھ تھے۔قد میں برابر، کندھوں سے کندھے ملائے وہ ایک دوسرے سے کافی مشابہت رکھتے تھے۔بس احمد جبریل کا چہرہ اُن سے میل نہیں کھاتا تھا۔بلکہ وہ چہرہ اپنے خاندان میں سب سے الگ تھا۔

سفید شالیں کندھوں پر رکھے وہ دونوں رات کی ٹھنڈک سے برابر لطف اُٹھا رہے تھے۔

"نہیں۔"اُس نے یک لفظی جواب دیا۔

"کیوں؟"

"کیوں کہ فلحال میں گھر جانا نہیں چاہتا۔ ابھی چند اہم کام نمٹا کر پھر واپس آؤں گا۔"

اُس نے گھمبیر آواز میں کہا تو سلطان چچا نے اپنا وجود اسکی طرف موڑا۔

"تم مجھے بھی نہ بتاتے اگر تمھیں شاہ ویز کے بارے میں معلومات نہ چاھیے ہوتیں۔" اُن کا سنجیدہ انداز ہمیشہ والا رعب لئے ہوئے تھا۔

"جی بالکل۔" وہ ہمیشہ کی طرح صاف گوئی سے بولا۔

"تمھیں واپس آجانا چاھئے۔" اُن کے لہجے میں معنی خیزی در آئی۔

"واپس تو آچکا ہوں۔"

"تمھیں اپنے باپ کے پاس واپس آجانا چاھئے۔" اِس بار مفہوم کچھ سمجھ میں آنے والا تھا۔

"میں ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس نہیں آ سکتا چاچو۔۔۔میں جتنا عرصہ امی کے ساتھ رہتا ہوں اُتنا بابا کے پاس بھی رہ لیتا ہوں۔" وہ اُسکے لہجے میں چھپی کاٹ کو نظرانداز نہیں کر سکے۔اُنہوں نے بغور احمد کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں نہیں لگتا احمد کہ تم اپنی پرانی روایات سے دور ہوتے جا رہے ہو؟ گاؤں میں رہ کر تم جو کر سکتے ہو وہ گاؤں سے باہر رہ کر نہیں کر سکتے۔"

وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولے۔

"اور ایسا کیا ہے جو میں گاؤں میں رہ کر ہی کر سکتا ہوں؟" اُس نے وضاحت چاہی۔

سلطان چچا نے چند لمحے خاموشی سے اُسے دیکھا۔

"میں نہیں جانتا۔میں نے تمہارے باپ سے بھی اِس بارے میں بات کی ہے مگر اُسے عقل کہاں۔" وہ بڑبڑائے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟ ابراہیم چچا کے قتل کا بدلہ لوں میں؟ آپ چاہتے ہیں کہ حکیم شاہ کے ساتھ دشمنی کا واضح اعلان کر دوں؟"

احمد نے وہ بات کہی جو شاید وہ اُن کے ذہن میں چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"میں ایسا کرنے کو نہیں کہہ رہا احمد______وہ قانون کا مجرم ہے اور میں خود سزا دوں گا اُسے۔"

"تو پھر مجھے وہ کرنے دیں جو میں کرنا چاھتا ہوں۔ جس دن اِس کیس میں آپ کو میری ضرورت ہوئی تو میں حاضر ہوں۔ ابراہیم چچا کے قاتل کو سزا ملنی ہی چاہیے۔" اور یہ کہتے ہوئے آخر میں اُس کی آنکھوں میں ہلکی سی تکلیف اُمڈ آئی تھی۔ اور پھر اگلے ہی لمحے غائب ہو گئی۔

"مجھے بتایئے کہ شاہ ویز جعفری کا کوئی خاص ٹیگ یا کچھ ایسا کہ اگر وہ آپکا دوست نہ ہوتا تو آپ اُس پر ضرور شک کرتے۔۔۔میں سب سے پہلے شاہ ویز کے بارے میں جاننا چاھتا ہوں۔"

احمد نے اپنا نارمل انداز اپناتے ہوئے پوچھا۔ سلطان چوہدری نے چند لمحے سوچنے پر لگائے اور اگلے ہی پل اُن کے ذہن پر ایک سایہ لہرایا۔

"ایل بی"

سیاہ مخملیں کپڑے کے اوپر لکھے دو سنہری لفظ۔

"وہ ہمیشہ جو بھی چیز لیتا اُس کے اوپر یہی ایل بی لکھا ہوتا تھا۔اور یہ کسی برانڈ کا نام نہیں ھے' میں نے اُس سے پوچھا تھا مگر وہ ٹال گیا۔"

"ایل بی۔"احمد نے زیرِلب دہرایا۔

"اگر آپ کے پاس وہ ٹوکن ہو؟ میں دیکھنا چاھتا ہوں' کہیں کبھی آپ نے اُس سے لیا ہو؟ یاد کریں۔"

"نہیں' میرے پاس کبھی بھی اُسکی کوئی چیز نہیں رہی اور اگر اُس ٹوکن کا تعلق واقعی اُسکی جرائم ایجنسی سے ہے تو وہ مجھے اپنی کوئی خفیہ چیز کیوں دے گا۔"

اُنہوں نے کہا۔

"وہ آپ کے سامنے اپنی خفیہ چیز رکھتا ہی کیوں؟ جبکہ اُسے علم تھا کہ آپ ایک پولیس آفیسر ہیں، پھر بھی وہ ٹوکن آپ کی نظروں کے سامنے رہا۔اُسے تو اِن چیزوں کا خیال رکھنا چاھئے تھا۔"

احمد نے ابرو اٹھا کر کہا۔ سلطان چچا نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ میرا دوست تھا' شروع شروع میں میرے ساتھ پولیس میں رہا ہے وہ، مگر اُسے یہ پیشہ سوٹ ہی نہیں کیا، یہ بھی ممکن ہے کہ اُس ٹوکن کا کسی خفیہ ایجنسی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ میں بس تمہیں آگاہ کر رہا تھا۔"

اُنہوں نے کہا اور آخر میں مسکرا کر اُسکے کندھے پر تھپکی دینے لگے۔

احمد نے اُنہیں بغور دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ پلٹ آئے۔

★★★★★

وقت گھومتا تو خود ہے مگر اپنا اثر انسان پر ڈالتا ہے۔ اور گھما گھما کر انسان کو واپس وہیں لے آتا ہے جہاں سے اُس نے شروع کیا ہوتا ہے۔

وہ اصطبل میں شاہو کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ احمد کا گھوڑا' اُسکا دوست اُسکا ہمراز تھا۔

انا نے پہلی بار کسی جانور اور انسان کا ایسا تعلق دیکھا تھا۔ جانور ہو کر بھی اُس کی نظروں میں احساس نظر آتا تھا۔

وہ آجکل بہت مشکل سے تنہائی کاٹ رہی تھی۔احمد کے ہوتے وہ ایک پل کے لئے بھی یوں نہیں بیٹھتی تھی اور اب جیسے وہ ساری رونقیں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔

اُسے کتابیں پڑھنے کا زیادہ شوق نہیں تھا اور وہ اب افسوس کر رہی تھی کہ وہ کتابیں کیوں نہیں پڑھتی۔

"کیا محسوس ہوتا ہے جب آپ چاہ کر بھی وہ نہ کر پائیں جو آپ چاہتے ہیں؟ جب کچھ بھی ہمارے ھاتھ میں نہ ہو۔۔۔ تمہیں نہیں لگتا شاہو کہ انسان کی بہادری بھی کبھی کبھی اُسے چیلنج کرتی ھے۔۔۔ نہیں؟"

وہ اُسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ھاں بالکل کرتی ہے چیلنج۔۔۔اور انسان اُس لمحے میں خود سے ہار جاتا ہے۔انسان خود سے ہار جائے نا۔۔۔تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔بے بسی بہت اذیت ناک چیز ہے۔"

وہ ہمیشہ کی طرح شاہو سے اپنے دل کی باتیں کہہ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اُسے کبھی نہیں ٹوکتا تھا۔نہ اُسکی باتوں پر تمسخر اُڑاتا۔ایسا سننے والا ہو تو انسان بولتا جاتا ہے۔

وہ بھی بولتی جارھی تھی جب اچانک ایک دھماکہ خیز آواز اُسکے کانوں سے ٹکرائی۔

انا نے پلٹ کر دیکھا۔گولی کی آواز بہت قریب سے آئی تھی۔اُسے لگا جیسے اُسی پر گولی چلائی گئی ھے۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور اُسی لمحے ایک اور گولی چلائی گئی۔گولیاں اصطبل کی طرف ہی چلائی جارہی تھیں،اگلی گولی بالکل اُسکے قریب اُسکے پاؤں کے نزدیک چلائی گئی تھی۔

انا تیزی سے پیچھے ہٹی اور پھر دالان کی جانب بھاگی۔

گولیاں مسلسل چل رہی تھیں۔

اسکی آنکھوں میں غصہ اور حیرت تھی وہ دالان کے اندر دیوار کے ساتھ لٹکی اپنی رائفل کی جانب بڑھی۔

رائفل اتار کر اُس نے راستہ بدل کر اصطبل کے پچھلے حصے سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اُس جگہ دیکھا جہاں سے اُس کے مطابق گولیاں چل رہیں تھیں۔

گولیاں غالباً کوئی اونچائی پر بیٹھ کر ذرا فاصلے سے چلا رہا تھا' تبھی اُسکا نشانہ بھی ڈگمگا رہا تھا۔

چند لمحے کے لئے گولیاں رُک گئیں۔ وہ اُن کی نظروں سے اوجھل تھی۔ انا نے مہر سفیان کی حویلی کی جانب نشانہ باندھا۔ عدنان مہر اُسے حویلی کے قریب دکھائی دیا تھا اور اُسکے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ گولیاں اُسی کی طرف سے چلی ہیں۔

"اِس کی ہمت کیسے ہوئی؟" وہ غصے میں چلائی تھی۔

اُسکے چہرے پر غصہ اور دل میں نفرت تھی۔ آج سے پہلے یوں کبھی کسی نے اصطبل یا حویلی پر گولیاں نہیں چلائی تھیں۔ اور آج اُس پر جان لیوا حملہ کیا جا رہا تھا۔

انا سے ضبط قائم نہیں ہو رہا تھا۔

اُس نے بڑی قوت سے مہر سفیان کی حویلی کی جانب برسٹ چلایا تھا۔

اور عدنان مہر کو اُس نے بوکھلا کر بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔

اُس نے ساری میگزین یہاں خالی کر دی تھی۔

دوسری میگزین بھرتے ہوئے وہ نیچے اتر آئی تھی۔

تیزی سے چلتے ہوئے وہ رائفل ہاتھ میں تھامے اصطبل سے باہر نکلی تھی۔

مہر سفیان کی حویلی چند قدم کے فاصلے پر ہی واقع تھی۔

لوگ اپنے گھروں کی کھڑکیوں اور چھتوں پر کھڑے باہر دیکھ رہے تھے۔

اُس کا رُخ مہر سفیان کی حویلی کی جانب تھا۔

آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ غصہ یہ تھا کہ اُس پر حملہ کیا گیا، مگر اُسے اکیلے دیکھ کر اُس پر حملہ کیا گیا تھا اِس بات کا غصہ زیادہ تھا۔

اور مہر سفیان کی حویلی کے باہر کھڑے ہو کر اُس نے ایک اور برسٹ ہوا میں چلایا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہمت ہے تو سامنے آ کر وار کرو، تمہیں آج تمہاری اوقات یاد دلا کر نہ گئی تو انا چوہدری کا نام بدل دینا۔"

ارد گرد موجود تمام پرندے اُڑ گئے تھے۔اُسکی آواز اتنی بلند تو تھی کہ مہر سفیان تک پہنچ سکے۔

کوئی بہت تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔

انا نے رائفل کی نال سیدھی اُسکی جانب موڑی۔غصہ سے اُسکی سیاہ آنکھیں سرخ پڑ کر خوفناک ہو چکی تھیں۔

مہر سفیان اُسکے سامنے کھڑا تھا۔اور اُسے اپنے اوپر بندوق تانے دیکھ کر اُسکا سانس کہیں اٹک گیا تھا۔

اُس نے ھاتھ اوپر کر دیے۔

"کہاں ہے وہ بزدل ؟اُسے باہر بلاؤ'اپنے نشانے پر ٹھیک سے کام نہیں کیا اُس نے'پہلی گولی پر جان کیسے لیتے ھیں بتانا ہے اُسے۔"

انا کی مضبوط اور کھری آواز سن کر مہر سفیان کا چہرہ شرمندگی سے جھکنے لگا تھا۔

"دیکھو انا۔۔۔معاف کر دو، ہوش سے کام لو۔ غلطی ہو گئی ہے بچے سے۔۔۔"

وہ نگاھیں جھکائے بولا۔

انا کا دل چاہا اُسکا گریبان پکڑ کر ایک مکا اُسکے چہرے پر رسید کر دے مگر وہ ایسا کرتی ہوئی اچھی نہیں لگے گی۔۔

"بچے کو سمجھا کر بڑا کرو مہر سفیان، ایسا نہ ہو کہ وہ بچپنے میں ہی اپنی جان گنوا بیٹھے اور تمہیں اُسکی لاش پر ماتم کرنا پڑ جائے۔۔۔ باہر لے کر آؤ اُسے، بغیر بات کئے یہاں سے جاؤں گی نہیں میں۔"

اُس نے رائفل اُسکے کندھے سے لگا کر دباؤ ڈالا تو وہ بغیر کچھ کہے اپنے چھوٹے بھائی عدنان مہر کو آواز دینے لگا۔

"رؤوف۔۔۔عدنان کو باہر بھیجو۔"

انا کا چہرہ سپاٹ تھا۔

دوپہر کا وقت تھا۔اِس جانب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا مگر گولیوں کی آواز یقیناً سب تک پہنچ چکی تھی تبھی لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر سارا معاملہ دیکھ رہے تھے۔

مہر سفیان اُن کے گاؤں کا ہی شخص تھا مگر اُسکے تعلقات حکیم شاہ سے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اُن کی آپس میں اَن بن لگی رہتی تھی۔شروع شروع میں ایسی ہی کسی حرکت پر مہر سفیان نے احمد سے معافی مانگی تھی اور وہ حقیقت میں بھی اُس سے ڈر گیا تھا۔وہ تو اپنی حرکتوں سے باز آگیا مگر یہ اُسکا چھوٹا بھائی تھا جو ابھی تک چوہدریوں کے ہتھے نہیں چڑھا تھا۔اور آج تو اُس نے حد ہی پار کردی تھی۔

www.novelsclubb.com

مہر سفیان کے چہرے پر موجود پریشانی کو انا بخوبی دیکھ سکتی تھی۔

چند لمحے بعد عدنان باہر نکلا تو اُسکے چہرے پر غرور رقصاں تھا۔

"چوہدریوں کی لڑکی آج ہمارے گھر کے دروازے تک۔۔۔کیا بات ہے۔" اُسکا انداز قابل نفرت تھا۔

انا نے رائفل کا رُخ سیدھا اُس جانب کیا اور دو تین فائر اُسکے قدموں میں کیئے' وہ کرنٹ کھا کر اچھلا۔اِس سے پہلے کے وہ واپس بھاگ جاتا انا نے رائفل نیچے کر لی۔

"خود کو بڑی کوئی توپ چیز سمجھتے ہو تم تو مرد بن کر سامنے سے وار کیوں نہیں کرتے؟"

اُس نے قریب جا کر بلند اور مضبوط آواز میں پوچھا۔

"انا۔۔۔چوہدری خاندان سے ہے مہر سفیان' اور تمہارے بھائی نے آج چوہدری خاندان کی عزت پر گولی چلا کر بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔لڑکی ہوں تو کمزور تصور کر لیا؟ اکیلی تھی اِسکا مطلب یہ نہیں کہ کمزور تھی۔" وہ عدنان مہر کی نگاھوں میں دیکھ کر طیش سے بولی۔

"لڑکی ہو' اپنی عزت کا کچھ خیال کرو۔۔۔ایسا نہ ہو کہ کچھ غلط ہو جائے۔"

وہ ڈھٹائی سے بولا مگر انا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُسے واقعی گولی سے بھون ڈالے۔

اور ٹھیک ہی تو کہتے تھے سب' وہ غصے میں بالکل احمد جبریل پر گئی ہے۔

اُس نے رائفل دوسرے ھاتھ میں پکڑی اور ایک زوردار تھپڑ عدنان مہر کے چہرے پر دے مارا۔

وہ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ عدنان مہر لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا تھا۔

"ہاں لڑکی ہوں لیکن کم ہمت نہیں ہوں' تیرے سامنے کھڑی ہوں ہمت ہے تو چلا گولی۔اور اگر ہمت ہے تو ہاتھ بھی لگا کر دیکھ' تیرے ھاتھ کاٹ کر کتوں کو نہ ڈالے تو پھر کہنا۔" خدا نے اُسے جرآت سے تو خوب نوازا تھا۔

وہ اُسکے مقابل کھڑی تھی۔اور اُسکا قد عدنان مہر سے لمبا تھا۔عدنان مہر کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ انا کی نگاھوں میں دیکھ سکے۔

کبھی کبھی کسی انسان کا رعب ہی زمین میں گاڑ دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔اور اُسکا تھپڑ کھانے کے بعد وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ وہ کیسے اتنی آسانی سے گولی چلا لیتی ھے۔

"ارے تجھ جیسے بزدل انسان کو تو کوئی اپنا دشمن بھی نہ رکھے۔"

گوانا نے اُس کے چہرے پر ایک اور طمانچہ دے مارا تھا۔

مہر سفیان شرم سے پانی پانی ہوا جارہا تھا۔ وہ عدنان کو غصے سے دیکھ رہا تھا۔ پورے گاؤں کے سامنے اُن کا تماشہ بن رہا تھا اور وہ بھی ایک لڑکی کے ہاتھوں۔

"معافی مانگ لو عدنان۔" اُس نے آہستگی سے کہا تو عدنان نے اپنے بھائی کو حیرت سے دیکھا۔ مہر سفیان نے اُسے غصیلی نگاھوں سے اشارہ کیا۔ جانتا تھا کہ آج معافی نہیں مانگی تو پولیس کل منتظر ہو گی۔

"معاف کر دو۔" وہ بمشکل ہی بولا۔ لہجہ کہیں سے بھی شرمندگی والا نہیں تھا۔

"ادب اور لحاظ کے ساتھ مانگو معافی۔" انا نے حکم ہی تو دیا تھا۔ عدنان مہر کے چہرے سے دھواں اٹھنے لگا تھا۔

اُسکے ھاتھ میں رائفل تھی۔ اور وہ احمد جبریل کی بہن تھی' اُس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ کب کون سی گولی اپنے سامنے کھڑے شخص کے سینے میں اتار دے۔

سارے گاؤں میں ایک واحد وہی تو تھی جو اپنی حفاظت خود کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں' آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" عدنان مہر نے ضبط سے کہا۔

انا نے سر کو خم دے کر اُسکی معافی تسلیم کی تھی۔ پھر چہرہ اُسکے قریب لے جا کر نہایت ہی سپاٹ انداز میں بولی۔

"یہ حرکت جو تم نے آج کی ہے نا عدنان مہر' یہ حرکت آج کے بعد اگر ہوئی تو سمجھ لینا وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اور انا چوہدری کبھی بھی اپنی بات سے نہیں مکرتی، یاد رکھنا۔"

سیاہ بے تاثر آنکھیں کسی کو بھی جما دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

انا واپس مہر سفیان کی جانب آئی اور اُسکی نگاھوں میں اپنی بے تاثر نگاھیں گویا جماتے ہوئے بولی۔

"مہر سفیان ____ اپنی عزت کا پاس تب ہی رکھا جا سکتا ہے جب کسی کی عزت کا پاس ہو۔ احمد بھائی نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا مگر تم نے اپنے بھائی کو نہیں سمجھایا' اگر اِسے علم نہیں ہے تو بتاؤ اِسکو' کہ چوہدری کبھی کسی کا قرض نہیں رکھتے۔"

اُس نے کہا۔ وہ دیکھ سکتی تھی مہر سفیان کا چہرہ شرمندگی سے جھک گیا۔

آج اگر وہ یہاں آکر یہ سب باتیں نہ کہتی تو اُسکے دل میں ہمیشہ اِس بات کا پچھتاوا رہتا کہ اُس نے خود کو ایک بار پھر کمزور لڑکی تصور کر لیا، جو کسی کے حملے کا جواب نہیں دے سکتی، اور یہ کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے اپنے بھائیوں پر انحصار کرتی ہے۔ مگر اب یوں لگا تھا جیسے مدتوں بعد وہی پرانی انا واپس لوٹ آئی ہو۔

وہی انا جسے۔۔۔۔انا زادی کہا جاتا ہے۔

انا رائفل کندھے پر رکھتی واپس پلٹی ہی تھی کہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ایک پل کے لئے ساکت سی رہ گئی۔

الماں نے اُسے نہایت سنجیدگی سے دیکھا۔

پھر اُس سے ہٹ کر مہر سفیان کی طرف آیا۔

"تمہیں اب تو اندازہ ہو جانا چاہئے کہ چوہدری خاندان کی عورتیں، تم مردوں سے زیادہ بہادر ہیں۔اور تمہارا یہ بھائی۔۔۔اگر آج کے بعد اِس نے انا کی طرف آنکھ بھی اُٹھائی تو پھر کچھ بھی دیکھنے کے لائق نہیں رہے گا۔"

ہاں مرد۔۔۔۔مرد کا لہجہ' اور نگاہوں کی دہشت واقعی قابلِ ستائش ہوتی ہے۔

انا چہرہ دوسری سمت کیئے اُسی پوزیشن میں کھڑی اُسکی بات سنتی رہی۔

پھر جب وہ واپس آگیا تو اُسکے ساتھ ہی چلنے لگی۔

"تم کب آئے؟"

"جب تمہیں اپنی بہادری دکھانے کا شوق ہو رہا تھا۔"

اُس نے شانے اُچکائے۔

"تو میرے پیچھے خالی ہاتھ آکر تم یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ تم بھی بہادر ہو؟"

اُس نے طنزاً کہا۔

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی یوں اکیلے جانے کی۔"

اُس نے انا کے طنز کو قصداً نظر انداز کیا۔

"کیوں؟ مجھے کیا الہام ہوا تھا کہ تم ٹپک رہے ہو۔"

"اگر میں نہ آتا تب بھی تمہیں صبر کر لینا چاہئے تھا' اسد بھائی نے گھر تو آنا ہی ہے۔"

وہ سنجیدہ تھا۔ انا اُسکی بات پر ہنسی تھی۔

"تم کہہ رہے ہو کہ میں اسد بھائی کے آنے کا انتظار کرتی' اور اُن کے آتے ہی اُنہیں ایک اور پریشانی میں ڈال دیتی؟"

اُس نے چلتے چلتے رُک کر اُسے دیکھا۔ وہ بھی رُک گیا۔

"کم از کم تمہیں گھر میں بتا کر جانا چاہئے تھا۔ اگر تمہیں جانا ہی تھا تو ایک بار تائی کو بتا دیتیں' ہر کام میں خود ہی فیصلہ نہیں لے لینا چاہئے۔"

وہ دونوں ہی سنجیدگی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"مسٹر المان آپکی نصیحتوں کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے' میرے فیصلے وہی ہوتے ہیں جو میرے ماں باپ کے ہو سکتے ہیں، اور اُنہیں کبھی بھی میرے کسی فیصلے سے اعتراض نہیں ہوا۔ تمہیں بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

اُسکا لہجہ درشتی لئے ہوئے تھا۔

المان نے قدرے افسوس سے سر جھٹکا۔

"تم غصے میں صرف اپنی کرتی ہو، کسی کی نہیں سنتی۔"

وہ بولا تو انا نے متاثر کن انداز میں دیکھا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رھے ھو۔" وہ سر ہلا کر اُسکی تائید میں بولی۔

"تمہیں کسی کے احساسات کی ذرا پرواہ نہیں؟" وہ ایک دم ہی غصے میں بولا۔

انا کی نگاھیں استفہام لئے ہوئے تھیں۔

"تائی تمہارے سامنے کچھ نہیں کہتیں اِسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اُن سے بغیر پوچھے اقدام اُٹھاتی رھو گی۔ تمہاری غیر موجودگی میں وہ کس قدر پریشان ہوں گی تمہیں اندازہ ہے؟"

اُسکی آواز پہلے کی نسبت نرم تھی۔ اور اُسکی آنکھوں کی فکر۔۔۔۔ انا کو بہت اپنی سی لگی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"الماان ابراہیم کب سے لوگوں کے احساسات کی پرواہ کرنے لگا؟"

لوہے کی تپتی سلاخ کسی کے دل پر رکھ دی جائے تو شاید وہ اِس قسم کے سوالات سے قدرے بہتر ہو۔الماان کئی لمحے خاموش رہا۔اور خاموشی سے اُسکے بے رحم چہرے کو تکتا رھا۔

انانے اُسکے جواب کاانتظار کئے بغیر چہرہ واپس موڑ کر چلنے لگی۔

"مجھ سے تو تمہارا کوئی پرواہ والا تعلق نہیں ہے' مگر تائی سے تو ہے نا۔۔؟وہ تو تمہاری ماں کے جیسی ھیں۔۔۔"

اِس سے پہلے کے وہ اپنی بات جاری رکھتاانا تیزی سے پلٹی۔

"وہ میری ماں ہی ہیں۔۔۔اور تمہیں مجھے میرے رشتے یاددلانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔جب لوگ اپنے دُکھ اور اپنے معاملات میں کسی کو شریک نہیں کر سکتے تو اُنہیں لوگوں کے معاملات میں بھی نہیں بولنا چاھئے الماان۔تم آئندہ میرے معاملات میں مت بولنا یہی تمہارے لئے بہتر رھے گا۔"اُسکی سنجیدگی چٹانوں کی سی سخت تھی۔

وہ کہتے ہی تیز تیز قدم اُٹھاتی حویلی کی جانب بڑھ گئی۔

المان کئی لمحے وہیں کھڑا رہا۔

★★★★★

جونہی اُس نے حویلی میں قدم رکھا تو فاطمہ خاتون اُسکی طرف دوڑیں۔

"کیا ہوا ہے انا؟ تم ٹھیک تو ہو؟" وہ اُسکی طرف گویا دوڑتے ہوئے آئیں تھیں۔

"جی امی ٹھیک ہوں ____ اور کچھ اور لوگوں کو بھی ٹھیک کر کے آئی ہوں۔" اُس نے اُن سے گلے ملتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن ہوا کیا ہے؟ میں تو نماز پڑھ رہی تھی اور گولیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں، بس اللہ سے دعا کر رہی تھی کہ سب خیر ہو۔"

وہ واقعی انا کے لئے خاصی پریشان دکھائی دے رہیں تھیں۔

اُسے افسوس ہوا۔ پھر اُنہیں بٹھا کر سارا واقعہ سنانے لگی۔

"امی' میں نہیں چاہتی تھی کہ اسد بھائی کے آنے تک ایک نیا مسئلہ اُنکا منتظر ہو۔اور مہر سفیان کے بھائی کی اِس حرکت پر خاموش بھی نہیں رہ سکتی تھی،اِسی لئے میں نے خود ہی اِس معاملہ کو ختم کر دیا۔"

اُس نے کہہ کر بات ختم کی۔

"تم نے بہت بہتر کیا'اُسے سمجھا کر آتیں کہ آئندہ ایسی حرکت کی جرآت نہ کرے۔اور المان کہاں ہے؟"

فاطمہ خاتون نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں پوچھا۔

اور تبھی وہ حویلی میں داخل ہوا۔

"لو آگیا وہ۔تم لوگ بیٹھو میں پانی لاتی ہوں دونوں کے لئے۔"

وہ کہہ کر چلی گئیں تو المان اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔وہ کافی حد تک سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے، مجھے امی کو بتا کر جانا چاہئے تھا۔"

وہ آہستگی سے بولی تو وہ اُسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔

مگر کچھ نہیں بولا۔

★★★★★

شام کے وقت وہ اپنے کمرے میں تھی جب مہک نے اندر قدم رکھا۔

"زرنا اماں تمہیں اپنے کمرے میں بلا رہی ھیں۔"

اُس نے آتے ہی کہا۔

علما کا بجھا ہوا چہرہ حیرت میں ڈھل گیا۔

"کیوں؟"

"ظاہر ہے یوں ہی بات کرنے کے لئے بلایا ہو گا۔۔۔ جاؤ۔"

مہک نے عام لہجے میں کہا اور اسٹڈی ٹیبل پر لیپ ٹاپ سامنے کھول کر بیٹھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علما بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئ۔

اُن کے کمرے کے باہر کھڑے کھڑے اُس نے خود کو تیار کرنا چاہا۔

زرنا اماں سے کیسے ملے گی۔۔۔ جانے کیوں وہ زرنا اماں سے بات کرنے سے کتراتی رہتی تھی۔ پھر ہمت مجتمع کر کے آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔

مقدس گوشہ ویسا ہی تھا۔

آج آتش دان میں آگ نہیں تھی۔ کمرے میں جگہ جگہ موم بتیاں جلائی گئیں تھیں۔

اِس کمرے کی خاصیت یہ تھی کہ یہاں خاموشی اور سکون تھا۔ یہاں آکر کسی خواب نگر کا گمان گزرتا تھا۔

اُس لمحے وہ قرآن مجید کو ریک میں سجا رہیں تھیں۔

واپس پلٹنے پر اُسکی موجودگی کا احساس ہوا تو اُسے گدی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

علما اُن کے اشارے پر بیٹھ گئی۔ تو وہ بھی اُس کے سامنے براجمان ہو گئیں۔

www.novelsclubb.com

"کیسی ہو علما؟" یوں جیسے وہ صدیوں سے اُسے جانتی ہوں۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔آپ کیسی ہیں؟" اُس نے فارمل انداز اپنایا۔

"رب کے کرم سے ہیں' ایمان کی حالت میں، دعا ہے کہ یوں ہی اُٹھا لئے جائیں۔"

وہ ازلی سکون سے بولیں۔ علما کو جواباً کچھ نہیں سوجھا۔

"تم بتاؤ_____ اُس دن تو تفصیلاً گفتگو ہی نہیں ہو پائی، یہاں پر سکون سے تو رہتی ہو؟"

"جی بہت اچھے سے۔۔۔ سکون ہے یہاں اور مہک کے ساتھ جہاں بھی رہوں' سکون سے رہ لیتی ہوں۔"

www.novelsclubb.com

اُس نے سکون سے کہا۔

زرنا اماں اُسے بغور دیکھ رہیں تھیں۔ علما نے اُن کا دیکھنا بخوبی محسوس کیا تھا۔

اُس کا حلیہ' غالباً اُنہیں پسند نہیں آیا ہو گا۔ علما نے سوچا۔

کھلے گھنگریالے بال، جینز اور شرٹ پر بغیر اسکارف لئے وہ معمول میں ایسے ہی رہتی تھی۔

"تمہارے بال تو بہت خوبصورت ہیں، اِن کی حفاظت بھی کرتی ہو؟"

وہ مسکرا رہیں تھیں۔ علما کو حیرت ہوئی۔ مگر وہ اُسے ظاہر نہ کر سکی۔

"جی۔۔۔" یک لفظی جواب۔

"ان کی مکمل حفاظت کرو تاکہ تمہیں کوئی مشکل نہ اُٹھانا پڑے۔" اُنہوں نے کہا اور قریب پڑی ٹوکری سے سویٹر نکال لیا۔

وہ پچھلے دنوں بھی سویٹر بُن رہیں تھیں۔ مگر اب تو سردیاں جا رہیں تھیں، اگلی سردیوں میں ابھی وقت ہے۔ علما نے اُن کی بات پر دھیان دینے کے بجائے سوچا۔

"جانتی ہو اِن کی مکمل حفاظت کیسے کر سکتی ہو؟" اُن کے سوال پر وہ چونکی۔

پھر گردن نفی میں ہلائی۔

"اِنہیں ڈھانپ کر۔" جواب سادہ تھا۔

"ڈھانپ کر؟" اُس نے استفسار کیا۔

"ھاں ڈھانپ کر_____ کسی کو نہ دکھا کر۔"

"ایسے کیسے حفاظت ہو سکتی ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"ویسے ہی جیسے جسم کو ڈھانپ کر اُسکی حفاظت ہوتی ہے' بالوں کو ڈھانپ کر بھی اُن کی حفاظت ہوتی ہے۔"

علما کو اب اُن کی بات کا مفہوم کچھ سمجھ آ گیا تھا۔

"اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی ہے' اور ہم اِسے بہتر طریقے سے گزارنا جانتے ہیں' آپکی راہنمائی کی ضرورت نہیں۔" زرنا اماں نے گویا اُسکی ہی سوچ پڑھ کر سنائی تھی۔

"اور اگر میں بھی یہی کہوں تو____؟" اُس نے محض جواب لینے کی نیت سے پوچھا۔

"تم واقعتاً یہ کہہ سکتی ہو کہ تم اپنی زندگی کو بہتر طریقے سے گزارنا جانتی ہو؟"

زرنا اماں نے جواباً سوال کر ڈالا۔

"میں نہیں جانتی ___ لیکن شاید ہر انسان اپنی طرف سے بہتر زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔"

علما نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"دیکھو علما۔۔۔زندگی دو طرح کی ھوتی ھے۔ایک وہ جو ھم اپنی مرضی سے گزارتے ہیں اور دوسری وہ جسے اللہ کے مطابق جیتے ھیں،دونوں زندگیوں میں بہت فرق ھے۔"

اُسے آج سمجھ آئی تھی کہ مہک کی باتوں میں بھی زرنا اماں کا اثر تھا۔

لیکن وہ اِن باتوں کو کیسے سمجھ لیتی ہے اور پھر سنبھال بھی لیتی ہے۔یہ بات حیران کن تھی۔

"دونوں زندگیوں میں کیا فرق ہے زرنا اماں؟"اُس نے معصومیت سے پوچھا۔

"دونوں زندگیوں میں زندگی کا فرق ہے۔ایک زندگی ہے جسے ہم گزار دیتے ہیں اور دوسری زندگی ہے جسے ہم جیتے ہیں۔

گزری ہوئی زندگی میں بہتری آنا باقی رہ جاتی ہے، مگر جی ہوئی زندگی خود میں خامیاں نہیں رکھتی۔کیونکہ انسان کی تخلیق کردہ چیزیں اور اللہ کی تخلیق کردہ چیزیں کبھی بھی ایک سی نہیں ہو سکتیں۔ہم خود بھی اللہ ہی کی تخلیق ہیں، ایسی تخلیق جسے احسن تقویم کہا گیا۔اللہ کی تخلیق احسن تقویم ہے، ہماری تخلیق تو احسن تقویم نہیں ہو سکتی۔ہم انسان ہیں، خطائیں ہماری فطرت کا حصہ ہیں۔ہم کبھی بھی ہر کام مکمل یا بہترین نہیں کرتے۔"

فرق سمجھ آ گیا تھا۔انسان خدا کی طرح پرفیکٹ نہیں ہو سکتا اور اُسے خدا کا ڈیپنڈینٹ ہونا ہی پڑتا ہے۔

"لیکن اللہ نے انسان کو عقل تو دی ہے، اُسکے استعمال سے انسان اپنے لئے بہتری کی کوشش تو کر سکتا ہے، پھر چاہے کئی خامیاں رہ جائیں، اُسے تو اپنے اندر بہتری محسوس ہوتی ہے نا۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

اُسکی سوچ ایک عام انسان کی طرح محدود سوچ تھی۔ جبکہ لامحدودیت تقاضا ہے عقل کے بہتر استعمال کا۔

"انسان بالکل کوشش کر سکتا ہے اور اُسے کوشش کرنی بھی چاہئے' خود کو بہتر بنانے کی اور خود میں بہتری لانے کی۔ مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟"

زرناماں کا سوال اُسکے لئے مشکل تھا۔ وہ جواب تلاش نہیں کر پائی تھی۔ وہ خاموش رہی۔

"اللہ نے انسان کو تخلیق کیا ہے علما______ تم سوچ سکتی ہو کہ ایک کمپیوٹر پروگرام کو بنانے والا اُسے ہدایات مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے ہی وہ پروگرام چل سکتا ہے۔ اگر اُسکی دی گئی ہدایات کو رد کر کے اپنے آپ کوئی نیا راستہ ڈھونڈنا شروع کر دے گا تو بھٹک جائے گا نا؟ نہیں چل سکے گا۔ انسان کے لئے بھی اپنے بنائے گئے راستوں پر چلنا مشکل ہوتا ہے، اللہ نے ہمیں تخلیق کرنے کے بعد یونہی نہیں چھوڑا، اُس نے ہمیں ہدایات دی ہیں' اُن ہدایات پر عمل کریں گے تو ہی بہتر طور پر کام کر سکتے ہیں۔ اور بہتر کب بنا جا سکتا ہے؟ اپنے اندر جھانک کر۔"

زرناماں نے اُسے ایک نئی سوچ دی تھی۔ وہ بس اپنی جگہ پر سُن سی رہ گئی تھی۔

علما کو اپنا ذہن اُلجھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اور سوچ کے مختلف دھاگوں کی گرہیں بندھ چکی تھیں۔وہ اُنہیں کھول نہیں پا رہی تھی۔

جانے کیوں اُس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔زرنا اماں نے اُسے بے چین ہوتے دیکھ کر خاموشی اختیار کی۔

"تمہیں اب جا کر سونا چاہئے۔کل بات کریں گے۔فی امان اللہ۔"

اُنہوں نے کہا تو وہ اُنہیں سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگی۔

پھر آہستگی سے اُٹھی۔

"اللہ حافظ۔"اُس نے کہا۔آخری بار اُس نے کب کسی کو اللہ حافظ کہا تھا؟شاید کبھی نہیں۔۔۔

مگر وہ اُن سے دوسری ہی ملاقات میں اللہ حافظ کہنا تو سیکھ گئی تھی۔

علما نے دروازے سے باہر قدم رکھا تو جیسے کسی دوسری دنیا میں چلی آئی ہو۔

اُس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور پھر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

مہک لیپ ٹاپ سامنے رکھے کوئی لیکچر سن رہی تھی۔وہ بغیر اُسے مخاطب کئے بالکونی کا دروازہ کھول کر باہر آگئی۔

سیاہ آسمان ستاروں کی جھلمل میں مقید تھا۔درختوں پر جھولتے لیمپس کی روشنیاں سحر انگیز تھیں۔اور ٹھنڈی فضا بے حد خوشگوار تھی۔

کس قدر سکون تھا یہاں۔وہ نگاھیں موندے بس اپنے ارد گرد کے ماحول کو محسوس کر رھی تھی۔

"اللہ۔۔۔۔"

زبان سے یکلخت ہی پھسلا۔اُس نے چونکتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔دل تیزی سے دھڑکا۔

"کیا وہ مجھے سنے گا؟"اُس نے سوچا۔

پھر جانے کیوں اُس نے سر جھٹکا تھا۔ایک عجیب سے احساس کے تحت وہ واپس مڑ آئی۔

بالکونی کا دروازہ بند کرتے ہوئے ایک آواز اُسکے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

"وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَ نَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ ۖۚ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ ○

اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو وسوسے (خیالات) اس کے دل میں اُٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں،اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں.(ق)"

خوبصورت' بے حد خوبصورت آواز تھی وہ۔

الفاظ کو دل میں اتار دینے والی پُر تاثیر آواز۔اور الفاظ بھی وہ جو اپنے اندر اِس قدر عظیم مفہوم لئے ہوئے تھے۔

علما کا وجود جیسے پتھر ہو گیا تھا۔اُس نے پلٹ کر اسٹڈی ٹیبل کے سامنے بیٹھی خاموش مہک کو دیکھا۔

اُسکے سامنے کھلے ہوئے لیپ ٹاپ سے ابھی بھی آواز آ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ_______شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔اِس سے بڑھ کر تم کیا تصور کرتے ہو اُس سے؟تمہارا وہ رب تمہارے سینوں میں چھپے رازوں سے بھی واقف ہے۔اتنا تم خود کو نہیں جانتے جتنا وہ تمہیں جانتا ہے۔

He is the creator man.

وہ خالق ہے____وہ نہیں جانے گا تو کون جانے گا؟

اور ایک جگہ تو وہ خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

"جو لوگ بن دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے تم خواہ چُپکے سے بات کرو یا اُونچی آواز سے"اللہ ﷻ کے لیے یکساں ہے"وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے'کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔"

(سورۃ الملک،۱۲تا۱۴)

اللہ تو ہر وقت دستیاب ہے' جب بھی تم آسمان کی جانب نگاہ اُٹھاؤ' جب بھی تمہارا دل اُسے پکارے' جب بھی تمہاری زبان اُسکا ورد کرے' جب بھی تمہاری سوچ اپنے ارد گرد سے بے خبر ہو کر اُس کی ذات میں محو ہو جائے' تم اُسے اپنے ساتھ پاؤ گے۔

وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے تب بھی جب تم اُس سے غافل ہو جاتے ہو وہ نہیں ہوتا۔

ایسا خیال کون رکھتا ہے؟

ایسا خیال تو ہمارے اپنے سب سے زیادہ سگے رشتے ہمارے ماں باپ بھی نہیں رکھتے۔

ہمارا اصل تو ہمیشہ سے اُس سے وابستہ ہے اور اُسی سے رہے گا۔ ہم خود کچھ نہیں اگر وہ ہمارے ساتھ نہیں۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ تم اُسے کیسے سوچتے ہو' تمہارے خیالات اُسکے بارے میں کیا ہیں_____ اُسکے بارے میں جیسا خیال کرو گے وہ تمہیں ویسا ہی نظر آئے گا۔ وہ رحمٰن ہے اور رحیم ہے۔

www.novelsclubb.com

تو یہ فیصلہ تمہارا ہے کہ تم اُسے بہت رحیم سمجھتے ہو یا عذاب دینے والا اور سزا دینے والا۔

ہاں وہ جزا و سزا کا مالک ہے مگر اُسکی رحمت اُسکے غضب پر غالب بھی ہے۔"

ہر شے اپنی جگہ پر ساکت تھی۔ اور اُس ہر شے کی طرح علما کا اپنا وجود بھی۔

ذات کے اندر جانے کتنے طوفان آئے اور سمٹے تھے مگر وہ ساکت تھی۔

لیپ ٹاپ سے آتی آواز جانے کب بند ہوئی تھی۔ اُسکا پتھر تو تب پگھلا جب مہک نے اُسے آواز دے کر متوجہ کیا۔

"علما_____وہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟"

اُس نے مہک کو دیکھا۔ وہ اب لیپ ٹاپ بند کر چکی تھی۔

"تم ابھی کیا سن رہی تھی؟" علما یک دم ہی اُسکی طرف بھاگنے کے سے انداز میں بڑھی۔

"کچھ نہیں_____ایک لیکچر تھا۔" اُسکے بتانے تک علما ٹیبل کے اوپر پڑا لیپ ٹاپ کھول چکی تھی مگر اُسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں______کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"

"مجھے وہ لیکچر دکھاؤ جو تم سن رہی تھی۔"

علما نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ مہک نے اُسکے عجیب انداز کو دیکھتے ہوئے وہ لیکچر دوبارہ لگا دیا۔

مگر وہ صرف ایک آڈیو تھی۔ جو حیدر سر کے نام سے اسکرین پر چلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہی خوبصورت آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجنے لگی تھی۔

"یہ آڈیو میں ہی ہے؟" علما نے پوچھا تو اُس نے اثبات میں سر ہلا یا۔

"اگر تمہیں چاہئے تو میں بھیج دیتی ہوں۔" مہک نے فوراً کہا۔

"ھاں مجھے____بھیج دو۔" علما نے آہستگی سے کہا اور پھر واپس اپنے بیڈ کی جانب پلٹ آئی۔

اگلے کتنے ہی لمحے اُسکے ذہن میں اُس شخص کی آواز گونجتی رہی تھی۔

★★★★★

وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ خود کو نہیں دیکھ رہی تھی وہ تو کسی بہت گہری سوچ میں گم تھی۔

دروازہ کھلا اور قدموں کی چاپ سنائی دی۔

قدموں کی چاپ اُس سے ایک قدم کے فاصلے پر آ کر رُک گئی مگر وہ دھیان نہیں کر پائی۔

مہیرہ نے گہری نگاھوں سے اُسکے ساکت وجود کو دیکھا۔ پھر ایک گہرا سانس بھرا۔

"بابا کل سے لاہور جا چکے ہیں، اور معیز نیچے ہے تمہیں لینے آیا ہے۔"

ماہی نے جیسے آخری فیصلہ سنایا۔

اُس کا وجود ایک انچ بھی نہیں ہلا تھا۔

"اُس سے پوچھو کیا میرا انتظار کر سکتا ہے؟"

اُس نے توقع کے برعکس سوال کیا تھا۔ ماہی بس چپ چاپ اُسے دیکھتی رھی۔

"اگر کر سکتا ہے تو ساتھ چلوں گی، ورنہ نہیں۔"

وہی عام سا لہجہ ' پھر وہ آئینے سے پلٹ گئی۔

"بس یہی پوچھنا ہے؟"

ماہی نے اُسکی کمر پر گرے بال دیکھے ' وہ آدھے سے زیادہ تو سفید ہو چکے تھے۔

"بس یہی۔"

"اور اُس نے پوچھا کتنا انتظار۔۔۔ تو کیا بولوں؟"

"کہنا منتظر انتظار کی مدت سے بے خبر رہے تو ہی دل مضطرب رہتا ہے۔ خبر ہو جائے تو انتظار بے معنی ہے۔"

سفیرہ نے بغیر اُسکی جانب پلٹے کہا تو ماہی بھی کمرے سے بایر نکل گئی۔

اُسکے چلے جانے کے بعد وہ بیڈ پر آ بیٹھی۔ کھلے بالوں کی چند گھنگریالی لٹیں چہرے پر جھول رہیں تھیں۔

اگلے ہی پل اُس نے لیٹتے ہوئے نیم کُھلی آنکھوں پر بازو رکھا۔

ماضی۔۔۔ماضی۔۔۔ماضی۔۔۔

کئی پل سرکے، سالوں میں قید وقت لمحوں کی صورت گزرا اور وہ اُس اندھیری رات میں جا پہنچی۔

سرد سرسراتی ہواؤں اور درختوں کو جھنجھوڑتی آندھی والی رات۔

لالٹین ہاتھ میں تھامے، سفید چادر میں لپٹی لڑکی کا وجود اُس شب کا گواہ تھا۔

انتظار میں کاٹی گئی شب۔

اور جب انتظار ختم ہوا

تو سب مٹ گیا!

بادلوں میں چھپا چاند اُس شب کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکا۔

ہاں مگر سرد ہوائیں، سیاہ بادل، اور درختوں کے خوفناک سائے، یہ سب گواہ تھے۔

اور سب سے بڑا شاہد تھا وقت۔ وہ وقت جو بغیر کچھ کئے سب کچھ تباہ کر جاتا ہے۔

www.novelsclubb.com

اور وہ تقدیر جو لکھی جا چکی ہوتی ہے۔اُس رات وہ تقدیر بہت ظالم تھی۔

ہر چیز طوفان کی زد میں تھی۔

جلتی ہوئی لالٹین کب بجھی، کسی کو کچھ خبر نہیں۔

یہاں تک کہ بارش کی بوندیں بھی انتظار نہ کر سکیں۔

اور دو لوگوں کے لئے جدائی کو منتخب کر لیا گیا۔

بازو ہٹا اور اُسکی پانی سے تر پلکیں نمودار ہوئیں۔

وقت بہت بڑا کھلاڑی ہے، کئی بار جلاتا ہے، اور پھر اُس جلے ہوئے کو بھی نہیں بخشتا۔۔۔ بار بار وہیں دھکیلتا ہے۔

اور ہم اُس جلنے کو بارہا محسوس بھی کرتے ھیں۔

وقت کبھی کسی کے لئے بہت بھاری ہوتا ہے اور اُسی لمحے کسی کے لئے بہت ہلکا۔

وہ اُٹھ کر دوبارہ آئینے کے سامنے آئی۔اور اپنے زردی مائل چہرے کو دیکھا۔

کبھی کبھی دماغ کے فیصلے، دل کے فیصلوں پر بھاری پڑ جاتے ہیں۔ خاص طور پر تب جب خواہشات کے لئے ذرائع بہت محدود ہوں۔

پھر چاہی اور ان چاہی سب برابر ہو جاتی ہے۔

اُس نے کھلے ہوئے بال سمیٹے اور پھر ہاتھ منہ دھونے کے لئے کمرے سے اٹیچ باتھ روم میں چلی گئی۔

جب وہ واپس پلٹی تو چہرہ بالکل صاف تھا، اور آنکھیں ویسی ہی بے جان معلوم ہوتی تھیں۔

اُس نے تولیے سے چہرہ صاف کیا اور پھر الماری کھول کر کپڑے دیکھنے لگی۔

سفید چمکتا ہوا جوڑا سامنے ہی نظر آگیا۔

اور اُسکے ساتھ سفید چادر۔

اور جب دو گھنٹے بعد وہ کمرے سے باہر نکلی تو سفید پلین جوتا قدموں میں پہنے، اُسی سفید جوڑے میں ملبوس، سفید بڑی سی چادر میں خود کو لپیٹے ہوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

زینوں سے گزرتے ہوئے اُسکے قدموں کی چاپ بہت مدھم تھی۔

لاؤنج میں بیٹھی ہستیوں کی نظر جب اپنی جانب آتی سفیرہ پر پڑی تو چہرے ششدر سے رہ گئے۔

جیسے کوئی بہت بڑے عذاب کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔

مدیحہ بیگم اور معیز آمنے سامنے ہی صوفوں پر براجمان تھے۔

مہیرہ ایک جانب الگ سی بیٹھی تھی، جیسے کسی کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

وہ اُن کے قریب پہنچ کر رُکی۔

پھر بے تاثر سا چہرہ معیز کی طرف موڑا۔

"انتظار ختم ہوا، اب ہم چل سکتے ہیں۔"

بے تاثر لہجہ۔

"یہ تم نے کیا پہن لیا ہے سفیرہ؟" مدیحہ بیگم کی آواز نے اُسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"کفن نہیں ہے ماں____ آپ کے دلائے گئے کپڑے ہیں۔"

"یہ کیا بچپنا ہے سفیرہ____ تم مکمل سفید تو ایسے ہی پہن کر آئی ہو جیسے کوئی بہت سوگ کا دن ہو۔"

معیز نے ناگواری کے تاثرات لئے کہا۔

"سوگ۔۔۔ تمہیں کسی نے بتایا نہیں معیز____ میری زندگی کا ہر دن ہی سوگ ہے' مگر کچھ خاص مواقع ایسے ہیں کہ یہ پہننے کو دل کرتا ہے۔"

اُس نے اپنے سفید لباس کی جانب اشارہ کیا۔

مدیحہ بیگم نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہیں مزید انتظار کرنا ہے تو ٹھیک ہے' میں گاڑی میں بیٹھ رہی ہوں۔"

وہ بولی اور لاؤنج سے باہر قدم بڑھا دیے۔

"معیز اِسکی باتوں کو زیادہ سیریس مت لینا' یہ ایسی ہی ہے۔ خود سر۔۔۔ اپنی کرنے والی۔"

مدیحہ بیگم معذرت خواہ لہجے میں بولیں۔ مہیرہ نے نگاھیں پھاڑ کر اُنہیں حیرت سے دیکھا۔

"خود سر؟؟ اور اپنی کرنے والی۔۔۔؟" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔

"کوئی بات نہیں ممانی' میں ٹھیک کر لوں گا اُسے۔"

وہ بولا اور پھر اُسکے پیچھے لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

"آپ نے اُسے یہ کیوں کہا کہ وہ خود سر ہے؟ اور اپنی کرتی ہے؟"

اُس کے جانے کے بعد مہیرہ تیزی سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

"تو اور کیا کہتی۔۔۔ کیا سوچے گا وہ کہ گھر بلا کر ایک تو اتنا انتظار کروایا اوپر سے بے عزتی بھی کر رہی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ جیسے بیزار ہو چکیں تھیں۔

"تو سوچے وہ جو بھی سوچتا ہے۔۔۔۔بھاڑ میں جائے میری طرف سے۔"

ماہی ایک دم ہی غصے سے چلائی تھی۔اور پھر پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

★★★★★

"تم ابھی تک اُس سے محبت کرتی ہو؟"

راستہ خاموشی سے کٹ رہا تھا جب معیز نے اُس سے پوچھا۔

سفیرہ نے گردن موڑ کر اُسے دیکھا۔

کافی دیر تک اُسکے جواب کا انتظار کرنے کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

"وہی احمد جبریل جس سے پیار کی قسمیں کھاتی رہی ہو۔۔۔اُسی کی جدائی کا روگ ہے نا____جس میں پل پل مرتی ہو تم۔۔۔؟"

سفیرہ نے اپنا سانس بحال رکھنے کی کوشش کی۔

"احمد جبریل کی جدائی کا روگ____؟ کس دنیا میں رہتے ہو معیز ارسل، اتنا نہیں جانتے کہ جدائی محبت کی آزمائش ہوتی ہے۔اور آزمائشوں پر ثابت قدم رہا جاتا ہے۔جدائی میں مر گئی تو محبت ہی نہیں کی۔"

اُسکی بات پر معیز کا چہرہ غصے سے سرخ پڑنے لگا تھا۔

"تم میں ذرا بھی شرم نہیں، اپنے منگیتر کے سامنے اپنی محبت کی تڑپ بیان کر رہی ہو؟"

وہ ناگواری لئے بولا۔

"تم میں ذرا بھی شرم ہے جو مجھ سے محبت کی حقیقت پوچھ کر میری محبت کی توہین کر رہے ہو؟"

"تم واقعی ایک منہ پھٹ اور بد تمیز لڑکی ہو۔"

"میں اِس سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ہوں۔"

وہ بھی اُسی کے انداز میں بولی۔معیز نے کوئی جواب نہ دینا ہی مناسب سمجھا۔

www.novelsclubb.com

لاہور پہنچ کر اُس نے گاڑی سیدھی اپنے آفس کے سامنے لا کھڑی کی تھی۔

گاڑی سے نکل کر اُس نے سفیرہ کی جانب آ کر دروازہ کھولا تو وہ بھی باہر آ گئی۔

"کوئی اُلٹی سیدھی حرکت نہیں کرنا' ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

اُس نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔اور آگے بڑھ گیا۔

وہ بھی اُسکے پیچھے آفس میں داخل ہو گئی۔

ہر کسی نے اُس سفید لباس میں موجود زندہ لاش کو نظریں اُٹھا اُٹھا کر دیکھا تھا۔

اور جب معیز نے سب کے ساتھ اُسکا تعارف اپنی منگیتر کے طور پر کروایا تب تو سب کو جیسے سانپ ہی سونگھ گیا تھا۔

یہ سارا وقت اُس نے خاموشی کے ساتھ دوسروں کو دیکھتے' تعارف کرواتے' سنتے' مختلف ایمپلائز سے ملتے' اور ہر چیز کو پرکھتے ہوئے گزارا تھا۔

اتنے وقت میں اُسے لگا جیسے وہ بولنا ہی بھول چکی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کافی دیر کے بعد جب وہ آفس میں کھڑی ھاتھ باندھے باہر کے مناظر دیکھ رہی تھی تو معیز آفس میں داخل ہوا۔

"تمہیں بولنا نہیں آتا کیا؟"

اُس نے اُسے سختی سے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

"درندوں کی طرح پیش مت آؤ۔" وہ خود کو چھڑاتے ہوئے اُسی کے لہجے میں بولی۔

مگر اُس نے ایک بار پھر اُسے سختی سے پکڑا اپنی جانب موڑا۔اِس بار اُسکی گرفت پہلے سے بھی زیادہ مضبوط تھی۔

"میں اِس سے بھی بری طرح پیش آسکتا ہوں، ابھی تم نے میرا وہ روپ دیکھا ہی کہاں ہے۔ تمہیں تمہارے باپ کے آفس میں جا کر بتاتا ہوں کہ میری عزت کیسے کرنی ہے۔"

سفیرہ کی آنکھوں سے پانی آنے لگا۔ مگر اگلے ہی پل وہاں نفرت ہلکورے لینے لگی۔

"تم اِس قابل نہیں ہو کہ تم سے نفرت بھی کی جائے، عزت تو بہت دور کی بات ہے۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں غصے سے بولی۔

"سب کچھ سمجھ آجائے گا تمہیں۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔"

وہ اُسی سختی سے اُس کا ہاتھ تھامے آفس سے باہر لے آیا۔

باہر آکر اُسے پھینکنے کے سے انداز میں گاڑی میں بٹھا کر دروازہ بند کر دیا۔

"تم بہت پچھتاؤ گے معیز، اپنے کیے گئے ہر عمل پر۔"

اُس کا لہجہ ترحم لئے ہوئے تھا۔

اُس نے بغیر جواب دیے گاڑی تیزی سے دوڑائی۔

www.novelsclubb.com

★★★★★

گاڑی چرچراتی ہوئی آواز کے ساتھ ایک جگہ رُکی۔ دروازہ کھلا اور سیاہ جوتے زمین پر نمودار ہوئے۔

مکمل سیاہ لباس میں ملبوس اُسکا وجود عیاں ہوا۔آنکھوں پر سیاہ سن گلاسز لگائے وہ اپنے سامنے کھڑی اُس عظیم عمارت کو دیکھ رہا تھا جس کی بنیادیں حرام پر رکھی گئیں تھیں۔

اُس نے بغیر انتظار کیے زینے پھلانگتے ہوئے عمارت کے داخلی دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔

اِس سے پہلے کے وہ داخل ہوتا ایک اہلکار اُسکے سامنے آکھڑا ہوا۔

اُس نے اُسکا تعارف اور آنے کا مقصد پوچھا۔

"احمد جبریل ____ تمہارے اونر سے ملنا ہے۔"

وہ سپاٹ انداز میں بولا تو اہلکار نے اُسے مشکوک انداز میں گھورا۔

"یہیں رُکو۔" اہلکار نے کہا اور پھر فون پر کوئی نمبر ملانے لگا۔

احمد نے جیسے اکتا کر اُسے دیکھا۔

ذہن میں کئی قسم کے حربے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ مگر وہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی اپلائی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اہلکار نے فون پر اپنے اونر کو احمد کے آنے کی اطلاع کی تھی۔

دوسری طرف سے جواب کافی دیر بعد سوچ سمجھ کر آیا تھا۔

فون بند ہوا تو اہلکار اُس سے ایک بار پھر مخاطب ہوا۔

"تم جا سکتے ہو مگر خیال رہے کوئی خوشیاری نہیں۔" اُسکا لہجہ دھمکانے والا تھا۔

احمد کے چہرے پر تبسم ظاہر ہوا۔ اور وہ ایک پُراسرار سی مسکراہٹ اُسکی جانب اُچھال کر اندر چلا گیا۔

اہلکار کی نگاھوں نے دور تک اُسکا پیچھا کیا۔

بلڈنگ کے اندر پہنچ کر اُس نے ایک طائرانہ نگاہ اپنے اطراف پر دوڑائی۔

وہ سیدھا حسن علی خان کے آفس میں جا رہا تھا۔

اِس عمارت کا ایک ایک راستہ اُسے حفظ تھا۔ جو نہی وہ آفس والے کوریڈور میں پہنچا تو ریسیپشن پر بیٹھی خاتون نے اُسے رُک جانے کا اشارہ کیا۔

وہ اُس کے سامنے ہی آکھڑا ہوا۔

"جی؟"

"احمد جبریل۔۔۔"

"اوہ۔" وہ بولی اور پھر فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

"چلیئے میں آپ کو آفس تک لے چلتی ہوں۔"

"شکریہ۔ میں خود جا سکتا ہے۔" اُس کے گھمبیر آواز میں کہے گئے جملے پر خاتون کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا۔ جبکہ وہ بغیر دیکھے آگے بڑھ چکا تھا۔

سفید ماربل پر چلتے ہوئے سن گلاسز اُتار کر ہاتھ میں پکڑتے وہ آفس کے دروازے تک پہنچا۔

دروازہ کھول کر وہ کسی طوفان کی طرح اندر داخل ہوا تو حسن علی خان سامنے اپنی کرسی پر براجمان جیسے اُسی کا منتظر تھا۔

اُس نے ایک پل کا بھی وقت لگائے بغیر دروازے سے اُس ٹیبل تک کا سفر طے کیا تھا جو حسن علی خان کے سامنے رکھا تھا۔

"ویلکم، احمد جبریل چوہدری۔" وہ اُسکے جارحانہ انداز کی پرواہ کئے بغیر مسکراتے ہوئے بولا۔

ایک طرف اُسکا خاص آدمی، محراب کھڑا عقابی نگاھوں سے اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیسے آنا ہوا۔۔۔؟ بیٹھو۔"

"نگاھیں ملا کر بات کر رھے ہو، مطلب غرور ٹوٹا نہیں تمہارا۔"

احمد دونوں ہاتھ میز پر جمائے اُسکی نگاھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اور اِس بات پر مقابل نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔ اور اگلے ہی لمحے آنکھوں میں آگ لئے وہ نفرت سے گویا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"غرور اُن کا ٹوٹتا ہے، جنہیں شکست ہو جائے____اور مجھے کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔"

احمد نے اُسے متاثر کن انداز میں دیکھا۔ پھر ساتھ ہی پڑی کرسی پر ہاتھ جما کر ہولے سے مسکرایا۔

"شکست تو ابلیس کو بھی ہو گئی تھی، مگر اُسکا غرور آج بھی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اور ایک بات تم سمجھ نہیں پا رہے____"وہ چہرہ اُس کے قریب لے گیا۔"غرور ہمیشہ شکست کھاتا ہے۔"

حسن علی خان کا چہرہ سیاہی ہوتا جا رہا تھا۔

"تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ مجھے دھمکانے کے لئے؟ پچھلی بار کی ہار بھول گئے؟"

"مجھے دھمکیوں پر بھروسا نہیں ہے، عمل میرے لئے سب کچھ ہے۔ اور جو عمل میں بروئے کار لانے والا ہوں اُسے دیکھ کر تم سمجھ جاؤ گے کہ احمد جبریل کبھی تم سے ہارا ہی نہیں تھا۔"

احمد نے اپنی یخ سرمئی نگاھیں قریب کھڑے اُسکے آدمی پر ڈالیں۔ پھر واپس اُسے دیکھا۔

"کیوں؟ عمل سے ڈر لگتا ہے؟" سرد آواز۔

"میں کسی سے نہیں ڈرتا۔" وہ کرسی پر آگے ہو کر دانت بھینچ کر بولا۔

"میں نے ہمیشہ تمہیں ہرایا ہے احمد_____ تم میری بیٹی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے جا رہے تھے نا___ اُسکی شادی ہو رہی ہے۔ تم اُسکی زندگی برباد کرنا چاہتے تھے۔۔۔ مگر دیکھو اُس نے تمہارا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے میری بات سنی اور وہ تمہارے ارادوں سے واقف ہو گئی۔ تم مجھے ہرا نہیں سکے۔"

احمد اُسکی بات پر چند پل کے لئے خاموش رہ گیا۔

حسن علی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"میں چاہوں تو ابھی اور اِسی وقت تمہیں یہاں سے باہر پھینکوا سکتا ہوں۔ اور چاہوں تو آج بھی تمہاری اُس دُکھتی رگ کو چھیڑ سکتا ہوں جو اُس رات تمہاری بہن کو۔۔۔۔"

چٹاخ۔۔۔۔

زوردار تھپڑ۔۔۔

محراب نے پستول نکال کر اُسے روکنے کی کوشش کی مگر اُس نے اُسے سختی سے پکڑ کر گردن موڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ پستول میز کے اوپر ہی رہ گیا۔

پھر دوسری جانب سے ہو کر حسن علی کے قریب پہنچ کر بے دردی سے اُسکی گردن یوں دبوچی کہ گویا مار ہی ڈالے گا۔

حسن علی کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا اور آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔ وہ اُس سے اپنا گلا چھڑوانے کی کوشش کرتا رہا۔

"اگر ایک اور بار بھی میری بہن کا نام اپنی زبان پر لے کر آیا تو اِسکے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ گننے لائق نہیں ہوں گے۔"

اُسکا غصہ اُسکی سرخ آنکھوں سے ظاہر تھا۔

جبکہ حسن علی خود کو اُس وقت موت کی آغوش میں محسوس کر رہا تھا۔

اُسی لمحے محراب نے اُسے پیچھے سے دبوچ لیا تھا۔

مگر اُس نے ایک جھٹکے سے اُسے ہٹا کر میز پر پڑا اُسی کا پستول اُس پر تان لیا۔

اُس کے اوپر یونہی پستول تانے وہ حسن علی کی جانب پلٹا جو بری طرح سے کھانس رہا تھا۔

احمد نے اُسے بالوں سے جکڑ کر اُسکا چہرہ اپنی جانب موڑا۔

"میں چاہوں تو تجھے ابھی اِسی لمحے یہیں مار دوں اور تیری لاش کی کسی کو خبر بھی نہ ہو' ذلیل انسان۔ مگر میں تجھے آج نہیں ماروں گا۔ تمہاری سزا بہت سخت ہو گی۔۔۔۔ اتنی کہ تم زندگی سے پناہ مانگو گے۔"

خوفناک نگاھیں حسن علی خان کی نگاھوں میں گاڑے وہ بولا۔

اور پھر محراب کو ایک نگاہ دیکھ کر اُسکا پستول اُسکے ہاتھ میں دیا۔

"محافظ بن کر کھڑے ہو' حفاظت کا درس تو لیا ہوتا۔"

وہ آہستگی سے بولا اور اُسے وہیں چھوڑ کر پلٹ آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لمحوں میں تباہی کے بعد سکون سے واپس پلٹ آنے کا ہنر اُسکے پاس موجود تھا۔

شرٹ کو ایک ہاتھ سے جھاڑتے ہوئے اُس نے سن گلاسز واپس لگائیں۔

ریسیپشن پر بیٹھی خاتون نے سنجیدگی سے اُسے آتے ہوئے دیکھا۔ مگر جونہی وہ اُسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا تو اُسکے چہرے پر یوں چمک آئی جیسے کوئی خواب پورا ہو گیا ہو۔

اُسکے نگاھوں سے اوجھل ہو جانے تک وہ اُسے دیکھتی رہی تھی۔

★★★★★

حسن علی کا آفس معیز کے آفس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد گاڑی اب ایک سیاہ گاڑی کے بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آ جاؤ تمہارے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا میں۔"

وہ کہہ کر گاڑی سے نکل گیا۔ تو وہ بھی بے دلی سے دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔

ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے اُس نے اپنے سامنے کھڑی اُس عالی شان عمارت کو دیکھا۔ اِسے دیکھنے کا اتفاق اُسے پہلی بار ہی ہوا تھا۔

آج سے پہلے اُسے گجرات کے علاقوں سے باہر جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

اُس کی آنکھیں نم ہوئیں۔اور دل میں تکلیف سی اُٹھی۔

مگر پھر وہ فوراً ہی خود کو نارمل کرنے لگی۔معیز نے اُسکا انتظار نہیں کیا تھا۔

وہ اُسے اُس بلڈنگ میں داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا۔سفیرہ کا دل چاہا کہ ابھی یہیں سے کہیں واپس بھاگ جائے۔

مگر ایسا نہ ہو سکا۔

اُسکے قدموں نے بہت ہمت کر کے سیڑھیوں کو عبور کرنا چاہا۔

مگر اِس سے پہلے کہ وہ زینے پر قدم رکھتی کوئی تیزی سے چلتا آفس سے باہر آ رہا تھا۔

سفیرہ کی نظریں اُس شخص پر پڑیں اور وہیں ٹھہر گئیں۔ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا اُسے پہچاننے میں۔واللہ اِس شخص کو تو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ شخص آج بھی وہی تھا۔

بالکل وہی _____ کوئی بدلاؤ نہیں۔

سفیرہ کو اپنے پاؤں شل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔

اُس کی نظر جب سفیرہ پر پڑی تو اُس سے دو قدم کے فاصلے پر ہی وہ ٹھہر گیا۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہو گا۔ مگر سفید چادر میں لپٹی سفیرہ نے اُسے اپنے سامنے پا کر آج بھی خود کو خاک ہوتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

وہ اُسکے سامنے کھڑا تھا۔

سفیرہ کا سانس تک رُک گیا۔

یوں لگا جیسے ہزاروں سال بیت گئے ہوں اور وہ ایک بار پھر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے ہوں۔

احمد نے سن گلاسز اُتار کر اپنی سرمئی نگاھوں سے جو قدرے گلابی پڑ چکی تھیں اُسے دیکھا۔

وقت نے ایک لمحے کے لئے خود کو روک کر اُنہیں دیکھا تھا۔

مگر اگلے ہی لمحے وہ احمد کی بیوقوفی پر سرک گیا۔

وہ اُسے نظرانداز کر کے چلا گیا۔

کیا؟ہاں بالکل۔۔۔اُس نے دیکھا تھا وہ اُسے نظرانداز کر کے بغیر کچھ کہے اُسکے قریب سے گزر گیا۔ بالکل وقت کی طرح!

رُکا ہوا سانس بحال ہوا۔

وہ ساکت سی کھڑی اُس جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں وہ چند لمحے پہلے کھڑا تھا۔

گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور پھر زن سے آگے بڑھ گئی۔

سفیرہ پلٹ ہی نہیں سکی۔ وہ اُسے پتھر ہی تو کر گیا تھا۔

بے جان پتھر!!

وہ چاہتی تھی کہ وہ اُسے روک لے۔ پاگلوں کی طرح اُسکی گاڑی کے پیچھے بھاگ بھاگ کر اُسے آوازیں دے کہ رُک جاؤ۔

اور اُسے اپنے پاس بٹھا کر خود پر گزرے سبھی ستم سنا ڈالے۔

مگر وہ پتھر۔۔۔۔بہت دیر کے بعد ٹوٹا۔

اور جب ٹوٹا تو وہیں اُن زینوں کے اوپر ڈھے گیا۔

کوئی بہت روانی سے بھاگ کر اُس تک آیا۔اور وہ اندھیروں کی زد میں چلی گئی۔

★★★

ہوش آنے پر اُسے پتا چلا کہ وہ ایک بڑے سے صوفے پر لیٹی تھی۔

آنکھیں کھلنے پر ہر جو چیز دھندلی تھی آہستہ آہستہ صاف دکھائی دی۔

اُس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھا۔

ایک جانب حسن علی اپنی کرسی پر براجمان تھے اور اُن کے سامنے ہی معیز بیٹھا تھا۔غالباً یہ اُن کا آفس ہی تھا۔

اُن دونوں کی نظر جب اُس پر پڑی تو وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

بے ہوش ہونے سے پہلے کا واقعہ یاد کر کے اُسکے سر میں شدید درد اُٹھا تھا۔

احمد۔۔۔۔

وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ بابا کے آفس میں؟

اُس نے سوچا۔ یہ بات اُس کے لئے واقعی حیران کن تھی۔ کیا اُسکا اُن کے ساتھ کوئی رابطہ ہے؟ لیکن کس سلسلے میں؟ یا پھر وہ ابھی بھی اُسکے ساتھ کچھ غلط کرنے کا سوچ رہے ھیں؟

سفیرہ کی سوچیں ایک دوسرے کے ساتھ ہی اُلجھ رہی تھیں۔

"اِسے گھر واپس لے جاؤ معیز_____ طبیعت ٹھیک نہیں ہے اِسکی۔"

اُس نے حسن علی کو کہتے ہوئے سنا۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کے ٹیبل تک پہنچی۔

"بابا وہ یہاں کیا کر رہا تھا؟ مجھے سچ بتایئے وہ یہاں کیا کرنے آیا تھا؟"

وہ نم آنکھوں سے اُنہیں دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حسن علی نے سپاٹ چہرہ لئے اُسے دیکھا۔

"اِس معاملے کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں، چپ چاپ معیز کے ساتھ جاؤ۔"

"لیکن میں جاننا چاھتی ہوں وہ کیوں آیا تھا یہاں۔۔۔ آپ کیا کرنے والے ہیں اُسکے ساتھ ؟"

سفیرہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

"تمہیں جب اپنے باپ پر بھروسا ہی نہیں ہے تو کیوں پوچھ رہی ہو؟ میں نے اُسے نہیں بلایا وہ خود آیا تھا۔"

اِس سے پہلے کہ سفیرہ کچھ کہتی وہ پھر بولے۔

"معیز لے جاؤ اِسے۔"

اور معیز نے اُسے ایک بار پھر سختی سے پکڑا۔

"اُس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دو، تمہاری شادی معیز سے ہی ہو گی۔"

حسن علی نے سپاٹ تاثرات لئے اُسے اٹل لہجے میں کہا۔

پھر لے جانے کا اشارہ کیا تو معیز اُسے زبردستی باہر لے گیا۔

★★★★★

مرے ہم نفس، مرے ہم نوا، مجھے دوست بن کے دغا نہ دے

میں ہوں دردِ عشق سے جاں بلب مجھے زندگی کی دُعا نہ دے

میں غمِ جہاں سے نڈھال ہوں کہ سراپا حزن وملال ہوں

جو لکھے ہیں میرے نصیب میں وہ الم کسی کو خُدا نہ دے

نہ یہ زندگی مری زندگی، نہ یہ داستاں مری داستاں

میں خیال و وہم سے دور ہوں، مجھے آج کوئی صدا نہ دے

مرے گھر سے دور ہیں راحتیں، مجھے ڈھونڈتی ہیں مصیبتیں

مجھ خوف یہ کہ مرا پتہ کوئی گردشوں کو بتا نہ دے

مجھے چھوڑ دے مرے حال پر، ترا کیا بھروسہ اے چارہ گر

یہ تری نوازشِ مختصر، مرا درد اور بڑھا نہ دے

مرا عزم اتنا بلند ہے کہ پرائے شعلوں کا ڈر نہیں

مجھے خوف آتشِ گل ؔسے ہے کہیں یہ چمن کو جلا نہ دے

درِ یار پہ بڑی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے

ابھی نیند آئی ہے حُسن کو کوئی شور کر کے جگا نہ دے

مرے داغِ دل سے ہے روشنی یہی روشنی مری زندگی

مجھے ڈر ہے اے مرے چارہ گر یہ چراغ تُو ہی بُجھا نہ دے

وہ اُٹھے ہیں لے کے خم و سبو، ارے اے شکیل کہاں ہے تُو

ترا جام لینے کو بزم میں، کوئی اور ہاتھ بڑھا نہ دے

شکیل بدایونی

آج کی رات گویا آئی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ آج شامِ چراغاں تھی۔ ہر جانب جلتے چراغ رات کو سحر انگیز بنا رہے تھے۔

اُس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔

www.novelsclubb.com

وہاں ہر جانب زرد روشنیاں جل رہیں تھیں، کیمبرج کی طلسم بکھیرتی فضا بھی آج اُن قندیلوں کو پناہ دے رہی تھی۔

"تو کیا تمہیں اب روشنیوں سے لگاؤ نہیں رہا؟" وہ یونہی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھی جب مہک کی آواز نے اُسے مزید آرزدہ کر دیا۔

"یہ روشنیاں ہمیشہ ویسی ہی پرکشش رہیں گی میرے لئے۔"

وہ بولی تو مہک بھی اُس کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے اُسی کے تعاقب میں دیکھنے لگی۔

"پھر آج اِس رات میں اِن روشنیوں سے ملنے پر اتنا تامل کیوں؟"

اُسکے نرم آواز میں پوچھے گئے سوال پر علما نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کوئی تامل نہیں، میں جا رہی ہوں ____ اور تم میرے ساتھ جاؤ گی۔"

وہ گویا اُسی وقت جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ مہک ہلکا سا مسکرائی۔

"میں نے تو جانا ہی جانا ہے۔ اور میں تیار بھی ہوں۔"

اور اُسے تیار دیکھ کر علما کو قدرے افسوس ہوا۔کیونکہ وہ خود ابھی تیار نہیں تھی۔

اُس نے موبائل آن کر کے اتاش کے نمبر پر ایک میسج لکھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔جواب ضرور دینا۔"

اور پھر تیار ہونے کے لئے چلی گئی۔

★★★

وہ دونوں باہر نکل آئیں تو کلئیر برج پر لوگوں کا ایک ہجوم دور ہی سے نظر آ گیا۔اُن کے ھاتھوں میں قندیل تھے۔

بہت سارے قندیل پانی میں بہتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ دونوں بھی ریور کیم کے قریب کھڑی قندیل ھاتھوں میں تھامے اُنہیں فضا میں آزاد کرنے کے لئے تیار کھڑی تھیں۔

"میں یہ قندیل اتاش کے ساتھ اِس فضا میں چھوڑنا چاھتی تھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علما نے اپنی ادھوری خواہش کا اظہار کیا۔

اور اگلے ہی پل اُن دونوں نے ایک ساتھ قندیل چھوڑ دیا۔

ابھی اُنہوں نے نگاھیں اُٹھا کر اپنے چھوڑے ہوئے قندیل کو دیکھا بھی نہیں تھا کہ بپ کی آواز کے ساتھ اُسکے موبائل پر کوئی میسیج آیا۔

علما نے فوراً فون آن کر کے دیکھا۔

"Meet me at Wren bridge."

اتاش کا میسیج واضح ہوا۔ علما کی نگاھیں چمک ہی اُٹھی تھیں۔

"کیا ہوا؟ کہاں بلایا ہے اُس نے؟" مہک اُسکا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کچن برج پر۔" اُس نے مختصر جواب دیا۔

"تم اکیلی جا رہی ہو یا میں بھی جاؤں؟"

"جو تم کہو۔" علما نے اُس پر چھوڑا۔

"ٹھیک ہے تو میں بھی چلتی ہوں، لیکن میں پیچھے ہی رہوں گی تم اُس سے مل لینا۔"

مہک نے جیسے تجویز پیش کرتے کہا۔

وہ دونوں ہی سینٹ جان کالج کی طرف بڑھنے لگیں تھیں۔

ہر طرف موجود اِن پُر اسرار روشنیوں میں نظر آتے قدرت کے نظاروں نے رات کو سحر انگیز بنا دیا تھا۔

سبزہ، ریور کیم کا بہتا پانی، قدیم عمارتیں، اور جلتے ہوئے قندیل۔ یہ رات بہت حسین رات تھی۔

وہ سینٹ جان کالج کے قریب پہنچیں تو مہک پیچھے لان میں ہی کھڑی رہی۔

ایک آخری بات جو اُس نے علما سے کہی تھی۔

"آج اُس سے اپنے دل کی ہر بات کھل کر کہہ دینا، اور ہر احساس کو واضح کر دینا۔"

علما سر اثبات میں ہلا کر کالج کے اندر چلی گئی۔ یہ واحد کالج تھا جس پر دو برج واقع تھے۔ سائیز برج کالج کے تھرڈ کورٹ اور نیو کورٹ کے درمیان واقع تھا۔ جس کے برابر میں ہی کچن برج تھا۔

علما نے برج کی جانب بڑھتے ہوئے اپنے دل کو تیز رفتار سے دھڑکتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

یہاں اِس پُل پر آخری بار وہ اتاش ہی کہ ساتھ آئی تھی جب اُس نے سامنے موجود آہوں کے پُل کی تعمیر کی حقیقت واضح کی تھی۔

کہ آخر اِس پُل کا نام برج آف سائیز کیوں ہے' بھلا کیا کہا تھا اُس نے؟"

اِسکا نام وینس میں واقع برج آف سائیز کے نام پر رکھا گیا تھا' اور اُس پُل کی حقیقت۔۔۔

خیر اُس نے مزید سوچنے کے بجائے سر جھٹک کر آگے بڑھنا چاہا۔

اُس نے رین برج جسے کچن برج بھی کہتے ہیں پر قدم رکھا تو وہ دوسرے کنارے پر کھڑا نظر آیا۔

اگر آج روشنیاں مہربان نہ ہوتیں تو وہ اندھیرے میں اُسکا چہرہ نہ دیکھ پاتی۔

"اتاش۔۔۔"

وہ اُسکی طرف بڑھ آیا۔

"میں نہیں پوچھوں گی کہ تم اتنے دن سے کہاں تھے، کال کیوں نہیں کی، میسیج کیوں نہیں دیا، میں بس تم سے ایک بہت اہم بات کہنا چاھتی ہوں۔۔۔"

وہ چہرہ اوپر اُٹھائے اپنے سامنے کھڑے شخص دیکھتی بے تاب سی بول رہی تھی مگر اُس نے بات کاٹ دی۔

"تمہیں جو بھی کہنا ہے آرام سے کہو۔"

وہ جیسے تمام فرصت ساتھ لے کر آیا تھا۔

علما نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اتاش____!!

اُسکی نگاھوں میں جیسے سارا جہاں اُمڈ آیا تھا۔

"میں نے آج تک اپنی پچیس سالہ زندگی میں کسی چیز کو یا کسی شخص کو اتنی اہمیت نہیں دی جتنی تمہیں دیتی ہوں، میں بس یہ کہنا چاھتی ہوں کہ۔۔۔۔میں نے تمہیں خود سے بڑھ کر چاہا ہے، جب اداسی میں تم سے ملتی ہوں تو لگتا ہے خوشی تم ہو، جب بے چین ہوتی ہوں تو لگتا ہے سکون تم ہو، جب میں خود کو کسی اندھیر کنویں میں گرتے ہوئے محسوس کرتی ہوں تو لگتا ہے تم ہی وہ روشنی ہو جو اُمید بن کر میرے دل میں جلتی ہے۔میں تم سے یہی کہنا چاھتی ہوں اتاش_____کہ بہت محبت کرتی ہوں میں تم سے۔اتنی کہ خود کو تمہاری خاطر قربان کر سکتی ہوں۔"

شاید الفاظ آج بھی وہ حق ادا نہیں کر پائے تھے جو اُنہیں کرنا چاھئے تھا۔

الفاظ کبھی احساس کی ترجمانی کر پائے ہیں بھلا؟

اتاش کے جواب نے اُسکے الفاظ کو بے وقعت ہی بنا دیا تھا۔

"لیکن میں تو تم سے محبت نہیں کرتا۔"

www.novelsclubb.com

الفاظ تو تلوار ہوتے ہیں، گہرے وار کے لئے۔

"مجھے تم سے کبھی محبت ہوئی ھی نہیں۔"

الفاظ_____ایسے تیر جو دلوں میں پیوست ہو جاتے ہیں۔

علما نے اُسکی بات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ بے یقینی کے لمحات، وہ لمحات جہاں دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

وہ چند لمحے یونہی عجیب سی کیفیت میں رہی۔

"کیا؟"

اور پھر وہ بس یہی پوچھ سکی۔

"میں نے کہا کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا۔ نہ ہی کبھی کر سکتا ہوں۔"

وہ بے یقینی سے ایک قدم پیچھے ہٹی۔ یہ الفاظ۔۔۔اُسے لگا یہ الفاظ اُسے ختم کر دیں گے۔

"تم میرے ساتھ ایسا مذاق نہیں کر سکتے اتاش۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"یہ مذاق نہیں ہے' میں یہاں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں تمہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔"

اُس کا لہجہ۔۔۔۔یہ لہجہ اُسکا تو نہیں تھا۔

"تم مجھے چھوڑ رہے ہو؟ کیا مطلب ہے اتاش تم مجھے کیسے چھوڑ سکتے ہو تم تو۔۔۔تم تو مجھ سے محبت کرتے تھے؟" وہ اُسکا گریبان پکڑے ہکا بکا سی کہہ رہی تھی۔

"نہیں' میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی۔ وہ سب ایک کھیل تھا۔ تم مجھے کبھی پسند تھی ہی نہیں۔ بات ختم۔" وہ ایک جھٹکے سے خود کو چھڑا کر آگے بڑھا۔

"ایسے کیسے بات ختم ہو سکتی ہے' ت۔۔۔تم۔۔۔تم مجھے اِس طرح کیسے ٹھکرا سکتے ہو؟"

اِس بار وہ چلائی تھی۔

"آواز نیچی رکھو۔۔۔" اور وہ اُس سے بھی بلند آواز میں بولا تھا کہ وہ کانپ سی گئی۔

وہ تیزی سے اُس کی جانب پلٹا اور اُس کی تھوڑی کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے لب بھینچے بولا۔

"تم میری پسند نہیں ہو۔۔۔۔ میں ایلینور سے محبت کرتا ہوں اور اُسی سے شادی بھی کروں گا، اپنے ذہن سے یہ نکال دو کہ تم میری پسند بنو گی۔" اور ایک دم اُس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

علما کو لگا جیسے اُس کے اعصاب سن پڑ گئے ہیں۔ اُسے لگا جیسے یہ برج ابھی ٹوٹ جائے گا اور وہ نیچے ریور کیم کے پانی کی گہرائیوں میں جا گرے گی۔

"مگر ایلینور تو مسلمان بھی نہیں ہے۔" وہ بمشکل اپنے آنسو روکتے ہوئے بولی۔

"اور نہ ہی میں۔" اور علما کو لگا جیسے وہ واقعی کہیں دور گہرائیوں میں جا گری ہے۔

"تم۔۔۔ اتاش۔۔۔ تم۔۔۔۔ کیسے تم اپنا مذہب۔۔۔۔ چھوڑ سکتے ہو؟" بڑی مشکل سے اُس نے یہ جملہ مکمل کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم سے کسی نے مشورہ نہیں مانگا۔۔۔اور مذہب کی بات تم کر رھی ھو؟ تم؟ جسے یہ تک نہیں معلوم کہ قرآن میں کتنی سورتیں ھیں، تم سکھاؤ گی مجھے کہ مذہب کیا ھوتا ھے۔۔۔؟"

اُس کے لہجے میں دنیا جہان کا طنز سمو آیا تھا۔اُس پل اپنی کم علمی پر جانے کیا محسوس ھوا تھا اُسے۔۔۔۔شرمندگی؟ ذلت؟ افسوس؟ جو بھی تھا مگر وہ جواب دینے کے قابل نہیں رھی تھی۔

"تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم جس مذہب کو اپنائے پھر رھی ھو وہ مذہب درست بھی ھے یا نہیں، تم ایک اللہ کو تو مانتی ھو مگر اِس بنیاد پر کہ تمہارے بڑوں نے تمہیں یہی سکھایا ھے۔" وہ اُس کے چہرے کے قریب ھو کر آہستہ مگر نفرت بھری آواز میں بول رہا تھا۔اُس کا یہ روپ تو وہ پہلی بار دیکھ رھی تھی۔یہ وہ اتاش تو نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی۔کچھ آنسو اُسکی پلکوں کی باڑ توڑ کر باھر نکلے تھے۔

"اور تم؟ تم بھی تو اپنے بڑوں کے کہنے پر۔۔۔۔۔۔۔" ابھی وہ کچھ کہہ ھی رھی تھی مگر اُس نے درشتگی سے اُس کی بات کاٹ دی۔

"اوہوں۔۔۔میری ماں کیتھولک ہے اور باپ مسلمان۔۔۔مگر میرا کوئی مذہب نہیں ہے، نہ میں اپنے باپ کے کہنے پر مسلمان ہوا ہوں اور نہ ماں کے کہنے پر کیتھولک۔۔۔مجھے کسی مذہب کی ضرورت ہی نہیں ہے، کم از کم تمہاری طرح بغیر کچھ جانے، بغیر کچھ سوچے سمجھے کسی مذہب کا حصہ نہیں ہوں میں۔" یہ وہ کون سا بھیانک روپ تھا اُس کا جو اُسے آج دیکھنے کو مل رہا تھا۔وہ کسی مذہب پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا۔۔۔وہ ایک ملحد تھا اور اُسے یہ بات آج پتہ چل رہی تھی، اُسے واقعی اپنی کم علمی پر افسوس ہوا تھا۔

"مگر تم نے مجھے تو یہ نہیں بتایا کہ تم ایک ملحد ہو۔۔۔"اُس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی، اعتبار کے ٹوٹنے کا دکھ تھا۔

"اپنے بارے میں تمہیں کچھ بھی بتانا میں فرض نہیں سمجھتا۔۔۔اگر اتنا ہی دکھ ہو رہا ہے میرے ملحد ہونے پر تو پہلے ایک نظر خود پر بھی ڈال لو۔۔۔تمہاری خدا کے بارے میں کشمکش مجھ سے زیادہ ہے۔"

"تم مجھے مسلمان ہونے پر چھوڑ رہے ہو؟"

"مجھے کسی کے مذہب میں کوئی دلچسپی نہیں ھے، یہ تم مسلمان ھی ھو جو ھر ایک کو اُس کے مذہب پر تولتے ھو، خود چاھے اسلام کے الف کا بھی علم نہ ھو۔"

"تو پھر تم مجھے کیوں چھوڑ رھے ھو اتاش؟ آخر میرا کیا قصور ہے' میں نے تو تم سے محبت کی تھی۔" وہ اُسکی بات کی کڑواہٹ کو بالکل ھی نظرانداز کر کے پھر سے پوچھنے لگی۔

"کتنی بار بتاؤں کہ مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں رھی، ایلینور تم سے ہزار گنا بہتر ھے، اور ھم دونوں جلد ھی شادی کر لیں گے، اب میرا پیچھا چھوڑ دو تم۔"

اُسکے لہجے میں علما کے لئے جانے کیا تھا کہ وہ خود بھی خود کو کمتر تصور کرنے لگی تھی۔

تو علما بنتِ عالم یہ ھے تمہاری اوقات کہ کسی کو یوں تم پر ترجیح دے کر تمہیں ٹھکرا دیا جائے؟ اُس نے دل ھی دل میں خود سے پوچھا۔ رخسار آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے۔

"تمہیں ایلینور ہی پسند تھی تو مجھے پہلے بتا دیتے۔ مجھ سے کیوں کئے اتنے وعدے؟" وہ قدرے آہستہ مگر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تمہیں وہ دن یاد ہے جب تم نے ایلینور سے اُسکا خواب چھین لیا تھا؟ جب وہ تمہارے سامنے گڑگڑائی تھی؟ مگر تب تمہیں اپنی انا بہت عزیز تھی۔۔۔ یہ اُسی دن کا بدلہ ہے علما۔۔۔ تم میری نظر میں کچھ نہیں ہو سوائے ایک بے وقوف کریکٹر لیس لڑکی کے۔"

جیسے کسی نے اُس کے چہرے پر کس کے تمانچہ دے مارا ھو۔ وہ اپنا آخری وار کر کے جا چکا تھا اور اُسے لگا جیسے رین برج پر اُسکا مجسمہ بنا دیا گیا ھے، کبھی نہ پگھلنے والا مجسمہ۔

★★★★★

آخری جھلک۔۔۔۔

"وہ سامنے برج آف سائیز دیکھ رہی ہو؟ اِسکا نام وینس میں موجود برج کے نام پر رکھا گیا تھا۔

وینس میں جو برج آف سائیز ہے اُسکے نام کے پیچھے بھی ایک کہانی ہے۔

وہاں جو قیدی ہوتے تھے اُنہیں شروع میں ڈوج کے محل کے اندر زیرِ زمین جیل کے چیمبرز میں رکھا جاتا تھا۔

www.novelsclubb.com

بعد میں جب قیدیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو اُس جیل کو نہر کے اُس پار ایک عمارت تک پھیلا دیا گیا۔اُسے نیو جیل کا نام دیا گیا۔

اور پھر ایک برج تعمیر کیا گیا تا کہ قیدیوں کو مقدمے کی سماعت کے بعد براہِ راست اُن کی کوٹھریوں تک یا پھر پھانسی کے چیمبر تک لے جایا جا سکے۔

جانتی ہو اُس پُل کا نام برج آف سائیز کیوں تھا؟

اس پل کا نام اُن قیدیوں کی آہوں پر رکھا گیا جنہوں نے اس پل کو پار کیا۔

پھانسی کے چیمبر کی طرف جاتے ہوئے جب وہ اِس لائم اسٹون کے ڈھکے ہوئے پُل سے گزرتے تو اِسکی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں سے وینس میں اپنی ایک آخری جھلک دیکھتے ہوئے آہیں بھرتے گزر جاتے۔"

وہ خاموش ہوا۔

تو علما نے ایک گہری آہ بھری۔

اُسی پل سیاہ بادلوں نے تڑاتڑ برسنا شروع کر دیا۔اور وہ دونوں سروں پر ہاتھ رکھتے بھاگتے ہوئے پُل سے نیچے چلے گئے۔

ایک آخری جھلک۔۔۔۔

وقت بہت تیزی سے پلٹا اور وہ ایک بار پھر اُسی مقام پر کھڑی تھی۔

اِن زرد روشنیوں سے چمکتی رات میں اُس کا وجود کسی موم بتی جیسا تھا۔جسے کوئی جلا کر چھوڑ گیا تھا۔اب وہ پگھلتی جا رہی تھی مگر جلانے والے کو کیا خبر۔

وہ تو جلا کر جا چکا تھا۔

اور پگھلتی پگھلتی وہ گھٹنوں کے بل نیچے گر گئی۔

آنسو بار بار پلکوں کی دہلیز پار کر رہے تھے۔وہ تنہا نہیں تھی، وہ تنہا کی گئی تھی۔

نہ تو اِن آنسوؤں پر اُس کا اختیار رہا تھا اور نہ ہی اپنی ذہنی حالت پر۔

وہ کچھ بھی سوچ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ دیر کے بعد اُس نے مہک کو بھاگتے ہوئے پُل پر قدم رکھتے دیکھا تھا۔

ہر چیز جیسے کسی بھیانک خواب کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"علما۔۔۔۔۔"

"کیا ہوا ہے تمہیں، تم ٹھیک تو ہو؟"

وہ پریشانی کے عالم میں اُسکے قریب بیٹھتی پوچھ رہی تھی۔

"علما۔۔۔۔"

"کچھ تو بولو۔۔۔کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

اب کے مہک کی آواز کانپنے لگی تھی۔

علمانے چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا۔مہک اُسکے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

"تم نے مجھے کب کسی غلط کام سے نہیں ٹوکا مہک؟

www.novelsclubb.com

تم نے مجھے ہر برائی سے روکا۔۔۔ ھر بار مجھے سمجھایا۔۔۔تو پھر کیوں؟ کیوں تم نے مجھے اس شخص سے دور رہنے کو نہیں کہا جب کہ وہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھا۔

کیوں مہک؟"

وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی چلارھی تھی۔وہ رورھی تھی اور مہک نے اسے پہلی باریوں روتے ھوئے دیکھا تھا، پاگل ھوتے ھوئے دیکھا تھا۔

"وہ مجھے ٹھکرا گیا،اُس نے مجھے کبھی چاہا ہی نہیں۔" وہ یوں بولی جیسے سب ختم ہو گیا ہو اور وہ خالی ھاتھ رہ گئی ہو۔

مہک کو لگا اس نے غلط سنا ہے۔

"وہ تمہیں کیسے ٹھکرا سکتا ہے علما'وہ اتاش ہے، تمہارا اتاش۔"

مہک جیسے اُسے یقین دلا رہی تھی۔

علما روتے روتے اچانک ہی چپ ہو گئی۔ہر جانب سکوت سا چھا گیا۔

وہ دونوں گھٹنوں کے بل ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں تھیں۔

"وہ تو میں تھی جو اُسے اپنا سمجھتی رہی، اصل میں وہ میرا کبھی تھا ہی نہیں۔"

علما نے دھیرے سے کہا۔

"اُس نے تم سے کیا کہا ہے علما؟ تم نے اُسے سب بتایا تھا؟"

مہک نے پوچھا تو اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ کہتا ہے کہ وہ سب ایک کھیل تھا' وہ مجھ سے بدلہ لے رہا تھا۔۔۔ ایلینور کا بدلہ۔۔۔" اور کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

ایلینور کا خواب؟ وہ کس دن کی بات کر رہا تھا؟

اُس نے دماغ پر زور ڈالنا چاہا۔

"ایلینور کا بدلہ؟ تم کیا کہہ رہی ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

مہک کی آواز نے اُسے خیالات سے باہر نکالا۔

"میں نہیں جانتی وہ کس دن کی بات کر رہا تھا۔۔۔ مگر وہ ایلینور سے محبت کرتا ہے' مجھ سے نہیں۔"

وہ بولی اور ایک آنسو پھر سے اُسکی آنکھ سے ٹپکا۔ مہک کو اُسے یوں دیکھ کر دُکھ ہوا تھا۔ اور اتاش۔۔۔ اُسے اتاش پر اپنے پہلے دن والا شک صحیح ثابت ہوتے دیکھ کر بھی بے حد افسوس ہوا تھا۔ اور وہ پچھتا رہی تھی کہ کاش اُس نے اپنی دوست کو اِس دھوکے سے نکال لیا ہوتا۔

"وہ اِس قابل نہیں ہے کہ تم اُس کے لئے اپنے آنسو بہاؤ علما۔۔۔ پھر تم نے اُسے اتنی اہمیت کیوں دے رکھی ہے۔۔۔؟"

مہک کو سمجھ نہیں آیا وہ اُسے کیسے دلاسا دے۔

"وہ کہتا ہے کہ ایلینور مجھ سے ہزار گنا بہتر ہے، لیکن اُس نے مجھے کریکٹر لیس کیوں کہا مہک؟ میرے کردار کو گالی کیوں دی اُس نے؟ میں تو کبھی بھی کریکٹر لیس نہیں رہی پھر۔۔۔؟"

وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ مہک کے دل میں بھی برابر تکلیف اُٹھی تھی۔

اُس نے علما کو کبھی یوں نہیں دیکھا تھا اب اُسے یوں دیکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"وہ کہتا ہے میں ایک بے وقوف اور کریکٹر لیس لڑکی ہوں، میں تو اُس کے علاوہ کسی کو دیکھتی بھی نہیں تھی۔"

وہ پھر سے جذباتی ہوئی۔

"تم بہت معصوم ہو علما۔۔۔ تم نہیں جانتی کہ عورت اپنے کردار کو سینت سینت کر رکھے تب بھی لوگ باتیں کرنے سے باز نہیں آتے۔ تم نے تو پھر محبت کی تھی۔ اور یہ محبت۔۔۔۔

اِس میں محبت میں واقعتاً ذلت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ یہ محبت کے نام پر رسوائی ہے جسے ہم لڑکیاں بس بے وقوفی میں ہی خرید لیتی ہیں۔"

مگر علما نے جیسے اُسکی بات سنی ہی نہیں۔

"وہ کہتا ہے اُسے مجھ میں دلچسپی ہی نہیں، پھر مجھ سے ہمیشہ ساتھ رہنے کے وعدے کیوں کیئے اُس نے؟" اُسکی آواز بھرا گئی تھی۔ دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مہک نے اُسے گلے سے لگالیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"زندگی ختم نہیں ہوئی علما۔۔۔۔ وہ چلا گیا ہے، اب بھول جاؤ اُسے۔"

وہ اُسے یونہی گلے سے لگائے نرمی سے بولی۔

اس نے میرے اعتبار کو ٹھیس پہنچائی ھے۔" وہ الگ ہوئی۔

"اعتبار؟ تم نے اُس پر اعتبار کیوں کیا تھا علما؟"

مہک بے بس سی بولی۔

"کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ وہ مخلص ھے، وہ باقیوں سے الگ ھے۔" وہ اپنا خسارہ بھول نہیں پا رہی تھی۔

"ھم لڑکیوں کی سب سے بڑی غلطی یہی ھوتی ھے کہ ھمیں جو لگتا ھے ھم اُسے سچ مان لیتی ھیں، ھمیں اگر لگا کہ وہ ھم سے محبت کرتا ھے تو ھم نے سچ مان لیا، ھمیں اگر لگا کہ وہ پارسا ھے تو ھم نے وہ بھی مان لیا، ھمیں اگر لگا کہ وہ دھوکہ نہیں دے سکتا ھم نے مان لیا۔۔۔۔ ھم

www.novelsclubb.com

آخر کیوں اپنی سوچ کی غلام بن کر رہ گئی ھیں؟ ھر انسان کی فطرت میں کوئی نہ کوئی برائی تو ھوتی ھے، تو پھر کیوں ھم اُسے فرشتہ سمجھ لیتی ھیں؟ ھمیشہ کی خوش فہمیاں کبھی کبھی بہت بڑی قیمت وصول کر لیتی ھیں، اور ھماری توقعات دھری کی دھری رہ جاتی ھیں۔"

مہک نے افسوس سے کہا۔ علما خاموش سنتی رہی۔

"تم نے بھی تو قیمت ادا کی ھے نا علما۔۔۔ تم نے اپنا سکون بھی گنوالیا اور اعتبار تو اب شاید ھی کسی پر کرنے کے قابل رھا ھو گا۔۔۔" پھر اُس نے ٹھہر کر نرمی سے پوچھا۔

"جانتی ھو سکون کو ری گین کیسے کیا جاسکتا ھے؟"

اُس نے اپنی سرخ ھوتی سوالیہ نگاھیں اوپر اٹھائیں۔

"لوگوں کو چھوڑ کر۔"

"کیا؟"

"ھاں بالکل۔۔۔لوگوں کو اُن کے اپنے اوپر رھنے دو، خود پر سوار مت کرو، تب ھی تمہیں سکون مل سکتا ھے۔۔۔۔لوگوں سے ملو، اُن سے باتیں کرو، اُن کو سنو، اُن سے رائے بھی لو، مگر لوگوں کو خود پر سوار مت کرو کیونکہ توقع اور حقیقت ایک دوسرے کے بالکل برعکس ھیں۔جب حقیقت کھلتی ھے تو پلٹنے کے سارے راستے بند ھو جاتے ھیں اور پھر ھمیں اُسی حقیقت میں جینا پڑتا ھے۔" وہ جانتی تھی کہ اُس کی باتیں علما اِس وقت نہیں سمجھ پائے گی پھر بھی بولتی رہی۔

"میں نہیں رکھنا چاھتی توقعات، مگر میں چاہ کر بھی انہیں ختم نہیں کر سکتی، تم کیسے کسی بھی اُمید کے بغیر گزارہ کر لیتی ھو مہک؟ کیا تمہارا دل نہیں کرتا کہ تمہیں کوئی مخلص شخص ملے جس سے تم اپنا سب کچھ بانٹ سکو، جسے تمہاری فکر ھو اور جو تم سے محبت کرے۔۔۔۔کیا تمہیں۔۔۔ تمہیں کسی سے محبت نہیں ھوئی؟" علما کے پُر سوز آواز میں پوچھے گئے سوال پر مہک نے اچھنبے سے اُسے دیکھا مگر اگلے ہی پل واپس نارمل ھو گئی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے ایسے کسی ساتھ کی جب وہ ساتھ میرے پاس پہلے ہی موجود ہے۔۔۔وہ میرے ساتھ مخلص بھی ہے،وہ میری فکر بھی کرتا ہے اور اُسے مجھ سے بے حد محبت بھی ہے۔۔۔اللہ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کی ضرورت کیوں پڑے گی علما؟"

وہ چند لمحے ساکت پلکوں سے اُسے دیکھتی رہی۔اُسکے پورے وجود میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"اگر اللہ اتنی ہی محبت کرتا ہے تو اتنا درد کیوں دیتا ہے۔۔۔؟" یہ اُسکے ذہن میں اُٹھنے والا سوال تھا جسے وہ زبان تک نہیں لا پائی۔

★★★

مہک بہت مشکل سے اُسے وہاں سے اُٹھا کر لائی تھی۔اب یہ حسین رات۔۔۔زرد روشنیوں سے جگمگاتے مقامات کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا'سب بے معنی سا لگنے لگا تھا۔

ابھی وہ یونیورسٹی کے بیرونی ایریا میں ہی پہنچیں تھیں کہ اچانک ہی ایلون سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

اُن دونوں کو دیکھ کر وہ وہیں رُک گیا۔

"تم دونوں کہاں جا رہی۔۔۔" ابھی اُس کا جملہ پورا ابھی نہیں ہوا تھا کہ علما کا ہاتھ چھوڑ کر مہک نے آگے بڑھتے ہوئے درشتی سے اُسکی بات کاٹ دی۔

"ایلون۔۔۔ تم اور تمہارا وہ دوست اتاش' اور تمہارے باقی سبھی دوست۔۔۔ تم سب بہت بڑے دھوکے باز ہو۔۔۔ کوئی کسی کے ساتھ یوں بھی منافقت نہ کرے جیسے تم لوگ کرتے ہو۔۔۔"

اُسے اپنی بہن جیسی دوست کا دل ٹوٹنے کا دُکھ تھا۔ علما اُس کے پیچھے کھڑی ہوش و حواس سے بیگانہ معلوم ہو رہی تھی۔

ایلون کا چہرہ حیرتوں میں چلا گیا۔

"تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آئی۔"

وہ یوں بولا جیسے ہر بات سے انجان ہو۔

www.novelsclubb.com

"اِس قدر معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔افسوس ہوتا ہے مجھے خود پر کہ تم جیسے لوگوں کو دوست سمجھا۔۔۔اتاش،وہ شخص تو مجھے پہلے دن سے ٹھیک نہیں لگتا تھا۔۔۔مگر مجھے امید نہیں تھی کہ وہ اس قدر گرا ہوا ھے،وہ میری دوست کے ساتھ اتنا عرصہ فلرٹ کرتا رھا۔۔۔اور تم۔۔۔تم بھی شامل تھے اُن کے ساتھ۔شرم آنی چاھئے تم لوگوں کو۔"

وہ افسوس اور دُکھ کے ساتھ کہہ کر علما کو لے کر چلی گئی۔

"ہے مہک۔۔۔تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔مجھےاِس بارے میں کچھ علم نہیں۔۔۔۔ہے مکی۔۔۔علما۔۔۔"

وہ پیچھے سے پکارتا رہ گیا مگر وہ چلی گئی۔ایلون بے بس سا نظر آنے لگا۔

مگر اُسے مہک کی بات سن کر حیرت بھی ہوئی تھی۔اتاش ایسا کیسے کر سکتا ہے؟

اُس نے اگلے ہی لمحے اتاش کو میسیج کیا۔

"ہے بڈی۔۔۔کدھر ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور آگے بڑھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ میریکل کے ساتھ کھڑا اِسی بارے میں ڈسکس کر رہا تھا۔اُسے بھی حیرت ہوئی تھی سن کر۔

"لیکن مجھے لگا تھا کہ وہ اُسے پسند کرنے لگا ھے۔"

میریکل بولی تو ایلون نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"اور مہک نے کہا کہ تم سب دھوکے باز ہو' اُسے لگتا ہے کہ ہم بھی اتاش کے ارادوں سے واقف تھے اگر اُس نے کچھ کیا بھی ہے تو۔۔۔۔"

وہ بولا اور اُسی لمحے اتاش کا میسیج ریسیو ہوا۔

وہ اُسی ہوٹل بار میں تھا جہاں وہ ہمیشہ جایا کرتے تھے۔

"میں وہاں جا رہا ہوں۔"اُس نے کہا۔

★★★★★

ہجر کے ہیں کئی علاج مگر

سب سے سستا گمان پڑتا ہے۔

وہ ٹیرس پر کھڑی تھی، ساکت پتلیوں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔اور مہیرہ اُسکے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھی اُسے دیکھ رہی تھی۔

"جانتی ہو اُس نے کیا کیا؟"

سفیرہ بولی۔

اُس نے سر اُٹھا کر اوپر آسمان کو دیکھا پھر کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی۔

"اُس نے کچھ کہا ہی نہیں۔۔۔۔اُس نے مجھے دیکھا اور پھر چلا گیا۔"

اور پھر جیسے بے بس ہو گئی۔

"جانے میں اُسے یاد بھی ہوں یا نہیں۔۔۔اور اگر یاد بھی ہوں تو کس تصور کے ساتھ؟"

"تم دل کیوں جلا رہی ہو سفیرہ۔۔۔اُسکے اِس رویے کی کوئی وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔"

ماہی نے اُسے پریشان دیکھ کر کہا۔ وہ ہولے سے مسکرائی۔ زخمی مسکراہٹ۔

"تمہیں مجھے تسلی دینے کی ضرورت نہیں ہے ماہی۔۔۔ میں نے دھوکہ دیا ہے اُسے' بے وفائی کی ہے میں نے' اور بے وفاؤں کے لئے نفرت بھی بچا کر نہیں رکھی جاتی۔"

وہ بولی تو آواز بھرا سی گئی۔

"لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ وہ وہاں بابا کے آفس میں کیوں آیا تھا؟ اور یہ سوچ مجھے پریشان کر رہی ہے ماہی۔" وہ نم پلکوں سے ماہی کی جانب پلٹی۔

"میں چاھتی ہوں اُس شخص کو کبھی کوئی خراش بھی نہ آئے۔۔۔ وہ بس محفوظ رہے۔ اُسے کبھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ لیکن دیکھو نا میں کتنی بدنصیب ہوں' اُسے اپنے حصے کی خوشی بھی نہ دیکھ سکی۔۔۔ اور اگر کچھ دیا بھی تو درد۔۔۔ اور اِسکے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔

میں اگر کسی چیز کی مالک ہوتی تو ضرور اُسے دے دیتی۔۔۔ مگر میری ملکیت میں کچھ آیا بھی تو کیا۔۔۔؟ ترکِ تعلق اور بس!!

مہیرہ نے اُسکے ہاتھ تھام کر اُسے چپ کروانا چاہا۔

"تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔تم نے جو کیا اُسی کے لئے کیا ہے۔اور اگر تمہاری محبت سچی ہوئی تو ضرور اُس کے دل تک راستہ بنا لے گی۔"

وہ کچھ نہیں کہہ پائی۔واپس پلٹ کر اُسی جگہ کھڑی ہو گئی۔

★★★★★

"اتاش مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔۔۔اِس کا جواب سچ سچ چاہئے مجھے؟"

وہ ڈرنک ھاتھ میں تھامے ہوئے تھا جب ایلون نے آتے ہی اُسے مخاطب کیا۔

وہ نیم باز نگاھوں سے اُسے دیکھ کر مسکرایا۔

"ھاں آج پوچھ لو جو بھی پوچھنا ہے۔۔۔آج میں آزاد ہوں۔"

اُس نے جام کو یوں فضا میں لہرایا جیسے آزادی کا جشن منا رہا ہو۔پیچھے ڈی جے نے فُل والیوم میں گانے لگا رکھے تھے۔

"تم نے علما کے ساتھ کیا کیا ہے؟تم نے اُسے دھوکا دیا؟"

ایلون کا لہجہ بے یقینی اختیار کئے ہوئے تھا۔اور اُسکی بات پر اتاش نے قہقہہ لگایا تھا اور پیچھے گردن گرائے ہنستا چلا گیا۔

"دھوکا؟" پھر ایلون کی جانب پلٹتا بولا۔

"ہاں۔۔۔لیکن وہ دھوکا نہیں تھا،اسے کہتے ہیں بدلہ۔"

"لیکن کیوں؟کس چیز کا بدلہ؟" ایلون کو یقین نہیں آیا کہ وہ صحیح سن رہا ہے۔

"اُس نے میری چاہت کو دُکھ پہنچایا تھا۔۔۔کیسے معاف کر دیتا اُسے۔" وہ آنکھوں میں نفرت سموئے شدت سے بولا۔

ایلون نے اُسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"ایلینور۔۔۔میں نے ایلینور کو کبھی یوں روتے ہوئے،ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھا تھا جتنی وہ اُس دن ٹوٹ گئی تھی۔"

اتاش کے چہرے پر جنون سا طاری ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایلون کو لگا کہ وہ پاگل ہو رہا ہے۔

"لیکن علما نے کیا کیا تھا کہ اُسے ایسی سزا دی تم نے۔۔۔ وہ محبت کر بیٹھی تھی تم سے اتاش۔"

ایلون نے اُسے جھنجھوڑا۔

"میں نے ہی کروائی تھی وہ محبت۔۔۔ کیونکہ محبت میں ملی چوٹ عمر بھر تک اپنے اثر چھوڑ جاتی ہے اور میں اُسے یوں ہی تڑپتے ہوئے روتے ہوئے دیکھنا چاھتا تھا جیسا اُس نے ایلینور کو رُلایا تھا۔"

اُسکے تاثرات خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔

"تم ہوش میں نہیں ہو اتاش۔۔۔ یہاں سے چلو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ اُسے زبردستی کھینچ کر ہوٹل بار سے باہر لے آیا۔

سڑک پر آگے چلتے ہوئے وہ دونوں ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔

"اب بتاؤ مجھے۔۔۔کیا ہوا تھا ایلینور کے ساتھ۔"

ایلون نے لہجہ نرم رکھنے کی کوشش کی تاکہ وہ سب سچ بتا سکے۔

"وہ وومین بیڈ منٹن ٹورنامنٹ کا دن تھا جب اسپورٹس مینجمنٹ کی طرف سے ایک کھیل منعقد کیا گیا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا اُس میں پچھلے سال کی چیمپئین کا مقابلہ اُس سال کی سب سے کامیاب ایتھلیٹ سے کروایا جارہا تھا۔

ایلینور پچھلے سال کی چیمپئین تھی۔اور اُسے اِس سال بھی یہ مقابلہ ضرور جیتنا تھا۔

اِس لئے کہ اُس کے پیرنٹس نے اُسے کبھی ہارنا سکھایا ہی نہیں تھا۔اُنہیں وہ اِس سال بھی چیمپئن ہی چاہئے تھی۔اور وہ جانتی تھی کہ ہار جانے کے بعد اُسے کیا سزا ملنے والی تھی۔

اُس سال کی بہترین کھلاڑی علما تھی۔ایلینور کہیں نہ کہیں جانتی تھی کہ علما اُس سے جیت سکتی ہے۔ تبھی اُس نے اُس سے منت سماجت کی کہ وہ ہار جائے۔۔۔وہ جو چاہے قیمت لے لے مگر یہ میچ اُسے جیتنے دے۔۔۔وہ اُس کے سامنے روئی گڑگڑائی بھی تھی ایلون۔۔۔مگر وہ لڑکی۔۔۔

وہ نہیں مانی۔"

اتاش کا لہجہ ترش ہو گیا۔

"اور اُس نے محض ایک ٹائٹل کے لئے اُسکا خواب چور کر دیا۔اُس دن اُس نے ایلینور کو ہرایا نہیں تھا اُسے توڑ دیا تھا۔اور ہار جانے کے بعد ایلینور کو اسپورٹس ڈیپارٹمنٹ چھوڑنا پڑا تھا۔ جو ہمیشہ سے اُسکا گول رہا تھا اُسے چھوڑ کر فلاسفی کو اسٹڈی کرنا پڑا اُسے۔

کیونکہ اُس کے ماں باپ نے اُس کے لئے یہی سزا منتخب کی تھی۔وہ اُسے کہتے تھے کہ تم اِس فیلڈ کے قابل ہی نہیں ہو۔اور یہ سب۔۔۔۔

اُس ضدی،انا پرست لڑکی کی وجہ سے ہوا۔صرف اُسکی وجہ سے۔"

وہ دانت بھینچ کر بولا۔

"اُس دن میں نے اُس سے ایک وعدہ کیا تھا کہ جتنا وہ روئی ہے اتنا ہی اُسے بھی رُلاؤں گا اور آج میں نے اُس کے کیے کا بدلہ لے لیا ہے۔۔۔اب مجھے کوئی پچھتاوا نہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خاموش ہو گیا۔

ایلون سر پکڑے کھڑا تھا۔اُسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ اُسے کیا کہے۔

"بس ایک مقابلہ ہارنے کی بنا پر تم نے اُسے اتنا بڑا دھوکہ دے دیا؟"

بلآخر اُس نے پوچھا۔

"وہ بس ایک مقابلہ نہیں تھا ایلون۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل سیدھے کھڑے ہو چکے تھے۔

"اُسے کیا پتا تھا کہ ایلینور کا کوئی خواب وابستہ ہے اِس سب سے۔۔۔وہ تو بس ایک کھلاڑی کے طور پر کھیل رہی تھی اتاش۔۔۔۔اور تم نے۔۔۔۔تم نے اتنا بڑا ظلم کر دیا اُس پر۔۔۔۔؟

ایلینور نے اُس فیلڈ کو چھوڑا یہ اُسکے ماں باپ کی غلطی ہے۔۔۔۔نہ کہ علما کی۔"

ایلون کو اُسے دیکھتے ہوئے افسوس سے کہنا پڑ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے یقین نہیں آتا کہ میں اتنے عرصے سے تمہارے ساتھ دوستی میں رہا۔۔۔ تم جیسے کم ظرف شخص کے ساتھ۔۔۔ جسے کسی کے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی۔"

اُسے واقعی صدمہ لگا تھا۔اتاش نے بیزاری سے اُسے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے تمہاری دوستی کی۔۔۔ نہ تمہاری نصیحتوں کی۔۔۔ جا سکتے ہو تم۔"

وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولا۔

ایلون کو اُسکے وجود سے عجیب سی کراہت محسوس ہوئی تھی۔

"تم۔۔۔ مجھے افسوس ہے اتاش کہ تم۔۔۔ نہ محبت کے قابل ہو نہ ہی دوستی کے۔" وہ نفی میں سر ہلاتا بولا اور پھر پلٹ گیا۔

ایلون کے چہرے پر تکلیف، افسوس، شرمندگی جیسے ملے جلے آثار تھے۔

وہ واقعی شرمندہ تھا کہ وہ اتاش کا دوست تھا۔۔۔ جس نے اُسی کی دوست کو چیٹ کیا۔

وہ علما کو کیا وضاحت دے گا۔۔۔اور مہک۔۔۔ مہک تو۔۔۔اُسکا دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔

اُسے یہ بھی افسوس تھا کہ وہ اتاش کے ساتھ دوستی نہیں نبھا سکا۔۔۔یا شاید یہ کہ اتاش اُسکے ساتھ بھی مخلص نہیں تھا۔

ایک بات کا ادراک تو اُسے ہوا تھا اور وہ یہ کہ وہ شخص صرف ایلینور کے ساتھ ہی مخلص تھا اور اتنا مخلص کہ اُسکے لئے کسی کی بھی زندگی برباد کرنے کو تیار تھا۔

اُس نے راستے میں پڑے پتھر کو بڑی قوت سے ٹھوکر ماری تھی۔ بالکل ایسے ہی جیسے اتاش نے علما کو۔۔۔۔

وہ بھی تو راہ کا پتھر ہی بن چکی تھی۔اور کسی کی راہ کا پتھر ہونا آسان تھوڑی ہے۔

★★★★★

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سیاہ رات میں سر جھکائے لان میں کھڑا تھا۔ٹھنڈی ہوا لان میں لگے پودوں کو چھیڑتی ہوئی گزر رہی تھی۔مگر اُس کے اندر ایک جلن تھی۔اور اُس جلن کو یہ سرد فضا بھی ختم نہیں کر پا رہی تھی۔

"تم مجھے کچھ بتاؤ گے کہ کیا ہوا ہے؟"

اُس کے عقب سے آتی آواز حسیب کی تھی۔اور اب وہ اُسکے قریب پہنچ کر اُسے دیکھ رہا تھا۔

احمد نے جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھایا۔سیاہ رات میں پودوں کے سائے بلب کی روشنی میں دکھائی دے رہے تھے۔

حسیب نے اُسکی سرخ پڑتی نگاھیں دیکھیں اور اب کہ وہ واقعتاً پریشان ہوا تھا۔معاملہ اتنا سنگین ہے اُسے اندازہ نہیں تھا۔

"آخر ہوا کیا ہے جبریل____؟"اُس نے اُسے شانے سے تھام کر اپنی جانب پھیرا۔

www.novelsclubb.com

"تم آج جب آئے تھے تب بھی تمہارا کام میں دھیان نہیں لگ رہا تھا، جو بھی ہوا ہے مجھے بتاؤ۔۔۔ کہیں تم نے۔۔۔" آنکھوں میں خوف اُبھرا۔

کیا تم وہاں۔۔۔اُسے دیکھا ہے؟" حسیب نے بغور اُسے دیکھتے پوچھا۔ ساتھ ہی اُس کا حلق بھی خشک ہوا تھا۔

بچپن سے اُسکے ساتھ تھا، اب تو جان گیا تھا کہ کس بات پر وہ کیسا ردِ عمل دیتا ہے۔

احمد لحظہ بھر ٹھہرا پھر کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے۔

"یار جابری_____جب وہ چھوڑ کر گئی تھی تو کتنے ہی دن خود کو سنبھال نہیں پایا تھا____اور اب جب وہ میرے سامنے کھڑی تھی تو لگتا تھا کہ، عمر بھر خود کو سنبھال نہیں پاؤں گا۔"

کمال ضبط تھا کہ وہ آنکھوں میں نمی تک نہیں لایا تھا۔ خشک آنکھیں اب کے جلنے لگیں تھیں۔

حسیب کو وہی ڈیڑھ' دو سال پرانا احمد یاد آیا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ جانتا تھا کہ اُسے مزید سوالات' تسلیاں اور دلاسے نہیں پسند۔

اُس نے بس اُسے سینے سے لگایا تھا۔ اور شاید احمد کو اِس کی بے حد ضرورت بھی تھی۔

بہت دیر کے بعد احمد اُس سے الگ ہوا تھا اور پھر خاموشی سے اپارٹمنٹ کے اندر چلا گیا۔

اندھیر کمرے میں بیڈ پر لیٹتے ہوئے اُسکا ذہن بس ایک ہی سمت اُلجھ رہا تھا۔

کمرے کی سیاہی میں کئی تصویریں نظر آنے لگیں۔

ماضی کے کئی قصے' کچھ ادھورے کچھ پورے۔

کچھ حسین اور کچھ غمگین___!!

وہ جنہیں یادداشت سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

اُسے آج بھی یاد تھی وہ پہلی ملاقات_____

اُس لڑکی سے پہلی ملاقات کا ایک لمحہ بھی نہیں بھولا تھا وہ۔

www.novelsclubb.com

یہ ستمبر کا مہینہ تھا۔ گرمی بہت زیادہ نہیں تھی، سرد ہوائیں اپنے ساتھ بارش لاتیں تو سکون کے پل نصیب ہوتے۔

خزاں نے سبھی درختوں کے پتے زرد کر دیے تھے' اُس وقت وہ ڈیرے پر تھا۔

سورج ڈوب چکا تھا اور پرندوں کی چہچہاہٹ بھی مدھم ہوتے ہوتے عنقا ہو رہی تھی۔

یہ اُسکا اپنا گاؤں تھا' بچپن والا گاؤں جو گجرات کا ایک نواہی علاقہ تھا۔

یہ وہ دور تھا جب اُن کے خاندان کی پنچایت کے ذریعے حکیم شاہ کے ساتھ صلح ہو چکی تھی۔ سبھی ضمانتیں ہو چکی تھیں' اور لگتا تھا جیسے آزادی واپس لوٹ آئی ہو۔

بیس سال کی عمر میں ہی اُس نے بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا تھا' اپنے بابا کے ساتھ پولیس کے گھیراؤ سے بھاگنا' پھر اشتہاری اور مفرور کہلائے جانا' وقت پڑنے پر حکیم شاہ کے دروازے پر پہنچ کر فائرنگ کرنا۔ اور جب پولیس اُن کے سرچ وارنٹ لے کر گھر پہنچ چکی تھی تو کس طرح وہ اور اسد پولیس کی گاڑیوں کو اُن کی نگاھوں کے سامنے آگ لگا کر بھاگ گئے تھے اور اُنہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

وہ خود کو اور اپنے خاندان کو بچانے کی ہر مہم میں شریک رہا تھا۔

اُسکی یہ عمر لڑائیوں میں اور گھر سے دور ہی گزری تھی۔ایک تو وہ دلیر تھا' اور دوسرا بڑا المیہ یہ کہ وہ چوہدری خاندان میں پیدا ہوا تھا۔

پھر یہ سب چیزیں اُسکی فطرت اور عادت معلوم ہونے لگیں تھیں۔

آج بھی وہ اسلحے کو صاف کر کے رکھتا اپنے سامنے بیٹھے سفید چمکتے ہوئے گھوڑے سے باتیں کر رہا تھا۔

شاہو کے لئے بھی یہ دور بہت خوبصورت تھا' جب اُسکا ساتھی اُسکے ساتھ تھا۔

شام گہری ہونے لگی تھی۔۔۔اور تاریکی ہر سو پھیل رہی تھی۔آج اُسے یہاں سکون محسوس ہو رہا تھا۔کچھ دیر بعد وہ وہیں چارپائی پر لیٹا اوپر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔وہاں ستارے تھے، بہت زیادہ نہیں۔۔۔لیکن پھر بھی بہت تھے۔لیکن وہ جو چمک رہا تھا۔۔۔وہ خاص تھا۔۔۔تمام مدھم ستاروں میں وہ ایک ہی تھا جس کی روشنی سب سے زیادہ تھی۔

ستارے آسمان کو زندگی دیتے ھیں۔۔۔اُسکی تاریکی کو خوبصورتی میں بدل دیتے ھیں۔۔۔اور اِس کے لئے اُنہیں جلنا پڑتا ھے۔نہ تو ستارے جلے بغیر روشن ھو سکتے ھیں۔۔۔اور نہ ھی آسمان تاریکی کے بغیر اُنہیں روشن کر سکتا ھے۔

وہ ابھی اِنہی ستاروں کو دیکھ رہا تھا کہ اُسی لمحے اُسکی سماعت میں کوئی آواز پڑی تھی۔

کسی کے بھاگنے کی آواز۔۔۔۔وہ ہانپتی ھوئی آواز تھی۔۔۔جو اُسکے قریب ھی سے آئی تھی۔وہ پل کے ہزارویں حصے میں خود کو چوکنا کرتے ھوئے اپنی جگہ سے اُٹھا۔۔۔اُس جانب دیکھا۔

لباس میں اٹکا پستول نکالا۔اُس نے دیکھا تھا کوئی وجود اُس کوٹھری کی طرف بھاگا تھا۔۔۔اور اُس نے اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

اِس وقت یہاں۔۔۔اُسکے ڈیرے پر کون آسکتا تھا؟وہ بھی یوں کہ جیسے بچاؤ کے لئے خود کو چھپایا جاتا ھے۔

وہ محتاط انداز میں آگے بڑھ آیا۔دروازہ پر ھاتھ رکھ کر اُسے کھولتے ھی اندازاً پستول سامنے کیا۔۔۔ جیسے کوئی سامنے ھی کھڑا ھو گا۔ لیکن وہاں اندھیرا تھا۔گہرا تاریک اندھیرا۔۔۔۔کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

احمد نے آگے بڑھ کر کوئی بٹن دبایا جس سے کوٹھری روشن ھو گئ۔

روشنی بحال ھوتے ھی اُسکی نظر ایک کونے میں چھپ کر بیٹھی اُس لڑکی پر پڑی تھی جو خود کو اپنے ھی وجود میں چھپائے ھوئے تھی۔اُس نے اپنا چہرہ گھٹنوں میں دے رکھا تھا۔ایک بڑی سی سفید چادر اُسکے گرد لپٹی تھی۔بلب جلنے کے بعد بھی اُس نے چہرہ نہیں اُٹھایا تھا۔وہ بہت زیادہ ڈری سہمی ھوئی لگ رہی تھی۔

"کون ھو تم؟" احمد نے اُس سے کچھ فاصلے پر کھڑے پوچھا۔پستول اب وہ قریب میز پر رکھ رہا تھا۔اُس کے بولنے پر اُس لڑکی کے وجود میں کپکپاہٹ ھوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پلیز مجھ سے۔۔۔۔دور رھو۔۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ مجھ سے دور۔۔۔رھو۔"اُسکی روتی ھوئی دبی دبی سی آواز اُبھری۔اُس نے ابھی تک اپنا چہرہ نہیں اُٹھایا تھا۔احمد کو اُسکی حالت دیکھ کر ترس آیا تھا۔

وہ وہیں پنجوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔پھر اُسکی جانب ذرا سا چہرہ جھکا کر نرمی سے بولا۔

"کچھ نہیں کروں گا میں۔۔۔۔میری طرف دیکھو۔۔۔چہرہ اُٹھاؤ اپنا۔۔۔۔کچھ نہیں ھو گا تمہیں۔"اُسکی آواز میں کچھ تو تھا۔۔۔۔جبھی وہ دھیرے سے چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگی تھی۔

اُسکی بھوری آنکھیں خود کو سُرخ دِکھنے پر مجبور کر رھی تھیں۔آنکھوں میں جمع پانی کسی صورت کم نہیں ھو رھا تھا۔وہ چہرے پر ڈھیروں خوف سجائے اُسے دیکھ رھی تھی۔

احمد نے اُسکی سیلاب زدہ سی بھوری آنکھوں میں دیکھا لیکن یہ کیا۔۔۔؟وہ واپس پلٹ ھی نہیں سکا۔۔۔۔وہ دم سادھے جانے کتنے ھی پل اُسے دیکھتا رھا۔وقت کا رُک جانا کسے کہتے ھیں یہ آج محسوس کیا تھا اُس نے۔سرمئی نگاھیں پتھر کی سی معلوم ھونے لگیں تھیں۔اُس نے اپنی زندگی میں کبھی خود کو کسی کے سامنے یوں بے بس ہوتے نہیں پایا تھا۔

"میں نے۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔"وہ روتے ہوئے بہت مشکل سے بولی۔احمد نے اُسے بولتے ہوئے سناتو وقت بھی ذراسا سرکا۔اُسے خبر ہوئی کہ وہ یہیں ہے۔۔۔اِسی دنیا میں۔

"میں۔۔۔میں کچھ نہیں کروں گا تمہیں۔۔۔ڈرو نہیں۔۔۔میں وہ نہیں ہوں جو تمہارے پیچھے تھا،پُر سکون کروخود کو۔۔۔میں واقعی بہت اچھاانسان ہوں۔"

اُس نے اپنی کچھ دیر قبل والی پتھر سی سرمئی نگاہوں کو چھوٹا کر کے اُسے سمجھاناچاھا۔پھر اُس کے سامنے سے اُٹھ کر ذرافاصلے پر رکھی ایک لکڑی کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

وہ اُسکے انداز کو دیکھ کر واقعی کچھ پُر سکون ہوئی تھی۔لگاتار بہنے والے آنسواب آہستہ آہستہ خشک ہونے لگے تھے۔وہ تحمل اور خاموشی سے اُسے دیکھتارھا۔کچھ وقت بعد جب وہ پہلے سے ذراپُر سکون ہوگئی تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"اب بتاؤ۔۔۔کیاھواتھا؟کوئی تمہاراپیچھاکررھاتھا؟"

"وہ۔۔۔وہ میرے پیچھے آجائے گا۔۔۔وہ بہت خطرناک لگ رہا تھا۔۔۔وہ میرے پیچھے آ جائے گا۔"اُسکا خوف ابھی بھی وہیں پر تھا۔وہ سامنے کُھلے دروازے کی طرف اشارہ کرتی ھوئی کہہ رھی تھی۔احمد نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کوئی نہیں آئے گا یہاں۔۔۔۔کوئی تمہیں کچھ نہیں کرے گا۔۔۔تم یہاں کیسے پہنچ گئیں یہ تو نہیں جانتا میں لیکن اب اگر پہنچ گئی ھو تو سمجھو کہ تم محفوظ ھو۔۔۔۔وہ جو کوئی بھی تھا یہاں نہیں آسکے گا۔۔۔اب پُر سکون ھو جاؤ اور بتاؤ مجھے۔۔۔۔نام کیا ھے تمہارا؟"

اُسکا لہجہ نرم تھا۔اور اُسکے تاثرات کہیں سے بھی انجان محسوس ھونے والے نہیں تھے۔

وہ کچھ لمحے ایسے ھی بغیر کچھ بولے اُسے دیکھتی رھی۔جانے وہ اُسکے چہرے میں کیا ڈھونڈنے کی کوشش کررھی تھی۔اِس سے پہلے کہ وہ پھر سے کہیں کسی اور دنیا میں چلا جاتا احمد نے اُسکے چہرے پر سے نگاھیں پھیر لیں۔

"مجھ پر بھروسا کر سکتی ھو۔۔۔میں تمہیں حفاظت سے تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔۔ لیکن اُس سے پہلے تمہیں میری باتوں کے جواب۔۔۔"ابھی وہ نگاھیں کسی اور جانب پھیرے اُسے کچھ کہہ ھی رہا تھا کہ وہ فوراً بولی۔

"سفیرہ۔۔۔"احمد نے اُسکی طرف دیکھا۔

"سفیرہ نام ھے میرا۔"اُس نے وہیں زمین پر بیٹھے ھوئے اُسکے سوال کا جواب دیا تھا۔

"اور تم اتنی خوف زدہ کیوں تھیں؟"

"وہ میں۔۔۔"اُس نے بتانا چاھا لیکن وہ اپنے آنسو نہیں روک پائی تھی۔پلکیں پھر سے بھیگنے لگیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں ایک دوکان میں تھی جب۔۔۔۔باہر نکلی تو وہاں دو تین لڑکے کھڑے تھے۔اُن میں سے ایک نے بہت۔۔۔۔۔۔نازیبا الفاظ کہے لیکن جب میں نظر انداز کر کے جانے لگی تو اُس نے زبردستی۔۔۔۔میری کلائی پکڑ کر روک لیا۔وہاں کوئی اور تھا بھی نہیں کہ جس سے میں مدد مانگتی۔۔۔میں بہت مشکل سے خود کو چھڑوا کر وہاں سے بھاگی لیکن۔۔۔۔۔وہ ظالم شخص

بھی میرے پیچھے بھاگنے لگا۔۔۔اور پھر۔۔۔"اُسکی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف نے جگہ لی تھی۔

"پھر مجھے نہیں پتہ کہ میں نے کون سے راستے طے کیے۔۔۔میں بس خود کو اُس شخص سے بچانا چاھتی تھی۔۔۔اور پھر میں یہاں آگئی۔۔۔مجھے خود کو بچانا تھا۔۔۔میں نے خود کو۔۔۔یہاں چھپالیا۔۔۔"کتنی معصوم اور ہلکی تھی اُسکی آواز۔

احمد نے سمجھ کر سر ہلایا۔پھر بے حد سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

"اُس شخص کا حلیہ یاد ھے؟"اُس نے پوچھا۔وہ خالی خالی سی نظروں سے سامنے اُس کُھلے دروازے کو دیکھنے لگی۔

"وہ۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے بس اِتنا یاد ھے کہ اُس کے ھاتھ پر ایک کڑا تھا۔۔۔شاید چاندی کا یا اُس جیسا۔"اُس کے ذہن میں بس وہی ایک چیز آرھی تھی۔اُس نے احمد کی طرف دیکھا۔اُس کی سرمئی آنکھیں برف جیسی سرد محسوس ھورھی تھیں۔ایک پل کے لئے تو سفیرہ

www.novelsclubb.com

کو اُسکی نگاھوں سے خوف محسوس ھوا تھا۔ مگر اُس نے دیکھا تھا، احمد نے اُسے دیکھتے ھی اپنی آنکھوں کے یخ تاثر کو نرم گرم سے تاثر میں بدل دیا تھا۔

اُسے اندازہ ہوا کہ وہ لمحے بھر میں تاثرات بدل لینے والا شخص تھا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم اتنا ڈرتی کیوں ھو؟" وہ اب کرسی ذرا اُس کے قریب کھینچ کر آگے کو ھو کر پوچھنے لگا۔ سفیرہ نے اپنی جگہ سے ہلنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اُسے اپنے مقابل بیٹھے اس شخص سے خوف محسوس نہیں ھو رھا تھا۔۔۔ کیوں؟ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

اُس کے غیر متوقع سوال پر سفیرہ نے ایک خفا سی نگاہ احمد پر ڈالی۔ اُسکے یوں دیکھنے پر وہ اپنی مسکراہٹ دبا گیا تھا۔

"میرے پیچھے کوئی اِسطرح غلط ارادے سے لگے گا تو میں خوش تو نہیں ھوں گی۔۔۔ ظاہر سی بات ھے میں ڈروں گی ھی اُس سے۔"

"یہ جانتے ھوئے بھی کہ وہ شخص کچھ نہیں کر سکتا جب تک اللہ نہ چاھے؟"

اور احمد کے سوال پر وہ ایک پل کے لئے لاجواب ھو گئ تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں خوفزدہ تھی کیونکہ پہلے کبھی میرے ساتھ ایسا نہیں ھوا۔۔۔اور اگر آج کچھ غلط ھو جاتا تو میں کیا کرتی؟ میں اتنی مضبوط نہیں ھوں کہ ایک مرد کا مقابلہ کر سکوں۔" اُسے سمجھ ھی نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ وہ بہت زیادہ اُلجھ گئی تھی۔ احمد نے اُسے بغور دیکھا۔ وہ اُسکی حالت سمجھ رہا تھا۔

احمد نے لکڑی کے اُس چھوٹے سے میز سے سیاہ پستول اُٹھایا اور اُسکے سامنے کر کے سکون سے بولا۔

"اِسے جانتی ھو؟" سفیرہ دم سادھے اُسکے ھاتھ میں موجود پستول کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ ایک ہتھیار ھے، جسے چلایا جاتا ھے، اسے کہتے ھیں پستول۔۔۔اِس میں ایک میگزین ھوتی ھے۔۔۔" اُس نے میگزین نکال کر دکھائی۔

"اِس میگزین میں ڈالی جاتی ھیں گولیاں۔۔۔۔یہ گولیاں جان بچانے والی گولیوں سے بہت مختلف ھوتی ھیں، اِتنی مختلف کہ جان ھی لے لیتی ھیں۔"

سرمئی نگاھوں نے بھوری نگاھوں تک کا سفر کیا۔ بھوری نگاھیں کانچ جیسی دِکھتی تھیں۔

اور اُن میں خوف تھا۔ لیکن اِس بار خوف بہت ہلکا سا تھا۔

"جانتی ھو یہ پستول کس لئے بنایا گیا ھے؟" اُس نے پوچھا تو سفیرہ نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا۔

"اُن لوگوں کے لئے جو جرائم کرتے ھیں۔ جنہیں مجرم کہا جاتا ھے۔ ایسے لوگوں کو اُن کی اوقات میں نہ رکھ کر ھم خود کو بھی مجرم بنا لیتے ھیں۔ جانتی ھو میرا کیا ماننا ھے ایسے مجرموں کے بارے میں؟" اُسکی آواز سحر زدہ تھی۔ سفیرہ نے خود کو کسی سحر سے آزاد ھوتے پایا تھا۔

"کیا؟" وہ بے اختیار ھی بولی۔

احمد نے چہرہ اُسکی جانب ذرا سا جھکایا۔ پھر آہستگی سے بولا۔

"مجرموں کو سزا دینے کے لئے قانون کا انتظار نہیں کرنا چاھئے۔ بلکہ خود کو اِس قابل بنانا چاھئے کہ آپ مجرموں کو سزا دے سکیں، اِس لئے کہ ھمارا سب سے بڑا مجرم قانون ھوتا ھے۔ جب تک آپ لوگوں کو بتائیں گے نہیں کہ آپ کیا کر سکتے ھیں تب تک لوگ آپ کو ذہنی

مریض بننے کے راستے دِکھاتے رھیں گے۔ سوچنا آپ کو خود ھوتا ھے۔۔۔ کیا آپ کو ذہنی مریض بننا ھے؟ یا پھر خود کو لڑائی کے قابل بنانا ھے۔" وہ اپنی سرمئی نگاھیں اُسکی بھوری آنکھوں میں گاڑے ھوئے تھا۔ سفیرہ کو اپنا وجود برف ھوتا ھوا محسوس ھو رھا تھا۔ وہ ساکت تھی۔ وہ اُسے جانتی نہیں تھی مگر اُسکی باتیں بہت اچھی لگ رہیں تھیں اور خوفناک بھی۔

احمد نے اُسکے کسی جواب کا انتظار نہیں کیا۔ وہ کرسی پیچھے کرتا ھوا اُٹھا۔ ھاتھ میں پکڑا پستول لباس میں اڑسا اور پھر اُسکی جانب پلٹا۔

"چلو۔۔۔ تم سے کیا گیا وعدہ پورا کرتے ھیں۔" اُس پر ایک نظر ڈال کر وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا جب پیچھے سے اُسکی آواز پر اُس کے قدم رُک گئے۔

"آپ۔۔۔ آپ کا نام۔۔۔؟" اور اُسکے اِس سوال پر وہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

پھر محظوظ انداز میں پلٹ کر اُسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"اِس سوال کی توقع میں بہت پہلے کر رہا تھا۔"اُس نے سر کو خم دے کر کہا تو سیاہ بال ہلکے سے ماتھے پر آ گئے۔وہ سفید کپڑوں کے اوپر کندھوں پر سیاہ چادر ڈالے سُرمئی نگاھیں محظوظ کن انداز میں اُس پر جمائے اُسے بہت اچھا لگا تھا۔وہ خاصا وجیہہ تھا۔اور وجیہہ محسوس ھو رھا تھا۔

سفیرہ اب کے سفید چادر میں لپٹی اُس کے سامنے کھڑی تھی۔

"میرے ذہن میں ھی نہیں رھا کہ آپ کا تعارف پوچھ لوں۔"

"میں احمد ھوں۔۔۔۔احمد جبریل چوھدری۔"اُس نے محسوس کیا تھا اُس کے تعارف پر سفیرہ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

www.novelsclubb.com

"یہ جس جگہ ھم کھڑے ھیں یہ ھمارا ڈیرہ ھے۔۔۔میں آج اتفاقاً یہیں پر تھا،جب تمہیں یہاں داخل ھوتے ھوئے دیکھا۔ورنہ اگر آج میں یہاں نہ ھوتا تو۔۔۔۔"اُس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔اور باھر نکل گیا۔

سفیرہ اُلجھے ھوئے انداز میں اُسکے پیچھے گئی۔

"تو کیا۔۔۔؟؟" اُس نے پوچھا۔

"تو شاید تم ساری رات یہیں بیٹھی خوف سے مر جاتیں۔" وہ بغیر پلٹے کہہ کر ہلکا سا ہنسا تھا۔ سفیرہ نے اُسے پیچھے سے ھی گھورا۔

اُس نے اب کوٹھری کے باھر لٹکتی لالٹین اتار کر ھاتھ میں پکڑ لی۔ پھر اُسے دیکھا اور ھاتھ سے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ھے۔۔۔ میں اتنی بھی بزدل نہیں ھوں کہ خوف سے مر جاؤں۔" اُسے احمد کی بات واقعی بُری لگی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ ھی چل رھے تھے۔ احمد کے ھاتھ میں موجود لالٹین اُن دونوں کے چہرے روشن کر رھی تھی۔

"اچھا؟ پھر اُس سے ذرا نچلہ درجہ رکھ لیتے ھیں۔۔۔ مرتیں نہیں تو کومہ میں تو چلی ھی جاتیں۔" وہ کچھ سوچتے ھوئے بولا۔ مگر اگلے ھی لمحے اُسے ایک اور گھوری سے نوازا گیا تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم کسی پر بھی یونہی یقین کر لیا کرتی ھو؟" اُس نے بس چُپ نہ رھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"یہ جس طرح تم مجھ پر بھروسا کر کے بے دھڑک میرے ساتھ چل رہی ھو۔۔۔کیا اِسطرح کسی پر بھی بھروسا کر کے اُس کے ساتھ چل لو گی؟"اُسکے یوں پوچھنے پر سفیرہ نے بمشکل تھوک نگلا تھا۔اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔اُسے اب پھر سے خطرے کا احساس ھونے لگا تھا۔

"آپ کہنا کیا چاھتے ھیں۔۔۔؟میں آپ کے ساتھ صرف اِس لئے چل رھی ھوں کیونکہ میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ھے۔۔۔۔اور ویسے بھی۔۔۔۔میں نے سنا ھے کہ احمد جبریل بھروسے کے قابل ھے۔"آخری الفاظ اُس نے بہت سوچ کر کہے تھے۔

"کیا واقعی سنا ھے؟تو کیا تم سنی سنائی باتوں پر بھی یقین کر لیتی ھو؟تم تو احمد جبریل کو جانتی تک نہیں تھیں۔"وہ اب کھیتوں کے بیچ و بیچ چل رہے تھے۔چار سو پھیلی تاریکی میں وہ جگہ روشن تھی جہاں سے وہ گزر رہے تھے۔وہ خاموش رھی۔اُسکے گرد خوف کا ایک اور دائرہ بن

گیا تھا۔اُسکا دل چاھا کہ وہ رو دے۔۔۔یا پھر کسی طریقے سے یہاں سے بھاگ کر اپنے گھر پہنچ جائے۔

"دیکھا تم پھر سے خوفزدہ ھو گئیں نا؟زیادہ مت ڈرو میں واقعی بھروسے کے قابل ھوں۔"وہ جانتا تھا اِس وقت وہ کیا محسوس کر رھی ھو گی۔

"میں بس تمہیں یہ بتانا چاھتا ھوں کہ بزدلی انسان کو بہت پستی میں لے جاتی ھے۔۔۔اِس لئے تھوڑی سی تو بہادر بنو۔"وہ چند پل کے بعد بولا۔

"میں بہادر نہیں ھوں تو اِس میں میرا کیا قصور ھے؟میں لڑکی ھوں۔۔۔میں آپ کی طرح بہادر نہیں بن سکتی۔"سفیرہ کی بھرائی ھوئی آواز سنائی دی۔

"میری بہن بھی ایک لڑکی ھی ھے۔۔۔لیکن وہ تمہاری طرح بالکل بھی نہیں۔۔۔وہ بہت بہادر ھے،اُسے کسی سے خوف نہیں آتا۔"وہ اُسے اپنی بہن کی مثال دے رھا تھا۔کھیتوں سے نکل کر وہ اب ایک کچی سڑک پر آ پہنچے تھے۔وہاں اُس سڑک پر کہیں پر بھی کسی انسانی وجود کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ آپ کی بہن ہے احمد۔۔۔آپ ہی کی طرح ہو گی نا۔"اُس نے آہستگی سے کہا۔احمد رُک گیا تھا۔وہ رُکا تو وہ بھی وہیں رُک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"تو کیا تم ایسی ہی رہو گی؟ کسی کے پیچھا کرنے پر بھاگ جانے والی؟اور پھر کسی کوٹھری میں خود کو بند کر کے ایک کونے میں چھپا لینے والی؟ ہر بار تمہیں نا تو وہ کوٹھری ملے گی اور نہ ہی احمد جبریل۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ سفیرہ کا چہرہ سُرخ پڑنے لگا تھا۔وہ چہرہ جھکائے خاموشی سے کھڑی رہی۔وہ جانتی تھی کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔وہ اُسکا محسن تھا۔اور وہ ہر بار اُسے بچانے نہیں آنے والا۔

"اللہ ہے نا۔۔۔"بے اختیار ہی اُس کے لبوں سے نکلا تھا۔

"اللہ پر اگر سب چھوڑ دو گی تو اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بھی اللہ کے ذمے ڈال دو گی کیا؟اللہ انسان کے ساتھ زیادتیاں نہیں کرتا، ہم خود کرتے ہیں اپنے ساتھ زیادتی۔۔۔تب جب ہم اپنے لئے کوشش نہیں کرتے۔اللہ آسانیاں پیدا کرتا ہے اُن کے

لئے جو کوشش کرتے ھیں۔ کم از کم ھمیں اپنا دفاع تو کرنا آتا ھو۔۔۔ کہ کوئی ھمیں ھاتھ تو نہ لگا سکے۔" اِس بار اُسکی آواز نرم تھی۔ سفیرہ کو اُسکی بات بُری نہیں لگی تھی۔ اُسکا انداز ھی ایسا تھا کہ وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

احمد پھر سے چلنے لگا تو اُس نے بھی پیروی کی۔

"پہلے کبھی دیکھا نہیں تمہیں گاؤں میں؟" اُس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"میں پہلی بار یہاں آئی ھوں۔۔۔ اپنی خالہ کے گھر، ویسے ھم شہر میں ھوتے ھیں۔" اُس نے اُس کے قدم سے قدم ملاتے ھوئے بتایا۔

"اچھا؟ خالہ کون ھیں تمہاری؟ اور گھر کس طرف ھے اُن کا۔"

"نرمین نام ھے خالہ کا۔۔۔ مسجد کے قریب ھی گھر ھے۔" وہ میکانکی انداز میں جواب دینے لگی۔

"اوہ اچھا۔۔۔" احمد نے اثبات میں سر ہلایا تو اُس نے اگلے ھی لمحے سوال کیا۔

"آپ جانتے ھیں اُنہیں؟"اُسکے پوچھنے پر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

"ظاہر سی بات ھے جانتا ھوں۔اِسی گاؤں میں بڑا ھوا ھوں۔۔۔۔ہر شخص کو جانتا ھوں۔"وہ دونوں اب گاؤں میں داخل ھو چکے تھے۔گاؤں کی تنگ گلیوں سے گزرتے ھوئے وہ دونوں اب آگے پیچھے تھے۔

"تم شاید گاؤں کا میلہ دیکھنے آئی ھو!!

احمد نے کہا تو وہ اِس سارے میں پہلی بار مسکرائی۔

"ھاں۔"

"دھیان رکھنا۔۔گاؤں کے میلے کافی خطرناک ھوتے ھیں۔"وہ جیسے جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ مجھے ڈرا رھے ھیں؟"وہ محتاط انداز میں قدم آگے بڑھاتی اب گلی کے نکڑ میں کھڑی ھو گئی۔احمد ذرا آگے کو ھوا۔ھاتھ میں پکڑی لالٹین چہرے کے قریب کی اور سرگوشی کی صورت میں بولا۔

"خوبصورت لڑکیوں کو گھبرانا نہیں چاھئے۔۔۔۔بہت فائدہ اُٹھایا جاتا ھے!!

وہ تنبیہ کر رھا تھا۔ سفیرہ اُسے سانس روکے دیکھ رھی تھی۔

"گھر جا کر خالہ کو سب کچھ سچ سچ بتا دینا۔۔۔کل میں خود بھی بات کرلوں گا اُن سے۔" وہ بولا اور پھر پیچھے ھو گیا۔ جیسے اُسے جانے کے لئے راستہ دے رھا ھو۔

وہ اُس کے قریب سے ھوتی ھی دروازے کی طرف بڑھی۔ پھر ایک لمحے کے لئے رُکی، اُسے پلٹ کر دیکھا اور کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے۔

"شکریہ۔۔۔۔۔احمد جبریل۔"

وہ مسکرایا تھا۔ مگر وہ اُسکی مسکراہٹ دیکھ نہیں پائی تھی۔ وہ تیزی سے دروازہ وا کرتے ھوئے اندر داخل ھو گئی۔

وہ اُسکے جانے کے بعد فوراً ھی پلٹ آیا تھا۔

وہ پہلی ملاقات۔۔۔۔وہ کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔

"بہت ظالم ہو سفیرہ! کل تم نے بے وفائی کی نوید سنائی اور آج شادی بھی کر رہی ہو۔۔۔اور میری خود غرضی تو دیکھو، تمہیں مبارکباد بھی نہ دے پایا۔" وہ آنکھیں میچ گیا۔

دل جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں قید کر لیا تھا۔

کبھی کبھی دل چاہتا ھے کہ بیتے دنوں کے تصورات ختم نہ ہوں اور اِس حال کی دنیا میں لوٹنا نہ پڑے۔

★★★★★

وہ بہت گہری نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔اور آنکھوں سے پانی جاری تھا۔

اُس نے نیم تاریک کمرے میں نگاہ دوڑائی۔ہر چیز سناٹے میں تھی۔

پھر ھاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے موبائل سے وقت دیکھا تو رات کے دو بجنے والے تھے۔

رات کا آخری پہر۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

اُس نے موبائل واپس رکھ کر دوبارہ لیٹ جانا چاہا۔ مگر کئی ثانیے وہ کھلی آنکھوں سے چھت ہی کو تکتی رہی۔

کیا سوچ رہی تھی وہ۔۔۔؟

شاید کچھ نہیں_____ یا پھر اتنا کچھ کہ شمار میں نہیں تھا۔

اُسکے سر میں درد اُٹھ رہا تھا۔

علما کو لگا جیسے اُسکے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔

وہ بیڈ پر ہی اُٹھ بیٹھی۔ ایک گہرا سانس لیا۔

مگر نیند تو اُڑ چکی تھی۔ وہ اُٹھ گئی اور بالکونی کا دروازہ کھول کر وہاں آ کھڑی ہوئی۔

رات کے وقت اُسکا اس گھر میں پسندیدہ مقام یہی بالکونی تھی۔

یہاں سے ٹھنڈی فضا پڑتی تو روح تک سرشار کر دیتی تھی۔

پورا چاند اپنے جوبن پر تھا۔

ایک جگنو اُس کے قریب سے اُڑتا ہوا دور چلا گیا۔ علما جگنوؤں کو دیکھ کر مچل جایا کرتی تھی مگر آج اُسکی نگاھوں میں چمک نہیں اُبھر سکی۔

اِس کے برعکس اُس کی نگاھیں نم ہو گئیں۔ اُسے اپنے اندر خالی پن سا محسوس ہونے لگا' پھر یوں لگا جیسے دم گھٹ جائے گا۔

وہ بالکونی کا دروازہ بند کرتی کمرے سے باہر آ گئی۔ ابھی اُسکا ارادہ گھر سے باہر اسٹریٹ پر چکر کاٹنے کا تھا۔

وہ سیڑھیوں کے قریب پہنچی تو ایک لمحے کے لئے رُک گئی۔

زرنا اماں کے کمرے کے نیچے سے روشنی باہر جھانک رہی تھی۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑی سوچ میں ڈوبی رہی۔ پھر اُسکے قدم بے اختیار ہی اُس کمرے کی طرف بڑھے۔

وہ خود کو روک نہیں پائی اور اُس نے آہستگی سے دروازے کی ناب کو گھمایا۔

توقع کے عین مطابق زرنا اماں کمرے میں ایک طرف آتش دان کے قریب بیٹھیں قرآن سامنے کھولے ہوئے پڑھ رہیں تھیں۔

وہ دروازہ بند کر کے وہیں کھڑی رہی۔ جیسے اُن کی اجازت کا انتظار کر رہی ہو۔

زرنا اماں نے کچھ دیر کے بعد اُس طرف دیکھا پھر بولیں۔

"آجاؤ علما۔۔۔"

علما چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی اُن کے پاس پہنچی پھر وہیں اُن کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اسلام ُ علیکم۔۔۔"

اُس نے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے کہا۔

"وعلیکم السلام!" وہ قرآن بند کرتے ہوئے اب اُس پر غلاف چڑھا رہیں تھیں۔

وہ اب اپنی جگہ سے اُٹھ کر قرآن پاک کو سب سے اونچی سطح پر رکھ رہیں تھیں۔

"یوں لگتا ہے صدیوں کا بوجھ اُٹھا لائی ہو۔"

وہ اب واپس پلٹ کر ھاتھ میں تسبیح لئے اُس کے سامنے بیٹھ چکی تھیں۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں زرنا اماں؟"اُن کی بات کو نظرانداز کرتی وہ بولی تو آواز بہت کھوکھلی تھی۔

"دو باتیں پوچھو۔۔۔"وہ ہلکا سا مسکرائیں۔ مگر وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ وہ لب کاٹنے لگی۔ یوں جیسے کہنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔ پھر شاید اُسے الفاظ مل گئے۔

"جب ہمارا دل کسی کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے' جب ہمیں کوئی اچھا لگنے لگتا ہے تو وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے کیوں نہیں مل جاتا؟"

اُسکے ماتھے پر بل تھے۔ نگاھوں میں جیسے ہزار شکوے۔

"چاہ تو بہت بڑی اذیت ہے۔۔۔ اللہ نے اِسی نفس کی چاہ کو آزمائش بنایا ہے انسان کے لیے۔۔۔"

اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتیں علما بول پڑی۔

"تو اِس میں ہم انسان کیا کر سکتے ہیں؟ جب ہمیں کوئی چیز اچھی لگے تو ہم کیوں نہ اُسے پانے کی چاہ کریں؟ اِس میں غلط کیا ہے؟"

وہ سارے جہاں کی اکتائی بولی۔

وہ اُسے دیکھتی رہیں۔۔۔ شاید کچھ ڈھونڈ رہیں تھیں۔ پھر اُن کی آنکھوں کی پتلیاں نرم پڑ گئیں۔

"کسی چیز کا اچھا لگنا اور کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے بضد ہو جانا دو الگ چیزیں ہیں، جب ہمیں کوئی چیز اچھی لگتی ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ہمیں حاصل بھی ہو، چیزیں اپنی قدر و قیمت اُس وقت کھو دیتی ہیں جب وہ حصول کو پہنچ جائیں، جب کسی سے محبت ہو تو اُسے پانا لازم نہیں ہوتا، قدرت کے نظاروں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ہماری نظروں کو بھلا نہ لگے، مگر ہم اُنہیں پانے کی چاہ نہیں رکھ سکتے، ہم زیادہ سے زیادہ اُس خوبصورتی کو دیکھ ہی سکتے ہیں، پا نہیں سکتے۔۔۔ چاند۔۔۔ خوبصورتی اور نور سے بھرپور، جب کسی بہت خوبصورت شے کا حوالہ دیا جاتا ہے تو اُسے چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے، کوسوں دور ہے ہم سے، مگر آنکھوں کو

بھلا لگتا ھے، اُسے دیکھنے تک تو ٹھیک ھے، مگر ھم اُس چاند پر جا کر زندگی نہیں گزار سکتے، زندگی زمین پر ھی ممکن ھے، تو کیا وہی چیزیں بہتر ھیں جنھیں فقط دیکھا جا سکتا ھے؟ جنھیں پانا ناممکن ھے؟ نہیں علما۔۔۔"

وہ ایک لمحے کو چپ ہوئیں۔

"کچھ چیزوں کے ممکنات ھوتے ھیں، جب انسان کو پتہ چلتا ھے نا کہ فلاں چیز کو پانا مشکل ھی صحیح مگر ناممکن نہیں ھے تو وہ اُسے پانے کے لئے کچھ بھی کر جاتا ھے، یہ سب کر کے وہ کیا ثابت کرنا چاھتا ھے کہ وہی بہتر تھا کہ اللہ انسان کو اُس کی اوقات میں ھی رھنے دیتا اور ایسی کوئی چیز ھوتی ھی نہ جسے وہ حاصل کر پاتا۔۔۔ وہ فقط دور سے دیکھ کر اپنا دل بہلا لیتا؟ چیزوں کو کھونے کا غم کھوکھلا کر دیتا ھے، چلی گئی سو چلی گئی، زندگی اُس کے بغیر بھی گزر جائے گی، ھو سکتا ھے اُس سے بہتر مل جائے۔۔۔"

"تو کیا پھر ھم کسی کو پانے کی چاہ ھی ختم کر دیں؟"

www.novelsclubb.com

"چاہ رکھو مگر فیصلے کو قبول بھی کرو، کیونکہ چاہ تمہاری ہے اور فیصلہ اللہ کا ہوگا۔"اُن کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ رہی تھی۔

"کیوں ہر بار انسان ہی جھکتا ہے؟اللہ کے پاس کس چیز کی کمی ہے؟کیوں وہ انسان کو ایک خوشی تک عطا نہیں کر سکتا؟"وہ اُن سے پوچھنے سے زیادہ اللہ سے پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ وہ اللہ ہے علما۔۔۔اللہ کی پہچان ہر سوال کا جواب ہے،اُسکے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں، مگر اُسکے فیصلے غلط نہیں ہوتے، تمہاری خوشی کس میں ہے یہ تم نہیں جانتیں، مگر وہ جانتا ہے۔"

اُن کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی چمکی۔

"میں انسانوں کی پہچان نہیں رکھتی زرناماں۔۔۔میں اللہ کو کیا پہچانوں گی،وہ تو بہت دور ہے،اُس میں اور مجھ میں بہت فاصلہ ہے، میں چاہوں بھی تو اِس فاصلے کو مٹا نہیں سکتی۔"

اُسکی آواز مایوسی اختیار کر گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جسے تم دور کہہ رہی ہو وہی تمہیں سب سے قریب ہے۔اگر وہ قریب نہ ہوتا تو شاید تمہیں ابھی بھی لوگوں کی پہچان نہ کرواتا۔۔وہ لوگوں کی حقیقت تب سامنے لاتا ہے جب اُسے خود کی پہچان کروانی ہو۔یہ بتاناہو کہ تمہارے قریب صرف وہ ہے اور کوئی نہیں۔"

وہ اُنہی نم آنکھوں سے مسکرائیں۔

"مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ______شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔اِس سے بڑھ کر تم کیا تصور کرتے ہو اُس سے؟تمہارا وہ رب تمہارے سینوں میں چھپے رازوں سے بھی واقف ہے۔اتنا تم خود کو نہیں جانتے جتنا وہ تمہیں جانتا ہے۔"

اُسکے کانوں میں وہی اُس دن والی پُر تاثیر آواز گونج گئی۔

"زرناااماں۔۔۔"کچھ دیر کے بعد وہ بولی تو تصورات میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

"وہ اللہ۔۔۔اگر انسان کے دل کے اتنا ہی قریب ہے تو اِس دل میں کسی اور کو آنے کی اجازت کیوں دے دیتا ہے؟وہ بھی اُسے جو صرف توڑ پھوڑ کی نیت سے آیا ہو۔"

کئی آنسو جو آنکھوں سے نکلے تھے ہتھیلیوں کو بھگو گئے۔

زرنا اماں نے اُس ٹوٹ پھوٹ کی شکار لڑکی کو دیکھا جو اِس وقت بس اللہ سے شکوے کرنے میں مگن تھی۔۔۔یا پھر واقعی وہ ان سوالات کے جواب چاھتی تھی۔

"وہ اللہ جو ابابیلوں کے ذریعے خانہ کعبہ کی حفاظت کر سکتا ہے تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ تمہارے دل کی حفاظت نہیں کرے گا؟"

یہ اُن کا سوال تھا یا جواب وہ سمجھ نہیں پائی۔ہاں مگر دل پر ایک ٹھنڈی پھوار سی گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"تُو بچا بچا کہ نہ رکھ اِسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

اقبال نے کیا گہرا راز بتایا ہے نا______یہ دل، یہ آئینہ بچا بچا کر رکھنے کے لئے نہیں ہے' رنج والم ہی وہ عطر ہیں کہ جو اِس آئینے کو صاف رکھ سکتے ہیں۔اور جو دل غم سے مانوس ہو وہ اللہ کو بہت محبوب ہے۔"

وہ علما کی کسی اور بات کی منتظر تھیں مگر وہ چپ رہی۔

"تم تہجد کے لئے اُٹھی تھیں؟"

اُنہوں نے اپنی نرم شائستہ آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔"

"نیند نہیں آرہی تھی یا سوچیں ستا رہیں تھیں؟" اِس پر بھی اُس نے کچھ نہیں کہا تو وہ ہی بولیں۔

"تمہیں تہجد پڑھ لینی چاہئے۔" علما نے کچھ کہنا چاہا مگر اُسے لگا جیسے وہ کچھ بول نہیں پائے گی۔

"میں نے۔۔۔ کبھی نماز نہیں پڑھی۔" اُس نے نظریں جھکا کر بلآخر کہا۔

"ھاں جانتی ہوں نماز نہیں پڑھتی، لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ کبھی پڑھو گی ہی نہیں۔۔۔اب پڑھ لو۔" اُنہوں نے اِس سکون اور آسانی سے کہا کہ علما بس اُنہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"میں۔۔۔۔" اُسے لگا جیسے اُسکے الفاظ حلق میں اٹک گئے ہیں۔

"وضو کرنا آتا ہے؟"

اُس نے ذرا شرمندہ ہو کر سر اثبات میں ہلایا۔اُسے یاد تھا اُس نے تیرہ اور چودہ سال کی عمر میں کئی بار نماز پڑھی تھی۔اُسکے بعد شاید سترہ اور اٹھارہ سال کی عمر میں بھی۔

لیکن دو تین سال سے شاید اُس نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔

اُسے اللہ پر اپنا یقین ختم ہوتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔وہ شاید اپنا دین ہی چھوڑ دیتی یا کوئی اور دین اختیار کر لیتی مگر اُسکے ساتھ مہک تھی۔جو اُسے ہر نئے روز اللہ کے ذکر سے مانوس کیئے رکھتی تھی۔

www.novelsclubb.com

پھر اُسے بھی لگتا ہاں واقعی اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔

مگر کبھی دنیا سے اور دنیا کے کاموں سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ وہ اُسکو یاد کرتی رہتی ،اُسکے لئے اُٹھ اُٹھ کر عبادتیں کرتی۔

اور دنیا کی ہر چیز تو جیسے ریت کی دیوار تھی کہ اُسکے ھاتھ لگاتے ہی ڈھے گئی۔

اور اب اُس دیوار کے پیچھے کون تھا جو اُسکا منتظر تھا؟

"پھر وضو کرلو، جاؤ۔" زرنا اماں کی آواز اُسے خیالوں سے کھینچ لائی تھی۔ اُنہوں نے اُسے الماری سے ایک سیاہ چادر نکال کر دی تو وہ اُسے لیتی ہوئی اُٹھی اور اِس کشادہ کمرے کے دوسرے کونے میں واقع باتھ روم میں چلی گئی۔

وضو کے بعد بلب کی روشنی میں خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے چادر چہرے کے گرد لپیٹی۔ اسے اپنا آپ اس حجاب میں پہلی بار دیکھتے ہوئے بہت انجان سا لگا۔

چند منٹ بعد وہ لوٹی تو چہرہ تر تھا۔ اور سر پر زرنا اماں کی دی گئی سیاہ چادر حجاب کی صورت لپٹی ہوئی تھی۔

اُس نے اُن سے تھوڑے سے فاصلے پر ہی بچھے مصلے پر کھڑے ہو کر نیت باندھی۔

اتنے عرصے میں پہلی بار نماز پڑھنے کا احساس۔۔۔۔

اور وہ بھی نمازِ تہجد۔۔۔

علما کے ہونٹ تک لرز رہے تھے۔

"اللہ اکبر!

اُس نے پڑھنا شروع کیا۔

"سُبحانک اللّٰھُمَّ وَبِحمدِک۔۔۔

وہ خاموش ہو گئی۔۔۔اُسے لگا جیسے وہ نماز بھول گئی ہے۔

"سُبحانک اللّٰھُمَّ وَبِحمدِک۔۔۔

اُس نے پھر سے شروع کیا۔ اگلا لفظ ذہن میں نہیں آرہا تھا۔اُسکا دل مضطرب ہونے لگا۔

"سُبحانک اللّٰھُمَّ وَبِحمدِک۔۔۔۔وَت۔۔۔

علما کو لگا اُسکا دل پھٹ جائے گا۔چند آنسو اُسکی پلکوں سے نکل کر مصلے پر جا گرے۔

"سُبحانک اللّٰھُمَّ وَبِحمدِک"

اُس نے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں۔

"وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ،وَلَااِلٰہَ غَیرُکَ۔"

اُس نے بہت مشکل سے ثناء مکمل کی۔پھر جیسے کچھ سکون آیا۔

"اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ."

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ."

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ O

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ" O

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔بہت مہربان بڑا رحم کرنے والا۔

اُسے لگا جیسے بچپن میں پڑھایا گیا سبق دہرایا جارہا ہے۔

www.novelsclubb.com

"مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۝ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۝"

علما کے آنسو قدرے کم ہوئے۔

"قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝"

کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔اسکے ذہن کے پردوں پر چند مناظر لہرا گئے۔بہت سی بچیاں سفید اسکارف میں لپٹی اونچی آواز میں پڑھ رہیں تھیں۔

"اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝"

اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ بے نیاز ہے۔وہ بلند آواز میں دہرا رہیں تھیں۔

"لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ۝ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝"

وہ جھک گئی۔رکوع میں گئی تو جیسے بہت سا بوجھ اُترتا ہوا محسوس ہوا۔

"سُبحَانَ رَبِّیَ الُعَظِیم."

پاک ہے میرا رب عظمت والا۔

"سُبحَانَ رَبِّیَ الُعَظِیم."

"سُبحَانَ رَبِّیَ الُعَظِیم."

وہ سیدھی ہوئی۔

"سَمِعَ اللہُ لِمَن حَمِدَہُ."

اللہ نے سن لی اُس شخص کی جس نے اُسکی تعریف کی۔

جس نے اُسکی تعریف کی۔

تمام بچیوں کی آوازیں اُسکے کانوں میں ابھی بھی گونج رہیں تھیں۔

اُسے لگا جیسے وہ یہیں گر جائے گی۔

"رَبَّنَا لَکَ الُحَمدُ."

اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔

آنکھوں کے کٹورے بڑی روانی سے بھر چکے تھے۔

تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔۔۔

وہ سجدے کے لئے جھک گئی۔

آنسو گویا برسنے لگے تھے۔

"سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلَی."

پاک ہے میرا رب جو بلند تر ہے۔

وہ زمین پر جھکی آسمانوں والے کی تعریف کر رہی تھی۔وہ آسمانوں والا جس کی بلندی تصور سے باہر ہے۔

"سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلَی."

پاک ہے میرا رب۔۔

وہ اُسکا رب ہے۔۔۔ہاں وہ اُسی کا رب ہے۔اُس نے یقین کر لیا۔وہ ایمان لے آئی تھی۔

"سُبحَانَ رَبِّیَ الاَ عُلَی."

بلندیوں کا مالک، ہر بلندی سے بلند تر۔

اُسکا دل چاھا وہ وہیں جُھکی رہے۔اُسے ابھی اور رونا تھا۔وہ یہیں جُھکی بہت دیر تک رونا چاھتی تھی۔

جہاں سننے والا صرف وہ تھا۔۔۔وہ جو اُسکا رب تھا۔۔۔اُسکا اپنا رب!

اُسے لگا جیسے کوئی پناہ گاہ مل گئی ہو۔

جیسے وہ ہر مقام سے زیادہ محفوظ مقام پر آگئی ہو۔

نماز کے بعد اُس نے دعا کے لئے ھاتھ اُٹھا دیے۔

"اے نیکو کاروں کے اللہ اور اے گنہگاروں کے رب!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں آج تیرے در پر تجھ سے تجھے مانگنے آئی ہوں اللہ۔۔۔میں نے ہر جگہ ہر کسی کو ڈھونڈ کر دیکھ لیا، مگر اِس دنیا میں مجھے کوئی بھی میرا نہ مل سکا۔ کوئی میرا ہوتا تو مجھے مل جاتا مگر میں تو تیری بندی ہوں یارب!

تُو مجھے اپنے اِس در سے نہ ٹھکرانا۔۔۔یہاں سے ٹھکرا دی گئی تو پھر کہیں پناہ نہیں ملے گی۔۔۔میں تجھ سے معافی مانگنے آئی ہوں اللہ۔۔۔میں گناہ گار ہوں مجھے معاف کر دے۔ سنا ہے بہت رحیم ہے تُو۔۔۔تجھے تیری رحمت کا واسطہ۔۔۔مجھے کبھی میرے حال پر نہ چھوڑنا۔۔

وہ دعا کے لئے اُٹھے ہاتھوں کو الفاظ سے زیادہ آنسوؤں سے بھر رہی تھی۔

"سنا ہے ندامت کے آنسوؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔اے اللہ میں بہت نادم ہوں۔"

اُس کا گلا رندھ گیا۔

بہت دیر کے بعد وہ نماز سے فارغ ہوئی تھی۔

یہ نماز اُسکے لئے مشکل تھی بہت مشکل۔۔۔

اور وہ رب کہتا ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔اُسے لگا جیسے وہ تمام بوجھ اُسی نماز میں کہیں اُتار آئی ہو۔

اور بوجھ کے اُتر جانے کے بعد تو راحت مل جاتی ہے۔اُسے بھی راحت مل گئی تھی۔اور کیا عجب سکون تھا کہ اُس نے اِس سے پہلے کبھی ایسا سکون محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

نماز کے بعد وہ چہرہ صاف کر چکی تو ایک بار پھر اُن کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔

زرنا اماں اُسکے بولنے کا انتظار کرتی رہیں۔اُسکا چہرہ دھلا ہوا محسوس ہوتا تھا اور آنکھیں متورم تھیں۔

"کچھ کہنا ہے۔۔۔؟"اُنہوں نے اُسے خاموش پا کر خود ہی پوچھ لیا تو وہ لب کاٹنے لگی۔ پھر بولی۔

"ایک بار اُس سے بہت اکتا کر کہا تھا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔۔۔اُس نے چھوڑ دیا تو در بدر ہو گئی۔آج یہ دل نہ تو کسی کی قیام گاہ ہے نہ ہی کسی کا منتظر۔۔۔

بس وہ ذات ہے جسے اپنے اندر سمانا چاہتا ہے۔۔۔ڈر ہے کہ وہ ہستی بھی اِسے دھتکار نہ دے۔۔۔

آج اُس سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے میرے حال پر نہ چھوڑنا۔۔۔وہ مجھے چھوڑ تو نہ دے گا۔۔۔؟"

اُسکے چہرے پر کرب چھایا تھا۔

"دھتکارا اُنہیں جاتا ہے جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔یہ در ایسا ہے کہ یہاں پلٹ آنے والے کو دھتکار نہیں ملتی۔اُنہیں تھام لیا جاتا ہے۔اور جسے رب تھام لے اُسکے لئے کسی کی دھتکار کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

زرنا اماں نے اُسے یاسیت بھری کیفیت میں دیکھ کر متانت سے کہا۔

کچھ دیر وہ یونہی گم سم بیٹھی رہی پھر اُن کی بات پر چونکی۔

"علما۔۔۔قرآن لے آؤ۔"

www.novelsclubb.com

وہ نرمی سے کہہ رہیں تھیں علما خالی نگاھوں سے اُنہیں دیکھتی رہی۔

"جاؤ شاباش۔۔۔"

وہ انکار کیا کرتی، اُٹھی اور بھاری ہوتے قدم مشکل سے اُٹھاتی شیلف کی طرف بڑھی۔

پھر ہولے سے ھاتھ بڑھا کر قرآن پاک تھامنا چاہا۔اُس نے شدت سے آنکھیں میچ لیں۔

قرآن پاک اُسکے ہاتھ میں تھا۔دل ندامت سے چُور اور سر جھکا ہوا تھا۔

وہ پلٹ کر اُن کے پاس ہی آ بیٹھی۔

"نہیں زرنا اماں____میں اِسے نہیں پڑھ سکتی۔"

قرآن اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ بولی۔

"کیوں نہیں پڑھ سکتیں؟"اُنہوں نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"بس مجھ سے نہیں پڑھا جائے گا۔"اُسے لگا وہ پھر سے رو دے گی۔

www.novelsclubb.com

"ایک بار کوشش تو کرو۔" اُنہوں نے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ کر تسلی بخش لہجے میں کہا۔ مگر علما نے اپنے گال پر گیلا سا لمس محسوس کیا تھا۔

اُسے نے کب سوچا تھا کہ وہ کسی رات یوں بھی روئے گی۔

"میں نے بہت دیر سے قرآن نہیں پڑھا' اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟" اُس نے قدرے ہلکی آواز میں کہا۔ زرنا اماں نے جیسے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر نہایت ہی رسانیت سے بولیں۔

"جانتی ہو مجھے تمہارے اِس عمل سے ایک بڑا خوبصورت واقعہ یاد آ گیا۔" وہ کہہ کر دھیما سا مسکرائیں۔

علما نے اپنی نم ہوتی پلکیں اُٹھا کر سوالیہ نظروں سے اُنہیں دیکھا۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہونے کا واقعہ ______ آپ ﷺ غار حرا میں قیام پذیر تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! اقرا (پڑھو)

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ {۱}

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا" (۱)

ان کی آواز دھیمی اور پر سکون ہو گئی۔

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ {۲}

"پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے" (۲)

اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ {۳} سورۃ العلق آیۃ (۱-۳)

"پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔"

یہ پہلی وحی کا نزول تھا۔

اور اللہ نے تمام مخلوق کو چھوڑ کر یہاں انسان ہی کے پیدا کرنے کا ذکر کیوں کیا؟ کیونکہ اُس نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ عطا کیا ہے۔ تمام مخلوقات سے افضل مخلوق ہے انسان۔ اور اسے اِس بات کا احساس ہی نہیں۔"

وہ تاسف سے مسکرائیں۔

وہ اُنہیں یک ٹک دیکھتی رہی مگر کچھ بھی کہہ نہ پائی۔

"میں چلتی ہوں زرنا اماں۔ اللہ حافظ۔"

وہ بمشکل ہی کہتی اُٹھ گئی اور اُن کے جواب کا انتظار کئے بغیر دروزے کی جانب قدم بڑھا دیے۔

"علما۔" اُن کی آواز پر اُس کے قدم رُک گئے۔

"مہک جاگ رہی ہو گی تو اُسے یہاں بھیج دینا۔"

"جی۔" وہ کہہ کر دروازہ پار کر گئی۔

★★★★★

احمد نے وہ مہر جیسا دکھنے والا ٹوکن حسیب کی جانب بڑھایا۔

"اِسے ایک چارٹ کے اوپر بنا کر لاؤ، بالکل اسی جیسا۔"

حسیب نے ٹوکن اُسکے ہاتھ سے لیتے ہوئے ماتھے پر بل ڈالے۔

"یہ ہے کیا؟ اور تمہیں کہاں سے ملا؟"

وہ اب واپس مڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ وہ ٹوکن ایک مہر کی طرح دکھتا تھا اور اُسکے دوسری جانب لکھا "ایل بی" واضح تھا۔

احمد تب تک کچھ فائلز کی ورق گردانی کرنے لگا۔

"سلطان چچا کے گھر سے۔اُنہوں نے کہا تو تھا کہ اُن کے پاس یہ ٹوکن نہیں ہے مگر اُن کے کمرے سے تلاشی لینے پر وہیں سے مل گیا۔اور مجھے لگتا ہے کہ یہی ٹوکن ہمارے لئے ایک اہم کنجی ثابت ہو سکتا ہے۔"

کچھ دیر کے بعد حسیب نے چارٹ پر اُسکا نقشہ بنا کر احمد کے سامنے لہرایا۔

احمد نے غور سے اُسے دیکھا۔

"یہ تو ایک پزل ہے، جیسے کوئی بھول بھلیاں۔"

احمد نے پُرسوچ نگاھوں سے اُس نقشے کو دیکھا۔جو ایک دائرے کی شکل میں تھا جس میں سے کئی لائنز گزر رہی تھیں۔مگر اندر داخل ہونے کا راستہ ایک ہی تھا۔جو آگے مزید کئی پگڈنڈیوں کو جارہا تھا اور اُسکا اختتام بالکل درمیان میں ہوتا تھا۔

مطلب یہ کہ اندر جانے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ راستہ مرکز کی طرف جارہا تھا۔

احمد نے اُسے ہاتھ میں لے کر بغور دیکھا۔

"لیکن یہ ایک بھول بھلیاں نہیں بلکہ۔۔۔ایک لیبرینتھ ہے۔" کچھ دیر کے بعد وہ بولا تو اُسکی زیرک نگاھیں ابھی بھی کسی سوچ میں ڈوبی تھیں۔

"ایک لیبرنتھ؟ وہ کیا ہوتا ہے؟"

حسیب اُسکے سامنے بیٹھ کر عجیب سا تاثر دیتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"لیبرینتھ بھی ایک بھول بھلیاں ہی ہوتا ہے۔ لیکن قدرے آسان اور ایک ہی داخلی راستے پر مشتمل۔اور اِس کا راستہ مرکز کی جانب جاتا ہے۔ جیسے کہ یہ۔"

اُس نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی مرکز پر جمائی۔

"اور بھول بھلیاں۔۔۔؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرھا۔لیبرینتھ ایک اور چیز ہے، بھول بھلیاں ایک اور چیز۔۔۔" حسیب کے بیزاریت سے کہے گئے جملے پر احمد نے اُسے گھورا۔

"میرے بھائی جو تھوڑی بہت عقل تمہیں مل گئی ہے نا، اُسکا صحیح استعمال کرلو شاید اِس استعمال سے ہی اس میں کچھ اضافہ ہو جائے۔"

حسیب نے اُسے ناراضی سے دیکھا۔

"اب طنز کرنا تو بند کرو۔۔۔اچھا صحیح سے واضح کرو پلیز۔"

"لیبر ینتھ کا ایک ہی مسلسل راستہ ہوتا ہے جو مرکز کی طرف جاتا ہے۔اور جب تک آپ آگے بڑھتے رہیں گے، آپ بلاآخر وہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن ایک بھول بھلیاں جسے عام طور پر Maze کہا جاتا ہے اُسکی شاخ سے متعدد راستے نکلتے ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ وہ مرکز کی طرف لے جائیں۔اِس لئے ایک لیبر ینتھ Maze کی نسبت بہت آسان ہوتا ہے، کیونکہ یہ ہمیں اُس راستے پر لے ہی آتا ہے جہاں سے ہم نے شروع کیا ہوتا ہے۔اِس میں ہم گم نہیں ہو سکتے۔اور نہ ہی اِنہیں گم ہو جانے کی غرض سے بنایا جاتا ہے۔یہ بنائے جاتے ہیں انسان کے دماغ کو پر سکون کرنے کے لئے، پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اور خود عکاسی وغیرہ کے لئے۔"

وہ خاموش ہوا تو حسیب جو اُسے بڑے غور سے سنتے ہوئے سر ہلا رہا تھا اُسکے خاموش ہو جانے کے بعد بھی سر ہلاتا رہا۔احمد نے ایک دم ہی آنکھیں بند کر کے خود کو پر سکون رکھنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"تو تم کہہ رہے ہو کہ لیبر ینتھ، میز یعنی دوسرے والے بھول بھلیاں کی طرح مشکل نہیں ہے اور اِس میں لوگ گم نہیں ہوتے تو۔۔۔۔اِس کا مطلب ہے کہ ہماری پہیلی آسان ہے۔"

وہ پُر جوش سا ہو کر بولا مگر احمد اُسے سنجیدگی سے دیکھتا رہا تو اُسکی مسکراہٹ بھی سمٹ گئی۔

"میں نے یہ نہیں کہا جا بری۔۔۔ہماری پہیلی آسان نہیں ہے۔ایک لیبریِنتھ کا بھلا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ ایل بی۔۔۔اوہ۔۔۔تو ایل بی کا مطلب لیبر ینتھ ہی ہے۔" اچانک ہی اُسکے ذہن میں آیا تھا۔

"ہاں مگر پہیلی حل نہیں ہوئی۔ یہاں تو ایسا کوئی بھول بھلیاں نہیں ہو گا ویسے۔"

حسیب نے کہا پھر اُسکے بولنے کا انتظار کرتا رہا مگر وہ کچھ نہیں بولا۔

"اچھا میں کچھ ڈھونڈتا ہوں۔۔۔"اُسے چپ بیٹھے دیکھ کر حسیب نے لیپ ٹاپ اپنے سامنے کھول لیا۔

"اچھا سنو یہاں بتا رہے ہیں کہ لیبر ینتھ یعنی بھول بھلیاں ایک یونانی ماہر کاریگر ڈیڈلس نے ایجاد کیا تھا۔واؤ۔۔۔۔

ارے۔۔۔اور یہ وہی ڈیڈ لس ہے جس کا بیٹا اکاروس سمندر کی گہرائیوں میں گر گیا تھا۔ اِس بیچارے کی قسمت تو دیکھو، جو لیبر ینتھ بنایا اُسی کی وجہ سے قید بھی ہو گیا۔"

وہ بولتا جارہا تھا مگر پھر احمد کی خاموشی کو محسوس کر کے اُسکی جانب دیکھا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔وہ بالکل اُسی پوزیشن میں ساکت بیٹھا تھا۔ حسیب کو جیسے ایک دھچکا لگا۔

"اوئے۔۔۔"اس نے احمد کے چہرے کے سامنے ہاتھ لے جا کر چٹکی بجائی تو وہ غیر مرئی نقطے سے نظریں ہٹا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کہاں کھوئے ہو؟میں دیکھ رہا ہوں جب سے تم اُسے دیکھ کر آئے ہو تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

حسیب نے جانچتی نگاھوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔اسکا اشارہ سفیرہ کی طرف تھا۔احمد بس پہلو بدل کر رہ گیا۔

"بتاؤ نا احمد۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔؟دوست ہوں تیرا یار۔۔۔اچھے برے وقت کا ساتھی۔"وہ استفسار کرنے لگا۔

"اسکی شادی ہو رہی ہے۔" احمد نے نارمل مگر سنجیدہ انداز میں بتایا۔ حسیب نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا۔

"تو۔۔۔ تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟" اُس نے سر سری انداز میں پوچھا۔

احمد چپ سا رہ گیا۔

"حسیب میں سوچ رہا ہوں کہ یہ Greek mythology کافی دلچسپ ہے، نہیں ؟" احمد نے لیپ ٹاپ اپنی جانب موڑتے ہوئے بشاشت سے کہا تو حسیب ساکت پلکوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا۔

"ہاں بالکل۔" پھر اُسکی تائید کی۔

"دیکھو مجھے لگتا ہے کہ تمہیں یوں بیچ راہ میں اٹکے نہیں رہنا چاھئے۔" حسیب سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"کیا مطلب؟" احمد نے انجان بننے کی کوشش کی۔

"مطلب تم خوب جانتے ہو، کم از کم مجھے تمھاری سمجھ نہیں آتی۔ تم نہ تو اُسے بے وفا تسلیم کرنے پر راضی ہو، نہ تم اُسکے پیچھے جا کر اپنی محبت کے لئے لڑنے والے ہو، اور اب تمہیں اسکی شادی کا سن کر افسوس بھی ہو رہا ھے، گریٹ۔"

حسیب نے ھاتھ ہوا میں لہرا کر یوں نیچے رکھ دیے جیسے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

"جہاں تک مجھے علم ہے میں اُسکے باپ سے ہی لڑ رہا ہوں۔ میری دشمنی چل رہی ہے اُسکے ساتھ۔۔۔اور کیا کروں میں؟ اور اگر وہ اِس شادی سے خوش نہ ہوتی تو خود انکار کر دیتی۔ مگر وہ یہ شادی کر رہی ہے۔" احمد نے شانے اچکائے۔

"تم اسکے باپ سے اُسکے لئے نہیں لڑ رہے احمد، اور ضروری نہیں کہ وہ اِس شادی سے راضی ہو، زبردستی بھی تو ہو سکتی ہے۔ اور اُسے اِس مصیبت سے تمہارے سوا کون نکال سکتا ہے؟"

"میں اُسکے باپ سے اُسکے لئے لڑوں گا بھی نہیں، اگر اُسے حاصل ہی کرنا ہوتا تو بہت پہلے کر چکا ہوتا۔"

اس نے آخر میں ماتھے کے بل سیدھے کئے۔

"اوکے۔۔۔تو جو تمہیں ٹھیک لگے وہ کرو۔۔۔لیکن پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے کہ وہ مشکل میں ہے۔"

حسیب نے اُسے کن اکھیوں سے دیکھ کر کہا۔اور اُس نے احمد کے وجود میں بے چینی بخوبی محسوس کی تھی۔

"اچھا تو اب اِس لیبر ینتھ کا کیا کرنا ہے؟" حسیب نے اسے دوبارہ کام کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"سلطان چچا نے شاہ ویز کے بارے میں کہا تھا کہ وہ ہمیشہ جو بھی چیز لیتا اُس کے اوپر یہی ایل بی لکھا ہوتا تھا۔لیکن وہ جھوٹ کہہ رہے تھے۔ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اپنا سیکرٹ ٹیگ یوں نمایاں کرے۔"

"تو پھر سلطان چچا نے ایسا کیوں کہا؟"

حسیب بھی الجھا۔

"یہی بات تو سمجھ نہیں آئی۔ کچھ ہے جو وہ چھپا رہے ہیں مجھ سے۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ اب گھر جانے کا وقت آگیا ہے۔"

احمد نے کہہ کر اسے ایک بار پھر حیرت میں ڈال دیا تھا۔

"اس کا مطلب کہ تم اب واپس کینیڈا نہیں جاؤ گے۔" اُس نے وضاحت چاہی۔

احمد نے فقط سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

فون پر انا کا نمبر ملاتے ہوئے اُسکے دل میں ایک عجیب سی کیفیت اٹھی تھی۔

★★★

انا حویلی کے ایک جانب بنی چھت کو جاتی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔

تنہائی میں بیٹھے صرف وہی لوگ تو یاد آتے ہیں جو دور ہوں۔ اور اسکے تو گویا سبھی لوگ اس وقت اُس سے دور ہی تھے۔

تبھی جھولی میں دھرا فون بج اٹھا۔

اُس نے دیکھا تو احمد کا فون تھا۔انا کی سیاہ آنکھیں چمکنے لگیں۔

"پری۔۔۔۔میں گھر آرہا ہوں۔"

رسمی علیک سلیک کے بعد وہ بولا۔اور یہ جملہ نہیں تھا وہ زندگی تھی جو انا کو بخش دی گئی تھی۔

"کیا واقعی؟ سچ بھائی؟" دوسری جانب احمد کو لگا جیسے وہ اسکے کانوں میں گھس گئی ہو۔

"ہاں جی سچ مچ۔۔۔آپ کو کوئی شک۔"

احمد نے مسکرا کر پوچھا تو وہ کچھ سنبھلی۔

"میں آپ کو بتا نہیں سکتی بھائی۔میں بہت خوش ہوں۔امی کو بتا کر آتی ہوں۔"

اور وہ فون لے کر بھاگتی دوڑتی فاطمہ خاتون کے کمرے میں جا پہنچی۔

وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں اور کافی شکایات بھی کر رہیں تھیں کہ بھلا کوئی آنے سے ایک دن قبل بھی بتاتا ہے کیا؟

وہ بڑے سکون سے ٹالتا رہا۔ پھر جب فون بند ہوا تو اُس نے ایک اور اہم کال ملائی۔

★★★★★

سہ پہر کے وقت وہ حیدر بھائی کے کمرے سے نکل کر باہر آئی۔ سیڑھیوں کے اوپر سے ہی نیچے جھانکتے ہوئے اُس نے سرسری سا جائزہ لینا چاہا۔

مدیحہ بیگم ہال میں نہیں تھیں اِس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہی ہوں گی۔

مہیرہ لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی شاید بوریت دور کرنے میں مگن تھی۔

سفیرہ کو اپنا دل اچاٹ ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اِس گھر کے تمام افراد تو اُسی دن ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے جس دن حسن علی خان نے اپنے بیٹے کو گھر بدر کر دیا تھا۔

اُس نے گہری آہ بھرتے ہوئے پلٹ جانا چاہا پھر کسی خیال کے تحت اسٹڈی کی جانب قدم بڑھانے لگی۔

کتابوں سے بھرا وہ کمرہ اُسے ہمیشہ سے ہی پراسرار لگتا تھا۔ اس نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا تو ہر طرف سے آتی کتابوں کی مہک اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔

وہ دبے پاؤں چلتی اُس نیم تاریک کمرے میں آگے بڑھنے لگی۔راکنگ چیئر کے سامنے رکھے ٹیبل پر ایک ادھ کھلی کتاب الٹی پڑی تھی۔

اس کے ھاتھ بے اختیار ہی کتاب کی طرف بڑھ گئے۔" The Labyrinth" اُس نے کتاب کا نام زیرِلب پڑھا۔

پھر آسودگی سے مسکرائی۔

"ایک بھول بھلیاں ہمارے دماغ کو چیلنج کرتا ہے کہ آخر ہم کتنے قابل اور ہوشیار ہیں۔ جبکہ ایک Labyrinth ہمارے دل کو کہ آیا ہم ہتھیار ڈال دیں گے؟ بھول بھلیاں میں ہم اس چیلنج کا مقابلہ کرتے ہیں جبکہ Labyrinth ہمیں بغیر محنت اور بغیر کسی کوشش کے وہاں اُس راستے تک لے آتا ہے جہاں سے ہم نے شروع کیا ہوتا ہے۔"

سفیرہ اُس کتاب کو لے کر اُس کھڑکی کی طرف بڑھ گئی جہاں سے باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔

"میں ہتھیار نہیں ڈال سکتی۔۔۔۔مجھے اُس مقام تک واپس پہنچنا ہے جہاں سے میری داستان شروع ہوئی تھی۔"

اور داستان کہاں سے شروع ہوئی تھی؟

تین سال قبل۔۔۔۔؟

تب جب۔۔۔۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑی آنکھوں میں کاجل لگا رھی تھی کہ مہیرہ اپنے بال خشک کرتی اُس سے مخاطب ھوئی۔

"کیا اب تمہارے اندر کچھ تھوڑے بہت بھی جذبات باقی ھیں؟"

"اب اِس سے کیا فرق پڑتا ھے ماھی____ھم تو پیدائشی ایموشن لیس (emotion-less) ھیں۔"اُس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"پیدائشی ایموشن لیس نہیں ھیں سفیرہ، ھمارے جذبات کو مارا گیا ھے، بلکہ میں تو کہتی ھوں اب میرے دل میں کوئی خواہش ھی نہیں بچی، کوئی ایسے بھی کرتا ھے کسی کے ساتھ؟"وہ دُکھ سے کہہ رھی تھی، سفیرہ اُس کا چہرہ دیکھ کرنا چاھتے ھوئے بھی ہنس دی۔

"جب ھماری اِتنی اوقات ھے ھی نہیں کہ کوئی خواہش ظاھر کر سکیں تو خواہشیں تو مریں گی ھی نا۔۔۔سچ کہوں تو اب میں خود بھی بہت بیزار ھو چکی ھوں یہ زبردستی کی زندگی جی جی کر۔"وہ ابھی بھی مسکرا رھی تھی۔اب یہ باتیں اُسے خود بھی بہت بچگانہ لگتی تھیں۔

"کہیں چلے چلتے ھیں۔۔۔کیا کہتی ھو؟ بھاگ چلیں۔"ماھی نے کہا اور ایک قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"کسی دن یہ کر کے بھی دیکھ لیں گے____ایک دن بغیر بتائے گھر سے باھر چلی جائیں تو سوچو ھمارے پیچھے کیا ھو؟"وہ دلچسپی سے بولی۔

"پیچھے کیا ھو گا یہ تو نہیں پتہ لیکن جب واپس آئیں گی تو جو ھو گا وہ سارا شہر دیکھے گا۔"ماھی کے جواب پر اُن دونوں نے ہنسی سے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

کبھی کبھی وہ یوں ہی کیا کرتیں تھیں، اپنی زندگی کے رونے پر خود ہی ہنستی تھیں، کیونکہ اُنہیں علم تھا کہ جو بھی کر لیں مگر جینا تو یونہی ہے۔

آج بھی وہ ماں کے کہنے پر گاؤں جانے کے لئے تیار ہو گئیں تھیں، اپنی مرضی سے تو وہ کہیں آجا نہیں سکتیں تھیں، ماں باپ کی مرضی سے ہی سہی۔

"سنو____ نرمین خالہ کو اِس بار کیسے ہمارا خیال آگیا؟ پچھلے بیس سالوں میں مجال ہے جو ایک بار بھی ہمیں بلایا ہو، اب اچانک ہی یاد آگئیں ہم۔" راستے میں ماہی نے اُسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"تمہیں کیا پتہ کہ وہ ہمیں بلاتی تھیں یا نہیں____" سفیرہ نے جواباً کہا۔

"ہیں؟ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ تو ہمیں ہر بار ہی بلاتی تھیں مگر امی انکار کر دیتی تھیں کہ ہم نہیں جا سکتیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"لیکن کیوں؟ اور تمہیں کس نے کہا یہ؟" وہ بھنویں سکیڑے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے سب پتا ھے۔۔۔وہ ھمیں گاؤں اِس لئے نہیں بھیجتی تھیں کیونکہ بابا کو اچھا نہیں لگتا تھا۔۔۔اور اب بابا لاھور میں ھیں، تو سمجھ جاؤ۔" وہ آہستگی سے بولی تاکہ ڈرائیور نہ سن سکے۔

"اووہ۔۔۔" ماھی کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات آئے تھے۔

کیسی زندگی گزار رہے ھیں ھم؟ اُس نے سوچا اور پھر سر جھٹک دیا۔

"سنو____ شکر ھے کہ ھم دو بہنیں ھیں۔۔۔کم از کم ایک دوسرے کے ساتھ ھی بات ھو جاتی ھے، ورنہ اگر ایک ھوتی تو شاید ساری زندگی دیواروں سے باتیں کر کر کے ھی مر جاتی۔" وہ بمشکل اپنی ہنسی روکتے ھوئے بولی۔ سفیرہ اُس کی بات پر فقط مسکرا ھی سکی تھی۔

★★

نرمین خالہ تو اب کافی عمر رسیدہ ھو چکیں تھیں۔ اُن دونوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہیں تھیں۔ وہ یہاں اپنی بہو کے ساتھ رھتی تھیں، اُن کے خاوند کا انتقال ھو چکا تھا اور جو ایک بیٹا تھا وہ بیرونِ ملک ھوتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ھوتا تم دونوں اِتنی بڑی ھو گئی ھو ماشاءاللہ، بہت کہا میں نے مدیحہ سے کہ ایک بار ھی میری زندگی میں بیٹیوں کو بھیج دے، اِتنے سالوں تک وہ جانے کہاں تمہیں چھپائے ھوئے تھی۔" اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

آفرین بھابھی بھی اُنہیں دیکھ کر خوش ھوئیں تھیں۔ وہ دونوں کتنی ھی دیر اُن سے باتیں کرتی رھیں۔

پھر دوپہر کے کھانے کے بعد آفرین بھابھی اُن کے پاس آئیں۔

"اگر تم لوگ چاھو تو میں تمہیں گاؤں کی سیر کرواتی ھوں، بہت سر سبز اور خوبصورت ھے ھمارا گاؤں۔" وہ مسکراتی ھوئی بولیں۔

"ھاں کیوں نہیں ____ ضرور چلتے ھیں۔" ماھی نے فوراً حامی بھری تھی، ایسے کاموں میں تو وہ سب سے آگے تھی۔

وہ بڑی بڑی چادریں اپنے گرد لپیٹے باھر نکلیں تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ یہاں کی سب سے مشہور دُکان ہے، بہت مزے کے گول گپے ہوتے ہیں یہاں، ابھی شاید بند ہو چکی ہے۔" آفرین بھابھی گزرتے ہوئے ہر جگہ کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ پھر وہ گاؤں کے دوسری طرف اُس علاقے میں پہنچیں جہاں گھر کم اور کھیت زیادہ تھے۔ وہاں کھیتوں میں لگے سرسوں کے پھول بے حد خوبصورت تھے۔

وہ کتنی ہی دیر وہاں کھیتوں میں گھومتی رہیں تھیں۔ بہت زیادہ گھومنے کے بعد اُنہوں نے واپس جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

جب تک وہ واپس آنے لگیں تو شام ہونے کو تھی۔ اِس وقت گاؤں کے لڑکے بیچ سڑک لوگوں کے گھروں کے آگے جھنڈ بنا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے، اور آتے جاتے ہر کسی کو چھیڑ رہے ہوتے۔

اُنہیں بھی اُسی گلی سے ہو کر گھر جانا تھا جہاں لڑکوں کا ایک گروپ کھڑا تھا۔

"اوہوووو۔۔۔ یہ نئ حسینائیں تو پہلی بار دیکھ رہے ہیں، لگتا ہے مہمان ہیں۔" اُنہیں اپنے قریب آتے دیکھ کر ایک لڑکا بولا۔

"یہ ایسے ھی بکواس کرتے ھیں، بس نظرانداز کر دینا۔" آفرین بھابھی نے آہستگی سے کہا۔

سفیرہ نے اپنی چادر کے ایک کونے سے چہرے کو چھپا لیا تھا۔

"مہمان ھیں تو مہمان نوازی کرنا ھمارا فرض ھے۔۔۔ آخر روز روز ایسے مہمان تھوڑی نہ آتے ھیں۔" دوسرے لڑکے نے بھی آگے بڑھتے ھوئے کہا۔

وہ اب اُن کے قریب سے گزرنے والی تھیں۔

"ذرا چہرے سے نقاب تو ہٹاؤ۔" کسی لڑکے نے ھاتھ آگے بڑھا کر اُسکا چہرہ دیکھنا چاھا۔

مگر اِس سے پہلے کہ وہ اُسے ھاتھ لگا پاتا، ماھی نے ایک زوردار تھپڑ اُسکے چہرے پر رسید کیا تھا۔

"خبردار جو آگے بڑھے تو____ حد میں رھو اپنی۔" وہ مضبوط آواز میں بولی سفیرہ کو پیچھے دھکیلتی وہ خود اُس کے آگے آ کھڑی ھوئی۔

"تمھاری ہمت کیسے۔۔۔" تھپڑ کھانے والے لڑکے نے غصے میں کچھ کہنا چاھا۔ مگر ماھی نے اُس کی بات کاٹی۔

"ہمت تو مجھ میں بہت ھے۔۔۔ منہ توڑ دوں گی تمہارا اگر ھاتھ بھی لگایا تو۔۔۔ سنبھالو اِسے کہیں کچھ غلط نہ ھو جائے اِسکے ساتھ۔" ماھی غصے سے بولی تھی۔ اِس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھ کر کچھ کرتا پچھلے لڑکوں نے اُسے پکڑ لیا تھا۔

"چھوڑو یار جانے دو۔" ایک لڑکا اسے غصے میں دیکھ کر بولا۔

"چلو ماھی۔۔۔" سفیرہ اور آفرین اُسے پکڑ کر کھینچ کر لے جا رھی تھیں۔

"تم لوگ سمجھتے کیا ھو خود کو۔۔۔ ھاں؟ لڑکے ھو تو کچھ بھی کر لو گے؟ تمہاری ٹانگیں توڑ کر ھاتھوں میں پکڑا دوں گی۔۔۔ سمجھے؟ بد تمیز کہیں کے۔" وہ دور جانے تک اُنہیں گالیوں سے نوازتی رھی تھی۔

www.novelsclubb.com

★★★

"گاؤں کا پہلا ہی ٹور خراب چلا گیا بھابھی۔۔۔ صرف ان منحوس لڑکوں کی وجہ سے۔" ماہی ابھی بھی دانت پیس کر کہہ رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی ماھی اُن سے یوں بِھڑنے کی؟" سفیرہ نے جواباً کہا۔

"کیوں ضرورت نہیں تھی؟ اچھی رہتی اگر وہ چادر کھینچ لیتا تمہاری؟" ماہی اسے بھی لڑ دوڑی۔

"لیکن اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیتے تو کیا کرتی تم؟" وہ پریشان تھی۔

"وہ اِسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔۔۔ کیونکہ قریب ھی چوہدریوں کی حویلی ھے، اگر وہ کچھ بھی کرتے تو میں احمد بھائی کو بُلا لاتی، اُن سے تو میلوں دور بھاگتے ھیں۔" آفرین بھابھی اُس کے قریب بیٹھتے ھوئے بولیں۔

"وہ کون ھیں؟" سفیرہ نے پوچھا۔

"احمد جبریل، عالم چوہدری کا بیٹا ھے، یہ کہنا غلط نہیں ھو گا کہ گاؤں میں وہ واحد گھرانہ ھے جو امیر ھونے کے ساتھ ساتھ عزت دار بھی ھے۔ اور احمد بھائی کی وجہ سے ھی گاؤں کی لڑکیوں کی عزتیں محفوظ ھیں ورنہ یہاں ایسے ایسے درندے پلتے ھیں کہ غیرت مند لوگ ایک دن بھی یہاں گزارا نہ کر پاتے۔"

وہ رازداری سے بتا رھی تھیں۔

"کیوں ایسا کیا ھے اُن میں جو سب ڈرتے ھیں اُن سے؟"اب کے ماھی نے پوچھا۔اُس کا پارہ اب قدرے کم تھا۔

"اُن میں کیا ھے یہ تو میں نہیں جانتی لیکن ھر کسی کے دل پر اُن کی دہشت ضرور ھے۔" آفرین بھابھی بولیں اور پھر اُسکے قریب سے اُٹھ گئیں۔

"چلو تم لوگ اب زیادہ سوچو مت،اور آ کر سو جاؤ۔۔"اُنہیں ہدایت کر کے وہ جا چکی تھیں۔

"اِتنی جلدی سو جاتے ھیں یہ لوگ؟"ماھی نے حیرت سے اُسے دیکھا۔اور اُس نے کندھے اُچکا دیئے۔

★★★

گجروں کے لئے صدا لگاتا آدمی اُن کے گھر کے قریب سے گزر رہا تھا۔

وہ جو چھت سے اپنی دھلی ہوئی چادر اتارنے گئی تھی اُس کی صدا پر پلٹی۔اور گلی میں آگے جاتے شخص کے ہاتھوں میں گجرے دیکھ کر سفیرہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

www.novelsclubb.com

وہ اسے آواز دے کر روک نہیں پائی مگر تیزی سے سیڑھیاں اتر کر دروازے کی اور بھاگی۔ساتھ ساتھ ہاتھ میں موجود چادر بھی سر پر اوڑھنے لگی۔

اِس سے پہلے کہ وہ قدم باہر رکھتی۔نرمین خالہ کی آواز پر رُکی۔

"ارے کہاں بھاگی بھاگی جا رہی ہو؟"

"بس آ رہی ہوں خالہ، گجرے والا آیا ہے۔"وہ کہہ کر رکی نہیں بلکہ پرجوش سی باہر نکل گئی۔

خالہ بس اسکی حرکت پر مسکرا ہی سکیں۔

باہر نکلی تو اس نے گلی کے دونوں جانب دیکھا۔پھر دائیں جانب گلی کے آخر میں اسے وہ آدمی نظر آ گیا۔

وہ پیچھے سے آوازیں لگانے کے بجائے تیز تیز قدم اُٹھاتی اس طرف بڑھنے لگی۔پھر اُس نے اس شخص کو ایک دکان کے سامنے رُکتے دیکھا تو رفتار آہستہ کی۔

"بھائی مجھے یہ گجرے چاھئیں۔" اُسکے قریب پہنچ کر سفیرہ نے اُسے مخاطب کیا تو وہ فوراً پلٹا اور لکڑی کی چھڑی پر لٹکے ہوئے گجرے اتارنے لگا۔

"کتنے چاھئیں باجی؟" اُس نے پوچھا۔

"دو دے دیں۔" اُس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ابھی اُس نے گجرے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کسی نے سفیرہ کی کلائی کو تیزی سے پکڑا۔ سفیرہ کی اُس کے ہاتھ پر نظر پڑی تو اُس میں ایک کڑا بندھا نظر آیا۔ اسکی آنکھوں میں حیرت و غصہ ایک ساتھ ظاہر ہوا۔

اُس نے نظریں اٹھا کر اُس شخص کو دیکھا۔ یہ تو وہی تھا۔ کل جس لڑکے کو ماہی نے تھپڑ مارا تب یہ بھی اُسکے ساتھ کھڑا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔"

وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے کے لئے مزاحمت کرنے لگی مگر اسکی گرفت کافی مضبوط تھی۔

"میں پہنا دیتا ہوں گجرے۔۔۔ ویسے بھی کچھ حساب چکتا کرنا ہے تم سے۔۔۔" اُسکے تاثرات اور لہجہ بہت عجیب تھا۔ سفیرہ کو اُس سے خوف محسوس ہوا۔

www.novelsclubb.com

"بھائی تم کیا تماشا دیکھ رہے ہو۔۔۔روکو اِسے۔"

اُس نے گجرے والے کو مخاطب کیا جو خود بھی ڈرا ہوا الگ رہا تھا۔

مگر اُسکے یوں مخاطب کرنے پر شاید اُسکی غیرت جاگی تھی کہ اُس نے اُس شخص کو دھکا دیا۔

"چھوڑو اسے۔۔۔تمہاری بہن کی طرح ہے۔" اسکے دھکا مارنے پر سفیرہ کی کلائی اسکی گرفت سے نکل آئی تو وہ الٹے قدموں بھاگی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی۔۔۔" وہ شخص اب اُس گجرے والے کو دھکا دے کر گرا چکا تھا۔

اور پھر وہ سفیرہ کے پیچھے بھاگا۔

سفیرہ کو اسے اپنے پیچھے بھاگتے دیکھ کر لگا کہ جیسے جان ختم ہو رہی ہو۔

"یااللہ۔۔۔یااللہ۔۔۔میری مدد کر۔۔۔"

وہ اپنی تمام تر طاقت سے بھاگتی ہانپتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بھاگی، بھاگی، بہت تیز بھاگی، اور بھاگتے ہوئے اسے خالہ کے گھر کا راستہ بھی بھول گیا۔

وہ بغیر راستوں کو دیکھے بھاگے گئی۔

یہاں تک کہ جب وہ گاؤں کے باہر تک آ پہنچی تو آگے ہر چیز سنسان تھی۔

اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ تیز تیز سانس لینے لگی۔ مگر پھر اچانک ہی اُسے وہ شخص اپنے پیچھے بھاگتا ہوا نظر آیا۔

سفیرہ کے ہوش تک اُڑ گئے۔

"یا اللہ۔۔۔" خوف کے مارے اسکے لب پھڑ پھڑائے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

مگر اُس نے وہاں سے بھاگنے میں دیر نہیں کی۔ وہ اندھا دھند کھیتوں میں بھاگنے لگی۔

"کیسا ڈھیٹ شخص ہے۔۔۔ اللہ مجھے اس سے بچالے۔" وہ اپنے آنسو صاف کرتی بھاگ رہی تھی کہ سامنے کا منظر نہ دھندلائے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے بھاگتے بھاگتے مڑ کر دیکھا تو وہ شخص بھی اسکے پیچھے ہی تھا۔اس نے اپنی رفتار مزید بڑھادی اور منہ کے بل نیچے جا گری۔ مگر ایک پل کی بھی دیر کئے بغیر وہ پھر اٹھی۔شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور سفیرہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔وہ اونچی اونچی آواز میں رونا چاھتی تھی۔

"یہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں یا اللہ۔۔۔؟"اس نے شدت سے سوچا۔وہ بس اِس شخص سے پیچھا چھڑانا چاھتی تھی۔

اب تو بھاگتے بھاگتے بھی تھک چکی تھی۔اور پھر اُسے اپنے سامنے ہی ایک کوٹھری دکھائی دی۔اُس نے اپنی تیز رفتار برقرار رکھتے ہوئے اسکا رخ کیا۔اور پھر بڑی تیزی سے اُس نے اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

اُسکا سانس پھول چکا تھا۔اور آنسو ایک تواتر سے بہہ رہے تھے۔

مگر اُس نے اپنی آواز بالکل ہی بند کر لی تھی۔اُسکے پورے وجود میں کپکپاہٹ تھی۔

دروازے کی کنڈی نظر نہیں آئی تو وہ چلتی ہوئی ایک کونے میں جا بیٹھی اور اپنی بڑی سی سفید چادر اپنے گرد یوں لپیٹ لی کہ پاؤں تک نظر نہیں آ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اللہ۔۔۔مجھے اِس مصیبت سے بچا لے۔میں کیا کروں گی۔۔۔یا اللہ میں بہت بے بس ہوں۔۔۔میری مدد فرما۔میری عزت۔۔۔یا اللہ میری عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔میں مر جاؤں گی۔" وہ دل ہی دل میں اللہ سے مخاطب تھی۔

کہ اچانک ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔سفیرہ کو لگا جیسے اسکے جسم سے جان کھینچ لی گئی ہو۔

وہ جانے کیسے خود کو ہوش میں رکھے ہوئے تھی۔اُس نے اپنا سانس تک روک لیا۔

اگلے ہی لمحے کسی نے بٹن دبا کر کمرہ روشن کر دیا تھا۔وہ بہت ڈر چکی تھی کہ ہلی تک نہیں۔

"کون ہو تم؟" اُسے لگا کوئی اُسکے سر پر کھڑا پوچھ رہا ہے۔یوں مخاطب ہونے پر وہ ایک پل کے لئے کانپ سی گئی۔

اُس لمحے اُس نے خود کو بہت بے بس پایا تھا۔وہ رو رہی تھی اور اُس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا پھر بھی اس نے ایک منت کرنا چاھی۔

"پلیز مجھ سے۔۔۔دور رہو۔۔۔ مجھ سے دور رہو۔۔۔"اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔اور ساتھ ہی آنسو مزید روانی اختیار کر گئے۔

مگر اُسکی اگلی بات سن کر وہ ساکت ہوئی۔

وہ اُسے چہرہ اٹھانے کو کہہ رہا تھا۔

وہ اتنی نرمی سے بول رہا تھا کہ سفیرہ کو لگا وہ کوئی اور ہے۔اُس نے آہستگی سے اپنا خوفزدہ چہرہ اُٹھا کر دیکھا تو وہ قریب ہی بیٹھا دکھائی دیا۔

وہ کوئی اور ہی تھا اور وہ بغیر پلک جھپکے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔سفیرہ کو لگا اس نے یہاں آکر بھی غلطی کر دی ہے۔

"میں نے۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔مجھے جانے دو۔"اُس نے بمشکل ہی کہا تھا۔مگر وہ فوراً ہی اسکے قریب سے اُٹھ کر پیچھے ہو گیا۔

وہ اسے پر سکون رہنے کو کہہ رہا تھا۔اور اس نے کہا کہ وہ ایک اچھا انسان ہے۔اور اُسکا انداز اور حلیہ دیکھ کر اُسے لگا کہ شاید وہ واقعی ایک اچھا انسان ہے۔

وہ کتنی ہی دیر اسکے سامنے کرسی پر چپ بیٹھا رہا۔شاید اسکے حواس میں آنے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

وہ اب رونا بند کر کے واقعی خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

پھر اُس نے اچانک ہی پوچھا۔

"اب بتاؤ۔۔۔کیا ہوا تھا؟کوئی تمہارا پیچھا کر رہا تھا؟"اور اُسکے پوچھنے پر سفیرہ کی آنکھوں میں خوف ایک بار پھر لہرا گیا۔اُسے یاد آیا کہ وہ اُسکے پیچھے ہی تھا۔اور اس نے کھلا دروازہ دیکھا تو دل ایک بار پھر کانپ اٹھا۔

"وہ۔۔۔وہ میرے پیچھے آجائے گا۔۔۔وہ بہت خطرناک لگ رہا تھا۔۔۔وہ میرے پیچھے آجائے گا۔"اُس نے کھلے دروازے کی جانب اشارہ کرتے کہا۔مگر وہ اسے تسلی دیتا رہا کہ وہ یہاں محفوظ ہے،اسے کچھ نہیں ہوگا۔اور ساتھ ہی وہ اسکا نام بھی پوچھ رہا تھا مگر سفیرہ اُس انجان شخص کو ساکت پلکوں سے دیکھ رہی تھی۔جو اُسے پر سکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔پھر اُس نے دیکھا کہ اس نے اسے دیکھتے دیکھتے اچانک چہرہ موڑ لیا۔

"مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو۔۔۔میں تمہیں حفاظت سے تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔۔"

سفیرہ کو احساس ہوا کہ وہ واقعی بھروسے کے قابل ہے۔وہ مزید بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ بولی۔

"سفیرہ۔۔۔"اس نے واپس اسے دیکھا تو وہ پھر بولی۔

"سفیرہ نام ہے میرا۔"

وہ اب اسکے خوفزدہ ہونے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔۔۔ سفیرہ نے اُسے ساری کہانی سنانے کا فیصلہ کیا۔مگر اسکی آنکھیں ایک بار پھر بھر آئیں۔

ساری کہانی سننے کے بعد اس نے اُس شخص کا حلیہ پوچھا تو سفیرہ کا دماغ گھومنے لگا۔اُسے بالکل بھی یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کس حلیے میں تھا۔پھر ذہن پر زور ڈالنے کے بعد اُسے وہ کچھ یاد آگیا تو اُس نے بتادیا۔

"وہ۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔مجھے بس اتنا یاد ہے کہ اس کے ہاتھ پر ایک کڑا تھا۔۔۔شاید چاندی کا یا اس جیسا۔"اُس نے بتایا تو سامنے بیٹھے شخص کی رگیں ایک پل میں تن گئیں۔پھر جب اُس نے سفیرہ کو اُسے دیکھتے پایا تو فوراً ہی آنکھوں میں نرم سا تاثر جھلکا۔

سفیرہ کو حیرت ہوئی تھی۔اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ لمحے بھر میں تاثرات بدل لینے والا شخص تھا۔

وہ اب ہلکے پھلکے انداز میں اس سے کچھ اور سوال بھی کرتا رہا۔وہ بھی اُسکے جواب دیتی رہی۔مگر وہ اس لمحے ٹھٹھکی جب وہ اُسکے سامنے پستول لے آیا۔

وہ اُسے پوچھ رہا تھا کہ اِسے جانتی ہو؟اور وہ حیرت میں گھری بیٹھی تھی۔

پھر وہ خود ہی اُس ہتھیار کے بارے میں بتانے لگا۔

اور جب اُس نے کہا کہ۔۔۔

"مجرموں کو سزا دینے کے لئے قانون کا انتظار نہیں کرنا چاھئے۔بلکہ خود کو اِس قابل بنانا چاھئے کہ آپ مجرموں کو سزا دے سکیں،اِس لئے کہ ھمارا سب سے بڑا مجرم قانون ھوتا ھے۔

جب تک آپ لوگوں کو بتائیں گے نہیں کہ آپ کیا کر سکتے ھیں تب تک لوگ آپ کو ذہنی مریض بننے کے راستے دِکھاتے رھیں گے۔ سوچنا آپ کو خود ھوتا ھے۔۔۔ کیا آپ کو ذہنی مریض بننا ھے؟ یا پھر خود کو لڑائی کے قابل بنانا ھے۔"اُس لمحے وہ واقعی سمجھ گئی کہ وہ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی اچھی کر لیتا ہے۔ جانے کیوں لیکن اُسکے دل میں اُس شخص کے بارے میں مزید جاننے کی خواہش اٹھی تھی۔

پھر وہ کرسی سے اٹھا اور دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ پھر پلٹا۔

"چلو۔۔۔ تم سے کیا گیا وعدہ پورا کرتے ہیں۔"اور وہ باہر نکلنے لگا پھر اسکی آواز پر رکا۔

"آپ۔۔۔ آپ کا نام؟"

اسکے پوچھنے پر وہ پھر پلٹا تو چہرے پر محظوظ سا تاثر تھا۔ سفیرہ گڑ بڑا گئی۔

"اس سوال کی توقع بہت پہلے کر رہا تھا میں۔"اس نے سر کو ہلکا سا خم دیا تو بال ماتھے پر آ گرے۔ سفیرہ کو اپنے سامنے کھڑے اس وجاہت سے بھرپور شخص کو دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس نے پہلے کیوں نہیں پوچھا۔

"میرے ذہن میں ہی نہیں رہا کہ آپ کا تعارف پوچھ لوں۔" اس نے خفت کو کچھ کم کرنا چاہا۔

"میں احمد ہوں۔۔۔احمد جبریل چوہدری۔" اور اُسکے تعارف پر وہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔اُس کا دماغ بھک سے اڑا۔

احمد جبریل۔۔۔؟ تو یہ احمد جبریل ہے۔

"اُن میں کیا ھے یہ تو میں نہیں جانتی لیکن ھر کسی کے دل پر اُن کی دہشت ضرور ھے۔"

اور پھر آفرین بھابھی کی بات یاد آنے پر اُسے پتا چلا کہ وہ سچ ہی کہہ رہیں تھیں۔

"یہ جس جگہ ہم کھڑے ہیں یہ ہمارا ڈیرہ ہے۔میں آج اتفاقاً یہیں پر تھا، جب تمہیں یہاں داخل ہوتے دیکھا۔ورنہ اگر آج میں یہاں نہ ہوتا تو۔۔۔" اس نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے بات ادھوری رکھی اور پھر خود باہر چلا گیا۔

سفیرہ اُسکی بات کا مطلب سوچتی نا سمجھی سے اُسکے پیچھے گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"توکیا؟"اس نے پوچھ ہی لیا۔

"توشاید تم ساری رات یہیں بیٹھی خوف سے مر جاتیں۔"اسکی بات سن کر وہ خاصی حیرت و خفگی کا شکار ہوئی تھی۔پھر اسے ہنستے دیکھ کر کچھ سنبھلی۔

احمد اب لالٹین ھاتھ میں لئے آگے بڑھ رہا تھااور وہ بھی اُسے ساتھ ساتھ تھی۔

سارے راستے وہ اُس سے باتیں کرتا رہا تھا۔ تبھی اُس نے یہ اخذ کیا تھا کہ وہ باتیں بہت کرتا ہے۔اور اسے یہ جان کر حیرت ہوئی تھی۔کیونکہ عام طور پر اُس نے لڑکوں کو کبھی اتنی باتیں کرتے دیکھا نہیں تھا۔ھاں لیکن اسکی باتیں بلاضرورت اور بے معنی نہیں تھیں۔

پھر جب اُس نے کہا کہ بہادر بنو تو وہ ایک بار پھر سر جھکا گئی۔

وہ اُسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔اور اُسے واقعی لگا کہ اُسکی باتوں میں کچھ تو ہے۔کچھ پُر اثر اور جھنجھوڑنے والا۔

وہ خاموش سنتی رہی۔

پھر اسکے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ وہ میلا دیکھنے آئی ہے۔

"دھیان رکھنا۔۔۔گاؤں کے میلے کافی خطرناک ہوتے ہیں۔" اسکی باتیں خوفزدہ کرنے والی تھیں۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ھیں؟" اُس نے ابرو اچکا کر پوچھ ہی لیا۔

"خوبصورت لڑکیوں کو گھبرانا نہیں چاھئے۔۔۔بہت فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔" آخر میں اُسکے کہے گئے جملے پر وہ چاہ کر بھی کوئی جواب نہ دے سکی۔

پھر اسے شکریہ کہہ کر وہ گھر میں داخل ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

★★

وہ گھر میں داخل ہوئی تو آفرین بھابھی ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہیں تھیں۔ مہیرہ ایک طرف خاموش بیٹھی تھی اور نزمین خالہ پریشان سی کچھ کہہ رہیں تھیں۔

"میں اسے بھلا کیسے روکتی، اس نے تو میری سنی ہی نہیں اور چلی گئی۔"

"خالہ وہ تو گاؤں کو پوری طرح جانتی بھی نہیں، اب بھٹک گئی ہو گی کہیں۔ دعا کریں کہ بس صحیح سلامت واپس آجائے۔" آفرین بھابھی نے جواب دیا۔

سفیرہ اُن کی باتیں سنتی آگے بڑھ آئی۔

ماہی کی نظر اس پر پڑی تو جیسے جان میں جان آئی۔ وہ تینوں ہی اُس کی طرف بھاگی بھاگی آئیں اور سوالات کے ڈھیر لگا دیے۔

"مجھے بیٹھنے تو دیں۔ پھر بتاتی ہوں سب۔" وہ ان کے سوالات سے پریشان ہو کر بولی تو اُنہیں بھی احساس ہوا۔ پھر اسے ایک جگہ بٹھا کر سکون سے تفصیلات پوچھیں۔

اُس نے بھی احمد کے ساتھ ہوئی گفتگو کے علاوہ ایک ایک لفظ سچ بتا دیا۔

"وہ تو احمد جبریل مل گئے جن کی وجہ سے آج میں آپ کے سامنے ہوں ورنہ ٹکے ٹکے کھا گئی ہوتی اب تک۔" آخر میں اُس نے کہا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ بہت طویل سفر کر کے آئی ہو۔

"آہ میری بچی۔۔۔" خالہ نے اسکے چہرے کو اپنے ھاتھوں کے حصار میں لیا۔

"اور احمد سے کہتیں کہ اندر آ جائے۔دروازے سے ہی پلٹ گیا۔" نزمین خالہ نے تاسف کے بعد خیال آنے پر کہا۔

"وہ کہہ تو رہے تھے کہ آپ سے بات کر لیں گے۔"

سفیرہ نے جواباً کہا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

"بھابھی یہ گاؤں کے لڑکے تو درندوں سے بھی آگے نکل گئے۔آپ لوگ کیسے گزارا کر لیتے ہیں یہاں؟"

ماہی کو شدید قسم کا غصہ آرہا تھا۔

"یہ سب کچھ بھی تمہارے اس تھپڑ کا نتیجہ ہے۔" آفرین بھابھی نے اسے دیکھ کر سنجیدہ مگر دھیمے لہجے میں کہا تو وہ مزید تنک گئی۔

"تو کیا میں وہاں خاموش کھڑی رہتی بھابھی؟"

وہ ابھی بول رہی تھی کہ نزمین خالہ نے ان دونوں کو ٹوکا۔

"بس بھی کرو تم لوگ۔۔۔۔ بچی پہلے ہی بہت پریشان ہے۔ جاؤ اب اِسے کمرے میں لے جاؤ، تاکہ یہ پر سکون ہو۔"

"میں لے جاتی ہوں۔"

بھابھی اُن دونوں کو ہی کمرے میں چھوڑ کر خود باہر آ گئیں۔

★★

گاؤں کا میلہ تین دن کا ہوتا تھا۔ اور آج اس میلے کا پہلا دن تھا۔ وہ صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد کچے صحن میں لگے پودوں کے ساتھ گفتگو کرتی رہی۔ پھر جب دن پوری طرح چڑھ گیا تو وہ ماہی کے ساتھ تیار ہونے لگی۔

www.novelsclubb.com

اُن دونوں نے ہی باہر نکلنے کے لئے بڑی بڑی چادریں نکال لیں تھیں۔

آفرین بھابھی نے اُنہیں یوں چادروں میں لپٹے دیکھا تو حیران ہوئیں مگر کچھ بولیں نہیں۔

"بھابھی میں نے سنا ہے کہ گاؤں کے میلے کافی خطرناک ہوتے ہیں۔"

سفیرہ نے سرسری سا پوچھا۔

"ہوتے تو ہیں، مگر مزیدار بھی ہوتے ہیں۔" وہ کہہ کر مسکرائیں۔

"پھر تو مزہ آئے گا۔" ماہی کافی پُر جوش لگ رہی تھی۔

وہ نرمین خالہ کو خدا حافظ کہنے کو باہر نکل آئیں۔

"بچیوں کا اچھے سے خیال رکھنا۔" انہوں نے آفرین بھابھی کو بارہا تاکید کی تھی۔

"امی بچیاں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہیں فکر مت کریں۔" وہ بول ہی پڑیں۔

"ہاں لیکن پھر بھی خیال رکھنا۔ میں تو کل والے واقعے سے خوفزدہ ہو چکی ھوں۔ اگر ان کے ساتھ کچھ ہوا تو کیا جواب دوں گی مدیحہ کو۔"

انہوں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔ آپ فکر مت کریں، میں بہت خیال رکھوں گی ان کا۔" انہوں نے تسلی کروائی پھر انہیں لے کر چلی گئیں۔

★★

www.novelsclubb.com

وہ ایک بہت بڑادربار تھا جہاں میلہ لگا تھا۔بہت سارے جھولے اور دکانیں لگی تھیں۔ اتنی رونق اور ہجوم سفیرہ نے اپنی زندگی میں پہلے نہیں دیکھا تھا۔

وہ خوشگوار حیرت سے ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا تم اِس عمر میں جھولا لو گی؟"ماھی جھولے میں بیٹھنا چاہ رھی تھی جب سفیرہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

"میں بوڑھی نہیں ھوئی ھوں ابھی اور ھاں اگر میں بوڑھی ھوتی اور مجھے پہلی بار جھولے میں بیٹھنے کا موقع ملتا تو میں تب بھی بیٹھتی۔"مہیرہ نے ایک ادا سے کہا۔

"ٹھیک ھے پھر تم بیٹھو جھولے میں،آفرین بھابھی آپ میرے ساتھ آئیں۔"سفیرہ قریب ھی لگی چوڑیوں کی دکان کو دیکھ کر بولی۔

"آفرین بھابھی میرے ساتھ آرھی ھیں تم جاؤ۔"ماھی نے اُنہیں اپنی طرف کیا۔

"بھابھی آپ بھی؟"وہ حیرت سے بولی۔بھابھی نے مسکرا کر شانے اُچکا دیئے۔

وہ ایک گہرا سانس لے کر خود ھی آگے بڑھ گئی۔

"زیادہ دور مت جانا۔۔۔ ہم آرہے ھیں۔" انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی۔

وہ دونوں اب جھولے میں بیٹھ چکی تھیں۔ وہ اُن کے واپس آنے تک اُن چوڑیوں کے قریب پہنچی جن پر دور سے ھی اُسکی نظر پڑی تھی۔

"یہ لال چوڑیاں دے دیں۔" اُس نے تمام چوڑیوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد سُرخ رنگ کی چوڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"کتنی درجن چاھئیں باجی؟" دُکاندار نے پوچھا۔

"دو درجن دے دیں۔" وہ سوچتے ھوئے بولی تو وہ شخص چوڑیاں پیک کرنے لگا۔

وہ اُس کے سامنے کھڑی اِدھر اُدھر نگاھیں گھمانے لگی تو اُس کی نظر ایک عجیب چیز پر پڑی۔ اور اُسکی نگاھیں چمکنے لگیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ لیں باجی۔" دکاندار اب اُسے چوڑیاں پکڑا رہا تھا۔ وہ تیزی سے اُسکے ہاتھ سے چوڑیاں لیتی اُسے پیسے دے کر اُس جگہ کی جانب بڑھی جس نے اُس کی توجہ ایک لمحے میں ہی اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔

وہ ایک چھوٹا سا اسٹیج تھا۔ جس پر ناٹک چل رہا تھا۔ پیچھے سرسوں کے پھولوں کا پوسٹر لگا تھا۔ اور آگے ایک لڑکی تھی جو بہت خوبصورت تھی۔ اُس نے بال پر اندے میں باندھ رکھے تھے۔ اور آنکھوں کا کاجل بہت واضح تھا۔ اُس نے کرتے کے نیچے لاچا پہن رکھا تھا۔

اور ایک لڑکا تھا جس کے سر پر عمامہ تھا اور وہ بانسری بجا رہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی پتا چل گیا کہ یہ ہیر رانجھا کا کردار کر رہے ہیں۔

www.novelsclubb.com

پھر اُنہوں نے اُس ساز پر گانا شروع کیا۔

"اوو نچلی والڑیا!!

وے توں تاں موہ لئی او مٹیار

کدی نئیں جنے سی منی ھار،

تینوں کر بیٹھی اُو پیار

ونجلی والڑیا!! وے ایہہ گل بُھلیں ناں

ہیر نے اپنی خوبصورت آواز میں گنگناتے ہوئے ساتھ ساتھ ہلکا پھلکا ڈانس بھی کر رہی تھی۔

لوگ ارد گرد کھڑے اُنہیں دیکھ کر سراہ بھی رہے تھے۔

سفیرہ اُنہیں شوق سے دیکھتی رہی۔اُس نے ہیر رانجھا کے بارے میں بہت سنا تھا اور فلم بھی دیکھ رکھی تھی اِس لئے اسے کافی دلچسپی ہو رہی تھی۔اور وہ اُنہیں دیکھنے میں اِس قدر مگن تھی کہ اسے محسوس ہی نہیں ہوا کہ کوئی اُسکے ساتھ کھڑا ہے۔

اونیناں والڑِیے!!

نی میری ونجلی دی تُوں ایں تان

تُوں ای میرا دین ایمان،

تیھتوں وار دیاں جِند جان

نیناں والڑِیے!!نی ایہہ گل بُھلیں ناں

رانجھا بھی اپنی سُریلی آواز میں گنگنایا تھا۔اُن دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔

جب وہ اپنا ناٹک ختم کر چکے تو سب نے تالیاں بجائیں تھیں۔

اس نے بھی ہاتھوں میں چوڑیوں کے سبب الٹے ھاتھوں سے تالیاں بجائیں۔

ابھی ایک ناٹک ختم ہوا تھا تو دوسرے کی تیاری شروع ہو رہی تھی۔

"ہیر رانجھا محبت میں برباد ہوئے تھے۔"اُسے اپنے کان کے قریب ایک آواز سنائی دی تو وہ اچھل ہی پڑی۔ پھر اُس طرف دیکھا تو وہ احمد جبریل تھا۔ سفیرہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ نے ڈرا دیا مجھے۔"

وہ خفا ہوئی۔ جانے وہ کب اور کہاں سے آیا تھا۔

"ڈرنے کے علاوہ بھی کچھ کر لیا کریں۔"وہ محظوظ ہوا۔

"ہیر رانجھا محبت میں برباد نہیں ہوئے تھے۔اُنہیں محبت کی سزا دی گئی تھی۔"

وہ اِس بات کو نظر انداز کرتی اُس کی پہلی بات کا جواب دینے لگی۔

"اور وہ سزا جدائی تھی۔ محبت میں جدائی بربادی ہی ہوتی ہے۔ایک دوسرے کی خاطر جان تک دے دینا۔ مطلب عشق کیا اور سب وار دیا۔"

"سب وار دینے میں ہی محبت کا مزہ آتا ہے۔" وہ متانت سے کہہ کر مسکرائی۔احمد نے اُسے بغور دیکھا۔

"اِن داستانوں پر یقین رکھتی ہیں؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔ سفیرہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مطلب محبت پر یقین رکھتی ہوں؟"اُس نے تصدیق چاھی تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

"ہمممم۔۔۔"اُس نے سوچنے کا انداز لیا۔

"جب دنیا میں سب کچھ ممکن ھے تو میں محبت کو بھی حقیقت مانتی ھوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے کہا۔

"تواِس حقیقت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا؟" وہ اُس سے پوچھ رہا تھا اور وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ وہ بھلا کیوں پوچھ رہا ہے۔ پھر اس نے جواب دینے کے لئے لب وا کئے۔

"ھاں ٹھیک ھے محبت حقیقت ھے، مگر حقیقت راس بھی تو نہیں آتی، محبت اگر خواب ھوتا تو ہنس کر دیکھتی کیونکہ خوابوں کی تعبیر ھوا کرتی ھے، مگر یہ تو حقیقت ھے اور حقیقت کب بدلتی ھے۔۔۔ حقیقت تو حقیقت ھی رھتی ھے۔"

اُس نے کہہ ہی دیا۔ اور پھر احمد کو مسکراتے دیکھ کر وہ چہرہ موڑ گئی۔

"اور اگر میں کہوں کہ محبت ہی حقیقت کو حقیقت بناتی ہے اور حقیقت کا وجود محبت کے بغیر ممکن نہیں تو؟"

اُسکے سوال میں وہ الجھ گئی تھی۔

"آپ کے کہہ دینے سے کیا ہوگا۔۔۔؟" وہ اب ناچاہتے ہوئے بھی وہاں کھڑی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد نے اُسکی اُٹھتی گرتی پلکوں کو دیکھا۔

"لال چوڑیاں بہت جچیں گی۔" وہ بولا تو سفیرہ کو حیرت ہوئی۔

اُسے کیسے پتا ان میں لال چوڑیاں ہیں۔اس نے اپنے ہاتھوں میں موجود اخبار میں لپٹی چوڑیاں دیکھیں۔کیا وہ اُسکے تعاقب میں تھا؟ابھی وہ پوچھنے والی تھی کہ وہ پھر بولا۔

"ایک بات پوچھوں۔"

پھر اُسکے جواب کا انتظار بھی نہ کیا۔

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

اور سفیرہ کو لگا کہ اُس کے سر پر کوئی بم پھوڑا گیا ہے۔ایک دم ہی ماحول میں تناؤ پیدا ہو گیا۔

سفیرہ نے نگاھیں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔وہ اپنے پہلے انداز میں ہی اُسے دیکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

سفیرہ جانتی تھی اُسکا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا ہو گا۔اسے لگا وہ مزید وہاں رُکی تو اُس کے کانوں سے بھی دھواں نکلنے لگے گا۔

اُسے خود بھی پتا نہیں چلا کہ اُس نے اُس لمحے کیا محسوس کیا تھا۔وہ اُسے ایک نظر بلا کی سنجیدگی سے دیکھ کر واپس پلٹ گئی۔اور بھاگنے کے سے انداز میں تیز تیز قدم اُٹھاتی اُس سے دور جانے لگی۔

اُسکے ہاتھوں میں کپکپاہٹ اتر آئی تھی۔ حلق میں جیسے کچھ اٹک گیا تھا۔اُسکی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔

وہ اِدھر اُدھر نگاھیں دوڑاتی مہیرہ اور بھابھی کو ڈھونڈنے لگی۔

اُسکا دل چاہ رہا تھا وہ یہاں سے بس دور چلی جائے۔کافی آگے جا کر وہ رُکی تھی۔

پھر کسی نے پیچھے سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اندر تک کانپ گئی۔وہ پلٹی تو وہاں ماہی تھی۔

"کہاں چلی گئی تھی تم۔۔۔ہم تمہیں اتنی دیر سے ڈھونڈ رہے تھے۔"اُسکے ساتھ بھابھی بھی تھیں۔

وہ بھی کچھ کہہ رہیں تھیں۔ مگر اُس نے مزید کچھ سنا ہی نہیں۔

"بھابھی مجھے گھر جانا ہے، میری طبیعت ٹھیک نہیں۔"اس نے مشکل سے اتنا کہا۔اور آگے بڑھنے لگی۔

وہ دونوں بھی ناسمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھتیں اُسکے پیچھے چل پڑیں۔

★★★

وہ بغیر کچھ کہے اپنے کمرے میں جا بیٹھی تھی۔دوپہر سے شام ہوگئی اور وہ ایک ہی جگہ بیڈ کے ایک کونے پر بیٹھی اپنے احساسات کو سمجھنے کی کوشش کرتی رہی۔پھر اچانک ہی وہ اپنے احساسات سے ہٹ کر اُسکے بارے میں سوچنے لگی۔

اُسے پہلی بار کسی پر یوں غصہ آرہا تھا۔

"وہ مجھ سے یہ کیسے پوچھ سکتا ہے؟"اُسکے ماتھے پر بل تھے۔

"پتا نہیں مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔ ہو گا وہ احمد جبریل۔۔۔ مگر میں بھی سفیرہ علی خان ہوں۔ ایسی بھی بزدل نہیں کہ اُسکی دہشت زدہ نگاھوں سے ڈر کر ہاں کہہ دوں۔۔۔"

اُس کے چہرے پر ہنوز غصہ تھا۔

پھر وہ غصہ بے بسی کی صورت اختیار کر گیا۔ وہ اتنی بہادر نہ تھی کہ کسی کی ایسی باتوں کو آسانی سے برداشت کر لیتی۔

اُس نے تھک کر سر دیوار سے ٹکا دیا۔ تبھی باہر سے باتوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اور اُسی پل مہیرہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے اب۔۔۔ کیا ہوا تھا؟" وہ اُسکے قریب ہی بیٹھ گئی۔

"ھاں ٹھیک ہے۔۔۔ تھوڑا سر درد ہے۔۔۔۔ اور۔۔۔" وہ چپ ہو گئی۔

"اور۔۔۔؟"

"کچھ نہیں۔۔۔ باہر کون ہے؟" اُس نے آوازوں کو سنتے پوچھا۔

"ہاں وہ باہر احمد جبریل آئے ھیں۔ میں تمہیں یہی بتانے آئی تھی، شاید تم ان سے ملنا چاھو۔" اس نے ماہی کو کہتے سنا تو دم بخود سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا ہوا؟" ماہی کو اسکے بدلتے تاثرات عجیب لگے۔

"نہیں۔۔۔ میں نہیں ملوں گی۔ تم جاؤ۔" اس نے بمشکل ہی ٹالا۔ ماہی اسے بغور دیکھتی واپس مڑ گئی۔

"اب یہ یہاں کیوں آگیا؟" اس نے کوفت سے سوچا۔ پھر چند لمحے یونہی لب کاٹتی رہی۔

اچانک ہی کسی سوچ کے تحت وہ بیڈ سے اٹھی۔ اور آگے جا کر دروازے کی جالی سے باہر دیکھا۔ صحن کا منظر سامنے ہی دکھائی دے رہا تھا۔

وہ خالہ اور آفرین بھابھی کے سامنے چارپائی پر بیٹھا بات چیت میں مصروف تھا۔ ماہی بھی اُن کے قریب کھڑی بہت دلچسپی سے اُن کی باتیں سن رہی تھی۔

سفیرہ نے اُس شخص کو بہت غور سے دیکھا۔ شکل سے اچھا خاصا لگتا ہے۔ خوبصورت بھی ہے اور مسکراہٹ بھی نرم۔

www.novelsclubb.com

مگر تم اُسکی خوبصورتی کا کیا کرو گی سفیرہ۔۔۔؟انسان کو باحیا ہونا چاھئے۔اُس نے سوچتے سوچتے خود کو ڈپٹا۔

پھر واپس پلٹ آئی۔

"میں کل میلے میں نہیں جاؤں گی۔"

کمرے کی دوسری دیوار میں موجود کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے اُس نے سوچا۔

"اگر گئی تو شاید پھر اُس سے سامنا ہو جائے۔اُس سے سامنا ہوا تو سوالوں کے جواب دینے ہوں گے۔۔۔اور مجھے جواب دینے میں ہی دقت ہے۔"

اُس نے گہرا سانس لے کر اپنے فیصلے پر مہر لگا ئی۔

پھر سونے کے لئے لیٹ گئی۔

★★★★★

صبح ناشتے کے دوران خالہ نے اُسکی خیریت دریافت کی تو وہ بشاشت سے مسکرائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ٹھیک ہوں خالہ۔"

آفرین بھابھی نے اُسکا چہرہ دیکھا۔ پھر بولیں۔

"کل تو تم لوگوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ آج ہم سارا میلہ گھوم کر دیکھیں گے۔اور سفیرہ نے تو جھولا بھی نہیں لیا۔ کتنا مزہ آیا تھا مجھے اور مہیرہ کو۔"

ماہی نے بھی مسکرا کر تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ جبکہ سفیرہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"بھابھی میں آج نہیں جا پاؤں گی۔" وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔

ماہی، بھابھی اور خالہ نے اُسے بیک وقت حیرت سے دیکھا۔ وہ کچھ سنبھلی۔

"لیکن کیوں؟" بھابھی نے پوچھا۔

"بس ایسے ہی، میں کبھی اتنے ہجوم میں نہیں گئی، عادی نہیں ہوں تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

اس نے بہانہ تلاش کیا۔ مگر وہ جھوٹ نہیں بولتی تھی اور اسے جھوٹ بولنا آتا بھی نہیں تھا۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے، ہجوم میں جاؤ گی تو ہی اِس سب کی عادی ہو گی نا۔۔۔۔زندگی اکیلے تو نہیں گزار لینی تم نے۔"

اِس بار خالہ نے کہا تو اُسکے لئے مزید کچھ کہنا مشکل ہو گیا۔ماہی ناشتہ کرتے ہوئے اُنہیں خاموشی سے سنتی رہی۔جانتی تھی کہ سفیرہ مان جائے گی۔

"لیکن میں۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ کوئی دلیل پیش کرتی اسکی بات کاٹ دی گئی۔

"ارے تمہیں ہجوم سے کیا لینا۔تم نے بس ہمارے ساتھ رہنا ہے،دیکھنا کتنا مزہ آئے گا، اور آج میں تمہیں اتنی جلدی واپس نہیں آنے دوں گی۔"

آفرین بھابھی نے ختمی انداز میں کہہ کر ہاتھ صاف کر لئے۔سفیرہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

ناشتے کے کچھ دیر بعد وہ بے دلی سے آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"احمد بھائی کافی کُول ہیں۔"

ماہی نے الماری سے اپنی چادر نکالی۔ سفیرہ ٹھٹھکی مگر کچھ نہ بولی۔

"یار وہ بہت مزے کی باتیں کرتے ہیں، تمہارے بارے میں پتا ہے کیا کہہ رہے تھے؟" وہ پرجوش لہجے میں کہہ رہی تھی۔ سفیرہ نے کوئی تاثر نہ دیا۔

"انہوں نے کہا کہ سفیرہ کا دل کانچ جیسا ہے، بہت معصوم ہے وہ، اور ایسے لوگ بہت انمول ہوتے ہیں۔ اِن کی حفاظت کرنا فرض ہے ہم پر۔"

وہ بڑی ہی مسرت سے کہہ رہی تھی۔ سفیرہ سنجیدگی سے سنتی رہی۔

"اور پتا ہے کیا کہہ رہے تھے۔۔۔" اُس نے فوراً ماہی کو ٹوکا۔

"مجھے نہیں سننا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ مجھے اپنی تعریفیں نہیں سننی ماہی، چپ چاپ تیاری کرو۔" وہ بظاہر عام لہجے میں بولی۔ مگر ماہی نے بہت سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

"کیا بات ہے سفیرہ۔۔۔ تم آج کل بہت عجیب رویہ رکھنے لگی ہو۔"

وہ اُسکے قریب آکر پوچھنے لگی۔ اسکے چہرے پر بے چینی کے تاثرات تھے۔

"میں خود بھی نہیں جانتی کہ مجھے کیا ہوا ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔ ماہی آگے کچھ پوچھ نہ سکی۔

"تم باہر جاؤ۔۔۔ میں بس ابھی آجاتی ہوں۔" سفیرہ نے قدرے نرم لہجے میں کہا تو وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

اسکے جانے کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"احمد جبریل۔۔۔۔ یہ تمہارا اثر ہے یا میں خود کو بھول رہی ہوں۔"

اُس نے سوچا۔ پھر سر جھٹک دیا۔

مگر سرخ چوڑیاں جو آئینے کے سامنے رکھی تھیں اُنہیں دیکھتے ہوئے اُسے پھر احمد کی بات یاد آئی۔

"لال چوڑیاں بہت جچیں گی۔" وہ کشمکش میں تھی۔ اُسے سرخ چوڑیاں بہت پسند تھیں۔ مگر اُسکی کہی گئی بات یاد آنے پر اس نے اُنہیں پہننے کا ارادہ ترک کر دیا۔ چوڑیاں وہیں دراز میں چھوڑ کر وہ باہر آگئی۔

"چلیں بھابھی۔"

وہ ماہی کے ساتھ بیٹھیں اُسی کا انتظار کر رہیں تھیں جب وہ آ کر بولی۔

پھر خالہ کو سلام کیا۔

"خیال رکھنا۔۔۔اور چھوٹی چھوٹی چیزوں پر زیادہ پریشان ہو کر خون نہ جلایا کرو، یہی تو عمر ہوتی ہے زندگی کو جینے کی۔ جاؤ اللہ کی امان میں۔"

خالہ نے اُسے پیار دیتے ہوئے کہا تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

★★★★

اُس نے سوچا تھا کہ آج میلے کا دوسرا دن ہے، آج رونق کم ہو گی مگر وہاں تو سماں ہی الگ تھا۔"گاؤں کے میلے واقعی دیکھنے لائق ہوتے ہیں۔"اُس نے سوچا۔

"آج تم اکیلی کہیں مت جانا، ہمارے ساتھ ہی رہو گی تم۔"

ماہی نے چلتے چلتے اُس کے کان میں سرگوشی کی صورت کہا۔

"ساتھ ہی ہوں۔" وہ اتنا ہی بولی۔

"جھولا لو گی؟" ماہی نے اُس بڑے سے کشتی والے جھولے کو دیکھ کر آنکھوں میں چمک لاتے ہوئے اس سے پوچھا۔ مگر وہ ذرا بھی دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔

"پھر سے نہیں ماہی۔۔۔" اس نے ماہی کو گھورا تو وہ وہیں چپ ہو گئی۔

"اچھا پھر ایسا کرتے ہیں گول گپے کھاتے ہیں۔" ماہی نے بلند آواز میں اعلان کی صورت کہا۔ آفرین بھابھی اسے پر جوش دیکھ کر ہنس دیں۔

"ہاں ٹھیک ہے چلو۔"

بھابھی نے کہا اور وہ تینوں گول گپے والے کے پاس پہنچیں۔

پھر بھابھی ان دونوں کو قریب ہی ایک جگہ بٹھا کر خود گول گپے لینے چلی گئیں۔

"کتنا اچھا ہے نا یہ گاؤں۔۔۔ یہاں کا میلہ۔۔۔ اور کچھ لوگ بھی۔"

ماہی دلجوئی سے بولی۔

"ہاں اچھا تو ہے سب۔۔۔لیکن یہاں کے لوگ خطرناک بھی بہت ہیں۔" سفیرہ نے کہا۔

"ارے چھوڑو بھی۔۔۔بغیر خطروں کے بھی زندگی کا کوئی مزہ ہوتا ہے؟" ماہی نے ھاتھ مار کر اسے چپ کروا دیا۔

"کیا چلا جاتا بابا کا_____اگر وہ ہمیں چند روز کے لئے ہی سہی مگر یہاں بھیج دیا کرتے۔" وہ یاسیت بھری کیفیت میں بولی۔

"اب گزرے کل پر افسوس کا کیا فائدہ۔۔۔موقعے کا تو لطف اٹھاؤ۔" سفیرہ کے کہنے پر وہ پھر سے ہنس دی۔

اتنے میں بھابھی دو پلیٹیں لئے ان کی طرف بڑھیں۔انہیں تھما کر وہ اپنی بھی پلیٹ لے آئیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ہی کھانے لگیں۔

ہنستے بولتے آخر گول گپے ختم ہو گئے اور وہ اُٹھ گئیں۔

www.novelsclubb.com

آگے جاتے ہوئے سفیرہ کی نظر ایک دم ہی اُس شخص پر پڑی اور پھر ٹھہر گئی۔ وہ خود بھی اپنی جگہ پر ساکت ہو گئی تھی۔

آگے جا چکی مہیرہ نے مڑ کر دیکھا تو وہ وہیں کھڑی تھی۔ وہ دوبارہ اُسے لینے کو پیچھے آئی۔

"آجاؤ سفیرہ، تم کیا بار بار ایک جگہ اٹک جاتی ہو؟" وہ اسکا بازو تھامے لے جانے والی تھی مگر سفیرہ اسکے ساتھ نہیں گئی۔

"کیا ہوا۔۔؟" ماہی نے پوچھتے ہوئے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو ماتھے پر بل آکر رک گئے۔

"یہ۔۔۔" وہ کچھ کہنے والی تھی مگر۔

"یہ وہی ہے ماہی جو اُس دن میرے پیچھے بھاگ رہا تھا۔" سفیرہ بولی تو مہیرہ کے لب "اوہ" کی شکل میں سکڑ گئے۔

اس لڑکے کی حالت غیر تھی اور ہاتھ یوں لگتا تھا ٹوٹ چکا ہے جس کے اوپر خون سے لت پت پٹی بندھی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر نگاہیں گھماتا جانے کسے تلاش کر رہا تھا۔

"مگر یہ کیا کر رہا ہے؟اور یہ اِسکے ہاتھ کو کیا ہوا؟"

ماہی نے سوال کیا۔

"مجھے نہیں پتا۔"وہ خود بھی الجھی ہوئی تھی۔

"تم دونوں میری جان نکال کر ہی رہو گی۔۔۔۔کہاں پہنچ چکی تھی میں اور مڑ کر دیکھا تو پیچھے کوئی تھا ہی نہیں۔"بھابھی ہلکان ہوئی کہہ رہیں تھیں۔

"بھابھی پہلے ہی پیچھے دیکھ لیا کریں نا۔"ماہی نے شرمندگی چھپاتے ہوئے کہا۔

"حد کرتی ہو تم بھی۔اب تم دونوں میرے آگے آگے چلو۔یہی ٹھیک رہے گا۔"

انہوں نے ان دونوں کو آگے لگایا اور خود پیچھے چلنے لگیں۔

"بھابھی اُس دن میں نے ہیر رانجھا کا ناٹک دیکھا تھا۔لگتا ہے کہ یہاں لوگ بہت مانتے ہیں اِن داستانوں کو۔"سفیرہ نے بھابھی کو مخاطب کیا تو وہ دل سے مسکرائیں۔

"بالکل۔۔۔پنجابی لوک کہانیاں یہاں بہت مشہور ہیں۔یہاں ہی نہیں بلکہ پورے پنجاب میں مشہور ہیں،اور ہیں بھی تو محبت کی داستانیں۔کیسے نہ مانیں لوگ؟"بھابھی کہ انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ خود بھی ان کی شوقین ہیں۔

"یہ تو ہے لیکن اب ایسی محبت کون کرتا ہے بھابھی کہ محبوب کی خاطر مر ہی جائے۔"

اسکی بات پر وہ ایک پل کو آسودہ ہوئیں پھر بولیں۔

"ہاں کوئی مرتا تو نہیں ہے لیکن شاید آج کے دور میں بھی کہیں کوئی ایسا ہو جو محبت کرے تو لازوال کرے۔" سفیرہ نے اُنہیں ایک نظر دیکھ کر پھر نگاھیں پھیر لیں۔کچھ اور کہنے کے لئے لب ھی نہیں کُھلے۔

وہ میلے میں گھوم پھر کر آخر میں دربار کے دوسری طرف اُس حصے میں آ بیٹھیں جہاں درختوں کے سائے بہت گھنے تھے۔قریب ہی ایک نل لگا تھا۔اور چند بچے وہاں کھیل کود کر رہے تھے۔

اتنے میں ایک بہت پیارا سا بچہ ان کے قریب آیا۔اور پھر سفیرہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرے ساتھ آئیں۔" وہ اسے کہہ رہا تھا اور وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کہاں لے کر جانا ہے اسے؟" ماہی نے شرارتی انداز اپنایا۔

"آپ کو نہیں بتاؤں گا۔۔۔ آپ آئیں۔" اس نے ماہی سے کہہ کر سفیرہ کو پھر سے کہا تو ماہی نے برا سامنہ بنایا۔

"اچھا چلو۔" سفیرہ مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔ اور وہ اسکا ھاتھ تھامے آگے بڑھنے لگا۔

"تم آخر مجھے لے کر کہاں جا رہے ہو۔" سفیرہ درختوں کی مرجھائی شاخوں کو پیچھے کرتی پوچھ رہی تھی۔

"جنت میں۔" وہ بچہ بولا۔ سفیرہ نے حیرت سے اُس چھوٹے سے بچے کو دیکھا۔

"اور کتنی دور ہے تمہاری یہ جنت؟"

اس نے محظوظ ہو کر پوچھا۔

"بس بہت قریب۔"اسے اس بچے میں کچھ تو بہت دلچسپ لگا تھا۔وہ رک گئی تو وہ بھی رک گیا۔پھر اسکے سامنے بیٹھی۔

"تم بہت دلچسپ ہو۔"اس نے آنکھوں میں چمک لئے کہا۔

"وہ تو میں جانتا ہوں۔"بچے نے سنجیدگی سے یوں کہا جیسے یہ بھی کوئی بتانے والی بات ہے۔سفیرہ کھل کر ہنسی۔

"لیکن میں تو تمہیں نہیں جانتی۔۔۔ہو سکتا ہے تم مجھے جنت کا کہہ کر جہنم میں لے جاؤ، کیسے یقین کروں تم پر؟"اس نے ابرو اچکایا۔بچہ ایک لمحے کے لئے سوچ میں پڑ گیا۔

"لیکن انھوں نے تو کہا تھا کہ آپ بہت جلدی یقین کر لیتی ہیں۔"

وہ اپنی موٹی موٹی آنکھیں پٹپٹا کر بولا۔

"کس نے کہا؟"سفیرہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"جس جنت کا میں کہہ رہا تھا نا۔۔۔اس جنت کو اپنے اندر رکھتے ہیں وہ۔" اس بچے کی باتیں سفیرہ کی سمجھ سے باہر ہو رہیں تھیں۔

"کیا مطلب؟"

"چلیں نا۔۔۔بتاتا ہوں۔" اُس نے سفیرہ کا ہاتھ ایک بار پھر تھام لیا۔تو وہ چلنے لگی۔پھر چند ہی قدم کے فاصلے پر وہ رُک گیا۔

سامنے کچھ جھاڑیاں تھیں جنہیں اس نے ہاتھ سے پیچھے ہٹایا۔اور پھر اسے لے کر اندر چلا گیا۔

اگلا منظر دیکھ کر سفیرہ جیسے دم بخود سی رہ گئی۔ایک طرف برگد کا پیڑ لگا تھا جس کے نیچے وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس بہت سکون سے بیٹھا تھا۔

وہ بچہ اسکا ھاتھ چھوڑ کر بھاگتا ہوا احمد جبریل کے پاس گیا۔اور بغیر سوچے سمجھے اسکی گود میں چڑھ گیا۔

"آپکی جنت۔۔۔آپکی جنت۔۔۔"اس نے پہلے سفیرہ کو دیکھ کر احمد کی طرف اشارہ کیا۔ پھر احمد کو دیکھ کر سفیرہ کی جانب۔

سفیرہ کا سانس کہیں اٹک گیا تھا۔ احمد نے اسے ایک پل کے لئے تو وارفتگی کے عالم میں دیکھا تھا۔ پھر اسے بنا پلک جھپکے دیکھتا پا کر اس نے نظریں گھما لیں۔

احمد نے اس بچے کو نیچے اتارا۔

"اب تم جاؤ عمر۔۔۔"اس نے کہا تو وہ ایک پل کی بھی دیر کیے بغیر واپس بھاگا۔

احمد سفیرہ کی جانب بڑھا۔ مگر ابھی ایک ہی قدم اٹھایا تھا کہ سفیرہ پلٹ گئی۔

وہ پلٹ کر بھاگ جاتی اِس سے پہلے ہی وہ بول پڑا۔

"سفیرہ۔۔۔رُک جاؤ پلیز۔۔۔"وہ التجا تھی یا کیا تھا کہ سفیرہ کے قدموں میں زنجیریں پڑ گئیں۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اُسی طرح ساکت کھڑی رہی۔

پھر ایک گہرا سانس لے کر پلٹی۔

"میں ایسی لڑکی نہیں ہوں جبریل صاحب جیسی آپ نے سمجھ لی ہے۔ میں یوں تو کئی معاملات میں بہت نازک ہو سکتی ہوں مگر میرا کردار اُتنا ہی پختہ ہے۔ مجھے اِس سارے میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

اُس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ احمد نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کیسی لڑکی ہو۔۔۔ لیکن ایک بار مجھے کچھ کہنے کا موقع تو دو۔۔۔ ایک بار میری بھی تو سن لو۔ تمہیں پتا چلے کہ میں کیسا ہے۔"

اسکا دل چاہا کہہ دے کہ نہیں سننی۔

"بس کچھ دیر کے لئے۔۔۔" وہ بولا تو اس نے سوچا کہ ایک بار سن لینے میں کیا حرج ہے۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔" اُس نے راستہ دیا تو وہ برگد کے اُس پیڑ کے نیچے بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے لگا تھا آپ باقیوں سے الگ ہیں، مگر آپ نے بھی وہی کیا جو سب کرتے ہیں۔" سفیرہ نے جیسے شکایت کی تھی۔

"شادی کی آفر تمہیں کوئی نہیں کرے گا، یہ مکمل اور ذاتی طور پر صرف میری طرف سے ہے۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہیں، میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے میرے ذہن پر تمہیں پانے کا جنون سوار نہیں ہوا، ہاں لیکن یہ دل چاھتا ہے کہ تم میری دسترس میں رہو۔" اسکا لہجہ بہت دھیما اور نرم تھا۔

سفیرہ چپ چاپ سنتی رہی۔

"اور شادی کرنے میں کچھ غلط کیا ہے؟" وہ سوال کر کے خاموش ہو گیا۔

"شادی میں کچھ غلط نہیں۔۔۔ مگر شادیاں یوں نہیں ہوتیں۔"

"تو کیسے ہوتی ہیں؟" اس نے پوچھ کر خود بھی سوچا۔

"اُسکے لئے دہلیز پار کرنا پڑتی ہے۔ شادیوں کے فیصلے یوں درباروں پر تنہائی میں نہیں ہوتے یا راہ چلتے روک کر نہیں پوچھا جاتا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بات تو ٹھیک ہے۔ پھر میں اپنے والدین کو لے کر تمہارے گھر آ جاؤں۔۔۔ کوئی اعتراض تو نہیں؟" سفیرہ ایک پل کو گڑبڑائی۔

"نہیں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ اعتراض ہے، کیوں نہیں؟"

وہ درشتی سے بولی۔ احمد نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"آپ میرے بابا کو نہیں جانتے۔۔۔ وہ نہیں مانیں گے۔"

"لیکن کیوں؟" احمد نے پوچھا۔

"جب انہیں پتا چلے گا تو وہ کیا سوچیں گے کہ میں پہلی بار گاؤں گئی، وہ بھی کس لئے؟ خود کے لئے رشتہ ڈھونڈنے؟" وہ کہہ کر شرمندہ سی ہو گئی۔

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔۔۔۔ میں خود بھی مجبور ہوں۔ زندگی نے مجھے آج تک یوں بے بس نہیں کیا جیسے میں آج ہو گیا ہوں۔ مجھے ہمیشہ سے محبت ھے تو بس ایک چیز سے۔۔۔ اور وہ ہے اسلحہ۔ گنز، گولیاں، بارود۔ مجھے لگتا تھا میری زندگی میں کبھی اِس کے علاوہ کوئی محبت

نہیں آسکتی۔میں اِسی کے ساتھ مکمل ہوں۔لیکن جب سے تمہیں دیکھا ہے لگتا ہے کہ میں تو پورے کا پورا ادھورا ہوں۔اور تم نہ ملیں تو ادھورا ہی رہ جاؤں گا۔"

کیسی سحر انگیز باتیں کرتا تھا وہ۔سفیرہ کو لگا اس نے مزید سنا تو وہ واقعی قائل ہو جائے گی۔

"جانتا ہوں بہت باتیں کرتا ہوں میں لیکن یقین کرو۔۔۔تم سے بات کرنے کے لئے مجھے الفاظ کو ڈھونڈنا پڑتا ہے پھر جانچنا پڑتا ہے اور پھر بولنا پڑتا ہے۔سچ کہوں تو مجھے اپنی یہ مشکل اچھی لگنے لگی ہے۔"اسکی آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

سفیرہ نے جھکی نگاھیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر جھکا لیں۔

"اللہ اللہ۔۔۔"اس نے دل میں بس اتنا ہی کہا۔

"کیا ہے جو تم آج میری اِس مشکل کو سمجھ لو؟وعدہ کرتا ہوں کبھی کسی مشکل میں نہیں پڑنے دوں گا۔"

اس نے جذب سے کہا۔

"میں محبت کرنا ہی نہیں جانتی۔اور آجکل کے زمانے میں وہ محبت کہاں ہوتی ہے۔"اس نے "وہ محبت "پر زور ڈالا۔

"چار دن پہلے تک مجھے بھی یہی لگتا تھا۔کیا کروں کہ اب دل ہی بدل گیا ہے۔کچھ دن پہلے اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ میری زندگی میں کوئی لڑکی ہے تو میں ہنس دیتا۔مگر آج اگر کوئی یہ پوچھے تو کہوں گا وہ زندگی میں نہیں۔۔۔زندگی ہی وہ ہے۔مجھے ہیر رانجھے پر حیرت ہوا کرتی تھی۔میں سوچتا تھا کہ کوئی احمق ہی ہو گا جو کسی کے لئے مرے گا۔مگر آج تمہیں دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ تمہارے لئے تو جان دے بھی سکتا ہوں اور جان لے بھی سکتا ہوں۔"

سفیرہ کو لگا اسکے کان کی لوئیں بھی سرخ ہو گئیں ھیں۔

www.novelsclubb.com

"چند دن میں کوئی کیسے اتنا اہم ہو سکتا ہے کہ اسکی خاطر جان دے دی جائے۔"سفیرہ کا انداز ایسا تھا کہ جیسے یہ ممکن ہی کہاں ہے۔

"تم نے ہی کہا تھا محبت میں سب وار دینے میں ہی مزہ آتا ہے۔اور محبت کے لیے کیا کوئی وقت متعین ہے؟اِس کے لئے تو ایک پل،ایک لمحہ ہی کافی ہوتا ہے۔۔۔جانتی ہو میرے لئے وہ ایک لمحہ کون سا تھا؟"

وہ ٹھہر ٹھہر کر نرم لہجے میں بول رہا تھا۔سفیرہ نے سوالیہ نگاھیں پھر سے اُٹھا کر اسے دیکھا۔

"جب تم نے پہلی بار یہ سیاہ نگاھیں اُٹھا کر مجھے دیکھا تھا۔میرے لئے وہی لمحہ ساری زندگی بن گیا۔تب یہ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں تھیں۔اور میرا دل چاہا تھا کہ اِن آنکھوں کے سبھی آنسو چن لوں۔جانے کیوں مگر دل میں یہ خواہش اٹھی تھی کہ تمہیں کبھی رونے نہ دوں۔آنکھیں بہت دور تک کا سفر کرواتی ہیں۔میرے دل نے تمہارے دل تک کا سفر اِنہی آنکھوں سے کیا ہے۔یہ قلبی دنیا کیسی پُراسراریت رکھتی ہے کہ جب تک ناواقف رہو اِسکے بارے میں کچھ سمجھ نہیں آتا اور جب واقف ہو جاؤ تو اِسکے علاوہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔"

اُسکی سرمئی نگاھوں نے کب کسی کو یوں دیکھا تھا۔

سفیرہ ایک پل کے لئے اُن میں کھو گئی۔ تو اُسکا سحر کام کر گیا تھا۔ سفیرہ نے نگاھیں ہٹا لیں۔

"شاید تم فیصلے سے ڈرتی ہو۔۔۔۔پہلے بھی کہا تھا کہ بہادر بنو۔ محبت اور زمانے کا ازلوں سے بَیر ہے۔ محبت میں ڈر ہو تو محبت ہار جاتی ہے اور زمانہ جیت جاتا ہے۔"

وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"میرے فیصلے پر تو میرا اختیار ہے ہی نہیں۔۔۔میں کیسے کوئی فیصلہ لے سکتی ہوں؟" اُس نے شدت سے سوچا۔

"فیصلے کا اختیار تو کسی کو بھی نہیں ہوتا۔۔۔ مگر دل کا اختیار جو ہوتا ہے وہ ہر فیصلے پر بھاری ہے۔ تم اپنے دل سے پوچھو۔۔۔۔ تمہیں کیا فیصلہ کرنا ہے وہ بتا دے گا۔ تمہارے اختیار میں ہے انکار بھی اقرار بھی مگر۔۔۔۔ فیصلہ کرنے سے پہلے پلیز ایک بار ہی سہی یہ ضرور سوچ لینا کہ تمہارے فیصلے سے میری زندگی جڑی ہے۔"

اُسکی آنکھیں اُسکے لفظوں کا ساتھ دیا کرتیں تھیں۔

"میرے بارے میں ایک پل کے لئے ہی سہی مگر سوچنا ضرور۔ کیا خبر وہ ایک پل ہی میری محبت کی منظوری کا پل ہو۔"

سفیرہ وہاں سے اُٹھ گئی۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔ یہیں پر۔۔۔ جب تک تم آ نہ جاؤ۔ آنا ضرور۔"

"مگر میں آپ ہی سے شادی کیوں کروں۔۔۔؟" اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بغیر اسے دیکھے پوچھا۔

"یہ تو آپ خود ہی اخذ کرلیں۔۔۔ ہاں لیکن مجھے تو تم سے شادی کرنی ہے، اور اسکے لئے میرے پاس ہزاروں جواب ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ۔۔۔۔" وہ ایک پل کو رُکا۔

"ہزاروں خواہشوں کا مسکن ہے یہ دل اور جب ان ہزاروں خواہشوں کے ہوتے ہوئے بھی دل کسی ایک چاہ پر اٹک جائے تو اُسے پانے کے لئے کچھ بھی کر جانا چاہئے۔"

تجھ کو دیکھا تو، سیر چشم ھوئے

تجھ کو چاہا تو، اور چاہ نہ کی

★★★★★

وہ جب گھر پہنچی تو ہر شے سے بے خبر تھی۔ماہی باہر لگے بیسن پر ہاتھ منہ دھونے کے لئے چلی گئی تو وہ سیدھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اُسکے دل کا خوف اُسکے چہرے پر عیاں تھا۔

جب اسے علم تھا کہ وہ ساحروں سے کہیں زیادہ جاذبیت کا حامل ہے تو کیوں تصور کیا کہ وہ اُسکے سامنے مسحور نہیں ہو سکتی؟

"فیصلے کا اختیار تو کسی کو بھی نہیں ہوتا۔۔۔مگر دل کا جو اختیار ہوتا ہے وہ ہر فیصلے پر بھاری ہے۔تم اپنے دل سے پوچھو۔۔۔۔تمہیں کیا فیصلہ کرنا ہے وہ بتادے گا۔"

"میرا دل کوئی فیصلہ لینے سے ہی تو ڈرتا ہے۔"اس نے سوچا کہ اتنے میں ماہی کمرے میں آگئی۔

سفیرہ کے چہرے کا سفید پڑتا رنگ دیکھ کر اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"ماہی۔۔۔ماہی میں کیا کروں مجھے سمجھ نہیں آرہی۔" سفیرہ نے اُسے بازوؤں سے تھام کر کہا۔اسکا رویہ ماہی کے لئے حیرت کا باعث تھا۔

"لیکن کیا ہوا بتاؤ تو۔۔۔تم اتنی پریشان کیوں ہو؟" مہیرہ نے اُسے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا پھر خود بھی اسکے سامنے بیٹھ گئی۔

سفیرہ نے اُسے احمد جبریل سے ہوئی ہر بات بتادی۔ماہی ہونق بنی اسکا چہرہ دیکھتی رہی۔

"احمد جبریل۔۔۔احمد جبریل بھی کسی سے یوں محبت کر سکتا ہے۔؟" ماہی کے لبوں سے بے اختیار ہی نکلا تھا۔سفیرہ نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"یہی کہ اُنہیں دیکھ کر لگتا نہیں کہ وہ یوں کسی لڑکی کی محبت میں مبتلا ہوں گے۔میں نے تو سنا تھا کہ وہ لڑکیوں کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔اگر ان کے ساتھ کسی لڑکی کا نام جوڑا جائے تو ان

کے جاننے والے یوں کہتے ہیں۔۔۔احمد؟اور لڑکی؟ کہیں معجزہ نہ ہو جائے۔"وہ پھٹی پھٹی نگاھیں ایک ہی نقطے پر جمائے کہہ رہی تھی۔

"تم یہ سارے دن اُسی کے بارے میں معلومات لیتی رہی ہو کیا؟"سفیرہ نے اُسے گھورا تو اس نے سر جھٹکا۔

"نہیں۔۔۔۔تم بتاؤ۔۔۔اب کیا کرنے والی ہو؟کیا تمہیں واقعی ان کی محبت پر یقین ہے؟"

ماہی پوچھ رہی تھی اور اسکا چہرہ خود ایک سوالیہ نشان بن گیا۔

"سچ کہوں ماہی۔۔۔۔جب سے اُس سے مل آئی ہوں مجھے اپنے دل پر اعتبار نہیں رہا۔" اس نے بے ترتیب ہوتی دھڑکن کے ساتھ کہا۔ماہی چپ سی رہ گئی۔

"میں نے اُس سے کہا تھا کہ میں تمہیں الگ سمجھی تھی مگر تم تو باقیوں جیسے ہی نکلے۔۔۔مگر اب لگ رہا ہے کہ وہ شخص واقعی الگ ہے۔وہ تو ایسا ہے کہ جب بولتا ہے تو سنتے

رہنے کو دل چاھتا ہے۔ مجھے اُس سے ڈر لگتا ہے ماہی۔ اور مجھ جیسی بزدل کو اب شایدِ اس بھرے زمانے میں صرف اُسی سے ڈر لگتا ہے، وہ محبت میں الجھا لینے والا شخص ہے۔ اور اگر میں اُسکی گرہوں میں ایک بار الجھ گئی تو پھر کبھی نکل نہیں پاؤں گی۔"

وہ ساکت پتلیوں سے ماہی کا چہرہ تکتی کہہ رہی تھی۔ ماہی بھی سنجیدگی سے اسے سن رہی تھی۔

سفیرہ اسکے سامنے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ بے چینی جب وجود سے روح تک سرایت کر جائے تو انسان کہیں ٹِک نہیں سکتا۔

"میں اُس سے اب نہیں ملوں گی۔ مجھے بس جلدی گھر واپس جانا ہے۔" اُس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

"اور اُن کا کیا ہوگا؟" ماہی نے اُسکی پشت دیکھتے ہوئے کہا۔ سفیرہ واپس اسکے سامنے بیٹھ گئی پھر ایک سوچ اُس کے ذہن سے ٹکرا گئی۔

"میرے بارے میں ایک پل کے لئے ہی سہی مگر سوچنا ضرور۔ کیا خبر وہ ایک پل ہی میری محبت کی منظوری کا پل ہو۔"

وہ گزارش کر رہا تھا۔ سفیرہ نے تھوک نگلا۔ آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ پھر بولی۔

"اگر ایک قدم بھی مزید اُس کی طرف بڑھایا تو واپس پلٹنے کے سارے راستے بھول جاؤں گی۔ اگر واپس نہ پلٹ سکی تو بغاوت پر اُتر آؤں گی۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے ماہی کہ بغاوت کر سکوں۔"

اُس نے ایک آخری بات کہی۔ ماہی چپ رہی۔

"یااللہ! میری دعا ہے کہ میں اسے دوبارہ نہ ملوں۔۔۔۔ میرا اب اس سے سامنا نہ ہو۔" اس نے دل میں کہا۔

★★★★

اگلے روز سفیرہ کے ساتھ ساتھ ماہی نے بھی کہہ دیا کہ وہ میلے میں نہیں جائے گی۔ یوں بھی آج تیسرا دن ہے اور سب کچھ تو وہ دیکھ ہی چکی ھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آفرین بھابھی نے بھی زیادہ دباؤ نہیں ڈالا۔

"ٹھیک ہے، آج کا دن ہم گھر میں ہی باتیں کر کے گزار لیں گے۔" وہ مسکرائیں۔

اور وہ سارا دن اُنہوں نے خوش گپیوں میں ہی بِتایا تھا۔ پھر بیڈ منٹن کھیلنے میں۔ سفیرہ اب تھک کر کمرے میں جا چکی تھی۔

اور اُس وقت ماہی اُن کے ساتھ صحن میں بیڈ منٹن کھیل رہی تھی جب اُس نے پوچھا۔

"بھابھی ایک بات پوچھوں؟"

"ھاں"

"یہ احمد جبریل جو ہیں۔اِن کے ساتھ آپ کے کافی اچھے تعلقات ہیں۔"

اس نے سرسری انداز اپنایا۔

"ھاں بالکل۔"

"خالہ تو اُن کے ساتھ ایسے باتیں کر رہیں تھیں جیسے وہ بیٹے ہی ہوں اُن کے۔" وہ کہہ کر مسکرائی تو بھابھی نے بھی مسرت سے کہا۔

"تم یوں ہی سمجھ لو۔ یہ زمین کا ٹکرا جس پر ہم کھڑے ہیں یہ اُنہی کی عنایت ہے۔"

"کیا مطلب بھابھی؟" ماہی نے نا سمجھی سے پوچھا۔

بھابھی نے کھیل ختم کر دیا اور چارپائی پر جا بیٹھیں۔ ماہی اُن کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"کچھ وقت پہلے کچھ لوگوں نے ہم سے یہ گھر چھین لیا تھا۔ کوئی ٹھکانہ نہیں بن رہا تھا۔ فراز دبئی میں تھے۔ میں اور امی بہت مشکل میں تھیں۔ کوئی امید نہیں بچی تھی۔ پھر احمد بھائی کی بدولت ہمیں یہ گھر واپس مل گیا۔ فراز اُنہیں بالکل اپنے بھائیوں جیسا سمجھتے ہیں۔ اور امی بیٹوں کی طرح۔ ہمارے اُن کے ساتھ بہت قریبی تعلقات ہیں۔ اور جب میں یہاں آئی تھی تو سب سے پہلے احمد بھائی کے بابا نے ہی میرے سر پر ھاتھ رکھا تھا۔"

مہیرہ نے متاثر کن انداز میں سر ہلایا۔

"تو احمد بھائی کی شادی ہو چکی ہے؟" اُس نے جان بوجھ کر پوچھا۔

"ارے ابھی کہاں۔۔۔ابھی اُن کی عمر ہی کتنی ہے۔اور ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ انہیں کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آتی۔انا یہاں آتی ہے تو بتاتی ہے کہ میں نے کالج سے چھٹی کے وقت بھائی سے کہا کہ اِن میں سے ہی کوئی لڑکی ڈھونڈلیں مگر بھائی نے نگاہ تک نہ اُٹھائی۔" وہ پیار سے مسکرائیں۔

"انا کون؟"

"اُن کی بہن ہے۔لیکن تم کیوں اتنا پوچھ رہی ہو؟" بھابھی نے آخر میں مشکوک انداز میں پوچھا تو وہ ایک پل کے لئے گڑبڑا گئی۔

"کیا ہو گیا ہے بھابھی۔۔۔یوں ہی پوچھ رہی تھی۔"

وہ بولی تو بھابھی نے ہنستے ہوئے اسے چٹکی کاٹی۔

"اچھا چلو پھر ہاتھ منہ دھولو۔۔۔میں کھانا لگا دیتی ہوں۔"

وہ کہہ کر اٹھ گئیں۔

★★★★

آج وہ دونوں واپس شہر جا رہی تھیں۔اور پوری طرح سے تیار بیٹھیں تھیں۔ڈرائیور انہیں لینے کے لئے کسی بھی وقت پہنچ جاتا۔

"اب اپنی ماں کے کام دیکھو ذرا تم دونوں۔۔۔۔بیس سالوں میں ایک بار غلطی سے جو بھیج دیا تو واپس بلانے کی اتنی جلدی کیوں کر رھی ھے؟"نرمین خالہ بہت زیادہ خفا لگ رھیں تھیں۔سفیرہ نے ماہی کو دیکھا۔اُس نے مسکراتے ھوئے کندھے اُچکا دیئے۔

"وہ خالہ اصل میں ہم کبھی گھر سے باھر نہیں نکلتیں دونوں۔۔۔تو بابا کو فکر ھو جاتی ھے، اِسی لئے امی واپس آنے کو کہہ رھی ھیں۔"سفیرہ کچھ سوچتے ھوئے بولی۔نرمین خالہ کہ چہرے کے تاثرات ویسے ھی رہے۔

"تو تم لوگ کون سا کسی غیر کے گھر پر ھو۔۔۔خالہ کے گھر آئی ھو،اِس میں فکر مند ھونے والی تو کوئی بات نہیں۔"ماہی نے اُنہیں بے بسی سے دیکھا۔کہہ تو وہ ٹھیک ھی رھی تھیں کہ اگر پہلی بار وہ اُن کے پاس آھی گئیں تو یوں ناراض کر کے نہیں جانا چاھیئے۔

"خالہ بات تو آپ کی ٹھیک ھے۔۔۔ لیکن امی گھر پر اکیلی ھیں، بابا کاروبار کو لے کر اتنے مصروف ھیں کہ گھر آنا کم ھو گیا ھے، اِسی لئے ہماری ضرورت ھے اُن کو۔۔۔ اور آپ ناراض کیوں ھوتی ھیں، اب تو ھمیں اجازت بھی مل جائے گی، اب ھم یہاں آتی رھیں گی۔" ماہی نے اُنہیں مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر امی کی بات نہ مانی تو وہ یہی کہیں گی کہ تم لوگ خود ھی سارے معاملات طے کر لیا کرو۔ اِس لئے بہتری اِسی میں تھی کہ وہ چپ چاپ واپس چلی جاتیں۔

"امی ماہی ٹھیک کہہ رھی ھے۔۔۔ اُنہیں جانے دیں واپس۔۔۔ اگر واپس نہیں جائیں گی تو پھر دوبارہ کیسے آئیں گی؟" آفرین بھابھی نے مداخلت کی۔ ماہی اُن کی بات پر مسکرا دی۔

"بھابھی لگتا ھے کہ آپ بھی ھمیں واپس بھیجنا چاھتی ھیں۔" ماہی نے شرارت سے کہا۔

"ارے ایسی بات نہیں ھے پگلی۔۔۔مجھے تو اس مختصر سے وقت میں ہی تم لوگوں سے انسیت ھو گئی ھے۔۔۔میں ایسا کیوں چاھوں گی؟"اُنھوں نے فوراً دفاع کیا۔سفیرہ نے ماہی کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا جیسے منع کر رھی ھو۔

"مذاق کر رھی تھی۔"ماہی ہنستے ھوئے بولی۔

خالہ خاموش ھو چکی تھیں اور اب اُن کی باتوں پر بس ہولے سے مسکرا رھی تھیں۔کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور ڈرائیور نے اپنے آنے کی خبر دی۔

وہ دونوں اُن سے ملنے کے بعد واپس جانے کے لیے باہر آ گئیں۔اُن کے گھر والی گلی تنگ تھی اِسی لئے گاڑی ذرا پیچھے ہی کھڑی تھی۔بھابھی اُنہیں گاڑی تک چھوڑنے آئیں تھیں۔

وہ دوسری گلی میں مڑنے ہی والی تھیں کہ سامنے وہ دکھائی دیا۔اُس کا چہرہ زرد محسوس ہو رہا تھا۔سفیرہ کے قدم رُک گئے۔ماہی اور بھابھی نے بھی ایک دوسرے کو دیکھا۔

"رُک جائیں۔۔۔میری بات سنیں۔۔۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"وہ شخص اپنا ایک ھاتھ ڈھانپے اُن کی طرف بڑھتا بے قراری سے بول رہا تھا۔

وہ تینوں وہیں رکیں اسکی حرکات پر غور کرنے لگیں۔

"اُس دن میں نے جو بھی کیا، مجھے اُس کے لئے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا، شکر ہے کہ آپ مل گئیں۔ مجھے اس طرح آپ کا ہاتھ پکڑ کر بد تمیزی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں حقیقت میں بہت شرمندہ ہوں۔ پتا نہیں مجھ پر کیا جنون سوار تھا کہ آپ کے پیچھے بھاگا۔ میں بس آپ کو ڈرانا چاہتا تھا اور کچھ نہیں۔ میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دیں۔"

وہ اُسکے سامنے سر جھکائے تقریباً رونے ہی والا تھا۔ سفیرہ کو حیرت ہوئی تھی۔ اور حیرت تو ماہی اور بھابھی کو بھی ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"لیکن یہ تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا متین؟" بھابھی نے پوچھا۔ وہ جانتیں تھیں کہ وہ محلے کے کچھ آوارہ لڑکوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن انہیں ابھی پتا چلا کہ اس دن سفیرہ کے پیچھے وہ تھا۔

"یہ میری سزا ہے۔۔۔میں اسی کا حقدار تھا۔میں نے اِن کا ہاتھ پکڑا تھا،اُسی کے جرم میں احمد بھائی نے مجھے یہ سزا دی ہے۔"اُس نے ہاتھ پر سے کپڑا ہٹایا۔وہ بہت خوفناک دکھ رہا تھا۔یوں لگتا تھا کہ اُسکے ہاتھ سے جلد کو نوچ لیا گیا ہے۔اس نے جو بھی کیا تھا مگر اُسکے ہاتھ کو کسی کام کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

سفیرہ کو اِس سے پہلے شاید اتنا بڑا حیرت کا دھچکا نہیں لگا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔۔۔احمد بھائی نے کیا یہ؟"ماہی پوچھ رہی تھی۔

"جی۔۔۔شکر ہے کہ انہوں نے میرا ہاتھ کاٹ نہیں ڈالا۔مگر میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نہیں جانتا تھا کہ آپ احمد بھائی کی رشتہ دار ہیں۔ورنہ میں کبھی بھی یہ حرکت نہ کرتا۔اب تو میں کسی کے ساتھ بھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔بس آپ مجھے معاف کر دیں۔جب تک آپ مجھے معاف نہیں کریں گی میری گردن پر احمد بھائی کی تلوار لٹکتی رہے گی۔وہ مجھے مار ہی دیں گے۔"وہ منت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔سفیرہ تو مشکل سے سانس بحال رکھے ہوئے تھی۔

"تمہارے لئے تو جان دے بھی سکتا ہوں اور جان لے بھی سکتا ہوں۔" وہ فقط باتیں نہیں کرتا تھا۔

آفرین بھابھی نے سفیرہ کو دیکھا۔اور اسکی آنکھوں کا وہ تاثر وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہ کر پائیں۔

"مجھے معاف کر دیں باجی۔" اور اسکے باجی کہنے پر ماہی نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔

"ٹھیک ہے میں نے تمہیں معاف کیا۔"

ماہی کے کندھا مار کر ہلانے پر سفیرہ نے کہا تو وہ مشکور نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بہت شکریہ۔" وہ کہہ کر فوراً ہی پلٹ گیا۔

بھابھی نے انہیں گاڑی میں بٹھا کر الوداع کہہ دیا۔

★★★★★

وہ گھر واپس پہنچ گئیں تو مدیحہ بیگم سے خالہ کو لے کر بہت باتیں ہوئیں۔ماہی بڑے جوش و خروش سے اپنے چند دنوں کی داستان سناتی رہی۔بہت دیر بعد انھوں نے ماں سے یوں گفتگو کی تھی۔

بابا ابھی تک لاہور سے لوٹے نہیں تھے۔وہ تھکن کے باعث آرام کی غرض سے کمرے میں چلی گئی۔

زندگی واپس معمول پر آگئی تھی۔اگلے روز صبح ناشتے پر وہ،ماہی اور مدیحہ بیگم ہی موجود تھیں۔

"امی کیا اب ہم دوبارہ وہاں جا سکیں گی؟"ماہی نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

مدیحہ چند لمحے خاموش رہیں۔سفیرہ نے کوئی تاثر نہ دیا۔

"ہو سکتا ہے۔"اُن کے جواب پر ماہی کو مایوسی ہوئی۔

"ہو سکتا ہے کا کیا مطلب ہے امی؟میں تو خالہ سے وعدہ کر آئی ہوں کہ دوبارہ ملیں گے۔"

"تو وعدہ کرنے سے پہلے سوچ لیا ہوتا۔ایک بار گئی ہو تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ بار بار جا سکو گی۔"

انھوں نے دھیمے انداز میں کہہ کر جوس منگوایا۔

"ماہی ابھی تو آئی ہو۔۔۔۔اور پھر سے جانے کے سوالات کرنے لگی؟ ذرا گھر میں بھی دل لگاؤ۔" سفیرہ نے مسکراہٹ دبائے کہا۔

"گھر میں کیا دل لگاؤں میں۔۔۔یہاں کون ہے جس کے ساتھ ہنسوں، مسکراؤں، کھل کر جیوں۔۔۔حیدر بھائی کو تو ویسے ہی بابا نے دور کر دیا۔" وہ منہ پھلائے بولی۔اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔

سفیرہ اسے جاتے ہوئے دیکھ کر رہ گئی۔مدیحہ بیگم کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

"میں اسے دیکھ کر آتی ہوں۔" سفیرہ کہہ کر اٹھ گئی تو انھوں نے بھی جوس بھرا گلاس واپس رکھ دیا۔

اس گھر میں دو سال سے کسی نے کبھی پورا ناشتہ کیا بھی تھا؟

"تم ایسی تو نہیں ہو کہ ہنس نہ سکو، مسکرا نہ سکو اور کھل کر جی نہ سکو۔۔۔ تمہیں تو اِس سب کے لئے کبھی کسی کے سنگ کی ضرورت نہیں پڑی۔۔۔" وہ بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے قالین پر بیٹھی تھی۔ سفیرہ بھی اسکے انداز میں برابر ہی بیٹھ گئی۔

"ہاں لیکن مجھے اب پتا چلا ہے کہ گھر افراد کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ میں تم سے باتیں تو کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ ہنس بھی لیتی ہوں، مگر ان کی کمی کو کیسے پورا کروں؟"

وہ اِس طرح کبھی کبھی اداس ہوا کرتی تھی۔ مگر جب ہوتی تو اسے ہنسانا مشکل لگنے لگتا تھا۔

"کمیاں تو کبھی پوری نہیں ہوتیں۔۔۔ اِن میں بس اضافہ ممکن ہے۔ مگر جو آج ہے اسکی قدر کر لینا اُن کمیوں میں اضافہ ہونے سے بچا لیتا ہے۔ کیا تمہیں ڈر نہیں ہے کہ کسی دن تم مجھے بھی کھو دو گی؟ ایک آخری سنگی۔۔۔ غمگسار۔۔۔ اور دوست کو؟"

اُس کا مقصد فقط اسکی توجہ حیدر بھائی سے ہٹانے کا تھا۔ مہیرہ نے اسے خفگی بھری نگاہوں سے دیکھا۔ سفیرہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

"ابھی سے سوچ لو۔۔۔۔پھر جب میں بھی تمہیں نہیں ملوں گی تو تم یہ شکایتیں کس سے کرو گی؟" لگتا تھا کہ وار کام کر گیا۔ماہی نے اسکے کندھے پر چپت لگائی۔

"تم کبھی مجھ سے دور نہیں جاسکتی۔۔۔میرے پاس رہو گی ہمیشہ۔"اس نے بہت دیر کے بعد اسے گلے سے لگایا تھا۔

اور کچھ دن بعد وہ واپس اپنی پہلی والی حالت میں واپس آچکی تھی۔

ہنستی مسکراتی ماہی جو کسی کے بھی کانوں میں دم کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

"رکو تو ذرا_____بس ایک شعر سُن لو، دیکھنا یہ غزل تمہیں بہت پسند آئے گی۔"اس دن وہ اس کی شاعری سے تنگ اُٹھ کر باھر جارھی تھی جب مہیرہ نے اُس کو بازو سے پکڑ کر روکا۔

"ٹھیک ھے بس ایک شعر۔"وہ واپس بیٹھ گئی۔

"نہیں____بس ایک غزل۔"

وہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

"نہیں نہیں ____ تم پاس ھی رکھو، میں نہیں سن رھی تمہارے اِس مرِدہ شاعر کو۔"

اُس نے دوبارہ اُٹھنے کی کوشش کی۔ مگر اِس بار بھی اُس نے اُٹھنے نہیں دیا۔

"پلیز نا ____ بس ایک غزل سن لو ____ مزہ نہ آیا تو پیسے واپس۔" مہیرہ بھی اُسے سنا کر ھی دم لینا چاھتی تھی۔

"اچھا بولو۔" وہ بے دلی سے بولی۔

"ھاں یہ ھوئی نا بات ____ تو سنو!!

یہ غم کیا دل کی عادت ھے؟ نہیں تو

کسی سے کچھ شکایت ھے؟ نہیں تو

کسی کے بِن، کسی کی یاد کے بِن

جیئے جانے کی ھمت ھے؟ نہیں تو

ھے وہ اک خوابِ بے تعبیر، اُس کو

بُھلا دینے کی نیت ھے؟ نہیں تو

سفیرہ ایک پل کے لئے کھو سی گئی۔ پھر اُس نے نگاھوں کا ارتکاز توڑا۔ ماہی شاعرانہ انداز میں بول رہی تھی۔

کسی صُورت بھی دل لگتا نہیں؟ ھاں

تو کچھ دن سے یہ حالت ھے؟ نہیں تو

تیرے اس حال پر ھے، سب کو حیرت

تجھے بھی اِس پہ حیرت ھے؟ نہیں تو

ھم آھنگی نہیں دنیا سے تیری

تجھے اِس پر ندامت ھے؟ نہیں تو

ھوا جو کچھ یہی مقسوم تھا کیا؟؟

یہی ساری حکایت ھے؟ نہیں تو

اذیت ناک اُمیدوں سے تجھ کو

اَماں پانے کی حسرت ھے؟ نہیں تو

تُو رہتا ھے خیال و خواب میں گم

تو اِس کی وجہ فرصت ھے؟ نہیں تو

سبب جو اِس جُدائی کا بنا ھے

وہ مجھ سے خُوب صُورت ھے؟ نہیں تو

"جون ایلیاء"

"واہ واہ واہ______کیا کہنے، بہت خوب!!

غزل پڑھنے کے بعد جب سفیرہ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو وہ خود ھی داد دینے لگی۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں کیا شاعری سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ھے؟"مہیرہ نے بُرا سامنہ بنا کر اُسے دیکھا۔

"ھے نا_____مجھے علامہ اقبال کی شاعری اچھی لگتی ھے، مرزا غالب، احمد فراز، فیض احمد فیض، میر درد۔۔۔۔"ابھی وہ اپنے پسندیدہ شاعر گنوا ھی رھی تھی جب مہیرہ نے اُسکی بات کاٹ دی۔

"یہ جتنے بھی شاعر ھیں اِن میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ھے، یہ سب بھی تو مر چکے ھیں، پھر جون ایلیاء کے ساتھ تمھاری کیا ذاتی دشمنی ھے، جو اُسے مردہ کہتی ھو؟"وہ اپنے پسندیدہ شاعر کے بارے میں ایسے الفاظ کیسے سن سکتی تھی۔

"دیکھو ماھی_____تمھارا شاعر جب زندہ تھا اُس وقت ھی مرِدوں جیسا لگتا تھا، مرا تو وہ بعد میں۔"وہ دونوں ایسے بحث کر رھی تھیں جیسے کوئی بہت سنجیدہ مسئلہ ھو۔

"تو اِس میں اُس بیچارے کا کیا قصور ھے؟ اگر وہ ایسا دِکھتا تھا تو، اُسے بھی تو اللہ نے ھی بنایا ھے۔"ماھی بھی اُس کے دفاع میں کھڑی تھی۔

"تم اِس کا ذمہ اللہ پر نہیں ڈال سکتی۔۔۔خود انسان کا سب سے بڑا ہاتھ ہوتا ہے اپنی حالت بگاڑنے میں۔" اور وہ بھی کہاں پیچھے ہٹنے والی تھی۔

"ہائے۔۔۔" ماہی نے ایک گہری آہ بھری پھر نرالے سے انداز میں بولی۔

"حالتِ حال کے سبب، حالتِ حال ہی گئی
شوق میں کچھ نہیں گیا، شوق کی زندگی گئی
اس کے وصال کے لئے، اپنے کمال کے لئے
حالتِ دل، کہ تھی خراب، اور خراب کی گئی"

اُس نے جون کا ہی شعر پڑھا اور پھر اس پر خود ہی آسودگی سے مسکرائی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔" سفیرہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔اور وہ ہنس رہی تھی کہ اِس بحث میں وہ اُسے مات دے چکی تھی۔

★★★

بابا ایک مہینے بعد واپس گھر آئے تھے۔ مگر یوں لگتا تھا کہ اِس سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ ان کا آنا اور چلے جانا اب معمول بن چکا تھا۔

اس دن کھانے کے ٹیبل پر مدیحہ بیگم نے ہی بات شروع کی تھی۔

"فراز آج دبئ سے واپس آیا ہے تو میں سوچ رہی تھی اُن سے ملنے چلی جاؤں۔"

حسن علی نے بس سر ہلا دیا۔ انہیں وہ کبھی بھی کہیں آنے جانے سے نہیں روکتے تھے۔

اتنے میں ماہی خوشگوار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

"کیا فراز بھائی آئے ھیں؟ پھر میں بھی جاؤں گی ساتھ۔"

حسن علی نے ماتھے پر بل ڈالے اسے دیکھا جو خود ہی فیصلہ بھی کر بیٹھی تھی۔

"تمہیں کیا ضرورت وہاں جانے کی۔۔۔ گھر میں رہو سکون سے۔" انھوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن بابا میں کیوں نہیں جاسکتی وہاں؟" اس نے دوبدو پوچھا۔

"بہت سوال کرنے لگی ہو تم۔" انھوں نے زیادہ اہمیت نہ دی۔

ماہی نے غصے سے چہرہ دوسری جانب پھیرا۔

"پتا نہیں اِن کے سینے میں دل کی جگہ پتھر ہے یا کچھ ہے ہی نہیں۔" وہ بڑبڑائی۔ مدیحہ بیگم نے اسے گھورا تو وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"جانے دیں نا اگر ضد کر رہی ہے تو۔۔۔ ویسے بھی پہلے کون سا باہر نکلتی رہتی ہیں، کالج کے بعد تو ویسے ہی آپ نے گھر بٹھا دیا ہے۔"

مدیحہ بیگم نے نگاھیں کھانے پر جمائے کہا تو حسن علی نے سنجیدگی سے ان کے چہرے دیکھے۔

"پھر تو یہ صاحبزادی بھی کہیں گی کہ انہیں بھی جانا ہے۔" انھوں نے سفیرہ کو دیکھا جو تب سے خاموش ان کی باتیں سن رہی تھی۔

ان کے کہنے پر اس نے بے تاثر چہرہ اٹھایا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں بابا۔۔۔مجھے کہیں نہیں جانا، یہیں ٹھیک ہوں میں۔"اس نے کہہ کر نیپکن سے ہاتھ صاف کیے اور اٹھ گئی۔ جبکہ وہ تینوں ہی اس کے ردِ عمل پر چپ سے رہ گئے۔

★★★

"بچیوں پر اتنی سختی ٹھیک نہیں ہوتی حسن۔ کیا پتا یہ سختی ہی انہیں بگاڑ دے۔ کچھ تو سانس لینے کا موقع دیں انہیں۔"

کھانے کے بعد وہ ہال میں بیٹھے تھے جب مدیحہ نے اپنی کوشش آزمانا چاھی۔

"میں نے انہیں سانس لینے سے نہیں روکا۔"وہ سکون سے کہہ رہے تھے۔

"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے، آپ نے دیکھا نہیں سفیرہ کو۔ یوں لگتا ہے کہ اس کے دل کی تو ساری خواہشات ہی مر گئی ھیں۔"وہ افسوس سے کہہ رہی تھیں۔

"کیا مطلب ہے خواہشات مر گئیں۔ میں جوان کے لئے ہلکان ہوا جا رہا ہوں۔ یہ سب کچھ جو بھی میں نے بنایا ہے انہی کے لئے تو بنایا ہے۔ یوں کہو کہ عیش کر رہے ھیں تمہارے بچے۔ مگر انہیں اِس کا احساس ہی نہیں۔"وہ ہلکے سے ترش ہوئے۔

"آپ کیا جانیں کہ انہیں کیا چاہئے۔ کبھی ان کے دل میں بھی تو جھانکیں۔ یہ سب کچھ اگر انکی خوشی نہ ہوا تو؟ گھر بیٹھ کر عیش کرنا ہر کسی کے لئے خوشی کا موجب نہیں ہوتا۔ ایک بار ان کے بارے میں سوچیں کہ انھوں نے اب تک دیکھا کیا ہے؟ آخری بار کب آپ نے انہیں قہقہہ لگاتے دیکھا ہے؟"

اس وقت تو لگ رہا تھا کہ وہ ان باتوں سے نہیں پگھلے۔ مگر پھر جانے کیا سوچ کر انہوں نے ان تینوں کو گاؤں جانے کی اجازت دے دی تھی۔

ماہی تو بہت خوش تھی مگر سفیرہ الجھنوں میں گھری تھی۔ اسے حیرت ہوئی تھی کہ بابا کیسے اتنی جلدی مان گئے۔

"تم نے کیوں کہا تھا کہ تمہیں گاؤں نہیں جانا؟" ماہی اب ابرو اٹھائے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کیوں کہ مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ بابا اجازت دیں گے۔ پھر ضد کرنے کا کیا فائدہ؟" اس نے عام لہجے میں کہا۔

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ خیر، میں تو بہت خوش ہوں۔ بابا نے کچھ تو ہماری بھی سنی۔" وہ واقعی گاؤں جانے سے زیادہ بابا کے اجازت دینے پر خوش تھی۔

سفیرہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ایک عنایت پر اتنی خوشی؟ پچھلے سبھی نقصان بھول گئی کیا؟" سفیرہ نے اسے جان بوجھ کر چھیڑا۔

"اِس ایک عنایت پر نا۔۔۔ میں دل و جان سے خوش ہوں، مگر جو نقصان ہوا ہے اس کے بدلے میں ایسی ہزاروں عنایتیں بھی چھوٹی لگیں گی۔"

وہ مسکرا کر کہتے کہتے سنجیدہ ہو گئی۔ پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔

★★★

ڈیڑھ ماہ بعد وہ دوبارہ ان گلیوں کو دیکھ رہی تھی۔ گاڑی گھر سے ایک گلی پیچھے ہی کھڑی کی گئی تھی۔ وہ تینوں آگے جانے کے لئے پیدل چلنے لگیں۔

مدیحہ آگے چل رہیں تھیں اور وہ دونوں آپس میں باتیں کرتیں ان کے پیچھے آ رہیں تھیں۔

مدیحہ بیگم گھر میں داخل ہو گئیں۔ دروازے میں ہی انہیں کوئی مل گیا تھا۔ اس کے ساتھ رسمی علیک سلیک کے بعد وہ اندر چلی گئیں۔

سفیرہ ابھی اندر قدم رکھنے والی تھی کہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ ماہی نے بھی اس کا ٹھٹھکنا محسوس کیا تھا۔ مگر جب اسکی نظر احمد جبریل پر پڑی تو وجہ سمجھی۔

ماہی نے پیچھے رہنا ہی مناسب جانا۔

سفیرہ آنکھیں پوری کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس نے دیکھا احمد آج بھی اس کے لئے نگاھوں میں مہربانی لئے ہوئے تھا۔ اسکے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی تھی مگر سفیرہ اسکی نگاھوں سے آگے ہی نہیں بڑھی کہ دیکھ سکے البتہ ماہی نے وہ مسکراہٹ بخوبی محسوس کر لی تھی۔

نہ سوالِ وصل، نہ عرضِ غم، نہ حکایتیں نہ شکایتیں

ترے عہد میں دلِ زار کے سبھی اختیار چلے گئے

یہی لفظ تو تھے ان نگاہوں میں۔

"آپ۔۔۔؟" نگاہوں کی تسخیر کا سحر مکمل ہوا تو وہ بولی۔

"جی میں۔" اس نے پلکوں کو خم دے کر یقین دلایا۔

"کیسے ہیں آپ۔۔؟" وہ سامنے سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔ سفیرہ کو کچھ سجھائی نہ دیا تو یہی پوچھ لیا۔

"اب تو بالکل ٹھیک ہوں۔" اس کے معنی خیزی سے کہے گئے جملے پر ماہی نے بھی لب دبا لیے۔

"اندر جانے دیں گے آپ؟" وہ قصداً نظر انداز کرتی بولی۔

"نہیں۔"

سفیرہ کے ماتھے پر بل آئے۔

"میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ تم آئیں نہیں۔"

"آپ نے اُس شخص کا ھاتھ بیکار کر دیا تھا۔۔۔کیوں؟"

اس نے جانے کیوں پوچھ لیا۔

"تمہیں ہاتھ لگایا تھا اس نے۔" وہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔

سفیرہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"تو اِس کا مطلب ہے جو مجھے دیکھے گا اُسکی آنکھیں نکال لیں گے آپ؟" اس نے سینے پر ہاتھ باندھ کر تیکھے لہجے میں کہا۔

"یہ بھی کر لوں گا۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"کیسے انسان ہیں آپ؟ مجھے تو لگتا ہے آپ پاگل سے ہو گئے ہیں۔" وہ تھک کر بولی۔ وہ اندر جانا چاھتی تھی مگر وہ سامنے کھڑا تھا کیسے جاتی۔

www.novelsclubb.com

"میں پاگل؟"اس نے سوچ کر کہا۔"اتنا برا بھی نہیں ہے۔اچھا خاصا محسوس ہوتا ہے۔"
اس نے متاثر کن انداز میں کہا تو سفیرہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"کیا؟"

"پاگل کہلائے جانا۔خاص کر محبت میں پاگل۔وہ جن سے لوگ خوف کھاتے ہیں۔"

وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ مگر آج اس کی نگاھوں میں وہ انجانا پن اور وہ غصہ نظر نہیں آیا۔وہ پلکیں جھکا سی گئی۔احمد نے کچھ محسوس کر لیا تھا۔اسی لمحے مہیرہ کھنکار کر آ گے آئی۔

"احمد بھائی کچھ باتیں بعد کے لئے بھی بچا لیں۔"وہ شرارتاً کہہ رہی تھی۔احمد ذرا سا شرمندہ ہوا مگر ظاہر نہ کیا۔

"تم پہلے بھی سامنے آسکتی تھی۔"وہ مسکرایا پھر فوراً ہی دروازے سے ہٹ گیا۔سفیرہ نے سکون کا سانس لیا۔

احمد ایک پل بھی ضائع کئے بغیر چلا گیا۔

★★★

اس دن فراز بھائی سے بہت باتیں ہوئیں تھیں۔وہ ایک زندہ دل انسان تھے۔اور شاید یہ پہلی گفتگو تھی جس میں سفیرہ نے یوں حصہ لیا تھا۔

اور اُس دن اسے علم ہوا تھا کہ مخلص لوگوں کے درمیان بیٹھنا کتنا سکون دیتا ہے۔اور ایسے رشتوں کو زندہ رکھنا پڑتا ہے تبھی تو انسان خوش رہ پاتا ہے۔

اگلے دن وہ چھت پر گئی تو ہوا کافی تیز چل رہی تھی۔اوپر دیکھا تو آسمان پر کئی پتنگیں اڑتی ہوئی دکھائی دیں۔وہاں گھر ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اور ایک گھر کی چھت سے دوسرے گھر جایا جا سکتا تھا۔

اس نے دیکھا ان کے گھر کے ساتھ والے گھر پر بچے چھت پر کھڑے پتنگ اڑا رہے تھے۔

جانے کیوں اسے شدید خواہش نے گھیرا تھا کہ وہ بھی پتنگ اڑائے۔مگر پھر بچپنے والی حرکت سمجھ کر اِس خواہش کو وہیں دبا گئی۔

اچانک ہی اس نے آسمان پر سیاہ بادلوں کا گھیراؤ دیکھا۔

وہ پتنگ بازی بھول گئی۔ اُس نے سفید فراک کے اوپر سرخ دوپٹہ لے رکھا تھا۔ سفید اس کا پسندیدہ رنگ تھا۔ مگر وہ بہت کم ہی پہنتی تھی۔ مدیحہ سے بہت ضد کر کے اسے کوئی ایک دو سفید جوڑا ہی نصیب ہوتا تھا۔

پتنگ اڑاتے بچے اب بھاگتے ہوئے چھت سے اتر رہے تھے۔ اس نے ایک دائرے میں گھوم کر تمام تر سکون اپنے اندر اتارنا چاہا۔

وہ رُکی تو لگا جیسے کسی کی نظروں کے حصار میں ہے۔ ایک عجیب سے احساس کے تحت اُس نے ارد گرد دیکھا۔ جب اُس کی نظر مسجد کے پہلو میں واقع دو منزلہ گھر کی چھت پر پڑی۔ وہ ایک پل کے لئے وہیں ساکت رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

احمد اس کے دیکھنے پر اب مسکرا رہا تھا۔ سفیرہ کو اس لمحے جیسے سب بھول گیا۔

یکساں ہے حُسن و عشق کی سر مستیوں کا رنگ

اُنکی خبر انہیں ہے، نہ میری خبر مجھے

سینے سے دل عزیز ہے دل سے ہو تُم عزیز

سب سے مگر عزیز ہے تیری نظر مجھے

سفیرہ نے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ پھر چہرہ جھکا کر مسکرائی۔ پھر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور بھاگتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

وہ اس کی ادا پر غور کرتا نگاھوں میں الوہی سی چمک لئے اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں وہ ابھی ابھی کھڑی تھی۔

"تو کیا میں ہاں سمجھوں؟" اس کے دل سے آواز تو یہی آئی تھی۔

★★

وہ کمرے میں پہنچی تو ہونٹوں پر مسلسل مسکراہٹ رقصاں تھی۔ آنکھوں کی روشنی بڑھ گئی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ دھمال ڈالے اور جھوم جائے۔

"کیا مجھے واقعی۔۔۔؟" اس کے دل نے سوال کرنے سے پہلے ہی جواب دے دیا تھا۔

"دل کا اختیار ہر فیصلے پر بھاری ہوتا ہے۔"

وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

سفیرہ کو سمجھ آ گئی۔دل کا اختیار ہی تو انسان کو بے اختیار کر دیتا ہے۔

اس نے آنکھیں بند کیں تو سارے جہاں سے بے خبر ہو گئی۔مسکان تھی کہ سمٹ ہی نہیں رہی تھی۔دل تھا کہ جھوم جھوم اٹھا تھا۔

"تو تم نے مجھے جیت لیا احمد جبریل۔"اس نے آنکھیں کھولیں۔

"میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ سفیرہ علی خان اگر اِس دنیا میں کسی شخص کے سامنے ہار سکتی ہے تو وہ تم ہو۔"

"محبت۔۔۔مجھے اِس لفظ سے ڈر لگتا تھا۔مگر آج سمجھ آئی ہے کہ محبت ہو جانے کا احساس کتنا دلکش ہوتا ہے۔"

وہ جذب سے کہہ رہی تھی۔اسے کیا معلوم تھا کہ جس شخص کو دوبارہ نہ دیکھنے کی دعائیں کی تھیں وہی شخص اس کی آنکھوں میں ہمیشہ کے لئے سمانے آیا ہے۔

"یااللہ میں نے تو بہت چاہا تھا کہ اُس کی چاہت نہ کروں۔پھر بھی میرے دل میں اس کی محبت ڈال دی گئی۔میری دعا ہے کہ میرے نصیب میں اس کا ساتھ بھی لکھ دیا جائے۔"

www.novelsclubb.com

اس نے صدق دل سے دعا کی تھی اور پھر اس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔

اس کا چہرہ روشن تھا اور ہونٹوں پہ بکھری مسکراہٹ اسے مزید نکھار بخش رہی تھی۔

آئینہ دیکھتے ہوئے سفیرہ کو اچانک ہی ایک خیال نے متوجہ کیا۔

وہ جھکی اور ڈراز کھولا۔اس کی لال چوڑیاں آج بھی وہیں رکھی تھیں۔سفیرہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

اس نے کہا تھا لال چوڑیاں بہت جچیں گی۔سرخ رنگ تو محبت کا رنگ ہے۔

وہ ان چوڑیوں کو باہر نکال کر پہننے لگی۔پھر بازو اوپر کر کے اس نے چوڑیاں کھنکھنائیں۔

یہ چوڑیوں کی کھنکار جیسے اس کی "محبت کا اعلان" تھا۔

سفیرہ اب کمرے میں جھوم رہی تھی۔اس کے قدم ٹھہر نہیں رہے تھے۔

اسی پل آفرین بھابھی نے کمرے میں قدم رکھا۔مگر وہ بے خبر تھی۔اسے یوں جھومتے دیکھ کر وہ کچھ سوچتے ہوئے مسکرائیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اچانک ہی وہ بھابھی کو دیکھ کر رُک گئی تو وہ کھل کر ہنس دیں۔

"رُک کیوں گئیں؟"

"وہ میں بس۔۔۔۔" اس نے کوئی بہانہ تلاشنا چاہا۔

"بس کرو اب مجھ سے کوئی جھوٹ نہیں بولنا۔ میں تم سے ایک خاص بات کرنے آئی تھی۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولیں۔

"جی بھابھی بولیں۔" وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" انہوں نے اسے بیڈ پر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"تم احمد جبریل کو پسند کرتی ہو؟" انہوں نے بغیر کسی تمہید کے براہِ راست پوچھا تو سفیرہ حیران رہ گئی۔ پھر سنبھل کر بغیر سوچے گردن ہاں میں ہلا دی۔

بھابھی نے اسے ذرا ناراضی سے دیکھ کر سر پر ایک چپت لگائی۔

www.novelsclubb.com

"تو بتایا کیوں نہیں؟"

انھوں نے پوچھا۔ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"ابھی تو خود کو بتا رہی تھی۔" اس نے چہرہ جھکائے کہا۔ بھابھی نے گہرا سانس لیا۔

"میں تو اُسی وقت سمجھ گئی تھی جب احمد بھائی نے متین کا ہاتھ توڑ ڈالا تھا۔۔۔ وہ بھی تمہیں چاہتے ہیں نا؟" انہوں نے اس کی آنکھوں میں پھر جھانکا۔

"ان کی چاہت کے سامنے ہی تو بے بس ہو گئی ہوں۔" وہ ہنوز اسی انداز میں بول رہی تھی۔

"اچھا۔۔۔" بھابھی نے ذرا لمبا کرتے ہوئے کہا۔

"تو اسی لئے تم اُس دن مجھ سے پوچھ رہیں تھیں کہ آجکل کون محبت میں جان دے دینے کو تیار ہو جاتا ہے؟" سفیرہ نے پھر سے گردن اثبات میں ہلائی۔

"اب کیا محبت کے بارے میں سب جان گئی ہو؟"

وہ پوچھ رہیں تھیں۔ سفیرہ نے چہرہ اُٹھا کر انہیں دیکھا پھر مسکرائی۔

"بھابھی میں محبت کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی مگر آج یہ بات ضرور جان گئی ہوں کہ ۔۔۔ جس طرح فلک تلے زمین بچھادی گئی ہے۔اور اندھیروں کے بعد سحر مقرر کر دی گئی ھے۔ بالکل اُسی طرح محبت بھی امر کی گئی ہے_____اِس دل کے لئے۔"

بھابھی تو متاثر ہو گئیں۔اسے داد دینے والے انداز میں دیکھا۔

"بھئی لڑکی تو واقعی دل ہار بیٹھی ہے۔۔۔ لگتا ہے اب بات آگے بڑھانی پڑے گی۔" بھابھی نے معنی خیزی سے کہا تو وہ سرخ ہوتا چہرہ پھر سے جھکا گئی۔

"میں بات کروں تمہاری امی سے؟" انھوں نے پوچھا مگر وہ کیا بولتی۔۔۔؟ اس کے لب ہی نہ کھلے وہ بس مسکراہٹ دباتی باہر چلی گئی۔

وہ اسکے شرم وحیا میں قید چہرے کو سوچ کر مسکرائیں۔

★★★

ماہی نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا پھر کندھا مار کر اسے چھیڑنے لگی۔

"تو محترمہ کو مات ہو ہی گئی؟" وہ کہہ رہی تھی۔ سفیرہ آسمانوں میں کہیں کھو گئی۔

"لیکن میں نہیں چاہتی کہ وہ میری خاطر کسی کی بھی جان لے لے۔ وہ محبت میں ایسا ہے کہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کیا میری محبت اس کا مقابلہ کر سکے گی؟"

وہ بولی تو مہیرہ نے اپنے بازو اس کے گرد حائل کر دیے۔

"محبت دونوں طرف برابر ہوتی ہے سفیرہ۔ نہ ایک طرف زیادہ نہ دوسری طرف کم۔ بس ہر کسی کا جان لٹانے کا انداز الگ ہوتا ہے۔" وہ یوں کہہ رہی تھی جیسے محبت کی استاد وہی ہو۔

سفیرہ مسکرائی پھر اسے اچھنبھا لگا۔

"اس نے کہا تھا وہ میرا انتظار کرے گا۔۔ کیا میں وہاں جاؤں ماہی؟"

وہ اس سے پوچھ رہی تھی اور اس نے شانے اچکا دیے۔

★★

اگلے دن صبح ناشتے کے بعد وہ ماں اور خالہ کو باتیں کرتا چھوڑ کر باہر آ گئی۔

فراز بھائی، آفرین بھابھی اور ماہی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔اور اس نے دیکھا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔

"احمد۔۔۔؟"اس کے قدم وہیں رک گئے۔

"سفیرہ۔۔۔آجاؤ بھئی، تم بھی کوئی حصہ ڈالو۔"

فراز بھائی نے اسے آواز دی تو سب نے اس کی طرف دیکھا۔وہ چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچ گئی۔

وہ سب ہی گول دائرے میں بیٹھے کسی کھیل میں مگن تھے۔

ماہی نے اسے بھی جگہ دی تو وہ بھی بیٹھ گئی۔مگر اس کی نظروں میں اب بھی سوال تھا کہ یہ سب کیا کر رہے ھیں؟

"ماہی اور احمد دونوں ہی ایک جیسے ہیں، احمد گھر آیا ہو تو کوئی چپ نہیں رہ سکتا، اور اب ماہی کا بھی وہی حساب ہے۔یہ تمہاری بہن کے کہنے پر ہی کھیل رہے ھیں۔"فراز بھائی نے اسے

الجھن میں دیکھ کر بتایا۔اور پھر گدی جوان کی گود میں تھی اب دوبارہ سے دائرے میں گھومنے لگی۔ساتھ ہی انہوں نے اپنی پرانی سی ٹیپ پر کوئی دھن لگائی تھی۔

"سٹاپ۔۔۔"اور وہ گدی ماہی کی گود میں ہی رہ گئی۔ماہی نے ہنستے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔

سب نے شور مچایا تھا۔پھر بھابھی نے اسے گھوڑے کی آواز نکالنے کو کہا تو وہ احتجاج بھی نہ کر سکی۔

"بھابھی گن گن کر بدلے لے رہی ھیں آپ مجھ سے۔"وہ رونی صورت بنائے بولی۔پھر گھوڑے کی آواز نکالی تو سب کا قہقہوں سے برا حال ہو رہا تھا۔

دھن پھر سے شروع ہو گئی تھی۔اور سب ہی گدی کو ایک دوسرے کی طرف پھینک رہے تھے۔

مگر وہ احمد پر رُک گئی۔

"اووو۔۔۔۔۔" سبھی نے اونچی آواز نکالی۔ سفیرہ نے پہلی بار نگاھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ نرم سا تاثر لئے مسکرا رہا تھا۔

"یار تم کوئی گانا ہی سنا دو۔۔۔۔" فراز نے کہا تو ماہی نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں نہیں فراز بھائی۔۔۔ گانا نہیں احمد بھائی شاعری سنائیں گے۔" اس نے مخالفت کی۔

"نہیں گانا۔" فراز اسے تنگ کرنے لگا۔

"نہیں غزل۔۔۔" وہ بھی وہیں رہی۔

"نہیں گانا۔۔۔"

"نہیں غزل۔۔۔۔" وہ چپ ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ بھابھی ان کے درمیان آئیں تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"میں اپنی مرضی سے سناؤں گا۔" احمد نے قصہ ہی ختم کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ماہی نے پہلی دفعہ فرمائش کی ہے تو فراز بھائی آپ کو ناراض کرنا پڑے گا۔" وہ بولا تو ماہی نے فراز بھائی کو زبان دکھائی۔ وہ خود بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

احمد نے اسی پل سفیرہ کو دیکھا جو لاتعلق سی بیٹھی تھی۔ پھر آنکھوں میں ایک حسرت سی امڈ آئی۔

کئی رنگ چہرے پر بکھر گئے اور ہونٹوں نے صدا شروع کی۔

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں

کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں

صد شکر کہ اپنی راتوں میں

اب ہجر کی کوئی رات نہیں

مشکل ہیں اگر حالات وہاں

دل بیچ آئیں جاں دے آئیں

دل والو کوچۂ جاناں میں

کیا ایسے بھی حالات نہیں

وہ حسرت لئے بول رہا تھا۔ سفیرہ کی پلکیں جھکی رہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا

وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے

اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

اُس کا انداز لٹا دینے والا تھا۔ سفیرہ نے بے چینی سے اُسے دیکھا۔ احمد کے چہرے پر وارفتگی ظاہر ہونے لگی۔

میدان وفا دربار نہیں

یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں

عاشق تو کسی کا نام نہیں

کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

سفیرہ ہر تاثر چہرے پر لانے سے گریز کرنے لگی۔ مگر کیا آنکھیں بھی کبھی جذبات کو چھپا پائی ہیں؟

گر بازی عشق کی بازی ہے

جو چاہو لگا دو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا

ہارے بھی تو بازی مات نہیں

وہ آخر میں یقین کے ساتھ مسکرایا۔ سفیرہ کا چہرہ رنگوں میں نہا گیا۔ وہ مسکرائی۔ آفرین بھابھی نے ان دونوں کو بغور دیکھا۔ ماہی نے داد دی۔

"بھئی واہ۔۔۔"

چند لمحوں کے بعد ہی فراز بھائی کو کسی کام کی وجہ سے جانا پڑ گیا۔بھابھی نے ان کے جانے کے بعد کھیل ختم کر دیا۔تو احمد بھی محفل سے اٹھ گیا۔

وہ دروازے کی اور بڑھ رہا تھا۔ماہی نے سفیرہ کو جھنجھوڑا۔

"جاؤ۔۔۔ کہہ دو نہیں۔"

"کیا کہہ دوں؟" سفیرہ گھبرائی۔

"جو کہنا چاھتی ھو۔۔۔ جاؤ بھی۔" ماہی نے اسے دھکا دیا تو وہ بمشکل ہی اس تک پہنچی جو اب دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔قدموں کی آہٹ پر وہ پلٹا۔

"تمہارا گریز جائز ہے۔۔۔ مگر میں اب بھی منتظر ہوں۔" وہ اسے دیکھ کر بولا۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔ میں وہاں آؤں گی،اس دربار پر۔" اس نے کہا۔وہ تو خوشی سے نہال ہو گیا۔اسے جیسے یقین ہی نہ آیا۔سفیرہ مسکراتے ہوئے پلٹ آئی۔

★★

"ماہی جاؤ نا۔۔۔اجازت لے کر آؤ۔" وہ ماہی سے بولی جواب بے نیازی دکھا رہی تھی۔

"میں کیوں جاؤں۔۔۔۔محبت کس نے کی ہے؟" سفیرہ نے اسے ناراضی سے دیکھا تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

"دیکھو تو۔۔۔کتنی بے تابی ہو رہی ہے ان سے ملنے کی۔" ماہی نے چھیڑا اور اِس سے پہلے کہ اسے کچھ آ لگتا وہ باہر بھاگی۔

امی سے اجازت لے کر وہ سفیرہ کو لئے دربار چلی گئی۔انھوں نے بس جلدی واپس آنے کا کہہ کر اجازت دے دی تھی۔آفرین بھابھی جانتیں تھیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے مگر وہ کچھ نہ بولیں۔انھیں بھی ان دونوں کو ایک ہوتے ہوئے دیکھنے کی خواہش جو تھی۔

"میں یہیں رکتی ہوں۔۔۔تم جلدی سے بات کر کے آ جانا۔" ماہی دربار کے داخلی حصے میں ہی رک گئی۔

سفیرہ نے قدم آگے بڑھائے۔پھر اسے وہ ایک جگہ بیٹھا نظر آ گیا۔اسے دور ہی سے دیکھ کر وہ کھڑا ہو چکا تھا۔

"امید نہیں تھی کہ کسی دن تمہیں یوں بھی دیکھوں گا۔" وہ اس کے سامنے تھی۔اور وہ خوش تھا۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ میں کسی دن یوں اپنے پیروں پر چل کر آپ تک پہنچ جاؤں گی۔ آپ نے کہا تھا اپنے دل سے پوچھوں کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔۔۔میں نے بہت چاہا کہ بات دل تک نہ پہنچے اور میں اِس راستے کو ہولے سے پار کرلوں۔ مگر دل بے خبر کہاں رہ سکتا ہے۔آپ نے ٹھیک کہا تھا نگاھیں بہت دور تک کا سفر کرواتی ہیں۔اِن نگاھوں نے میرے دل کو خبر کر دی اور میں فیصلے کا حق کھو جتی رہ گئی۔"

اس نے بغیر دیکھے سب کہا۔ وہ اُسکے ایسے اقرار پر جاں وار دینے کو تیار تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے جتنا آپ سے دور جانے کی کوشش کی میرے سبھی راستے آپ ہی کی طرف جانے لگے۔ میں نے ہار مان لی ہے۔ میں آپ کے بارے میں بابا سے بات کروں گی۔اور مجھے یقین ہے کہ وہ مان جائیں گے۔بس مجھے یہی کہنا تھا۔"

سفیرہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"محبت میں وفا شعاری بڑی شے ہوتی ہے۔"

اسی پل ان کے قریب سے آواز آئی تو دونوں نے اُس طرف دیکھا۔

بابا سائیں بڑی دلجوئی سے بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"جب ایک بار مبتلا ہو جاؤ تو موت تک نباہ کرنا پڑتا ہے۔" وہ کہہ رہے تھے۔

"محبت چیز ہی ایسی ہے بابا سائیں۔۔۔ کبھی بھی اُن دِلوں پر نہیں اترتی جہاں خلوص نہ بسا کرے۔" احمد نے رسانیت سے کہا تو وہ مسکرا کر سر ہلانے لگے۔

"احمد بڑا ہی جاں نثار لڑکا ہے بچی۔۔۔ اور اِس نے یقیناً تجھ میں بھی اپنی کوئی خصلت ضرور دیکھی ہے جو تم اس کے ساتھ ہو۔ ویسے تمہیں ایک چیز نہ بتاؤں؟"

انہوں نے کہتے ہوئے اچانک پوچھا۔ سفیرہ انہیں استفہام لئے دیکھنے لگی تو وہ بولے۔

"یہ دھاگے تم دو محبت کرنے والوں کے نام۔ آج نباہ کا ایک عہد کر لو، ساری عمر اِس عہد سے بندھ جائے گی۔" انہوں نے دو دھاگے ان دونوں کی سمت بڑھائے۔

سفیرہ تعجب خیز مگر چمکتی نگاھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی جبکہ احمد ہلکا سا مسکرایا۔

"اِن کی ضرورت ہی کیا ہے باباسائیں۔۔۔"ابھی بول رہا تھا کہ سفیرہ نے وہ دھاگے تھام لئے۔

"چلو عہدِ وفا ساتھ کرتے ہیں،ایک ساتھ نبھانے کے لئے۔"اس نے کہا۔

دھاگے باندھتے ہوئے احمد کی نظر اس کے ہاتھوں پر تھی۔

"مؤرخ لکھے گا ایک اور داستانِ محبت۔ایسی داستان جو اس کے قلم میں جان بھر دے۔" وہ دھیرے سے بول رہا تھا۔سفیرہ کچھ سوچنے لگی۔

"مگر۔۔۔میں نے تو ہمیشہ لیلیٰ کو مجنوں سے۔۔۔شیریں کو فرہاد سے۔۔۔اور سوہنی کو مہیوال سے بچھڑتے ہی دیکھا ہے۔"وہ کہیں کھو سی گئی۔

"محبت کی داستانیں آخر میں نامکمل رہ بھی جائیں تو امر ہو جایا کرتی ہیں۔"

وہ پُر سکون تھا۔جیسے دنیا جہاں اس کی دسترس میں آ گئے ہوں۔

واپس آنے سے پہلے اُس نے احمد کی آخری بات سنی تھی۔

"محبت میں ناکامی کاڈر محبت کو جیتنے نہیں دیتا سفیرہ۔مجھے یقین ہے کہ تم ایک دن اپنی زندگی کا قلم خود اٹھاؤ گی اور اپنے لئے خود فیصلے لو گی۔تمہاری زندگی کا وہ دن بہت خوبصورت ہو گا۔تب تمہیں ہر قسم کے خوف سے آزادی محسوس ہو گی، تمہارا دل سکون میں ہو گا اور تم اختیار کے دائرے میں رقص کرو گی۔اور وہ دن اس وقت آئے گا جب ڈر کا ایک ذرہ بھی تمہارے دل میں باقی نہیں رہے گا۔"

احمد نے اسے ایک نئی امید دی تھی۔سفیرہ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔وہ مسکرائی اور اسے تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"خداحافظ احمد جبریل۔"اس نے کہا اور واپس آگئی۔

★★★

فراز مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"آفرین دھیمے اور سنجیدہ انداز میں کہہ" رہی تھی۔فراز اس کا انداز بھانپتے ہوئے متوجہ ہوا۔

"ہاں بولو۔"

احمد بھائی کو ایک لڑکی پسند آگئی ہے۔اور وہ شادی کرنا چاہتے ہیں اس سے۔" وہ سنبھل کر بولی۔احمد یوں تو اس سے چھوٹا تھا مگر وہ ابتدا سے ہی احتراماً بھائی کہا کرتی تھی۔

کیا؟احمد کو لڑکی پسند آگئی؟" فراز خوشگوار حیرت کے ساتھ بولا۔آفرین نے گردن ہاں میں ہلائی۔

یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔اور اُسے کوئی لڑکی پسند کیسے آگئی میں واقعی بہت حیران"

"ہوں۔

فراز کی حیرت ظاہر تھی۔

یہی بات تو میرے لئے بھی حیران کن تھی مگر محبت کا پتا تو نہیں چلتا کب دل پر دستک"

"دے دے۔پوچھیں گے نہیں کہ وہ لڑکی کون ہے؟

ہاں بتاؤ کون ہے وہ خوش قسمت، میں بھی تو جانوں کہ آخر کون ہے وہ جس نے احمد جیسے" شخص کا دل جیت لیا۔" فراز کو یوں پرجوش ہوتے کم ہی دیکھا تھا اس نے۔

سفیرہ ہے وہ لڑکی جس سے وہ محبت کرتے ہیں۔" آفرین نے انکشاف کیا تو فراز کا پر جوش انداز ایک دم ہی حیرت و ناگواری میں بدل گیا۔

آفرین نے محسوس کیا تھا، وہ کچھ خوش نہیں لگ رہے تھے۔

وہ میری بہن کی طرح ہے آفرین، احمد کو بس وہی ملی؟" فراز بہت دیر بعد بولا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کن الفاظ میں کچھ بولے۔

"وہ اس سے محبت کرتا ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولیں۔

فراز خاموش ہو گیا۔ مگر چہرے کے تاثرات کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ احمد کو بہت قریب سے جانتا تھا۔ اسے بھائیوں جیسا سمجھتا تھا۔ پھر اسکے سفیرہ کو پسند کرنے پر اعتراض کیوں ہو رہا ہے؟ شاید یہ وہی فطرتی غیرت تھی جو اپنی بہن کو لے کر ہر بھائی کے دل میں ہوتی ہے۔ مگر پھر اس نے خود کو ریلیکس کرنا چاہا۔ آخر احمد میں کوئی کمی کیا ہے؟ اس میں تو ڈھونڈنے سے بھی کوئی خرابی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اس نے محبت ہی تو کی ہے۔ کسی کو بھی ہو سکتی ہے۔ پھر سفیرہ کے لئے وہ بہت بہتر رہے گا۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا۔

تواب؟" فراز نے اب کے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔"

میں چاھتی ہوں کہ ہم سفیرہ کی امی سے بات کریں اِس بارے میں۔انہیں اعتماد میں لینا" ہو گا تاکہ سفیرہ کے لئے اپنے بابا کے سامنے کوئی مشکل نہ ہو۔" فراز نے اس کی بات پر سمجھ کر سر ہلایا۔

یہ بات تمہیں احمد نے کہی کہ وہ سفیرہ سے شادی کرنا چاھتا ہے؟" فراز نے پوچھا۔"

نہیں، مجھے سفیرہ نے بتایا۔" اسکے مختصر سے جواب پر فراز اِس بار ٹھٹھک گیا۔"

"سفیرہ نے؟ کیا اسے علم ہے؟"

احمد بھائی نے سفیرہ سے ہی بات کی تھی، اور سفیرہ بھی انہیں پسند کرنے لگی ھے، تبھی تو" میں آپ سے ان دونوں کے بارے میں بات کر رہی ہوں، اگر سفیرہ کی رضامندی شامل نہ ہوتی تو شاید میں بھی ایسی کوئی بات نہ کرتی۔" اس نے وضاحت کی۔

ٹھیک ہے پھر مدیحہ خالہ سے بات کرتے ہیں۔" فراز نے حامی بھری۔"

★★★

ہم آپ دونوں سے کچھ بات کرنا چاہ رہے تھے۔" شام کو کھانے کے بعد جب ماہی اور سفیرہ اپنے کمرے میں تھیں تو فراز نے مدیحہ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ آفرین اور نرمین خالہ بھی وہیں تھیں۔

"کرو بات۔" ماں کے کہنے پر فراز ہاتھ ملنے لگا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کہاں سے اور کیسے شروع کرے۔

"ہمیں سفیرہ کی شادی کے بارے میں بات کرنی ہے۔" آفرین نے سکوت توڑا۔ مدیحہ نے سوالیہ نظروں سے نرمین کو دیکھا۔ انہوں نے شانہ اچکا دیا۔

"مدیحہ آنٹی میں جانتی ہوں کہ آپ کو اپنے بچوں کے بارے میں خود فیصلے لینے کا حق ہے۔ اور یہ حق آپ ہی کے پاس رہے گا۔ میں بس یہ بتانا چاہتی ہوں کہ احمد جبریل، سفیرہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اسے تو آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ عالم چوہدری کا بیٹا ہے۔ ایک نہایت ہی اچھا، سلجھا ہوا اور نڈر لڑکا ہے۔ سفیرہ اسے پسند کرنے لگی ہے۔ اور اب میں نے اور فراز نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اِس شادی کے لئے منائیں، تا کہ آپ حسن انکل سے بات

کریں۔" آفرین نے بات کر کے فراز کی ساری مشکل دور کر دی تھی۔ جبکہ مدیحہ ہر چیز کو سمجھنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔ البتہ فراز کی امی کے چہرے پر چمک ضرور آئی تھی۔

آفرین، شادی کے فیصلے اتنی جلدی کیسے ہو سکتے ہیں اور سفیرہ نے تو مجھے کچھ بھی نہیں" بتایا ایسا کہ وہ احمد کو پسند کرتی ہے۔" مدیحہ کے لئے یہ سب کچھ بہت عجیب تھا۔

خالہ آپ احمد کو اچھی طرح جانتی ہیں، اور رہی بات سفیرہ کی تو وہ خود سے آپ کو کیسے بتا" سکتی ہے، شاید اسے جھجک بھی ہو۔ مگر آپ خود اس سے پوچھ سکتی ہیں کہ وہ کیا چاھتی ہے۔ ہم بس یہ چاھتے ہیں کہ جو اس کا فیصلہ ہوگا آپ بھی اس فیصلے سے متفق ہو جائیں۔" فراز نے سنجیدگی سے کہا تو مدیحہ جیسے سوچ میں پڑ گئیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر نزمین بولیں۔

www.novelsclubb.com

احمد ہمارا اپنا بچہ ہے۔ اور سفیرہ کے لئے اس کا انتخاب بہترین ہے۔ مدیحہ تمہیں سوچنے" میں دیر نہیں کرنی چاھئے۔ اور حسن کو منانا اب تمہاری ذمہ داری ہے۔ میں تو بس بچوں کو خوش دیکھنا چاھتی ہوں۔"

مدیحہ کے دماغ میں کئی اور سوال اٹھ گئے۔

★★★

انہوں نے سفیرہ کو اپنے سامنے بٹھا کر اُس کی مرضی پوچھی تھی کہ آیا وہ واقعی احمد کے ساتھ شادی کرنا چاھتی ہے؟

سفیرہ نے سیدھی سیدھی ہاں کہہ دی تھی۔ اُسے اِس کے علاوہ اور کہنا بھی کیا تھا۔

ٹھیک ہے پھر، میں تمہارے بابا سے بات کروں گی۔" مدیحہ تو فوراً مان گئیں تھیں۔ احمد" سے وہ خوب واقف تھیں، نہ کی گنجائش بچتی بھی نہیں تھی۔

تمہیں احمد کیسے پسند آیا؟" انہوں نے اس سے سوال کیا تھا۔"

وہ کسے ناپسند ہو گا؟" اس نے دوہرا سوال کیا۔"

ہاں یہ بات بھی ٹھیک ہے۔" مدیحہ نے تائید کی۔"

★★★

اس دن مدیحہ نے ڈرائیور کو فون کر کے بلوالیا تھا۔ وہ واپس گھر جا رہیں تھیں۔

گاؤں سے نکلتے ہوئے سفیرہ کو لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اپنا دل یہیں اِسی گاؤں میں چھوڑ جائے گی۔

شام کے قریب وہ گھر پہنچیں تھیں۔ بابا گھر پر ہی تھے۔ مگر انہوں نے باہر آکر انہیں ملنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

سفیرہ اور ماہی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ مدیحہ کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھے۔

انہیں دیکھ کر بھی اُن کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی تو مدیحہ بیگم نے آج بات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

مگر اگلے دن ناشتے کے بعد جب وہ اسٹڈی میں تھے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابھی بات کرنا ٹھیک رہے گا۔

وہ اسٹڈی کے دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہو گئیں۔ حسن علی نے سوچنا چاہا کہ آخری بار کب وہ یوں اسٹڈی میں اُن کے پیچھے آئیں تھیں؟

www.novelsclubb.com

وہ سمجھ گئے کہ یقیناً کوئی اہم بات ہے۔ مدیحہ اُن کے سامنے بیٹھ گئیں۔

ایک ضروری بات کرنی ہے مجھے آپ سے۔"انہوں نے کہنا شروع کیا۔"

"کہو۔"

آپ شاید بہتر نہ سمجھیں لیکن ایک بار میری پوری بات سن کر اپنا ردِ عمل دیجیئے گا۔"وہ" پہلے ہی ڈر رہیں تھیں۔ حسن علی نے تیوری چڑھا کر انہیں دیکھا۔

مجھے لگتا ہے کہ اب سفیرہ کی شادی کر دینی چاہئے۔ماں ہونے کے ناطے میرا اتنا حق بنتا" ہے کہ میں اُس کی شادی کا فیصلہ لے سکوں۔اور میں نے اس کے لئے ایک نہایت ہی مناسب رشتہ دیکھا ہے۔"

کون؟"اُن کے انداز نے مدیحہ کو اندر تک خوفزدہ کر دیا تھا۔مگر وہ پھر بھی سنبھل کر" بولیں۔

وہ بہت اچھے خاندان سے ہے۔ سفیرہ خود بھی اسے پسند کرتی ہے۔اپنے گاؤں کا لڑکا" ہے، معقول اور سلجھا ہوا۔۔۔"

www.novelsclubb.com

کون ہے وہ؟"اِس باران کا لہجہ پہلے سے زیادہ ترش تھا۔"

"عالم چوہدری کا بیٹا احمد جبریل۔۔۔۔"

بس۔۔۔"وہ میز پر ہاتھ مار کر سخت گیر لہجے میں بولے۔ان کی آواز بلند تھی۔مدیحہ سہم" گئیں۔

آج بات کی ہے اُس کے بارے میں۔۔۔آئندہ اُس کا نام میں تمہاری زبان سے نہ" سنوں۔"مدیحہ کے ہاتھ کپکپا گئے۔

لیکن اُس میں برائی کیا ہے؟"مدیحہ کو اُن کا رِدِعمل سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تم کچھ نہیں جانتیں۔۔۔سفیرہ کو بلاؤ"

وہ حکمیہ انداز میں بولے۔

"اسے بلانے کی کیا ضرورت۔۔۔۔"

میں نے کہا اسے بلاؤ۔" وہ اس سختی سے بولے کہ مدیحہ سر ہلاتی باہر آ گئیں۔ ابھی وہ باہر نکلی تھیں کہ سفیرہ سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دی۔

امی کیا ہوا۔۔۔ بابا سے بات کی آپ نے؟" وہ ان کا اڑا ہوا رنگ دیکھ کر بے چین ہوئی۔

ہاں۔۔۔ وہ تمہیں بلا رہے ھیں، چلو میرے ساتھ۔" وہ اسے لے کر دوبارہ اندر چلی گئیں۔

تم اس لڑکے سے کب اور کہاں ملی تھی؟" سفیرہ ان کے پوچھے گئے سوال پر پلکیں جھکائے کھڑی تھی.

گاؤں میں ایک حادثے کے دوران اُس نے میری مدد کی اور مجھے گھر تک چھوڑا تھا۔" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بولی.

تم اِس سے پہلے بھی میری غیر موجودگی میں گاؤں جا چکی ہو؟ جواب دو۔" اسے لگا وہ کٹہرے میں کھڑی کر دی گئی ہے۔

www.novelsclubb.com

"جی۔"

کس کی اجازت سے؟"ان کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ مدیحہ کا سارا خون جیسے نچوڑ لیا گیا تھا۔

"امی کی اجازت سے۔"

تم نے میری اجازت کے بغیر اِنہیں کیوں بھیجا تھا وہاں؟"وہ مدیحہ کی طرف پلٹے۔" انہوں نے سانس تک روک لیا۔

"تمہیں اس لڑکے نے کیا باتیں کہی ہیں جو تم اندھی ہو گئی؟ یہ تربیت کی تھی تمہاری؟"

حسن علی کی نگاھیں طیش سے سرخ پڑنے لگیں۔

بابا میں نے اسے اپنے لیے پسند کیا ہے، اور آپ کو بھی وہ ضرور پسند آئے گا۔ آپ اس "سے ملئے تو۔۔۔۔"

سفیرہ آہستہ آواز میں کہہ رہی تھی کہ اس کی بات کاٹ دی گئی۔

"اُس کی ہمت کیسے ہوئی کہ اس نے تمہیں آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا؟"

"بابا وہ بہت اچھا انسان ہے۔۔۔"

اچھا ہے تو کسی کی بہن بیٹی کو محبت کا جھانسا دے کر تباہ کیوں کر رہا ہے؟ یہ ہے اس کی"

"اچھائی؟ اُس نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب یا تو وہ رہے گا یا میں۔۔۔۔

سفیرہ نے حیرت سے نگاھیں اُٹھائیں۔

سب جانتا تھا میں کہ وہ تمہیں ورغلانے کی کوشش کر رہا ہے مگر خاموش رہا۔ مجھے تم" سے یہ توقع ہر گز نہیں تھی۔ مجھے بہت یقین تھا تم پر جو نہیں رہا۔ اب وہ احمد جبریل ہو یا جو کوئی بھی، اگر میری عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا تو میں اُس کے ساتھ بہت برا پیش آؤں گا۔ میں ابھی اسی وقت اسے ختم کرنے جا رہا ہوں۔" حسن علی نے ڈراز سے ایک مضبوط چمکتا ہوا خنجر نکالا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ مدیحہ کے پیروں تلے سے زمین نکلنے لگی۔

ان کی بات سن کر سفیرہ کی روح تک کانپ گئی تھی۔

بابا۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاھتی تھی مگر وہ پلٹے۔"

"تم نے یہ قدم اٹھانے کی جرآت بھی کیسے کی؟ دل تو چاھتا ہے تمہیں بھی مار دوں۔"

انہوں نے سفیرہ کی تھوڑی سختی سے پکڑی پھر اسی سختی سے جھٹک دی۔

"جتنا تمہیں حد میں رکھا تم نے اتنا ہی میری اِن حدود کو پار کرنے کی کوشش کی۔ جس کو تم نے اتنا آگے بڑھا لیا ہے وہ شخص کل کو تمہارے پیچھے یہاں تک آجائے گا۔اور میں نہیں چاھتا کہ ایسا ہو۔۔۔اِسی لئے آج اُس کی فاتحہ پڑھ لو تم۔"اُس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ بابا کا ردِ عمل ایسا ہو گا۔وہ اپنی آنکھوں میں اُمڈتے آنسو روک نہیں پائی۔

"بابا میری بات تو سن لیں۔۔۔میں نے آپ کی عزت نہیں اچھالی۔نہ ہی وہ ایسا لڑکا ہے۔۔۔"

"چٹاخ۔"

ایک زوردار تھپڑ کے ساتھ اسے خاموش کر دیا گیا۔سفیرہ کو یقین ہی نہیں آیا۔

"بابا۔۔۔؟"وہ بے یقین تھی۔"

مدیحہ آگے بڑھ کر اسے تھام بھی نہ سکیں۔

www.novelsclubb.com

یہی وجہ تھی۔۔۔اور اسی وجہ سے میں تمہیں گھر میں باندھ کر رکھتا تھا۔۔دیکھ لیا تم نے اپنی ضد کا نتیجہ ؟"انہوں نے مدیحہ کو دیکھا۔

عزت نہیں اچھالی، مگر اب کیا رسوا کر کے چھوڑو گی؟آج ہی قصہ ختم کروں گا میں۔" اُس احمد جبریل کا چہرہ اب تم کبھی دیکھ نہیں پاؤ گی۔" سفیرہ کا حلق خشک ہونے لگا۔

بابا پلیز۔۔۔وہ بہت اچھا ہے۔۔۔آپ اس سے مل کر تو دیکھیں۔۔۔"وہ بمشکل بول" رہی تھی۔

شٹ اپ۔۔۔اگر وہ اتنا ہی اچھا ہے تو ایک ہی بار مل لیتا ہوں اُس سے۔میں اُس شخص کا" "قتل کر دوں گا جس نے میری عزت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

سفیرہ کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

بابا آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔اسے نقصان مت پہنچائیں۔۔۔پلیز۔۔۔"وہ منت کر" رہی تھی۔حسن علی نے جیسے سنا ہی نہیں۔وہ اپنا تیز دھار خنجر لے کر جا رہے تھے۔سفیرہ ان کے پیچھے دیوانوں کی طرح بھاگی۔

بابا رُک جائیں۔"اس کا سانس تھمنے لگا تھا۔"

بابا اگر وہ نہ رہا تو میں نہیں رہوں گی۔"وہ ان کے پیچھے بھاگتی بول رہی تھی۔ماہی کچن سے نکل کر انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھی۔مدیحہ بھی اُن کے پیچھے تھیں۔

"بابا پلیز رُک جائیں۔"وہ ان کے پیروں میں جا گری تھی۔

"بابا میں قسم کھاتی ہوں اگر وہ مر گیا تو میں بھی مر جاؤں گی۔آپ مجھے مار دیں،مگر اسے کچھ مت کریں۔"وہ ہوش و حواس کھو رہی تھی۔حسن علی نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

ہٹ جاؤ۔"وہ ان کے پاؤں پکڑے ہوئے تھی۔انہوں نے جھٹکا مگر وہ ہٹی نہیں۔"

"آپ مجھے زندہ نہیں دیکھ پائیں گے،اگر آپ نے اسے کچھ کیا تو مجھے کچھ ہو جائے گا بابا۔" وہ رو رہی تھی۔

خدا کے لئے بابا،اس کی زندگی سے میری زندگی جڑی ہے،آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔"

اسے ابھی سے اپنی جان ختم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

اگر تمہیں اُس کی زندگی چاہئے تو ایک وعدہ کرنا ہو گا۔" وہ برف ہوتے لہجے میں بولے۔"

ہر طرف سکوت چھا گیا۔ماہی کا دل پھڑ پھڑانے لگا تھا۔ سفیرہ نے بھیگا چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔

تم اب اُس سے کبھی نہیں ملو گی۔اس سے کوئی تعلق نہیں رکھو گی۔" اسے لگا وہ وعدہ"

نہیں اُس سے جان مانگ رہے ہیں۔

"بولو منظور ہے؟"

وہ پوچھ رہے تھے۔ سفیرہ کا دل ٹوٹ کر ریزے ہو گیا۔دل بھی کیسا وفا پرست

ہے۔۔۔۔ایک اختیار چلا گیا تو خود کو فنا کر لیا۔

یہ مت کریں بابا۔۔۔۔میں ٹوٹ جاؤں گی۔" وہ بے بس ہوئی۔"

ہٹ جاؤ پھر میرے راستے سے۔آج میں اس شخص کا نام صفحہ ہستی سے مٹا کر چھوڑوں"

گا۔" وہ اپنا پاؤں چھڑاتے آگے بڑھنے لگے کہ سفیرہ کے کئی آنسوان کے پیروں پر گر گئے۔

مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں، اُس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گی۔"

سفیرہ نے جاں دے دی۔

پاؤں پر سے ہاتھ نیچے ڈھلک گئے۔ آنسو مر گئے اور وجود بے جان سا ہو گیا۔ حسن علی اپنی جگہ پر رُک گئے۔

جاؤ۔۔۔لے جاؤ اِسے۔" وہ ماہی سے کہہ کر واپس اندر چلے گئے۔"

سفیرہ نے تو زندگی کے نام پر زندگی دے دی تھی۔ وہ اب بنا زندگی کے کیا کرتی؟

★★★

کمرے میں پڑے پڑے اُسے جانے کتنا وقت بیت گیا تھا۔ وہ کتنی دیر سے روتی رہی تھی۔ ماہی نے اسے کچھ وقت کے لئے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ وہ خود بھی اِس بارے میں بات کرنا نہیں چاھتی تھی۔

www.novelsclubb.com

اس کا اپنا دل بوجھل ہوا جا رہا تھا۔ وہ اٹھی اور کمرے کا دروازہ ہولے سے سرکا دیا۔ وہ ہر چیز سے بے خبر بیڈ پر پڑی آنسو بہا رہی تھی۔

سفیرہ۔۔۔" ماہی بے چینی سے چلتی اس کے پاس پہنچی۔"

یہ تم نے کیا کیا سفیرہ؟" وہ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔"

سفیرہ نے بھیگی پلکیں اوپر اٹھائیں۔

میں نے کیا کیا؟" اس نے جواباً پوچھا۔"

تمہیں اُن سے یہ وعدہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔" ماہی کے چہرے پر یاسیت کی سی کیفیت" ظاہر ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

تو کیا کرتی؟" وہ حواسوں میں نہیں لگ رہی تھی۔"

ماہی چپ ہو گئی۔ جیسے لاجواب ہو گئی ہو۔ اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

تم نے تو عمر بھر کی اذیت اپنے نام کر لی۔" اسے دکھ تھا۔"

اگر آج بابا وہاں چلے جاتے تو کوئی ایک ہی زندہ رہتا۔میں انہیں کیسے ایک دوسرے کے مقابل آنے دیتی؟"

سفیرہ نے آنکھیں بند کر کے تمام آنسوؤں کو بہنے دیا۔

تم نے محبت میں بہت بڑا نقصان اٹھالیا۔اور ایفائے عہد بھی نہ کر پائیں۔"ماہی افسردگی سے کہہ رہی تھی۔

سفیرہ نے کچھ کہنے کی کوشش نہ کی۔

وہ کئی دن یونہی اپنے کمرے میں رہی۔اس نے خود کو بہت محدود کر لیا تھا۔کمرے کی دیواروں سے باتیں کرنا جیسے اس کی زندگی کا معمول رہا ہو۔

اس دن ناشتے پر سب ہی تھے مگر وہ نہیں تھی۔

"سفیرہ کہاں ہے؟"

حسن علی نے استفسار کیا تو مدیحہ روکھے لہجے میں بولیں۔

"اپنے کمرے میں۔"

یہاں پر کیوں نہیں ہے وہ؟"ان کا انداز نہ بدلا۔"

ماہی کے تو جیسے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

مر گئی ہے اِس لئے۔"وہ غصے سے بولی۔اور ایسا پہلی بار ہی ہوا تھا کہ وہ باپ کے سامنے یوں بولی تھی۔

بکواس مت کرو۔"انہوں نے اسے ڈانٹ دیا۔وہ سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

اسے کہو کہ سوگ منانا چھوڑ دے اب۔اُس شخص کو زندگی کا روگ بنا کر بیٹھی ہے جو اِس کے قابل بھی نہ تھا۔"وہ مدیحہ سے مخاطب تھے۔

پھر جلد ہی وہ اٹھے اور آفس کے لئے چلے گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اللہ نے دو بہن بھائی ہی دیے تھے جن سے بات کر سکتی تھی، جن کی بات سن سکتی تھی۔"

ان ظالم لوگوں نے وہ دونوں ہی چھین لیے مجھ سے۔" ماہی نم آنکھوں سے بڑبڑائی۔ پھر پاؤں پٹختی چلی گئی۔

★★★

بھائی میں نے آپ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔ نہ آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد۔" آپ کے بعد ایک ہی شخص کو زندگی بنایا تھا۔ وہ شخص بھی میرا ماضی بن گیا۔ میں کیا کروں، نہ مر سکتی ہوں نہ جی سکتی ہوں۔ میرا دل جلتا رہتا ہے۔ میں اُسے فراموش نہیں کر سکتی۔"

ایک آنسو لڑھکتا ہوا حیدر کی تصویر پر جا گرا۔

www.novelsclubb.com

میں نے آپ کے بعد بھی ہر روز آپ سے کلام کیا ہے۔۔۔ آپ کے دل پر کیا کچھ اثر نہیں پڑتا؟" وہ ہونٹ بھینچ کر جیسے ضبط کرنے لگی۔

کئی دن بیت چکے تھے۔ مگر واپس معمول پر آنا اب جیسے ناممکن ہو گیا تھا۔ اب یہی اس کا معمول تھا۔ یادوں کی بارش ہوتی تھی اور پھر رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اُس کا دل گواہ تھا کہ اُس نے جس کو جتنا چاہا وہ اُس سے اُتنا ہی دور چلا گیا۔

تم رویا تو نہ کرو۔"اُس دن ماہی نے اُسکی نم ہوتی پلکیں دیکھیں تو دکھ بھرے لہجے میں" بولی۔

انسان کو جس چیز میں سکون ملتا ہے وہ وہی کرتا ہے، مجھے رونے سے سکون ملتا ہے، سو" میں وہی کرتی ہوں۔"اس نے عام لہجے میں کہا۔ ماہی بے بسی سے اُسے تکتی رہ گئی۔

پھر اسی دن وہ اپنے کمرے میں تھی جب ماہی اُس کے پاس پیغام لے کر آئی۔

آفرین بھابھی کا فون ہے، تم سے بات کرنا چاھتی ھیں۔"ماہی نے بتایا۔"

کہہ دو کہ میں نہیں ہوں۔ مجھے ان سے بات نہیں کرنی۔"اس نے صاف انکار کر دیا۔"

ماہی چند پل حیران کھڑی رہی۔

مگر وہ بضد ہیں کہ انہیں تم سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔" ماہی نے اپنی بات پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔

سفیرہ کچھ سوچتے ہوئے اسکے ساتھ چل پڑی۔

ریسیور کان سے لگاتے ہوئے بھی اس کا چہرہ بے تاثر ہی رہا۔

"مجھے تم سے احمد کے بارے میں بات کرنی ہے۔"

جب انہوں نے یہ کہا تو سفیرہ نے اتنے عرصے میں پہلی بار اپنے دل کا دھڑکنا محسوس کیا تھا۔

احمد پوچھ رہا تھا کہ کیا تم نے بات کی اپنے بابا سے؟ اور پوچھنا تو میں بھی چاہ رہی تھی، تم نے واپس رابطہ ہی نہیں کیا، خیریت ہے؟" اُن کی آواز میں تشویش تھی۔

سفیرہ چند پل کے لئے خاموش رہی پھر بولی۔

بھابھی آپ احمد جبریل سے کہہ دیں کہ وہ میرا خیال اپنے دل سے نکال دے۔ میرے" بارے میں سوچنا چھوڑ دے۔ جو کچھ بھی ماضی میں ہوا میں نہیں چاھتی تھی کہ ایسا ہو۔ لیکن اب میں اُس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاھتی۔"اُس نے صاف صاف الفاظ میں بغیر لڑکھڑائے کہا۔ پاس کھڑی ماہی کا چہرہ فق ہونے لگا۔

دوسری طرف سکتہ چھا گیا۔ بھابھی کو گویا بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ بولیں تو آواز بہت محتاط تھی۔

سفیرہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مذاق کا وقت نہیں ہے میں تم سے سنجیدہ بات کر رہی" ہوں۔"وہ تحمل سے سنتی رہی۔

میں سنجیدہ ہوں بھابھی۔ اور اب سنجیدگی کے سوا رہ کیا گیا ہے؟ آپ بس اُسے کہہ دیجیئے" گا کہ سفیرہ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ میں سمجھی کہ مجھے وہ پسند آگیا ہے مگر "اب سمجھ گئی ہوں کہ میرے دل میں تو اُس کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں۔

بے تاثر لہجہ اور بلا کی سنجیدگی۔

دل کی حالت مگر دیکھنے سے کہاں نظر آتی ہے۔

ماہی نے اُسے ضبط سے دیکھا۔اُس کا دل چاہا کہ اُس کے ہاتھ سے ریسیور جھپٹ کر آفرین بھابھی کو سب سچ بتا دے۔اور کہے کہ احمد جبریل سے کہنا! جس پر جان وار دینے کو تیار تھے آج وہ مر رہی ہے آ کر سنبھال لو اسے۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو سفیرہ؟"ماہی نے لب بھینچ کر دھیمے لہجے میں کہا مگر اُس نے سنا ہی نہیں۔

میں بے حد سنجیدہ ہوں۔۔۔اور اب اُسے کہیئے گا کہ اپنی بے جا محبت کو لے کر میرے" سامنے نہ آئے،اب میں اُس کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔"سفیرہ اپنے لہجے کی خشکی کو برقرار رکھے بولی اور ساتھ ہی ایک نرم گرم سا آنسو اُسکی آنکھ سے بہہ گیا۔

تمہیں ہوا کیا ہے؟ مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی سفیرہ۔کچھ ہوا ہے تو مجھے بتاؤ۔تم یوں" "اُسے کیسے انکار کر سکتی ہو؟ تم نے بات نہیں کی حسن انکل سے؟

آفرین بھابھی نے پے در پے سوال کئے۔

میں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔بس یہ جان لیں کہ مجھے احمد میں کوئی دلچسپی نہیں" ہے۔میں مزید کچھ نہیں کہنا چاھتی۔"اُس نے ریسیور رکھ دیا۔اب وہ مزید کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

ماہی نے اُسے کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے ہی تھے کہ وہ پلٹ گئی۔

اور کمرے میں جا کر اُس نے دروازہ بند کر لیا۔اب تو ہر دروازہ ہی اپنے اوپر بند کر لیا تھا اُس نے۔وہ بس اِس قیدِ تنہائی میں مدفن ہو جانا چاھتی تھی۔

اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔پھر اُس نے آنسوؤں کو آزادانہ بہنے دیا۔

★★★

www.novelsclubb.com

احمد اُس دن آفرین بھابھی سے بات کرنے آیا تھا۔آفرین بھابھی نے اُسے بتایا تھا کہ سفیرہ کی امی اسکے بابا سے بات کریں گی مگر اب اِس بات کو کافی دن گزر چکے تھے۔

بھابھی اُس نے آپ سے کوئی رابطہ نہیں کیا؟ سب ٹھیک ہے وہاں ؟"احمد اُن سے پوچھ" رہا تھا اور اُسی کے کہنے پر آفرین نے سفیرہ کو فون کیا تھا۔اتنے میں فراز بھی احمد کے ساتھ آ بیٹھا۔

اُس کے چہرے پر خاصی سنجیدگی تھی۔احمد نے نچلا لب دبا کر فراز کو دیکھا۔پھر شانے اچکائے تو فراز کے بگڑے ہوئے تاثرات فوراً ہی درست ہو گئے۔

آفرین فون کان سے لگائے اُن کے سامنے ہی بیٹھی تھیں۔

ماہی سفیرہ سے میری بات تو کرواؤ۔"کچھ دیر بعد وہ بولیں۔"

ماہی نے کافی وقت لگایا تھا مگر پھر جب سفیرہ کی آواز سنائی دی تو بھابھی کو ذرا تشویش ہوئی۔

مجھے تم سے احمد کے بارے میں بات کرنی ہے۔"انہوں نے احمد کو دیکھتے ہوئے کہا جو" منتظر نگاھوں سے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔دوسری طرف خاموشی چھائی رہی تو بھابھی کو پریشانی لاحق ہوئی۔

احمد پوچھ رہا تھا کہ کیا تم نے بات کی اپنے بابا سے؟"انہوں نے اُسکے رابطہ نہ کرنے کی" وجہ بھی دریافت کی۔پھر اُسکے بولنے کا انتظار کرنے لگیں۔مگر سفیرہ کی بات سن کر بھابھی کے چہرے کا رنگ ایک دم سے پھیکا پڑ گیا۔

وہ کہہ رہی تھی کہ اُسے احمد کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا۔ بھابھی نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر ذرا سا مسکرا کر اُنہیں واپس آنے کا اشارہ کرتی اندر چلی گئیں۔

احمد اور فراز دونوں نے ہی نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

سفیرہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مذاق کا وقت نہیں ہے میں تم سے سنجیدہ بات کر رہی ہوں۔" وہ کمرے میں جا کر بولیں۔

مگر سفیرہ کی باتیں ان کی سمجھ سے باہر ہو رہیں تھیں۔

وہ لڑکی جو کل تک محبت ہو جانے پر جھومتے ہوئے نہیں تھک رہی تھی آج وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے دل میں احمد کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔ بھابھی کچھ کہتے کہتے رہ گئیں۔

سفیرہ اپنی بات پر قائم بے رحم انداز میں بول رہی تھی۔ بھابھی کو عجیب لگا۔

تمہیں ہوا کیا ہے؟ مجھے تم ٹھیک نہیں لگ رہی سفیرہ۔ کچھ ہوا ہے تو مجھے بتاؤ۔ تم یوں "اُسے کیسے انکار کر سکتی ہو؟ تم نے بات نہیں کی حسن انکل سے؟

آفرین کو بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔

مگر وہ کہہ رہی تھی کہ اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ اور اُسے احمد میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ فون بند کر چکی تھی۔ جبکہ بھابھی دم بخود سی کھڑی رہ گئیں۔

وہ کیا کہہ رہی تھی؟ اُنہیں اِس سب پر یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

وہ احمد سے کیا کہیں؟ چند پل لگے تھے اُنہیں خود کو واپس نارمل کرنے میں۔ پھر وہ باہر چلی آئیں۔ احمد اور فراز اُنہی کے منتظر تھے۔

کیا ہوا بھابھی؟" احمد نے پوچھا۔ بھابھی بظاہر تو پرسکون نظر آنے کی کوشش کر رہی" تھیں۔ مگر اُن کے اندر کیسا طوفان اٹھ رہا تھا یہ وہی جانتیں تھیں۔

وہ سفیرہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کہہ رہی تھی کہ ابھی بابا سے بات نہیں کی۔" اُس نے خود ہی آنٹی کو منع کیا ہے کہ ابھی بات نہ کریں۔ کچھ دن تک مزید صبر کرنا پڑے گا آپ کو۔" آفرین بھابھی کہہ کر آخر میں بمشکل مسکرائیں۔

کیا ہوا ہے اُسے؟" احمد اپنی فکر کو چھپا نہیں سکا۔"

اتنا کچھ خاص نہیں۔ بس تھوڑا بخار ہے۔ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے تھوڑی بہت "
طبیعت میں خرابی ہو جاتی ہے۔" بھابھی نے اُسے پُر سکون رہنے کو کہا۔ تو وہ اُن کے سامنے خاموش ہو گیا۔ حالانکہ اُسے اندر ہی اندر کئی تشویشات لاحق تھیں۔ پھر وہ کچھ دیر کے بعد ہی چلا گیا۔

آفرین اگلے کئی گھنٹے گم صم بیٹھی رہیں۔

★★★

اُس لڑکے نے میری بیٹی کا استعمال کیا ہے۔ میں آپ کے ساتھ تعلقات کی یہ کیا سزا"
بھگت رہا ہوں؟ معاملات اپنی جگہ مگر اِس کا اثر میری بیٹی پر پڑا تو میں ہر تعلق کو ایک طرف رکھ دوں گا۔"

فون پر بات کرتے ہوئے حسن علی کا مزاج آج پہلے جیسا نہ تھا۔ دوسری طرف موجود شخص کو اچھنبھا لگا۔

تم احمد جبریل کی بات کر رہے ہو حسن؟" سوال آیا تو حسن علی کی رگیں مزید تن گئیں۔"

میں اُسی کی بات کر رہا ہوں۔" وہ لب بھینچ کر بولے۔"

میں نہیں مانتا۔ احمد جبریل ایسا کر ہی نہیں سکتا۔" دوسری طرف سے وہی ٹھہری ہوئی" آواز سنائی دی تو حسن علی کے چہرے پر بل پڑے۔

"آپ اُس کی طرف داری کر رہے ہیں؟ وہ دوست ہے یا دشمن؟"

بات طرف داری کی نہیں ہے، میں اپنے دشمن کے ہر انداز سے واقف ہوں۔ اور میرا" یقین کرو، میں نے آج تک ایسا خاندانی شخص پہلے نہیں دیکھا۔" وہ بڑے ہی سکون سے بولا تھا۔ حسن علی نے غصے سے مٹھی بھینچی۔

اُسکے راگ الاپنا بند کرو۔۔۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اُس نے میری بیٹی پر نظر" رکھی اور تم میرے سامنے اُسکی تعریفیں کر رہے ہو؟ میں بتا رہا ہوں اُس لڑکے کو قتل کرنے سے پہلے میں ایک بار سوچوں گا بھی نہیں۔" حسن علی کا لہجہ شاید دوسری جانب موجود شخص کے مطابق نہ تھا۔ تبھی وہ کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"میرے ساتھ بات کرنی ہو تو اپنے لہجے پر توجہ رکھا کرو حسن علی خان۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ تمہیں اپنی عزت کتنی عزیز ہے۔ مگر میں اِس بات کی گارنٹی دیتا ہوں کہ احمد جبریل کو تمہارے بارے میں کچھ بھی پتا نہیں ہے۔اور اگر اسے کچھ علم ہے بھی تو وہ تم تک پہنچنے کے لئے تمہاری بیٹی کا استعمال ہر گز نہیں کرے گا۔"

حسن علی کو واپس نارمل ہونے میں وقت لگا۔

"میں آپ پر یقین کر بھی لوں تو اِس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتا کہ اُس لڑکے نے میری عزت پر نظر ڈالی تھی۔اب اگر وہ میرے سامنے آگیا تو اُس کی زندگی کی گارنٹی میں نہیں دوں گا۔" حسن علی نے لہجے کی سنجیدگی برقرار رکھی۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میرے لئے کام ہی آسان ہو گا۔البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ اُس لڑکے کو تمہاری بیٹی سے محبت ہو گئی ہے۔اور اگر بیٹی کے پیار میں آکر تم نے اُس کا ہاتھ احمد جبریل کے ہاتھ میں دے دیا تو میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں بچے گا۔اور

جب مجھ سے کوئی تعلق توڑتا ہے تو تم جانتے ہو اُس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔" اُس شخص کے معنی خیزی سے کہے گئے جملے پر حسن علی خان کے لب ساکت ہو گئے۔اُس نے فون بند کر دیا۔

جبکہ حسن علی ایک گہری سوچ میں غرق نظر آنے لگے۔

★★★

وہ رات کے کسی وقت ہوش میں لوٹی تو ارد گرد سب کچھ تاریکی میں ڈوبا نظر آرہا تھا۔اُس نے اپنا بھاری ہوتا سر اوپر اٹھایا۔ پھر آہستگی سے اٹھ کر کمرہ روشن کر دیا۔

اُسکی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں۔اور اب اُن میں جلن کا احساس ہونے لگا تھا۔ گلا خشک ہو چکا تھا۔وہ ٹیبل کی طرف مڑی تو پانی بھی نہیں تھا۔اُس نے بیڈ پر واپس بیٹھتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا۔

پھر اُسے ماہی کا خیال آیا۔وہ اسے باہر چھوڑ کر خود کمرے میں تھی۔ سفیرہ نے دروازہ کھول کر باہر قدم رکھا۔ماہی کہاں سوئی ہو گی؟ پھر اُسے حیدر کے کمرے کا خیال آیا تو سیدھی اُسی طرف چلی گئی۔

حیدر کے کمرے کا دروازہ اس نے آہستگی سے کھولا۔ماہی وہیں پر تھی۔ سفیرہ الٹے قدموں واپس آگئی۔کچن کی طرف بڑھتے اس کے قدم تب رکے جب اسٹڈی سے آتی آواز نے اسکی سماعت کو چھوا۔

میں آپ پر یقین کر بھی لوں تو اِس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتا کہ اُس لڑکے نے میری" عزت پر نظر ڈالی تھی۔اب اگر وہ میرے سامنے آگیا تو اُس کی زندگی کی گارنٹی میں نہیں دوں گا۔" سفیرہ نے سانس تک روک لیا۔اُسکی جلتی نگاھیں ایک بار پھر اشک بار ہوئیں۔یہ الفاظ کیسے زہریلے تھے کہ ہر بار کا سہنا ایک سی تکلیف دیتا تھا۔

وہ بغیر پانی کے واپس کمرے میں آگئی۔

www.novelsclubb.com

★★★

اگلے دن جب آفرین درخت کی چھاؤں میں کھڑی کسی گہری سوچ میں گم تھیں تو اُنہیں احمد کے آنے کی خبر ہوئی۔

ہوا ہلکی ہونے کے باوجود پتوں کو اڑا کر لے جا رہی تھی۔آفرین الجھن میں پڑ چکی تھیں۔

میں جانتاہوں کل آپ نے جھوٹ کہا تھا۔ بات ویسی نہیں تھی جیسی آپ نے بتائی" تھی۔ آپ کو مجھ پر بھروسا ہونا چاہئے بھابھی۔ مجھے سچ بتایئے، سفیرہ نے آپ سے کیا کہا تھا کہ "آپ ہمارے سامنے بات کرنے سے کترارہی تھیں؟

احمد اب اُن کے سامنے بیٹھا نظریں جھکائے آہستگی سے بول رہا تھا۔

بھابھی کی بے چینی چہرے پر ظاہر ہونے لگی۔ وہ جانتیں تھیں احمد کے سامنے جھوٹ بولنا کتنا مشکل ہے۔ کل بھی شاید اُس نے فراز کی موجودگی کی وجہ سے ہی مزید استفسار کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مگر وہ اصل بات جان کر رہے گا یہ سوچتے ہوئے اُنہوں نے اُسے سچ بتانے کا ہی فیصلہ کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُس نے کہا کہ اُسے غلط فہمی ہوگئی تھی کہ وہ آپ کو پسند کرنے لگی ہے۔ اور اب اُسے لگتا" ،ہے کہ اُس کے دل میں آپ کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ احمد جبریل سے کہنا کہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اُسے آپ سے محبت نہیں ہے۔" بھابھی کہہ کر خاموش ہوگئیں۔

اور خاموش تو احمد بھی ہو چکا تھا۔اُس نے کیا الفاظ سنے تھے کہ اُسے چپ ہی لگ گئی تھی۔

وہ کہہ رہی تھی کہ اُسے آپ سے محبت نہیں ہے؟" وہ اُن کے اِس فقرے کو سوچ رہا" تھا۔اور بے یقینی بڑھتی جارہی تھی۔

احمد نے انہی خاموش نگاھوں سے بھابھی کو دیکھا۔وہ کیا پوچھنا چاہ رہا تھا، وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا، بھابھی اُسکی ساری کیفیات سمجھ رہیں تھیں۔

میں نے اُس سے کہا کہ تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔۔۔تم یوں انکار کیسے کر سکتی ہو؟" "مگر وہ بے حد سنجیدہ تھی۔اتنی سنجیدگی سے وہ یہ سب کہہ رہی تھی کہ میں خود حیران رہ گئی۔

وہ نہیں چاہتیں تھیں مگر وہ اپنے سامنے بیٹھے شخص کا دل توڑ رہیں تھیں۔

بھابھی۔۔۔؟" اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔یہ بہت بولنے والے لوگ کہاں" چپ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ انہیں اذیت گھیر لے۔

میں جانتی ہوں آپ کے لئے یقین کرنا مشکل ہے مگر یہی سچ ہے۔اُس نے مجھ سے یہی" کہا۔"

بھابھی کا اپنا دل بھی دُکھا ہوا لگ رہا تھا۔

اُس نے جھوٹ کہا۔" وہ اپنے عام لہجے میں واپس لوٹا۔"

بھابھی نے اُسے نا سمجھی سے دیکھا۔

جب وہ خود کہہ رہی ہے کہ وہ آپ سے۔۔۔" بھابھی کچھ کہہ رہیں تھیں مگر احمد سننا" نہیں چاہتا تھا۔

وہ خود نہیں کہہ رہی تھی۔ وہ یہ بات کبھی نہیں کہہ سکتی۔ وہ مجھ سے محبت کرتی" ہے۔۔۔ یہ بات میرا دل جانتا ہے۔" احمد نے اُنہیں حقیقت میں یقین دلانا چاہا تھا۔

لیکن اُس نے کہا کہ آپ سے کہہ دوں کہ دوبارہ اپنی یہ بے جا محبت لے کر اُسکے سامنے " مت آیئے گا۔۔۔ اب وہ آپ کی باتوں میں نہیں آئے گی۔" انہوں نے سفیرہ کی کہی گئی بات دہرائی تو احمد استہزائیہ ہنسا۔

بے جا محبت۔۔۔!" اُس نے طنزاً مسکرا کر سر جھٹکا۔"

کچھ تو ہوا ہے جو وہ یہ سب کہہ رہی ہے۔ میں نہیں مانتا کہ یہ سب باتیں اُس سفیرہ نے کہی ہیں جسے میں جانتا ہوں۔" ہاں محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جس سے ہوتی ہے اُسکی پہچان خود سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر انسان وہ نہیں رہتا جو وہ ہوتا ہے۔

"مجھے اِس بارے میں علم نہیں ہے۔ مجھے اُس نے یہی کہا اور میں نے اُس کا پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن اب آپ کیا کریں گے ؟" آفرین بھابھی کے لئے اب یہی سب سے اہم تھا کہ وہ کیا کرے گا۔

وہ جانتیں تھیں کہ اپنی محبت کو وہ یوں تو اپنے ہاتھوں سے جانے نہیں دے گا۔

"میرا بھی ایک پیغام اُس تک پہنچا دیں۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔ بھابھی ایک بار پھر متوجہ ہوئیں۔

"اُسے کہیئے گا کہ احمد جبریل نے جان دینے کی بات کی تھی، تم تو میری روح چھین رہی ہو مجھ سے۔ میں ہرگز اُس وقت تک اِن باتوں پر یقین نہیں کر سکتا جب تک وہ خود میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہ کہہ دے کہ جاؤ احمد۔۔۔ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔ اگر اُس نے کہہ دیا

،تو مان لوں گا۔۔۔ چلا جاؤں گا۔اور اگر اُس نے نہ کہا تو مر جاؤں گا مگر اُسے نہیں چھوڑوں گا اُسکے پیچھے ضرور جاؤں گا۔اگر اُسکے گھر والے نہیں مان رہے تو خود مناؤں گا اُنہیں۔ مگر کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔اُسے کہیئے گا نباہ کے وعدے یوں نہیں توڑے جاتے، کچھ مان تو محبت کا بھی ہوتا ہے۔وہ مان ہی توڑ دے گی تو آنے والے لوگ محبت پر اعتبار چھوڑ دیں گے۔" وہ کہتا گیا۔یہ سوچے بنا کہ اُسکے سامنے سفیرہ نہیں آفرین بھابھی بیٹھی ہیں۔ محبت بے اختیاری ہی تو ہوتی ہے۔ اور اِس بے اختیاری میں انسان کو محبوب کے علاوہ کچھ دکھائی کہاں دیتا ہے۔

اُسے کہیئے گا کہ میں کبھی بھی اِن باتوں پر یقین نہیں کر سکتا۔جانتا ہوں کہ محبت کرتی ہو۔۔۔اور اگر نہیں کرتی تو میرے سامنے آکر خود دوٹوک بات کرو مجھ سے۔ ورنہ میں خود چلا آؤں گا پوچھنے۔" وہ اپنا پیغام بھابھی کو دے کر چلا گیا۔اور وہ جھولی میں ہاتھ دھرے بہت دیر تک وہاں بیٹھیں رہیں۔

★★★

آفرین بھابھی نے شام کے قریب اُسے فون کیا تھا۔فون آج مدیحہ نے اُٹھایا تھا۔

اُن سے سلام دعا کے بعد وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہیں۔ پھر انہوں نے ماہی سے بات کروانے کو کہا۔

ماہی سے تو میری بات کروائیں۔ بہت یاد کر رہی تھی میں اُسے۔" وہ ڈائریکٹ سفیرہ کا" نام نہیں لینا چاہتیں تھیں۔

کچھ لمحے بعد ہی ماہی کی آواز سنائی دی۔

ماہی پلیز جلدی سے کسی طریقے سفیرہ سے میری بات کروا دو۔" اُن کا انداز ایسا تھا کہ " ماہی کو خود اچھنبھا لگا۔ وہ اپنے سامنے بیٹھیں مدیحہ کو دیکھ کر اپنے تاثرات چھپانے لگی۔

جی بھابھی سفیرہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔اُس سے بھی بات کرنی ہے آپ کو۔۔۔؟" وہ" ماں کو کن اکھیوں سے دیکھتی مسکرا کر بولی۔

"اچھا میں کرواتی ہوں۔"

پھر فون لئے اُسکے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ مدیحہ اُسے بغور دیکھتیں رہیں مگر کچھ نہ بولیں۔

سفیرہ یہ لو بات کرو۔"اُسکے کمرے میں پہنچ کر اُس نے جلدی سے فون سفیرہ کے کان"
کے ساتھ لگایا۔

وہ اِس اچانک عمل پر نا سمجھی سے اُسے دیکھتی رہی۔

سفیرہ۔۔۔؟"بھابھی کی آواز نے سفیرہ کو سب سمجھا دیا۔اُس نے غصے سے ماہی کو"
دیکھا۔وہ نظریں چرا گئی۔

بھابھی میں نے آپ سے کہا تھا۔۔۔"اِس سے پہلے کہ وہ دوبارہ وہی بات کہہ کر فون"
بند کر دیتی بھابھی نے اُسے ٹوک دیا۔

میری بات سنو۔۔۔اور چپ کر کے سنو۔"اُنہیں اپنا پیغام پہنچانا تھا۔"

وہ واقعی چپ ہو گئی۔

احمد بھائی کو بتا دیا ہے سب کچھ۔۔۔۔مگر وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔وہ کہتے ہیں"
کہ اُنہیں خبر ہے تم محبت کرتی ہو اُن سے۔۔۔اور جس وجہ سے تم یہ سب کہہ رہی ہو وہ اُس
وجہ کو بھی ختم کر دیں گے مگر ایک بار تم اُن سے سچ بول دو۔وہ تمہارے بابا کو بھی منالیں گے

اگر وہ نہیں مانے تو۔ مگر وہ تمہیں کسی قیمت پر بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔" سفیرہ نے اپنی پلکوں کو نم ہونے سے بچایا۔

وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تو نہ کرے۔ یہ اُسکا مسئلہ ہے۔ میں نے جو کہنا تھا وہ کہہ چکی ہوں۔" اُس نے آنکھیں موندے بمشکل اپنے لفظ جوڑے تھے۔

اُنہوں نے تمہارے لئے خاص پیغام دیا ہے سفیرہ۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر تم اُن سے" محبت نہیں کرتی تو سامنے آ کر دو ٹوک بات کرو۔ اگر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ دو گی کہ نہیں کرتی محبت تو وہ مان لیں گے۔۔۔ ورنہ دوسری صورت میں خود آ کر پوچھیں گے تم سے۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا۔۔۔؟ تم مجھے یہ بتاؤ۔" آفرین بھابھی نے اُسے گویا کنویں اور کھائی میں سے کسی ایک کو چننے کو کہا تھا۔

سفیرہ کے لب ساکت تھے۔ ماہی اُسکے بدلتے رنگ دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

مجھے بتاؤ، کیا کہوں اُنہیں؟ کہہ دوں کہ خود جا کر بات کریں تم سے؟ یا تم آؤ گی؟" آفرین بھابھی نے سپاٹ انداز میں پوچھا تو سفیرہ بے بس ہو گئی۔ انتہائی بے بس اور لاچار محسوس کیا تھا اُس نے خود کو۔

بھابھی آپ مجھے مشکل میں کیوں ڈال رہی ہیں؟" اُس نے سر جھکا کر بے بسی سے پوچھا۔

میں نہیں، مشکل میں تم نے خود کو ڈالا ہے سفیرہ۔۔۔ احمد بھائی جیسے شخص کو کیسے انکار کر سکتی ہو تم؟ وہ بھی تب جب خود محبت کا اقرار کر چکی ہو؟" وہ افسوس سے بولیں۔

سفیرہ کے چہرے پر ایک دم ہی سنجیدگی رقم ہو گئی۔ چند لمحے بعد جب وہ بولی تو لہجہ ٹھنڈا تھا۔

میرا انتظار کیجئے گا۔۔۔ وہاں آکر سب سمجھاؤں گی آپ کو۔" اُس نے کہا۔

اُس نے کہہ تو دیا تھا کہ وہ وہاں جائے گی مگر اب کیسے جائے گی یہ مسئلہ تھا۔ بابا گھر پر نہیں تھے اور اُنہوں نے کل واپس آنا تھا۔اِس کا مطلب تھا کہ اُس کے پاس بس آج کی رات ہے۔ مگر وہ ماں سے کیا کہے گی؟ وہ اُسے جانے کی اجازت کیسے دیں گی یہ بھی مسئلہ تھا۔

تم وہاں جارہی ہو، وہ بھی شام کے وقت۔ لیکن جاؤ گی کیسے تمہیں اجازت ہی نہیں ہے"

؟"

ماہی کے پوچھنے پر وہ عام لہجے میں بولی۔

تم لے کر دو گی اجازت۔۔۔۔اور مجھے جانا ہی ہو گا۔"آخر میں وہ کہیں کھو سی گئی۔"

اگر آج نہیں گئی تو سب بگڑ جائے گا۔۔۔سب کچھ خراب ہو جائے گا۔ بابا کی بات سچ" ہو جائے گی۔ میں اُن کی عزت کو خاک میں ملانا نہیں چاھتی۔ مجھے ایک آخری بار وہاں جانا ہی ہو گا۔"اُس نے آنکھوں کو نم ہونے سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

تم وہاں جا کر کیا کرنے والی ہو؟" ماہی سب جانتی تھی۔اُس کے ہر ارادے سے واقف" ہو چکی تھی مگر ایک بار اُسکے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ سفیرہ چند لمحے ساکت پتلیوں سے ماہی کا چہرہ تکتی رہی۔

اُس نے بابا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُس سے نہیں ملے گی،اُس سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔ پھر وہ اُس سے ملنے کیوں جا رہی تھی؟ ہاں اُسی وعدے کو تکمیل تک پہنچانے جا رہی تھی۔ جس وعدے نے اُسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

اُسے بتانے جا رہی ہوں کہ مر گئی وہ سفیرہ جس کی آنکھوں نے دھند میں کبھی تمہاری" تلاش کی تھی۔"

★★★

مدیحہ اُسی جگہ پر بیٹھیں تھیں جہاں وہ اُنہیں چھوڑ کر گئی تھی۔ پھر وہ فون واپس رکھنے کے بعد اُن کے پاس بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

امی اگر آپ سے ایک چیز مانگوں تو دیں گی؟" ماہی نے یوں پوچھا کہ وہ غور کرنے پر مجبور ہوئیں۔

سفیرہ کے ساتھ جو ہوا وہ غلط تھا یہ آپ بھی مانتی ہیں۔ کیا آپ یوں ہی چپ بیٹھی رہیں گی؟ کچھ نہیں کریں گی؟ بابا کے سامنے کچھ تو احتجاج کیا ہوتا۔" وہ لہجہ نرم رکھتے ہوئے بولی۔

مدیحہ نے نفی میں سر ہلایا۔

تمہاری غلط فہمی ہے کہ میں کچھ کر سکتی ہوں۔ اُن کے فیصلے کے سامنے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

مگر اب تو وہ یہاں نہیں ہیں نا۔۔؟" مدیحہ نے اُسے اچھنبے سے دیکھا۔"

اگر آپ چاھتی ہیں کہ آپ کی بیٹی زندہ رہے تو اُسے آج ایک آخری بار گاؤں جانے کی اجازت دے دیں۔" ماہی نے اُن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ انہوں نے ایک نظر اُسے دیکھا پھر اپنا ھاتھ ایک جھٹکے سے پیچھے کر لیا۔

نہیں۔۔۔میں یہ اجازت نہیں دے سکتی۔"اُنہیں خوف تھا کہیں حسن کو پھر سے پتا" چل گیا تو وہ تو اُنہیں جان سے مار دیں گے۔

امی پلیز۔۔۔آخری بار۔"وہ التجا کر رہی تھی۔"

نہیں۔۔۔"وہ نہیں مانیں۔"

امی کیسی ماں ہیں آپ۔۔۔بیٹی مر جائے پرواہ نہیں۔آپ کو اپنی پڑی ہے۔"وہ اکتائی" پھر فوراً ہی اپنے الفاظ پر غور کیا تو شرمندہ بھی ہوئی۔

میں اپنے بارے میں نہیں سوچ رہی۔مجھے فکر ہے تم دونوں کی۔اُسے وہاں جانے کی" اجازت دے دی تو نہ تو وہ رہے گی نہ میں۔"ماہی ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔پھر اُن کے برابر سے اُٹھ کر اُن کے پاس نیچے بیٹھ گئی۔اُن کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا اور بولنے لگی.

بچپن سے آج تک ہر پل ہر لمحہ اُسکے ساتھ رہی ہوں امی۔میں نے اُسکے کئی زخموں کو" بھرتے دیکھا ہے،وہ میرے سامنے روئی بھی ہے،اپنے دکھ بھی بانٹے ہیں۔مگر آج تک کبھی میں نے اُسے اپنا دل مار کر درد کو سہتے ہوئے نہیں دیکھا۔اول تو خواہشیں اُسکے اندر جنم ہی نہیں

لیتیں۔اور اگر کوئی ایسی خواہش پیدا ہو جائے جس کی تکمیل ممکن نہیں تو وہ اُس خواہش کو ہی ختم کر دیا کرتی ہے۔اُسکے لئے کبھی روتی نہیں۔جو نہیں ملا سو نہیں ملا۔مگر آج بات خواہش کی نہیں محبت کی ہے۔میں سوچتی تھی ہر خواہش مر سکتی ہے لیکن کوئی محبت پر کمپرومائز نہیں کر سکتا۔مگر وہ تو اپنی محبت کو بھی مارنے پر تُلی ہے۔پاگل ہے! نہیں جانتی کہ محبت میں اور دوسری خواہشات میں فرق ہوتا ہے۔خواہشات مر ہی جاتی ہیں مگر محبت کو مارنے کے لئے تو خود کا مرنا بھی ناکافی ہے۔"وہ ہمیشہ اُسکی وکالت میں کھڑی رہتی تھی۔وہ آج بھی اُسکی وکالت میں کھڑی تھی۔

"اگر آج وہ وہاں نہ گئی تو وہ یہاں آجائے گا۔اور وہ اِسی بات سے ڈرتی ہے۔اسے لگتا ہے کہ اگر وہ یہاں آگیا تو وہ بابا کی نظروں میں مزید گر جائے گی۔وہ بس ایک آخری بار اُس سے ملنا چاھتی ہے،وہ بھی صرف بابا سے کئے گئے وعدے کو پورا کرنے کے لئے۔اُسے اجازت دے دیں امی۔وہ لمحہ لمحہ مر رہی ہے۔"ماہی نے ہاتھ کے ساتھ ساتھ اپنا سر بھی ان کے گھٹنے پر ٹکا دیا۔ اُنہیں اپنے گھٹنے پر گیلا سا لمس محسوس ہوا تھا۔ان کا دل اور کتنا سہتا۔ہولے سے اُسے اوپر اٹھایا۔ وہ رو رہی تھی۔کئی سالوں بعد اُسے یوں روتے ہوئے دیکھا تھا انھوں نے۔

"ٹھیک ہے چلی جاؤ۔ مگر بہت خیال رکھنا۔"

انھوں نے نم ہوتی پلکیں صاف کرلیں۔

★★★

یہ مغرب کی اذان کے بعد کا منظر تھا۔ باریک چاند بہت مدھم اور اُسکے قریب موجود ستارہ اُتنا ہی چمکدار دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت آسمان و زمین سناٹے کی زد میں قید لگ رہے تھے۔ نزمین خالہ اُسکے سامنے بیٹھی تھیں۔ ایک جانب چہرے پر ڈھیروں سوال لئے آفرین بھابھی منتظر تھیں۔ اور ماہی اُسکے پیچھے اُسے شانوں سے تھامے کھڑی تھی۔

"میں آپ لوگوں سے شاید آخری بار مل رہی ہوں۔ ہاں شاید آخری بار۔ کیونکہ بابا نے یہاں آنے سے منع کر دیا ہے۔ اور میں انھیں کوئی ایسا دکھ یا تکلیف نہیں دینا چاہتی جس کے بعد وہ سر بھی نہ اٹھا سکیں۔ بابا سے جب بات کی تو اُن کا ردِ عمل بہت سخت تھا۔ اِس لئے اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔" خالہ کے سامنے بیٹھی وہ اُنہی سے مخاطب کہہ رہی تھی۔ وہ

کافی سنجیدہ تھی اور لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہ سفیرہ ہے جو ایک عرصے سے راتوں کی نیند حرام کئے ہوئے آنسو بہانے کی پابند ہو چکی ہے۔وہ آج خود کو اُن کے سامنے نارمل رکھے ہوئے تھی۔

تو اسے دکھاوا کرنا بھی آ چکا ہے۔"ماہی سوچ رہی تھی۔"

خالہ نے افسوس کے سوا کچھ نہیں کہا تھا۔

تم خود کو مضبوط بناؤ۔کمزور مت پڑنا۔اگر تمہارے باپ نے یہ فیصلہ لیا ہے تو کچھ سوچ "سمجھ کر ہی لیا ہو گا۔"

اُن کے لئے یہ ایک عام سی پسندیدگی ہی تو تھی۔جو اِس عمر میں کسی کو بھی کسی سے بھی ہو جایا کرتی ہے۔اور پھر لمحوں میں، منٹوں میں غائب بھی ہو جاتی ہے۔

مگر اسے یوں بولتے دیکھ کر آفرین بھابھی کے چہرے پر بے چینی بڑھتی چلی گئی۔

چند ہی منٹ کے بعد بھابھی انھیں لے کر کمرے میں چلی گئیں۔

"سب کچھ جلدی سے واضح کرو سفیرہ۔۔۔میں سب کچھ جاننا چاھتی ہوں۔وقت بہت کم ہے ہمارے پاس۔اور میں صرف اِس پریشانی کے باعث اتنے دنوں سے ٹھیک سے کچھ کر بھی نہیں پائی۔"

وہ بے صبری ہوئی جارہیں تھیں۔

سفیرہ کا بے تاثر چہرہ اور بجھا ہوا وجود زندگی سے بہت دور دکھائی دینے لگا تھا۔

"بھابھی میں اُن سے نہیں لڑ سکتی۔میں نے کہا بھی تھا کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ بغاوت کر سکوں۔میرے پاس تو کوئی آپشن بھی نہیں رہا۔بس سامنے ایک سولی دکھائی دے رہی ہے۔اور اُس پر لٹکنا باقی ہے۔"

ایک نمکین آنسو اُسکے رخسار پر بہتا چلا گیا۔آفرین کو سب کچھ سیاہ ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔

"بابا نے کہا کہ وہ اُسے مار دیں گے۔وہ اُسے مارنے جانے والے تھے۔وہ بہت زیادہ غصے میں تھے۔اتنے غصے میں انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا میں نے۔اور مجھے لگا کہ جیسے وہ چلے گئے تو کچھ بہت غلط ہو جائے گا۔وہ میرے بابا ہیں۔وہ جو بھی فیصلہ کریں مجھے قبول ہے۔میرے ہاتھ

www.novelsclubb.com

میں تھا کہ انھیں منانے کی کوشش کروں۔ میں اُس کوشش میں ناکام ہو گئی۔ اب میں انھیں چھوڑ کر اُسے نہیں چنوں گی۔ اُسے چن ہی نہیں سکتی۔ اُسے چن لیا تو خود اُس سے ہی محروم ہو جاؤں گی۔ اور جس سے زندگی جینا سیکھا ہو وہی نہ رہے تو یہ زندگی تو مٹتے مٹتے مٹ جاتی ہے۔"

اُس کے سامنے دو راستے تھے مگر اُن دونوں راستوں کا انجام درد ہی تھا۔ وہ ایک درد کو رد کر کے دوسرے درد کو اپنانے جا رہی تھی۔ بس اتنی سی کہانی تھی۔ کہانی بس اتنی سی ہی تو ہوتی ہے۔

وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" آفرین نے اپنی نم آواز میں کہا۔ اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

"وہ آج رات اپنے ڈیرے پر ہی تھے، اُنہیں پیغام پہنچا دیا ہے، اِس لئے وہ نیم کے پیڑ کے پاس ہی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ افرا تفری میں اُنہیں کچھ بھی نہیں بتا سکی۔ بس یہی کہا کہ تم اُن سے ملنے آ رہی ہو۔ اب تم ہر بات واضح کر دینا اُنہیں۔" آفرین بولیں۔

★★★

گاؤں میں ہر طرف تاریکی کا سماں تھا۔ عام راتوں کی نسبت گہری سیاہ تاریکی۔ لوگ اپنے گھروں کے سامنے جلتے بلب بھی بند کر چکے تھے۔ شاید بجلی نہیں تھی۔ اِس اندھیرے میں لالٹین تھامے محتاط قدم اُٹھاتی وہ اُس محفوظ مقام کی طرف جارہی تھی جہاں وہ اُس کا منتظر تھا۔ یہ مقام اُن کے گھر کے عقبی جانب جاتی گلی سے آگے تھا۔ کھیتوں اور درختوں سے بھری ہوئی جگہ جہاں قدرت راج کرتی تھی۔

وہ اپنے سفید دوپٹے کے کونے کو مضبوطی سے تھامے آگے بڑھ رہی تھی۔ دل کا دھڑکنا بھی کبھی کبھی زندگی کی امید چھین لیتا ہے۔ اُسکا دل بھی کچھ ایسے ہی دھڑک رہا تھا۔ سیاہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے گہرے ہونے لگے تھے۔ اتنے گہرے کہ لگ رہا تھا اب وہ اپنے اندر پانی کو مزید نہیں بھر سکتے تھے۔ بادل گرجا تو ہواؤں نے بھی بدلے میں سرسراہٹ کی۔ ہر چیز گویا زندہ ہو گئی تھی۔ لالٹین ایک دم ہی بجھنے لگی۔ اور وہ ذرا سی روشنی سے بھی محروم رہ گئی۔ وہ کھیتوں کے درمیان موجود بن کے اوپر چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔ تیز ہوا سے اُسکی چادر پھڑپھڑانے لگی۔ مگر وہ اُسے روک نہیں پائی۔ وہ چلتی ہوئی اُس جگہ پہنچ ہی گئی جہاں وہ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ہر چیز اپنے وقت سے ہٹ کر اپنی جگہ کھڑی تھی۔

احمد۔۔۔" وہ اپنے وجود کو دوسری جانب موڑے ہوئے تھا۔اور وہ اُسے پکار رہی" تھی۔احمد نے تیزی سے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ہوائیں تھم سی گئیں۔ایک لمحے کے لئے ہر چیز سناٹے میں آگئی۔یہ سب وقت کا کھیل تھا،وہ ایک دوسرے کے سامنے تھے۔

وہ وقت ہی تھا جو انھیں پہلی بار ایک دوسرے کے سامنے ملوانے کو لایا تھا اور یہ بھی وقت ہی تھا جو اُن کے جدا ہونے کی نوید لایا تھا۔وقت بڑا چالباز ہے۔اِس نے ہر چیز کی ایک مدت رکھی ہوتی ہے،ایک میعاد جس سے پہلے یا جس کے بعد کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

سفیرہ۔۔۔" احمد کے لبوں سے اُسکا نام نکلا۔سفیرہ نے ایک پل کے لئے آنکھیں میچ" لیں۔اور جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو وہ سفیرہ نہیں تھی۔وہ کوئی اور تھی۔

بھابھی نے کہا کہ آج ہی بات کرنا ضروری ہے۔ایسی بھی کیا بات ہو گئی کہ اِس طوفانی" "رات میں تمہیں مجھ سے ملنا پڑ گیا؟

وہ پوچھ رہا تھا اور وہ اُسکے مقابل خاموش کھڑی رہی۔اُن دونوں کے چہرے ایک دوسرے پر واضح نہیں تھے۔مگر وہ تاریکی میں بھی ایک دوسرے کے تاثرات کو پہچان سکتے

تھے۔جب چند لمحے کے انتظار کے باوجود اُس نے کوئی جواب نہ دیا تو احمد کے دل میں اٹھتے کئی شکوے زبان پر آ گئے۔

"تم نے مجھے پل پل مارنے کی قسم کھا رکھی ہے کیا؟ کوئی کسی کو یوں تڑپاتا ہے جیسے تم نے مجھے تڑپایا؟ سوچا ہی نہیں تھا کہ کبھی تمہارے منہ سے ایسے الفاظ سنوں گا جو تم نے کہے۔کیا واقعی وہ تم نے کہا تھا؟ مجھے یقین نہیں آیا۔۔۔نہ ہی آسکتا ہے۔"

"کون سے الفاظ؟ یہ کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی؟ ہاں یہ سچ ہے۔۔۔میں نے خود کہا تھا۔اور اب بھی کہہ رہی ہوں۔" سفیرہ نے عام لہجے میں کہا یوں جیسے یہ تو کوئی بات ہی نہ ہو۔

بجلی کڑکی تو احمد کو احساس ہوا کہ بالکل ایسا ہی دھچکا اسے بھی لگا ہے۔

"کیا کہا؟" اُسے لگا وہ غلط سن رہا ہے۔انسان محبت میں اندھا نہیں بہرہ اور گونگا سب کچھ ہو جاتا ہے۔

"مجھے نہیں پتا وہ سب کیا تھا۔میں کیسے تمہاری طرف مائل ہو گئی۔تم سے پسندیدگی کا اظہار تک کر ڈالا مگر بعد میں احساس ہوا کہ مجھے تم سے کوئی محبت وحبت نہیں ہے۔وہ تو بس

ایک ہلکی سی کشش تھی جو کسی کو بھی دیکھ کر ہونے لگتی ہے۔میں نے اُس کشش کو محبت کا نام دے کر بس ایک غلطی کی ہے اور کچھ نہیں۔غلطیاں ہو جاتی ہیں اور اُن غلطیوں کا ازالہ یہی ہے کہ دوبارہ پلٹ کر وہ غلطی دہرائی نہ جائے۔میں بھی اپنی اس غلطی کو سدھارنے کے لئے تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔یوں کسی سے چند ملاقاتیں کر کے محبت نہیں ہوتی۔۔۔شاید لوگوں کو ہو جاتی ہو مگر مجھے نہیں ہوئی۔وہ بس ایک دھوکا تھا جس نے مجھے تمہاری طرف کھینچا۔"

وہ یوں وضاحت کر رہی تھی جیسے وہ کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار رہی ہو۔

ہر چیز اپنی جگہ پر ساکت ہو گئی۔جیسے کبھی زندہ ہی نہ ہوئی تھی۔

بادل ضبط کئے بیٹھا تھا۔تیز سرسراتی ہوا نے اُن کے وجود میں موجود آگ کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کی۔

تم کہہ رہی ہو کہ سب کچھ جو ہوا وہ بس ایک غلطی تھی؟تو بتاؤ اُس غلطی کا انکشاف تم پر" کیسے ہوا؟"احمد کے تاثرات سخت پڑنے لگے تھے۔

سفیرہ ہاتھ سینے پر باندھے نہایت تلخ لہجے میں گویا ہوئی۔

تمہیں معلوم ہے جب میں یہاں سے گئی۔۔۔۔میں نے سوچا تھا کہ بابا سے بات کروں" گی۔۔۔اپنی اور تمہاری بات۔ مگر راستے میں میرے دل نے مجھے خبر کی کہ اِس میں وہ جذبات نہیں جو میں سمجھ رہی تھی۔ میں شاید کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتی۔نہ تو میرا دل تمہارے بارے میں سوچ کر بے طرح سے دھڑکا نہ ہی اِس نے تم سے محبت کی اجازت دی۔ محبت تو وہ ہوتی ہے ناجو دو دلوں کو جوڑتی ہے؟ ایسے کہ ایک کو تکلیف ہو تو دوسرے کے لئے سانس لینا محال ہو جاتا ہے؟ میرے ساتھ ایسے نہیں ہوا۔مجھے لگا کہ مجھے تو تمہارے جینے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر مجھے پتا چلا کہ میں تو بہک گئی تھی۔ میرا نفس مجھ پر حاوی آگیا تھا جس کی وجہ سے مجھے لگا کہ میں بھی شاید تمہیں پسند کرتی ہوں۔اور یہاں میں بس یہی کہنے آئی تھی کہ جاؤ "احمد جبریل۔۔۔مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔۔۔چلے جاؤ اور پیچھے مڑ کر کبھی مت دیکھنا۔

کن جذبات کو حلق سے پیچھے روک رکھا تھا اُس نے۔وہ آنسو جو اُسکی آنکھوں سے بہہ بھی نہیں سکے تھے انہوں نے اُسکا سینہ جلانا شروع کر دیا تھا۔ایک چہرہ ہی عیاں تھا۔۔۔وہ چہرہ جو سب سے بڑا منافق ہے۔

تم ایسا کیسے کر سکتی ہو سفیرہ؟ جانتی ہو کہ یہ الفاظ بہت تکلیف دہ ہیں۔" وہ بے بس سا" بولا۔

میں نے خود تمہاری آنکھوں میں اپنے لئے۔۔۔"وہ اُسکی جاری بات کو کاٹ گئی۔"

دھوکا۔۔۔سب کچھ دھوکا تھا۔۔۔جو تم نے دیکھا۔۔۔جو میں نے محسوس" کیا۔۔۔سب کچھ دھوکا تھا۔میں تم سے بس ایک وعدہ چاھتی ہوں احمد۔۔۔مجھ سے وعدہ کرو "کہ کبھی میرے پیچھے نہیں آؤ گے۔

وہ آنکھوں میں جمود کا تاثر لئے اُس سے وعدہ لے رہی تھی۔احمد اُسے دیکھ کر طنزاً ہنسا۔۔۔پھر اُس مسکراہٹ نے بے بسی کی شکل لے لی۔

تیز ہوا نے سفیرہ کی آنکھوں کی نمی کو اِدھر اُدھر کر دیا۔

اور وہ وعدہ۔۔۔۔جو تم نے کیا تھا۔۔۔۔اُس کا کیا؟ نباہ کی قسم کھائی تھی۔ بھول گئیں کہ " "محبت کی داستان لکھنے کے لئے مؤرخ کا قلم آج بھی منتظر ہے؟

نم ہوتی ہوا نے درختوں کے پتوں کو جھنجھوڑ ڈالا تھا کہ وہ اپنے آشیانے سے جدا ہونے لگے۔

سفیرہ نے تاریک رات میں نظر آتے اُسکے وجود پر نظریں اُٹھائیں۔ اُسے لگا اُس کا سانس ابھی رُک جائے گا۔ مگر لمحوں کی اذیت بہت دشوار ہوتی ہے، سہنی ہی پڑتی ہے۔

اُس نے خشک حلق پر قابو پایا اور کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے۔

مؤرخ سے کہنا کہ مجھے بے وفا لکھ دے، اور اُسے یہ بھی کہنا کہ وفا کے دھاگوں کی" "!مضبوط گرھیں باندھنے والی لڑکی اپنے دعوں کی کچی نکلی

لمحوں کی اذیت طوالت اختیار کر گئی۔ دو عمروں کی طوالت۔ اُسی پل گرجتے بادلوں کا ضبط ٹوٹا تو پانی زار و قطار بہنے لگا۔ طوفان نے احمد کے دل پر بھی اپنے قدموں کی چاپ پیدا کی تھی۔ وہ کچھ کہنے کی کوشش کرنے کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

بے وفا۔۔۔؟" وہ اِس لفظ پر اٹکا تھا۔"

طوفانی بارش نے دونوں کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا تو آنکھوں کا نمکین پانی بھی زہر ہوتی فضا کے پانی میں گھل گیا۔

یاد رکھنا۔۔۔ میں کبھی نہیں پلٹوں گی۔۔۔ اور نہ ہی تم آؤ گے۔" وہ کہہ کر پلٹ گئی" مگر ہاتھ اُسی کی گرفت میں رہ گیا۔ سفیرہ کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ واپس اُسے دیکھ سکے۔

چند پل گزرے، وہ نہیں پلٹی۔ احمد کو لگا ایک چشم زدن کی دیر ہے اور زندگی اُسکے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اُس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، اور پھر اُس کے ھاتھوں سے سفیرہ کا ہاتھ نکل گیا۔ کچھ پل واقعی زندگی کی موت ہوتے ہیں۔

افق چھوٹ جانے کو تھا مگر وقت سکون سے اپنے تحت پر بیٹھا ہر چیز کو تکتا رہا۔ یہاں تک کہ تقدیر زندگی کھا گئی۔

★★★

www.novelsclubb.com

واپس آکر اُس نے کسی سے کچھ نہیں کہا تھا۔اُس کا بھیگا وجود کپکپا رہا تھا۔ جسم بخار میں پھنک رہا تھا۔آنکھوں سے آبشاریں بہہ رہی تھیں۔اُس نے کپڑے بدل لئے تو بیڈ پر لیٹتے ہی بے ہوش ہو گئی۔اُسے ہوش میں نہ پا کر آفرین اور مہیرہ پریشان دکھائی دینے لگیں۔کچھ دیر بعد ہی اُسے شدید گرم ہوتے دیکھ کر ماہی اُسکے ماتھے پر سرد پٹیاں رکھنے لگی۔

بھابھی اِسے کیا ہو گیا۔۔۔؟ سفیرہ ہوش میں نہیں ہے۔"ماہی آنکھوں میں فکر مندی" لئے بولی۔لہجہ نم ہو گیا۔بارش کا شور وقفے وقفے سے تیز ہونے لگتا۔

آفرین جو ساکت پلکیں سفیرہ پر جمائے بیٹھی تھی کم ہمتی سے بولی۔

"محبت کھا گئی اِسے۔۔۔۔"

ماہی کی آنکھ سے آنسو ٹپک گیا۔

ساری رات وہ اسکے سرہانے بیٹھی رہی تھی۔آفرین بھابھی اُسی کمرے میں ایک جانب پلنگ کے اوپر لیٹی تھک کر سو گئیں تھیں۔فجر کے وقت اُسے ہوش میں آنا نصیب ہوا۔

تب ماہی جاء نماز پر بیٹھی دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

ماہی۔۔۔" سفیرہ کی ہلکی سی آواز پر ماہی کرنٹ کھا کر اُس طرف بڑھی۔ پھر اُسے پانی" پلایا۔ بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ رات ایک طوفان آیا اور گزر بھی گیا۔ مگر جاتے ہوئے کئی زندگیوں پر اپنے اثرات چھوڑ گیا۔

سفیرہ کا بخار اب کافی حد تک بہتر ہو چکا تھا۔ محض چند گھنٹوں کی بیماری تھی جو جینے نہیں دے رہی تھی اور وہ مرض جو اُس نے ساری عمر کے لئے اپنے نام کر لیا تھا وہ اُسے مرنے نہیں دے رہا تھا۔

اُس روز وہ دونوں صبح سویرے ہی واپسی کے لئے روانہ ہو چکی تھیں۔

سفیرہ کو چپ لگی تھی۔ وہ بھابھی اور خالہ سے خاموشی سے ملی اور باہر نکل گئی۔

ماہی کے چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔ گاؤں کی یہ نکھرتی صبح، پرندوں کی چہچہاہٹ اور بارش کے بعد کا صاف موسم ہر چیز پرائی اور ادھوری لگ رہی تھی۔

وہ دونوں خاموشی قائم رکھتے ہوئے بابا کے آنے سے پہلے گھر پہنچ گئیں۔

اور پھر کسی کی کسی سے کوئی بات نہ ہوئی۔ گویا یوں لگ رہا تھا کہ وہ رات اُن کی زندگیوں میں کبھی آئی ہی نہ تھی۔

در حقیقت وہ رات سبھی کی زندگیوں میں آئی اور جا بھی چکی تھی۔ مگر سفیرہ کی زندگی سے وہ رات کبھی گئی ہی نہیں۔ وہ اُس کی زندگی پر چھا گئی تھی۔

★★★

اگلی کئی راتیں اُس نے بخار میں کاٹی تھیں۔ رات کے وقت بخار ایسا حاوی ہوتا کہ وہ ہوش میں نہ رہتی، البتہ دن میں بخار کی شدت کم ہو جاتی۔

پھر آہستہ آہستہ جب وہ بہتر ہوئی تو اُس نے بابا سے ایک التجا کی۔

"بابا آپ نے جو کہا میں نے وہی کیا۔ اب ایک بات میری بھی مان لیں۔ پلیز حیدر بھائی کو یہاں آنے کی اجازت دے دیں۔" انھوں نے منہ موڑ لیا تو اُس کے دل میں درد سا اُٹھنے لگا۔ وہ اتنا زیادہ سوچنے لگی کہ اُس کا نروس بریک ڈاؤن کر گیا۔ تقریباً دو ہفتوں تک ہسپتال رہی۔

جانے کتنے دن بعد وہ نارمل ہوئی مگر وہ اب نارمل نہیں رہی تھی۔

بابا سے کہو حیدر بھائی سے ملادیں۔" وہ ماہی سے کہتی رہتی تھی۔ماہی بے بس تھی۔اِتنی "بے بس کہ اُسکا دل چاھتا ہر چیز تباہ کر دے۔اِس دنیا کو مٹا کر رکھ دے اور حیدر بھائی کو کہیں سے ڈھونڈ لائے۔مگر وہ اُسکے سامنے آنکھوں میں نمی لئے بیٹھی رہتی۔

دعا کرتی ہوں کہ دنیا سے اٹھنے سے پہلے ایک بار زندگی کو جی لوں۔ایک لمحے کے " لیے۔۔۔بس ایک پل کے لیے ہی سہی۔۔۔مگر میں پھر سے جینا چاھتی ہوں بھائی۔وہ لمحہ آپکے دیدار کا لمحہ ہوگا۔" وہ اُسکی تصویر کو دیکھتی کہتی۔وہ حیدر کو بھلا دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔مگر اُس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ احمد کو اپنے دل سے نکال دے۔اُسے بھلا دے۔کیسے بھلا دیتی۔۔۔؟

www.novelsclubb.com

سانس کا چلنا اور دل کا دھڑکنا تو اُسکے ساتھ مربوط ہو چکا تھا۔پھر کیسے بھلا دیتی؟

اُس کا ذہن ہر چیز بھلا سکتا تھا۔۔۔یاداشت چلی جاتی وہ تب بھی اُسکے تصور میں اپنا گھر بنائے شان سے بیٹھا رہتا۔

اُسے تنہائی میں خود کے ساتھ باتیں کرتے دیکھ کر مدیحہ خوفزدہ ہو گئیں۔ وہ فضا میں کچھ ڈھونڈتی رہتی۔ گھنٹوں آسمان پر چادر پھیلائے سفید بادلوں کو گھورتی رہتی۔ ایک روز اُنھوں نے اُسے کمرے میں بیٹھے کسی سے باتیں کرتے سنا۔ مگر وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ اُن کے دل میں ڈر سا بیٹھ گیا۔ خدانخواستہ کہیں اسے کوئی ذہنی مرض نہ لاحق ہو؟ حسن علی سے بات کرنے پر انھیں سفیرہ کو سائیکاٹرسٹ کو دکھانے کا امر ملا۔ وہ دنگ رہ گئیں۔ مگر انکار بھی نہیں کر پائیں۔

وہ سفیرہ کو باقاعدگی سے سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جانے لگیں۔ وہ وہاں کچھ نہیں بولتی تھی۔ بس خاموش بیٹھی رہتی۔۔۔۔ ڈاکٹر نازیہ اُس سے باتیں کر کر کے تھک جاتیں تھیں مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتی۔

www.novelsclubb.com

وہ گھر پر بابا کو سکون سے چائے پیتے دیکھتی تو اُسکا دماغ ماؤف ہونے لگتا۔ اُنہیں آرام سے ڈرائنگ روم میں اخبار پڑھتے دیکھ کر وہ دُکھ کے سوا کچھ بھی محسوس نہ کر پاتی۔ اُس کے اندر ایک زہر پلنے لگا تھا۔ وہ راتوں کو ڈرتی سوتی نہ تھی کہ خواب اُسے نگل لیں گے۔ وہ خاموش آنسو بہاتی

رہتی۔ کئی بار زندگی چھن جانے کے خواب اُسے جھنجھوڑ ڈالتے تھے۔ وہ ایک پل کے لیے بھی جی نہ پاتی۔ وہ پل پل موت سے وابستہ رہنے لگی تھی۔

پھر اُسے ماہی کا خیال آتا۔۔۔ وہ ماہی کو دیکھتی تو خود پر غصہ آتا۔ ماہی ہمیشہ اُسکے ساتھ ہی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ کوئی بات بھی نہیں کرتی وہ تب بھی اُسکے ساتھ بیٹھی رہتی۔ پھر ایک دن وہ اپنے اندر پلتے اُس زہر کو زبان تک لے آئی۔

وہ تنگ آچکی تھی۔ بیزار ہو گئی تھی۔ اُسے لگتا تھا جیسے کمرے میں پڑی ہر چیز اب اُسے گھورتی رہتی ہے۔

وہ سب کو کیسے سمجھاتی کہ وہ ذہنی مریض نہیں ہے۔ "اُسے ایک چیز بہت اذیت دیتی" "تھی۔" کہ اُسے موت کیوں نہیں آجاتی؟

پھر اللہ کے پاس جاتی تو وہ زندگی کی امید جگاتا۔ اُسکی زندگی کی تاریکیوں میں روشنی اُمڈنے لگتی۔ پھر اُسے خیال آتا کہ وہ اللہ کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ایک انسان سے بے وفائی کر آئی تھی تو یہ حالت ہو گئی۔ اللہ سے وفا نہیں کرے گی تو موت کے بعد بھی مرتی رہے گی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر اُس دن وہ بابا کے سامنے جا کر یوں چلائی تھی جیسے اُسے وہ مل جائے گا جو وہ مانگ رہی ہے۔ مگر بدلے میں اُسے پھر سے وہی تھپڑ ملا تھا۔ وہ اُسے اور عنایت بھی کیا کرتے؟ وہ خدا تھوڑی تھے جو مانگنے سے دے دیتے۔۔۔ وہ انسان تھے گڑگڑانے سے بھی نہ دیتے۔

کتاب دھب سے گر کر قدموں میں ڈھیر ہو چکی تھی۔ شام کے اندھیرے کو بھانپتے ہوئے پرندے چرچراتے ہوئے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

وہ آنسوؤں سے تر چہرہ لئے کئی گھنٹوں سے زمین پر بیٹھی تھی۔ اذیت عمر بھر کی تھی۔ ایسی اذیت کبھی بھی جاگ جاتی ہے۔ پرانے خیالات کی روح بیدار ہو جائے تو وقت کا گزرنا کام نہیں آتا۔ یہ ہمارے زخموں کو ایک نئی تقویت دے دیتا ہے۔

www.novelsclubb.com

وقت۔۔۔۔۔

!! اے بے رحم وقت۔۔۔۔

کبھی تو تھم۔۔۔

کہ تیرے عطا کردہ زخم۔۔۔۔

تیرے گزرنے سے۔۔۔۔

نہیں بھرتے۔۔۔۔

،اے وقت۔۔۔۔ گزر جانا مرہم نہیں ہے

کوئی حل نکال۔۔۔۔ تھم جا ذرا۔۔۔

تھم جا ذرا۔۔۔۔

★★★

شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے۔نیم وا کھڑکیوں سے آتی نیلگوں اُفق کی تابانی ہر سو پھیلی تھی۔حویلی کا یہ کمرہ اُس کا ہمراز تھا۔اُسکے زخموں کو ہزار ہا دیکھ چکا تھا۔اُسکی سسکیوں کو کئی بارسن چکا تھا۔سرخ اینٹوں والی اِس حویلی کا یہ کمرہ اُسکی شفایابی کی دعائیں کرتا تھا۔وہ اِس کمرۂ تنہائی کی پکاریں سن سکتی تھی۔

اور یہ آئینہ جو اُسکے سامنے کھڑا تھا یہ تو اُسی کا عکس تھا۔باہر سے سالم اور اندر سے ٹوٹا ہوا۔۔۔اداس اور پژمردہ۔

وہ بالوں کی چوٹی بنائے، سادہ سے لباس میں ملبوس جالی دار دوپٹہ شانوں پر پھیلائے بیڈ کے ایک طرف ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔

سنسان کمرے کی چاروں دیواریں بڑے وثوق سے اُسے تک رہیں تھیں۔

بھائی کل آجائیں گے۔ گھاؤ بھر جانے کا وقت آجائے گا۔" وہ بولی تو دیواروں کے کان" گویا کھڑے ہو گئے۔اُسے جلن کا احساس ہوا تھا۔

آج اُسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں متورم نہ تھیں۔ پھر وہ اپنے سامنے کھڑے سنگھار آئینے کی اور بڑھی۔ عکس نمودار ہوا تو جلن کا احساس غالب آنے لگا۔انا کا حلق تک خشک ہو گیا۔

زخم بھر جایا کرتے ہیں۔۔۔گھاؤ کے نشان بھی مدھم پڑ جاتے ہیں۔ مگر درد کی شدت" میں کمی نہیں آتی۔" اُسکی گردن کے قریب کندھے پر موجود زخم دُکھنے لگا تھا۔اُس نے گردن ٹیڑھی کر کے اُس زخم کو دیکھنا چاہا۔

زخم بھر چکا تھا۔۔۔بہت پہلے ہی بھر چکا تھا۔ مگر گھاؤ کا نشان باقی تھا۔اور اُس نشان پر اُسے لگا کوئی ابھی تک چاقو چلا رہا ہے۔

اُس نے آنکھیں میچ کر اپنے آنسوؤں کو اندر ہی روکنا چاہا۔ پھر اُس نے اپنی کلائی سے ذرا اوپر موجود نشان کو دیکھا۔ جلے کا نشان۔

یہ نشان شاید کبھی نہیں چھوٹنے والے تھے۔ اور اِن نشانات کی موجودگی اُسکی تکلیف میں اضافہ ہی تھی۔ انا کا وجود کانپنے لگا تھا۔ اُسکے دماغ کی اسکرین پر ابھرتے ہوئے نقش اُسے مزید کھڑا رہنے سے روک رہے تھے۔ وہ توازن کھو کر نیچے گری۔

سیاہ رات اور اُس رات میں پیش آتے بھیانک مناظر اُس کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے تھے۔

کئی آوازیں اُسکے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ انا نے اپنے ہاتھ زور سے کانوں پر رکھے۔ مگر ماضی کسی بھیانک خواب جیسا تھا۔

وہ اپنی آنکھوں کے سامنے لہراتے اس شام کے منظر کو دیکھ سکتی تھی۔

ایک سال قبل۔۔۔۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب فاطمہ خاتون اپنے شوہر کا گاؤں چھوڑ کر اپنے بچوں کو لے کر اِس حویلی میں آگئیں تھیں۔

احمد کینیڈا جا چکا تھا اور اسد بھی اُسی کے بزنس میں مشغول تھا، رات کے کسی پہر اُسکی واپسی ہوتی تھی۔ ایسے میں حویلی میں انا اور فاطمہ خاتون ہی رہ جاتی تھیں۔ اس وقت اصطبل کی تعمیر ابھی جاری تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مویشیوں کی تعداد بھی کم تھی۔ اُن کی ملکیت میں ایک سفید گھوڑا اور دو بھینسیں تھیں۔ پھر بعد میں جب اصطبل کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اسد نے مزید مویشی پال لئے تھے۔ بہرحال تو یہ ذمہ داری انا کے نام تھی۔

وہ صبح سویرے اُٹھ کر کام کاج نمٹا کر کالج جاتی اور پھر اسد کے ساتھ گھر واپس آتی۔ پھر واپسی کے بعد ارشیہ جو اُن کے ہمسائیوں کی لڑکی تھی اُس کے ساتھ ڈیرے پر بندھی بھینسوں کی دیکھ بھال کو نکل جاتی۔ اندھیرا ہونے سے پہلے وہ گھر پر ہوتی تھی۔ ڈیرہ اُن کی حویلی سے محض پندرہ منٹ کی مسافت پر تھا۔

اُس دن بھی معمول کے مطابق وہ بھینسوں کو چارا ڈال رہی تھی۔ایک طرف ٹیوب ویل چل رہا تھا۔اُس نے وہاں سے ہاتھ منہ دھویا تو پانی کی ٹھنڈک نے بے حد سکون پہنچایا تھا۔

پھر فصلوں کو پانی پہنچ چکا تو اُس نے ٹیوب ویل بند کر دیا۔ارشی آج اُس کے ساتھ نہیں تھی۔اُس نے جلدی سے اپنا کام ختم کیا اور واپسی کی تیاری کرنے لگی۔

سورج کا نارنجی گولا آسمان کے کنارے پر پہنچنے والا تھا۔

اُسی اثنا چارپائی پر رکھے اُسکے موبائل کی بیل بجنا شروع ہو گئی۔اُس نے دیکھا تو وہاں احمد کا نمبر جگمگا رہا تھا۔خوشی کی چمک اُسکی آنکھوں میں ظاہر ہوئی اور اُس نے ایک پل بھی ضائع کیے بغیر فون اٹھا لیا۔

وہ درختوں کے نیچے پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی اور بھائی کا حال احوال پوچھنے لگی۔

ارد گرد کسی جاندار کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا تھا۔

www.novelsclubb.com

میری زندگی بہت مصروف ہو گئی ہے بھائی۔۔۔ مگر اِس بے حد مصروف زندگی میں بھی" آپ کا خیال ایک پل کے لئے بھی ذہن سے نہیں جاتا۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔"اُس نے ناراضی سے ابرو اچکائے اور ہونٹوں کو جنبش دی جیسے وہ اُسکے تاثرات دیکھ رہا ہو۔

دوسری طرف سے احمد ہولے سے ہنس دیا۔

سنا ہے کسی سے اتنا زیادہ مانوس نہیں ہو جانا چاہیے کہ جب وہ چھوڑ کر جائے تو سبھی" رونقیں متاثر ہونے لگیں۔"اُسکی اِس فلسفیانہ بات کا ایک ہی جواب تھا اُس کے پاس۔

فطری محبت سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ انسانوں کو جو چیز آپس میں جوڑتی ہے وہ محبت" ہے۔اور پھر جو لوگ مر جاتے ہیں، وہ تب تک نہیں مرتے جب تک اُن کے پیچھے اُن سے محبت کرنے والے باقی ہوں۔ تو پھر اِس مانوسیت کو کیونکر ترک کریں ہم۔۔۔؟"

اُسکے مدبرانہ کہنے پر احمد نے ہتھیار ڈال دیے۔

"ٹھیک کہا۔۔۔ محبت زندگی کا تصور ہے۔"

پھر کچھ دیر بعد جب اُس نے پوچھا۔

کیا کر رہی ہو۔۔؟"توانا کو خیال آیا کہ مغرب کا وقت ہو رہا ہے۔"

اوہ بھائی۔۔۔آپ سے باتوں میں اتنی مگن تھی کہ گھر جانے کا خیال ہی نہیں" رہا۔۔ڈیرے پر ہوں۔"وہ ماتھے پر ہاتھ مارتی اُٹھی اور کپڑے میں بندھا برتن اٹھانے لگی۔ آج وہ کھانا بھی یہیں لے آئی تھی۔

"توخیال کیا کرونا۔۔چلو شاباش اب گھر جاؤ،امی پریشان ہوں گی۔"

وہ بظاہر عام لہجے میں بولا۔

جی بھائی۔۔بس جا ہی۔۔"ابھی الفاظ اُسکے منہ میں تھے کہ پیچھے سے کسی نے اُسکے" سر میں ڈنڈا دے مارا تھا۔انا کراہ کر رہ گئی۔اُس نے ایک ہاتھ اپنے ماؤف ہوتے سر پر رکھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا۔

پری۔۔۔پری۔۔۔کیا ہوا ہے؟"احمد کی آواز ہلکی ہلکی اُسکے کانوں میں پڑ رہی تھی۔"

انا۔۔؟"وہ اُسکی کراہ سن کر فکر مند تھا۔"

اُسکی "بھائی" کہتی تکلیف دہ آواز لبوں سے آزاد تو ہوئی مگر جانے اُس طرف پہنچی تھی یا نہیں۔

انا نے مڑ کر پیچھے دیکھنا چاہا۔ مگر اگلے ہی پل ایک زوردار سا وار اُسکی گردن کے پچھلے حصے پر کیا گیا تھا۔ وہ ایک اور کراہ کے ساتھ زمین بوس ہو گئی۔ موبائل ہاتھوں سے دور جا گرا تھا۔

انا نے اپنی بند ہوتی نگاھوں سے اپنے مقابل کھڑے دو دھندلے نفوس دیکھے اور پھر تاریکیوں کی زد میں چلی گئی۔

جب وہ ہوش میں لوٹی تو ہر جانب اندھیرا تھا۔ انا نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ اندھیرا ویسا ہی رہا۔

،اُس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی۔ وہ اُٹھ کر بھاگنے والی تھی مگر ہاتھ بندھے تھے پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ وہ وہیں گر گئی۔ اُسے اپنا دماغ ابھی تک ہلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

دھیرے دھیرے وہ اندھیرے سے مانوس ہوئی تو محسوس ہوا کہ جس جگہ پر وہ تھی وہ خالی تھی۔ اور سامنے ہی ایک بڑا سا محراب دار درہ تھا۔

پھر اُس نے اپنے ہاتھوں پر غور کیا۔اُنہیں مضبوط زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔

انا کا دل پھڑ پھڑانے لگا تھا۔کئی آنسو اُسکی گالوں پر پھسلے۔

بھائی۔"اُس نے بے ہوش ہونے سے قبل بولا گیا اپنا آخری لفظ دہرایا۔اور ساتھ ہی" منوں بوجھ اُسکے سینے پر آن پڑا۔

بھائی۔۔۔بھائی یہاں نہیں ہیں۔۔۔وہ کن لوگوں کی حراست میں ہے؟اُسے کون" بچائے گا۔۔۔؟وہ یہاں سے کیسے نکلے گی؟"یہ سب سوال اُسکے اعصاب کو تھکا دینے کے لئے کافی تھے۔

اللہ۔۔۔۔"اُس نے ہاتھوں کو آزاد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔مگر تھک ہار کر پھر سر" دیوار کے ساتھ ٹکالیا۔اُسی پل قدموں کی چاپ اُسے اپنے قریب آتی ہوئی سنائی دی۔

انا کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

قدموں کی چاپ گہری ہونے لگی۔انا نے خود کو مزید سمیٹ لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چند ہیولے اُسے اندر داخل ہوتے ہوئے دکھائی دیے۔انا کے ہاتھوں میں پسینہ آگیا۔دو نفوس اُسکی جانب بڑھ رہے تھے۔دو پیچھے ہی رہے۔اُس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کیں۔

ایک شخص نے اُسکے قریب بیٹھ کر اُسکا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لیا۔

لڑکی کو ہوش آچکا ہے۔دیے گئے احکامات پر عمل شروع کرو۔سنا ہے اِسے گھوڑے بہت پسند ہیں۔"اُس شخص کی زبان سے نکلے الفاظ سے بھی اُسے گھن آرہی تھی۔وہ محسوس کرسکتی تھی کہ وہ مسکرا رہا ھے۔

اُس نے سختی سے اُسکے چہرے کو دوسری جانب جھٹک دیا۔انا نے گہرا سانس لیا۔پھر نفرت بھری نظروں سے اُسے دیکھا جس کا چہرہ تاریکی میں کہیں چھپ چکا تھا۔

اُسکے پیچھے کھڑا شخص ساکت تھا۔

کون ہو تم۔۔۔؟اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"انا کے سوال کو اُس نے نظر انداز کردیا" اور اُسکے سامنے سے اُٹھ گیا۔اِس سے پہلے کے وہ پلٹ جاتا انا زور سے چلائی۔

"کتے، کمینے، بے غیرت انسان۔۔۔۔مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہو؟" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بے حد زور سے چلاتی اُس پر جھپٹنے والی تھی۔ مگر بیڑیوں نے اُسے وہیں روک لیا۔

اُس شخص کے چلتے قدم رُک گئے، پھر وہ پلٹا۔

"گالی بھی اچھی دیتی ہو۔۔۔!" اس کا لہجہ متاثر کن تھا۔

"مجھے کھولو تو تمہیں بتاؤں کہ میں دانت بھی بہت اچھے سے توڑ لیتی ہوں۔" اُس نے خود کو بے قابو ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

وہ ہنسا۔اور پھر اُس کا قہقہہ دیواروں سے ٹکرا کر واپس آنے لگا۔

"مجھے اِس میں کوئی شک دکھائی نہیں دیتا۔" وہ کہہ کر باقی دو افراد کو لے کر باہر چلا گیا۔

انا کا تیز تیز چلتا سانس اُسے ہانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔وہ ایک ہیولا جو ابھی تک اپنی جگہ پر ساکت تھا چلتا ہوا اُسکے دائیں جانب آ کر رُکا۔

انا نے دھیرے سے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔وہ اب آگ جلا رہا تھا۔آگ بہت تیزی سے ،جل اُٹھی تھی۔اور ساتھ ہی اُسکی روشنی ہر سو پھیلنے لگی۔وہ مضبوط اعصاب کا مالک شخص تھا جس کا لمبا چوڑا وجود نہایت طاقتور محسوس ہوتا تھا۔

مجھے بتاؤ میں یہاں کیوں ہوں۔۔۔؟کیوں لائے ہو مجھے یہاں ؟"اُس نے ایک بار پھر" پوچھا مگر جواب ندارد۔

وہ اُس کے قریب ہی آگ جلائے ہوئے تھا۔انا کو اُس آگ کی تپش اپنے وجود پر پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔انا نے کوئلوں کو دہکتے ہوئے دیکھا۔ارد گرد کچھ سامان بھی رکھا تھا۔

پھر اُس نے دیکھا اُس شخص نے کہیں سے لوہے کے راڈ اُس آگ میں جھلسانے شروع کیے۔

انا دم بخود سی رہ گئی۔ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔اُسے لگا اُس کا سانس بند ہو رہا ہے۔

تم کیا کر رہے ہو؟ کیا کرنے والے ہو تم۔۔۔؟"اُسکی آنکھوں میں خوف اُمڈ آیا۔وہ خود " کو گھسیٹتے ہوئے اُس سے دور جانے لگی۔ مگر بیڑیاں اُسے کتنی ہی دور لے جاسکتی تھیں۔

وہ لوہے کو بہت دیر تک آگ کے اندر رکھے بیٹھا رہا۔

انا کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب آ پہنچا۔وہ گردن نفی میں ہلاتی دل ہی دل میں دعائیں کرنے لگی۔

اُس توانا شخص نے جھلسے ہوئے راڈ کو وہیں چھوڑا اور پھر کمرے کے بائیں جانب رکھے سامان کی طرف بڑھا۔انا کی آنکھوں میں دھندلاہٹ تھی۔اُس نے کوئی بٹن دبایا اور اگلے ہی پل گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز نے اُسکی سماعت کو چھوا۔پھر وہ اُسکی طرف بڑھا۔

میرے قریب مت آؤ۔۔۔"اُس نے نگاھیں اُس پر گاڑے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔" مگر وہ شخص اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔

انا نے بغیر کچھ سوچے تمام تر قوت لگا کر اپنا سر اُسکے سر پر دے مارا تو وہ پیچھے گرتے گرتے بچا۔انا کا اپنا سر بھی گھوم کر رہ گیا۔

مجھے ہاتھ بھی مت لگانا۔" وہ چیخی۔"

مگر اُس شخص کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔اُس نے ایک ٹیپ نکال کر انا کے لبوں پر لگادی۔

اور پھر کسی درندے کی طرح اُسکے کندھے سے کپڑا یوں کھینچا کہ اُسکے بازو کا کپڑا پھٹ گیا۔

انا نے آنکھیں میچ لیں۔

اللہ میری مدد فرما۔" اُسکے دل نے التجا کی تھی۔ وہ اُسے یوں رسوا تو نہ ہونے دے۔"

خاموش رہو۔۔۔" اُسکی شیطانی آواز پر انا کو نفرت کا احساس اپنے ارد گرد مچلتا ہوا دکھائی"

دیا۔

اُس نے اپنے ہاتھوں کو کڑیوں سے آزاد کرنے کی بے پناہ کوشش کی مگر اب کلائیاں بھی

جلنے لگی تھیں۔اُن سے خون رسنے لگا تھا۔

وہ شخص اب ہاتھ میں گرم راڈ لئے اُس کے قریب پہنچا۔انا کا وجود خود کو چھڑانے کی

کوشش کرنے لگا۔وہ زبان سے "نہیں، نہیں" کہہ رہی تھی مگر ٹیپ لگنے کے سبب وہ آواز

کہیں دب سی گئی تھی۔

اُس شخص نے وہ گرم دہکتی ہوئی راڈ اُسکے بازو پر ثبت کر دی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ انا چیخ بھی نہ پائی۔ اُسکے کئی آنسو کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے۔ وجود کپکپانے لگا تھا۔ تکلیف شدت اختیار کر گئی۔

اُس ظالم شخص نے راڈ کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور ایک اور گرم راڈ اُسی جگہ پر رکھ کر دبائی۔ اُس کی جلد نے پہلی بار جلنے کی تکلیف محسوس کی تھی۔ اور یہ تکلیف بہت اذیت ناک تھی۔

آنکھوں سے بہتے نمکین آنسو اُسکی تکلیف کا ازالہ نہیں کر پا رہے تھے۔

وہ شخص شاید اُسکی جلد اکھاڑ دینے کی نیت سے ہی آیا تھا۔ اُس نے کئی بار وہ گرم راڈ اُس جگہ پر رکھ کر اُسکی جلد مکمل طور پر جلا دی تھی۔ انا کو اپنی قوت ختم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اُسے لگا جیسے دھیرے دھیرے اُسکے جسم سے جان نکل رہی ہے۔

پھر اُس شخص نے اپنا وجود دوبارہ موڑ لیا۔انا نے اپنی بند ہوتی نگاھیں اپنے اندر تک جل چکے بازو پر ڈالیں تو اُسکا رہا سہا حوصلہ بھی مٹنے لگا۔اُسکا ذہن ماؤف ہونے لگا تھا۔ہمت جواب دیتی جا رہی تھی۔گھوڑے مسلسل بھاگتے جا رہے تھے۔

وہ شخص پلٹا اور ٹیپ کو بے دردی سے کھینچ کر اتار دیا۔

انا کا سانس جیسے بحال ہوا تھا۔اُسے لگا وہ چیخنا چاھتی ہے مگر وہ چیخ نہیں پائی۔تکلیف کے باعث اُسے سانس لینے میں بھی دقت محسوس ہو رہی تھی۔

بھائی کہیں سے آجائیں۔"اُس نے روتے روتے دل میں فریاد کی تھی۔"

اُس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔پھر اُس کی نیم کھلی آنکھوں نے تیز چمکتا ہوا چاقو اپنے سامنے موجود شخص کے ہاتھ میں دیکھا۔انا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

ن۔۔۔نہیں۔۔نہیں، نہیں۔۔۔"اُس کی نم آنکھوں میں خوف چمکا۔"

یہ مت کرو۔۔۔اللہ کا۔۔۔اللہ کا خوف کھاؤ۔"وہ بمشکل بولی۔مگر اُس نے دیکھا وہ" چاقو لئے اُسکے قریب آگیا۔

اللہ تمہیں غارت کر دے گا۔۔۔۔ تم سب ظالموں کو سزا ملے گی۔ تم اپنی بنی ہوئی جہنم" میں جلو گے۔"اُس کا لہجہ تنفر سے بھرپور تھا۔

اُس نے ہاتھ میں موجود ٹیپ ایک بار پھر اُسکے منہ پر لگا دی۔ انا مسلسل ہلتے ہوئے اُس سے بچنے کی جدوجہد کرنے لگی۔ اُسکا بازو ہل بھی نہیں پا رہا تھا۔ مگر وہ پھر بھی کوشش کر رہی تھی۔ مضبوط اعصاب والے توانا شخص کی آنکھوں میں بے حد غصہ تھا۔ اُس نے انا کے جلے ہوئے بازو پر ہاتھ رکھ کر اِس زور سے دبایا کہ اس کے کان کی لوئیں بھی دہکنے لگیں۔

آنکھیں بند ہو گئیں اور اشک ابلتے ہوئے باہر آ گئے۔

اُس نے اپنے جان دار ہاتھ میں موجود چاقو انا کی گردن کے قریب رکھا۔ پھر اُسکی نوک اندر تک دھنستی چلی گئی۔ انا کی رگیں تن گئیں تھیں۔ گھوڑے کی ٹاپ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

اُس شخص نے آہستگی سے اُس کے کندھے پر کٹ لگایا۔انا کے پیروں کی ہتھیلیوں میں بھی پسینہ آچکا تھا۔زندگی نے اُسے بہت سی اندرونی تکلیفوں سے دوچار رکھا تھا۔آج جسمانی اذیت بھی محسوس کرلی۔اوراِس اذیت نے اُسے اندر تک جھلسادیا تھا۔

اُس نے دوسرا کٹ لگایا۔انا حواس کھونے لگی۔اُسکی آنکھوں پراندھیرا چھانے لگا۔

"!!اللہ اکبر۔۔۔۔"

اُس نے دل میں کہا۔قوتِ برداشت عنقا ہورہی تھی۔

اُس شیطان صفت شخص نے پہلے سے لگے کٹ پراِس زور سے چاقو کی ضرب لگائی کہ انا کا وجود تلملا کررہ گیا۔

www.novelsclubb.com

وہ دیوار کے ساتھ لگ گئی۔چاقو کی ضرب چلتی جارہی تھی۔انا کو لگا وہ ابھی مرجائے گی۔

"اللہ اکبر۔۔۔لاالٰہ الااللہ۔۔۔"اُس نے کلمہ پڑھنا شروع کیا۔اُسے لگا وہ بس اللہ سے ملنے والی ہے۔چاقو کی ضرب رُک گئی تھی۔

محمد رسول اللہ۔۔۔"خون سے لت پت اُسکا وجود بے جان محسوس ہونے لگا تھا۔"

اُسے وہیں چھوڑ کر واپس چلو، یہ حسن علی خان کا حکم ہے۔"کسی کی بلند آواز اُسکے کانوں" میں گونجی۔

حسن علی خان۔"یہ نام اُسکے ذہن پر نقش ہو گیا تھا۔وہ چوڑے شانوں والا شخص اُسکے" قریب سے اُٹھ کر جانے لگا۔ مگر اگلے ہی پل وہ اڑتا ہوا آکر دیوار پر لگا تھا۔

انا کی پلکیں بند ہونے سے پہلے اُس طرف اُٹھی تھیں۔ جہاں اُسے وہ نظر آیا۔وہ اپنا وجود دوسری طرف موڑے اُس توانا شخص کو دیوار سے لگائے مارتا جا رہا تھا۔انا کی پلکیں واپس گر گئیں۔

★★

زخم بہت گہرے ہیں۔اتنی آسانی سے اِسے ہوش نہیں آئے گا۔"وہ تب نیم بے ہوشی" کی حالت میں تھی جب اُس نے سنا۔

اِن کا بازو ٹھیک تو ہو جائے گا نا۔۔۔؟" جانی پہچانی آواز۔انا نے آنکھیں کھول کر اپنے" آس پاس دیکھنا چاہا۔کچھ دھندلے وجود اُسے نظر آئے تھے۔وہ کائنات باجی تھیں۔ہاں وہ وہی تھیں۔اُسکے دماغ نے تصدیق کی۔

ہاں مگر اِس میں وقت لگے گا۔" وہ بول رہیں تھیں۔"

اور اُن کے ساتھ بھی کوئی لڑکی تھی۔اُس نے پہچاننے کی کوشش کی مگر آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

★★

اُسے اگلی بار جب ہوش آیا تو آنکھیں پوری کھلی تھیں۔ارد گرد ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔وہ کسی کمرے میں تھی جہاں ایک بیڈ کے سوا محض ایک کرسی اور میز تھا۔اُس چھوٹے سے کمرے میں اور کچھ رکھنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کی نظریں بیڈ کے اوپر چھت سے لٹکتے بلب پر ٹِک گئیں۔اُس کا دماغ بہت تیز کام کر رہا تھا۔ہر چیز،ہر منظر ایک دوسرے سے ٹکرانے لگا۔اُس نے محسوس کیا سوچ کا دائرہ بڑھتا جا رہا تھا اور دماغ اِس قدر بھر چکا تھا کہ لگتا تھا ابھی پھٹ جائے گا۔

اُسی پل لکڑی کا دروازہ ٹھک سے کھلا اور اُسکی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا۔اُس نے نگاھیں آنے والے پر کیں۔

صبح بخیر انا۔"وہ خوشگوار مسکراہٹ اُسکی جانب اچھالتیں کرسی سیدھی کر کے اُسکے" سامنے ہی بیٹھ گئیں۔کائنات باجی،عمر کی امی تھیں۔جب وہ گجرات میں تھے تو اِن کے گھر آنا جانا لگا رہتا تھا۔

تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟"وہ پوچھ رہیں تھیں۔انا کے ذہن پر جیسے ایک کلک ہوا۔اور" اب جا کر اُس نے اپنے بازو پر غور کیا تھا۔اُس نے اُسے حرکت دینے کی کوشش کی مگر بے سود۔وہ بالکل سُن لگ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُسے چھوڑدو۔بہت مضبوط پٹی کی ہے۔تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔"کائنات نے کہا تو وہ ویسے" ہی اُسے گم صم سی دیکھنے لگی۔

مجھے یہاں کون لایا۔اور میں کب سے یہاں ہوں؟"اُس کی کمزور سی آواز پر کائنات نے" تحمل سے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ بھی پتا چل جائے گا۔پہلے یہ بتاؤ تمہیں بھوک تو لگی ہو گی۔ہے نا؟"

انا اُسے سوچتی نظروں سے دیکھتی رہی۔پھر کچھ دیر بعد وہ خود ہی اٹھی اور اُسکے لئے کھانا لے آئی۔

اُس نے تھوڑا سا کھا کر چھوڑ دیا تھا۔اُس کا ذہن بہت سے سوالوں کے جواب چاھتا تھا۔

تم پانچ دنوں سے یہاں ہو۔اسد بھائی لائے تھے تمہیں۔اور کچھ نہیں ہوا تمہیں۔بس" ایک بازو پر کچھ چوٹیں ہی تو آئی ہیں۔ٹھیک ہو جائیں گی۔"وہ نارمل انداز میں بتا رہی تھی۔انا نے اپنے تکلیف میں گھرے بازو کو دیکھا پھر اُسے دیکھا پھر ایک ہلکا سانس بھر کر رہ گئی۔

تم سوچ رہی ہو گی کہ تمہیں ہسپتال لے کر جانے کے بجائے میرے پاس کیوں لے" آئے ھیں؟ ارے فکر مت کرو، مجھ جیسی ڈاکٹر تمہیں زمانے میں کہیں نہیں ملے گی۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں اُس سے بات کرتی رہیں۔ وہ جانتی تھی وہ واقعی ایک اچھی ڈاکٹر تھیں۔ انا اِن کچھ ہی دنوں میں بہت کمزور لگنے لگی تھی۔ اُس کا وجود بیمار تھا۔

پھر اُس سے اگلے دن ہی وہ واپس اپنے گھر چلی گئی تھی۔

فاطمہ خاتون نے اُس سے اُسکی صحت کے بارے میں سوال کئے تھے۔ وہ اُسکے لئے فکر مند تھیں۔ اُسکا بہت خیال رکھتیں تھیں۔ چند مہینے لگے تھے اُس کا بازو ٹھیک ہونے میں۔

اسد بھائی نے اُس سے اُس رات کے بارے میں چند سوال کئے تھے۔

"تم اُن لوگوں کو جانتی ہو؟ اُن میں سے کسی کو بھی؟"

اُن کا لہجہ نرم تھا۔

نہیں۔" اُس نے گردن نفی میں ہلائی۔"

اُنہیں پولیس کے حوالے کر دیا تھا اُسی دن۔ مگر کچھ بھاگ نکلے۔ ہم اُن تک نہیں پہنچ پائے۔"

بھائی آپ کو میری خبر کیسے ہوئی؟ آپ وہاں کیسے پہنچے؟" انا کی آنکھوں سے وہ منظر نکل ہی نہیں رہا تھا۔

احمد۔۔۔" وہ چونکی۔"

تمہیں یاد ہے جب وہ تمہیں لے کر گئے تب تم احمد سے بات کر رہی تھی؟ اُنہوں نے اُسے فون پر کہا کہ وہ تمہیں شمال کی جانب کھنڈرات میں لے جا رہے ھیں۔ اگر بچا سکتے ہو تو بچا لو۔" اسد کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اُسکی گردن کی رگیں تن گئیں تھیں۔

میں نے تمہیں بہت مشکل سے ڈھونڈا۔ وہ لوگ اپنے انجام کو ضرور پہنچیں گے۔" اسد کا چہرہ گلابی پڑ گیا۔ انا نے اپنی سیاہ حلقوں والی آنکھیں اُٹھائیں۔

اگر وہ مجھے مارنا چاہتے تھے تو انہوں نے بھائی کو کیوں بتایا کہ وہ مجھے وہاں لے جا رہے ھیں؟" وہ مدھم آواز میں بولی۔ اسد نے بے اختیار سانس لیا۔

ان کا مقصد تمہیں مارنا نہیں تھا۔ وہ بس تمہیں اذیت دینا چاہتے تھے۔" اسد نے ہونٹ بھینچے کہا۔ "اِس بارے میں زیادہ مت سوچو۔ ہم اُن کا پتا لگا لیں گے۔ اور اُن کو اُن کے کیے کی سزا ہر طور ملے گی۔"

اسد بھائی نے کہا تو تھا کہ اُنہیں سزا ملے گی۔

مگر اُس کے بعد کبھی اِس بارے میں بات نہیں ہوئی۔ نہ ہی اُن لوگوں کا کچھ پتا چلا اور نہ ہی انا نے کسی کو اپنے زخم دکھائے۔ اور شاید اُسکے سامنے بار بار اس بات کا ذکر اِس لئے بھی نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ اُس اذیت سے نکل آئے۔ مگر وہ کبھی اِس سے نکل نہیں پائی تھی۔

بیرونی زخم تو بھر چکے تھے۔ مگر وہ جو اُسکے اندر رہ گئے تھے وہ زخم ہر رات ہرے ہو جاتے تھے۔ اُس رات کے بعد انا کی ہر رات ہی تکلیف میں گزری تھی۔ وہ بس انتظار کر رہی تھی۔ احمد جبریل کا انتظار۔

وہ جانتی تھی کہ وہی اُسکے زخموں کی مرہم ہے۔ وہ اُسکا بھائی۔

بھائی کل آجائیں گے۔ گھاؤ بھر جانے کا وقت آجائے گا۔" وہ گیلے رخساروں کو صاف کرتی فرش پر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

پھر کھڑکیوں کے پردے برابر کر دیے۔

★★★

"جب ترکِ تعلق کرنا ھو تو لوگ آپ کو صرف آپکی برائیاں گنواتے ھیں، تب وہ اپنا حقیقی چہرہ دکھانے کے ساتھ ساتھ آپ کی اصلیت سے بھی آگاہ کرتے ھیں تاکہ سارا قصور اُن کے حصے میں نہ لکھا جائے۔

اور ٹھیک ھی تو کرتے ھیں، آپ ایسے تعلق کو فروغ ھی کیوں دیتے ھیں جس کی بنیاد ھی کمزور ھو۔۔۔ایسے تعلقات جو تعلق کہلانے کے قابل نہیں ھوتے اُس میں قصور دونوں فریقین کا ھوتا ھے۔ایک کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔"

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوا کہ سامعین میں سے کسی نے پوچھا۔

"آپ کس قسم کے تعلق کی بات کر رھے ھیں مسٹر حیدر، یہ ذرا واضح کر دیں۔"

وہی تعلقات جن کے اختتام کا ذمہ بے وفائی کے سپرد کر دیا جاتا ھے، آج کل تو ھم اِسے " لڑکا اور لڑکی کی محبت کے تعلق کا نام دیتے ھیں، جس میں محبت نام کا ہلکا سا تاثر تک نہیں ھوتا۔۔۔ میں آپ کو بتاؤں محبت کیا ھے؟ جب آپ کو کوئی انسان پسند آ جاتا ھے اور آپ کو اُس کا ساتھ اچھا لگنے لگتا ھے تب محبت نہیں ھوتی، محبت تب ھوتی ھے جب آپ کی زندگی اُس کے بغیر بالکل بے رنگ سی ھو جائے، جب اُس کی تکلیف پر آپ کے دل پر بوجھ پڑے محبت تب ھوتی ھے، لیکن جب آپ کو اُس کے ساتھ رھنا تو اچھا لگے مگر اُس سے بچھڑ کر بھی آپ کے دن اچھے سے گزر جائیں تو اِس کو ھم محبت نہیں کہہ سکتے۔ محبت سے جُڑی خوشی صرف تب ھوتی ھے جب وہ ساتھ ھو، لیکن جب وہ نہ ھو تب اُس کی کمی محسوس ھوتی ھے۔ "

وہ رسان سے کہتا گیا۔

اور اب میں آپ کو آج کل کی محبت کی حقیقت بتاؤں؟"

بنیادی طور پر آج گفتگو کا موضوع تو یہ نہیں تھا کہ میں آپ کو محبت پر گیان دوں مگر بہت سارے لوگوں کے کہنے پر بول رھا ھوں۔

www.novelsclubb.com

آج کے دور میں ٹین ایجرز بہت زیادہ اِس غلط فہمی کا شکار نظر آتے ھیں کہ وہ محبت میں مبتلا ھیں۔ شاید اُنہیں گھر سے اُتنی توجہ نہیں ملتی جس کی وجہ سے وہ باھر اُسے تلاش کرنا شروع کر دیتے ھیں۔ اور باھر جب کسی انجان شخص سے اُنہیں وہ توجہ ملتی ھے تو وہ اُس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ھیں۔ جب کوئی اِس طرح توجہ دے تو پھر آہستہ آہستہ اُس کی عادت ھونے لگتی ھے۔ اور ھم سب اِس احساسِ کمتری کو مٹانے کے لئے مانگی گئی توجہ کو محبت سمجھ بیٹھتے ھیں۔ کتنے ھی لوگ صرف وقت گزاری کے لئے یہ ڈھونگ کرتے ھیں کہ وہ آپ کو چاھتے ھیں۔ اور آپ کے ساتھ مخلص ھیں، اب اِن سب باتوں کا حل کیا ھے؟

اول بات تو یہ کہ سترہ، اٹھارہ اور انیس سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں جتنی زیادہ احتیاط کر سکتے ھیں کریں، احتیاط کس بات کی؟ ایک دوسرے سے دور رھنے کی۔ اِس عمر میں آپ کو چاھئے کہ آپ کھوج لگائیں، یہ عمر اِن کاموں کے لئے ھے ھی نہیں، کیسی کھوج؟

اُس مذہب کی جس میں آپ موجود ھیں، یہی وہ عمر ھے جب آپ عقل کو پہنچ رھے ھوتے ھیں، اِس کو اِن کاموں میں ضائع کر کے کچھ حاصل نہیں ھو گا، بلکہ صرف اور صرف

خسارہ ھے۔ مگر جب آپ اِس عمر میں علم کو فروغ دیں گے اور یہ پر کھنا شروع کر دیں گے کہ زندگی کا مقصد کیا ھے تو آپ کو خود بھی اپنے آپ میں بہتری نظر آئے گی۔۔۔ کم از کم اِس سے آپ کو یہ تو پتہ چل جائے گا کہ اصل محبت کا مستحق کون ھے اور حلال اور حرام میں کیا فرق ھے۔ درحقیقت آپ کی عمر کا یہی وہ حصہ ھے جس میں آپ کو اپنی زندگی کے مقصد کا تعین کرنا ھوتا ھے۔ اِس عمر میں آپ اپنی شخصیت کی بنیاد رکھتے ہیں، اور پھر ساری عمر اُس پر قائم بھی رہتے ہیں۔ اِس حصے میں اگر غلط کاموں میں پڑ جائیں گے تو شاید پھر آپ وہ ایک گولڈن چانس گنوا دیتے ھیں جو آپ کی زندگی کو سنوار دے۔" سیاہ اسکرین کے پیچھے چلتی آواز بند ہو گئی۔ اور ساتھ ہی علما نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔ اُسکی آنکھوں کی نمی بہت روانی اختیار کر گئی۔ یہ ساری کہانی۔۔۔ یہ اُسی کی کہانی تھی جو حیدر سنا رہا تھا۔ وہ کیسے اپنے اصل کو بھول گئی؟ وہ کیوں بھیک میں مانگی گئی توجہ کو محبت سمجھ کر خود کو تباہ کر بیٹھی؟ اِس سب کے بعد اُسے پچھتاوے کے سوا کیا ملا؟

اگلے ہی لمحے وہ اٹھی اور اپنی الماری کی درز سے چند پینٹنگز نکالیں۔ وہ جو اُس نے بغیر دیکھے بنائی تھیں۔ بغیر اتاش کو دیکھے۔

اور اُن پینٹنگز کو لے جا کر جلا دیا۔ وہ اپنے ساتھ اُس شخص کی کوئی چیز کچھ بھی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ بس چاہتی تھی کہ یہ بات ہر شخص بھول جائے کہ وہ کبھی اُس سے منسوب رہی تھی۔

،وہ جب باہر نکلی تو اپنے سامنے اُن دو لوگوں کو دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ اُس کے ماں باپ جن سے اُسے کبھی بھی ویسی انسیت نہیں رہی تھی جیسی بچوں کو اپنے پیرنٹس سے ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اُن کی علما کے ساتھ وہ اپروچ رہی تھی جیسی اولاد کے ساتھ والدین کی ہونی چاہیے۔

وہ دو لوگ اپنی اپنی زندگیوں میں کافی عرصے تک مصروف رہے تھے۔ اور جب اُنہیں فرصت ملی تو وہ اُن کی دسترس سے نکل چکی تھی۔ علما کے ساکت قدم اُس وقت ہلے جب زرنا اماں نے اُسے آواز دی۔

آجاؤ تمہارے والدین آئے ھیں، تم سے کچھ خاص باتیں کرنے۔" وہ کہہ کر خود وہاں" سے اٹھ کر چلی گئیں۔ اُن کے جانے کے بعد علما اُن کے سامنے صوفے پر آ بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں علما۔ ہمیں تم سے نہیں چھپانا چاہئے تھا۔ مگر ہمارے پاس اِس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اگر ہم تمہیں بتا دیتے تو تم کبھی بھی ذہنی طور پر ہمیں اپنے والدین کے طور قبول نہیں کر پاتیں۔" کنول نے اُسے سمجھانا شروع کیا۔

"ہم نے ہمیشہ تمہارا بھلا ہی چاہا ہے بچے۔ بس ہم سے ایک غلطی ہو گئی، اور غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں؟ اگر ہم تمہارے اصل ماں باپ نہیں ہیں تو کچھ تو ہیں کہ تم ہمیں اُس رشتے کے ناطے ہی معاف کر دو اور ہمارے ساتھ واپس چلو۔" اِس بار فرقان نے کہا۔

"غلطیاں تو سبھی سے ہوتی ہیں۔۔۔ اور غلطیوں کو سدھارنا ممکن ہے، مگر کچھ لوگوں سے گناہ ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کا کفارہ کیا ہوتا ہے؟" وہ نگاہیں زمین پر جمائے بولی۔ اُن دونوں نے ہی ایک دوسرے کو ناسمجھی سے دیکھا۔

"مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے۔۔۔ میں اُس گناہ سے چھٹکارا کیسے پاؤں؟ آپ لوگ مجھے بتائیں؟" اُس کے چہرے پر کرب دکھنے لگا۔ کنول کے چہرے پر حیرت ظاہر ہوئی۔

"کیا کہہ رہی ہو علما؟"

"آپ سے غلطی یہ نہیں ہوئی کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا۔آپ کی غلطی یہ ہے کہ آپ نے مجھے اہمیت ہی نہیں دی۔مجھے آپ دونوں کی محبت چاہئے تھی۔میں ہمیشہ اپنے پیرنٹس میں یہ چیز مِس کرتی تھی کہ وہ میری کیئر کریں۔میں اِسی وجہ سے آپ سے دور ہوگئی۔مجھے آپ سے یہ شکوہ نہیں کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا۔مجھے آپ سے بس یہ گلہ ہے کہ آپ نے مجھے اپنی بیٹی سمجھا ہی نہیں۔"اُسکے شفاف آنسو نرمی سے گالوں پر بہنے لگے۔اُس کے سامنے بیٹھے دو لوگوں کے چہرے شرمندگی سے سرخ پڑنے لگے۔

"ہم نے تمہیں ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا ہے ڈیئر۔"کنول رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"وہ الگ بات ہے کہ ہم تم پر اپنا پیار اُس طرح سے نہیں جتا پائے جیسے پیار کی بچوں کو ضرورت ہوتی ہے۔مگر اِس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہمیں تم سے پیار نہیں۔"فرقان نے سر جھکائے کہا۔

"ہم تمہیں کبھی بھی خود سے جدا کرنے کا نہیں سوچ سکتے۔تم ہماری بیٹی کو علما۔"کنول نے گالوں پر گیلا سا لمس محسوس کیا۔

علما کی نم آنکھیں اپنے ھاتھوں کو تک رہی تھیں۔

آپ لوگ مجھ سے ایک وعدہ کریں کہ دوبارہ کبھی مجھے دنیا کے رحم و کرم پر نہیں" چھوڑیں گے۔" وہ روتے ہوئے اسی انداز میں بولی۔ فرقان اور کنول ایک دوسرے کو دیکھ کر بھیگی پلکوں سے مسکرائے۔

ہم وعدہ کرتے ہیں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں کریں گے۔ تم سے بہت پیار کرتے" ہیں۔"

★★★

www.novelsclubb.com

وہ سبک روی سے چلتا گھر میں قدم رکھنے والا تھا کہ جینز کی جیب میں موجود فون چنگھاڑنے لگا۔

تیسری بیل کے بجتے ہی اُس نے فون اٹھالیا۔

المان۔۔" دوسری جانب سے پکارا گیا۔ وہ گھر کے باہر ہی رُک گیا۔"

جی السلامُ علیکم بھائی۔"اُس نے بایاں ہاتھ جینز کی جیب میں ڈال کر ہمیشہ کی طرح" تابعداری سے کہا۔دوسری جانب ایک پل کے توقف کے بعد جواب آیا۔

وعلیکم السلام! غور سے میری بات سنو۔"لہجہ گھمبیر صورتحال بیان کر رہا تھا۔"

جی بولیں۔"الماں نے اپنی تمام تر توجہ کو اُس کی بات کی جانب انگیجنت کیا۔"

کل کے دن کا آغاز موت سے ہو گا۔آغاز اور انجام ایک ساتھ پیش آئیں گے۔وقت " "کے ساتھ چلتے رہنا۔زندگی جڑی ہے وقت کی ڈور سے۔

یہ حکم تھا یا اطلاع تھی جو بھی تھا الماں بہتر طور پر سمجھ چکا تھا۔

شاہویز جعفری، آج رات۔۔۔ٹھیک بارہ بجے۔"وہ آگاہ کر رہا تھا۔الماں کے چہرے" کے زاویے تن گئے۔نقوش میں کرختگی ظاہر ہوئی۔پھر اُس نے "جی بہتر" کہہ کر فون بند کر دیا۔

فون واپس رکھنے کے بعد وہ نیچے جھکا۔پاؤں کے قریب اڑسا چاقو نکالا۔پھر اُسے چہرے کے سامنے لے جا کر کھولا تو چمک آنکھوں میں پڑنے لگی۔نم ہوتی زخمی آنکھوں میں۔

★★★

سیاہ رات میں جلتے تاروں کی روشنی آسمان کو گھیرے میں لئے ہوئے تھی۔ دو عمارتوں کے بیچ سڑک پر موجود پانی میں چاند کا عکس متحرک تھا۔ ارد گرد سناٹے کے علاوہ سائیں سائیں کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ وہ قد آور شخص ایک گھر کے باہر کھڑا بلیک سوٹ میں ملبوس، سیاہ ماسک لگائے، سر پر سیاہ کیپ پہنے اور ہاتھوں پر سیاہ دستانے چڑھائے بظاہر کسی سیریل کلر جیسا تاثر دے رہا تھا۔ اُس نے ہاتھ پر بندھی گھڑی نگاھوں کے سامنے کی۔

ٹِک۔۔۔ٹِک۔۔۔ٹِک کی ہلکی آواز کانوں میں پڑ رہی تھی۔ سیکنڈز والی سوئی نے ایک اور بار ٹِک کی آواز نکالی تو بارہ بج گئے۔ اُسی اثنا اُس نے بازو نیچے کر لیا۔ لباس میں اڑسا پستول نکالا اور جیب میں موجود میگزین نکال کر پستول میں ڈالی۔ بلٹ کھینچنے کے بعد اُس نے پستول والا ہاتھ نیچے کر لیا۔ پھر گھر کے عقبی حصے میں پہنچا اور دیوار میں موجود ایک خانہ کھول کر کوئی بٹن دبایا جس کے ساتھ ہی سارے گھر کی بتیاں گل ہو گئیں۔ وہ واپس پہلے والی جگہ پر آیا۔

تیز زیرک نگاھیں پہلے ہی ہر چیز کا جائزہ لے چکی تھیں۔ گھر کی بیرونی دیوار بہت چھوٹی تھی۔اُسے پھلانگ کر وہ بغیر چاپ پیدا کئے سیاہ سبزے کے پیچھے ہو گیا۔اندرونی منظر بالکل صاف تھا۔

ایک گارڈ قریب ہی دروازے میں کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔اُس نے چند قدم آگے بڑھائے اور اُسکے چہرے پر ایک رومال رکھ کر اُسے کچھ دیر کے لئے دنیا سے غافل کر دیا۔سامنے موجود روش سیدھی ہال کے دروازے کو جاتی تھی۔ مگر ہال کے دروازے کے باہر بھی دو اہلکار ایستادہ تھے۔ایک پل کے لئے اُسکی نگاھیں اُن اہلکاروں پر جمی رہیں۔پھر وہ اوپر کو اٹھیں اور پھر بائیں جانب جا کر رُک گئیں۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور محتاط قدم اُٹھاتا وہاں تک پہنچا۔وہ اُس دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا جس کے دوسری جانب خمار آلود چہروں والے اہلکار ایستادہ تھے۔

ایک سیکنڈ کے اندر اندر وہ اپنی جگہ سے ہلا' دیوار کی دوسری جانب قدم رکھا اور ہاتھ میں موجود پستول کا سرا اُسکی گردن کے پچھلے حصے میں دے مارا۔اہلکار اُسی پل بے ہوش ہو کر نیچے

www.novelsclubb.com

گر گیا۔ مگر اُس کے سامنے موجود دوسرا اہلکار چوکنا ہو چکا تھا۔ اُس نے سبک روی سے وار کیا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص کا پستول نیچے گر گیا۔ اہلکار نے اپنی رائفل سے اُس پر گولی چلانے کی کوشش کی مگر وہ اُسکی کلائی پر وار کر کے اُسکے بازو کو مضبوطی سے تھام چکا تھا۔ اِس سے پہلے کہ کوئی آواز پیدا ہوتی اُس نے اہلکار کا بازو موڑ کر اُس کے سر پر کہنی ماری۔ وہ توازن کھونے والا تھا کہ اُسی کی بندوق کا ایک سخت وار اُسکی گردن کے قریب کیا گیا۔ اور وہ دوزانو ہو کر اُسکے قدموں میں گر پڑا۔

سیاہ کیپ والے شخص نے اپنا قیمتی پستول ٹھنڈے فرش پر سے اٹھایا اور کلک کی آواز سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

گھر کا اندرونی حصہ کسی حویلی جیسا معلوم ہوتا تھا۔ وہاں جگہ جگہ ستون لگے تھے اور راہداری کے اوپر راہداری موجود تھی۔

وہ بغیر چاپ پیدا کیے سامنے موجود تاریک راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک جگہ پہنچ کر وہ دائیں مڑ گیا۔ سامنے موجود راہدری بھی تاریکی میں ڈوبی تھی۔

دو کمرے چھوڑ کر تیسرے کمرے کے سفید دروازے پر اُسکی نگاھوں کا ارتکاز رُک گیا۔

اُسکے سیاہ جوتوں والے قدم ایک بار پھر حرکت میں آئے۔ وہ اُس کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ اندر سے لاکڈ تھا۔

اُس نے ایک باریک پِن اپنی جیب سے نکالی اور اُسکی مدد سے ناب گھمائی تو دروازہ چرر کی آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

کمرے میں قید افیون کی بُو باہر نکلنے لگی تھی۔

نیم تاریک کمرے میں موجود بڑے سے بیڈ پر وہ ٹانگیں پھیلائے گہری نیند سو رہا تھا۔

دروازہ ٹھک سے بند ہوا' وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کے بیڈ کے قریب پہنچا' اس نے سوئے ہوئے شخص کے بالوں کو سختی سے جکڑا تب جا کر اس نے ہڑ بڑا کر آنکھیں کھولیں۔

سرخ رنگت والی آنکھیں خوفناک دکھائی دے رہیں تھیں۔ اِس سے پہلے کہ وہ شور مچاتا اور اچھلنے لگتا۔ سیاہ کیپ والے شخص نے اُسے ایک جھٹکا دے کر کالر سے پکڑا اور اپنے چمکتے

ہوئے پستول کی ٹھنڈی نال اسکے دماغ کی رگوں پر رکھ دی۔ایک پل کے لئے وہ ساکت ہو گیا۔ ہر چیز حتیٰ کہ سانس تک ساکن تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔۔کون ہو تم، مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"جب وہ بولا تو خاصا ڈرا ہوا تھا۔ مگر نشے کے باعث اُسکا دماغ اُسکے جسم کے ساتھ مل کر درست طریقے سے کام نہیں کر پا رہا تھا۔

"تمہاری جان۔"دو لفظی جواب نہایت ہی ٹھنڈے لہجے میں دیا گیا تھا۔

شاہ ویز جعفری کا وجود کپکپا کر رہ گیا۔وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اُسے بولنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

سیاہ سوٹ میں ملبوس کم عمر نوجوان نے پستول نیچے کر لیا۔ مگر لمحے بھر کا توقف کیے بغیر اُس نے اپنے ہاتھ جتنا چاقو اپنے پاؤں کی جانب جھک کر نکالا۔ تیز چمکتا ہوا چاقو۔

شاہ ویز جعفری کی آنکھیں باہر کو ابھر آئیں۔

"نہ۔۔نہیں۔۔۔"اُس کا چہرہ پسینے سے تر نظر آنے لگا۔وہ پوری قوت سے چیخا تھا۔

یہ چیخنا تمہیں کچھ کام نہیں دے گا۔" یخ لہجہ ایک بار پھر وارد ہوا۔"

تم کون ہو؟اور میری جان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟"اُس کا سانس پھول چکا تھا اور" رگیں واضح ابھری ہوئیں تھیں۔

اُس نے جواب دینے کے بجائے وہ کیا جس کام میں وہ ماہر تھا۔وہ چاقو اُس کے دائیں کندھے سے چلاتا ہوا کلائی تک آپہنچا تھا۔شاہ ویز جعفری کی چیخیں کمرے کے درو دیوار سے ٹکرا کر واپس آنے لگیں۔

پھر وہ اُس کے بائیں کندھے کی طرف بڑھا۔اُس کندھے پر چاقو چلاتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں گویا خون تیرنے لگا تھا۔"انصاف۔۔۔انصاف۔۔۔انصاف۔"اُس کے دماغ پر یہ الفاظ برس رہے تھے۔

شاہ ویز جعفری کا وجود بے جان پڑنے لگا۔وہ اِس گرمی میں بھی اکڑنے لگا تھا۔اُس کی آنکھیں چہرے سے الگ دکھنے لگی تھیں۔اور وہ چیختا جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

درشتی سے چلتا چاقو ٗر کا تو اُسکے بازو خون سے لت پت ہو چکے تھے۔تازہ خون کی بُو نے کمرے کا احاطہ کیا۔

وہ اپنے سامنے چت لیٹے شخص سے دور ہوا تو خون کی بوندیں چاقو سے ایک دھار کی صورت نیچے گرنے لگیں۔

اگلے ہی پل اُس نے اپنا سیاہ ماسک کھینچ کر نیچے کیا۔شاہ ویز جعفری نے بے یقینی سے اُس کا چہرہ دیکھا۔اس کا سانس حلق میں کہیں اٹک چکا تھا۔

تم۔۔"اِس سے قبل کہ وہ مزید کچھ پکارنے کی سعی کرتا مقابل ایستادہ شخص نے اُس کی" مشکل آسان کردی۔

اُس نے چمکتا ہوا پستول اوپر کیا اور ٹر گرد بایا۔گولی اُسکے ماتھے سے پار چلی گئی۔ایک پل کا بھی وقت لئے بغیر وہ پلٹا اور کھڑکی سے باہر چھلانگ دی۔

★★★

www.novelsclubb.com

پچھلے ایک عرصے سے اداس اور ویران نظر آتی حویلی میں آج الگ ہی سماں تھا۔حویلی کے سرخ در و دیوار جی اُٹھنے کی حد تک کھلکھلائے ہوئے نظر آرہے تھے۔درختوں کا سبزہ مزید گہرا ہو چکا تھا۔موتیے کے پھولوں کی خوشبو آج محوِ انتظار تھی۔گاؤں کے لوگ بارہا حویلی کے چکر لگا چکے تھے۔لذیذ کھانوں کی خوشبوئیں ہر سو پھیلی تھیں۔ محسوس کرنے والوں کے لئے تہوار کی سی خوشی تھی جسے وہ محسوس کر رہے تھے۔

چہروں کی تمازت، رنگوں کی کثرت، کھانوں کی مہک، باتوں کا شور و غل،لوگوں کی چھل پہل سب اُسی کے لئے تو تھا۔اُس ایک شخص کے لئے جو اِس گاؤں کا لاڈلا تھا۔اِس حویلی کو ہی نہیں بلکہ گاؤں کی ہر چیز کو اُس سے انسیت تھی۔اور کیسے نہ ہوتی؟ وہ کسے بھلا نہیں لگتا تھا، وہ کس کا بھلا نہیں کرتا تھا؟

بھائی، بھائی، بھائی۔۔۔میں بہت خوش ہوں، آج میں بہت زیادہ خوش ہوں۔" اسد" صحن میں ایک جانب کھڑا گیلے بال خشک کر رہا تھا جب وہ آندھی کی طرح آئی اور اُس کے بازو کو پکڑ کر جوش سے بولی۔وہ ہڑبڑا سا گیا۔وہ چھوٹے بچوں کی طرح ہی تو اچھل رہی تھی۔

میں جانتا ہوں۔اور تمہیں منہ سے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا چہرہ، تمہارے" کام اور تمہارا رویہ سب کچھ بتا رہا ہے۔۔۔احمد کی چھوٹی سی پری ہی لگ رہی ہو آج۔"اسد نے آخر میں اُس کی ناک کو انگلی سے چھوا تو وہ پیچھے کو ہوئی۔ صحن میں ایک جانب کریم چچا پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتے دکھائی دے رہے تھے۔دوسری طرف خالہ بانو اپنے سامنے لڈوؤں کا سامان پھیلائے بیٹھیں تھیں۔

ھاں خوش تو میں ہوں لیکن احمد بھائی سے مجھے بہت سے شکوے بھی کرنے ھیں، میں" نے ساری شکایات کی لسٹ اپنے دماغ میں تیار کر رکھی ہے، آنے تو دیں انہیں۔آپ دیکھئے گا۔۔۔"اُس نے اچانک ہی خبر لینے والا انداز اپنایا۔اسد ہولے سے ہنسا۔

تو اب احمد بھائی، احمد بھائی کرنے والی بہن نے اُس سے شکایات کب سے شروع کر دیں" ؟"اسد نے ہاتھ میں موجود تولیہ ایک جانب پھیلا کر رکھا۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا اُسکے نم بالوں کو چھو کر گزر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

انھوں نے مجھ سے کئی باتیں چھپائی ہیں۔آپ نے سنا۔۔مجھ سے۔"اُس نے حیرت اور افسوس سے اپنی جانب اشارہ کیا۔

"تواِس میں کیا ہے۔انسان بہت سی باتیں چھپاتا ہے، تمہیں ہر چیز بتادے کیا؟"

ہاں لیکن وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے۔اور آپ کیوں اُن کی سائیڈ لے رہے ہیں؟"انا نے کمر پر ہاتھ جمائے ابرو اچکا کر پوچھا۔اس سے پہلے کے اسد کچھ کہتا کچن سے فاطمہ خاتون کی آواز سنائی دی اور وہ اُن کی طرف پلٹ گئ۔

اسد اُسے جاتے دیکھ کر نرمی سے مسکرایا۔پھر کسی سوچ کے تحت ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا اور خود بھی پلٹ گیا۔

★★★★

سفید اپارٹمنٹ کے باہر سبز لان میں پرندوں کی آوازیں ایک روشن اور پُر امید صبح کا پیغام دے رہیں تھیں۔دروازے کے اُس پار اپارٹمنٹ کے اندر تیز خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔وہ صوفے پر دونوں پاؤں اوپر رکھے منہ کو تکیے سے ڈھانپے بیٹھا تھا۔

"بس کر میرے بھائی۔۔۔بس کر دے خدا کے لئے۔"

اُسکی گھٹی گھٹی سی آواز احمد تک بالکل بھی نہیں پہنچی تھی۔ حسیب کی برداشت کی حد ختم ہوئی تو وہ پیر پٹختا اس کمرے میں پہنچا جہاں وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنی پسندیدہ پرفیوم میں گویا نہا رہا تھا۔

حسیب نے اُسکے ہاتھ سے پرفیوم جھپٹا تو احمد نے سرمئی نگاھیں تعجب سے اوپر اٹھا کر اُسے دیکھا۔

"اِس سے پہلے کہ میری موت واقع ہو جائے، مجھے لگتا ہے کہ تمہارے بجائے مجھے یہاں سے دفع ہونا پڑے گا۔"

حسیب نے اپنا بند ہوتا سانس مشکل سے بحال کر رکھا تھا۔ احمد نے اِس سکون سے اُسے دیکھا کہ وہ ضبط بھی نہ کر سکا۔

"محسوس کرو اِس خوشبو کو۔۔۔تاکہ تمہیں بھی صفائی ستھرائی کا کچھ سلیقہ آئے۔"

وہ اُسکے جواب کا انتظار کئے بنا ہی کمرے سے باہر نکل آیا۔ حسیب بھی اُسکے پیچھے بڑھا۔

www.novelsclubb.com

تم نے جانا کس وقت ہے؟"حسیب کی آشفتہ حالی نمایاں تھی۔"

کوئی آج مجھے یہاں سے بھیجنے کے لئے بے تاب دکھائی دے رہا ہے۔"احمد نے میز پر پڑے جگ سے پانی کا گلاس بھرتے ہوئے ہوا میں ہی فقرہ اچھالا۔ حسیب جابر نے پچھلے ایک سال میں پہلی بار ضبط شدہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے اپنے دل کا جلنا شدت سے محسوس کیا تھا۔

یااللہ مجھے صبر دے۔"اس نے اپنے ماتھے سے پسینے کی بوندیں صاف کیں۔احمد نے پانی" کے چند گھونٹ بھرنے کے بعد اُس طرف دیکھا جہاں وہ اُس کمرے کا تالا لگا رہا تھا جہاں سے اُس نے ابھی احمد کو باہر نکالا تھا۔

www.novelsclubb.com

پورے گھر کو تم نے پرفیوم خانہ بنادیا ہے۔ جانتے بھی ہو مجھے پرفیوم سے الرجی ہے۔"وہ" رو دینے کی حد تک زچ لگ رہا تھا۔

احمد نے سر کو نفی میں ہلا کر اپنا تیار کردہ بیگ تھاما۔

"جا رہا ہوں میری نازک سمرن۔اور بہت کم ہی نظر آؤں گا اب۔"

اپنے یہ دل جلے تبصرے اپنے پاس رکھو اور فلحال تو جلدی نکلو یہاں سے۔ ورنہ میرے" قتل کا ذمہ اپنے سر لے کر جیل جانا پڑے گا۔اور پھر اِس معاشرے پر کیا اثر پڑے گا تمہاری اِس "حرکت کا۔۔۔لوگ کیا سوچیں گے۔۔۔یاراں کولوں یار گواچن لگ پئے نے۔۔۔۔ چچ چچ۔

حسیب کا تبصرہ اُسکی حالت کی نشاندہی کر رہا تھا۔

احمد نے اپنا پرفیوم میں اٹا وجود اُسکے ساتھ لگاتے ہوئے الوداعی کلمات کچھ یوں کہے تھے۔

اللہ حافظ حسیب۔۔۔اگر تم نہیں مرتے تو اِس نیک عمل کی خاطر دو منٹ تک تمہیں" گلے لگائے رکھ سکتا ہوں۔ میری قربت کے باعث تمہاری روح بھی سکون سے نکلے گی۔"اور حسیب نے ایک جھٹکا دے کر اُسے خود سے دور کیا۔

بہت شکریہ۔ جائیے اب خدا حافظ۔" وہ اُسے پکڑ کر خود ہی باہر کی راہ دکھانے لگا۔"

ٹھیک ہے جا رہا ہوں۔" وہ باہر نکلتے ہوئے تحمل سے کہہ رہا تھا۔اور پھر اُسکے منہ کے اوپر" دروازہ ٹھک سے بند کر دیا گیا۔

★★★★

اُس نے حویلی میں قدم رکھا تو فضا میں چند پل کے لئے سکوت چھا گیا۔

ہر چیز پر اُس کی نظر پھسلی، ہر چیز نے گویا اُسے سلام کیا تھا۔ وہ مسکرایا۔ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ۔

اگلے ہی پل اُسے ایک زوردار دھچکا لگا۔ وہ ایک انچ پیچھے ہوا تھا۔

وہ بس چند لمحوں کے لئے ہی اُس کے سینے سے لگی تھی۔ احمد کے لئے وہ چھوٹی سی بچی بن گئی تھی۔ محبت کی چاہ' اور توجہ کی جست میں لگی معصوم تمنائیں لئے فقط مہربانیوں کی آرزومند۔

بھائی۔" وہ اُس سے الگ ہوئی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اور شاید وہ رو بھی رہی تھی۔"

احمد نے اپنا بازو اُس کے کندھے پر رکھ کر سرمئی آنکھیں اُس کے چہرے پر کیں۔

بھائی کی جان بھی قربان۔ بہت کہتی تھی واپس آجائیں، اب جو لوٹا ہوں تو ایسے رو کر" "استقبال کرو گی؟

اُس نے فوراً سے گردن نفی میں ہلائی۔ پھر آنکھوں میں امڈتے آنسو صاف کرتی بولی۔

اب اگر آپ گئے تو جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے جایئے گا۔ ورنہ میں خود چلی آؤں گی"
آپ کے پاس۔"

اُس نے آتے ہی اُس سے وعدے لینے شروع کر دیے تھے۔ احمد تھکن سے مسکرایا۔

اب میں کبھی تمہیں اتنی دیر کے لئے چھوڑ کر جاؤں گا ہی نہیں کہ تمہیں میرا انتظار کرنا"
پڑے۔"

"پکے والا وعدہ؟"

ہاں ہاں وعدہ۔" اور وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔"

صحن میں لگے درختوں کی چھاؤں کے نیچے رکھے پلنگ پر وہ چند پل کو سکون کی خاطر لیٹی تھیں۔ اِس سے پہلے کہ وہ حویلی کے باہر گونجتے شور کے باعث اُٹھ جاتیں اُنہیں اپنے پاؤں پر کسی کے لبوں کا لمس محسوس ہوا۔ وہ جھٹ سے اُٹھ بیٹھیں۔

احمد اُن کی پائنتی کی طرف بیٹھا اُن کے پیروں پر بوسہ دے کر اب سیدھا ہو رہا تھا۔
آنکھوں کا نرم سا تاثر ماں کو دیکھ کر محبت کی زبان بولنے لگا تھا۔

امی۔"وہ اُن کے قریب آیا تو وہ اُسے پیار کرنے لگیں۔ آنکھوں میں نمی گہری ہو گئی۔" اُن کے بیٹے کا چہرہ اُن کے ہاتھوں کے حصار میں تھا۔ فاطمہ خاتون کا دل راحت کے درجے طے کرنے لگا۔

کیا کھاؤ گے؟"اُن کے غیر متوقع سوال پر وہ چہرہ جھکا کر ہنس دیا۔"

"جو بھی آپ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو۔"

فاطمہ خاتون اُس کی بات پر نم پلکیں صاف کرتی اُٹھ گئیں۔

اُسے دیکھنے کو لوگ یوں جوق در جوق آرہے تھے گویا وہ کوئی نئی نویلی دلہن ہو۔ وہ سب مردوں سے مصافحہ کرتا، خواتین کی دعائیں وصولتا تحمل سے ایک جگہ کھڑا رہا۔

اسد نے جب اُسے مضبوطی سے تھام کر گلے لگایا تو وہ اُسی کا عکس معلوم ہوتا تھا۔ ایک جیسے قد کاٹھ مگر آنکھوں کا رنگ مختلف۔

تمہیں دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے۔"اسد نے اُسے شانوں سے تھامے کہا۔"

مجھے بھی۔"اُسکی روشن آنکھوں کی چمک بڑھی۔"

پھر جب اُس کے آنے کا شوروغل کچھ مدھم پڑا تو اُس نے اصطبل کا رخ کیا۔

کریم وہاں پہلے ہی موجود تھا۔رنجیدہ بیٹھے سفید گھوڑے کی سماعت نے جب اُس کے قدموں کی چاپ سنی تو اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھا کر اُس کی آمد پر گویا خوش آمدید کہا۔

احمد نے شاہو کے سر پر پیار کیا' پھر اُس کی گردن کے سفید چمکتے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ شاہو اپنا سر اُس کے سر سے ٹکائے جانے کتنی ہی دیر کھڑا رہا۔

تمھیں بہت یاد کیا ہے یار۔جب بھی تنہا ہوتا تھا تو خود سے باتیں کر کر کے تھک جاتا تھا۔" اُن لمحوں میں تمھیں یاد کر کے دل کو بہت تھکایا ہے میں نے۔"وہ اپنی جبیں اُسکے ماتھے سے ٹکائے سرگوشی کی صورت کہہ رہا تھا۔

تسی اپنی بات کرر ہے او چوہدری صاب۔۔۔ایتھے شاہو کئی کئی دن آپ کی یاد وچ بھوکا"

"رہتا تھا، میں نے آج سے پہلے کسی جانور کی کسی انسان دے نال ایسی الفت نہیں دیکھی ہے جی۔

کریم نے اردو پنجابی مکس کرتے ہوئے کہا۔

احمد کریم چچا سے بخوشی ملا پھر نرم رو لہجے میں بولا۔

مجھے کوئی شک تو نہیں مگر پھر بھی تسلی کی خاطر پوچھ رہا ہوں، آپ نے اِس کا اچھے سے"

"خیال تو رکھا ہے نا؟

ارے جی میں نے کیا خیال رکھنا تھا چوہدری صاب۔۔۔انا بیٹی ایک پل کے لئے وی اِس"

سے دور نہیں رہتی تھی۔ مجھے تو ڈر تھا کہیں شاہو آپ کو بھول کر اُن سے ہی مانوس نہ ہو

جائے۔"اُن کے بتانے پر احمد فرحت اندوز ہوا۔

"انا میں اور مجھ میں تفریق بھی نہیں۔اُس سے مانوسیت مطلب مجھ سے محبت۔"

اُس نے کریم چچا کی غلط فہمی کو دور کیا تو وہ مسکرا کر سر ہلا دیے۔

اُس رات وہ سب لوگ یکجا تھے۔اُن کی فیملی ایک مکمل فیملی تھی۔بس ایک ادھورا پن سا تھا۔اور اُس ادھورے پن کے بارے میں کوئی سوچنا بھی نہیں چاھتا تھا۔

انا' اسد' احمد اور فاطمہ خاتون نے شام کا کھانا ایک ساتھ کھایا تھا۔

وہ جہاں ہوتا فقط اُسکی موجودگی کے باعث خوامخواہ ہی رونق محسوس ہونے لگتی تھی۔

صرف آپ کے ہاتھ کا بنا یہ کھانا کھانے کے لئے لوٹا ہوں۔" احمد نے انگلیاں چاٹتے ہوئے کہا تھا۔

زیادہ مکھن مت لگائیں امی کو۔" انا نے بھرپور حصہ ڈالا۔"

ہو گئیں شروع۔۔۔؟" ابرو اچکا کر کہا تو اسد نے مسکان روکی۔"

"ابھی تو ہونا ہے۔تیاری رکھیں بس آپ۔"

دھمکی؟" وہ آنکھوں سے باتیں کرتا تھا۔فاطمہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔"

نہیں، حق ہے میرا۔" انا نے جتایا۔"

ٹھیک ہے پھر۔"اُس نے تسلیم کر لیا۔پھر جب تک وہ وہاں بیٹھا رہا باتوں کے انبار لگ گئے۔

★★★★

اسپرنگ والی کاپی گود میں بند پڑی تھی اُس کے اوپر پنسل والا ہاتھ رکھے وہ سبز گھاس پر موجود بنچ پر بیٹھی تھی۔سادہ بلیو میکسی پہنے بالوں کا جوڑا بنائے اُس نے سر پر مہک کا سفید اسٹالر لے رکھا تھا۔

خاموش چہرہ،اور گہری آنکھیں حال میں نہیں لگ رہیں تھیں۔وہ کہیں بہت دور تھیں مگر حال میں نہیں تھیں۔

خاک اُڑاتے قدموں کو دیکھو"

پھر اُس خاک کو دیکھو۔۔۔

خاک تمہارے قدموں کے نیچے ہے؟

ذرا سا غور تو کرو

!ایک ذرا سا غور

پھر میرے سوال کا جواب دو

،خاک تمہارے قدموں کے نیچے ہے

"یا تم ہی خاک ہو؟

ذہن پر تحریر ہوتے لفظوں نے اُسکی آنکھیں نم کر دیں۔

اُنہیں ڈائری پر تحریر کرنا اُس کے بس میں نہیں لگتا تھا۔ سامنے نظر آتے سبزے کے اوپر پھولوں کی بہتات تھی۔ چند لوگ آس پاس سے گزر بھی رہے تھے۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ اُس پارک سے باہر نکلی۔ آج اُسکا پہلا پیپر تھا۔

وہ کالج پہنچی اور پیپر دے کر واپس لوٹ رہی تھی کہ لمحے بھر کو رُک گئی۔

دو خاک کے پتلے ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ مگر وہ محض دو خاک کے پتلے نہیں تھے۔

وہ دو اہم کردار تھے۔ علما کی زندگی کے دو اہم کردار۔ جنہوں نے اُسے زندگی کے اُس پہلو میں دھکیلا تھا جسے وہ پہلے نہیں جانتی تھی۔

"اُن دو کرداروں کے نام تھے۔" اتاش اور ایلینور۔

وہ آگے بڑھ گئی۔ گھر پہنچی۔۔۔ اپنے گھر۔ اپنے ماں باپ کے گھر۔

کنول عین اُسی وقت ٹیبل پر کھانا لگاتی نظر آرہیں تھیں۔ وہ آج پہلی مرتبہ اُنہیں بتا کر گئی تھی کہ وہ اِس وقت آئے گی۔ اور اُنہیں یاد تھا۔

اُنہیں سلام کرتے ہوئے وہ کمرے میں فریش ہونے کو چلی گئی۔ واپس لوٹی تو ٹیبل پر کنول کے ساتھ ساتھ فرقان بھی اُسکا انتظار کر رہے تھے۔

یہ پہلا دن تھا کہ وہ کام سے جلدی لوٹے تھے۔ صرف اُس کے واسطے۔

گھر کا ماحول آج صحیح معنوں میں گھر کا ماحول لگ رہا تھا۔ علما کے دل میں اُن دونوں کے لئے اچانک ہی ہمدردی اور محبت ہلکورے لینے لگی۔

وہ نم آنکھوں سے مسکراتی اُن کے ساتھ ٹیبل پر آبیٹھی۔

"السلامُ علیکم بابا!"

وعلیکم السلام!"وہ خوشگواری سے جواب دینے لگے۔"

پہلا پیپر کیسا رہا؟"انہوں نے ہی بات کو آگے بڑھایا۔"

"اچھا ہو گیا۔"

کنول بہت توجہ سے اُسے سن رہیں تھیں۔

ماما آپ نے کھانا بہت اچھا بنایا ہے۔"اُس نے پہلا نوالہ منہ میں رکھتے ہی تعریف کی۔"

کنول نے بشاشت سے فرقان کو دیکھا۔

تمہارے بابا نے تو آج تک ایسا تبصرہ نہیں کیا۔"اُن کے چہرے پر آج خوشی کے رنگ" واضح تھے۔ علما کھل کر ہنس دی۔ فرقان کے کان ایک دم ہی کھڑے ہوئے۔

www.novelsclubb.com

منہ سے تعریف کرنا ضروری ہے کیا؟انسان کو چہرے کے تاثرات پڑھ لینے چاھئیں۔"وہ سنجیدہ انداز میں کہتے دوبارہ کھانے لگے۔

کنول نے علما کو دیکھ کر ابرو کو جنبش دے کر یوں اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہوں "لو کر لو بات۔"

"کبھی کبھی الفاظ ہی سب کچھ ہوتے ہیں۔تاثرات میں وہ بات کہاں جو لفظوں کی تاثیر میں ہے۔الفاظ ہی پردہ ہیں اور الفاظ ہی آئینہ۔پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے کہ منہ سے کہنا ضروری نہیں۔"اُس نے عام انداز میں کہہ کر گردن پلیٹ پر جھکا لی مگر وہ دونوں چند پل کے لئے اُسے دیکھتے رہ گئے، پھر مسرور ہوئے۔

www.novelsclubb.com

تم ٹھیک کہہ رہی ہو الفاظ بہت کچھ ہوتے ہیں۔"فرقان نے تائید کر ڈالی۔علما فقط" مسکرائی۔

'وہ خود کو بدلنے کی کوشش کر رہی تھی۔اُن سے نرمی سے بات کرنے کی کوشش کرتی اُنہیں گاہے بگاہے اپنی روٹین سے آگاہ کرتی رہتی۔کنول سے کئی معاملات میں رائے لیتی اُنہیں

اپنی رائے دیتی۔اُس نے اپنی زندگی کے چند اصول بنا لئے تھے۔اصول محدودیت پسند ہوتے ہیں۔اُس نے خود کو دنیا سے کچھ محدود کر لیا تھا۔وہ اپنی فیملی کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے لگی تھی اور دوستوں کے ساتھ کم۔دوستوں میں بھی اب اُسکی دوستی فقط مہک سے تھی۔

شام کے وقت وہ مہک کے گھر گئی۔زرنا اماں سے خوش اخلاقی سے ملی اور پھر مہک کے ساتھ شاپنگ کے لئے چلی گئی۔

مجھے تمہارے جیسا بننا ہے مہک۔"اُس نے راستے میں کہا۔"

میرے جیسا؟"اسے تعجب ہوا۔"

ہاں جیسے تم ہو۔۔۔حجاب میں لپٹی،گاؤن میں ملبوس۔مجھے تمہارے جتنا مقدس ہونا ہے" مہک۔تاکہ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑتے ہی پلٹ جائے۔وہ مجھے ٹھہر کر دیکھتے نہ رہیں۔"اُس کا لہجہ بدل چکا تھا۔مہک پل بھر کو ساکت ہو گئی۔

اُس نے چہرہ موڑ کر علما کو دیکھا۔وہ الگ لگ رہی تھی۔

مکمل لباس اور سر پر اسٹالر۔اُسکے بال ڈھکے ہوئے تھے۔مہک چند پل کو دیکھتی رہ گئی۔

تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔" کچھ دیر بعد وہ بولی تو علما کو توقع نہیں تھی وہ یہ کہے گی۔"

تم سے زیادہ نہیں۔" وہ جھکی نگاھوں سے بولی پھر رفتار بڑھا دی۔"

اس نے اپنے پرانے کپڑے جلا کر نئے کپڑے خرید لیے تھے۔ وہ خود کو ڈیکور کرنے کا ہر سامان پھینک کر ایک نئے سرے سے زندگی کو جینا چاہتی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس نے ابھی ابھی دنیا میں قدم رکھا ہو۔ اور یہ اُسکی زندگی کا پہلا چیپٹر ہو۔

"Where the life begins."

مہک میں کہتی تھی نا کہ مجھے خوابوں کی دنیا میں جینا اچھا لگتا ہے۔ اور تم ہمیشہ کہتی تھی" کہ خوابوں کی دنیا میں رہنا چھوڑ دو۔ یہ دنیا سیاہ ہے۔ مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی تھی۔ میں سوچا کرتی تھی کہ کم از کم لڑکیاں تو خوابوں کی دنیا میں رہتی ہوئی بھلی لگتی ہیں۔" وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ ساتھ بیٹھی مہک کی توجہ اُسکے اگلے الفاظ پر تھی۔ وہ ایک دکان کے باہر لگے بنچ پر جا گزیں تھیں۔

میں اب سمجھی ہوں۔ تمہاری ساری باتیں میرے دماغ میں کسی بازگشت کی طرح" گونجتی ھیں۔ میری سوچ بدل رہی ہے۔ جسے میں خوابوں کی دنیا سمجھتی آئی تھی وہ تو اصل میں گناہوں کی دنیا تھی۔ تاریک اور سیاہ۔

حقیقی معنوں میں تو خوابوں کی دنیا کچھ اور ہے۔ جسے میں اب دیکھ سکتی ہوں، وہ میری نگاھوں کے سامنے ہے مگر اُس دنیا تک رسائی میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ میں اسے محض دور سے دیکھ ہی سکتی ہوں۔" وہ انفعالی کیفیت لئے بول رہی تھی۔ مہک نے اُس میں یکسر بدلاؤ آتے دیکھا تھا۔

تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ کچھ مرض جب چھوٹنے لگتے ہیں تو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ یہ دنیا کا" مرض بھی ایسا ہی ہے۔ اِس سے پیچھا چھڑاتے ہوئے انسان کو کبھی کبھی اپنا آپ بھی تیاگنا پڑتا "ہے۔ تم بس خود پر یقین رکھو، تمہیں اِس مرض سے جلد نجات مل جائے گی۔

وہ اُسکے ہاتھ تھامے بولی۔

چلو ہمیں اب واپس چلنا چاھئے۔" پھر وہ اُٹھ گئیں۔"

www.novelsclubb.com

★★★★

رات کے دوسرے پہر وہ اپنے سفید بستر کو پیروں سے ہٹاتے ہوئے بیڈ پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

اُس نے نیم گلابی رنگ کی کاٹن کی پرنٹڈ فراک پہن رکھی تھی۔ گھنگریالے بھورے بال کھل کر کمر پر آبشار کی صورت گر رہے تھے۔

برف ہوتا چہرہ نیند سے کوسوں دور لگ رہا تھا۔ کمرے میں ہلکی نیلی روشنی پھیلی تھی۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ "اُسکے لبوں نے وہ آیت دہرائی جو اُس نے ایک لیکچر" میں سنی تھی۔ وہ آجکل باقاعدگی سے حیدر کے لیکچر لے رہی تھی۔ اُس دن جب مہک نے اُسے حیدر کے چینل کا لنک بھیجا تو وہ اُسے دیکھنے لگی۔

حیدر۔ "چینل کا نام فقط اتنا ہی تھا جس کے آگے پیچھے کچھ نہیں تھا۔ اُس نے چینل کو" اسکرول کیا تو ہر ویڈیو کی اسکرین ایک ہی سفید رنگ کی تھی۔ کسی بھی ویڈیو میں نہ تو حیدر کا چہرہ تھا نا اُس کے سامعین کا ہجوم دکھائی دیتا تھا۔ مگر اُس کی ہر ویڈیو کو ملینز کی شکل میں (نفس) کے نام سے اپلوڈ ہوئی غالباً پانچ Spirit آتے تھے۔ جب اُس نے (views) ویوز

منٹ پر محیط ویڈیو چلائی تو اُس کا وہی شستہ لہجہ سماعتوں سے ٹکرانے لگا۔ویڈیو کے اوپر انگریزی سب ٹائٹلز بھی دکھائی دے رہے تھے۔

نفس جانتے ہیں؟ نفس یعنی جان، وہ جان جسے ایک دن واپس لے لیا جائے گا۔"

وہ جان جس کے بارے میں ارشاد ہے:

"وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔"

ترجمہ:

ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔"(النحل-٣٣)

نفس پر یہ ظلم خود ہمارا نفس ہی کرتا ہے۔

ہماری روح کو پیدا کرنے کے بعد اللہ نے ایک عہد لیا تھا ہم سے۔۔۔یاد ہے وہ عہد کیا تھا؟

عہد الست "جب اللہ نے تمام روحوں سے یہ سوال پوچھا تھا کہ الست بربکم ؟"کیا میں "تمہارا رب نہیں ہوں ؟

اس پر سب نے کہا۔

"بلیٰ شھدنا"

کیوں نہیں، ہم سب گواہ بنتے ہیں۔"اللہ نے یہ وعدہ ہم سے اس لئے لیا تھا کہ روزِ محشر ہم یہ نہ کہیں کہ ہم تو بے خبر تھے۔

روح کے اُس مقام کو یاد کرو۔۔۔جب وہ اپنے رب کو پہچانتی تھی۔

تمہاری روح پاکیزہ ہے بہت پاکیزہ۔"اُس کی آواز میں وہی تاثیر تھی جو علما نے پہلی بار سننے میں محسوس کی تھی۔

جب انسان کوئی غلط کام کرتا ہے تو اُسکا ضمیر اُسے ملامت کرتا ہے۔جانتے ہیں ضمیر کیا" ہے ؟ضمیر ہی ہمارا من ہے،اور من کیا ہے ؟ باطن،وہ باطن جو روح بھی ہے اور جو ہمارے قلب میں سمائی ہے۔آسان لفظوں میں قلب۔۔۔ہمارا دل۔۔۔گردشوں کا محور۔

دل ضمیر نہیں ہے۔۔۔اِس دل میں سمائی روح ضمیر ہے۔

اگر ہمارے جسم میں روح ہی نہیں ہو گی تو ہمارا دل کیسے دھڑکے گا؟ گوشت کا یہ لو تھڑا جو ایک دن فنا ہو جائے گا یہ کیسے ہمارا باطن ہو سکتا ہے؟ یہ ہماری روح ہے جو ہمارا اصل ہے۔

روح جو اپنے رب کو پہچانتی ہے۔

اور انسان جب اُس رب کو بھول کر خطائیں کرتا ہے تو یہ روح ہی ہے جو اُسے ملامت کرتی ہے۔ جسے نفسِ لوامہ بھی کہتے ہیں، یعنی ملامت کرنے والا نفس۔

جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔

قسم ہے ملامت کرنے والے نفس کی۔"(القیامہ-۲)"

روح کی فطرت میں گناہ نہیں ہوتا۔اور جس لمحے انسان اپنی اُس ذات کو'اُس روح کو پہچان لیتا ہے تو وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیونکہ روح کا اللہ سے بہت قریبی تعلق ہے، روح کو اللہ سے محبت ہے۔ یہ جو بار بار اپنی ذات کی معرفت حاصل کرنے کا حکم ہے یہ اسی روح کی پہچان ہے۔

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

"قد عرف نفسہ فقد عرف ربہ"

"جس نے اپنی ذات کو پہچانا، اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا۔"

اپنے اِس ظاہری لبادے کے اندر جھانکو تو علم ہو کہ کتنے وقت سے تم نے اپنی روح کو سُلا رکھا ہے۔

جب تک اِس روح کو جگاؤ گے نہیں، گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبے رہو گے۔ اپنی اِس روح کو جگاؤ، روح جاگ گئی تو ہر شے پر حاوی ہو جائے گی۔

جب اللہ فرماتا ہے نا۔۔۔

"اے اطمینان والی روح!

تُواپنے رب کی طرف لوٹ چل

اِس طرح کے تُواُس سے راضی

اور وہ تجھ سے خوش۔"(الفجر)

تو یہ اُسی روح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس نے اللہ کو پہچان لیا تھا۔ وہ روح جس نے "اللہ کو رب مانا تھا۔

اِسی لئے تو یہاں "لوٹ چلنے" کے الفاظ استعمال ہوئے ھیں۔

تو روح کے اُس مقام کی معرفت حاصل کرو جہاں وہ مطمئن ہو جائے۔ اور مرضیہ کے درجے کو پہنچ جائے۔ لوگ بے سکونی سے متعلق سوال کرتے ہیں۔ ہمیں چین نہیں ملتا اضطراب کی سی کیفیت ہے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ اتنا کچھ ہے کہ زائد لگتا ہے۔ بس دل کا اطمینان نہیں۔ میں نے اکثر و بیشتر ایسے لوگ دیکھے ہیں جو یہ شکایت کرتے ہیں۔ آپ مجھے بتایئے کہ قلبِ انسانی پر وارد ہونے والا کون سا ایسا سوال ہے، اور عقل کے زاویوں سے ٹکرانے والا کون سا خدشہ ایسا ہے جسکا جواب اللہ تبارک و تعالٰی نے ہمیں نہیں دیا؟

اللہ سبحان و تعالٰی فرماتے ہیں:

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔

"جان لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے"

(سورۃ الرعد:28)

کس قدر دل کو تسلی دینے والی ہے یہ بات۔ جب اللہ کہہ رہا ہو کہ میرے ذکر سے تم اطمینان پاؤ گے۔ اُسکا ذکر اور اُسکی یاد ہی سکون کے لیے کافی ہے تو تصور کریں وہ جب بندۂ مومن کے دل ہی میں سما جاتا ہے تو کیا کیفیت ہوتی ہو گی۔ سبحان اللہ۔ "اُس کی آواز میں نمی کے ساتھ ساتھ محبت گھل گئی۔ اُسی پل ویڈیو کا اختتام ہو گیا۔

علما کا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔ "اُس نے آنکھیں موند کر زیرِ لب دہرایا۔ اطمینان کی" ایک لہر اُس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ پھر ایک سکون کا سانس کمرے کی فضا میں خارج کرتی وہ واپس لیٹ گئی۔

★★★★

اسٹڈی میں بیٹھے ہوئے اُسے کافی وقت بیت چکا تھا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا اپنے سامنے کئی کتابیں کھولے ہوئے تھا۔ مگر اُسکی نظریں ان کتابوں پر نہیں تھیں وہ کہیں اور ہی تھیں۔ اُسکے دماغ میں سوچیں ایک جالا سا بننے لگیں۔

اُسکی سوچوں نے ایک بار پھر احمد جبریل کو جالیا۔ وہ ایک بار پھر اُسکے زہن پر سوار ہونے لگا تھا۔ حسن علی خان کا چہرہ تمتمانے لگا۔

اُسے احمد جبریل سے نفرت تھی۔ صرف اِس لئے کہ اُس نے اُس کی بیٹی کا استعمال کرنا چاہا تھا۔ محبت کا ڈھونگ کر کے اُسے آج تک اپنے خیال سے جدا نہ ہونے دیا۔ وہ سوچتا تھا احمد نے اُسکی بیٹی کے ساتھ غلط کیا۔ مگر سفیرہ اُسکی بات سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ جانے سفیرہ کو اُس مفاد پرست شخص میں کیا نظر آگیا تھا کہ اُسکے دھوکے کی اسیر ہو کر رہ گئی۔ اپنی زندگی تباہ کر لی۔ مگر وہ تو اُسے مفاد پرست تسلیم ہی نہیں کرتی تھی۔ یہ بات صرف حسن علی خان ہی جانتا تھا کہ

احمد کے ارادے کیا ھیں۔ وہ ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ بیل بجنے پر اُس نے فون کان سے لگا یا۔

شاہ ویز جعفری کی موت ہو گئی ہے۔" فون کان سے لگاتے ہی جو خبر حسن علی خان کو ملی" تھی اُس نے اُسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چند ثانیے وہ کچھ بھی بول نہ پایا۔

اُسکے دونوں بازو کٹے ہوئے ملے اور ماتھے کے بالکل بیچ گولی ماری گئی ہے۔ حملہ آدھی" رات کے وقت اُس جگہ پر کیا گیا جہاں وہ اکیلا تھا۔ اور شاید نشے کی حالت میں بھی تھا۔ اُسکی آنکھوں کی حالت بگڑی ہوئی تھی اور باڈی سے انتہا کی بُو آ رہی تھی۔" مطلع کرنے والے نے تفصیل بتائی۔

www.novelsclubb.com

حسن علی کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکیں۔ اُس نے فون کان سے لگائے ہوئے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔ سانس کچھ بحال ہوا تو وہ بولا۔

"حملہ آور کے بارے میں کچھ پتا چلا؟"

میرے خیال میں اب یہ قطعی ممکن نہیں ہے۔وہ جو کوئی بھی تھا بہت شاطر تھا۔اُسے پتا" تھا کہ شاہ ویز کا بیٹا کل دبئی جا رہا ہے۔اِسی لئے اُس نے اُس کی موت کل کے دن پلان کی۔موت کے وقت پورا گھر تاریک تھا۔سی سی ٹی وی فوٹیج میں بارہ بجے کے بعد تاریکی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔وہ اپنا کوئی نشان چھوڑ کر نہیں گیا۔"اُس کے جواب پر حسن علی نے پیشانی کو مسلا پھر بغیر کچھ کہے فون بند کر دیا۔

وہ کتنی ہی دیر چہرہ جھکائے سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھا رہا۔اُس کا سب سے اہم بندہ بے رحمی سے قتل کر دیا گیا تھا۔اُس نے اپنے دماغ کو مفلوج ہوتے پایا۔پھر چہرہ اوپر اٹھا کر کچھ سوچنے کی سعی کرنے لگا۔اُس کا ذہن بس ایک ہی شخص کی طرف جا رہا تھا۔اور اُس شخص کا تصور ایک بار پھر ذہن میں آتے ہی اُسے پچھلے کئی مناظر بھی یاد آنے لگے۔

ایک سال____ایک سال ہو چکا تھا اس واقعے کو۔اور اِس ایک سال میں کچھ بھی نہیں ہوا۔کوئی غیر معمولی چیز حسن علی کی نگاھوں سے نہ گزری تھی۔

ایک سال پہلے جب اُس نے شاہ ویز جعفری کو احمد جبریل کی بہن کو اُٹھالانے کا حکم دیا تو وہ جانتا تھا کہ احمد کینیڈا میں ہے۔ وہ احمد کے اسی فاصلے کو اُسکی بے بسی گردان کرانا کو اٹھالایا تھا۔ مگر اُس کی بہن کو موت سے بچالیا گیا۔

حسن علی خان موقع واردات پر موجود نہیں تھا۔ مگر وہ ہر چیز سے باخبر تھا۔ وہاں کب کب کیا کیا ہوا وہ سب جانتا تھا۔ اور جب وہاں پر پولیس آئی تو اُس نے اُنھیں بھاگنے کا حکم دیا تھا۔ شاہ ویز اپنے ساتھیوں کو لے کر بڑی خوشیاری سے بھاگ نکلا تھا۔ چند ایک افراد ہی پکڑے گئے تھے۔ اُنہیں کچھ دن تک پولیس کی مار پڑتی رہی پر وہ کچھ نہیں اُگلے۔ لیکن وہ کتنے ہی وقت تک یہ سب خاموشی سے سہہ سکتے تھے۔ بلآخر حسن علی نے اُنہیں پولیس اسٹیشن میں ہی مروادیا۔

www.novelsclubb.com

اُسکی رسائی شہر کے بڑے ناموں تک تھی۔ مگر اُسکے دل سے ڈر نہیں جاتا تھا۔ اگلے چند ماہ تک وہ ہر پل اِسی سوچ میں ڈوبا رہتا تھا کہ آج احمد جبریل اُس تک پہنچ جائے گا۔ کہیں آج وہ واپس نہ آجائے۔ مگر مہینے گزرنے لگے۔ ایک پتا بھی نہ ہلا۔ حسن علی کو اب یقین ہو چلا تھا کہ احمد کو اُس کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہو سکی۔ اب تو وہ اُس تک نہیں پہنچ پائے گا۔ نہ کوئی ثبوت تھا

نہ گواہ۔ پھر وہ کیونکر اُس کے لئے خطرہ بن سکتا تھا۔ وہ پوری طرح سے مطمئن اپنی زندگی گزارنے لگا۔ اپنے کاروبار کو مزید بڑھانے لگا۔ پھر ایک روز اچانک ہی احمد جبریل اُس کے آفس میں آیا۔ اُس وقت تک تو وہ بھول بھی چکا تھا کہ اُسکے دل میں کبھی احمد کو لے کر خوف بھی تھا۔

احمد نے آتے ہی اُسے طنز کا نشانہ بنایا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔ مگر وہ پھر بھی پر اعتماد تھا، اُس نے احمد پر چوٹ کرنے کے لیے اُس رات کا ذکر کیا جب اُس کی بہن کو اذیت کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اور اُس کی توقع کے عین مطابق احمد غصے سے سرخ ہو گیا مگر اُسے اِس بات کی توقع ہرگز نہیں تھی کہ وہ اُس پر جان لیوا حملہ بھی کر دے گا۔ اُس دن اُسے احمد جبریل سے واقعی ایک بار پھر خوف محسوس ہوا تھا۔ وہ عمل پر یقین رکھنے والا شخص تھا اور ایسے لوگوں کو کسی سے خطرہ نہیں ہوتا، وہ خود خطرہ ہوتے ہیں۔

اُس دن احمد کے کہے گئے الفاظ اُس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسنے لگے۔

www.novelsclubb.com

مجھے دھمکیوں پر بھروسا نہیں ہے، عمل میرے لئے سب کچھ ہے۔اور جو عمل میں بروئے کار لانے والا ہوں اُسے دیکھ کر تم سمجھ جاؤ گے کہ احمد جبریل کبھی تم سے ہارا ہی نہیں تھا۔"

وہ ایک جگہ ساکت بیٹھا بار بار اُسکے الفاظ یاد کر رہا تھا۔

شکست تو ابلیس کو بھی ہو گئی تھی، مگر اُسکا غرور آج بھی اپنی جگہ پر قائم ہے۔اور ایک" بات تم سمجھ نہیں پا رہے____"اُسکی زیرک نگاھیں چیلنج کرنے لگیں۔

"غرور ہمیشہ شکست کھاتا ہے۔"

حسن علی نے محسوس کیا اُس کے وجود سے تپش نکل رہی تھی۔

تمہاری سزا بہت سخت ہو گی۔۔۔۔اتنی کہ تم زندگی سے پناہ مانگو گے۔"وہ اُسکا گلا تقریباً" گھونٹ ہی چکا تھا۔

حسن علی نے ایک بھیانک چیخ کے ساتھ اپنے سامنے پڑے میز وہ دونوں ہاتھ اِس زور سے مارے کہ اُن کی رنگت سرخ پڑ گئی۔

تم مجھ سے کبھی جیت نہیں پاؤ گے، احمد جبریل۔ میں تمہیں زندہ جلادوں گا۔" وہ پوری قوت سے چیخا۔

★★★★

بھائی آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ آپ کی زندگی میں کبھی کوئی لڑکی بھی رہی ہے؟" سیدھا سوال۔ احمد کئی لمحے اُسے دیکھتا رہا۔

انا آج اس سے سارے سوال پوچھنا چاہتی تھی۔ اُس کے وہ راز جو اس نے اُسے بتانے سے گریز کر رکھا تھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ کیوں اُسے اِس سب سے بے خبر رکھا گیا۔

"بتائیے۔۔۔ کیا وہ بہت خوبصورت تھی؟"

احمد کی آنکھوں کے سامنے اُس کا سفید چادر میں لپٹا وجود لہرا گیا۔ حسرت زدہ چہرے پر تاثرات ٹھہر سے گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتنی کہ اُسے دیکھتے ہی آپ کو لگا کہانی مکمل ہو گئی۔" وہ دونوں رات کی سیاہی میں سیڑھیوں کے اوپر بیٹھے کب سے باتیں کر رہے تھے جب انا نے اچانک ہی بات کا رُخ اِس طرف موڑا۔ وہ اُس سے اوپر والی سیڑھی پر بیٹھی تھی تبھی اُس کے تاثرات نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تم نے وہ خط پڑھ لیا؟" احمد نے ہولے سے پوچھا تو وہ سر ہلانے لگی۔"

"ہمم۔۔۔"

تمہیں بتانے سے پہلے ہی کہانی ختم ہو گئی تھی، پھر تمہیں کیا بتاتا؟" اُس کا لہجہ نرم ہی رہا اور" شاید آزردہ بھی۔

وہ ادھوری کہانی۔" انا نے حل بتایا تو احمد نے گہرا سانس لے کر اپنا آدھا وجود اُس کی" جانب موڑا۔

"اب اِس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تم اِس کہانی کے بارے میں سن کر کیا کرو گی؟"

میں نہیں جانتی کیوں مگر میں آپ کی زندگی کے کسی پہلو سے بھی بے خبر نہیں رہنا" چاھتی بس۔یہ تو پھر محبت ہے،زندگی کا سب سے اہم پہلو۔"وہ سنجیدگی سے بولی۔احمد اُسے چند پل جھکے چہرے سے آنکھیں اوپر اٹھائے دیکھتا رہا۔

جانتی ہوں آپ نے اُسے بہت چاہا ہے۔"وہ ایک بار پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔"

احمد مسکرایا۔ایک شکستہ پا مسکراہٹ۔وہ منظر جنہیں وہ کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔وہ تمام منظر جو ایک احساس کی دوری پر واقع تھے سب اُس کی آنکھوں میں لہرانے لگے۔

تم نے پوچھا تھا کہ کیا وہ بہت خوبصورت تھی؟ہاں۔۔۔وہ بہت خوبصورت تھی،اتنی" کہ دل چاھتا تھا وہ ہمیشہ میرے سامنے ہی رہے۔موت کے آخری پل تک۔"اُس کی ناتمام خواہش آج بھی زندہ تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے اُسکی نگاھیں پتھر ہو گئیں۔وہ ان مناظر کو دیکھ رہیں تھیں جس دن وہ اُسے نرمین خالہ کے گھر صحیح سلامت چھوڑ تو آیا تھا مگر خود بالکل بھی صحیح سلامت نہیں لوٹا تھا۔یوں جیسے دل، جگر، گردے سبھی بیچ آیا ہو۔

رات کو کھلے آسمان تلے لیٹے ہوئے اُسے ایک بار بھی نیند کی رمق تک نہیں آئی تھی۔ سوچ اٹکی تھی تو صرف اُس لڑکی میں۔ وہ اب تک اُسکی نم آلود آنکھوں میں ہی کہیں ڈوبا ہوا لگتا تھا۔

تمہارا کیا ہوگا احمد جبریل؟" اُس نے خود سے سوال کیا۔"

محبت مطلب کمزوری، کمزوری مطلب ہار۔" وہ جیسے خود کو تنبیہ کر رہا تھا۔"

ہار اگر محبوب سے ہو تو وہ جیت ہی گردانی جاتی ہے۔" اندر ہی سے کوئی آواز آئی تھی۔"

محبوب؟" ستاروں بھرا افق دیکھتے ہوئے اُسکی آنکھوں میں ایک اور سوال ابھرا۔"

محبوب تو ظالم ہوتا ہے۔" لبوں پر ایک تلخ سی مسکان در آئی۔"

کیا محبت ظلم کرنا سکھاتی ہے؟" وہی مخالف سوچ۔"

نہیں۔۔ مگر جس سے محبت کی جائے وہ بڑا ظالم ہوتا ہے۔" کم از کم اُسے تو یہی لگتا تھا۔"

ظلم کی سرزنش تو لازم ہے پھر۔" مخالف ضمیر نے صلاح دی۔"

کون بد بخت ایسے ظلم سے بچنا چاہے گا۔" وہ تو سبھی ستم اٹھانے پر آمادہ ہو چکا تھا۔ پھر اُس نے کروٹ بدلتے ہوئے مزید سوالوں سے اجتناب کرنا چاہا۔

اگلے روز اُس کا گزر میلے کے قریب سے ہوا تو چند لمحے کے لئے ہی ہجوم کا حصہ بن گیا۔ مگر وہ چند لمحے اُس وقت طویل ہوئے جب اُسکی سرمئی نگاھوں نے چوڑیاں خریدتی اُس مقدس روح کا طواف کیا۔ وہ کسی مقدس روح جیسی ہی تو تھی۔ جس پر یا تو نظر ٹھہر سی جاتی تھی یا نظر پڑنا ہی خطا تھی۔

اور احمد جبریل سے یہی خطا سرزد ہوئی تھی، وقت نے ہر خطا کی سزا بھی تو مقرر کر رکھی ھے۔ کون جانے سزا کی مدت کیا ہو؟ عمر کا ایک حصہ یا تمام عمر۔

یکایک سفیرہ کی آنکھوں میں چمک در آئی۔ خوشی والی چمک۔ کوئی چیز تھی جس نے اُسے اپنی سمت کھینچا تھا۔ ستم یہ کہ وہ احمد جبریل نہیں تھا۔

احمد نے اُسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو وہ ہیر رانجھا کا کرتب کرتے دو لوگوں کی طرف متوجہ تھی۔ پھر وہ میکانکی انداز میں چلتی وہاں تک پہنچ گئی۔

www.novelsclubb.com

'احمد کے قدم بھی بے اختیار ہی اُسکے پیچھے اُٹھ گئے۔ وہ نہیں جانتا وہ کب اُسکے پیچھے گیا کب اُسکے برابر میں جا کر کھڑا ہوا اور کب اُس نے اُسے مخاطب کر لیا۔ مگر جب مخاطب کر لیا تو خبر ہوئی کہ وہ اُسی سے مخاطب ہے۔ پھر اُس نے مزید دیری نہیں کی اور اپنی خواہش کو بہت نمایاں انداز میں اُسکے سامنے یوں پیش کر دیا۔

کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟"اُس نے بنا سوچے اپنے دل کے فیصلے پر چلتے ہوئے منزل" کی چاہ کی تھی مگر وہ بہت بری طرح سے تحیر میں چلی گئی۔

احمد اُسکے تاثرات سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ کتنے شدید غصے سے گزری تھی۔ وہ کچھ کہہ بھی نہ پائی اور چلی گئی۔ وہ بھی پلٹ آیا۔ پھر اسی دن وہ نرمین خالہ کے گھر چلا گیا۔ وہ یوں بھی وقتاً فوقتاً اُن کے گھر چکر لگا تا رہتا تھا اُس دن پھر سفیرہ کے واقعے کے بارے میں بھی کچھ گفتگو ہو گئی۔ وہاں خالہ کے ساتھ بات کرتے ہوئے اُسے کچھ پل کے لئے ہی یہ لگا تھا کہ وہ کہیں آس پاس ہی اُسے دیکھ رہی ہے۔ مگر وہ اُسے نظر نہ آئی۔ احمد کو لگا وہ اگلے دن میلے میں بھی نہیں آئے

گی۔ مگر اِس دل کا کیا کرتا جو اُس سے دوبارہ میلے میں جانے کی ضد کر رہا تھا۔ دل کبھی بھی امید ترک نہیں کرتا، اور اگر امید ترک کر دے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔

اگلے دن جب وہ گھر سے نکلا تو کئی پکی گلیوں سے اُس کا گزر ہوا، وہیں اُس نے متین کو ایک لڑکے کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھا۔ اُسے دیکھتے ہی احمد کے ذہن میں وہ بھیگی پلکیں آ گئیں۔ اسی آن وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اُس تک پہنچا اور اُسے گریبان سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگا لیا۔ ساتھ موجود لڑکے نے کچھ کہنا چاہا مگر اُسکے ایک اشارے پر ہی وہ الٹے قدموں واپس چل دیا۔

احمد۔۔۔احمد بھائی۔" متین کی آواز لرز گئی۔ حالانکہ وہ واقف بھی نہ تھا کہ احمد نے اُسے" کیوں آ جکڑا ہے مگر اس کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزرے۔

تُو نے اُسے ہاتھ بھی کیسے لگایا؟" احمد کے لہجے میں ضبط تھا۔ ایسا ضبط جو سامنے والے کا" ضبط چھین لے۔

م۔۔۔می۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" وہ حد سے زیادہ" گھبرا چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

احمد نے جواب دیے بغیر اس کے ہاتھ سے کڑا کھینچ کر اتارا اور پھر وہی ہاتھ دیوار کے ساتھ پیوست کرتے اُسی کڑے سے ہاتھ پر ضرب لگائی۔اور تب تک لگائی کہ جب تک اُسکا ہاتھ ناکارہ نہ ہو گیا۔ متین چیختارہ گیا مگر راہِ فرار نصیب نہ ہوا۔اُس کی آنکھوں میں اُمڈتے آنسو دیکھ کر احمد کے تنے ہوئے نقوش ڈھیلے پڑ گئے۔

وہ تم سے کہیں زیادہ روئی تھی متین۔وہ نہ روئی ہوتی تو میں تمہیں نہ رلاتا۔"ملول و خشمگیں لہجہ متین کی رگوں تک اتر گیا۔

یہ تمہاری سزا تھی اُس لڑکی کو ہاتھ لگانے کی جو تمہاری وجہ سے خوفزدہ رہی۔دوبارہ" کسی کو یوں ہاتھ لگانے کی جرآت کی تو ان گلیوں میں پھر کبھی نظر نہیں آسکو گے۔"متین سمجھ گیا کہ اُسکے ساتھ یہ جارحانہ حرکت کیوں ہوئی مگر وہ اِس قدر تکلیف میں تھا کہ بولنا دوبھر تھا۔

ج۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔۔ بھائی۔"وہ بے بس ہوا۔آنکھ کا نمکین پانی بہہ گیا۔"

اُس سے معافی مانگو'اور جب تک وہ معاف نہ کردے تب تک سزا کے لئے ہمہ وقت" تیار رہو۔"وہ تنبیہہ کرتا پلٹ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ ہی دور پہنچ کر اُسے بھاگتا ہوا عمر دکھائی دیا تو وہ ایک پل کو رُکا پھر اُسے جا لیا۔

کدھر آوارہ گردیاں کر رہے ہو؟" احمد نے نیچے بیٹھتے ہوئے اپنے بازو عمر کے گرد" حائل کر دیے۔

احمد چاچو۔۔۔"اُسکی سیاہ موٹی موٹی شفاف آنکھیں چمکنے لگیں۔"

احمد چاچو گھر چلیے۔" وہ معصومانہ خواہش تھی جسے احمد رد نہیں کر پایا۔ عمر اُسکی انگلی" تھامے اسے اپنے گھر لے گیا۔

کائنات باجی آؤ بھگت کرنے لگیں۔ احمد عمر کو گود میں بٹھائے اسکے ساتھ کھیلتا رہا۔ پھر عمر کی دادی اور امی کے پاس بیٹھ کر چند باتیں کیں۔

کائنات باجی، اِس کا خیال رکھا کریں۔ اکیلا ہی باہر گھومتا رہتا ہے۔ اوپر سے ہے بھی اتنا" پیارا کہ کوئی بھی اپنے پاس رکھنے کو تیار ہو جائے۔" احمد اب اُسے لاتعلق سا بیٹھے دیکھ کر شرارتاً بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سنا عمر، دیکھو تمہارے احمد چاچو کیا کہہ رہے ہیں۔" مگر وہ وہیں مگن رہا۔ تمہارے احمد" چاچو کا دل جنت ہے جنت۔" کائنات باجی اُسے متوجہ کرنے کو بولیں تو عمر کی آنکھیں تعجب سے پھیلیں۔

وہ دل جو یہاں ہوتا ہے؟ سینے میں؟" اُس نے باقاعدہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا تو وہ" تائیدی انداز میں سر ہلانے لگیں۔

احمد چاچو کا دل جنت۔" وہ اشتیاق سے کہتا ایک بار پھر احمد کی گود میں چڑھا۔"

ٹھیک ہے باجی، میں اسے لے کر میلے میں جا رہا ہوں، کچھ دیر تک واپس چھوڑ جاؤں" گا۔" کچھ وقت بعد احمد انہیں مطلع کر کے عمر کو لئے میلے میں چلا گیا۔

وہاں اُسکی نظریں صرف اُسے ہی تلاش کر رہیں تھیں جو دکھائی ہی نہیں دے رہی تھی۔ جب وہ تھک کر برگد کے پیڑ کے نیچے بیٹھنے کو جانے والا تھا تو اُسے وہ نظر آ گئی۔ وہ آج بھی آفرین بھابھی اور ماہی کے ہمراہ ایک جگہ بیٹھی تھی۔ اسکے گرد وہی سفید چادر تھی جو اُسکے وجود ہی کا حصہ معلوم ہونے لگی تھی۔

احمد نے چاہا کہ اُس سے بات کرے۔ مگر پھر اپنے اِس ارادے کو ترک کر تا وہ اُس درخت کے نیچے آبیٹھا۔ عمر بھی اُسکے ساتھ ہی تھا۔

عمر کو دیکھتے ہوئے ایک دم سے احمد کو ایک خیال آیا۔

تم میرا ایک کام کرو عمر۔" عمر نے پانچوں حسوں کا رخ احمد کی سمت موڑ لیا۔"

یہاں سے باہر جاکر دائیں مڑو گے تو تمہیں سفید چادر میں ایک لڑکی دکھے گی۔ تم اُسے" یہاں لے آؤ۔" اس نے سیدھا سا کام دیا مگر عمر کے سوال ہزار تھے۔

وہ آپ کی ہیں کون؟" پہلا سوال۔"

احمد سوچ میں پڑ گیا پھر اچانک ہی بولا۔

میری جنت۔" اب کی بار عمر بھی سوچ میں پڑ گیا۔"

وہ جنت جو آپ کا دل بھی ہے؟" احمد نے فوری طور پر اثبات میں سر ہلایا۔"

"تو اگر وہ میرے ساتھ نہ آئیں؟"

www.novelsclubb.com

"وہ آجائے گی۔وہ بہت جلدی یقین کر لیتی ہے۔"

احمد نے مسکراہٹ دبائے کہا تو وہ اُسے بلانے کو چلا گیا۔

چند ہی منٹ بعد وہ سفیرہ کو لئے اُسکے سامنے تھا۔احمد کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ واپس پلٹنے والی تھی مگر اُس نے ہمت کر کے روک لیا۔

اُس دن اُس نے چاہا کہ وہ اپنے دل کی ہر بات سفیرہ تک پہنچا دے۔تا کہ اُس کے دل میں یہ ملال تو نہ رہے کہ وہ اظہارِ محبت بھی ٹھیک سے نہ کر پایا۔اُس نے اپنا ہر جذبہ اُسکے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا مگر وہ الجھ سی گئی۔شاید اُسے اپنے بابا کا خوف تھا یا فیصلے کا اختیار نہ تھا۔احمد کو اُس کی آنکھوں میں سمائی الجھنیں سمجھ آرہیں تھیں۔اِسی لئے وہ اُسے سوچنے کو وقت دے رہا تھا۔اور ساتھ میں التجا بھی کر رہا تھا کہ "ایک پل کے لئے ہی صحیح مگر اُسکے بارے میں ضرور سوچے۔"

اُس دن اُسکا دل مطمئن تھا۔وہ ٹھنڈی رات میں شاہو کے ساتھ بیٹھا ستاروں کی جھلمل دیکھتے ہوئے اُسے اپنی کہانی سنا رہا تھا۔

مگر یار۔۔۔اُس نے انکار کر دیا تو؟"آخر میں اُس نے دل میں اٹھتی تشویش ایک بار پھر" ظاہر کی۔

شاہو نے اُسے آج سے پہلے کبھی کسی چیز کے بارے میں اتنا سوچتے ہوئے دیکھا ہی کہاں تھا۔وہ تو لمحوں میں فیصلے کر لینے والا شخص تھا۔جسے نہ نتائج کی پرواہ تھی نہ لوگوں کی۔

مگر آج فیصلہ لینے کا اختیار اُس کے پاس نہیں تھا۔اگر اُس کے پاس ہوتا تو وہ ہر سانس کے ساتھ سفیرہ کا نام جوڑ لیتا۔

وہ اُس کا احترام کرتا تھا،اُسے اُسکے فیصلے کا بھی احترام کرنا تھا۔

اُس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں تاریک آسمان پر جلتے ستاروں کی طرف اٹھائیں تو اُن میں یہی سوال اٹھا تھا۔

!اس گھر کی کھلی چھت پہ چمکتے ہوئے تارو

کہتے ہو کبھی جا کے وہاں بات یہاں کی؟

★★

مگر وہ اُسے انتظار کی پٹری پر چھوڑ کر واپس جا چکی تھی۔اب وہ جانے کب واپس آتی۔۔۔آتی بھی یا نہیں۔ حسیب کو جب اُسکی پسندیدگی کی خبر ہوئی تو وہ متجسس ہو گیا۔اُسے پہلے تو یقین ہی نہ آیا۔

کوئی لڑکی ہے نا۔۔۔۔ہے نا؟" وہ جانچتی نظروں سے اُسے دیکھتا متجسس لہجے میں بولا۔"

احمد کے خاموش مگر نرم سے تاثر نے اُسے جواب دے دیا تھا۔وہ کتنے ہی پل مسکراہٹ دبائے اُسے دیکھتا رہا پھر احمد کی استفہامیہ نظروں کو دیکھ کر سیدھا ہوا اور گلا کھنکار کر بولا۔

"اچھی بات ہے۔"

اور اُسکی اس عجیب بات پر احمد کے چہرے پر نا سمجھی جھلکی۔

محبت۔۔۔بھئی محبت اچھی چیز ہے۔جو بھی ملے بس کرتے جاؤ۔اِس میں کوئی مضائقہ" نہیں، محبت بہت ہی اچھی چیز ہے۔" حسیب کے انداز میں مبالغہ آرائی نظر آنے لگی۔ محبت تو احمد کو ہوئی تھی مگر کنفیوز وہ لگ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ویسے تمہیں اُسی سے محبت کیوں ہوئی؟"اُس نے کافی دیر بعد جیسے سوچ سوچ کر سوال" تلاش کر لیا تھا۔

احمد رسانیت سے مسکرایا۔

وہ خوبصورت ہے۔"اُس کا جواب حبیب کی توقع کے برعکس تھا۔"

کیا؟"اُسے شاک لگا تھا۔ جتنا وہ احمد کو جانتا تھا اُسے لگتا تھا کہ احمد جس لڑکی کو پسند کرے" "گا اُس میں ضرور کوئی انوکھی بات ہو گی۔ مگر وہ کہہ رہا تھا کہ "وہ خوبصورت ہے؟

وہ خوبصورت ہے اِس لیے تمہیں اس سے محبت ہوئی؟"حبیب کو یقین نہ آیا۔"

احمد نے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے پر سکون رکھنا چاہا۔

خوبصورتی سے مراد حُسن نہیں ھوتا میری جان۔۔۔ حسن تو ایک عارضی سی شے ھے"

خوبصورتی کا تعلق تو روح سے ھے، وہ جو عمر بھر ساتھ رھتی ھے، یہ خوبصورتی ھر کسی ______ کی جاگیر نہیں ھوتی۔"اُسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔ حبیب نے ایک دم ہی آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔

اوہ۔۔۔وہ کیسے بھول سکتا تھا۔۔۔ کہ وہ احمد تھا، احمد جبریل۔ جو حسن سے زیادہ خوبصورتی کا معترف تھا۔ وہ خوبصورتی جس کا تعلق روح سے ہوتا ہے۔

تم نے اُس سے کیا کہا پھر؟" وہ تمام تر فرصت لئے اُسے سننے کو متوجہ بیٹھا تھا۔"

"بس دل کی خواہش ظاہر کی۔"

تو اُسکا جواب کیا تھا؟" احمد کے ذہن میں سفیرہ کا سوال آیا جو اُس نے آخری بار پوچھا تھا۔"

مگر میں آپ ہی سے شادی کیوں کروں۔۔۔؟" اُس نے زیرِ لب اُسکی بات دہرائی۔"""
حسیب کے تاثرات بگڑ سے گئے۔

"کیا مطلب؟"

تو میں نے کہا کہ یہ تم خود ہی اخذ کر لو۔۔۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں میرے پاس تم سے" شادی کی کئی وجوہات ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ۔۔۔ ہزاروں خواہشوں کے ہوتے ہوئے بھی دل کسی ایک چاہ پر اٹک جائے تو اُسے پانے کے لئے کچھ بھی کر جانا چاہئے۔ وہ میری

www.novelsclubb.com

ایسی ہی چاہ بن گئی ہے حسیب۔۔۔ جس پر دل ٹھہر سا جائے اور آگے بڑھنے سے انکار کر دے۔"

وہ خیالات کی چادر میں کہیں گم دکھائی دے رہا تھا۔ حسیب نے اُسکی آواز کی شدت تک کو محسوس کیا۔

"تو پھر اب۔۔۔؟"

"اب کیا؟"

اب آگے کیا؟" حسیب کے پوچھنے پر وہ چپ سا رہ گیا۔ پھر ایک ٹھنڈا سانس فضا میں خارج کرتا چہرہ جھکا گیا۔

"اب۔۔۔ راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائیں کیوں؟"

اُس کے لہجے میں حسرت پنپنے لگی۔

حسیب نے اُسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر دبایا تو وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

www.novelsclubb.com

اِس ڈیڑھ ماہ میں کوئی دن ایسا نہیں تھا جب اُس نے سفیرہ کی راہ نہ دیکھی ہو۔

اِس عرصے میں اُسکے ساتھ ایک غیر معمولی واقعہ اُس وقت ہوا جب وہ حسیب کے گھر کو جاتی کچی سڑک پر اپنی ہی رو میں چلتا جارہا تھا۔

تبھی اُس نے سماعتوں سے ٹکراتی آواز کی سمت دیکھا تو ایک فقیر کے لباس میں نظر آتا شخص ہولے ہولے جھومتا دکھائی دیا۔

"زخم پہ زخم کھا کے جی

اپنے لہو کے گھونٹ پی

آہ نہ کر لبوں کو سی

عشق ہے دل لگی نہیں۔۔۔"

www.novelsclubb.com

عشق عشق۔۔۔"اُسکی پکار یہی تھی۔احمد کی رفتار دھیمی ہوگئی۔وہ فقیر اُسے دیکھ کر" وہیں ٹھہر گیا۔آواز آنا بند ہوگئی۔وہ گہری نظروں سے احمد کو دیکھنے لگا پھر آہستگی سے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

اور بلند آواز میں اُس سے مخاطب ہوا۔

تجھے تو ایک جہاں جانتا ھے۔۔۔کون نہیں جانتا تجھے؟جب کوئی شخص کچی عمر میں" شہرت کے زینے پھلانگنے لگے تو اُسے گرانے کو کئی لوگ کھڑے ھو جاتے ھیں۔"وہ اُسے ذو معنی نظروں سے دیکھنے لگا۔

کیا تُو لوگوں کا سامنا کر سکتا ھے؟خود کو گرنے سے بچا سکتا ھے؟"اُسکے سوال پر وہ" خاموش سا بس آنکھوں میں ناسمجھی کے تاثر لئے اُسے دیکھتا رہ گیا۔فقیر کے حلیے سے لگ رھا تھا جیسے وہ کوئی پاگل ھو۔

ھاں۔۔۔تُو بچا سکتا ھے۔۔۔ تجھ میں سامنا کرنے کی ہمت ھے۔لوگ تجھے یاد کیا کریں" گے۔تُو وہ ستارہ ھے جو کبھی نہیں بُجھے گا۔۔۔۔تُو ہمیشہ چمکتا رھے گا۔۔۔لوگ تجھے یاد کریں

گے۔۔۔تُو ھمیشہ زندہ رھے گا۔۔۔لوگ تجھے یاد رکھیں گے۔" وہ بار بار میکانکی سے انداز میں وہی جملے دُہرا رھا تھا۔اِس بار وہ اُسے واقعی کوئی پاگل لگا تھا۔مگر کچھ تو تھا اُسکی باتوں میں۔۔۔کوئی اَن دیکھا سا تصور۔۔۔

پھر وہ فقیر اُسکے قریب سے گزر گیا۔

عشق کرے گا تو جوگ پائے گا۔۔۔ عشق سے ھی جوگ ھے۔۔۔جوگ ھی عشق کا" ،دوسرا نام ھے۔۔۔جوگ ہر کسی کو نہیں ملتا۔۔۔ عشق کوئی نہیں کرتا۔۔۔ عشق، عشق، عشق عشق۔۔۔!! وہ ایک بار پھر سے گنگناتے ھوئے جھومنے لگا۔دور جاتے ہوئے اُس کی آواز مدھم ہونے لگی۔

احمد چندپل کو وہیں کھڑا اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔پھر بنا کچھ اخذ کئے آگے بڑھ گیا۔اِن دنوں اُسے کچھ عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔جیسے کوئی اُس پر نظر رکھے ہوئے ھے۔مگر جب وہ پلٹ کر ارد گرد دیکھتا تو کوئی بھی نہ ہوتا۔

پھر ایک دن اچانک اُسے ایک غیر شناسا نمبر سے فون آیا۔

احمد جبریل چوہدری۔" کسی نے نخوت بھرے لہجے میں اسکا نام لیا۔"

کون؟"ابرو اچکائے جواب کا منتظر تھا مگر دوسری طرف سے کوئی اور ہی پیغام دیا جارہا" تھا۔

جو کھیل تم کھیلنا چاہ رہے ہو اِسے شروع کرنے سے پہلے ہی ختم کردو ورنہ انجام بہت" بھیانک ہو گا۔ اتنا بھیانک کہ تمہاری سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ تم جسے مہرہ بنا کر میرے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کررہے ہو، اِس میں ہرگز کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔ "بہتر یہ ہو گا کہ دور رہو اُس لڑکی۔۔۔ سفیرہ سے۔

پراسرار آواز میں دی گئی اُسکی لمبی چوڑی وارننگ کا اختتام جب سفیرہ کے نام پر ہوا تو احمد یکدم ہی چونکا۔ ڈھیروں سوال ذہن میں ابھرے۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کون ہو تم مگر دوسری طرف سے لائن کٹ چکی تھی۔

اُس نے دوبارہ وہ نمبر ڈائل کیا مگر اب کے فون بند جارہا تھا۔

احمد کتنی ہی دیر اُسکی کہی گئی باتوں میں الجھا رہا مگر اُسکے وہم و گماں میں بھی نہیں تھا کہ وہ شخص حسن علی خان ہو گا۔

★★★

اُس دن جب وہ فراز بھائی سے ملنے نرمین خالہ کے گھر گیا تھا تو واپسی پر اُسے وہ دروازے میں ہی مل گئی۔ وہ تو اُسے دیکھ کر سب بھول گیا تھا۔ نہ کوئی شکایت تھی نہ شکوہ۔ وہ اُسکے سامنے بے اختیار تھا۔ مگر جب ماہی نے آگے بڑھ کر کچھ کہا تو وہ خاصا شرمندہ ہوا۔

اس نے محسوس کیا سفیرہ اِس بار کچھ الگ لگ رہی تھی۔ اُسکے چہرے کا رنگ نکھرا نکھرا سا تھا۔ اور آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ اُس دن جب وہ چھت پر کھڑا ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کو محسوس کر رہا تھا تو اچانک ہی اُسکی نظر اُس پر پڑی۔

وہ جیسے حرکت کرنا ہی بھول گیا۔ نرمین خالہ کا گھر اُن کے گھر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ مگر یہ محض ایک اتفاق ہی تھا کہ وہ دونوں ایک ہی وقت پر اپنے اپنے چھت پر موجود تھے۔

www.novelsclubb.com

وہ سفید فراک میں ملبوس تھی جس کے ساتھ سرخ دوپٹے کاامتزاج تھا۔سفید رنگ جو زندگی چھن جانے پر پہنایا جاتا ہے'کاش کوئی اُسے بتاتا کہ جب وہ یہ رنگ پہنتی ہے تو سفید رنگ زندہ لگنے لگتا ہے۔

وہ جھومتے جھومتے اچانک ہی رُک گئی۔شاید اُس نے احمد کی نظروں کو محسوس کر لیا تھا۔ سفیرہ کی نظریں ارد گرد دیکھتے ہوئے اچانک ہی اُس پر آکر تھم گئیں۔ایک پل کے لئے اُن میں اچھنبھا اترا۔احمد نرمی سے مسکرایا۔یوں جیسے اُسکے احترام میں مسکرایا ہو۔

اِس فاصلے کی موجودگی میں بھی احمد اُسکے چہرے پر اترتی سرخی کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔وہ نگاھیں جھکا کر مسکرائی تو احمد کے دل پر ایک اور دستک سی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

وہ یوں شرماتے ہوئے نیچے بھاگ گئی کہ احمد سوچ میں پڑ گیا۔پھر ایک خوشگوار سے احساس کے تحت پلٹ گیا۔

وہ رات سوچتا رہا اور ٹہنیوں سے کھیلتی انا کو دیکھتا رہا۔

کیا میں اُسے بتا دوں؟"وہ یہی سوچ رہا تھا۔"

لیکن سفیرہ نے ابھی ہاں تو نہیں کی ہے۔جب وہ مان جائے گی تو اُسے بتا دوں گا۔" وہ یہی سوچتے ہوئے سو گیا۔

صبح انا کو کالج چھوڑ کر وہ واپس آ رہا تھا کہ اسے دروازے سے ہی ماہی نے آواز دے لی۔

وہ اُسکے بلانے پر چلا آیا۔ماہی اُسی کی طرح بہت بولتی تھی۔اُسی نے بھابھی اور فراز بھائی کو ساتھ ملا کر ایک کھیل شروع کر دیا۔وہ چاروں ہی ایک گول دائرے میں بیٹھ گئے۔مگر اِس سے پہلے کہ وہ کھیل شروع کرتے سفیرہ بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی۔

بھابھی اور فراز بھائی نے اُسے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔احمد نے بس ایک نظر اُسے دیکھا تھا۔فقط ایک اچٹتی ہوئی نظر۔

مگر وہ ٹھٹھکا تو تب جب گدی اُس کی جھولی میں ہی پڑی رہ گئی۔

فراز اور ماہی نے ایک ہی رٹ لگا دی تھی کوئی کہتا گانا سناؤ تو کوئی کہتا غزل۔مگر احمد جو خود بھی کنفیوز سا تھا بنا ظاہر کیے اُس نے غزل سنانے کا ہی فیصلہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مگر وہ کب جانتا تھا کہ غزل کا ہر مصرع وہ اُسی کے لئے بول رہا ہے۔وہ جو اُسکے سامنے بیٹھی تھی۔نہ ایک نظر اُس نے احمد کو دیکھا تھا نہ ہی چہرے پر کوئی تاثر تھا۔وہ نگاھیں تک اُٹھانے سے گریز کر رہی تھی۔

احمد کے ذہن سے اُس وقت ایک ہی سوچ ٹکرائی تھی۔

ہم سے نہیں رشتہ بھی ہم سے نہیں ملتا بھی

ہے پاس وہ بیٹھا بھی دھوکا ہو تو ایسا ہو

مگر جب غزل پڑھتے پڑھتے اُس کے ایک شعر پر سفیرہ نے اچھنبے سے نگاھیں اُٹھا کر اُسے دیکھا تو دل پر ایک ٹھنڈی سی پھوار گری تھی۔اُن آنکھوں میں سب کچھ تھا۔اور اُس ایک پل میں ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ تب سے کیوں نگاھیں جھکائے بیٹھی تھی۔

جب وہ واپس جانے لگا تو اُس نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی۔وہ بغیر دیکھے بھی جانتا تھا کہ وہاں وہی تھی،وہی ہو سکتی تھی۔

تمہارا گریز جائز ہے۔۔۔ مگر میں اب بھی منتظر ہوں۔" وہ بولا مگر سفیرہ کے جواب نے" اُسے حیران کر دیا تھا۔

اُس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ بھی اُس سے ملنے کی بات کرے گی۔

اگلے روز اُس نے اُسکا انتظار کیا اور وہ آ بھی گئی۔ مگر اُس کے منہ سے نکلے وہ چند لفظ جن میں کہیں بھی محبت کا ذکر تک نہیں تھا احمد کے دل پر نقش ہو گئے۔ وہ مشرقی لڑکی تھی، اُسے ایسے ہی اظہار کی توقع تھی۔ اور پھر بابا سائیں کے دیے گئے دھاگے۔۔۔ وہ اُنہیں باندھنے کا قائل نہیں تھا مگر سفیرہ کچھ پر جوش دکھائی دے رہی تھی۔ اُسی نے وہ دھاگے بابا سائیں کے ہاتھ سے لئے۔

"چلو عہدِ وفا ساتھ کرتے ہیں، ایک ساتھ نبھانے کے لئے۔"

اُسکے لفظوں میں زندگی تھی۔ اُن چند لمحوں میں احمد کے پاس کیا نہیں تھا؟ اُس کے پاس زندگی تھی، دنیا تھی اور جنت تھی۔ اُسکے پاس سب کچھ تھا۔ احساسات تھے اور اُن احساسات کی تکمیل تھی۔ مگر وہ محض چند پل ہی تو تھے۔ گزر گئے۔ لمحے گزر جاتے ہیں مگر اُن لمحوں کو جینے

والے اُنہیں ہمیشہ اپنے اندر زندہ رکھتے ہیں۔ جیسے احمد نے رکھے تھے۔ کسی کتاب میں سوکھے گلاب کی طرح۔ وہ جو کبھی تازگی سے معطر ہوا کرتا ہے۔

اُس دن وہ اُس سے کہہ کر گئی تھی کہ وہ اپنے بابا سے بات کرے گی۔ اور احمد کو یقین تھا کہ وہ اُنہیں منا لے گی۔

اگلے دن ہی وہ واپس اپنے گھر لوٹ گئی۔ آفرین بھابھی نے اُس دن احمد کو بتایا کہ وہ سب جانتی ھیں، اور انہوں نے ہی سفیرہ کی امی سے بات کی ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ مدیحہ تو مان گئی ھیں اب حسن علی رہ گئے ھیں۔

وہ سفیرہ کی طرف سے کسی پیغام کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے آفرین بھابھی سے بھی کہا تھا کہ اُسے فون کر کے پوچھیں۔ مگر اُس سے اب مزید انتظار نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنی پری سے یہ بات چھپائے رکھتا۔ وہ بس انا کو بتا دینا چاھتا تھا کہ اُسکی زندگی میں کتنا عجیب سا موڑ آیا ہے کہ اُسے محبت ہو گئی ہے۔ وہ مجھ پر کتنا ہنسے گی۔۔۔ یا وہ حیران ہو گی۔ یا وہ یقین ہی نہیں کرے گی کہ اُس کا بھائی کسی لڑکی سے محبت کر سکتا ہے۔ وہ بھی یوں اچانک۔۔۔

www.novelsclubb.com

وہ انہی سوچوں میں تھا،اِس سے پہلے کہ وہ انا کو کچھ بتاتا اُسے آفرین بھابھی کا بلاوا آ گیا۔

آفرین بھابھی نے سفیرہ کو فون کیا تھا مگر اُن کے چہرے کے بدلتے رنگ احمد سے چھپے نہیں رہے تھے۔

وہ جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ھیں۔اور اُسے یقین تھا کہ وہ کہنا کچھ اور چاھتی ہیں اور کہہ کچھ اور رہی ہیں۔اُن کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔اور تاثرات الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔اور احمد۔۔۔وہ تو لوگوں کو اُن کے تاثرات سے پرکھ لیا کرتا تھا۔فراز بھائی کی موجودگی میں تو اُس نے بھابھی کی بات تسلیم کر لی تھی مگر اگلی ہی صبح وہ اُن سے سچ دریافت کرنے پہنچ گیا تھا۔ اور بھابھی نے فوراً ہی اُسے سب کچھ سچ بتا دیا۔ مگر احمد تو وہ سچ بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

وہ بے یقین تھا اور اُسکی بے یقینی نے اُسکے الفاظ تک سلب کر لئے تھے۔وہ کتنی ہی دیر خاموش رہا۔

بھابھی کہہ رہی تھیں کہ وہ اُس سے محبت نہیں کرتی اور یہ خود اُس نے کہا ہے۔

نہیں۔۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ بھلا حقیقت بھی کبھی بدلی ہے۔۔۔؟ محبت حقیقت ہے، یہ خود اُس نے کہا تھا۔اور حقیقت کو کہاں جھٹلایا جا سکتا ہے۔

بھابھی اب اُس سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ کیا کرے گا۔ تو وہ بھی اپنا ایک پیغام اُنہیں دے کر لوٹ آیا۔

وہ جانتا تھا کہ وہ ضرور آئے گی۔وہ کبھی بھی محبت میں کچی نہیں ہو سکتی تھی۔وہ جانتا تھا اُس کے بابا ہی نہیں مانے ہوں گے۔

اُس رات وہ گھر نہیں گیا۔وہ ڈیرے پر آ گیا۔اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں۔وہ سکون میں نہیں تھا۔

وہ وہیں پر تھا جب بھابھی نے ہی کسی کے ہاتھوں اُس تک پیغام کہلوا بھیجا تھا کہ وہ نیم کے پیڑ کے پاس انتظار کرے۔وہ وہیں آئے گی۔

www.novelsclubb.com

اُس رات طوفان اپنے عروج پر تھا۔ایسا طوفان کہ درختوں کو اکھاڑ دینے کی طاقت رکھتا تھا۔ تیز موسلادھار بارش زور پکڑے ہوئے تھی۔احمد فکر مند بھی تھا کہ وہ اِس طوفان میں کیسے آئے گی۔

مگر جب وہ آئی تو اُسکا رخ دوسری جانب تھا۔

احمد۔" سفیرہ نے اُسے آہستہ آواز میں پکارا تو وہ کرنٹ کھا کر پلٹا۔"

اُسکے ہاتھ میں موجود لالٹین بجھ چکی تھی۔وہ ایک دوسرے کا چہرہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

سفیرہ۔۔"احمد نے اپنے حلق کو خشک ہوتے پایا۔"

اب کے وہ اُس سے پوچھ رہا تھا کہ ایسی بھی کیا ضروری بات تھی جو اِس طوفانی رات میں وہ اُس سے ملنے آگئی۔ مگر وہ خاموش رہی۔احمد کو لگا وہ ضبط کے باعث خاموش ہے۔ پھر اُسے بھابھی کی باتیں یاد آئیں تو اُس نے سفیرہ سے تصدیق کرنا چاہی۔

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اُن الفاظ پر یقین نہیں کر سکتا، کیا وہ واقعی اُس نے کہے؟

مگر سفیرہ جب بولی تو اُس کا لہجہ بے رحم تھا، بے رحم اور کاٹ دار۔

کون سے الفاظ؟ یہ کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی؟ ہاں یہ سچ ہے۔۔۔ میں نے خود کہا" "تھا۔اور اب بھی کہہ رہی ہوں۔

کوئی محبت کا اظہار کرے اور اُسے نبھائے تو یہ زندگی عطا کرنے کے برابر ہے۔ مگر کوئی محبت نہ ہونے کی گواہی دے اور جدائی اختیار کرے تو یہ موت دے دینے کے مترادف ہے۔ مگر احمد یقین نہیں کرنا چاہتا تھا اُس کا دل دو ٹکڑے تب ہوا جب سفیرہ نے کہا۔

یہاں میں بس یہی کہنے آئی تھی کہ جاؤ احمد جبریل۔۔۔ مجھے تم سے محبت نہیں" "ہے۔۔۔ چلے جاؤ اور پیچھے مڑ کر کبھی مت دیکھنا۔

اسکے تو لفظوں میں ہی روح کھینچ لینے کی قوت تھی۔

مؤرخ سے کہنا کہ مجھے بے وفا لکھ دے، اور اُسے یہ بھی کہنا کہ وفا کے دھاگوں کی" مضبوط گرھیں باندھنے والی لڑکی اپنے دعوں کی کچی نکلی!" احمد کو لگا اُس کا ضبط ٹوٹ جائے گا مگر وہ خاموش کھڑا رہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بے وفا؟" وہ بس سوچ کر رہ گیا۔"

وہ کہہ رہی تھی کہ وہ کبھی نہیں پلٹے گی، اور اسے بھی یہی کرنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟ احمد کی آنکھیں جلنے لگیں۔

وہ پلٹنے لگی۔ وہ اسے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے تھام لیا۔ مگر کبھی کبھی ہاتھ تھام لینے کے بعد بھی چھوٹ جایا کرتے ہیں، یا چھڑوا لئے جاتے ہیں۔

اُسکے ہاتھوں سے بھی سفیرہ کا ہاتھ چھوٹ گیا تھا۔ اندر اور باہر ایک طوفان سا برپا تھا مگر وہ ساکت سا وہیں کھڑا رہ گیا۔

★★

اُسکے لئے اگلے کئی دن تک کسی ٹراما کی سی کیفیت تھی۔ وہ کئی دن گھر نہیں گیا۔ فاطمہ خاتون اور انا سے یہ کہہ کر گیا تھا کہ حبیب کے ساتھ کام ہے۔ وہ تھا تو حبیب کے ساتھ ہی مگر کسی کام کے لئے نہیں شاید دل بہلانے کے لئے۔ دل کو سمجھانے کے لئے۔

وہ حبیب سے کچھ نہیں چھپاتا تھا۔ اُس نے اُسے سب کچھ بتا دیا تھا۔

احمد کی دلی کیفیت اس کے چہرے پر ظاہر تھی، وہ سنبھلا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔ حسیب اُسکے قریب بیٹھا بغور اُسے دیکھ رہا تھا۔

تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا جبریل۔ وہ بس ایک لڑکی تھی۔ لڑکیاں اکثر بے وفائی کر جاتی ہیں۔" حسیب کے سمجھانے والے انداز میں کہنے پر احمد نے خاموش نگاھوں سے اُسے دیکھا۔

تم غلط ہو۔" کافی دیر تک اُسے سنجید گی سے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بولا تھا۔ حسیب چپ سا ہو گیا۔

وہ بس ایک لڑکی نہیں تھی، وہ ایک نایاب لڑکی تھی۔" احمد کی آواز میں افسر دگی جھلکنے لگی۔

اور اُس نایاب لڑکی نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔" حسیب کو لگا وہ بھول گیا ہے کہ سفیرہ نے اُسکے ساتھ کیا کیا۔ احمد کچھ نہیں بولا۔

"تُو اسے اپنے دل سے نکال دے احمد' وہ تیرے قابل ہی نہیں تھی۔"

www.novelsclubb.com

"دل" تو نے ابھی تک محبت نہیں کی ناں جابری، تو نہیں جانتا کہ دل سے نکالنا کیا ہوتا ہے' دل سے اُن کو نکالا جاتا ہے جن کے بغیر دل لگا رہے۔۔۔ میرا تو دل بھی نہیں لگتا اُس کے بغیر۔"

حسیب ساکت رہ گیا۔

"تو تم نہیں مانتے کہ وہ بے وفا ہے؟"

"میں نے اس کی آنکھوں میں محبت دیکھی ہے جابری، اور محبت کرنے والے بے وفائی کر ہی نہیں سکتے۔" احمد بولا اور پھر بغیر اسے دیکھے وہاں سے چلا گیا۔

چند دن کی بے یقینی کھوج میں بدل گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ سفیرہ نے ایسا کیوں کیا۔

وہ جانتا تھا کہ اِس سب کے پیچھے کوئی تو وجہ ہے۔ مگر وجہ کیا ہے یہ نہیں جانتا تھا۔

ایک پل کے لئے بھی احمد کو نہیں لگا کہ وہ بے وفا تھی۔ وہ بے وفا اور دھوکے باز ہو ہی نہیں سکتی۔

"میں مان ہی نہیں سکتا کہ وہ بے وفا ہے۔۔۔ اگر اسے بے وفا تسلیم کر لیا تو اس بات سے انکار کرنا پڑے گا کہ اس کے دل میں میرے لئے محبت تھی۔"

احمد نے جو محبت سفیرہ کی آنکھوں میں دیکھی تھی وہ محبت دھوکا نہیں ہو سکتی تھی۔ محبت کبھی دھوکا نہیں ہوتی۔

محبت وہاں ہوتی ہی نہیں جہاں سراب پلتے ہوں۔ محبت کا ٹھکانہ ہی وہ دل ہے جس میں خلوص پایا جائے۔احمد کا یہی ماننا تھا۔اُس کا ماننا تھا کہ جس دل میں محبت ایک بار بسیرا کر لے وہاں پھر بے وفائی پروان نہیں چڑھتی۔ سفیرہ کے دل میں محبت تھی۔اور احمد نے اس محبت کو محسوس کیا تھا۔

وہ وہیں چپ ہو گیا۔اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔ سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے انہیں کئی گھنٹے بیت گئے تھے۔سب سو رہے تھے یہاں تک کہ سارا گھر سو رہا تھا ماسوائے اُن سیڑھیوں والے حصے کہ جہاں وہ دونوں بیٹھے تھے۔اندھیرے میں وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔انا کے چہرے پر آزردگی طاری تھی۔اُس کی آنکھیں نم تھیں۔اُس وقت وہ صرف ایک ہی بات سوچ رہی تھی۔

کمال ہے۔۔۔بھائی سے کون محبت نہیں کرتا؟ یہ قابل محبت کے سوااور کیا ہیں؟ مگر" جس سے اِنہیں محبت ہوئی وہی ان سے جدا ہو گئی۔ بھلا یہ کیسا انصاف ہے کہ محبت کے پیکر کو وہ نہ ملے جس کی اس نے چاہ کی۔"

وہ تلخی سے سر جھٹک گئی۔احمد نے اب کے گہرا سانس لے کر اُسے دیکھا۔

اب خوش؟سن لی تم نے اپنے بھائی کی وہ ادھوری داستان۔۔۔؟"وہ جانتی تھی وہ مسکرا" رہا ہے۔اور وہ جانتی تھی کہ وہ اداسی سے مسکرا رہا ہے۔

"لیکن بھائی۔۔۔سفیرہ کا کیا؟آپ نہیں مانتے کہ وہ بے وفا تھی۔"

چھوڑو اِس بات کو۔ہاں میں نہیں مانتا مگر میں اُس کے باپ سے دشمنی مول لے چکا" ہوں۔"

دشمنی؟"انا نے بے ساختہ ہی پوچھا۔احمد ٹھٹھک سا گیا۔مگر اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا" انا خود ہی بات کا رخ موڑ گئی۔

آپ کو پتا کیسے چلا کہ وہ مجبور تھی۔۔۔وہ ایسے کیوں آپ کا دل توڑ گئی؟" مگر بات کا رخ پلٹا ہی کہاں تھا۔

"ادھوری کہانی کا بولا تھا نا۔۔۔تو وہ ادھوری کہانی اتنی ہی تھی۔اب چلو شاباش سو جاؤ۔" احمد خود ہی بات کو ٹالتا وہاں سے اٹھ گیا۔تو وہ بھی خاموشی سے چلی آئی۔

★★★★

آخری پیپر والے دن وہ پیپر دے کر باہر نکلی ہی تھی کہ چند قدم کے فاصلے پر ہی وولف کھڑا نظر آ گیا۔وہ سینے پر ہاتھ باندھے جیسے اُسی کا منتظر تھا۔علما ایک پل کو وہاں کھڑی اُسے دیکھنے لگی پھر دوبارہ قدم آگے بڑھا دیے۔اُسکا حلیہ بدل چکا تھا۔وہ اب پہلے کی طرح اپنے بھاری گھنگریالے بال کھول کر جینز شرٹ نہیں پہنتی تھی۔اُس نے گاؤن کے اوپر حجاب لے رکھا تھا۔ بالکل مہک کی طرح۔ مگر وہ مہک کی طرح نہیں دکھتی تھی۔ وہ الگ تھی۔اُس کی شخصیت ہی الگ تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس سے پہلے کہ وہ بغیر اسے چھیڑے اس کے قریب سے گزر جاتی وولف نے ہی اسے مخاطب کر لیا۔

آج کل لوگ بہت فاصلے رکھنے لگے ہیں۔"اُس نے باآواز بلند کہا تھا علما قدم اٹھاتے" اٹھاتے رہ گئی۔ پھر بنا پلٹے وہیں کھڑی رہی۔

بہت افسوس ہوا۔ تمہارے اور اتاش کے رشتے کو یوں ٹوٹتے دیکھ کر۔"اس کی آواز کے" تاثر میں افسوس کے علاوہ سب کچھ تھا۔

مگر میں نے تو پہلے ہی تنبیہ کی تھی، وہ شخص قابل نہیں تھا تم جیسی۔۔۔"وہ ٹھہرا پھر ہلکا" "سا ہنسا۔"تم جیسی یونیک لڑکی کے۔

اُس کی آواز اتنی بھی بری نہیں تھی۔ علما نے اسے دیکھے بغیر سنتے ہوئے سوچا تھا۔

میں یونیک کیسے ہو گئی؟اور مسٹر وولف نے علما بقول اُسکے سڑی ہوئی گاجر کو کب سے" "یونیک سمجھنا شروع کر دیا؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علما اب کے اُسکی طرف پلٹ آئی۔ وہ اُسے اپنے مقابل دیکھ کر ہمیشہ والے انداز میں مسکرایا۔

بس تم سے تعزیت کرنے آیا تھا۔ آخر کو بہت اٹیچ تھی تم اُس سے۔"اُس نے آخری" جملہ قدرے رازداری سے کہا۔ علما کی پلکیں جھک گئیں۔

تعزیت۔۔۔؟"وہ تلخی سے مسکرائی۔"

میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ تعزیت کی ضرورت تب ہوتی ہے جب تعلق چھوٹ" جائے۔ جب تعلق ٹوٹتے ہیں تو تعزیتیں نہیں چاھئے ہوتیں۔ بس قفل چاھیے ہوتے ہیں۔ "زبانوں پر لگے قفل۔

تم بدل گئی ہو۔"وولف نے اسکی بات کے جواب میں اتنا کہا اور مسکراتے ہوئے پلٹ" گیا۔

علما چند لمحے وہاں کھڑی اس سنہری بالوں والے لڑکے کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر خود بھی پلٹ آئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

★★★★

"زندگی کی کتاب میں سب سے اہم پہلو انسان ہے۔انسان کا اپنا آپ۔اُسکی اپنی ذات۔ میں نے اب تک جتنی زندگی گزاری ہے مجھے اس سے یہی سبق حاصل ہوا ہے کہ انسان کے اپنے علاوہ کوئی بھی اُس کا اپنا نہیں ہوتا اس دنیا میں۔اور جب تک انسان اپنے آپ کے ساتھ دوستی نہیں کر لیتا تب تک اسے کسی کی پہچان نہیں ہو سکتی۔"

رات کو علما اپنے ڈیسک پر بیٹھی لیمپ کی روشنی میں ڈائری کھولے لکھنے میں مگن تھی۔

"پہچان۔۔۔اور فطرت؟انسان کی فطرت کس قسم کی ہے کہ اِس کے پاس عقل بھی ہے اور قلب بھی۔مگر یہ سوچتا صرف نفس کے لئے ہے۔اِس نے کبھی اپنی عقل کے کونوں میں یا اپنے قلب کے اندر جھانکنے کی کوشش نہیں کی۔"اُس نے قلم روک دیا اور ڈائری بند کرنے کے بعد سوچنے لگی۔چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی رقم تھی۔اور سرمئی نگاھیں عمیق دکھنے لگیں۔ اُسی لمحے ایک سوچ اُسکے ذہن سے ٹکرائی۔اسکے آثار بدلنے لگے۔اور اگلے ہی پل اُسکا خیال فیصلے میں بدل گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ فیصلہ ایک کتاب لکھنے کا فیصلہ تھا۔

★★★

ایک کتاب زندگی بدل دینے کی صلاحیت رکھتی ھے۔اور انسان کتابوں سے کیا نہیں" سیکھتا۔کتابیں انسان دوست ہوتی ہیں، ہمیں نصیحت بھی کرتی ہیں اور ہماری حوصلہ افزائی بھی کرتی ہیں مگر بدلے میں ہم سے کچھ نہیں مانگتیں سوائے توجہ کے، غور و فکر کے اور عمل کے۔تو "آپ بھی کتابیں پڑھیں۔اور کوئی مفت کا مشورہ مانگے تو اسے بھی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیں۔

پروفیسر جیمز آخر میں عینک لگاتے ہوئے مسکرائے۔

علما خاموش بیٹھی سر جھکائے پروفیسر کی باتوں کو سن تو بہت غور سے رہی تھی۔اتنے غور سے کہ اُس کا ذہن سوال کرنے لگا تھا۔

کتابوں سے بہتر سبق ہمیں زندگی سے ملتے ہیں۔مگر فرق صرف اتنا ہے کہ زندگی سے" حاصل ہونے والے سبق تکلیف اٹھائے بغیر نہیں ملتے۔انہیں پانے کے لیے گہری مشقت کرنا

پڑتی ہے۔"اس کی آنکھوں میں تلخی جھلکنے لگی۔اسے نہیں پتہ کہ کب فرسٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات پر پروفیسر جیمز کی نظر پڑ گئی۔

"علما۔۔"

وہ گہری سوچ میں غرق تھی جب پروفیسر نے اسے مخاطب کیا۔

مس علما بنتِ عالم؟"اب کے پروفیسر کا لہجہ اور آواز بلند تھی۔علما نے جھٹ سے چہرہ اٹھایا۔

جی۔۔جی پروفیسر؟"وہ خفت کم کرتی بولی۔"

آپ کس سوچ میں گم ہیں؟کیا آپ بھی اس بات سے اتفاق رکھتی ہیں کہ کتابیں ہماری" بہترین دوست ہوتی ہیں؟"ان کا لہجہ خاصا فرینڈلی تھا۔علما چند پل کے لئے کنفیوز سی ہو گئی۔ سب اُس کے جواب ہی کے منتظر تھے۔پھر وہ کچھ سنبھلتے ہوئے بولی۔

جی پروفیسر۔کتابیں بہترین دوست توہوتی ہیں۔مگرہم کتابوں سے وہ سبق کہاں" حاصل کرپاتے ہیں جوسبق ہمیں زندگی سکھاتی ہے۔"وہ نرم لہجے میں کہہ کرخاموش ہوگئی۔ پروفیسر نے ابرو اٹھاکر جیسے اُسکی بات کی تائید کی۔

"آپ کاپوائنٹ بالکل validہے۔زندگی ہمیں بہت سے سبق دیتی ہے۔اور زندگی بھی توایک کتاب ہی کی طرح ہے۔بلکہ یوں کہئیے کہ ایک کتاب ہی ہے۔بس فرق صرف اتنا ہے کہ یہ کتاب کہیں لکھی نہیں گئی۔اوراِس کتاب کاکوئی مصنف ہم نے دیکھاہی نہیں۔شاید ہم خودہی اپنی اپنی زندگیوں کے مصنف ہوتے ہیں۔"پروفیسر جیمز کہہ کراپنی ہی بات پر مسکرائے۔کلاس کے کچھ اسٹوڈنٹس بھی سرہلاتے ہوئے ہولے سے ہنس دیے۔مگر علماہنس نہیں سکی۔

وہ جب کلاس سے باہر آئی توبے حد الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔اُس کی سوچیں اُسے تھکا رہیں تھیں مگر وہ اِس وقت آرام نہیں کرسکتی تھی۔اُسے سوچناہی تھا۔

وہ کلاس کے بعد سکون کی تلاش میں لائبریری چلی گئی۔ وہاں بیٹھ کر وہ خاموشی میں بہتر طور پر سوچ سکتی تھی۔

چند منٹ بعد وہ اپنے سامنے ایک ڈائری کھولے قلم ہاتھ میں لئے لکھنے لگی۔

وہ ایسی ہی تھی۔ وہ لکھنے سے پہلے بہت زیادہ وقت سوچنے پر نہیں لگاتی تھی۔ بس جو وہ سوچتی جاتی وہی لکھتی جاتی۔ اور یہ سوچیں اسے لکھنے پر مجبور کر دیتی تھیں جیسے کہ وہ اب لکھ رہی تھی۔

انسان کے تصورات۔۔۔۔"

جب تصورات میں روح پھونکتے ہو تو الفاظ کو زندگی مل جاتی ہے۔ تم اپنی تخلیق کاری کے خالق کہلائے جاتے ہو۔ خود ساختہ سوچیں تمہارے ذہن پر حاوی ہو جاتی ہیں۔" وہ اپنے جیسے ہی کسی انسان سے مخاطب تھی۔ یا شاید خود سے۔

لیکن پہلے تخلیق کا مطلب سمجھو"!

جانو کہ تخلیق کیا ہے؟ تخلیق کہاں سے شروع ہوئی اور یہ کہاں پہ رکھی گئی؟

جب تخلیق کا آغاز جان جاؤ گے تو خالق کہلائے جانا بے وقعت لگے گا۔ کیوں کہ حقیقی خالق تو وہی ہے جس نے تخلیق کو بھی تخلیق کیا۔

ہماری ذات ادنٰی، ہماری پہچان بھی ادنٰی۔" وہ ایک پل کو رُکی۔ پھر سوچنے لگی۔

جب تمہارے تخلیق کردہ الفاظ کے نیچے سے تمہارا نام ہٹا دیا جائے تو تمہیں تکلیف ہوتی" ہے نا؟ تمہیں غصہ آتا ہے نا؟ تو سوچو وہ جو ساری کائنات کا خالق ہے، تم جب اُس کی کائنات کی تخلیق کو جھٹلاتے ہو تو کیسے گناہ کا ارتکاب کرتے ہو؟ وہ تو اللہ ہے، وہ انسانوں جیسا نہیں۔ وہ تو بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ اُسے کسی کے کہہ دینے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ مگر تمہارے اعمال نامے میں تو سب لکھا جا رہا ہے۔ وہ اعمال نامہ تمہارا ہے، اور اس کے ذمہ دار تم ہی ہو گے۔ پھر جو کوئی بھی جیسے اعمال کرتا ہے اُسکا حساب بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔" اُس کے چہرے پر تلخی کے آثار نمودار ہوئے۔

یہ جو خیال ہے نا۔۔۔؟"

یہ خیال جو تم سوچتے ہو یہ خیال تمہارا نہیں ہے۔ تمہیں تو سوچنے کی توفیق بھی تمہارے خیال کا خالق دیتا ہے۔

خیال کو پاک رکھو، تزکیہ خیال کا ہو چاہے نفس کا ہو، یہ زندگی کا مفہوم بتا دیتا ہے۔" وہ رُکی۔ اُس نے اپنے لکھے کو تعجب سے دیکھا۔ تو یہ اُس کی اپنی سوچ تھی؟ اس کی پلکیں نم ہو گئیں۔

زندگی کیا ہے؟ ایک کتاب۔۔۔۔ پروفیسر جیمز نے ایک بات بالکل ٹھیک کہی۔ زندگی" کتاب ہی ہے۔ موت تو بس اِک وقفہ ہے۔ کتاب کے درمیان کے کچھ خالی پنے۔۔۔ اُس سے پیچھے بھی زندگی ہے، اُس سے آگے بھی زندگی ہے۔ مگر ان کی یہ بات ٹھیک نہیں تھی کہ ہماری زندگی کا کوئی مصنف ہی نہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ہماری اِس زندگی کا خالق ہے۔ وہ جو احد ہے۔ اللہ ہی ہماری زندگی کا مصنف ہے۔ وہ کاتبِ تقدیر ہے۔ اُس کے پاس سب کچھ ہے۔ مگر ہم نہیں جانتے۔ تو ہماری یہ کتاب جیسی زندگی بھی کہیں نہ کہیں تو لکھی گئی ہے۔ شاید اللہ کے پاس۔"

اُس کی نم آنکھوں میں سوال اترا۔اور ماتھے پر بل سے پڑ گئے۔

مگر اللہ کی تو اور بھی بہت ساری مخلوق ہے صرف انسان تو نہیں۔اور وہ ساری مخلوق بھی "، تو دنیا ہی کا حصہ ہے۔ساری دنیا آپس میں جڑی ہوئی ہے۔انسان کہاں تک نہیں پہنچا؟ سورج ستارے، کہکشاں اور آسمان تک تو رسائی حاصل کرلی ہے اِس نے۔۔۔سمندر کی گہرائیوں کا بھی اندازہ لگا آیا ہے۔ہر چیز دیکھ چکا ہے۔اور اللہ کی ساری مخلوق سے تو واقف ہی ہے یہ۔"

وہ اتنی مگن تھی کہ لکھتے ہوئے ارد گرد سے بالکل بے خبر ہو چکی تھی۔

پھر اللہ نے جو کتاب بھی لکھی ہے۔اُس میں ساری تخلیق کا تذکرہ ہو گا نا۔اُس میں سب " ہو گا۔دنیا کی ہر چیز اور ساری دنیا۔اور وہ سب کچھ جسے اللہ نے تخلیق کیا ہے۔پروفیسر جیمز کہتے ہیں کہ ہماری زندگی لکھی نہیں گئی۔لیکن میں نہیں مانتی۔ہماری زندگی اگر کتاب ہے تو اُس کتاب کو موجود ہونا چاہیے۔اگر ہمارے سامنے نہیں تو اللہ کے پاس تو ہو گی۔اُس نے ضرور لکھ رکھی ہو گی۔اور اگر ہمارے سامنے ہے تو۔۔۔ہمیں تلاش کرنی چاہئے۔"اچانک ہی اُس کی آنکھوں میں اچھنبھا اترا۔

اور پھر آخرت بھی تو ہے۔ وہ جو اُس وقفے کے بعد کی زندگی ہے۔ موت کے بعد کی" زندگی۔ دنیا کا چیپٹر کلوز تو آخرت کا چیپٹر شروع۔ ویسے دنیا کا معنیٰ کیا ہوگا؟ دنیا۔۔۔ یعنی موجودہ زندگی۔ جو آخرت سے ہٹ کر ہے۔ اُس سے پہلے ہے۔ مطلب ایک دن تباہ ہو جائے گی۔ جب چیپٹر کلوز ہو گیا تو پھر سب ختم۔ پھر ماضی سے کوئی تعلق نہیں رہتا بس حال ہوتا ہے اور مستقبل۔ مگر کیا اِس موجودہ زندگی کا کوئی فائدہ نہیں؟ کچھ تو ہوگا۔" وہ سوچنے لگی۔ پھر ایک دم سے چونکی۔

ایک زندگی وہ ہوتی ہے جسے ہم اپنی مرضی سے گزارتے ہیں، اور دوسری وہ جسے اللہ" کے مطابق جیتے ہیں۔ دونوں زندگیوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔" اُسے زرنا اماں کی بات یاد آئی۔ حلق میں کچھ اٹک سا گیا تھا۔ سبھی کچھ سمجھ آگیا تھا۔ وہ باتیں جو اُسے پہلے سمجھ نہیں آتی تھیں آج آگئیں تھیں۔ اور وہ تحیر میں چلی گئی تھی۔

تو ہماری اِسی زندگی کا کنکشن ہماری اگلی زندگی سے ہوتا ہے۔" اُس کا نرم گرم سا آنسو بہہ " گیا۔

"یہ بات تو بہت عرصے سے معلوم ہے۔اِس زندگی کا بویا ہم اُس اگلی زندگی میں کاٹیں گے۔ مگر آج عقل میں بیٹھ گئی ہے۔کون کہتا ہے کہ ماضی ختم ہو جاتا ہے۔ہر چیز کو موت آسکتی ہے مگر ماضی۔۔۔۔ماضی کو موت نہیں آسکتی۔ہم چاھے جو مرضی کر لیں۔ہم روئیں، تڑپیں ،سسکیں، معافیاں مانگیں، بھول جائیں یا مر جائیں۔۔۔۔ماضی نہیں مرتا۔وہ ہماری موت کے بعد بھی ہمارا پیچھا کرتا ہے۔ماضی کے گناہ ہوں یا نیکیاں دونوں ہی کا بدلہ ہمیں آخرت میں ملتا ہے۔تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگلی زندگی کیسی ہو گی، یہ پچھلی زندگی پر منحصر ہے۔پچھلی زندگی کیسی ہونی چاھئے؟"اِس سوال کے جواب کے لئے اُس کے الفاظ کمزور پڑ گئے۔وہ ساکت وجود لئے کتنے ہی پل خالی دماغ لئے بیٹھی رہی۔وہ اِس سوال کا کوئی بھی مناسب جواب تلاش نہیں کر پائی تھی۔ پھر وہ تھک کر وہاں سے اٹھ گئی۔وہ اِس قدر سوچوں میں الجھی تھی کہ اُسے خبر ہی نہ ہوئی کہ کسی کا دھیان اُس پر بھی ہو سکتا ہے۔

"پچھلی یعنی موجودہ زندگی کیسی ہونی چاھئے؟"بس یہ سوال اُسکے دماغ میں بہت دیر تک گھومتا رہا تھا۔

★★★

وولف واکر آج کل اپنی زندگی کے بیزار ترین پل گزار رہا تھا۔ایک وقت تھا جب وہ یونیورسٹی کے ہر لڑکے لڑکی کی آنکھوں کا مرکز تھا۔وہ ہر سرگرمی کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ہر کسی کی زبان پر کسی نہ کسی وجہ سے اُس کا نام ہوتا تھا۔مگر ایک علما تھی۔جو اُسے دیکھنا تک پسند نہیں کرتی تھی۔اور اگر کبھی وہ اُس کے سامنے آجاتا تو اُن کی ساری گفتگو ایک دوسرے کو مختلف القابات سے نوازتے ہوئے ہی گزرتی۔وہ لڑکی بہت چہل پہل کی عادی تھی۔علما کا نام وہ اکثر لڑکوں کے منہ سے ہی سنتا تھا۔

"پتا نہیں علما کو اتاش میں کیا نظر آتا ہے۔ہر وقت اس کے ساتھ ہی چپکی رہتی ہے۔" ایرک کو خاص طور پر اُس نے ایسے جملے کہتے ہوئے سنا تھا۔کبھی کبھی وہ حیران ہوتا اور کبھی بیزار ہو جاتا۔

پتا نہیں ان لڑکوں کو اُس گھنگریالے بالوں والی لڑکی میں کیا نظر آتا ہے جو انہیں گھاس تک نہیں ڈالتی اور جس نے اپنے لئے ایک گدھے کا انتخاب کر رکھا ہے۔" وہ منہ بسورے سوچا کرتا تھا۔اُسے اتاش کو دیکھ کر عجیب سی کوفت ہوتی تھی۔

مگر وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو ڈیزرو کرتے ہیں۔"اسے یہ خیال بہت بار آیا تھا۔"

لیکن اُس دن جب اتاش نے علما کو اسٹیج پر ڈانس کا کہا تو وہ علما کی آنکھوں کی نمی کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔اُس نے پہلے کبھی علما کے چہرے کو یوں شرم سے جھکتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔اور اُس دن وہ واقعی خود کو روک نہیں پایا اور اُس کے ساتھ ڈانس کرنے لگا۔اُس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ لوگ اُس پر سے توجہ ہٹالیں اِس سے پہلے کے وہ ضبط کھو کر رونے لگے۔پتا نہیں کیوں مگر وہ اُس لڑکی کا بھرم ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

مگر اُس کی مدد کرنے کے باوجود علما نے اُسے کوئی بہتر ریسپانس نہیں دیا تھا۔وہ ابھی تک اتاش کے لئے فکر مند ہو رہی تھی جس نے اُسے اِس ذلت کی طرف دھکیلا تھا۔وولف حیران رہ گیا۔وہ اُس عجیب مخلوق کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر غصے سے واپس مڑ گیا۔

اُس دن وہ کتنی دیر اُس کے بارے میں سوچ کر پاگل ہوتا رہا۔

عجیب پاگل لڑکی ہے۔اسے لوگوں کی پہچان تک نہیں۔وہ شخص اس کااستعمال کررہاہے" اوراسے نظرہی نہیں آتا۔آنکھوں پرپٹی باندھ رکھی ہے اس نے۔"وہ ماتھے پربل ڈالے غصے سے سوچ رہاتھا۔

خیر مجھے کیا؟وہ جو بھی کررہی ہے اپنے ساتھ ہی کررہی ہے۔اور مجھے اُس سے ہمدردی" کیوں ہورہی ہے؟"اُس نے سر جھٹکتے ہوئے اُسکاخیال بھی جھٹکنے کی کوشش کی۔

اگلے کئی دن تک اُسے وہ نظرنہ آئی نہ ہی اُس نے اُسکے بارے میں سوچا۔مگراُس دن جب بارش بہت تیز تھی۔اُس نے بارش کی بوچھاڑ میں علماکو تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔پھر وہ اچانک ہی رُک گئی۔وہ بارش کی دھندلاہٹ میں بھی دیکھ سکتا تھاکہ وہ کس قدر زیادہ رورہی تھی۔جیسے کسی نے اُسے بہت زیادہ تکلیف پہنچائی ہو۔

کہیں اتاش نے بریک اپ تو نہیں کرلیا؟"اُس کے ذہن میں سب سے پہلا سوال یہی آیا" تھا۔اگلے ہی پل وہ سنبھل کرارد گرد دیکھنے لگی۔شاید اُس نے وولف کی نظروں کو محسوس کرلیا تھا۔وہ وہیں اپنی جگہ پر کھڑارہامگر وہ پھر بھی اُسے دیکھ نہ پائی۔بارش کی دھندلاہٹ کے ساتھ

www.novelsclubb.com

ساتھ اُس کی اپنی آنکھیں بھی تو دھندلی تھیں۔ وہ بھلا اُسے کیسے دیکھ سکتی تھی۔ وہ سائیکل پر چلی گئی تو وہ خود کو اُس کے پیچھے جانے سے روکتا واپس پلٹ آیا۔

کچھ دن بعد اُسے علم ہوا کہ اتاش کے ساتھ اُس کا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ پھر سوچتا رہا کہ وہ اتنی بری طرح سے کیوں رو رہی تھی۔۔۔ جیسے دل ٹوٹنے پر رویا جاتا ہے۔ جیسے کوئی بہت اہم چیز چھن جانے پر رویا جاتا ہے۔

چند دن بعد اُس نے علما کو دیکھا تو وہ سنبھل چکی تھی۔ بلکہ یوں لگ رہا تھا کہ وہ واپس پہلے جیسی ہو گئی ہے۔ ایک روز اس نے مہک کو اکیلے بیٹھے کتاب پڑھتے دیکھا تو اُس کے پاس چلا آیا۔ اُسے ہمیشہ سے ہی مہک اور علما کی دوستی پر حیرت ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ ایک سورج ہے اور دوسری چاند۔ مگر پھر بھی ایک ساتھ پائی جاتی تھیں۔

ہیلو۔"اُس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔"

ہائے۔"مہک نے روکھا پھیکا سا جواب دیا۔"

"کیسی ہو مکی؟"وولف نے دوستانہ انداز اپنایا مگر مہک کے تاثرات دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اُس نے غلط کیا کہا ہے۔

"ہم دوست نہیں ہیں۔اور مجھے میرے دوست بھی کم ہی اِس نام سے پکارتے ہیں۔بہتر ہے تم مجھے مہک ہی کہو۔"وولف پر چند لمحے انفعالی کیفیت رہی پھر وہ خود ہی مسکرایا۔

"اوہ۔۔۔ٹھیک ہے۔نام کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔تمہاری دوست بھی مجھے اکثر بھیڑیا" کہہ دیا کرتی ہے۔"اس نے چہرہ جھکا کر ہنستے ہوئے کہا۔مہک کی آنکھوں میں مسکراہٹ اتری۔

"وہ تو تمہارے نام کا اردو ترجمہ کرتی ہے بس۔"مہک کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔

"وہ تمہاری دوست کیسے بن گئی؟"اس کے لہجے میں تجسس تھا۔مہک نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟"

میرا کہنے کا مطلب ہے کہ کہاں تم مذہبی، کم گو،اور اقدار پسند لڑکی۔اور کہاں علما۔۔آزاد خیال، لاپرواہ اور ضدی سی لڑکی۔ تم دونوں کی آپس میں بن جاتی ہے کیا؟"وہ جواب کا انتظار کرنے لگا۔ مہک نے کتاب بند کر کے اُسے دیکھا۔

لگتا ہے کہ یونیورسٹی کے ہر اسٹوڈنٹ کے لئے ہم دو ایک پہیلی کی طرح ہیں۔ کسی کو سمجھ ہی نہیں آتا کہ ہماری دوستی کیسے ہو گئی۔"

تو لوگ آگ اور پانی کو ایک ساتھ دیکھیں گے تو یہی حال ہو گا۔"اس نے شانے اچکائے۔

میرا تو یہ خیال ہے کہ ہمیں دوسروں کی زندگیوں میں دخل اندازی کرنی ہی نہیں چاہئے۔لوگ جو کر رہے ہیں اُنہیں کرنے دینا چاہیے۔ تجسس میں نہیں رہنا چاہئے کہ فلاں شخص ایسا ہے تو کیوں ہے۔اور رہی بات ہم دونوں کی تو پرفیکٹ کوئی بھی نہیں ہوتا۔کچھ خامیاں علما میں ہوں گی تو کچھ مجھ میں۔ دوست وہی ہوتا ہے جو ہمیں قبول تو خامیوں کے ساتھ کرتا ہے مگر پھر اُن خامیوں کو ہم میں رہنے نہیں دیتا۔ایک دن ہم دونوں بھی ایک جیسی لگیں گی۔تب

پھر سب لوگوں کی گوسپ یہ ہو گی کہ یہ دونوں ایک جیسی کیسے ہو گئیں۔" وہ ہر بات سنجیدگی سے کہہ کر آخر میں مسکراتی ہوئی اٹھی اور چلی گئی۔

اور اب جب علما کا اتاش کے ساتھ سچ میں بریک اپ ہو گیا تھا تو وولف کو اندر ہی اندر علما کے لئے افسوس ہوا تھا۔ افسوس صرف یہ تھا کہ وہ اتاش کو جانتا تھا۔ اور کہیں نہ کہیں اسے یہ بھی علم تھا کہ اتاش ایلینور میں انٹرسٹڈ ہے۔ پھر بھی وہ علما کو اُس سے بچا نہیں پایا۔ اور وہ بچاتا بھی کیوں اور کیسے؟ وہ لڑکی اتاش کے خلاف کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ بریک اپ کے بعد اُس نے علما کو بہت دنوں بعد دیکھا تھا۔ وہ پہلے سے بہت بدلی ہوئی تھی۔ اُسکی شخصیت میں مہک والا انداز آ گیا تھا۔ وہ گاؤن میں تھی اور وولف نے پہلی بار اُسکے بالوں کو حجاب سے ڈھکا ہوا پایا۔

مہک نے اُسے واقعی بدل دیا تھا۔ وہ مہک کی اُن باتوں کو آج داد دے رہا تھا۔ علما سے بات کر کے اُسے لگا جیسے وہ بہت سنجیدہ ہو گئی ہے۔ وہ اتنی سنجیدہ تو کبھی بھی نہیں تھی۔ کم از کم وولف کے سامنے تو نہیں۔ یہ بدلاؤ صرف اتاش کے دھوکے کا اثر تھا یا کچھ اور؟ وہ سمجھ نہیں پایا۔

وہ آجکل بس بے چین تھا۔ اکیلا تھا اور بیزار تھا۔ وہ بہت وقت سے اپنے دوستوں سے نہیں ملا تھا۔ جانے کیوں وہ لوگوں سے بیزار سا تھا۔ دنیا سے ہی بیزار ہوتا جارہا تھا۔ اِسی لئے وہ لائیبریری چلا گیا۔ وہاں پر سب کے ہوتے ہوئے بھی وہ اکیلا خود کو پر سکون محسوس کر سکتا تھا۔ مگر وہ لڑکی بار باراُسکی نظروں کے سامنے آجاتی تھی۔ علما بھی وہیں اُس کے ٹیبل کے سامنے والے ٹیبل کے پاس ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

پھر اُس نے لکھنا شروع کر دیا۔ وہ سوچ سوچ کر لکھ رہی تھی۔ وولف نے نا چاہتے ہوئے بھی خود کو اُس کی جانب متوجہ پایا۔

یوں لگ رہا تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا میں جا چکی ہے۔ وہ اِس دنیا سے اتنی ہی بے خبر لگ رہی تھی۔ وہ اُس کے ہر تاثر کو بغور دیکھتا رہا۔ کبھی وہ حیرتوں میں چلی جاتی تو کبھی آنکھیں نم کر لیتی۔ کبھی سوچوں میں الجھی ہوئی محسوس ہوتی۔ وہ لڑکی آخر کر کیا رہی تھی۔ آخر میں اُس کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہوئے اور وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اُس نے ایک بار بھی لائیبریری میں بیٹھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کسی شخص کو دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ دنیا سے الجھے ہوؤں کو کسی کو دیکھنے سے کیا مطلب؟ وہ اپنے اندر جھانکتے ہیں تو انہیں وہیں ایک دنیا مل جاتی ہے۔

"بہت عجیب لڑکی ہے۔ خود سے الجھتی ہے۔ خود ہی روتی ہے اور خود ہی سے سوال کر کر کے تھک جاتی ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

پھر اُسکے چلے جانے کے بعد وہ میز پر سر ٹکا کر کب سو گیا پتا ہی نہیں چلا۔

★★★

شام کے قریب وہ گھر پہنچی تو ماما اور بابا سے مل کر کچھ دیر آرام کی غرض سے کمرے میں چلی آئی۔

حالانکہ وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی مگر بے چینی اسے لیٹنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ ماتھے پر آئے بال پیچھے کرتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"زندگی کو سمجھنے کے لئے مجھے کتنی جدوجہد کرنی پڑے گی؟" وہ سوچ کر رہ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مہک نے کہا تھا کہ عمل بہت کچھ ہوتا ہے۔اُس نے کہا تھا کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے" جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔تو ہمیں کس چیز کی کوشش کرنی چاہئے؟نیک عمل۔۔۔تزکیہ نفس۔۔۔یہ سب کچھ کیسے حاصل ہو گا۔"اسکی بوجھل نگاھوں میں بے چینی بڑھ گئی۔

حیدر۔"اسے اچانک ہی خیال آیا کہ حیدر کا لیکچر سننا چاھئے۔شاید اسے اس کے سوال کا" جواب مل جائے۔مگر حیدر کا نام ذہن میں آتے ہی ایک اور سوچ اُس کے ذہن سے ٹکرائی۔

آپ قرآن پڑھا کریں۔آپ کو پتا ہے ایک مسلمان کا ایمان اور یقین قرآن سے وابستہ " ہے۔جس طرح قلب زندگی کا مرکز ہے اسی طرح قرآن ہمارے قلوب کا مرکز ہے۔یہ وہ کلام ہے جس کا اثر ڈائریکٹ دل پر ہوتا ہے۔آپ اگر بہت بے چین ہیں تو قرآن پڑھیں،یقیناً آپ کا دل سکون محسوس کرے گا۔"علما آنکھیں موندے حیدر کی وہ بات یاد کر رھی تھی جو وہ تقریباً ہر لیکچر کے آخر میں کہتا تھا۔کم از کم جتنے لیکچر اس نے سنے تھے اُن میں یہ بات بہت بار دھرائی تھی اس نے۔

وہ قرآن بہت پڑھتا ہو گا۔ تبھی تو وہ ہر بات کے ساتھ کسی نہ کسی آیت کا حوالہ دیتا ہے۔"

اور میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ قرآن میں بنیادی طور پر ذکر کس چیز کا ہے۔اور قرآن کا ہماری زندگیوں میں مقصد کیا ہے۔"اس نے تھوڑی گھٹنوں پر ٹکا دی۔ چہرہ مایوسی میں ڈھلنے لگا۔

میں کیا کروں؟ قرآن پڑھوں؟ وہ کتاب جس سے میں مسلمان ہوتے ہوئے بھی"

ناواقف ہوں اُسے کھولوں؟ کیا اللہ مجھ جیسی گنہگار کو یہ حق دے گا کہ میں قرآن جیسا کلام پڑھوں جو خود اللہ کا نازل شدہ ہے؟"وہ احساس جرم کے تحت سوچتے سوچتے اچانک ہی ساکن ہو گئی۔اسکا وجود اپنی جگہ پر جم گیا۔اُسے لگا وہ کبھی ہل نہیں سکے گی۔

اللہ کا نازل شدہ قرآن۔۔۔اللہ کی کتاب۔"اُس کی آواز لرز گئی۔اور کانپ تو اس کا دل"

بھی گیا تھا۔آنکھوں میں اترتی نمی گہری ہو گئی۔اور دماغ گھومنے لگا تھا۔

علما آجاؤ کھانا لگ گیا ہے۔"کنول کی آواز نے اُسے متوجہ کیا تو وہ ایک گہرا سانس لینے"

لگی۔

★★★

www.novelsclubb.com

وہ نیچے چلی آئی تو ڈنر ٹیبل پر ماما بابا اُسکے منتظر تھے۔

دونوں کو سلام کرنے کے بعد اس نے کھانا شروع کیا۔ کنول اُسے وقتاً فوقتاً دیکھتی رہیں۔ وہ کسی کشمکش کا شکار لگ رہی تھی۔

دن کیسا گزرا علما؟" کنول نے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ سوچوں سے باہر نکل آئی۔"

ہوں۔۔۔اچھا تھا۔" پھر سر ہلانے لگی۔ فرقان نے ابرو اٹھا کر اُن دونوں کو دیکھا۔"

کیا بات ہے؟ الجھی ہوئی لگ رہی ہو۔" فرقان نے سیدھا سا سوال کر کے کنول کے منہ" کی بات چھین لی۔

علما انہیں خاموش نظروں سے دیکھتی رہی۔

کیا میرے چہرے پر اتنا واضح اور بڑا ابڑا لکھا نظر آ رہا ہے کہ میں الجھی ہوئی یا پریشان ہوں" ؟" وہ سوچنے لگی۔

"آج بابا نے کیسے محسوس کر لیا کہ میں بے چین ہوں۔اِس سے پہلے تو کبھی اُنہیں میری پریشانیوں سے واسطہ ہی نہیں تھا۔"وہ ہنوز انہیں دیکھتی سوچ رہی تھی۔

علما؟"ان کے دوبارہ پکارنے پر وہ ٹھٹھکی۔"

جی۔۔۔وہ بس پیپرز کی تھکاوٹ ہے شاید اِسی لئے آپ کو ایسا لگ رہا ہو گا۔"وہ بمشکل مسکرائی اور پھر چہرہ پلیٹ پر جھکا لیا۔

دو ماہ بعد تمہاری ڈگری مکمل ہو جائے گی نا؟"کنول نے سوال کیا تو وہ سر اثبات میں ہلانے لگی۔

دیٹس گڈ۔پھر تو تمہیں اپنی اگلی زندگی کے بارے میں بھی سوچنا چاہئے۔پڑھائی کے بعد کیا کرنا چاہو گی؟"فرقان نے اُسکی دلچسپی پوچھی تو وہ سوچنے لگی۔

یقیناً شادی کے بارے میں سننا چاہتے ہیں۔"اُس نے سوچا پھر دونوں پر نگاھیں گھماتی بولی۔

"میں فلحال شادی کے بارے میں نہیں سوچ رہی۔"

تو ہم کب کہہ رہے ہیں کہ تم شادی کر لو۔ہاں شادی ایک لازمی جز ہے زندگی کا۔مگر" میں ابھی صرف تم سے تمہاری دلچسپی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔تم کیا کرنا چاھتی ہو مستقبل "میں ؟

اب کے وہ واقعی سوچ میں پڑ گئی۔

میں شاید لکھنا چاھتی ہوں۔یا شاید میں کیلیگرافی سیکھ لوں۔"وہ جو بھی کرنا چاھتی تھی" قطعی طور پر نہیں تھا۔

تم اگر لکھنا چاہو تو کیا لکھو گی ؟"فرقان نے کانٹا واپس رکھتے پوچھا۔"

میں جو بھی لکھوں گی اُسے آپ ہی پبلش کریں گے۔بس انتظار کیجئے۔"وہ رازدارانہ " انداز میں مسکرائی۔

"آپ کو کتابوں میں دلچسپی ہے کیا؟"

بہت زیادہ نہیں۔بس تھوڑی بہت۔"ان کے جواب پر علما حیران ہوئی۔"

"کیوں؟آپ تو کتابیں پبلش کرتے ہیں نا؟"

ہاں۔"انہوں نے شانے اچکائے۔"لیکن ضروری نہیں جو نوکری انسان کرتا ہے اُس" میں دلچسپی بھی رکھے۔"علما حیران کن انداز میں مسکرائی۔

پھر آپ نے پبلشنگ کو ہی کیوں چنا؟آپ کوئی اور نوکری کر لیتے۔"وہ تجویز پیش کرنے" لگی۔

مثلاً؟"انہوں نے کٹ لیٹس کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھتے پوچھا۔"

مثلاً۔۔۔"ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ کنول نے انہیں ٹوکا۔"

آپ لوگ مجھے بھی کچھ سمجھائیں گے؟"اور وہ دونوں وہیں خاموش ایک دوسرے کو" دیکھنے لگے۔اگلے ہی پل سب کے چہروں پر ہنسی دوڑ گئی۔

وہ ہلکی پھلکی سی گفتگو کے بعد اپنے کمرے میں واپس آئی تو پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی۔

وقت بہت تیزی سے گزرا اور عشاء کی اذان کی ہلکی ہلکی آواز اُن کے گھر کی بیرونی دیواروں سے ٹکرانے لگی۔

علما بے ساختہ ہی چلتی ہوئی باتھ روم میں چلی گئی اور وضو بنانے لگی۔

اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کسی دن وہ اللہ کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے نماز بھی ادا کرے گی۔اُس نے تو کبھی اللہ کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔اگر سوچا بھی تو شکایت کے لئے۔وہ کتنی خود غرض تھی۔دنیا کی رعنائیوں سے بھری ہوئی۔اُس نے کبھی دل کی دنیا کا عکس تو دیکھا ہی نہیں تھا۔وہ تو دماغ سے بھی بس اتنا سوچتی تھی جتنا اُسے نظر آتا تھا۔ظاہری دنیا ہی اُس کی خیالی دنیا تھی۔حالانکہ خیال وہ ہوتا ہی نہیں جو نظر آجائے۔خیال تو خفی ہوتا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ جاء نماز پر کھڑی نماز ادا کر رہی تھی۔سکون و اطمینان سے نماز ادا کرنے کے بعد اُس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اب تو وہ جب بھی دعا کے لئے ھاتھ اُٹھاتی تو اللہ کو یوں پکارتی تھی۔

"اے نیکو کاروں کے اللہ، اور اے گنہگاروں کے رب!"

ایک یہی بات تو تھی جو اُس کے دل میں ایک موہوم سی اُمید جگائے رکھتی تھی۔اِس بات کی اُمید کہ اللہ اُسے معاف کردے گا،وہ گنہگار ھی سہی مگر وہ اُس کا بھی تو رب تھا۔اور رب جس کا بھی ھو پھر اُسی کا رہتا ھے،یہ تو ھم انسان ھیں کہ آئے دن اپنی پسند بدل لیتے ھیں۔

دل کا سکون حاصل ہو گیا تھا وہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اٹھ گئی۔پھر قرآن پاک تلاش کرنے لگی۔اُس نے شیلف پر ہاتھ مارا مگر وہاں قرآن نہیں تھا۔وہ ایک پل کو وہیں رُک گئی۔اُسکے دل میں تکلیف سی اٹھی تھی اور آنکھیں بھیگ گئیں۔

وہ تو قرآن پڑھا ہی نہیں کرتی تھی۔بہت پہلے ہی اُس نے قرآن کو اپنے کمرے سے اٹھالیا تھا۔اور شاید اُسی دن سے اللہ نے اسکے دل سے اپنا خیال بھی اٹھالیا تھا۔علما کو اُس وقت خود پر شدید افسوس ہوا تھا۔پھر وہ کچھ سنبھلی اور ماما کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماما مجھے قرآن چاھئے۔" وہ بولی اور پھر اُن کے جواب کا انتظار کئے بغیر اُس نے شیلف پر سے ایک قرآن اٹھالیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں یہ اب اپنے کمرے میں ہی رکھوں گی۔"اور وہ چلی گئی۔ کنول ساکت سی وہیں کھڑی کچھ سوچتی رہ گئیں۔وہ کس قدر بدل چکی تھی یہ انکشاف ان پر ابھی ہوا تھا۔

وہ قرآن لئے بیٹھی تھی۔ مگر اُس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اُس کتاب کو کھولتی۔

"قرآن اللہ کا کلام ہے۔یہی تو وہ کتاب ہے جو زندگی پر لکھی گئی ہے۔ جس کا مصنف اللہ ہے۔ جس میں اللہ کی تخلیق کا تذکرہ ہو گا۔ جس میں سب کچھ ہو گا۔ مگر کیا واقعی قرأن میں سب کچھ ہو گا؟" وہ دھڑکتے دل سے سوچ رہی تھی۔

پھر اس نے آنکھیں موندلیں۔ خود کو حوصلہ دینا آسان تو نہیں ہوتا۔اُس کے ہونٹ تک کپکپا رہے تھے۔

اُس نے لیمپ کی زرد روشنی میں قرآن کو کھولا۔ کہیں بیچ میں سے۔ جانے وہ کون سی سورت کی کون سی آیت تھی مگر اُس میں لفظ حیات یعنی زندگی لکھا تھا۔ علما نے نگاھیں اُس آیت پر جمادیں۔

ترجمہ:

جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے کام کون"
کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔"(الملک-۲)

وہ اُس آیت کو بار بار پڑھتی رہی۔ اللہ نے اسے ایک بات کا جواب دیا تھا۔ یہی کہ اُس نے
زندگی اور موت کو اِس لئے بنایا کہ آزمائے۔

وہ مجھے میرے پیدا ہونے سے لے کر اب تک آزما رہا تھا؟ وہ تو مجھے آزما رہا تھا۔ اور"
میں۔۔۔ میں تو جانتی ہی نہیں تھی کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ میری زندگی کا مقصد
آزمائش پر پورا اترنا تھا۔ مگر مجھے علم ہی نہیں تھا۔" وہ اپنی ناآگہی پر ضبط قائم نہ رکھ سکی۔
آنسوؤں کی ایک بوچھاڑ تھی جو اُس کی آنکھوں سے نکلی اور اُسکے دل پر برسی تھی۔

اُس نے کئی صفحے پلٹے اور پھر ایک جگہ رُک گئی۔

بیشک اس نے فلاح پائی جو پاک ہو گیا۔"(الاعلیٰ-۱۴)"

وہ اُس آیت پر ٹھہر گئی۔ فلاح؟ آزمائش میں فلاح یعنی راز۔۔۔ یعنی جواب۔۔۔

www.novelsclubb.com

اللہ نے اپنی آزمائش میں فلاح کا طریقہ بھی بتا دیا تھا۔ پاکی ہی فلاح ہے۔۔۔ تزکیہ ہی کامیابی ہے۔ اُس نے آگے پڑھا۔

اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا۔ "(الاعلیٰ-۱۵)"

واللہ وہ تو اتنے سالوں سے نماز کے قریب بھی نہیں گئی تھی وہ کیسے آزمائش پر پورا اترتی؟

اللہ نے تو کامیابی کا راز بھی بتا دیا۔ کامیاب کون ہے؟ وہ جس کا خیال اللہ کے ساتھ جڑ گیا اور جس کا دل ذکرِ الٰہی سے معمور رہا۔ اور وہ جو نماز پڑھے۔ گویا نماز میں بھی اُسی کا ذکر ہے۔ اسکے سوالوں کے جواب اُسے مل رہے تھے۔ تو تزکیہ نفس اور عمل صالح یہ ہے۔ اللہ، اللہ کی یاد اور اسکا ذکر ہی تزکیہ ہے۔ نماز ہی عمل صالح ہے۔ اس نے اگلی آیت پڑھی۔

www.novelsclubb.com

لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ "(الاعلیٰ-۱۶)"

اور علما کو لگا وہ کہیں کی نہیں رہی۔ اُس کا گردش کرتا خون جیسے ایک جگہ جم گیا۔ شرمندگی نے اُسے ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ اس کے آنسو زار و قطار بہنے لگے تھے۔ اللہ اس کے بارے میں سب جانتا تھا۔

وہ حقیقت بیان کرتا ہے۔اور کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔اُسکی آیتیں ایسی ہی صاف" صاف آگاہ کر دینے والی ہیں۔"کسی نے جیسے اندر ہی سے اسے باور کروایا۔

اور آخرت بہت بہتر اور بہت بقا والی ہے۔"(الاعلیٰ-١٧)"

دھیرے دھیرے آنسو کم ہونے لگے۔اُس کے دل میں جیسے ایمان بڑھ گیا۔اسکے گرد سکون کا ایک دائرہ سا بننے لگا اور اُسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کا یقین اللہ پر پختہ ہو گیا۔

آخرت۔۔۔

وہی تو ہے آگے کی زندگی۔موت کے بعد والی زندگی۔موت وصال ہے۔وصال زندگی ہے۔

★★★

فراق موت ہے۔دنیا میں رہنے والوں کے لئے جدائی ہی موت ہے۔ساری بات محبوب کی ہے۔محبوب اگر اِس دنیا میں ہو تو موت فراق ہے اور محبوب اگر اُس جہاں میں ہو تو موت وصال ہے،موت ہی راحت ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فراق و وصال کے درمیان یہ زندگی تو ایک باریک سی لہر ہے۔اِس طرف بھی سمندر اُس طرف بھی سمندر۔کنارے کی چاہ ہو جسکو وہ محبت چھوڑ دے۔

مگر یہ زمیں زاد کہاں محبت ترک کر سکتے ہیں۔ان کے دلوں میں تو محبت کا بیج ازل سے مقیم ہے۔

فون کی گھنٹی بجی تو لاؤنج میں بیٹھی سفیرہ گہری سوچ میں گم اچانک ہی کرنٹ کھا کر پلٹی۔

آس پاس کوئی نظر نہ آیا تو وہ خود ہی فون اٹھانے کو چل پڑی۔

چند پل ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی مگر دوسری طرف سے آواز نہ آئی۔ہلکی ہلکی سانسوں کی آواز نے ہی سفیرہ کے دل کی دھڑکن بے ترتیب سی کر دی تھی۔

کون؟" وہ دھڑکتے دل سے پوچھنے لگی۔"

سفیرہ؟" ایک پل کا وقت لئے بغیر دوسری طرف سے اس کا نام پکارا گیا۔اِس آواز کو تو" وہ مر کر بھی نہیں بھول سکتی تھی۔بے ترتیب دھڑکن کے ساتھ اس کا سانس تک تھمنے لگا تھا۔

سفیرہ۔۔۔کیسی ہو تم؟" وہی شستہ لہجہ مگر اِس بار کچھ خالی سا۔۔۔ٹوٹا ہوا تھا۔"

بھائی۔۔۔" وہ بولی تو چند آنسو بے اختیار ہی پہلو میں آ گرے۔ احساسات حاوی ہو جائیں" تو بولنا محال ہو جایا کرتا ہے۔ کبھی کسی کے ہاتھوں شکست کھا کر، کبھی سالوں بعد کسی کا چہرہ دیکھ کر تو کبھی کسی پل یونہی کسی کی آواز سن کر۔

"کیسی ہو سکتی ہوں بھائی؟ ایک بہن جس نے ایک عرصے سے اپنے بھائی کو نہ دیکھا ہو جسے بھائی کی نہ کوئی خبر ہی آئی ہو۔۔۔وہ کیسی ہو سکتی ہے؟" وہ بھرائی ہوئی کانپتی آواز میں بولی۔

بہت برا بھائی ہوں نا۔۔۔بہت تکلیف پہنچائی ہے تمہیں۔" حیدر کی آواز میں موجود نمی" کوئی بھی محسوس کر لیتا۔ سفیرہ کے دل پر کاری ضرب لگی۔

نہیں۔" وہ روتے ہوئے دبی آواز میں بولی۔"

آپ کہاں ہیں بھائی؟ کیسے ہیں؟ کب آئیں گے؟" کافی دیر کے بعد وہ بولی تو دل میں مچلتے" سوال لبوں پر آ گئے۔

میں ٹھیک ہوں۔اور بہت جلدی تم سے ملنے کے لئے آؤں گا۔یہی بتانا تھا تمہیں۔اتنا" صبر کیا ہے تو تھوڑا سا اور سہی۔چند مہینوں کی بات ہے پھر تم سے ملاقات ہو گی۔ماہی کو میری طرف سے پیار کرنا۔اور امی کو بھی سلام کہنا۔اپنا بہت سارا خیال رکھو۔میں جلد ہی آؤں گا۔پھر ہر تکلیف دور ہو جائے گی۔"احساس، حوصلے، قوت اور جانے کتنے ضبط سے بھرے تھے اُس کے جملے۔سفیرہ کا دل دھیرے دھیرے پگھل کر موم ہوتا جا رہا تھا۔وہ تحمل کئے ہوئے تھی جیسے ہمیشہ کرتی آئی تھی۔

آپ پھر سے جا رہے ہیں بھائی؟"سیاہ پلکیں بھاری ہو گئیں۔وہ حیدر کے پیروں میں" زنجیریں ہی توڈال رہی تھی۔

واپس آنے کے لئے کہیں تو جانا ہی ہے۔تمہیں یاد ہے بابا نے ایک شرط رکھی تھی" 'میرے واپس لوٹنے کی؟بس چند ماہ تک وہ پوری ہو جائے گی تو لوٹ آؤں گا ہمیشہ کے لئے "تمہارے پاس۔پھر سب گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔اپنا بہت خیال رکھو۔فون رکھتا ہوں۔ سفیرہ کے لفظ حلق میں ہی دم توڑ گئے۔سبھی کچھ تو وہ کہہ چکا تھا وہ کیا بولتی؟

اس بار واپس آنے کا وعدہ تو کر جایئے بھائی۔"اس نے التجا کی تھی۔"

وعدہ کرتا ہوں تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔"اگلے ہی پل فون بند ہو گیا۔ سفیرہ اُسے" ریسیور میں ہی کہیں کھوجتی رہ گئی۔ مگر وہ کہیں نہیں تھا۔وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

چند لمحوں، پلوں، یا منٹوں پر محیط یہ وقت کیا کر سکتا ہے؟ کچھ نہیں بس زخموں پر نمک چھڑک کر یہ جا وہ جا۔

★★★

کل میری لندن کی فلائٹ ہے۔"ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھتے ہی حیدر نے اُنہیں مطلع کیا۔"

کل شام ؟"سر توصیف نے فوراً تصدیق چاہی تو وہ اثبات میں گردن ہلانے لگا۔"

میری دعا ہے کہ تم خیر و عافیت سے وہاں پہنچو اور اپنے مقصد کو قطعی نظر انداز مت" کرنا۔اللہ تمہیں کامیاب کرے گا۔"مسز توصیف نے اندر ہی اندر اس کی نظر اتارتے کہا۔حیدر کے چہرے کو نرم سی مسکان نے گھیر لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آپ دونوں نے جو کچھ بھی میرے لیے۔۔۔"اِس سے پہلے کے وہ اُن کے احسان گنواتا" سر توصیف نے ٹوک دیا۔

بات بھی مت کرنا اِس بارے میں۔ایک پل میں پرایا کر دیتے ہو ہمیں۔"وہ خفا ہوئے" تھے۔

میں ایسا نہیں کہہ رہا۔میں تو بس آپ دونوں کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہ رہا تھا۔اگر آپ" نہیں ہوتے تو شاید آج میں اِس قابل نہیں ہوتا کہ بیرونِ ملک جا کر اپنے اس اہم مقصد کو پورا کر سکتا۔در حقیقت یہ مقصد مجھے ملا بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے۔جو کچھ بھی میں ہوں یہ سب آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور میں اس کے لئے آپ کو جتنا appreciate کروں کم ہو گا۔" حیدر کی آنکھوں میں اُن کے لئے تشکر تھا۔

ماں باپ کا اولاد پر اور اولاد کا ماں باپ پر کوئی احسان نہیں ہوتا۔ان کے تو بس حقوق و" فرائض ہوتے ہیں جنہیں پورا کرنا ہی دونوں کی زندگیوں کو سکون کی آماجگاہ بنا سکتا ہے۔تم

ہمارے بیٹے ہو اور تم نے ہمیشہ ہماری فرمانبرداری ہی کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تم آج اِس قابل ہوئے ہو۔"مسز توصیف رسانیت سے سمجھانے لگیں۔

ہاں اور ہماری یہی خواہش ہے کہ تم اپنی زندگی میں کامیاب ہو جاؤ بیٹا۔"سر توصیف" سنجیدگی سے بولے۔حیدر نے تائیدی انداز میں مسکرا کر سر ہلایا۔

★★★

بھائی آپ پری سے بات کریں۔اُس سے پوچھیں اور اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو مجھے" بتایئے گا۔"ساری بات سے آگاہ کرنے کے بعد وہ بولا تو اسد نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟تم خود اس سے نہیں پوچھ سکتے؟"

میں نہیں پوچھ سکتا تبھی تو آپ سے کہہ رہا ہوں۔"وہ بے بسی سے بولا۔"

تم نے کہا کہ تم یہاں صرف اِس لیے آئے ہو کہ انا سے بات کر سکو۔۔۔اُس سے وہ" سب کچھ پوچھ سکو جو بھی اُس رات ہوا تھا۔تم خود اُس سے انکوائری کرنا چاہتے ہو تو پھر مجھ سے

کیوں کہہ رہے ہو کہ میں پوچھوں؟"یہی بات اسد کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ خود انا سے کیوں نہیں پوچھ لیتا۔

مجھے ڈر لگتا ہے۔"اسد نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اِس قسم کا جملہ وہ احمد کے منہ" سے کبھی سنے گا۔

"کیا؟ لیکن ڈر کس چیز کا؟"

میں اُس کی آنکھوں میں تکلیف دیکھنے سے ڈرتا ہوں بھائی۔ میں پچھلے ایک سال سے اس" سے نظریں چراتا ہی آیا ہوں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ میں اسے واپس اُس رات میں دھکیلنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اب تک جو بھی کیا خود کیا اور اُسے شامل نہیں کیا۔ میں اسے کبھی شامل نہ کرتا اگر ضرورت نہ پڑتی۔ مگر میں اس پہیلی کو حل نہیں کر پا رہا۔ اس لئے آپ کو اُس سے بات "کرنی ہی ہو گی۔

احمد انہیں نرم لہجے میں سمجھا رہا تھا۔ اسد سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُسے دیکھنے لگا جو پہلے ہی اُسے پُر امید نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اُس سے بات کرنی چاہئے۔"چند منٹ کی غور و فکر کے بعد اسد" بولا۔احمد نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

لیکن بھائی۔۔۔"اسد نے اسے کچھ کہتے کہتے ٹوک دیا۔"

سنو احمد۔۔۔اگر وہ کچھ بتائے گی تو تمہیں بہتر طور پر سمجھ آئے گا۔کیونکہ تم اِن" معاملات کی تہہ تک پہلے سے پہنچ چکے ہو۔تمہارے لئے اُسکی کسی بھی بات کو،کسی بھی اشارے کو سمجھنا میری نسبت قدرے آسان ہو گا۔بہتر یہی ہے کہ تم خود اُس سے بات کرو۔تم نے پہلے بھی اُسے حوصلہ دیا تھا۔اگر اس کا حوصلہ ٹوٹے گا تو تم وہاں موجود ہو گے میرے بھائی۔"اسد نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دبایا تو احمد بھی گہرا سانس فضا میں خارج کرتا سیدھا ہو گیا۔

"Labyrinth"

احمد کے ذہن میں بار بار وہی نقشہ لہرا رہا تھا۔

★★★

جب سے حیدر کا فون بند ہوا تھا وہ خالی وجود لئے بیٹھی تھی۔ واپس لاؤنج میں تو آگئی مگر حیدر کی آواز اس کی سماعتوں سے دور جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

وہ روتی جاتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی جارہی تھی کہ اس کا بھائی صحیح سلامت تو ہے۔ چلو سالوں بعد سہی اُسکے ہونے کی کوئی خبر تو ملی۔ آواز بھی زندگی لوٹا سکتی ہے اُسے آج احساس ہوا تھا۔

مہیرہ نے لاؤنج میں آتے ہی ٹی وی آن کیا اور اُسکے قریب بیٹھ گئی۔ جب اچانک ہی سفیرہ کے چہرے پر اُس کی نظر گئی وہ ششدر رہ گئی۔

کیا ہو گیا؟" اس نے فوراً ٹی وی بند کیا۔ سفیرہ کو یوں روتے دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔"

ماہی۔۔" اُس سے بولنا بھی محال ہو رہا تھا۔"

ہاں ہاں۔۔۔ بولو۔۔" ماہی سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔"

حیدر بھائی کا فون آیا تھا۔" وہ نم لہجے میں کہہ کر آنسو صاف کرنے لگی۔ پھر بمشکل" مسکرائی۔ ماہی کا وجود جیسے پتھر ہو گیا۔

بھائی نے خود مجھ سے۔۔۔انہوں نے خود مجھ سے بات کی۔" وہ اندازہ نہیں لگا پائی کہ وہ" دکھی زیادہ ہے یا خوش زیادہ۔

وہ اپنے واپس آنے کی بات کر رہے تھے۔ وہ تمہارے بارے میں بھی بات کر رہے" تھے۔ وہ ہم سب کو بہت یاد کرتے ہیں ماہی۔" کئی نمکین آنسو بے اختیاری میں بہہ گئے۔

ماہی کے حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا بن گیا۔

بھائی۔۔۔ وہ کیسے ہیں؟" ماہی کی ہلکی سی آواز آئی۔"

وہ ٹھیک ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ بابا نے ایک شرط رکھی تھی۔ اور کچھ وقت بعد جب" وہ اُن کی بات کو پورا کر دیں گے تو پھر واپس لوٹ آئیں گے۔ ہمیشہ کے لئے۔" وہ اُسے حیدر کی کہی گئی ہر بات بتانے لگی۔

اُن دونوں نے ہی اِس دن کا شدت سے انتظار کیا تھا۔ وہ دونوں ہی ایک ساتھ آنسو بہا رہیں تھیں۔ احساس کے آنسو۔ حقیقی رشتوں کی دوریوں سے جڑے آنسو۔ وہ آنسو جن سے کوئی آشنا تک نہیں ہوتا وہی آنسو کسی کے نصیب میں عمرِ رواں کی طرح بہتے ہیں۔

★★★

حویلی کے کشادہ صحن میں قدیم درختوں کے سیاہ لمبے سائوں سے دور ایک خاص فاصلے پر رونق لگی تھی۔شام کی چائے پر سب ایک ساتھ ہی بیٹھے تھے۔

اب جب کہ تم بھی آگئے ہو تو میں سوچ رہی تھی اسد کی شادی کے بارے میں بات کر" لیتے ہیں۔" فاطمہ خاتون نے خصوصاً احمد کو دیکھتے کہا۔چائے کی پیالی ہاتھ میں لیے احمد کے چہرے پر شرارتی سی مسکان ابھری۔

دیکھ کر بھائی۔۔۔آپ کی چائے نہ گر جائے۔" اسد جو چائے کا کپ لبوں سے لگانے والا" تھا وہیں رُک کر اُسے گھورنے لگا۔

یہ تو ابھی سے گھورنے لگے ہیں امی۔۔۔۔سوچیں جب بھابھی آجائیں گی تو پھر تو آنکھیں" "ساتویں آسمان پر ہوں گی۔

احمد ابھی سے تنگ کرنے لگا تو فاطمہ خاتون نے اُسے ہی ڈپٹا۔

پہلے سنجیدگی سے میری بات تو سن لو احمد۔ پھر چھیڑنا بھائی کو۔" وہ چپ چاپ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

میری ایک دور کی خالہ زاد ہیں۔ خاندان بھی اچھا ہے۔ تو میں سوچ رہی تھی کہ ان کی بیٹی سے اسد کی شادی کر دی جائے۔ دونوں خاندانوں میں ایک تعلق بھی قائم ہو جائے گا اور مجھے ایک اچھی بہو بھی مل جائے گی۔"

اگر وہ آپ کی رشتہ دار ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں بھائی سے پوچھ لیں یہ اگر راضی ہیں تو جلد ہی مناسب وقت دیکھ کر شادی بھی کر لیں گے۔" احمد نے چائے کا سپ لیتے ایک بار پھر اسد کو دیکھا۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اسد نے سنجیدگی سے کہا تو انا اور احمد دونوں نے ہی شرارتی مسکراہٹ ایک دوسرے کی طرف اچھالی۔ اسد کن اکھیوں سے انہیں دیکھتا رہا۔

پھر تو بہت اچھی بات ہے۔ میں جلد ہی اُن سے رابطہ کر کے تم لوگوں کو آگاہ کرتی ہوں۔" فاطمہ خاتون کہہ کر اٹھیں اور اندر چلی گئیں۔

www.novelsclubb.com

تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"انا ذرا قریب ہو کر مسکراہٹ روکے پوچھنے لگی۔"

بالکل بھی نہیں۔"جواب احمد نے دیا تھا۔"

بس بھی کرو تم دونوں۔"اُن دونوں کی شرارت بھری نظروں سے تنگ آکر اسد جان"

چھڑانے والے انداز میں بولا۔

کیوں بھئی۔۔۔ابھی تو موقع ملا ہے بولنے کا۔"وہ دونوں ہی اُسکے گرد فرصت سے بیٹھ"

گئے۔

میرا دماغ کھانے کے علاوہ ہر چیز کے بارے میں بول سکتے ہو۔"وہ دونوں کو اجازت"

دے رہا تھا۔

تو پھر بتائیے۔۔۔اُن کا چہرہ دیکھے بغیر شادی کرلیں گے آپ؟"انا کے سوال پر احمد کا"

قہقہہ بے ساختہ تھا۔

اسد لب بھینچ کر مسکراتا رہ گیا۔

★★★

احمد اگلے دن بابا سے ملنے گجرات والے گاؤں پہنچا تو عالم چوہدری ڈیرے پر ہی مل گئے۔ بیری کی چھاؤں میں اونچی چارپائی پر بیٹھے وہ سامنے حقہ رکھے کش لگا رہے تھے۔ قریب ہی اُن کی گھوڑی بندھی تھی۔ چارپائی کے ایک طرف اُن کے ساتھ کوئی پرانا دوست بھی بیٹھا تھا۔

آ گیا میرا شیر۔" اسے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور دونوں بازو پورے کھول دیے۔" وہ نرمی سے مسکراتا اُن کے گلے لگ گیا۔ پھر اُن سے الگ ہوتا بابا داؤد خان سے ملا جو اُن کے پرانے یار تھے۔

بہت اچھا کیا واپس آ گئے۔ اور گھر میں سب ٹھیک ہے؟" کچھ دیر بعد جب سب سکون" سے بیٹھ گئے تو عالم چوہدری نے پوچھا۔ احمد کا چہرہ بے تاثر ہو گیا۔

گھر والوں کا حال تو آپ کو زیادہ معلوم ہونا چاہئے تھا بابا۔" وہ ان کے دوست کی" موجودگی کا احترام کرتا لہجے کی تلخی خذف کر گیا۔

ہاہاہا۔۔" عالم چوہدری نے ایک جان دار قہقہہ لگایا۔"

www.novelsclubb.com

بھئی اُن لوگوں نے تو کبھی پکارا ہی نہیں ورنہ تمہارا باپ ہر وقت میسر ہے۔" وہ جیسے کھلے دل سے بولے۔

"پکارا تو کبھی آپ نے بھی ہمیں نہیں، ہم پھر بھی چلے آتے ہیں۔"

اچھا مذاق کرنے لگے ہو۔" وہ آج حد سے زیادہ ہنس رہے تھے۔ بابا داؤد اُن کی گفتگو میں مداخلت کئے بغیر مسکراتے رہے۔

آپ ہی سمجھائیں اپنے جگری دوست کو۔ اپنوں کے بغیر وقت تو کٹ جاتا ہے مگر یادیں نہیں بجھتیں۔" احمد نے حقیقت پسندانہ نگاھیں عالم چوہدری کی بے تاثر آنکھوں پر جمائیں تو دل دھک سا رہ گیا۔ وہ آنکھیں اُس کی آنکھیں تھیں۔ گہری سرمئی، یخ اور بے تاثر۔

احمد کا وجود لہر لہر ہونے لگا۔ سمندر سے دور جاتی لہریں۔ صحرا سے ٹکرا کر کبھی نہ پلٹنے والی بے خوف لہریں۔

"کیوں چوہدری صاحب۔۔۔ بیٹا عرصے بعد واپس آیا ہے۔ گھر چلے چلو اُس کے ساتھ۔"

بابا داؤد خان نے حقے کا رخ اپنی طرف موڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو میاں تم سے پھر ملتے ہیں۔ میرا بیٹا آیا ہے اِس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا ہے مجھے۔" عالم چوہدری نے داؤد خان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اٹھ گئے۔ اُن دونوں سے مل کر وہ چلا گیا تو دونوں باپ بیٹا اکیلے رہ گئے۔

میں ابھی آتا ہوں۔" وہ چارپائی سے اُٹھ کر مکان کے اندر چلے گئے۔ ٹھنڈی چھاؤں" دیتے درخت کے پتے کچی مٹی پر گرنے لگے تھے۔ وہ خاموشی میں اڈتے ہوا کے ہلکے شور کو سننے لگا۔

عالم چوہدری واپس لوٹے تو دونوں ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ احمد کی آنکھوں میں تعجب خیز چمک در آئی۔

بتاؤ کون سی والی زیادہ اچھی ہے؟" وہ اُس کے برابر بیٹھتے دونوں رائفلیں اسے دینے" لگے۔ احمد نے ایک رائفل ہاتھ میں لی۔

"Pump action"

عام طور ایک شاٹ گن تھی جسے ری لوڈ کرتے وقت ٹرِگر سے ہاتھ ہٹانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

سے کہیں زیادہ تیز چلتی تھی۔احمد نے اس کے Bolt action شاٹ رینج کے لئے یہ اوپری دستے کا مشاہدہ کیا۔

یہ اچھی ہے مگر دوسری بھی دکھائیں۔"اُس نے شاٹ گن واپس کرتے ہوئے اُن کے" گن لے لی۔ (AR)ہاتھ سے اے آر

"Automatic Kalashnikov"

بھی کہا جاتا ہے ایک خطرناک رائفل تھی۔احمد کی پسندیدہ ترین رائفل۔ Ak 47 جسے جسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک آجاتی تھی۔

آپ جانتے ہیں نا کہ اِس رائفل کے سامنے میں کسی اور کو ترجیح نہیں دیتا۔یہ میری" پسندیدہ ہے۔"اُس کے لہجے میں چاشنی گھل گئی۔سورج کی سنہری کرنیں دور نظر آتے گھاس کو جلانے لگی تھیں۔

یہی تو میں جاننا چاہتا تھا۔ کہیں جگہ کی تبدیلی کے باعث تمہاری پسند بھی بدل تو نہیں گئی۔"

پسند ناپسند وقت کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ مگر جو انسان کا سب سے پہلا چناؤ ہوتا ہے" اُسے رد کر دینا ہماری اخلاقیات کا معیار نہیں۔" اس نے گہری نظریں بابا کے چہرے پر سجائے کہہ کر ہونٹ پیوست کر لئے۔

تم لوگ مجھ سے ناراض ہو؟" کافی دیر کے بعد عالم چوہدری نے سوال کیا تو احمد تلخی سے" سر جھٹک کر رہ گیا۔

مسئلہ یہ نہیں ہے بابا کہ ہم آپ سے ناراض ہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ آپ کو پرواہ ہی" نہیں۔" وہ کچھ بھی بول نہ پائے۔

آپ کا نیا انتخاب کیسا ہے؟ یقیناً اُن کی کوئی خوبی ماں سے بڑھ کر ہو گی۔ جس نے آپ کے اول چناؤ کو رد کروا دیا۔" احمد کا لہجہ زخم زخم ہونے لگا مگر پھر اس کی خاموشی بے تاثر لگنے لگی۔

"تم بچے نہیں رہے ہو جو لڑکھڑاتے ہوئے گر پڑے گا۔ تم ایک مضبوط اور باہمت مرد بن چکے ہو جسے توازن رکھنا آنا چاہئے۔ اگر رشتوں میں اتنا جذباتی ہو کر سوچو گے تو اپنی زندگی سنوار نہیں سکو گے۔ بہتر ہے کہ خیال رکھو اپنی ماں کا، بہن کا اور جو ذمہ داریاں تمہارے اوپر ہیں اُنہیں نبھاؤ۔ پھر کسی دوسرے کے زندگی میں دخل اندازی کے لئے وقت بچے تو پوچھ لینا مجھ سے۔" وہ سنجیدہ اور ٹھہرے ہوئے انداز میں کہتے گئے۔

چمکتی گھاس کے اوپری کنارے سنہری دھوپ سے تمازت حاصل کرتے رہے۔

احمد کے چہرے پر سرخی جھلکنے لگی۔ اُس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ بابا کے گھٹنے پر دھرے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ اور نرمی سے کہنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"حقیقت تو یہ ہے کہ میں صرف رشتوں کو لے کر ہی جذباتی ہو کر سوچ سکتا ہوں بابا۔ میری فطرت میں نہیں کہ لاپرواہی سے جو ہوتا ہے ہونے دوں۔ میں اپنی زندگی کے بارے میں بہت آخر میں سوچتا ہوں۔ دوسروں کی زندگیوں میں جھانکنے کے لیے میرے پاس وقت تو نہیں ہے مگر میں اپنے اپنوں کی زندگیوں کو سکون میں دیکھنے کے لئے فکر مند رہتا ہوں۔ بس یہی فرق ہے آپ میں اور مجھ میں کہ آپ رشتوں کو لے کر جذباتی ہم آہنگی نہیں رکھتے۔ اور میں تعلقات سے کسی طور بھی بے خبر نہیں رہ سکتا۔"

آپ سے دوبارہ ملوں گا زندگی رہی تو۔ خیال رکھیں اپنا۔" اور وہ اُن کی رائفل انہیں واپس تھماتا روانہ ہو گیا۔

★★★

"اتاش نے علما کو اپنی شادی پر انوائیٹ نہیں کیا؟"

"مجھے کیا پتا، ان کے کرائسس تو بہت چل رہے تھے۔ کون جانے اسے بلایا ہے یا نہیں۔"

دو لڑکیاں آپس میں سر گوشیوں کی صورت بول رہیں تھیں جب علما اپنے نام پر رُک کر سننے لگی۔اُس کی پلکوں کے کنارے نم ہونے لگے۔

چھوڑ و یار۔۔۔اُس نے پہلے علما سے شادی کے وعدے کئے ہوں گے۔اب اسے چھوڑ کر "ایلینور سے شادی کر رہا ہے۔علما کو تو غصہ آئے گا نا۔"

پہلی لڑکی نے پھر سے کہا اور وہ چلتی ہوئی اُس سے دور جانے لگیں۔

علما دل میں اٹھتے طوفان کو دباتی کنگز چیپل کے پاس آبیٹھی۔

خاموش دیواریں اُس سے باتیں کرنے لگیں اور درختوں کے بڑے بڑے پتوں سے ٹپکتا پانی عجیب سی دلکش آواز پیدا کرنے لگا۔

وہ اپنی محسوسات کو ترک کرتی مبہوت ہو کر فطرت کے اِن سازوں میں کھو گئی۔

کلیاں چٹکنے کی لطیف و نازک سی آواز"

دیوار گیر لڑیوں سے لٹکتے پھولوں کی خوشبو

www.novelsclubb.com

ہلکے سبز پتوں میں مدغم گہرے سبز برگ

افق کی ہم رنگ چھوٹی چڑیوں کے چہچہنے کی آواز

برگ و گل کی ٹھنڈی بھینی تلاطم خیز خوشبو

"ٹھنڈے بادلوں کے پیچھے تمتماتے سورج کی کرنوں کا شور

غرض یہ کہ ہر چیز محسوس ہونے لگی تھی۔ایک پل میں سب بھول کر قدرت کے ترنگ میں کھو جانے سے بھی زندگی موج رواں لگنے لگتی ہے۔

چلو چلو ایونٹ گزر جائے گا۔"اسٹوڈنٹس کا ایک گروپ افراتفری میں اُسکے قریب سے" گزرتا عجلت میں کسی ریلے کی طرح بہتا چلا گیا۔

وہ ایک پل کے لئے اُس سحر انگیز دنیا سے واپس آگئی۔وہ سب گزر گئے تو علما خود کو دوبارہ فطرت کے قریب لے گئی۔

www.novelsclubb.com

بہت دیر کے بعد اُسے احساس ہوا کہ جیسے کوئی وجود اُس کے ساتھ آ بیٹھا ہے۔ اُس نے ایک جھٹکے سے گردن موڑ کر اُسے دیکھا۔

ایلون۔" علما کے ہونٹ ہلے مگر آواز بہت محدود تھی۔"

آئی ایم رئیلی سوری علما۔ میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔" وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔ علما" اسے نا سمجھی سے دیکھتی رہی۔

"کیوں؟"

ساتھا۔ میں خود نہیں جانتا تھا unpredictable جو کچھ بھی اتاش نے کیا وہ بہت" evil vibes کہ اتاش کس قدر ڈارک پرسن ہے۔ اُسکی شخصیت سے مجھے کبھی بھی (شیطانی تاثیر) نہیں آئیں۔ اور میرا یقین کرو مجھے اُس کے ایسے کسی ارادے کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ اگر پتا ہوتا کہ وہ تمہیں دھوکا دے گا تو تمہیں خود سب کچھ بتا دیتا میں۔"

شرمندگی و افسوس سے اُس کا چہرہ جھکتا چلا گیا۔ علما نے بغور اسے دیکھ کر گردن واپس موڑلی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہاری کوئی غلطی نہیں۔وہ تمہارا دوست ہے۔اگر کچھ غلط کرتا بھی ہے تو تم اس کا ساتھ دیتے۔ غلطی میری تھی جس نے اُسے پہچانا ہی نہیں۔"

"تم ابھی بھی غلط سمجھ رہی ہو میں اُس کے کسی ارادے کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔اگر جانتا ہوتا تو کبھی بھی اسے یہ سب کرنے نہیں دیتا۔"

"تم نہ پہلے کچھ کر سکتے تھے نا ہی اب کر سکتے ہو ایلون۔مجھے کسی پر اعتبار کے لیے اب سوچنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔" وہ تلخی سے کہتی اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی مگر ایلون کی بات پر اسکے قدم رک گئے۔

"میں نے جو کرنا تھا وہ کر چکا ہوں۔میں اُس شخص کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا جس نے تمہیں ہرٹ کیا ہے۔" علما نے لمحے بھر کا توقف کئے بغیر اُسے پلٹ کر دیکھا۔

"تم دوست ہو میری۔میرے لئے دوستی میں مخلصی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔اتاش کے دل میں کبھی بھی مخلصی نہیں تھی۔وہ صرف اُس کے لئے وفادار تھا جس سے وہ شادی کر رہا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے۔اسے کسی کی دوستی کی کوئی پرواہ نہیں۔اسی لئے میں نے بھی اسے اپنی زندگی سے نکال دیا ہے۔"

وہ آہستگی سے کہتا اپنے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پیوست کئے خاموش ہو گیا۔

علما چندپل اُس کا معصوم چہرہ دیکھتی رہی پھر واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔

میں خوش ہوں کہ میں نے اپنے سبھی دوست نہیں گنوائے۔"کچھ دیر بعد وہ پر سکون " لہجے میں بولی تو ایلون کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں مسکرانے لگیں۔

"آج اُس کی منگنی ہو رہی ہے۔سب کو انوائیٹ کیا ہے اُس نے۔۔۔۔۔مجھے بھی۔"

وہ اب سرسری انداز میں بتارہا تھا۔

مجھے بھی۔"علمانے ٹھہر کر کہا۔ایلون حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔"

اُس نے تمہیں بھی مدعو کیا ہے؟"وہ دوبارہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔"

ہاں۔ایلینور نے پوری کلاس میں کارڈ بانٹے تو میری چیئر پر بھی ایک رکھ دیا۔" عام لہجے میں بتایا۔

تو تم نے وہ کارڈ اُس کے منہ پر نہیں مارا؟" غصہ ایلون کی آنکھوں میں جھلکنے لگا۔"

میں کوئی تماشا کھڑا نہیں کرنا چاھتی تھی اور جب میں نے ایکسیپٹ ہی نہیں کیا تو کیا فائدہ منہ پر مارنے کا؟"

تم کب سے تماشوں سے دور بھاگنے لگی؟" ایلون اس کی شخصیت میں آئی تبدیلی کو" بھانپتے ہوئے بولا۔

میں اب ویسی جذباتی نہیں رہی نہ ہی وہ پنگے لینے والی سر پھری لڑکی۔میں اب واقعتاً علما" بن چکی ہوں۔اپنے وجود سے پرے اک ذات سے آشنا لڑکی جسے دنیا کی فکر سے آزادی حاصل ہو چکی ہے۔"

"تم خاصی بدل گئی ہو، مگر آج بھی ویسی ہی فلسفیانہ باتیں کرتی ہو جیسی پہلے کرتی تھی۔" اس نے فوراً نتیجہ اخذ کیا۔

میں اسے کمپلیمنٹ ہی سمجھوں گی۔" وہ ہولے سے مسکرائی۔"

★★★

الماں کے گھر والوں سے ملنے وہ ابراہیم چچا کے گھر ہی بیٹھا تھا۔فاریہ خاتون سے کتنی دیر چچا کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں۔پھر وہ سفینہ،شازیہ اور ماریہ کے پاس آیا اور اُن کے لئے ،لائی گئی چیزیں دکھانے لگا۔ڈھیروں چاکلیٹس کے ڈبے،ململ کے دوپٹے اور مخملیں کپڑے خوبصورت بالیاں اور کئی گہنے بھی سامان میں تھے۔وہ سب کچھ جو وہ انا کے لیے لایا تھا اُن کے لئے بھی برابر تھا۔

اور اُن تینوں کے چہروں کی چمک دیکھ کر اُس کے دل کو تسکین مل گئی تھی۔الماں سے بہت دیر کے بعد ملاقات پر وہ اُس سے بے حد گرم جوشی سے ملا۔

اُسی اثنا سلطان چچا بھی آ پہنچے۔

بھئی واہ۔آپ بھی یہاں۔"انہوں نے آتے ہی احمد سے کہا۔"

آپ کی آمد کی خبر جو نہیں تھی۔"وہ اُن سے ملتے ہوئے شرارتاً مسکرایا۔"

www.novelsclubb.com

لیکن اچھا ہوا تم یہیں مل گئے ورنہ مجھے فون کر کے بلانا پڑتا۔" وہ اسکی بات کو قصداً نظر انداز کرتے الگ ہوئے۔

سب خیریت ہے؟" وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔ سلطان چوہدری اُس کے سامنے ہی چارپائی پر براجمان ہو گئے۔ الماان بھی ایک طرف بیٹھا بغور اُنہیں دیکھتا اُن کے بولنے کا منتظر تھا۔

کل تمہیں عدالت میں شہیر شاہ کے خلاف گواہی دینا ہو گی۔" صاف لہجے میں بولے۔"

گواہی میں کیوں دوں گا؟" احمد نا سمجھی سے بولا۔"

کیونکہ شہادت نہیں ہو گی ت وہ رہا ہو جائے گا' کیا تم چاھتے ہو کہ تمہارے چچا کا قاتل رہا ہو جائے؟" اُن کی اِس سخت بات پر احمد کی نگاھیں تک لال ہو گئیں۔

میں ایسا بالکل نہیں چاھتا۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ قتل کے وقت میں تو کینیڈا تھا۔ پھر" "میں گواہی کیسے دے سکتا ہوں؟

الماان خاموشی سے دونوں کی گفتگو سنتا رہا۔

"اُس کی فکر مت کرو۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہوگی کہ تم اُس وقت باہر تھے۔ تمہیں بس اپنی گرفت مضبوط رکھنی ہے۔" وہ اپنے اسی بارعب لہجے میں بولے۔

"مدثر سلیم نے گواہی دینے سے انکار کر دیا ہے کیا؟" احمد نے اس شخص کا نام لیا جو اِس سارے واقعے کا چشم دید گواہ تھا۔

"انہوں نے اُس پر بہت دباؤ ڈال رکھا ہے۔ وہاں موجود کوئی بھی شخص گواہی دینے کو تیار نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ وہ ایک شخص کو پھانسی پر لٹکانے کے لیے اپنا پورا خاندان داؤ پر نہیں لگا سکتے۔"

احمد گہری سنجیدہ سوچ میں پڑ گیا۔

"بہت خطرناک ہے حکیم شاہ۔۔۔ ہماری سوچ سے کہیں زیادہ خطرناک۔" سلطان چچا کی ٹھہری ہوئی سرد مہر آواز میں کوئی غیر معمولی سا تاثر جھلکا۔ احمد نے ایک نظر انہیں دیکھ کر نظریں ہٹا لیں۔

تم سے گواہی کا اِس لئے کہا ہے کیونکہ تمہارے علاوہ اِس کام کو کوئی نہیں کر سکتا۔ جانتا" ہوں کہ تم وہاں لڑکھڑاؤ گے نہیں۔" انہیں احمد پر اتنا یقین تھا یہ بات ہی اسے خاصی خوشگوار لگی تھی۔

ٹھیک ہے۔ آپ مجھے اُس دن کی ساری منظر کشی سمجھا دیجئے گا۔ باقی میں ہینڈل کر لوں" گا۔ اگر میری گواہی سے ابراہیم چچا کے قاتل کو سزائے موت ہوتی ہے تو میں بالکل بھی پیچھے "نہیں ہٹوں گا۔

اُس نے یقین دلایا تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگے۔ الماں نے اُسے تشکر آمیز نظروں سے دیکھا تھا۔

"بھائی آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

جب وہ واپس آرہا تھا تو دروازے میں پہنچ کر الماں نے کہا۔

کوئی احسان نہیں ہے۔ وہ تم سے زیادہ مجھ سے اٹیچ تھے۔" احمد نے اسکے سینے پر تھپکی دی" تو وہ اداسی سے مسکرایا۔

میں چاہتا ہوں کہ اس شخص کو اُس کے کیئے کی سزا ملے۔ اُسے رہا مت ہونے دیجیے گا"

بھائی۔"

فکر مت کرو۔" احمد نے سنجیدگی سے اتنا کہہ کر ایک بار پھر اُس کے شانے پر تھپکی دی"

اور چلا گیا۔

★★★

کسی گواہ کا گواہی دینے سے مکر جانا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شہید ہونے والا شہادت سے"

محروم رہ جائے۔"

وہ تاسف سے کہہ رہا تھا۔

"آپ یہ گواہی واقعی دیں گے بھائی؟"

انا نے سنجیدگی سے دہرایا۔ احمد نے ہولے سے گردن اثبات میں ہلائی۔

"آپ یہ گواہی دینے کے لئے تیار کیوں ہو گئے؟"

اُس کی آواز دھیمی پڑ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تو میں کیا کرتا۔۔۔میرے علاوہ کوئی اور گواہی دینے کو تیار ہی نہیں ہے۔اور میں ابراہیم "
"چچا کے قاتل کو رہا تو نہیں ہونے دے سکتا۔

اُس کی آنکھوں میں بدلے کی آگ کا عکس تھا۔

ہم میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ وہ رہا ہو جائے۔مگر یہ آخری راستہ نہیں ہے بھائی۔"

آپ کیسے جھوٹ بول کر انہیں انصاف دلا سکتے ہیں؟"انا کے لئے اب یہ بات تشویش پکڑتی جا رہی تھی۔

امرود کے وشال درخت کے نیچے ٹیک لگائے وہ دونوں ایک ساتھ سینے پر بازو باندھے کھڑے تھے۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا پری۔۔۔وہ سب بتاؤں گا جو سچ میں ہوا تھا۔"

وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔

نہیں بھائی۔آپ میری بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔گواہی دینے سے پہلے آپ کو قرآن پر ہاتھ رکھ کر یہ حلف اٹھانا پڑے گا کہ آپ جو بھی بولیں گے سچ بولیں گے۔پھر آپ پورا سچ کیسے بولیں گے؟"

وہ اسی فکریہ لہجے میں بولی۔نیلے آسمان پر سرمئی بادلوں کے نیچے جامنی سی تہہ نظر آنے لگی۔پرندوں کے غول افق کے کناروں سے دور جارہے تھے۔

میں سچ ہی بولوں گا انا۔۔۔"گہرا سکوت بھرا لہجہ۔"

انا سمجھتے ہوئے خاموش ہو گئی۔دیوار پر بیٹھے دو الگ نوع کے پرندوں کی طرح عجیب سی خاموشی چند پل ان دونوں کے درمیان حائل رہی۔وہ دونوں ہی ایک ساتھ کھڑے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے جب انا کی خالی خالی سی آواز نے سکوت توڑا۔

"ایک بات کہوں بھائی۔"

"بولو۔"

خلیل جبران نے کہا تھا کہ مجھے دنیا کے بنائے ہوئے قوانین سے سخت نفرت ہے جو قتل" کرنے والے کو تو موت کی سزا دیتے ہیں مگر جو روح کو کچل دیتے ہیں وہ آزاد پھرتے ہیں۔"اُس کی آواز میں زخم اترنے لگے۔گہرے کاری زخم۔

احمد کے وجود میں ایک سنسناہٹ سی ہوئی۔وہ کتنی ہی دیر کچھ بول نہ پایا۔

لفظ اذیت نے چھین لئے تھے یا ضبط نے وہ سمجھ نہیں پایا۔آنکھیں موندے اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

ہر جرم کی ایک سزا ہوتی ہے۔روح کو کچلنے والوں کے لئے عذاب موت سے بھی زیادہ" "شدید ہوتا ہے۔

انا چند لمحے بنا پلک جھپکے کھڑی رہی۔اُسے کچھ کہنا تھا مگر لب وا ہی نہیں ہو رہے تھے۔پھر آخر کار اُس نے ہمت کر کے بولنا شروع کیا۔

"اُس شام جب میں آپ سے فون پر بات کر رہی تھی، تب۔۔۔جب آپ نے وہ آوازیں سنی تو اُس کے بعد کیا ہوا تھا؟ آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ مجھے کس جگہ لے جا رہے ہیں؟"

ایک عرصے سے وہ جس بات سے پیچھا چھڑاتا آیا تھا آج وہ اُس سے وہی بات پوچھ رہی تھی۔

وہ رات احمد کے لئے تکلیف دہ راتوں میں سے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ایک پل میں ماضی کی وہ شام حقیقت بن کر سامنے آگئی۔وہ تب اپنے اپارٹمنٹ میں ہی تھا۔

"تیری بہن ہمارے قبضے میں ہے۔ہم اُسے شمال کی طرف پرانی زمین کے کھنڈرات میں لے کر جا رہے ہیں۔اگر بچا سکتا ہے تو بچا لینا۔ہمارا ارادہ وہی ہے۔۔۔اُسے اُس کے جذبات سے محروم کرنا۔اگلے سات گھنٹوں کے بعد وہ زندہ نہیں ملے گی۔پھر نہ کہنا آگاہ نہیں کیا تھا۔"

فون سے گونجتی نخوت بھری آواز نے اُسے اندر باہر سے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

اسے کچھ مت کرنا۔۔۔" وہ دانت پیس کر بولا مگر اگلے ہی پل کال منقطع ہو گئی۔احمد" نے آنکھیں میچ کر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔اُس کے وجود میں حدت بڑھتی جا رہی تھی۔ طیش کے مارے اس کی آنکھوں کے گوشے جھلسنے لگے تھے۔

اُس نے ہاتھ چہرے سے ہٹائے تو آنکھوں سے بے اختیار سیال مائع پگھلتے ہوئے باہر آنے لگا۔

اُسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔آج پہلی باراُس کا دل شدید خوف سے دھڑک رہا تھا۔

اُس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔وہ کھنڈرات کون سے تھے۔وہ اُسے کیسے بچائے؟اُس کا دل چاہا وہ ایک پل میں اڑ کر پاکستان پہنچ جائے مگر یہ ممکن کہاں تھا۔اُس کے ذہن میں اس وقت ایک ہی شخص آیا تھا۔

وہ تیزی سے دوبارہ فون کی طرف لپکا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بے چینی میں ایک نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس نے فون کان سے لگایا۔دوسری طرف جیسے جیسے بیل جارہی تھی۔احمد کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔اضطراب میں اس کے پاؤں ایک جگہ ٹھہر نہیں رہے تھے۔چوتھی سے پانچویں بیل پر فون اٹھالیا گیا۔

الماں۔۔۔یہ ایک ایمر جنسی ہے۔"اُس نے تیز تیز بولتے ایک ہی سانس میں الماں کو" ساری بات سمجھائی۔

"وہ اُسے لے کر پرانی زمین کے کھنڈرات میں گئے ہیں۔"

وہ خاموش ہوا۔

وہاں تو کچھ کچھ فاصلوں پر یکے بعد دیگرے بہت سارے کھنڈرات موجود ہیں۔"الماں" کی آواز گونجی۔

تمہیں اُسے کچھ بھی کر کے ڈھونڈنا ہے الماں۔۔۔کسی بھی قیمت پر۔۔۔وہ زندہ رہنی" "چاہئے۔اُسے کچھ ہونا نہیں چاہئے۔تم وعدہ کرو اُسے واپس لے آؤ گے۔۔۔؟

احمد کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں قید کر لیا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔اُسے کچھ ہونے نہیں دوں گا۔۔۔اُسے ضرور واپس لاؤں گا۔"

فون بند ہو گیا۔اس کے وعدے نے احمد کو تسلی نہیں دی تھی۔وہ خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔اس کا دل سمندروں کی نمکین گہرائیوں میں جا اٹکا تھا۔ارد گرد ہر شے تاریکی میں ڈوبتی جا رہی تھی۔

اُس نے اپنے ہاتھ دیواروں پر مارتے ہوئے اپنی تکلیف کو کم کرنا چاہا۔پھر وہ وہیں بے اختیار بیٹھتا چلا گیا۔گلاس ونڈو سے نظر آتا وسیع آسمان دھندلا پڑنے لگا۔

اُسکے حلق میں چبھن کا سا احساس ہو رہا تھا۔وہ رو رہا تھا۔زندگی میں پہلی بار احمد جبریل جیسا شخص بے بسی کے مارے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

رضا کسی طوفان کی طرح بھاگتا ہوا اُس کے قریب پہنچا۔غالباً اُس نے آوازیں سنی تھیں۔

وہ ششدر سا اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

"احمد۔۔۔آر یو اوکے؟کیا ہو رہا ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رضا نے ڈوبتے دل کے ساتھ اُس قد آور اور مضبوط اعصاب کے مالک مرد کو دیکھا جو دو زانو بیٹھا رو رو کر آنکھیں لال کر چکا تھا۔

احمد کے آنسو ساکت ہو گئے۔ رضا اُس کی ظاہری حالت دیکھ کر پریشان تھا اگر جو وہ اُس کی اندرونی حالت دیکھ لیتا تو فنا ہو جاتا۔

احمد کو لگا اُس کے اندر کوئی آتش فشاں پھٹ گیا ہے۔

رضا۔ "احمد نے اپنے باہر کو ابھرتی رگوں والے ہاتھ رضا کے ہاتھوں پر رکھے۔ وہ سانس روکے اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"میں نے آج سے پہلے کبھی ایسی تکلیف محسوس نہیں کی۔"

ضبط کے مارے کہے گئے الفاظ میں اذیت گھلی تھی۔

"وہ مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اُسے کھو کر زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔"

رضا دم سادھے اُس کے چہرے کی اذیت دیکھ رہا تھا۔

"میں نے اسے بہن تصور ہی نہیں کیا، تسلیم بھی کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کیوں۔۔۔ میں آج تک یہ بات سمجھ نہیں پایا کہ یہ دلوں کے رشتے خون کے رشتوں سے بڑھ کر کیوں لگنے لگتے ہیں۔۔۔؟"

وہ دیکھ سکتا تھا۔ احمد کے ہاتھ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔ رضا نے بے اختیار ہی اسے سینے سے لگا لیا۔ وہ اِس وقت اُس سے کوئی وضاحت نہیں چاہتا تھا۔ وہ بس اُسے نارمل رکھنا چاہتا تھا۔

"میں اُسے کھو تو نہیں دوں گا رضا۔۔۔ وہ مجھے بہت عزیز ہے۔ خود سے بھی زیادہ۔"

وہ اس سے الگ ہوا۔

"اسے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ وہ تمہارے پاس ہی رہے گی۔۔۔ ہمیشہ!!"

رضا نرمی سے بولا۔ اسی پل احمد کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ پل کے ہزارویں حصے میں اس نے کرنٹ کھا کر فون اٹھایا۔

"الماں۔۔۔؟" خشک ہوتے حلق کے ساتھ وہ اسکے بولنے کا منتظر تھا۔

بھائی فکر مت کریں۔ ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ پولیس جلد ہی یہاں پہنچ جائے گی۔"

، آپ فلحال مجھے فون مت کیجئے گا میں اسے واپس لا کر خود ہی آپ کو فون کروں گا۔ انتظار کیجئے

"اور دعا بھی۔۔۔ کہ وہ مل جائے۔

اُسکی سانسوں سے بھری بے چین آواز احمد کی تشویش میں اضافے کے سوا کچھ نہیں تھی۔

وہ فوراً اُٹھا اور اپارٹمنٹ سے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

"احمد۔۔۔ احمد کہاں جا رہے ہو؟"

رضا اُسکے پیچھے بھاگا۔ احمد رُک گیا۔

دعا مانگنے۔" اس نے آہستگی سے کہا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔"

تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے اُسکے سینے میں ابلتا لاوا شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ اس کے وجود کے اندر کچھ تو تھا جو راکھ ہو رہا تھا۔

دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد اُس نے گاڑی ایک سنسان سڑک کے کنارے پر روکی۔

ارد گرد دور دور تک لہراتی گھاس دکھائی دے رہی تھی۔اور سامنے ہی ایک ٹھنڈی جھیل بہہ رہی تھی جس کے اوپر اڑتے کئی سفید بگلوں کا مدھم شور سرد لہروں کی آواز کے ساتھ ملنے لگا تھا۔وہ کچھ دیر تک اسٹیرنگ وہیل پر سر جھکائے لمبے لمبے سانس لے کر خود کو کمپوز کرتا رہا۔پھر گاڑی سے باہر نکل کر وسیع سطح پر پھیلی گھاس کے اوپر بنی چھوٹی سی مسجد کی جانب بڑھ گیا۔

جوتے دروازے میں اتار کر وہ ملائی رنگ سرد ماربل پر چلتا وضو کرنے کی جگہ پہنچا۔

ٹھنڈے راحت بخش پانی سے وضو کرنے کے بعد اُس نے قمیض کے بازو نیچے کر لئے۔پھر دو ستونوں کے درمیان بچھے مصلے پر کھڑا نماز پڑھنے لگا۔گلابی پڑ چکی نگاھوں کی پلکوں پر چمکتا پانی موتیوں کی طرح ٹھہر چکا تھا۔

وہ بالترتیب نماز ادا کرتا رہا۔دل میں اٹھتے شدید وسوسوں میں کمی آنے لگی۔

اُس نے بے ساختہ ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

www.novelsclubb.com

اے میرے رب ! تیری ذات کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔بے شک تمام جہانوں کی" اشیا تیرے ہی قبضے میں ہیں۔ تیری شان تو ایسی ہے کہ تو سالوں کی گئی ہوئی بینائی کو ایک پل میں لوٹا سکتا ہے۔اور گرم شعلہ بار آگ کو ایک کن سے ٹھنڈا کر سکتا ہے۔

! تیرے لئے تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں

! اے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے والے

اور پور پور درست کر دینے والے خالق ! میں تو تجھ سے بہت چھوٹی سی چیز مانگ رہا ہوں۔ بس اُس کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں تجھ سے۔

جب وہ میری زندگی میں آئی تو میں نے پہلی بار اپنی بہن کو دیکھا تھا۔میرے پاس ماں کی محبت تھی، سر پر باپ کا سایہ بھی تھا، کندھے پر بھائی کا ہاتھ بھی تھا۔ مگر میرے پاس بہن کی کھل کھلاتی ہوئی ہنسی نہیں تھی۔ میرے پاس رشتوں میں اُس مقدس رشتے کی کمی تھی جو تُو نے پوری کی۔اے اللہ ! جس طرح مجھے تب اِس خزانے سے نوازا تھا مجھے آج بھی یہ نوازش چاہئے۔ جانتا

ہوں میری اتنی اوقات نہیں ہے کہ جو تجھ سے مانگوں وہ فوراً مل جائے مگر یارب! مجھے پھر بھی چاہئے۔"

اُس نے چاہا وہ زمین میں کہیں دھنس کر اللہ سے التجا کرے۔ آنکھوں سے نکلتے شفاف آنسو جھکے ہوئے سر کے باعث مصلے پر بارش کی بوندوں کی طرح ٹپک رہے تھے۔

!مجھے میری پری واپس لوٹا دے یارب"

اگر تو نے ہمیں روحانی طور پر اس رشتے میں باندھا ہی ہے تو پھر ہمیں ایک دوسرے سے یوں جدا نہ کرنا۔"

اگر اسے کچھ ہوا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔۔۔ مجھے اُسے چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے تھا، ہم دونوں جب سے ملے ہیں ایک دوسرے کے لئے جیے ہیں۔ پھر آج اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گا؟

"میرے ہونے کا اگر اُس کو کچھ فائدہ نہیں تو پھر میرے ہونے کا فائدہ کیا ہے؟

اذیت گہری ہو گئی۔ دماغ ایک بار پھر سے ماؤف ہونے لگا تھا۔ ہاتھ چہرے پر پھیر لینے کے بعد بھی وہ بے بس سا وہیں بیٹھا رہا۔ کسی نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔ اور پھر کوئی اُس کے سامنے ہی ماربل کے ٹھنڈے فرش پر ننگے پاؤں بیٹھ گیا۔

"جو مانگا ہے اگر وہ مل گیا تو یہاں واپس آؤ گے؟"

احمد نے اُس شخص کو دیکھا جو اُس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھا بغور اسے تک رہا تھا۔ اُسی کے جیسا نوجوان لڑکا تھا وہ جس کے سر پر سفید ٹوپی تھی۔

ابھی وہ اُس کے سوال کو سمجھنے کی سعی میں تھا کہ وہ دوبارہ بولا۔

میں نے اکثر دیکھا ہے، لوگ یہاں آتے ہیں، رو رو کر تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگتے ہیں۔"

"جب کبھی اُن کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں تو وہ دوبارہ اِس جگہ کا رُخ نہیں کرتے۔

ایک زخمی مسکان نے اُس لڑکے کے لبوں کو چھوا۔

احمد نے سکون سے چہرہ واپس جاء نماز کی طرف موڑ لیا۔

"میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں۔۔۔پہلے آتا ہوں تو اللہ سے اللہ کو مانگنے آتا ہوں۔ مگر آج آیا ہوں تو اُس سے کسی کے لئے زندگی مانگنے آیا ہوں۔ حالانکہ علم ہے، موت کا دن لکھ دیا گیا ہے۔ مگر یقین بھی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔"

وہ ایک پل کو رُکا۔ پھر سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

"اُس نے عطا کر دی تو اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے یہیں بیٹھا رہوں گا۔اُس نے واپس لے لی تو صبر ورضا کے لئے بھی اُسے پکارنے کو یہیں بیٹھا ہوں۔"

نجانے اُس کی آواز میں نمی کی خلش تھی یا تکلیف کی رگڑ۔

سفید ٹوپی والے شخص کے ہونٹوں پر نرم تبسم نمودار ہوا۔

"وہ عطا کر دینے پر قادر ہے۔۔۔اور چھین لینے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ تم اُس کے بارے میں جیسا گمان کرو گے وہ تمہیں ویسا ہی ملے گا۔"

وہ سکون ریز آواز میں کہہ کر اٹھا اور ننگے پاؤں چلتا اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

احمد مبہوت سا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

یقین۔۔۔وہ اُسے یقین رکھنے کو کہہ رہا تھا۔اللہ پر یقین ہو اور دعا میں صدق ہو تو دعائیں رد نہیں ہوتیں۔جو مانگا جائے مل جاتا ہے۔

وہ تہجد تک وہیں بیٹھا رہا۔تہجد کی نماز کے بعد اُس نے دعا کے لئے پھر سے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے۔

اس کے شفاف چہرے پر سکون جھلک رہا تھا۔لبوں پر وہی التجا تھی۔اُسی پل جاء نماز کے قریب پڑے موبائل کی اسکرین چمکنے لگی۔وائبریشن کے باعث موبائل تھر تھرا رہا تھا۔

اُس نے فوراً سے پہلے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو احمد۔میں اسد بات کر رہا ہوں۔انا ہمیں مل گئی ہے۔اس کے لئے اب مزید پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ ٹھیک ہے۔"

اسد تحمل سے کہہ رہا تھا۔ایک گہرا سکون بھرا سانس تھا جو احمد نے فضا میں خارج کیا۔

یااللہ تیرا شکر ہے۔" بے اختیار ہی اسکے لبوں سے نکلا۔"

"اسے کچھ ہوا تو نہیں؟"

اسے کچھ چوٹیں ضرور آئی ہیں مگر وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ زیادہ فکر مند مت" ہونا۔" اسد بار بار اُسے تسلی رکھنے کو کہہ رہا تھا۔

"فکر مند میں نہیں ہوں گا بھائی۔ اب پریشان ہونے کی باری اُن کی ہے۔"

وہ سنجیدہ تھا۔

"کون تھے وہ۔۔۔ کچھ پتا چلا اُن کے بارے میں؟"

اب تک تو نہیں۔۔۔ ہمارے ہاتھ صرف دو چار ہی لگے ہیں۔ انہیں پولیس کے آنے کی" خبر ہو گئی تھی۔ اسی لئے بھاگ گئے۔ جوں ہی کچھ پتا چلے گا میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔ اب فون رکھتا ہوں۔"

فون بند ہو گیا اور اگلے ہی پل وہ سجدے میں گر گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اللہ انسان کو نوازنے میں کبھی کمی نہیں کرتا۔ ہمیشہ کچھ زیادہ ہی عطا کرتا ہے۔ جس کی" ہمیں تلاش اور چاہ ہوتی ہے اور جو کچھ ہم اُس سے مانگتے ہیں اللہ کی شان اِس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ بعض اوقات معجزے یوں بھی ہوتے ہیں کہ وہ حلق میں اٹکی ہوئی جان کو بڑی "سہولت سے واپس بھیج دیتا ہے۔

سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے اُسکے کانوں میں میٹھی آواز گھل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا تو سفید ٹوپی والا لڑکا اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

اُس نے میری سن لی۔"وہ دل سے مسکرایا۔"

وہ ہمیشہ سنتا ہے۔"احمد کے قلب میں ایمان کی روشنی بڑھتی چلی گئی۔"

فجر طلوع ہونے کو تھی۔ آسمان کی گہری نیلاہٹ ماربل کے فرش پر اترتی جا رہی تھی۔ نور در نور اس کے دل میں چراغ روشن ہوتے جا رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایک پل میں واپس حال میں لوٹا۔ماضی کی ساری تصویریں اگلے ہی پل غائب ہو چکی تھیں۔ سرمئی بادلوں کے نیچے موجود جامنی سی تہہ اب گہری نیلگوں تہہ کے ساتھ ملنے لگی تھی۔ وہ دونوں اُسی درخت سے ٹیک لگائے ہوئے اب کے فرش پر بیٹھ چکے تھے۔

اُس دن الماں نے تمہیں اسد بھائی کے ساتھ مل کر ڈھونڈا تھا۔اُس نے مجھ سے وعدہ کیا" تھا کہ وہ تمہیں کچھ بھی کر کے لے آئے گا۔سچ تو یہ ہے کہ الماں کا مجھ پر احسان ہے۔ میں اُس کا "یہ احسان کبھی چکا نہیں پاؤں گا۔ یہ گواہی دے کر بھی نہیں۔

انا کی دھڑکن ساکن ہو چکی تھی۔ مدھم اور سست ہوتے ہوتے وہ بند ہونے لگی تھی۔ بے یقینی کے گہرے سائے اُسے اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

الماں ابراہیم۔۔۔تو وہ آج اُس کی وجہ سے زندہ تھی؟" یہ سوچ ہی اُسے عجیب سی" ویران گہرائیوں میں دھکیل رہی تھی۔

وہ شخص جو اُسے ہمیشہ احساسِ کمتری میں رکھنے کی کوشش کرتا آیا تھا' اُسکی جان کا قرض" "اُس شخص پر تھا۔

وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

کیوں ؟"اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔"

احمد نے چہرہ موڑ کر استفہامیہ نگاھوں سے اُسے دیکھا۔

آپ نے اُسے کیوں بھیجا تھا بھائی ؟آپ نے اسد بھائی کو فون کیوں نہیں کیا؟"وہ سنبھلتے" ہوئے پوچھ رہی تھی۔

اسد بھائی اُس وقت یہاں تھے۔اور المان گجرات میں تھا۔وہ تمہیں لے کر گجرات گئے" تھے،اور میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اسد بھائی کو یہاں سے وہاں بھیجتا۔میرے ذہن میں اُس وقت المان کے علاوہ کوئی نہیں آیا۔"

انا خاموش ہو گئی۔

المان بہت اچھا لڑکا ہے۔اور بہت اچھا فائٹر بھی۔"احمد اداسی سے مسکایا۔"

"انہوں نے مجھے تمہیں مارنے کی دھمکی دی تھی۔ لیکن میں نے بھائی کو یہی بتایا کہ وہ بس مجھے ڈرانا چاھتے تھے۔اور مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی انا۔۔۔اس شخص نے فون پر یہ کیوں کہا تھا کہ اُس کا مقصد وہی ہے۔۔۔جذبات سے محروم کرنا۔۔۔؟"

احمد کی آنکھوں میں سوال تھا۔الجھن تھی۔انا کے چہرے پر تلخی در آئی اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہکنے لگیں۔

"آپ اب بھی نہیں سمجھے بھائی؟"وہ بولی تو احمد کی ناسمجھی بڑھ گئی۔ماتھے پر بل آکر رک گئے۔

انا چند لمحے بعد بولی تو آواز میں ٹھہراؤ تھا۔

"دل جسم کا مرکز ہے۔دل پر مرکزیت کا بوجھ ہوتا ہے۔بوجھ ہمیشہ اُسی پر لادا جاتا ہے جو اِسے احسن طریقے سے اٹھا سکے، نبھا سکے۔

دل وہ مقام ہے جہاں سے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔شروعات ہوتی ہے مرکزِ قلب سے۔ زندگی کی شروعات۔

جو لوگ زندگی ختم کرنا چاہتے ہوں، اِسے چھیننا چاہتے ہوں، وہ دل پر وار کرتے ہیں۔ یہ کاری ضرب ہوتی ہے جس کے بعد زندگی کا وجود مٹ جاتا ہے۔ جب بات دل کے مرکز کی ہو تو زندگی کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ جب یہ مرکز فنا ہو جائے تو تصور بھی عنقا۔۔۔ وجود بھی زیاں کار!"

احمد کا وجود خاموشیوں کی زد میں چلا گیا۔ انا کے ایک ایک لفظ اور جملے میں اس کے تمام سوالوں کے جواب چھپے تھے۔ وہ دم سادھے اُس کی ہر بات کو بغور سنتا رہا۔ پھر چہرے پر ہاتھ پھیر کر جیسے واقعی یقین کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

انا نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔ احمد نے چہرہ موڑ کر اُس لڑکی کو دیکھا جسے وہ پری کہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ پری اِس قدر غیر متزلزل اور قوت والی ہو سکتی تھی اُس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ مشکلات کو سہنے کے بعد اُن کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتی تھی۔ وہ باقی لڑکیوں سے بہت الگ تھی۔ احمد نے تسلیم کیا تھا کہ وہ کوئی نازک اندام پری نہیں ہے۔۔۔ وہ توانا ہے۔ وہ واقعی اُس کی بہن تھی۔

★★★

"ہماری زندگی کی کئی پگڈنڈیاں ہیں، اُن پر چلتے ہوئے ہمیں منزل کی تلاش ہوتی ہے۔ تلاش ختم ہو بھی جائے تو جستجو باقی رہتی ہے۔ ہمارے تمام راستوں کی منزل ایک ہے۔ ہماری سبھی مسافتیں اُس ایک سفر کے لیے کٹ جاتی ہیں۔ وہ سفر ہوتا ہے، انسان کا اپنے وجود سے دل تک کا سفر۔

اور وہ سب راستے اپنے اُسی ایک مرکز کی طرف جاتے ہیں۔ اُس مرکز کی جانب جو ہمارا اصل ہے۔ جو ہمیں ہماری پہچان بتاتا ہے۔"

گھرے تاریک کمرے میں اُس کا وجود بھی سیاہ پڑ چکا تھا۔

جھکے ہوئے سر کے ساتھ اُس نے بالوں میں ہاتھ پھیرے۔

www.novelsclubb.com

وہ ظالم ہیں۔۔۔وہ اتنے ظالم کیسے ہو سکتے ہیں؟"شعلے دماغ پر چڑھنے لگے تھے۔"

"ایک Labyrinth کے بھی کئی راستے ہوتے ہیں،اُن پر چلتے ہوئے بھی ہمیں منزل کی تلاش ہوتی ہے۔۔۔اور وہ سبھی مسافتیں ہمیں اُس کے مرکز تک لے جاتی ہیں۔۔۔

اگر بھول بھلیاں کا مقابلہ زندگی سے کیا جائے تو آنے والا جواب بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔"

احمد نے اپنے وجود سے اٹھتے دھویں کو مدھم رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

پھر وہ تیزی سے مڑا اور خاموش رات کے ویران اندھیرے میں حویلی سے باہر نکل گیا۔

★★★

اُس وقت وہ اپنے ڈیسک پر کاغذات اور کاپیوں کا ڈھیر لگائے کرسی پر بیٹھی لیمپ کی روشنی میں ایک ڈائری پر سر جھکائے ہوئے تھی۔پاس ہی رکھے کینوس پر بکھرے رنگ مدھم پڑ چکے تھے۔وہاں ایک دیوار تھی،اور دیوار پر چڑھتی ہوئی بیلیں اُسے مضبوطی سے تھامے ہوئے

www.novelsclubb.com

تھیں۔وہ ساعت اُس کے لئے عجیب تھی۔اتنی عجیب کہ اِس سے پہلے ایسا غیر معمولی پن اُس نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

وہ بلاوجہ ہی اداس تھی یا شاید وجہ اُس کے اندر ہی کہیں چھپی تھی۔

ورق پر اترتے اس کے لفظ اُس کے ہر اک احساس کی ترجمانی کر رہے تھے۔

نظر کے مقابل دیوار کھڑی تھی"

نظر کا دھوکا تھا یا وہم کی چادر

!!کہ عقل سوئی رہی لمبی تان کر

،دیوار یوں نہ تھی

کہ جیسے پیاسے کو صحرا میں ہو آبِ تمنا

یا اندھے کو اندھیرے میں ہو سحر میسر

وہ دیوار تھی غفلت شعاری میں لپٹی

www.novelsclubb.com

،اجلی صبح میں تاریکی کی مانند

نگاھوں پر پردے کی صورت پڑی تھی

جونہی شعور نے راستہ لپکا

ہوا معدوم پردہ تغفلت

اِک لمحہ ملا تھا،اِک لمحہ تغیر

"کہ ریت سی لگی وہ دیوارِ تغافل

لمحے کے ہزارویں حصے میں علما بنتِ عالم کا دل اس شدت سے دھڑکا تھا کہ وہ خود بھی کانپ کر رہ گئی تھی۔آنکھیں بند کیے اُس نے ہر ناامیدی،ہر مایوسی،ہر ناشکری اور ہر قسم کے خوف سے خود کو رہا کرالیا تھا۔

تواتنا آسان ہوتا ہے خود کو بدل لینا؟تاریکیوں سے روشنیوں میں داخل ہو جانا؟ برائی اور" اچھائی دونوں ہی ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔۔۔بس فرق کرنے والا دل چاہئے۔ حقیقت سمجھنے والی عقل چاہئے اور آپ بدل گئے۔۔۔ایک پل میں۔۔۔ایک لمحے میں۔۔۔ایک گھڑی میں"!!

اُسی اثنا دروازے پر دستک دی گئی۔اُس نے چہرہ موڑ کر دروازے کو دیکھا پھر ڈائری بند کر دی۔

"آ جائیں۔دروازہ کھلا ہے۔"

اگلے ہی پل کنول دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

تم جاگ رہی ہو؟"انہوں نے خوشگواریت سے کہا اور پھر آرام سے اس کے بیڈ پر بیٹھ" گئیں۔علما نے کرسی کا رخ موڑا اور اُن کے قریب لے گئی۔

"میں رات کو بہت کم سوتی ہوں۔"

کیوں؟تم تو دن میں بھی نہیں سوتی۔"حیرت سے ان کے ماتھے پر بل آئے۔"

نیند آئے تو سوؤں۔۔۔دماغ کا کوئی حصہ تو ہے جو مجھے جگائے رکھتا ہے۔"وہ مسکراہٹ"
روکے بولی۔

"تمہیں آجکل کیا ہو رہا ہے؟تم بدلی بدلی سی ہو۔"

یہ بات خوشگوار نہیں ہے کہ میں بدل رہی ہوں؟"اس نے الٹا سوال کیا۔"

ہاں۔۔۔"انہوں نے فقط سر ہلایا۔چند پل ایک عجیب سی خاموشی ان دونوں کے"
درمیان حائل رہی۔دونوں کو ہی لفظوں کی تلاش تھی،دونوں ہی کی تلاش طویل ہو رہی تھی۔

لمبے عرصے تک ایک ہی گھر میں ایک ساتھ رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ
اجنبیوں والا رویہ رکھنا حقیقت میں اجنبی بنا دیتا ہے یہ بات وہ دونوں آج محسوس کر سکتی تھیں۔

آپ نے مجھے پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا ماما؟"اچانک ہی اُس کے بولنے پر کنول نے"
ناسمجھی سے دیکھا۔

"کیا نہیں بتایا؟"

یہی کہ اللہ نے ہمیں یہاں لوگوں کو خوش کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔۔۔اُس نے دنیا" کیوں بنائی ہے ؟اس سوال کا جواب آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتادیا؟" کنول ساکت رہ گئیں۔وہ کیا کہہ رہی تھی اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

اگر آپ مجھے پہلے بتادیتیں کہ سیدھا راستہ کون سا راستہ ہے تو میں آج خود کو اِس مقام پر" نہ لاتی۔" علما نے کہتے کہتے سر جھکا دیا۔

کنول نے اداسی سے اسے دیکھا پھر اُس کی جانب لپکتے ہوئے اُسے شانوں سے تھام لیا۔

میں نے ہمیشہ تمہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہی تلقین کی ہے علما۔جانتی ہو جب تم" چھوٹی تھی تو تمہیں مفہوم کے ساتھ قرآن پڑھوایا تھا۔مگر جب تم بڑی ہوگئی تو تم میری کوئی بات سنتی ہی کہاں تھی۔یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ کتنی ضدی ہو تم۔"

علما نے نم ہوتی پلکوں کے ساتھ ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

جانتی ہوں۔۔۔مگر آپ نے مجھے کبھی ڈانٹا بھی تو نہیں ناماما۔۔۔میں اگر آپ کی بات" نہیں سنتی تھی تو غلط کرتی تھی۔آپ کو مجھے اِس غلطی سے روکنے کے لئے کم از کم ڈانٹنا تو چاھئے تھا۔"

اس نے دبی ہوئی آواز میں کہا پھر اُن کے سینے سے لگ گئی۔

کنول نے پچھلے کئی سالوں میں آج پہلی بار اتنا سکون محسوس کیا تھا۔

ایک گیلا سا لمس انہیں اپنے کندھے کے پاس محسوس ہوا۔وہ بے آواز سہی مگر رو رہی تھی۔

★★★

www.novelsclubb.com

پہلو میں بیٹھے شخص کے ساتھ ہنستے ہوئے' باتیں کرتے ہوئے ہمیں یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کے دل میں ہمارے لئے نفرت بھی ہو سکتی ہے۔ہم ساری زندگی اُس شخص کے ساتھ بیتے لمحوں کو یاد کرتے گزار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارا دوست تھا۔

وہ بھی اتنے عرصے سے یہی سمجھتا آیا تھا کہ وہ لوگ ایک ایسی ایجنسی میں شامل ہیں جہاں لڑکیوں کو اغواء تو کیا جاتا ہے مگر ان پر تشدد نہیں کیا جاتا، صرف پیسے کی خاطر انہیں آگے بیچ دیا جاتا ہے۔وہ غلطی پر تھا۔وہ لوگ اِس سے بھی کہیں زیادہ سرکش تھے۔

فون پر حسیب کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے وہ اُس کے گھر کے باہر ہی کھڑا تھا۔رات کے گیارہ بج چکے تھے۔حسیب تو سوچکا ہو گا۔یہی سوچ کر اُس نے پہلے فون کر لیا مگر وہ تو شاید گھوڑے بیچ کر ہی سو گیا تھا۔پانچویں کال پر اُس نے فون اٹھایا تو خمار آلود سی آواز گونجی۔

"کیا ہے۔۔۔؟"

"فوراً سے پہلے اٹھو اور اپنے گھر کا دروازہ کھولو۔باہر کھڑا ہوں میں۔"

وہ جانتا تھا حسیب کی ساری نیند اب تک اڑن چھو ہو چکی ہو گی۔اسی لئے جواب کا انتظار کئے بغیر فون بند کر دیا۔

حسیب نے دروازہ کھولا تو وہ اندر داخل ہو گیا۔پھر بنا ارد گرد دیکھے اُس کے کمرے کی طرف ہی بڑھتا چلا گیا۔

"!بہت گہری نیند میں تھا۔۔۔ قسم خدا کی بہت گہری نیند میں تھا میں احمد"

حسیب کی آنکھیں ایک بار پھر بند ہونے لگیں تھیں۔اور اس سے پہلے کہ وہ دھڑام سے بستر پر گر جاتا احمد نے اسے دونوں شانوں سے تھام کر جھنجھوڑا۔

ہوش میں آؤ۔۔۔ یہ دنیا فنا ہونے کو ہے۔۔۔ صرف تم ہی اسے بچا سکتے ہو جا بری۔اب" "اس دنیا کی حفاظت تمہارے ذمے ہے۔

حسیب کو تو اس کی باتیں دماغ کے اوپر سے گزرتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"کیا بول رہے ہو؟"

"ہوش میں آئے یا پٹرول چھڑکنا پڑے گا؟"

وہ بس اسے آگاہ کر رہا تھا۔حسیب واقعی ہوش میں آ گیا۔

احمد اسکے میز کی طرف بڑھ گیا اور وہاں رکھے سامان کی جانچ کرنے لگا۔ایک تھری ڈی شکل میں بنا بھول بھلیاں جو احمد کی دونوں ہتھیلیوں سے قدرے بڑا تھا اُس کی نگاھیں اُسی پر جمی تھیں۔

"یا ربی! یہ شخص مجھے جھٹکے دینا کب بند کرے گا؟"

حسیب کی دبی دبی آواز اُس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"جب لوگوں کے کرتوت درست ہو جائیں گے۔"

وہ سنجیدگی سے اپنے سامنے پڑے بھول بھلیاں کو دیکھتا بولا۔اور اسی پل نفرت کسی مقناطیس کی طرح اُس کے وجود سے چمٹنے لگی۔

"تم کیا کر رہے ہو؟ کچھ پتا چلا تمہیں اس کے بارے میں؟"

حسیب چند لمحے بعد جب اُس کے قریب آیا تو کافی سنجیدہ لگ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ہاں۔"اس کے یک لفظی جواب نے حسیب کو مزید بے چین کر دیا۔ مگر وہ بنا کچھ بولے "
اُسکے بولنے کا ہی انتظار کرتا رہا۔

"! پیسہ۔۔۔۔اُن کا مقصد پیسہ ہے "

حسیب کے ماتھے پر بل پڑے۔

یہ تو ہم پہلے بھی جانتے ہیں احمد____وہ یہ سب کچھ پیسے کے لئے ہی کر رہے ہیں۔اس "
"میں نئی بات کیا ہے؟

"پوچھو گے نہیں کہ وہ پیسہ کیسے حاصل کرتے ہیں؟"

احمد کا لہجہ سپاٹ تھا۔

کیسے ؟"حسیب اُسکے ٹیبل پر جھکا جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔"

لوگوں کو اُن کے جذبات سے محروم کر کے۔"احمد نے میز پر دھرے ہاتھ کو مٹھی کی "
صورت بھینچ لیا۔

"جذبات سے محروم مطلب؟"

"وہ لوگوں کے سینے شاق کر کے اُن کے دل نکالتے ہیں۔۔۔جب دل ہی نہ رہا تو جذبات اور احساسات کا تو تصور ہی مٹ جاتا ہے۔جب تک دھڑکن زندہ ہے انسان سانس لیتا ہے۔جب دھڑکن گئی تو زندگی بجھ گئی۔"

"یہ تمہیں کیسے پتا؟"حسیب نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے میز پر کہنی جمائی۔

"اس بھول بھلیاں کا یہی مطلب ہے۔اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔"اس کی نگاھیں ابھی بھی حسیب کے بنائے گئے بھول بھلیاں کے مرکز پر تھیں۔

"وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ صرف پیسے کی خاطر کوئی کسی پر ایسا تشدد کیوں کرے گا؟اور لوگوں کے دل ہی نکال لینا۔۔۔۔"حسیب نے ایک جھرجھری سی لی۔احمد نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

"انسان تسکینِ نفس کے لئے ابلیس سے بھی آگے نکل جاتا ہے جابری۔۔۔آدمی تو ہر کوئی ہوتا ہے مگر انسانیت کسی کسی میں ہوتی ہے۔"

رات کے سائے گہرے ہوتے چلے گئے۔اُن دونوں کی آوازیں دور جاتے جاتے مدھم ہونے لگیں۔

★★★★

بڑے عالیشان گھر کے اندر تاریک سیڑھیوں کے اس پار اسٹڈی میں رکھے ٹیبل کے سامنے جھولتی کرسی پر بیٹھا وجود آج بھی اتنا ہی سیاہ تھا۔گناہوں کی لپیٹ میں اٹے اس کے وجود نے اس کی روح کو کئی گھنی بیلوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔

اُس کا ساکت جسم کہیں سے بھی اس بات کا اشارہ نہیں دیتا تھا کہ چند منٹ قبل آئے ایک فون نے اُس کی ذات کا نظام درہم برہم کر رکھا ہے۔

ہماری کمپنی کا بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے۔شاہ ویز جعفری کے قتل کے بعد فیصل کمال کو" بھی بے دردی سے مارا گیا ہے۔ہمارے دھندے کا ایک سے بڑھ کر ایک فرد مارا جا رہا ہے۔ آپ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر کیوں بیٹھے ہیں حسن علی صاحب؟ وہ جو کوئی بھی ہے اُس کے ہاتھ

www.novelsclubb.com

ہمارے گریبان تک پہنچ رہے ہیں۔ ہمارے اپنے لوگ ہمیں چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اور ان سب کے بعد اُس کا اگلا ہدف میں اور آپ ہوں گے۔ تب پھر کیا کریں گے آپ؟"

سردار آفندی کے سوالوں کے جواب اُس کے پاس موجود نہیں تھے۔ اُس نے خاموشی سے فون بند کر دیا تھا۔

آگے پیچھے جھولتی کرسی یکدم ہی رک گئی۔ سنہری لیمپ کی روشنی میں اُس کا چہرہ واضح ہوا۔

"!تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔۔۔ تم نے میرے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا"

کسی کا تصور ذہن میں لائے دانت پیس کر کہتے ہوئے اُس نے مٹھی بھینچ کر میز پر دے ماری۔

حسن علی کو لگا اُس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا ہے۔ اسے لگا وہ یہاں اسٹڈی میں بیٹھا چیختا رہ جائے گا اور وہاں احمد جبریل اُس کی ساری زندگی کی کمائی ہوئی عزت اور شہرت کو خاک میں ملا دے گا۔

فون کی گھنٹی ایک بار پھر سے بجی۔اس نے بغیر دیکھے فون کان سے لگایا اور بغور سننے لگا۔

"ابھی ابھی پتا چلا ہے حسن علی صاحب کہ احمد جبریل 18 جون کو پاکستان آیا اور یکم جولائی سے پہلے تک وہ اسلام آباد میں ہی رہا۔اس کے آنے کی خبر اُس وقت تک کسی کو نہیں تھی سوائے اس کے ایک دوست کے۔ جس کا نام غالباً حسیب جابر ہے۔یکم جولائی کے بعد ہی وہ اسلام آباد سے لاہور گیا۔ مگر اِس سارے عرصے میں ایک بار بھی نہ تو وہ گجرات آیا نہ ہی اس کی کوئی ایسی سرگرمی تھی جو یہ ثابت کرے کہ اس نے کسی شخص کا قتل کیا ہے یا کوئی خفیہ معلومات چرانے کی کوشش کی۔"

اطلاع دینے والا خاموش ہو گیا۔

"تم نے صحیح طور پر پتا تو کروایا ہے کہ وہ جولائی کے مہینے سے پہلے گجرات نہیں آیا؟" حسن علی نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ بالکل ایسا ہی ہے۔"

حسن علی کے ماتھے پر بل پڑے۔

تم نے پتا کروایا کہ وہ اس سارے عرصے میں حسیب جابر کے علاوہ کس کس سے رابطے "
میں تھا؟"

ہم یہ تو پتا نہیں لگا پائے کہ اس کا رابطہ کن لوگوں سے رہا ہے۔ہاں مگر حسیب جابر کو "
ایک شخص کے ساتھ ملتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔میں اُس کی تصویر اور آئی ڈی آپ کو بھیج دیتا
ہوں۔"

کال منقطع ہو گئی۔حسن علی خان نے ماتھے پر آئی پسینے کی ٹھنڈی بوندیں دائیں ہاتھ کی
انگلیوں کی پوروں سے صاف کیں۔

ایک گہری تفکر بھری سوچ نے اسے آلیا۔

"کیا احمد جبریل کے علاوہ بھی کوئی ہے جو اس کا دشمن ہے؟"

دو منٹ کے اندر اندر اُسے اُس شخص کی آئی ڈی فارورڈ کر دی گئی تھی۔اُس نے بے صبری
سے وہ تصویر نکالی۔تصویر میں موجود شخص کو دیکھ کر اُس کے نقوش تن سے گئے۔سانس جیسے
بلاوجہ ہی تیز ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"المان ابراہیم۔"

نخوت سے کہتے اُس نے موبائل واپس میز پر پٹخا۔ایک پل کے لئے تو اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔

"تو وہ اُسکے خلاف المان ابراہیم کو استعمال کر رہا ہے۔۔۔؟"

ابھی یہ سوچ اسکے ذہن میں آئی ہی تھی کہ اگلے ہی پل اسکے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔وہ اپنی جگہ پر گویا اچھل ہی پڑا۔

اسے وہ واقعہ یاد آیا۔۔۔جس دن سفیرہ کے ہاتھ اُسکا نامہ اعمال لگا تھا۔اُس کے اصلی کاغذات وہاں موجود نہیں تھے۔اسے کوئی چرا کر لے گیا تھا۔۔۔مگر کون؟ وہ اس کا پتا نہیں لگا پایا تھا۔

اسے آج علم ہوا تھا۔المان ابراہیم کے علاوہ اُس دن اسٹڈی میں کوئی نہیں آیا تھا۔۔اسے اب یقین ہو چکا تھا۔

اگر اتنا ہی ڈر ہے پکڑے جانے کا تو ایسے کام ہی کیوں کرتے ہیں جو آپکو مجرم ثابت کریں"

"؟لے گیا ہو گا کوئی چرا کر، اور اب آپ دیکھئے کہ کتنے دن تک آزاد رہتے ہیں آپ۔۔۔

سفیرہ کی کہی گئی بات اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔ آنکھیں میچ کر اس نے خود پر قابو پانا چاہا۔

وہ تو ہمیشہ سے ہی میری بیٹی کو میرے خلاف کرنا چاہتا تھا۔ کیا نہیں دیا میں نے "

"اسے۔۔۔۔اور وہ اس کل کے لڑکے کی باتوں میں آکر اپنے باپ کے ہی مقابل آکھڑی ہوئی۔

مختلف سوچوں نے الگ الگ سمتوں سے حملہ شروع کر دیا تھا۔ وہ اب احمد جبریل سے زیادہ

المان ابراہیم کو لے کر خوف اور پریشانی کا شکار تھا۔

★★★★

المان ابراہیم شو آف نہیں کرتا تھا۔ وہ ہر کام خاموشی سے کرنے کا عادی تھا۔ وہ ہمیشہ سے

پر اسرار تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا وہ کب کیا کر سکتا ہے سوائے ایک شخص کے۔ سوائے احمد جبریل

کے۔

www.novelsclubb.com

وہ اس سے جو چاہتا تھا کروا سکتا تھا۔وہ اُسکے لئے کسی چراغ کے جن سے بھی زیادہ اہم تھا۔ الماں کبھی بھی احمد کی بات نہیں ٹالتا تھا۔اس کے لئے اپنے بھائی کا کہا گیا ایک لفظ بھی کسی خزانے کی طرح قیمتی ہوتا تھا۔

الماں ابراہیم اگر کسی شخص پر اندھا اعتماد کر سکتا تھا تو وہ احمد جبریل تھا۔اور ہر بار اُس کی بات کے جواب میں اس نے سر تسلیم خم ہی کیا تھا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر بھائی!"

وہ جانتا تھا وہ احمد کے سامنے جتنا بھی عاجز ہو جاتا، جھک جاتا وہ اُسے اتنا ہی بلند تصور کرتا تھا۔اُس نے کبھی بھی الماں کو عاجز تصور کر کے اس پر بوجھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

لوگ ایسے کب ہوتے ہیں؟لوگوں کے سامنے تو نرم لہجے میں بات کرنا بھی آپ کا گناہ بن جاتا ہے۔اور وہ آپ کو اس کی سزا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔الماں کی زندگی میں وہ واحد شخص تھا جو اس کے احترام کا فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور اسے اسکی یہی بات پسند تھی۔ در حقیقت، اسے اسکی کوئی بھی بات ناپسند نہیں تھی۔ وہ اسے انکار نہیں کرتا تھا اور اُس دن بھی اُس نے انکار نہیں کیا تھا۔

اُس دن جب احمد نے اُس سے کہا کہ اُسے حسن علی خان کے خلاف وہ ثبوت چاہئے جسے لینے کے لئے اُسے رات گئے اُس کے گھر میں چوروں کی طرح گھسنا پڑا تھا۔ وہ بنا کسی جھجھک کے راضی ہو گیا تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ احمد کی سفیرہ کے لیے پسندیدگی کا علم ہوتے ہوئے بھی اس نے کبھی اُس سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ اور کرتا بھی کیوں؟ جب وہ اپنی بہن کی محبت میں سفیرہ کی محبت کو ترک سکتا تھا، بلکہ اسی کے باپ کے خلاف کھڑا ہو چکا تھا تو پھر الماں کیا کہتا۔ وہ اس کے ہر قدم پر اس کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔ اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔

رات کی تاریکی میں وہ اُس سفید بنگلے میں رازداری سے گھسا تھا۔ بغیر کسی نقاب اور ماسک کے، وہ اپنے معمول کے رف سے حلیے میں تھا کہ احمد کی ایک کال پر بنا کچھ سوچے وہ سفید محل میں داخل ہو گیا۔ یہ اس کا خود کو دیا گیا چیلنج تھا کہ آیا وہ پکڑا جاتا ہے یا نہیں؟ احمد کی ہدایات کے مطابق اُس نے لان میں ہی ہولے ہولے قدم آگے بڑھاتے ہوئے گھر کا جائزہ لیا۔ وہ اسٹڈی کی

تلاش میں مختلف کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ رہا تھا۔اُس نے ایک قدرے روشن کمرے کی کھڑکی سے اندر جھانکا۔ کھڑکی کے آگے سفید پردے گرے ہوئے تھے۔ مگر ایک باریک سی خالی لکیر میں سے وہ اندر کا کچھ منظر دیکھ سکتا تھا۔اس نے دیکھا وہ کوئی لڑکی تھی۔اُس کی پشت کھڑکی کی جانب تھی۔ وہ اپنا دوپٹہ درست کرتی کچھ بڑبڑا بھی رہی تھی۔المان نے غور سے سننے کی کوشش کی۔

"میں بابا سے بات کروں گی۔ایک آخری بار وہ میری بات سن لیں۔مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔پہلے بہت باتیں مان چکی ہوں ان کی۔بہت بار خود کو اپنے ہاتھوں سے مار چکی ہوں۔ایک بار پھر مرنا نہیں چاہتی۔اس بار مر گئی تو دوبارہ پھر کبھی جی نہیں پاؤں گی۔"

اس کی آواز میں سختی کے ساتھ ساتھ اذیت گھل گئی۔المان ایک پل کے لئے مبہوت سا کھڑا رہ گیا۔"یہ سفیرہ ہیں؟کیا انکی شادی ہو رہی ہے؟"وہ سوچ کر رہ گیا۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

المان ایک دم ہی گڑبڑایا۔ پھر دوسری کھڑکی کی جانب بھاگا۔ وہ ہال سے گزرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ پھر وہ سیڑھیوں کے پیچھے کہیں گم ہوتی ہوئی نظر آئی۔ المان اپنی جگہ سے گھوم کر اُس طرف آیا جہاں وہ گئی تھی۔ اور بلا آخر اسے وہ کھڑکی مل گئی جو اسے اسٹڈی میں لے جاتی۔

کھڑکی کا پٹ کھول کر اندر کودنے میں اسے زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ ایسے کام تو وہ چٹکیوں میں کر لیا کرتا تھا۔

اُس نے آہستگی سے وہ دراز کھولنے کی کوشش کی جس کے بارے میں اسے احمد نے بتایا صرف احمد ہی کے پاس ہو سکتی تھیں۔ پچھلے دو سالوں سے وہ بھلا کس insights تھا۔ ایسی بات سے بے خبر رہا تھا؟

المان کو کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ وہ جانتا تھا وہاں کون ہے۔ لیکن دراز نہیں کھلا۔ وہ لاکڈ تھا۔

"ظاہر ہے اپنے راز کھلے تو نہیں چھوڑے گا وہ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

المان نے جیسے خود کو سمجھایا۔ پھر ایک منصفانہ مسکراہٹ کے ساتھ لاک کھولنے لگا۔ یہ ہنر بھی تھا اُس کے پاس۔ معمول میں بھی تو اس کی جیب میں تالے کھولنے کا سامان موجود رہتا تھا۔

اور اگلے ہی پل کاغذات اس کے ہاتھ میں تھے۔ اس نے ان کا بغور جائزہ لیا۔ وہ ثبوت تھا حسن علی خان کے کرتوتوں کا۔ کمال بات ہے نا۔۔۔انسان کی برائی کے ثبوت بھی اس کے اپنے ہی پاس ہوتے ہیں۔ جنہیں وہ سنبھال کر رکھتا ہے۔ کسی کو نہیں دکھاتا۔اور کچھ راز دلوں کے علاوہ تالوں میں بھی مدفن ہوتے ہیں۔

المان نے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ جانتا تھا سفیرہ وہاں موجود ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اسکی موجودگی سے لاعلم ہے۔

اس نے انہی کاغذات کی کاپیوں کو دیکھا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے انہیں میز کے اوپر رکھ دیا۔ کھلا ہوا دراز ٹھک سے بند کیا۔ اسکی نظریں اب بھی کتابوں کے پیچھے ہی کہیں دیکھ رہیں تھیں۔

"یہ آواز ان تک پہنچ تو گئی ہو گئی۔"

اس نے دراز ایک بار پھر کھولا۔اور اصلی کاغذات لے کر کھڑکی سے باہر چھلانگ لگائی۔

پھر اس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا۔

حق رکھتی ہیں وہ اس بات کا کہ اپنے اُن بابا جان کی حقیقت کو جانیں جن کی خاطر انہوں "
"نے بھائی کو ٹھکرا دیا۔

اس نے تلخی سے سوچا۔

وہ مجھے میرے لئے چھوڑ کر گئی تھی الماں۔۔۔اور میں نے اسی کی توقع نہیں کی تھی اس "
سے۔"احمد کی کہی گئی بات اس کے ذہن میں گردش کرنے لگی۔اور یہ اس نے تب کہا تھا جب الماں نے اس کے قریبی دوست حسیب کی منتیں کر کر اس سے سب پوچھ لینے کے بعد آ کر احمد سے کہا تھا۔

بھائی آپ نے ان سے محبت کرتے وقت ان کو پرکھا نہیں تھا کیا؟ آپ تو ایک پل میں "
جان لیتے ہیں کہ کون کتنے عرصے تک رہے گا۔۔۔اور کب چلا جائے گا۔۔۔پھر آپ کیسے
"دھوکے میں آ گئے۔

المان شاید اس لمحے یہ بھول گیا تھا کہ محبت میں پرکھنا اپنے آپ ہی میں ایک دھوکہ ہے۔

محبت میں تو یقین ہوتا ہے۔۔۔اندھا یقین۔ عقل عشق کے سامنے کبھی چل سکی ہے کیا؟

اس سے پہلے کہ وہ مزید کسی بھی سوچ کو راہ دیتا، اندر سے آتی آواز پر چونکا۔

"جب۔۔۔ کہیں چوری کے لئے جاتے ہیں تو۔۔۔ ہتھیار ساتھ رکھتے ہیں۔۔۔ مجھ جیسی لڑکی کو تو ویسے ہی ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے۔۔۔اور تم بھاگ رہے ہو۔۔۔"

المان کی آنکھیں حیرت کے مارے کھل گئیں۔وہ جانتا تھا وہ اس طرف ضرور آئیں گی۔

مگر اسے علم نہیں تھا کہ وہ اسکی موجودگی کو محسوس کر لیں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے مخاطب بھی کر لیں گی۔

www.novelsclubb.com

اگر جو انہوں نے میری شکل دیکھ لی تو۔۔۔"اس نے اپنے بنا ماسک والے چہرے کو" چھوا۔

پھر تیزی سے خنجر نکالا اور کھڑکی سے اندر لے گیا۔ایک یہی راہ تھی اسے ڈرانے کی۔

حالانکہ ڈر تو وہ خود بھی چکا تھا۔

"ہتھیاروں کی کمی نہیں ہے میڈم۔۔۔ مگر خواتین پر ہاتھ یا ہتھیار دونوں کا استعمال میری سرشت میں شامل نہیں۔"

اور اس نے پہلی بار خود کو کسی ہیرو کے جیسے بولتے ہوئے سنا تھا۔ سفیرہ کا کوئی جواب نہ آیا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ خوفزدہ ہوں گی۔ اسی لئے خنجر فوراً پیچھے کیا اور پھر بنا وقت لئے اُس قید خانے سے نکل آیا۔

باہر آتے ہی اس نے ایک فاتحانہ نگاہ ان پیپرز پر ڈالی اور پھر آگے بڑھ گیا۔

احمد نے اس کے کام کو بہت سراہا تھا۔ مگر وہ اسے یہ نہیں بتا پایا تھا کہ اس نے سفیرہ کے سامنے اس کے باپ کا اصلی چہرہ عیاں کر دیا ہے۔ پتا نہیں بھائی کیسا ردعمل دیں گے۔۔۔ یہی سوچ کر وہ خاموش رہا۔

★★★★

"Survivors have scars,

Victims have graves"

اسکے زخموں کے نشان آج بھی اس کی طرح زندہ تھے۔اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی زندگی پر کسی کا احسان ہو گا۔وہ تو آج تک خود کو ایک سروائیور تصور کرتی آئی تھی۔وہ تو سمجھی تھی کہ یہ وہ تھی جو اتنا سب سہہ کر بھی بنا کچھ بولے زندہ ہے۔مگر تصور کرنے سے یا سمجھ لینے سے حقیقت نہیں بدلتی۔اور حقیقت صرف اتنی سی تھی کہ اسے بچانے والا شخص وہ تھا جس کے سامنے اس نے ہمیشہ اپنی بہادری کے گیت گائے تھے۔

"الماں ابراہیم تم نے یہ کیوں کیا؟"اس کے دل میں شدید ٹھیس اٹھی تھی۔ریلنگ پر دھرے اسکے ہاتھوں کی گرفت سخت پڑ گئی۔

www.novelsclubb.com

"اگر مجھے بچایا تھا تو آج تک خاموش کیوں رہا؟ مجھے بتا کیوں نہیں دیا؟ کیوں میرے ہاتھوں ہی میرا مذاق بنواتا رہا؟ کیا میں نے کہا تھا میرا بھرم رکھنے کو۔۔۔؟"

انا کی آنکھوں میں نمی سمندر لہروں کی مانند تیرنے لگی۔

جب سے احمد نے اسے بتایا تھا کہ اس رات اسے بچانے والا شخص الماں تھا وہ تب سے ہی مضطرب تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ الماں نے ہمیشہ اس پر طنز کئے تھے۔ مگر وہ ایسے طنز کرنے کے بجائے صاف صاف بتا بھی تو سکتا تھا کہ زندگی بچانے کا قرض اسکے سر ڈال چکا ہے۔ اب وہ کیسے سامنا کرے گی اُس کا؟

کیا اپنے کہے گئے ہر اس جملے پر پچھتائے گی جو اپنی مضبوطی کے لئے کہے تھے؟

یا ہر اس بات سے انکار کر دے گی جو اسے بہادر ثابت کرتی تھی؟

یا پھر کبھی بولنے کے بھی قابل نہیں رہے گی۔۔۔ وہ کیا کرے گی آخر۔۔۔؟

ایک عرصہ خود کو چٹان ثابت کرنے میں لگا یا ہو اور کوئی طوفان ایسا آئے جو ریت سمجھ کر ایک پل میں ڈھا دے تو پھر کچھ سمجھ نہیں آتا کیا ہوا ہے۔۔۔ کیا کرنا ہے۔۔۔ کہاں جانا ہے۔ اور خود کو کیسے واپس جوڑنا ہے۔

خاموش ڈھلتی رات کی پرواہ کئے بغیر وہ کھڑکی سے باہر جھانکتی گھپ اندھیرے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی میری ہر بات سنتا رہا،اس نے تو مجھے میری ہی نظروں میں کم تر بنا دیا۔

اس کے سخت پڑتے تاثرات اندھیرے میں گم تھے۔کڑوی ہوتی سانسیں فضا میں گھلتی جا رہیں تھیں۔

ایک دم ہی اس نے نقاہت سے آنکھیں موندلیں اور سر اوپر اٹھالیا۔

"تم نے مجھے دھوکا دیا ہے المان ابراہیم_____ تمہارے ہر لفظ نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

ذہن میں آئے الفاظ نے اسے مزید بددل کر دیا تھا۔

★★★★

دَهرٌ يَغُرُّ وَ آمالٌ تَسُرُّ وَ أَعْ

مَارٌ تَمُرُّ وَ أَيَّامٌ لَهَا خُدَعُ

"زمانہ دھوکہ دیتا ہے، اور امیدیں خوش کرتی ہیں اور عمریں گزر جاتی ہیں اور دِنوں کے بہت سے فریب ہیں۔"

(البارودی)

میں دھوکے باز نہیں تھی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔ میں تو دنیا کی ہر شے کے ساتھ مخلص تھی، اپنی پڑھائی کے ساتھ، اسپورٹس کے ساتھ، اپنی پینٹنگز کے ساتھ، اپنے دوستوں کے ساتھ۔۔۔ میں ہر ایک کے ساتھ مخلص تھی مگر میں مخلص نہیں تھی تو فقط اپنی ذات کے ساتھ۔ جو لوگ اپنے آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہوتے نا____ اُنہیں کبھی کوئی دوسرا بھی وفادار نہیں مل سکتا۔ انسان کا سب سے زیادہ خلوص اس کی اپنی ذات کے ساتھ ہونا چاھئے۔ انسان اپنے آپ کو دھوکا دینا شروع کر دے تو پھر اسے کسی کے دھوکا دینے پر بھی شکایت نہیں کرنی چاھئے۔

کوئی آپ کو دھوکا دے اور آپ اُس پر جا کر چیخیں چلائیں تو وہ آپ سے یہی کہے گا۔

"ارے آپ تو خود اپنے ساتھ مخلص نہ تھے۔۔۔ ہم کیا خاک وفاداری نبھاتے۔"

وہ نیلاہٹ بھرے آسمان تلے آج فجر کے بعد ہی پارک میں پتھر کے بنچ پر آ بیٹھی تھی۔

افق سے اترتی ٹھنڈک کا احساس چاروں سمت پھیل چکا تھا۔وہ آج بھی معمول کے مطابق ڈائری پر لکھنے میں مگن تھی۔

جب دفعتاً کسی احساس کے تحت اُس نے پلکیں اٹھائیں اور اپنے سامنے دیکھا۔سامنے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اتاش اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔علما نے ایک پل کے لئے خود کو منجمد ہوتے پایا۔اس کی سانسوں کی رفتار تیز پڑنے لگی۔پھر اس نے غصے اور نفرت پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ پلکیں ڈائری پر جھکا لیں۔

یہ شخص میری نظروں سے دور کیوں نہیں چلا جاتا؟ہر بار میرے سامنے آ کر مجھے "میرے ان تلخ وسیاہ ایام کی یاد کیوں دلاتا ہے جنہیں میں اپنی یاداشت سے مٹا دینا چاہتی ہوں۔"

تیز ہوتی دھڑکن کے ساتھ اس نے سوچا۔

اسکے ہاتھوں میں مزید لکھنے کی جان باقی نہیں رہی تھی۔وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور پارک سے باہر جانے کے لئے قدم بڑھا دیے۔جب تک وہ پارک کے داخلی دروازے کے باہر پہنچی

اس نے اپنے قریب بھاری قدموں کی چاپ سنی۔آواز کے تعاقب میں دیکھے بغیر وہ آگے بڑھنے لگی جب اپنے نام پر رک گئی۔

علما۔۔؟"وہ پلٹی۔اتاش اسکے سامنے ہی جینز شرٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔"

سوالیہ نگاھوں سے اسے دیکھتے ہوئے علما کا چہرہ سپاٹ رہا۔

مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی۔۔۔"اس سے پہلے کہ اس کی بات جاری رہتی علما نے" تلخ لہجے میں کہا۔

لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرتی۔میں انجان لوگوں سے بات نہیں کرتی اور تم" کون ہو مجھے نہیں معلوم۔"درشتی سے کہتے ہوئے اس نے قدم واپس موڑے ہی تھے کہ اتاش کی نرم آواز ایک بار پھر سنائی دی۔

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں علما۔"

علما کے قدم بے ساختہ ہی رک گئے۔

"مجھے تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔میں بہت شرمندہ ہوں۔دیکھو، مجھے تمہیں پہچاننے میں غلطی ہوگئی تھی۔اور میری وجہ سے تم بہت ہرٹ ہوئی۔اس کے لئے میں تم سے جیسے تم چاھوں گی ویسے معافی مانگنے پر تیار ہوں۔تم کہو تو پاؤں پڑ جاؤں گا۔مگر مجھے معاف کردو۔"

وہ چپ ہوا تو علما واپس پلٹی۔

"تمہیں مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے تمہاری اس معافی کی کوئی حاجت نہیں۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"معاف تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں دل میں جگہ دی جائے۔تمہاری جگہ میرے دل تو کیا زندگی میں بھی نہیں۔معاف تو انہیں کیا جاتا ہے جنہوں نے کوئی خطا کی ہو، کوئی قابل معافی گناہ کیا ہو، شرک کو تو خدا بھی معاف نہیں کرتا ہے اور میں تو پھر انسان ہوں۔میرا تم سے کوئی تعلق نہیں، نہ میں تمہیں جانتی ہوں تو پھر کس چیز کی معافی؟"

www.novelsclubb.com

شکن آلود پیشانی سے اسے دیکھتے وہ بولتی گئی اور آخر میں اس کی آنکھوں میں افسوس جھلکا۔

"میں بس یہ چاھتا ہوں کہ تم پرانی باتیں بھلا کر مجھے معاف کر دو۔۔۔میں تمہیں اپنی شادی میں انوائیٹ کرنے آیا ہوں۔"

وہ ناچار لہجے میں بولا۔علما نے اگلے ہی پل سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے متاثر کن انداز میں دیکھا۔

"میں نے سب کو مدعو کیا ہے تو اگر تم پرانی رنجشیں بھلا کر آ جاؤ گی تو مجھے خوشی ہو گی۔۔۔اور ایلینور کو بھی۔"

اسکی بات سنتے علما نے ابرو کو خم دے کر داد دینے والے تاثرات ظاہر کئے۔

"بہت خوب۔۔۔تو میں صرف اس لئے تم لوگوں کی شادی میں آؤں کہ تم دونوں کو خوشی ہو گی؟" وہ کہہ کر سادگی سے مسکرائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتاش نے اسکے نارنجی حجاب کے ہالے میں موجود پُر رونق چہرے کو دیکھا۔وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی۔اس نے اخذ کیا۔

میں تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتی۔۔۔تم نے کہا تھا نا کہ تم مجھے چھوڑ رہے ہو؟" بہت روئی تھی تمہارے سامنے۔۔۔کتنی تسکین ملی ہو گی نا تمہیں۔۔۔۔میری زندگی کا سب سے بدترین لمحہ تھا وہ جب میں تمہارے سامنے محبت کی بھیک مانگ رہی تھی۔لیکن یاد رکھنا____اُس دن تم میرے لئے مر گئے تھے اتاش۔۔۔اور جو لوگ میرے لئے مر جائیں میں انہیں پلٹ کر دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ایک بار چھوڑ دیا تو بس چھوڑ دیا۔پھر تعلق تو دور کی بات میں تم جیسے شخص سے کلام کرنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں۔بہتر ہو گا آئندہ تم میرے راستے میں نہ آؤ۔"

وہ مسلسل بولتی آخر میں بنا توقف کے وہاں سے چلی گئی۔اتاش بہت دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا نگاہیں اس کے وجود پر جمائے دیکھتا رہا۔

★★★★

جلدی سے چلو بھتیجے، ورنہ دیر ہو جائے گی۔" سلطان چچا کی بے تاب آواز ایک مرتبہ " پھر گونجی۔

انا نے سنجیدگی سے گردن باہر لڑھکا کر انہیں دیکھا۔

"آرہے ہیں بھائی۔ تھوڑا سا صبر کرلیں۔"

کہہ کر وہ واپس احمد کی جانب پلٹی۔اور تیزی سے اُسکا سفید کرتا استری کرنے کے بعد اُسے تھما دیا۔

مجھے علم نہیں تھا کہ سلطان چچا بھی اتنے جلد باز ہیں۔ان سب بھائیوں میں اتنی جلد" بازی کیوں ہے آخر۔" وہ خفگی سے بڑبڑائی۔احمد بنا کوئی تاثر ظاہر کئے باتھ روم میں چلا گیا۔

جب تک وہ فریش ہو کر باہر آیا تو انا سر تھامے بیٹھی تھی۔

"جلدی جایئے بھائی۔ورنہ یہ چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیں گے۔"

"اتنا کیوں محسوس کر رہی ہو۔۔۔جانے دو۔"

اس نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی اور باہر نکل گیا۔وہ بھی اپنا غصہ دباتی اسکے پیچھے چلی گئی۔

"اللہ آپ کی مدد کرے گا انشاءاللہ۔بس حق پر ڈٹے رہیئے گا۔"

انہیں رخصت کرتے ہوئے اس نے احمد سے کہا تھا۔

عدالت میں سلطان چچا نے اُسے اپنے کئی پولیس آفیسرز اور وکیل دوستوں سے ملوایا تھا۔

کاروائی شروع ہونے سے پہلے احمد نے چیف جسٹس سے بھی رسمی سلام دعا کی۔

"بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی احمد صاحب۔اور مجھے خوشی ہے اس بات کی۔"

جسٹس عبدالرحمٰن بنگیال نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو احمد کی آنکھوں میں بھی چمک در آئی۔البتہ عدالت میں موجود کئی اور لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ چکا تھا۔وہ ضبط کے مارے ایک دوسرے کے چہرے دیکھ رہے تھے۔چیف جسٹس کا احمد کے ساتھ خوشگوار انداز میں بات کرنا کسی کو کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔

"ماشاءاللہ سے آپ پر تو عمر کا الٹا اثر ہوتا ہے۔"

احمد نے اپنا ازلی انداز ترک نہیں کیا تھا۔جج صاحب نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔اسکا یہ رویہ ہی تھا جو اس کی شخصیت میں نکھار لاتا تھا۔

کاروائی شروع ہونے کے بعد جب احمد کو بطور گواہ کٹہرے میں کھڑا کیا گیا تو وکلاء کے کچھ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

اُس نے کہا تھا کہ وہ جو کچھ بھی کہے گا سچ کہے گا اور سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔

اُس نے جو کچھ بھی کہا تھا سچ کہا تھا۔اپنا مکمل تعارف کروانے کے بعد اُس نے اُس دن کا پورا واقعہ ایک ایک لفظ حقیقت سنایا تھا۔اُس صبح کیا ہوا تھا۔۔۔ابراہیم چچا کس مقام پر قتل کئے گئے تھے،ماحول کیا تھا،منظر کیا تھا۔۔۔اور قاتل کون تھا۔۔۔اس نے کون سی رائفل تھام رکھی تھی سب۔۔۔اُس نے ایک ایک لفظ حقیقت بیان کیا تھا۔اور اس سارے میں اُس نے اپنی سرمئی نگاھوں کا ارتکاز جسٹس عبدالرحمٰن بنگیال پر مرکوز کر رکھا تھا۔مگر عدالت میں موجود ہر شخص کی نظریں اُس لڑکے پر قائم تھیں جو خاصا بے نیاز نظر آتا تھا۔

اُس کا بیان ایسا تھا کہ اگر جھوٹ بھی ہوتا تو حقیقت لگتا۔۔۔ وہ تو پھر بھی حقیقت بیان کر رہا تھا۔۔۔ حقیقت کو جھٹلانا بڑی جرآت کا کام ہے۔ یہ کام وہاں موجود کوئی بھی شخص نہیں کر سکتا تھا۔ مگر وکیلوں کا تو کام ہے بحث و مباحثہ میں الجھنا اور الجھانا۔

احمد کے مقابل کٹہرے میں کھڑے شہیر شاہ کے وکیل نے بھی احمد سے سوالوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

"تو آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟"

احمد نے نگاھیں اپنے سامنے کھڑے وکیل پر کر لیں۔

بالکل ایسا ہی ہے۔" پر اعتماد انداز۔ وہ محض اپنی نگاھوں سے کسی کو بھی دھوکا دے سکتا" تھا۔

آپ اپنے بارے میں کچھ بتایئے۔ آپ وہاں کیا کر رہے تھے۔ اور آپ نے اپنے سامنے "یہ سب کچھ کیسے ہونے دیا؟"

احمد کی نگاھوں کا ارتکاز نہیں ٹوٹا۔

میں اپنی چھوٹی بہن کو اسکول تک چھوڑنے گیا تھا، واپس آتے ہوئے میں نے یہ واقعہ " دیکھا اور سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ میں اُس وقت کچھ نہیں کر پایا۔ یہ شخص جس کا میں نام بھی لینا پسند نہیں کرتا، گولی چلانے کے بعد اگلے ہی پل غائب ہو گیا۔ کوئی آپ کے باپ کو آپ کی نگاھوں کے سامنے گولی مار دے تو آپ اپنے باپ کو درد کی شدت میں تڑپتے چھوڑ کر قاتل کے پیچھے بھاگیں گے یا زخمی باپ کو سنبھالیں گے ؟" اس کے سوال پر وکیل کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ اُس وقت پاکستان میں تھے ہی نہیں۔ آپ کے پاس کوئی" "ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ یہاں تھے ؟

وکیل نے تحمل بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے اِس بات کا کہ میں یہاں نہیں تھا؟"

اُس کی نگاھیں چیلنج کرنے لگیں۔

"کٹہرے میں آپ کھڑے ہیں مسٹر جبریل۔ ثبوت بھی آپ ہی نے پیش کرنے ہیں۔"

احمد کے وکیل نے کچھ کہنا چاہا مگر جسٹس نے روک دیا۔ شاید وہ بھی اُن دونوں کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کم از کم تاثرات تو یہی بتا رہے تھے۔

قانون کا کیا ہے وکیل صاحب، آج میں کٹہرے میں کھڑا ہوں کل آپ میری جگہ ہوں" گے۔ "اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ ابرو کے خم نے وکیل صاحب کو الجھن میں ڈال دیا۔

آپ عدالت کا وقت ضائع کر رہے ہیں، جو سوال آپ سے کیا گیا ہے اُس کا جواب دیجئے" "مسٹر جبریل۔

احمد نے گہرا سانس لیا۔

جج صاحب کے پاس میری فلائٹس کی ٹکٹس اور اس متعلق ساری معلومات موجود" "ہیں۔

وہ شرافت سے بولا۔ وکیل نے پلٹ کر جسٹس کو دیکھا تو انہوں نے سر ہلاتے ہوئے تصدیق کر دی۔

تو آپ یہ بتائیے مسٹر جبریل، کہ ہم آپ کے منہ زبانی کہے گئے الفاظ پر کیسے یقین کر" لیں، آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ابراہیم چوہدری کا قاتل شہیر شاہ ہے۔ کیا "آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ موقع واردات پر اور کتنے لوگ موجود تھے؟

وکیل بغیر متاثر ہوئے بولا تو احمد نے پُر سوچ نگاھیں اپنے کٹہرے پر دھرے ہاتھوں پر ڈالیں۔

وہاں پر محض ایک شخص تھا جس نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے علاوہ" "کوئی نہیں۔

احمد کا انداز اتنا معمولی تھا کہ وکیل کی پیشانی پر شکنیں پڑنے لگیں۔

سلطان چچا نے اپنے برابر میں بیٹھے الماان کو حیرت سے دیکھا۔

یہ کیا بول رہا ہے؟ اسے کیا کہا تھا کہنے کو اور یہ کیا کہہ رہا ہے۔" ان کی آنکھوں میں غصہ" جھلکا۔

تو کون تھا وہ شخص؟" وکیل صاحب کی آواز میں طنز تھا۔"

اوبجیکشن یور آنر۔۔۔"کیف ساہی (وکیل) نے کچھ کہنے کی سعی کی مگر جسٹس کو اس کی بات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

وہی جو کٹہرے میں کھڑا گواہی دے رہا ہے۔"یہ احمد کا انداز تھا۔"

دیکھئے یور آنر۔۔۔یہ کہہ رہے ھیں کہ انہوں نے مجرم کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا" مگر ان کے پاس ثبوت نہیں ہے، پھر ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ سچ بول رہے ہیں یا جھوٹ۔میں چاھتاہوں کہ اس کیس کو یہیں ختم کیا جائے تاکہ میرا موکل اپنی بقیہ زندگی سکون سے گزار سکے۔"

وکیل کی باتیں کسی طور بھی مطمئن کرنے والی نہیں تھیں۔

لیکن میں خود ایک ثبوت کے طور پر یہاں پیش ہوا ہوں۔۔۔پھر مجھے کیوں کسی ثبوت" کی ضرورت پڑے گی جج صاحب۔میں خود ایک گواہ ہوں۔میں اس کیس کو ہینڈل نہیں کر رہا تھا۔مجھ سے بطور گواہ گواہی دینے کے لئے پوچھا گیا ہے۔اور میں وہی بول رہا ہوں جو میں نے دیکھا اور سنا۔میں کہیں بھی غلط ہوں تو آپ لوگ مجھے ثابت کر دیجئے۔یہ شخص جو میرے چچا کا

قاتل ہے یہ اُس دن واقعہ کے وقت کہاں تھا آپ بھی جان چکے ھیں۔ میرا مقصد تھا گواہی دینا جو میں دے چکا۔ مجھے کسی کا خوف نہیں ہے۔ میں وہی بول رہا ہوں جو سچ میں ہوا تھا۔"

احمد کی سرمئی نگاہوں میں وکیل کے لئے غصہ پنپنے لگا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس کا بس چلتا تو وہ اسکا سر اِسی کٹہرے کی دیوار کے ساتھ دے مارتا۔ مگر جب وہ غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا تھا تو اس کی آنکھیں خون کی مانند لال ہو جاتی تھیں۔ اور اُس وقت بھی وہ خطرناک حد تک سرخ پڑ رہیں تھیں۔

مگر جج صاحب۔۔۔" وکیل کے کہنے سے پہلے ہی ہتھوڑے کی آواز عدالت میں گونجنے لگی۔"

"آرڈر____آرڈر!"

"جیسا کہ ہم سب کی نظروں کے سامنے ہی ہے۔ مجرم کا جرم ثابت ہو چکا تھا، ہمیں ایک گواہی کی ضرورت تھی، اور اب جبکہ تمام ثبوت اور گواہ آچکے ہیں تو میرا حکم یہ ہے کہ شہیر شاہ کو سزائے موت سنائی جاتی ہے۔"

جج نے قلم کے ذریعے لکھنے کے بعد آخر میں نب توڑ دی۔عدالت کے ایک حصے میں موت کا سا سناٹا تھا اور دوسرے حصے میں ہشاش بشاش چہرے۔وہ سب خوشی سے ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔المان کو اپنے دل پر ایک ٹھنڈی پھوار گرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔انتقام سے بڑی سکون دہ چیز کوئی نہیں ہوتی۔

"احمد جبریل صاحب آپ کیا اپنے دشمن کی سمت ایک مرتبہ دیکھیں گے بھی نہیں؟"

آخر میں جسٹس عبدالرحمٰن بنگیال نے وہ سوال کر ڈالا جو اسے احمد کی نگاھوں کو دیکھ کر بار بار الجھن میں ڈال رہا تھا۔

یہ شخص احمد جبریل کی ایک نظر کے بھی قابل نہیں ہے سر،عدالت کا احترام ہے ورنہ "
"ایسے لوگوں کے لئے میں قانون کی پاسداری نہیں کیا کرتا۔

جسٹس بنگیال نے اُس کم عمر مگر باہمت لڑکے کی جانب تائیدی انداز میں دیکھا۔

"تمہیں دیکھ کر لگتا بھی یہی ہے کہ تم معاف کرنے والوں میں سے نہیں۔"

وہ ہولے سے مسکرائے۔احمد نے سر کھجاتے ہوئے انہیں دیکھا۔

ہاں مگر میں ظالم بھی نہیں، در گزر وہاں ہوتی ہے جہاں کسی کے پلٹ آنے کی امید باقی ہو۔ مگر اِن جیسے لوگ جو کتے کی دُم کے جیسے ٹیڑھے ہیں، انہیں معاف کر دینا، انسانیت کو خطرے میں ڈال دینے کے مترادف ہے۔ میں کبھی بھی کسی ظالم پر رحم کرنے کو ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک قانون ایک ہی ہے۔۔۔اور وہ یہ کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں، قتل کے بدلے قتل کیا جائے، جان کے بدلے جان، کان کے بدلے کان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور ہر زخم کے بدلے وہی زخم۔"

اس کی بات میں کچھ تو جھنجھوڑنے والا تھا کہ جسٹس صاحب چپ سے رہ گئے، پھر اسکا شانہ تھپتھپا کر چلے گئے۔

وہ سیاہ بالوں کو ایک جگہ جمائے ہوئے تھا۔ چھاج سی گھنی پلکوں تلے یخ سرمئی آنکھیں جو ہر چیز کو باریکی سے دیکھنے کی عادی تھیں۔ وہ آنکھیں طلسم کدہ تھیں، جو ہر دیکھنے والے کو اپنا اسیر کر لیتی تھیں۔ مغرور ستواں ناک اس کی رعب دار شخصیت پر خوب جچتی تھی۔ راہداری میں

لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔اُس کے کلون کی دھیمی خوشبو نے ارد گرد کا احاطہ کر لیا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی مخصوص چال چلتا عدالت سے باہر نکل جاتا،راہداری میں اُس کے پیچھے کئی افراد تقریباً بھاگتے ہوئے آئے تھے۔

اُن ہی افراد میں سلطان چچا اور اُن کے کچھ ساتھی پولیس والے بھی تھے۔احمد نے ایک بار پھر رک کر اُن سے مصافحہ کیا۔آفیسر جبار کی نظریں اُسکے ہاتھوں پر جمی رہیں۔

!!تمہاری کلائیاں بہت مضبوط ہیں ینگ مین"

"تم فائٹر رہے ہو؟

بلآخر اُس نے پوچھا۔احمد نے ایک دلکش مسکراہٹ لبوں پر سجائے اسے دیکھا۔

"!!ہمیشہ سے"

اس کے دو لفظی جواب میں ہمیشہ والی پر اعتمادی جھلک آئی۔

"سلطان چوہدری نے کبھی تمہارے بارے میں بتایا نہیں، تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ پھر کبھی آنا اپنے انکل کے ساتھ ہمارے گھر۔ تمہاری دعوت باعث شرف ہو گی ہمارے لئے۔"

وہ گرم جوشی سے بولے۔

"یہ میرے لئے کافی خوش آئند بات ہو گی۔" اُس نے ہولے سے مسکرا کر مختصراً کہا اور سر کو خم دے کر آگے بڑھ گیا۔

عدالت سے باہر نکلتے ہی الماں اُس کے سینے سے آلگا۔ اِس سے پہلے وہ کبھی احمد سے یوں نہیں ملا تھا۔

"تھینک یو بھائی۔"

احمد فقط مسکرا سکا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

"بابا میں کچھ دن کے لئے لندن جانا چاھتی ہوں۔"

اُس نے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے ہی کہا تو فرقان نے ماتھے پر شکنیں ڈالے اسے دیکھا۔

"کیوں اِس جگہ سے اکتا گئیں؟"

"اکتائی نہیں بس جگہ تبدیل کرنا چاھتی ہوں۔کچھ لکھنا چاھتی ہوں، کچھ نیا ایکسپلور کرنا چاھتی ہوں۔"

اس نے عام لہجے میں بتاتے ہوئے کھانا شروع کیا۔کنول بھی جوس کا جگ ٹیبل پر رکھتیں اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

"کیا باتیں ہو رہی ھیں؟"

"علما لندن جانا چاھتی ہے۔تم دونوں ساتھ ہی کیوں نہیں چلی جاتیں؟"فرقان نے جیسے تجویز پیش کی۔علما خاموشی سے کانٹا پلیٹ میں گھماتی رہی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں۔۔۔اگر وہ جانا چاھتی ہے تو بھیج دیں مگر میں فلحال یہاں سے کہیں نہیں جانا چاھتی۔آپ جانتے تو ہیں مجھے گھومنے پھرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔بس میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

کنول کے صاف انکار پر فرقان نے سر ہلا دیا۔

"تو تم نے اچانک کیسے سوچ لیا لندن جانے کے بارے میں؟"

اب کے کنول نے رُخ علما کی جانب موڑا۔

"بس یہاں پر وہی لوگ بار بار دیکھ کر گزارا نہیں ہو رہا۔۔۔سوچ رہی ہوں کچھ نئے لوگوں کو دیکھوں، پرکھوں۔۔۔اور جانوں۔"

وہ عجیب انداز میں ہنستی ہوئی بولی۔

"اچھا چلی جانا مگر بہت خیال رکھنا اپنا۔اور رابطے میں رہنا۔"

فرقان نے تاکید کی تو وہ خوشگوار احساس لئے بولی۔

"رابطے میں ہی رہوں گی۔ ویسے اتنی کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ لندن یہیں پاس ہی تو ہے، آپ دونوں زیادہ حساس نہیں ہو رہے میرے بارے میں؟" آخر میں اس نے بھنویں سکیڑ کر ان دونوں کو بغور دیکھا۔

وہ دونوں خالی چہرے لئے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ یوں جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہوں۔

"کیا ہو گیا مذاق کر رہی ہوں۔" علما مسکراہٹ دبائے بولی تو فرقان گویا قہقہہ لگا کر ہنسے۔

کنول نے ہولے سے سر جھٹکا۔

★★★★

www.novelsclubb.com

چوہدری خاندان میں آج ہر شخص دلی طور پر مطمئن تھا۔ آج ابراہیم چوہدری کو انصاف مل گیا تھا۔ یہ اُن کے خاندان کا رواج تھا کہ خوشی کے موقع پر وہ فائر کیا کرتے تھے۔ آج بھی احمد نے گن نکال کر فضا میں لہرائی تھی۔ اِس سے پہلے وہ گولی چلاتا اسد نے اُس سے بندوق لے لی۔

"احمد نہیں کرو۔اُسے پھانسی ہوئی ہے بہت اچھی بات ہے مگر یہ طریقہ نہیں خوشی منانے کا۔"

اسد نے رائفل واپس دیوار پر لٹکائی۔

"تو اور کون سا طریقہ ہے بھائی۔" وہ خاصا بددل ہوا تھا۔احمد جذباتی تھا یہ سب جانتے تھے۔وہ ہمیشہ اپنی کرتا تھا یہ بھی سب جانتے تھے اور وہ ہمیشہ وہی کرتا تھا جو اس کے دل میں آتا تھا۔وہ تو گولیاں چلانے کے بہانے ڈھونڈتا تھا یہ بات کسی سے نہیں چھپی تھی۔

"نوافل ادا کرو۔اللہ کا شکر ادا کرو۔یہی کافی ہے۔ویسے تمہیں ایک بات کہوں احمد۔۔۔؟"

وہ سر جھکائے خاموش سننے لگا۔

"محمد بخش نے کہا تھا،

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مر جانا

www.novelsclubb.com

ڈیگرتے دن ھویا محمد اوڑک نوں ڈب جانا۔۔۔"

اسد نے آخر میں سر کو خم دیا۔

احمد نے سنجیدگی سے سر اثبات میں ہلایا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اسد کیا کہنا چاہ رہا ہے۔اسی لئے خاموشی سے اس کی بات مان لی۔جو بھی ہو جاتا وہ اسد کی بات نہیں ٹالتا تھا۔وہ دونوں جب باہر جاتے تھے تو کسی جھگڑے کی صورت میں وہ ہمیشہ اسد کے اشارے کا منتظر رہتا تھا۔۔اس کے کہنے سے پہلے اُس نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

اسد نے اجازت دے دی تو ٹھیک ورنہ وہ خود پر ضبط کر لیا کرتا تھا۔اور احمد جبریل کے لئے سب سے مشکل کام اپنے غصے پر قابو پانا ہی تو تھا۔

★★★★

"مبارک ہو تمہیں۔تمہارے بابا کے قاتل کو سزا مل گئی۔"

المان آج فاطمہ خاتون کی حویلی پر تھا جب انا اس سے مخاطب ہوئی۔

"یہ سب احمد بھائی کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ہے۔میں ان کا شکر گزار ہوں۔"

وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔انا چند پل خاموش کھڑی رہی۔وہ چاہ کر بھی اُس سے وہ بات نہیں کر سکتی تھی جو وہ کرنا چاھتی تھی۔وہ اس موقع پر اپنے بارے میں کوئی ایسی بات کر کے اپنا اور اس کا بھی موڈ خراب نہیں کرنا چاھتی تھی۔

وہ الماں کو بغور دیکھنے لگی۔بھورے بال ایک سائیڈ پر کئے کھلی پیشانی پر خم دار ابرو تنے ہوئے تھے۔گھنی پلکوں تلے جھانکتی بھوری آنکھیں اُس کے گندمی چہرے پر سحر انگیز معلوم ہوتی تھیں۔مغرور ناک اور خاص طرز پر بنے بھینچے ہوئے عنابی ہونٹ اسکی شخصیت کو مزید دلکش بنا رہے تھے۔

مگر وہ دکھنے میں ہی اکڑو لگتا تھا۔انا کی سیاہ طلسماتی آنکھوں نے اسکے وجیہہ چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا۔

"بھائی نے کیا گواہی دی؟"

اسے چند لمحے یونہی دیکھتے رہنے کے بعد انا نے میکانکی انداز میں پوچھا۔

"وہی جو کچھ ہوا تھا۔۔۔بس انہوں نے اسے اپنی نظروں سے اپنے انداز میں بیان کیا۔"

انا کے ماتھے پر لکیریں پڑ گئیں۔

"بھائی اتنے پر اعتماد ہیں اور ان کی شخصیت میں ایسا رعب ہے کہ جو کچھ بھی وہ بولیں سچ لگتا ہے۔"

وہ ابھی بول رہا تھا۔انابنا کچھ کہے وہاں سے پلٹ آئی۔المان نے ایک اچھنبے سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی حویلی سے باہر نکل گئی۔اسکے چہرے پر سنجیدگی رقم تھی۔اصطبل میں پہنچ کر اس نے احمد کو مخاطب کیا۔

"بھائی آپ نے کہا تھا آپ سچ بولیں گے۔۔۔پھر آپ نے کٹہرے میں کھڑے ہو کر یہ کیوں کہا کہ سب کچھ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا؟"

اس نے جاتے ہی کہا۔احمد اسے یوں بولتے سن کر ایک پل کے لئے حیران ہوا۔پھر اسے شانوں سے تھام کر ایک جگہ بٹھایا اور خود بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"وقت ہم سے بہت کچھ مانگتا ہے پری ____ وقت طالب ہے اور ہم اسکے مطلوب۔ ہمیں اسے وہ دینا ہی پڑتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ جانتی ہو جس لمحے مجھے ابراہیم چچا کی موت کی خبر ہوئی وہ لمحہ میرے لئے کیسا تھا؟ موت سے بھی زیادہ دردناک۔ مجھے لگا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ میرے دل پر آپڑا ہے۔ وہ بوجھ تب سے میرے ساتھ تھا۔ جب میں نے ابراہیم چچا کی سب سے چھوٹی بیٹی کو وہ واقعہ کہتے ہوئے سنا تو مجھے لگا جیسے وہ سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہو۔ میں نے اُس کے لہجے کی اذیت کو محسوس کیا تھا۔ باپ کے چلے جانا کا دکھ تم سے بہتر کون جانتا ہے پری؟ کیا تم محسوس نہیں کرتی ہو جو اُس بارہ سال کی بچی نے محسوس کیا؟ کیا تمہیں نہیں لگتا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ جھوٹ نہیں تھا۔۔۔ میں نے دیکھا ہے۔۔۔ میں نے ماریہ کی آنکھوں سے وہ سارا منظر دیکھا ہے پری۔۔۔ اور اگر میں حقیقت میں وہاں ہوتا نا ____ تو قسم کھاتا ہوں، میں اُس شخص کو اسی جگہ مار چکا ہوتا۔"

وہ چپ ہو گیا۔ انا کی آنکھ سے ایک شفاف سا آنسو ٹپکا۔ اس کو اپنا دل تھمتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کچھ بھی بول نہ پائی۔

"وہ بوجھ اب میرے دل سے اتر گیا ہے۔مجھے لگ رہا ہے کہ میں نے وہ قرض چکا دیا ہے جو میرے سر پر تھا۔اس لئے اب میرے ساتھ اس بارے میں بات مت کرنا۔"

وہ نرمی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھوڑے کی طرف بڑھ گیا۔انا کو اپنی نادانی کا احساس ہوا تو افسوس کے تاثرات اس کے چہرے پر جھلکے۔وہ بنا کچھ کہے واپس پلٹ آئی۔

★★★★

" صحیح کہتے ہیں؛لوگوں کو پانے کی تڑپ چھوڑ کر اللہ کو پانے کی تڑپ اپنا لیں تو اللہ خود ان لوگوں کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے۔تم اللہ کی جانب لوٹ آؤ، تمہیں ٹھکرانے والے تمہاری طرف پلٹ آئیں گے۔"

آج وہ مہک کے ساتھ لندن جانے سے پہلے ایک آخری چہل قدمی کر رہی تھی۔اور چلتے چلتے وہ ہمیشہ کی طرح روز کریسنٹ پر اتر آئی تھیں۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

مہک نے اسکے خشک رویے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اتاش معافی مانگ رہا تھا مجھ سے۔۔۔شادی پر انوائیٹ بھی کر رہا تھا۔"اس کا لہجہ معمولی رہا۔

"پھر؟تم نے کیا کہا؟"

"میں نے انکار کر دیا۔۔۔اسے پہچاننے سے۔میرے دل میں اسکے لئے کچھ بچا ہی نہیں مہک۔۔۔اسکے نام کی پہچان تک نہیں کرنا چاھتی میں۔پھر میں اس سے کیا کہتی۔"

قدیم عمارتوں کے درمیان چلتے ہوئے انکے قدموں کی چاپ واضح سنائی دے رہی تھی۔

"تم نے اسے معاف کر دیا؟"مہک نے اسکے برابر چلتے ہوئے چہرہ موڑ کر اسکے تاثرات دیکھنے چاھے۔مگر اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔تاثرات سے بالکل خالی۔

"معاف تو اسے تب کرتی جب ساری غلطی اس کی ہوتی۔میں نے اسے کبھی سزا دینے کا نہیں سوچا کیونکہ میں جانتی ہوں جو سزا کا مستحق ہے اسے وہ مل کر رہے گی۔میں اپنے دل میں کسی کے لئے بغض رکھ کر اللہ تک نہیں پہنچ سکتی مہک،اور میں بس اتنا جانتی ہوں کہ اب میرے دل میں کسی کے لئے بغض نہیں ہے۔"

قریب سے گزرتے لوگ ان دونوں کو دیکھ کر مسکراہٹ اچھال دیتے۔ وہ دونوں اب اس ٹاؤن کی مقبول شخصیتیں بن چکی تھیں۔ ان کا زیادہ تر وقت تو سیر کرتے ہی گزرتا تھا۔

"میں لندن اسی لئے جا رہی ہوں کہ وہاں پر کچھ وقت تنہا گزار لوں گی۔ ہجوم تب پر سکون لگتا ہے جب وہاں آپ کو جاننے والا کوئی نہ ہو۔ جب کوئی بھی آپ کو جاننے والا نہ ہو تو آپ ہجوم میں بھی تنہا ہوتے ہیں۔"

مہک دیکھ رہی تھی۔۔۔ علا میں وہ بدلاؤ آ رہا تھا جس کی اس نے ہمیشہ سے چاہ کی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کیا۔ اسے لگا جیسے یہ اسی کی دعا ہے جو قبول ہوئی ہے۔

"پھر تم لندن سے واپس کب آؤ گی؟" وہ دونوں شیڈز کے نیچے ایک بنچ پر جا بیٹھیں۔

"ابھی تو کچھ نہیں کہہ سکتی۔ وہاں جا کر ہی پتا چلے گا۔"

"تم سے ایک بات کہوں؟" ایک وقفے کے بعد مہک نے اسے مخاطب کیا۔

"ہاں۔"

"جب تم مجھے ملیں تھیں نا____تو بہت اچھی لگی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ہم دونوں پکی والی دوستیں بنیں گی۔ پتا نہیں کیوں یہ خیال آیا تھا مجھے!!

وہ ایک پل کو رکی پھر بولی۔

"حالانکہ میں تو کبھی کسی کے ساتھ دوستی نہیں کرتی تھی۔ مگر تم نے واقعی مجھے دوست بنا لیا تھا۔ مجھے تمہاری کئی چیزیں عجیب لگتی تھیں، جیسے تمہارا بال کھولنا، جینز شرٹ پہننا، دوپٹہ نہ لینا اور اللہ کو بالکل ہی بھول جانا۔ مگر میں نے سنا تھا کہ دوست وہ ہے جو آپ کو آپ کی خامیوں سمیت قبول کرے۔ اور میں نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ دوست وہ بھی ہے جو آپ کو نیکی کی طرف راغب کرے۔ میں اپنی ہر ممکن کوشش کرتی تھی کہ تمہیں اللہ کے بارے میں بتاؤں۔۔۔ اس کے وہ احکام سکھاؤں جو مجھے آتے ہیں۔ میں اُس دن سے لے کر اب تک تمہارے بدلنے کی دعا کرتی آئی ہوں۔ میں کبھی بھی مایوس نہیں ہوئی۔ اور دیکھو نا۔۔۔ آج میری دعا قبول ہو گئی۔ اُس نے تمہارا دل بدل دیا۔"

مہک خاموش ہوئی تو علما کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ تم تھی جو مجھے یہاں تک لائی۔۔۔وہ ہمیشہ سے تم ہی تھی مہک۔" علما نم پلکوں اور اداس آنکھوں سے مسکرائی۔

"اس دنیا میں کوئی مجھ سا خوش قسمت ہو گا جسے تم جیسی کوئی ساتھی ملے؟" علما نے چہرہ جھکائے کہا تو مہک نے بازو اسکے گرد حائل کر دیا۔ کبھی کبھی کچھ کہنے کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

★★★★

"مجھے بتایئے کہ پرنٹنگ کا کام ٹھیک چل رہا ہے؟"

خاموش آفس کی کرسی پر براجمان وہ ریسیور کان سے لگائے کسی سے مخاطب تھا۔

"جی بالکل۔۔۔کوئی مسئلہ نہیں۔" جواب آنے پر وہ پھر بولا۔

"خدا حافظ۔" وہ رسیور واپس رکھنے ہی والا تھا کہ فوراً واپس کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"اور ہاں، آج کی کنسٹرکشن پلان والی میٹنگ کینسل کروا دیجئے گا پلیز۔"

نچلا لب دانتوں تلے دبائے اس نے ان کے جواب کا انتظار کیا۔

"اصل میں کام بہت زیادہ ہے اور میں پہلے ہی بہت تھک چکا ہوں۔ فلحال تو یہ میٹنگ نہیں کر سکتا۔"

اس نے گہرا سانس لیا اور پھر کوئی جواب پا کر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

اگلے ہی لمحے رضا نے اپنی دو انگلیوں سے کنپٹی کو مسلا۔

"یا اللہ ایسی جاب تو نہیں مانگی تھی میں نے۔۔۔ وہ صاحب تو ساری ذمہ داری مجھ پر ڈال کر جانے کہاں چلے گئے۔"

وہ واقعی اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اب اسے ہر روز اتنا کام کرنا پڑتا تھا، اتنے کاموں کو دیکھنا پڑتا تھا، ہر ہر ایمپلائی کے کام پر نظر رکھنا، میٹنگز اٹینڈ کرنا، یہ سارے کام اسکے کرنے کے نہیں تھے۔ وہ شدت سے اپنی اُس پرانی جاب کو یاد کر رہا تھا جو محض اُس کی تھی۔ جہاں اسے دوسروں کو اپنے سامنے جوابدہ نہیں کرنا پڑتا تھا۔

بہر کیف، وہ اپنی اس ذمہ داری کو بھی سلیقے سے نبھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے اپنی نیندوں کی بھی پروا نہیں رہی تھی۔

وہ آج جلد ہی گھر واپس جا رہا تھا کیونکہ کل کے دن چھٹی تھی تو اُس نے آج بھی میٹنگ اسی غرض سے کینسل کروادی تھی کہ وہ آج اور کل کے دن مکمل آرام کر سکے اور پھر اگلے دن ایک نئے سرے سے فریش ہو کر اپنے کام کو سنبھالے۔

وہ سفید چیک شرٹ میں ملبوس کوٹ بازو پر لٹکائے آفس کے باہر پارک ہوئی گاڑی کا دروازہ کھول رہا تھا کہ دفعتاً اس کی نظر آفس سے نکلتی کنزہ نور پر پڑی۔ وہ خاصی عجلت میں چلتی اُسی کی طرف آ رہی تھی۔ رضا کے ماتھے پر شکنیں پڑیں۔ اس نے گاڑی کا دروازہ واپس بند کر دیا۔

"کیا ہوا مس کنزہ نور؟ آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں؟"

اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کے حجاب میں لپٹے بے چین چہرے کو دیکھا۔

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں سر۔ مجھے بس یہ پوچھنا تھا کہ احمد سر واپس کب آ رہے ہیں؟" کنزہ نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے پوچھا۔

ایک پل کے لئے وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

www.novelsclubb.com

"اُن کے آنے کی خبر کسی کو نہیں ہوتی، شاید خود انہیں بھی نہیں۔ خیریت؟ آپ کیوں پوچھ رہی ھیں ان کا؟"

رضا کا انداز خاصا پروفیشنل تھا۔اب وہ فقط ایک ایمپلائی نہیں رہا تھا اب وہ باس کے رتبے پر فائز تھا۔

"اوہ۔۔۔مجھے لگا شاید وہ بتا کر گئے ہوں۔ نہیں کوئی خاص وجہ نہیں۔ میں چلتی ہوں پھر، خدا حافظ۔"

اس نے بمشکل مسکرا کر کہا اور آفس جانے کے لیے واپس پلٹ گئی۔

رضا نے اُسے جاتے ہوئے پرسوچ انداز میں دیکھا پھر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

★★★★

اس رات وہ کمرے میں سو نہیں پا رہی تھی۔ایک عجب بے چینی نے اسے گھیر رکھا تھا۔وہ عنبری سوٹ میں ملبوس بال کیچر میں قید کئے باہر نکل آئی۔ باغیچے میں پہنچ کر وہ کتنی ہی دیر

آسمان کی زینت بنے چاند کو تکتی رہی۔ایک جاندار مسکراہٹ نے اسکے چہرے کا احاطہ کر لیا۔ ایک عرصے بعد سفیرہ کے چہرے پر یہ مسکراہٹ آئی تھی۔

اسے خود بھی تعجب ہوا،ابھی چند منٹ قبل تو وہ بے چینی میں باہر ٹہلنے کو نکلی تھی اور اب پر سکون سی مسکرا رہی تھی۔

"وہ تو ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ ہر بے چینی کو ایک زندگی سے بھرپور مسکان سے ہی مٹا دینے والی۔پھر اسے کیا ہوا تھا کہ وہ زندگی نام ہی کو بھول گئی؟"

کبھی کبھی انسان خود کی ہی گتھیاں سلجھانا چاہے تو سلجھا نہیں پاتا۔

وہ رات کے وقت فضا میں پھیلی اس تازگی بھری ٹھنڈک کے احساس کو اپنے اندر اترتے ہوئے محسوس کر سکتی تھی۔ باغیچے میں لگے جھولے پر بیٹھ کر اس نے نگاھیں آسمان پر ٹکا لیں۔

"مجھے خود سے کبھی جدا نہ کرنا رحمٰن، مجھے اپنی رحمت سے کبھی محروم نہ کرنا۔"اس کے دل نے ہولے سے آسمانوں والے کو پکارا۔

اسی جھولے پر ٹیک لگائے آسمان کو تکتے ہوئے جانے کب اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور وہ ارد گرد سے بے خبر ہو گئی۔

اسے نہیں علم کہ کب کسی نفس نے باغیچے میں قدم رکھے۔ کب وہ بنا چاپ پیدا کئے ہولے سے چلتا اس کے قریب پہنچا اور کب اس نے گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ کر اس کے پر سکون نیند سوئے چہرے کا طواف کیا۔ وہ کسی کی دھڑکن کو بے ترتیب سا کئے خود پر سکون سو رہی تھی۔ بہت دیر بعد اسکی پلکوں میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی تھی۔ مگر جب اس کی آنکھیں کھلیں تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ سفیرہ کو لگا جیسے ابھی ابھی کوئی اسکے پاس بیٹھا تھا۔ اسے لگا جیسے اس نے کسی کو محسوس کیا ہو۔ مگر اب تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ جگہ بالکل خالی تھی۔

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ کتنی ہی دیر گم صم سی وہاں بیٹھی اپنے آس پاس دیکھتی رہی۔ جانے کیوں اسکی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

اس کی نگاھیں بے چینی میں چاروں سمت کسی جستجو میں سرگرداں تھیں مگر ان نگاھوں کو وہ چہرہ نظر نہیں آیا جنہیں دیکھ کر یہ جی اٹھتیں۔ اس نے ضبط سے ہاتھ چہرے پر رکھ لئے۔

یہ یقین ہوتا ہے یا گمان ہوتا ہے مگر ایک بات تو طے ہے کہ اہلِ محبت کے خیال بھی سچے ہوتے ہیں۔اور ان کے الہام بھی پکے ہوتے ہیں۔

★★★★

چوہدری ولا میں اسد کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔فاطمہ خاتون نے خود ہی اُس کا رشتہ طے کیا تھا اور اسد کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ہاں مگر عالم چوہدری کو اس رشتے سے اعتراض ضرور تھا اور انہوں نے ظاہر بھی کیا تھا۔وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسد کی شادی اُس جگہ ہو جہاں فاطمہ خاتون کرنا چاہ رہی تھیں۔

بہر حال اُن کے کسی بھی اعتراض کو خاطر میں لائے بغیر فاطمہ خاتون نے اپنی مرضی ہی کی تھی۔وہ اب ان کے حکم کی پابند نہیں تھیں۔اور نہ ہی ان کے بیٹے اپنی ماں کو ناراض کر سکتے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد نے چھوٹا بھائی ہونے کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے اسد کے پیسوں سے شاپنگ کی تھی۔ وہ زندگی میں جتنا بھی کامیاب ہو جاتا، جتنے بھی پیسے کما لیتا جو مزہ بھائی کے پیسوں سے شاپنگ کرنے کا تھا وہ کسی اور چیز میں نہیں تھا۔

اور اس کی شاپنگ میں جوتوں اور کپڑوں کے علاوہ چیزیں ہی کتنی تھیں۔ اس کے فیمس پرفیومز جن کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا تھا۔ اور وہ برانڈڈ گھڑی جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی۔

یہ انا کی زندگی میں بھی پہلی قریبی شادی تھی۔ اس نے کبھی خضر کے لئے یہ ارمان بچا کر رکھے ہوں گے۔ مگر یہ خواہش اس طرح پوری ہو گی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کے دو بڑے بھائی ہوں گے، اور اتنے پیار کرنے والے بھائی ہوں گے یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ہاں اس نے کچھ خواب سجائے تھے اور اس کے ہر خواب میں اس کے ساتھ میجر کبیر ساحر ہوتے تھے۔

مگر خوابوں کی سرزمین پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اس کی آنکھ کھل گئی اور جب آنکھ کھلی تو ہر خواب چور ہوتا دکھائی دیا۔

وہ حسرتوں میں قید ہو کر رہ جاتی مگر زندگی اسے تعبیروں سے بھی آگے لے گئی۔زندگی نے اس سے ہر چیز چھین کر اسے ہر چیز لوٹا دی۔زندگی ماں کے جیسی ہوتی ہے۔۔۔بہت ڈانٹ لینے کے بعد آخر میں پیار کرنے لگتی ہے۔زندگی ایسی ہی ہوتی ہے،ناراض کر لے تو منا بھی لیتی ہے۔اور انسان بے بس ہوتا ہے اسے ماننا ہی پڑتا ہے۔انسان زندگی سے خفا ہو کر تو جی نہیں سکتا۔

اسد کے نکاح کی تاریخ اگلے ماہ کی رکھی گئی تھی۔اس وقت وہ سب ایک ساتھ ہی جمع تھے جب فاطمہ خاتون کہنے لگیں۔

"دل تو میرا یہ تھا کہ دونوں بھائیوں کی شادی ایک ساتھ ہی کرتی۔تمہارا کیا خیال ہے احمد ؟"

احمد نے دفعتاً چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ سنجیدہ تھیں۔انا اور اسد بھی اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

"میری شادی؟" وہ ہلکا سا ہنسا۔

"میری شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے آپ کو؟ابھی تو میں بچہ ہوں۔"

وہ مطمئن لہجے میں بولا۔

"یہ تو ابھی کل پیدا ہوا ہے امی۔۔۔آپ کو کیا ہو گیا ہے دو دن کے بچے کی شادی کروائیں گی اب آپ؟"

اسد نے فوراً اپنا فرض نبھایا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔میں آپ سے ابھی کافی چھوٹا ہوں۔جب آپ کی شادی اس عمر میں ہو سکتی ہے تو پھر وقت آنے پر میری بھی ہو جائے گی۔"

اس نے اسد کو دیکھ کر آنکھ ماری تو وہ ابرو کو خم دیئے اسے دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے کہ تمہیں تو شادی کی جلدی نہیں ہو گی مگر تمہارے لئے آنے والے رشتوں کو دیکھ کر لگتا ہے کہ لڑکیوں کو تم سے شادی کی بڑی جلدی ہے۔"

فاطمہ خاتون نے ان دونوں کو ٹوکا۔

"اوہووو۔۔۔"اسد نے شرارتی نظروں سے احمد کو دیکھا تو وہ بنا کچھ کہے ہنسے گیا۔

"لڑکی تو بھائی کی منتخب کردہ ہو گی نا امی۔۔۔"انا نے اپنا حصہ ڈالا اور ساتھ ہی احمد کا تاثر دیکھنے کے لئے نگاھیں گھمائیں۔

وہ ایک دم ہی خاموش ہو گیا۔اور اس بار بالکل اسکے الفاظ کی طرح اس کے تاثرات بھی خاموش تھے۔

چاند کی روشنی میں نظر آتا ایک پر سکون چہرہ تھا جو اُسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔

جھولے پر ٹکا اس کا وجود جو احمد کی نگاھوں کے بے حد قریب تھا اس سے کتنا دور جا چکا تھا۔وہ چاہ کر بھی اُسے اپنے ہاتھوں کی پوروں سے چھو کر محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

بہت فاصلے تھے جو آ گئے تھے۔بہت رکاوٹیں تھیں جو آڑ بن چکی تھیں۔

"ویسے مجھے لگتا تو نہیں کہ احمد کو کوئی لڑکی پسند آئے گی۔ہاں مگر میں اسے ایک موقع ضرور دے رہی ہوں۔"فاطمہ خاتون گویا اعلان کرنے کے انداز میں بولیں۔احمد سوچوں سے باہر نکل آیا۔

"اسد کی شادی تک کوئی لڑکی ڈھونڈ لو تم بھی برخوردار۔ورنہ پھر میری مرضی پر چلنا ہو گا۔"

احمد یونہی سر جھکائے مسکرانے لگا۔وہی بے بس سی مسکراہٹ جو دسترس میں آچکی تھی۔

"جو آپکا حکم۔"اس کے بھینچے ہوئے لبوں سے اچانک ہی پھول جھڑنے لگے۔

"میں باہر کا کام دیکھ کر آتا ہوں۔"پھر وہ اٹھ گیا۔وہ اٹھ جاتا تھا تو اپنے پیچھے ایک سناٹا چھوڑ جاتا تھا۔پھر جب تک وہ لوٹ کر نہیں آتا تھا یہ سناٹا اس کی کمی کا احساس دلاتا رہتا۔اور اس احساس کو مٹانا کسی کے بس میں نہیں تھا۔

★★★★

"میں نے تم پر بھروسا کیا تھا حکیم شاہ____ہر قدم پر تمہارا ساتھ دیا،جو معاہدہ کیا تھا اس سے بڑھ کر وفانبھائی میں نے اور تم۔۔۔تم تو ہو ہی انا پرست ،مغرور اور گھمنڈی۔تمہارے لئے میں محض ایک مہرہ تھا جسے تم نے اپنے فائدے کے لئے استعمال کیا۔"

کان سے لگا یا فون مٹھی میں زور سے بھینچے وہ حکیم شاہ پر برس ہی پڑا تھا۔

اس کے چپ ہوتے ہی دوسری جانب سے قہقہہ گونجا۔ حسن علی کی سانسیں مزید تیزی اختیار کر گئیں۔

"ہم نے ایک ساتھ بہت اچھا وقت گزارا ہے حسن۔ اب جبکہ تمہارا کوئی نقصان ہو رہا ہے تو تم مجھے اپنی وفائیں گنوانے آ گئے ہو۔۔۔ حالانکہ اس نقصان کی وجہ بھی تم خود ہی ہو۔ اتنے سالوں سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو حسن۔۔۔ مگر نہ تو تم میرے مزاج کو سمجھ پائے ہو اور نہ ہی میرے طور طریقے۔ مجھے لگا تھا تم میرے ساتھ میرے بھائی کی سزا کا افسوس کرو گے مگر تم نے تو اپنا رونا شروع کر دیا۔"

اس کا لہجہ ہمیشہ والا اطمینان لئے ہوئے تھا۔ حسن علی خان نے اسے آج تک بھڑکتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ یہ اسکا اطمینان ہی تھا جو اسے اس قدر پر اعتماد بنا دیتا تھا۔

"اب ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔۔۔ سوچو کہ تمہیں کیا چاہئے۔۔۔ پھر بات کرنا مجھ سے۔"

وہ معنی خیزی سے بولا اور فون رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

حسن علی خان سر تھام کر بیٹھ گیا۔ بہت دیر کے بعد وہ نارمل ہوا تھا۔ وہ اُس شخص کے اشارے خوب سمجھتا تھا جس کی وجہ سے وہ آج اپنی زندگی کا یہ بھیانک سفر طے کر رہا تھا۔ جس نے اُسے خطاکار بنایا تھا۔ جس نے اُسے گناہ کا مرتکب اور مجرم بنادیا تھا۔ وہ جرم کرنے پر اتر آیا تھا ایسا جرم جو اسے آسمانوں کی بلندیوں پر لے گیا تھا۔ اس نے حکیم شاہ سے ہاتھ ملا کر اپنا عروج دیکھا تھا۔ عروج ہمیشہ متکبر بنادیتا ہے، خواہ سامنے عزازیل ہو یا انسان۔ تکبر عزازیل کو ابلیس بنا دیتا ہے اور انسان کو حیوان۔ عزازیل سے رحمت چھین لی جاتی اور انسان سے اُسکی انسانیت۔ انسان میں انسانیت نہ رہے تو وہ ابلیس کی مانند ہو جاتا ہے۔ ابلیس کا کام ہے گمراہی پھیلانا۔ انسان گمراہ ہو جائے تو وہ اپنا اثر دوسروں پر بھی چھوڑتا ہے۔ اور پھر انسان کو شیطان بننے میں دیر کہاں لگتی ہے!!

اگلے کئی لمحے گزرنے کے بعد اُس نے فون دوبارہ ملایا۔ دوسری جانب بیل جا رہی تھی۔ وہ خود کو نارمل رکھتے ہوئے اسکے فون اٹھانے کا انتظار کرتا رہا۔ بلآخر اُس نے فون اٹھالیا۔

"مجھے آپ کی مدد چاھیئے۔" کچھ دیر پہلے والا حسن علی خان کہیں غائب ہو چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بولو۔" وہی مغرور لہجہ جسے سننے کا وہ عادی ہو چکا تھا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ احمد جبریل کے ساتھ میرے اختلافات اس قدر شدت اختیار کر جائیں گے کہ وہ میری ساری عمر کی کمائی گئی عزت اور شہرت کو یوں کچھ ہی دنوں میں خاک میں ملا دے گا۔اور ایک بات میں آپ کو بتا دوں وہ جو کچھ کر رہا ہے میری بیٹی کی وجہ سے نہیں کر رہا۔"

آخر میں اس کی آواز درشتی اختیار کر گئی۔

"تو کیوں کر رہا ہے؟"

"سب جانتے ہیں آپ کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔وہ ہمارے بارے میں سب کچھ جان چکا ہے۔"

"کیا جان چکا ہے وہ؟ میرے بارے میں اسے کبھی علم نہیں ہو سکتا۔"

اس کا لہجہ اب بھی مطمئن تھا۔

"اور اگر میں کہوں کہ ایسا ہو چکا ہے تو؟ وہ سب کچھ جان چکا ہے۔"

وہ جانتا تھا حکیم شاہ پر کوئی پہاڑ ٹوٹا ہو گا۔

"کیسے؟"

"یہ میں نہیں جانتا مگر۔۔۔" حکیم شاہ نے گرجتے لہجے میں اُسکی بات کاٹی۔

"میں نے پوچھا اسے کیسے علم ہوا؟" حسن علی کے ہاتھ سے فون چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔

وہ کیا جواب دے۔۔۔اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔

"اس نے میرے گھر سے وہ ڈاکومنٹس چرا لئے تھے۔وہ میرا سارا ریکارڈ جانتا ہے۔"

حسن علی کا گلا خشک ہو چکا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو؟"

اس نے پہلی بار حکیم شاہ کو اس طیش میں بولتے سنا تھا۔اور اس کا دل دہل کر رہ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اس نے میرے گھر المان ابراہیم کو بھیجا تھا۔میں یہ بات آپ کو پہلے بتادینا چاہتا تھا مگر مجھے لگا تھا کہ وہ اس حد تک نہیں جائے گا۔"

"وہ تمہارے ہی گھر سے تمہارا ریکارڈ اٹھا کر لے گیا اور تم کچھ نہیں کر پائے۔۔۔مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید ہرگز نہیں تھی۔"

"میں جانتا ہوں کہ یہ میری غلطی ہے مگر اس نے میرے تین خاص آدمیوں کو مروا دیا ہے۔میرے ساتھی ایک ایک کر کے پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں۔اور یہ سب کچھ وہ صرف اور صرف اپنی بہن کے انتقام کے لئے کر رہا ہے۔اُسے لگتا ہے کہ اُس کی بہن کا مجرم میں ہوں۔۔۔وہ سب کچھ میں نے کروایا۔اس لئے مجھے الزام دینے سے پہلے اپنے بارے میں ضرور سوچ لیجئے گا۔وہ سب کچھ آپ نے کیا تھا،میں نے نہیں کہا تھا،آپ نے اغوا کروایا تھا اسے۔اصل مجرم آپ ہیں۔"

وہ اسے باور کروا کر خاموش ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے یہاں اس گڑھے میں پھنسانے والے تم ہو۔ تمہاری وجہ سے وہ مجھ تک پہنچا ہے اور تم مجھے دھمکی لگا رہے ہو؟ بھولو مت کہ میں۔۔۔"

حسن علی نے اسے بات جاری رکھنے کا موقع نہیں دیا۔

"تم نے میرے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اپنے فائدے کے لئے استعمال کیا میرا، ہمیشہ مجھے آگے رکھا تا کہ کوئی بھی تم تک پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچے۔ مگر میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ اگر میں پکڑا گیا تو تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ آج پہلی بار حسن علی خان نے حکیم شاہ کے ساتھ یوں بات کی تھی۔ وہ اس کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا۔ اپنی ذات کے لئے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔

★★★★

یہ پندرہ سال قبل کی بات ہے جب حکیم شاہ نے پہلی بار سیاست میں قدم رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ سے ہی عیاش قسم کا انسان تھا۔ تماشے کا شوقین اور شرارتوں کا فن کار۔ اس کی زندگی لوگوں کو ستائے بغیر نہیں گزرتی تھی۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا بھی اپنے جیسے لوگوں میں ہی تھا۔ ان ہی

لوگوں میں سے ایک عقیل انصر نیازی بھی تھا۔اس کا سب سے قریبی دوست جو امیر کبیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ عقیل نیازی کا باپ ایک نامور سیاسی شخصیت تصور کیا جاتا تھا جبکہ خود اس کی سیاست میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔اُس کی دلچسپی کا مرکز بس ایک چیز تھی اور وہ تھی عورت۔

عورتوں کے معاملے میں وہ کس قدر لالچی تھا یہ بات حکیم شاہ بھی اچھے سے جانتا تھا۔

اُس دن وہ عقیل نیازی کے ساتھ اپنے گھر کی بیٹھک میں بیٹھا تھا جب غلطی سے حکیم شاہ کی چھوٹی بہن نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔وہ سادہ شلوار قمیص میں ملبوس دوپٹے کا پلو سر پر اوڑھے عام حلیے میں تھی۔ مگر اسکے گلابی چہرے پر چمکتی ہوئی سیاہ آنکھیں کوئی بھی ایک بار دیکھ کر نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ حکیم شاہ کے پہلو میں بیٹھا عقیل نیازی بھی اُس کے حسن کو نظرانداز نہیں کر سکا تھا۔وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا رہ گیا۔ حکیم شاہ نے پھٹی ہوئی نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا۔وہ پہلے تو گھبرائی پھر تیزی سے واپس مڑ گئی۔ حکیم شاہ نے پلٹ کر اپنے دوست کو دیکھا تو وہ بنا کچھ ظاہر کئے دوبارہ باتوں میں مصروف ہو گیا۔

حکیم شاہ جتنا بھی عیاش اور آزاد خیال ہو جاتا وہ اپنی بہن کو ہمیشہ پردے میں رکھتا تھا۔اور شاید یہ کہنا غلط نہیں کہ وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنی بہن سے کرتا تھا۔

کئی دن بیت گئے مگر عقیل نیازی چاہ کر بھی مومنہ شاہ کے حسن کو فراموش نہیں کر پایا۔

اور بلآخر ایک دن اس نے حکیم شاہ سے اس کی بہن کے لئے پسندیدگی کا اظہار کر دیا۔ حکیم شاہ کے سینے میں جیسے کسی نے شعلہ بھڑکا دیا تھا۔وہ عقیل نیازی سے خوب واقف تھا اور اس جیسے کردار کے مالک شخص کے ہاتھ میں اپنی بہن کا ہاتھ دینا پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔ہاں وہ اس کا دوست تھا مگر درحقیقت وہ وحشی تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری بہن کے بارے میں دوبارہ ایک لفظ تمہارے منہ سے نہ سنوں میں۔"

عقیل نیازی نے اسے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔مگر شاید وہ بھول چکا تھا کہ عقیل انصر نیازی جیسا خود پرست شخص دوست سے دشمن بننے میں وقت نہیں لگاتا۔

"کیوں؟تم اپنی بہن کی شادی میرے ساتھ کیوں نہیں کر سکتے؟"

وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل یوں کھڑے تھے جیسے ابھی گریبان پکڑ لیں گے۔

"کیونکہ تم اس کے قابل نہیں ہو____ وہ پارسا ہے، اچھے کردار کی حامل ہے اور تم۔۔۔؟ تمہارے کردار کی گواہی تو گلی میں کھڑا کتا بھی نہ دے۔"

عقیل نیازی کو لگا جیسے حکیم شاہ نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔ آج اس کا وہ دوست اسے کردار کے طعنے دے رہا تھا جو کبھی اس کی حوصلہ افزائی کیا کرتا تھا۔ اس کے الفاظ نے عقیل نیازی کی انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اس کا دل نفرت سے بھر گیا تھا اور غصہ کسی بیل کی طرح دماغ پر چڑھنے لگا تھا۔

گھر پہنچ کر اس نے اپنے کمرے کی ہر چیز توڑ ڈالی تھی۔ وہ غصے سے پاگل ہو چکا تھا۔ اس کے باپ نے اس پاگل پن کی وجہ دریافت کی تو اس نے سب بتا دیا۔

"وہ اتنے سالوں کی یاری بھول گیا اور مجھے کہتا ہے میرا کردار ٹھیک نہیں۔ دن رات میرے ساتھ رہتے ہوئے اسے یاد نہیں آیا کہ میرا کردار کیسا ہے۔۔۔ ساتھ مل کر شراب پیتے

ہوئے جب عورتوں کی باتوں پر ہنستا تھا تب میرا کردار ٹھیک تھا اور اب اچانک سے میں بد کردار ہو گیا۔"

اس کا انداز وحشیانہ تھا۔

"سمجھتا کیا ہے وہ؟ کہتا ہے اس کی بہن پارسا ہے۔۔۔ سب جانتا ہوں میں کتنی پارسائی ہے اس میں۔ جتنا نیک وہ خود ہے اتنی ہی اس کی بہن بھی ہو گی۔"

اس کی نفرت کم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم فکر مت کرو۔۔۔ یہ بتاؤ کیا واقعی اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

انصر نیازی نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔ ایک پل کے لئے وہ سنجیدگی سے اپنے باپ کا چہرہ دیکھتا رہا۔ پھر قریب ہی بیٹھ گیا۔

"میں لعنت بھی نہیں ڈالتا اس پر۔۔۔ ہاں جب میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے پسند آ گئی۔ آپ جانتے تو ہیں کہ میں حسن کی کتنی قدر کرتا ہوں۔ وہ دوست تھا اس لئے شادی کا پیغام لے کر گیا ورنہ اتنا لحاظ کبھی نہ کرتا میں۔"

اس کے چہرے پر شیطانی تاثر جھلکا۔

"پھر تمہیں اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں وہ مل جائے گی۔"

انصر نیازی کے چہرے پر کمینی مسکراہٹ تھی۔

اگلے دن حکیم شاہ کو خبر ملی کہ اس کی بہن کو گھر سے اغوا کر لیا گیا ہے۔

اسے ایک پل بھی نہیں لگا تھا یہ جاننے میں کہ یہ کام کس کا ہو سکتا ہے۔ وہ کئی آدمیوں کی فوج تیار کر کے عقیل انصر نیازی کے گھر جانے والا تھا مگر تب تک دیر ہو چکی تھی۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ کوئی اس کی بہن کی لاش اسکے دروازے پر چھوڑ گیا ہے۔ حکیم شاہ کے پیروں تلے سے زمین کھسکنے لگی تھی۔ وہ واپس گھر پہنچا۔ اسکی بہن کی ڈیڈ باڈی سے بدبو آ رہی تھی۔ اس کے سینے کو بے دردی سے چیر پھاڑ کر اس کا دل نکال لیا گیا تھا۔ اس دن پہلی بار حکیم شاہ کو اپنے جسم سے جان کو نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں وحشت اترنے لگی تھی۔اس کاوجود جیسے کسی درندے کی شکل اختیار کر گیا۔اس لمحے اس نے اپنے اندر انسانیت کو مرتے ہوئے پایا تھا۔

تکلیف انسان کو دوراہیں دکھاتی ہے۔ایک راہ صبر ورضا کی ہوتی ہے اور دوسری گمراہی کی۔انسان یہ فیصلہ ایک پل،ایک لمحے میں کرلیتا ہے کہ اسے کس طرف جانا ہے۔اس دن حکیم شاہ نے بھی یہ فیصلہ کیا تھا۔۔۔کہ وہ ابلیس کی راہ اختیار کرے گا۔وہ اللہ کے مقابل کھڑا ہو چکا تھا۔

"اللہ کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔سب کچھ انسانوں کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔اللہ کچھ نہیں کرتا۔نہ تو وہ انصاف کرتا ہے نہ ہی وہ ظلم وزیادتی کرنے والوں کو روک سکتا ہے۔اللہ صرف اپنی عبادت کرنے والوں کے لیے ہے اور کسی کے لئے نہیں۔میں بھی دیکھوں گا کہ اللہ میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔میں اس کے بندوں کو گمراہ کروں گا۔۔۔میں زمین میں قتل وفساد برپا کردوں گا۔۔۔پھر دیکھوں گا کہ اللہ میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔۔۔اور وہ کچھ نہیں کر پائے

گا۔۔۔اللہ آج تک ابلیس کا کچھ نہیں بگاڑ پایا تو میرا کیا بگاڑے گا۔۔۔ابلیس آج بھی لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسے اس بات کی آزادی ہے۔"

ابلیس اللہ کو چیلنج کرنے لگا۔آسمان کی جانب چہرہ اٹھائے وہ قہقہے لگاتا جا رہا تھا۔

اس دن وہ مجرم بن گیا تھا۔ایک ایسا مجرم جو احساس سے خالی تھا۔اُس نے انصر نیازی کے خاندان کو اگلے چند سالوں میں پوری طرح سے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

اُس نے ایک دھندہ شروع کیا تھا۔لوگوں کے دل بیچنے والا دھندہ۔غیر قانونی جرائم کی ایک فہرست بنتی جا رہی تھی۔وہ ایک کھلاڑی بن چکا تھا۔پسِ منظر میں رہ کر دنیا کا تختہ پلٹ دینے والا کھلاڑی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنی ایک ٹیم تیار کر لی تھی۔اور اُس ٹیم میں شامل ہونے والا پہلا آدمی حسن علی خان تھا۔

www.novelsclubb.com

حکیم شاہ دنیا کی نظروں میں ایک سلجھا ہوا، بے وقوف اور بزدل انسان تھا۔ وہ کسی بھی معاملے میں لوگوں کی نظروں میں کم ہی آتا تھا۔ بس ایک سیاست تھی جو اسے ہائی لائٹ کئے رکھتی تھی ورنہ اس دنیا میں اُس کا ہونا یا نہ ہونا برابر لگتا تھا۔

اسی پسِ منظر میں بیٹھے ہوئے اس نے کئی خاندان تباہ کئے تھے۔ اس نے ایک بھول بھلیاں بنایا تھا جہاں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا اور اگر کوئی داخل ہو جاتا تو اس کا باہر جانا ناممکن تھا۔ اور اس بھول بھلیاں کا نام Labyrinth تھا۔

وہ شروع سے ہی یونانی اساطیر کو پسند کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ ڈیڈلس کے بنائے گئے اس بھول بھلیاں میں جانے کی خواہش کی تھی۔ اس خواہش کو تکمیل تک لے جانے کے لئے حکیم شاہ نے اپنا خود کا ایک بھول بھلیاں بنایا تھا۔ اُس بھول بھلیاں میں قدم رکھتے ہی وہ خود کو بادشاہ تصور کرنے لگا تھا۔ مگر یہ بھول بھلیاں نئی طرز کا تھا۔ یہاں ایک دروازہ کھلتا تو فرش پر قدم رکھنے سے کئی اور دروازے کھل جاتے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جن لوگوں کے گھر کی خواتین غائب ہو جاتی تھیں وہ پولیس اسٹیشن جا کر کمپلینٹ کرتے مگر کوئی بھی حکیم شاہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔اُس تک پہنچنا تو دور کی بات کوئی اس کے بارے میں یہ سب تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

★★★★

اپارٹمنٹ پہنچ کر رضا نے احمد کو فون ملایا تھا۔احمد اُس وقت حسیب کے گھر تھا جب رضا کی کال آئی۔

"وعلیکم السلام۔کیسا چل رہا ہے؟"اسکے سلام کا جواب دیتے احمد نے پوچھا۔

"الحمدللہ بہترین۔تم بتاؤ کب آرہے ہو؟تمہاری طرف سے تو کوئی اطلاع ہی نہیں آئی میں نے سوچا خود پوچھ لوں۔"

رضا کے شکوے پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"بری طرح سے مصروف ہو چکا ہوں یار۔۔۔فون کرنے کا بھی وقت نہیں ملا۔جو مسئلہ حل کرنے آیا تھا وہ طول اختیار کرتا جارہا ہے۔اور پھر بھائی کی شادی بھی ہے تو ابھی میرا آنا مشکل ہے۔"

اس نے وضاحت کی۔

"آہ کوئی بات نہیں۔مبارک ہو بھائی کی شادی کی اور کام کے لئے بھی گڈ لک۔میں بھی کوشش کررہا ہوں کہ سب کچھ اچھے سے سنبھالوں۔ویسے ایک بات کہوں احمد؟"

رضا کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"تھینکس۔۔۔کہو کیا کہنا ہے؟"

"لکی ہو تم مخلص لوگوں سے گھرے ہوئے ہو۔میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تمہارا بزنس اب تک جاتا رہتا۔"

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے بولا۔احمد نے آنکھیں موندے مشکل سے اپنا قہقہہ روکا۔

"میں واقعی بہت لکی ہوں۔"اُس نے صوفے پر آڑے انداز میں بیٹھے حسیب کو دیکھتے کہا۔

"تم سے ایک اور بات بھی کرنی تھی؟"

"تم مجھ سے بغیر پوچھے کوئی بھی بات کر سکتے ہو رضی۔"اس کے نرم لہجے پر حسیب نے جانچتی نظروں سے اسے گھورا۔

"کنزہ نور یاد ہے تمہیں؟وہ نئی ایمپلائی جسے جیک نے۔۔۔"

"ہاں ہاں یاد ہے مجھے۔کیوں کیا ہوا ہے اسے؟"

احمد تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے چوکنا ہو چکا تھا۔

"اسے کچھ نہیں ہوا ہے مگر اس کے ساتھ کچھ تو مسئلہ ہے"

"کیا مسئلہ رضا؟"

وہ احمد کی آواز میں پریشانی کو محسوس کر سکتا تھا۔

"نہیں مسئلہ معلوم نہیں ہے مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کسی پریشانی میں ہے۔میں جانتا ہوں تمہیں اپنے ایمپلائز کی پرسنل زندگیوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تمہیں اس لئے بتایا کہ وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی۔"

وہ ایک مرتبہ پھر وضاحت کرنے لگا۔

"کیا کہا اس نے؟"

"وہ بس پوچھ رہی تھی کہ تم واپس کب آؤ گے۔اور میں نے اس کے تاثرات میں بے چینی دیکھی۔پتا نہیں کیوں مگر اسکی پریشانی کافی حد تک دکھائی بھی دے رہی تھی۔میں نے کہا کہ تمہارے آنے کی خبر مجھے نہیں ہے تو وہ بنا کچھ کہے چلی گئی۔"

حسیب احمد کے ماتھے پر پڑتی سلوٹیں بغور دیکھتا رہا۔

"دراصل اسے میری ضرورت ہے۔"

احمد کے کہنے پر رضا ایک دم ہی چونکا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ اسے تمہاری ضرورت کیوں ہے؟"

"یار وہ مصیبت میں ہو گی اور اسے میری ضرورت ہو گی۔ وہ جس شخص کے ساتھ رہتی ہے وہ خود کو اس کا ماموں کہتا ہے اور ایک نمبر کا شرابی ہے۔ یقیناً اسی نے کچھ کیا ہو گا۔"

احمد کو غصہ آیا تھا۔ اس شخص پر یا پھر خود پر کہ وہ وہاں موجود نہیں تھا۔

"تمہیں یہ سب کیسے پتا؟"

رضا ابھی تک شاک میں تھا۔

"اس لڑکی سے بات ہوئی تھی میری۔۔۔ اور اس نے مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتایا تھا۔ مگر اب جبکہ میں وہاں پر نہیں ہوں تو تمہیں اسکی مدد کرنی ہو گی۔"

احمد واپس نارمل ہوتے ہوئے بولا۔

"میں؟ میں کیا مدد کروں۔۔۔ نہیں میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔"

رضا نے صاف انکار کیا تھا مگر پرواکسے تھی۔

"تم اس کی مدد کرو گے اور یہ میرا حکم سمجھ لو۔"

رضا نے تنگ آکر سر پکڑ لیا تھا۔

"میں نے تمہارا کون سا حکم ماننے سے کبھی انکار کیا ہے؟ بلکہ رکو۔۔۔خود تم نے ہی یہ اصول رکھا تھا کہ ایمپلائز کے پرسنل ایشوز نہ تو کوئی دوسرا ایمپلائی ڈسکس کر سکتا ہے نہ ہی ان میں مداخلت کر سکتا ہے۔ پھر اب کیا رُول بدل چکا ہے؟"

رضا سرے سے تیار ہی نہیں تھا۔

"لیکن تم اب ایمپلائی نہیں ہو۔۔۔باس ہو۔اور یہ رُول صرف ایمپلائز کے لئے تھا۔"

رضا لاجواب ہو گیا۔

"اب جبکہ تم باس ہو تو تمہارا فرض بنتا ہے تم اس کی مدد کرو۔اپنے لئے نہ سہی میرے لئے۔وہ میری بہن جیسی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ دوبارہ کسی مصیبت میں پڑے وہ بھی تب جب مجھے یہ علم ہو کہ وہ پریشانی میں ہے۔"

رضا نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے حامی بھر لی تھی۔

"مجھے اب واقعی لگتا ہے کہ یہ پوسٹ مجھے تمہیں واپس ہی نہیں کرنی چاہئے۔" وہ جلے دل کے ساتھ بولا۔

"مجھے اپنی چیزیں واپس لینے کا ہنر اچھے سے آتا ہے۔ لیکن اگر تم کوشش کرنا چاہتے ہو تو کر لینا۔ آئی وِل ناٹ مائنڈ اِٹ۔"

متانت سے کہتے ہوئے اس نے رضا کو ہدایات دینی شروع کر دیں اور پھر فون بند کر دیا۔

"ہو گیا؟ اب واپس لوٹ آیئے۔"

فون بند ہوتے ہی منتظر نظروں سے تکتا حسیب بولا اور ایک خاکہ اُس کے سامنے لہرایا۔

"ہماری اگلی منزل۔۔۔" وہ اب اسے کچھ تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

★★★

فون بند ہوتے ہی رضا سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تھکن سے بیڈ پر لیٹا وہ چھت کو گھورتے ہوئے بے حد سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"ایک اور ذمہ داری۔۔۔"اس نے کوفت سے سوچا۔پھر جانے کس احساس تلے اس کی کوفت دور ہونے لگی۔

دفعتاً اُس کی نگاھوں کے سامنے وہ منظر لہرا گیا جب اُس نے پہلی مرتبہ کنزہ نور کو دیکھا تھا۔

اس کا چہرہ نور کے ہالے میں تھا۔رضا کا ذہن پوری طرح سے اُس دن میں جا پہنچا تھا۔

"آپ کا والپیپر بہت خوبصورت ہے۔۔۔مجھے لگا آپ نے خود بنایا ہے۔"

اسے یاد تھا کنزہ نور کے نکھرے ہوئے چہرے پر ایک دم سے سایا لہرا کر گزرا تھا۔اس کا چہرہ بجھ گیا تھا۔

"پتا نہیں وہ اتنی مایوس کیوں تھی۔"وہ سوچنے لگا۔

"وہ کتنی ماہر ہے اپنے کام میں۔کوئی اُس جیسی قابل لڑکی کو کیسے پریشان کر سکتا ہے؟"

اسے واقعی برا لگ رہا تھا۔پھر اُس نے ایک دم ہی سر جھٹکا۔

"تم سے کل ملاقات ہو گی۔۔۔مس نور۔"

وہ پہلو بدلتے ہوئے بڑبڑایا۔

★★★★★

روڈ پر معمول کی چہل پہل جاری تھی جب وہ بھی لوگوں کی بھیڑ میں چلتا اُس کارنر پر پہنچا تھا جہاں کافی شاپ کا بورڈ لگا دکھائی دے رہا تھا۔

فٹ پاتھ پر دکان کے باہر رکھی سفید کرسیوں اور ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے اُس کی نظریں کافی شاپ کے گلاس ڈور پر ٹکی تھیں۔

وہ رف سے حلیے میں آنکھوں پر سن گلاسز لگائے ارد گرد سے پوری طرح باخبر تھا۔

کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنا قیمتی فون ٹیبل پر رکھا۔

"مس نور یہاں کام کرتی تھیں۔۔۔ نائس پلیس۔"

اس نے متاثر کن نگاھوں سے سے ارد گرد دیکھتے سوچا۔

اُسی پل ایک لڑکا کافی شاپ سے باہر آیا تو رضا نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روکا۔

"جی سر۔" وہ اسکے قریب پہنچ کر مخاطب ہوا۔

"اِس شاپ میں ایک قیصر نامی شخص بھی کام کرتا ہے۔۔۔رائٹ؟"

وہ خوشگوار لہجے میں پوچھ رہا تھا۔لڑکے کے ماتھے پر بل پڑے پھر جیسے اسے یاد آیا

"اوہ ہاں۔۔۔اسے تو کافی دن پہلے ہی نوکری سے نکال دیا گیا ہے۔"

رضا نے سن گلاسز اتار لی تھیں۔

"لیکن کیوں؟"

"میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔لیکن سنا ہے کہ اس کا ذہنی توازن بگڑا ہوا تھا۔"

وہ لڑکا بتانے لگا پھر چہرہ اسکے قریب لے جا کر سرگوشی کی صورت بولا۔

"شاید اسے نشے کی بھی لت لگی تھی۔"

رضا نے اسے بمشکل مسکرا کر دیکھا۔

"اوکے۔۔" وہ سر اثبات میں ہلانے لگا تو لڑکا وہاں سے چلا گیا۔

رضا کچھ دیر وہاں بیٹھا سوچتا رہا پھر فون واپس جیب میں رکھتے ہوئے اٹھ گیا۔

احمد نے اسے جو ہدایات دی تھیں وہ ان کے مطابق اب کنزہ نور کے گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

وہ وہاں جا کر کیا کرنے والا تھا؟ یہ اس نے فی الوقت نہیں سوچا تھا۔

سڑک پر چلتے چلتے وہ ایک پارکنگ ایریا کے قریب پہنچا تھا جب اس کے کانوں میں کوئی آواز پڑی۔

اس کے قدم وہیں ساکت ہو گئے۔اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر جانب دیکھ لینے کے بعد بھی اُسے کوئی نظر نہیں آیا تو وہ سر جھٹک کر آگے بڑھنے لگا مگر اگلے ہی پل وہ لڑکی ایک جھٹکے سے پارکنگ لاٹ کے پیچھے سے بھاگتی ہوئی اُس طرف آرہی تھی۔ وہ پنک کلر کی میکسی میں ملبوس سر پر ہم رنگ دوپٹہ لئے یوں تیار تھی جیسے نکاح کی تقریب سے آئی ہو۔

وہ اچانک اتنی تیزی میں بھاگ رہی تھی کہ سامنے کھڑے شخص کو بھی نہ دیکھ سکی۔رضا ایک دم ہی بوکھلا گیا تھا۔وہ دیدے پھاڑے سامنے سے آتی اس ٹرین کی رفتار جیسی لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور اس سے پہلے کے وہ کچھ کر پاتا وہ بری طرح سے اُس سے ٹکرا چکی تھی۔

رضا کو لگا جیسے کوئی پتھر اس کے سینے پر آ لگا ہو۔وہ دو قدم پیچھے ہو چکا تھا۔اور جب اُسے احساس ہوا کہ وہ لڑکی کنزہ نور ہے تو اسکی آنکھیں مزید حیرت اختیار کر گئیں۔

"مس نور آپ۔۔۔؟"

اس کے لہجے میں حیرت کی انتہا تھی۔

★★★★★

"اور آدمی کے پاس خواہ کیسی ہی خصلت ہو اور اگرچہ وہ اسے خیال کرے کہ لوگوں پر مخفی رہے گی،وہ جان لی جائے گی۔"

(زہیر بن ابی سلمی)

آئینے میں اپنے وجود کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنے چہرے سے ایک اور خول اتار کر پھینکا تھا۔

اس خول کے نیچے سے ایک بھیانک چہرہ نمودار ہوا۔ شیطان صفت بھیانک چہرہ۔

جب سلطان چوہدری کے ہاتھوں اس کے بیٹے کا قتل ہوا تھا تو حکیم شاہ کا غصہ اسے وہ سب کرنے پر مجبور کرنے والا تھا کہ جس سے وہ منظر عام پر آ جاتا۔ مگر پھر اس نے خود پر قابو پالیا اور قانونی طریقے سے اس مسئلے کو حل کرنے لگا۔

اُس دن اس نے چوہدری خاندان سے دشمنی کا بیج اپنے دل میں بو لیا تھا۔

دوسری جانب حکیم شاہ کے اس فیصلے سے اُس کا بڑا بیٹا شہیر شاہ پوری طرح سے غیر متفق تھا۔ وہ اس سے کہتا کہ جس طرح ان لوگوں نے بے دھڑک ہو کر اس کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے ویسے کیا ہم لوگ نہیں کر سکتے؟

وہ کسی کو قتل کرنے کو کچھ نہیں سمجھتا تھا مگر وہ اپنے باپ کے ارادوں سے ناواقف تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ حکیم شاہ کے سازشی دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

اس نے تقریباً سات سال تک چوہدری خاندان کو پولیس سے بھاگتے، چھپتے اور بچتے ہوئے دیکھا۔

ان سات سالوں میں وہ سب اپنے گھروں سے بھاگ چکے تھے، وہ سب اشتہاری اور مفرور تھے۔ مگر چوہدریوں کے اگر دس مرد تھے تو ان میں سے ایک شخص ایسا تھا جو حکیم شاہ کی نظروں میں آیا تھا۔ جب اس نے کئی اضلاع کی پولیس کو ان کے پیچھے بھیج کر ان کی زندگی مشکل بنادی تھی اس وقت وہی ایک شخص تھا جو سینہ تان کر اس کے گھر کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اور اس کے گھر کے بند دروازے پر گولیاں چلا چلا کر تین رائفلیں خالی کر گیا تھا۔ وہ عالم چوہدری کا چھوٹا بیٹا احمد جبریل تھا۔ چھوٹی سی عمر میں اتنا جگرا؟ حکیم شاہ نے متاثر کن انداز میں کہہ کر قہقہہ لگایا تھا۔

اُس دن حکیم شاہ کو علم ہوا تھا کہ اس کا پالا کن لوگوں سے جا پڑا ہے۔ اور وہ اس بات پر خوش بھی تھا کیونکہ کمزور دشمنوں سے لڑنا اس کی شان کے خلاف تھا۔

www.novelsclubb.com

مگر سب کچھ ہو جانے کے بعد اس نے سات سال گزرتے ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ انہیں مزید نہیں تھکائے گا۔

ان کے درمیان صلح نامہ ہو گیا۔ حکیم شاہ کے بیٹے نے اس دن اسے بہت باتیں سنائی تھیں۔

"کیا ضرورت تھی اس صلح کی۔۔۔؟ آپ کے صلح کر لینے سے میرے بھائی کے قاتل بچ نہیں پائیں گے۔ میں انہیں ان کے کئے کا بدلہ دوں گا۔"

وہ جانتا تھا کہ شہیر شاہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا ہے حالانکہ اپنے بھائی کی موجودگی میں تو وہ اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اور اب اچانک پیار کا بھوت سوار ہو چکا تھا۔

حکیم شاہ کا مطمئن چہرہ ہمیشہ کی طرح پر سکون ہی رہا۔ شہیر شاہ نے کبھی اس کے چہرے پر پریشانی نہیں دیکھی تھی۔ حتیٰ کہ اپنے بیٹے کی موت پر بھی نہیں۔

در حقیقت حکیم شاہ نے ان سے صلح خالص نیت سے نہیں کی تھی۔ وہ صلح تو ایک جال تھا انہیں جکڑ لینے کے لئے۔ مگر وہ جال کس رخ جانے والا تھا یہ اس نے قطعی نہیں سوچا تھا۔

اُس نے چوہدری خاندان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

اسے لگا ہی تھا کہ احمد جبریل ضرور اس کے خلاف کھڑا ہو گا یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی کسی کمزوری کو تلاش کر رہا تھا اور پھر اسے خبر ہوئی کہ وہ کسی لڑکی میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ حکیم شاہ کو اس وقت ہر چیز اپنی مٹھی میں لگ رہی تھی۔ مگر اُس کے سارے ارادے خاک میں مل گئے جب یہ علم ہوا کہ وہ لڑکی اور کوئی نہیں بلکہ حسن علی خان کی بیٹی سفیرہ علی خان ہے۔

اُس نے سوچا کہ وہ حسن علی کو یہ بات بتادے تاکہ وہ اپنی بیٹی کے قدم وہیں روک لے مگر اُس سے بات کرنے کے باوجود حسن علی کو یقین نہیں آیا تھا۔

اُس نے الٹا احمد جبریل کو فون کر کے دھمکی دی تھی کہ وہ سفیرہ سے دور رہے۔

پھر آخر کار جب بات رشتے تک جا پہنچی تب حسن علی کو ادراک ہوا کہ وہ سب واقعی سچ تھا۔

مگر اسے شاید غلط فہمیاں پالنے کی عادت سی ہو چکی تھی تبھی اُس نے ایک اور غلط فہمی پال لی تھی۔اور وہ یہ کہ اُسے لگا احمد جبریل اُس کے حکیم شاہ کے ساتھ تعلقات کو جان چکا ہے۔ تبھی وہ حکیم شاہ کی دشمنی کو اُس سے جوڑ کر بدلہ لینے کی خاطر اُسکی بیٹی کے پیچھے پڑا ہے۔

اُس دن حکیم شاہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔اُسے پہلی بار حسن علی خان کو اپنے ساتھی کے طور پر چننا ایک غلطی لگی تھی۔

حسن علی خان فون پر بھڑک اٹھا تھا۔اس نے کہا تھا کہ اگر احمد جبریل کی وجہ سے اُس کا کوئی نقصان ہوا تو وہ حکیم شاہ سے ہر تعلق توڑ دے گا۔ مگر حکیم شاہ کے ساتھ ایک بار تعلق جوڑ لینے کے بعد اسے توڑنا آسان تھوڑی تھا۔

وہ اس کہانی کا ماسٹر مائنڈ تھا۔اور کسی بھی کردار کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

اس سب کے بعد جب احمد جبریل کینیڈا چلا گیا تب حکیم شاہ کی وہ تلاش ختم ہو گئی تھی۔ اُس نے احمد کی کمزوری پکڑ لی تھی۔اور اُس کی وہ کمزوری تھی اُس کی بہن۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"انا۔۔۔"

اُسکی آنکھوں میں فتح کی خوشی چمکنے لگی تھی۔اور پھر اُس نے اپنا کام شروع کر دیا۔

اور اس کام کو انجام دینے والا شخص تھا "حسن علی خان۔۔"

حکیم شاہ کے پاس اِس کام کے لئے اور بھی لوگ موجود تھے مگر اُس نے حسن علی کا ہی انتخاب کیا۔اس لئے کہ احمد جبریل کا شک اور مخالفت سارے کی ساری حسن علی خان کا رُخ کرے۔

وہ خود تو ہر الزام سے بری ہو جانا چاھتا تھا۔یوں کہ جیسے اُس نے تو کچھ کیا ہی نہیں۔بدلہ بھی پورا اور ہاتھ بھی صاف۔

بد قسمتی سے اُس رات اُس کی بہن بچ گئی تھی ورنہ اُس کا ارادہ انا کا دل نوچ لینے کا ہی تھا۔وہ احمد جبریل کو تڑپتے ہوئے دیکھنا چاھتا تھا۔وہ اِس دنیا میں موجود ہر بھائی کو اپنی بہن کے لئے تڑپتے ہوئے دیکھنا چاھتا تھا بالکل ویسے ہی جیسے کبھی وہ خود تڑپا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس کا یہ خواب تو ادھورا ہی رہا مگر اُس کے بیٹے نے اپنی دس سالوں کے انتقام کی آگ ضرور پوری کرلی تھی وہ بھی ایک ناحق قتل کے ساتھ۔

حکیم شاہ کے دل سے ہر رشتے کے لئے اب احساس مٹتا جارہا تھا۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی اُس کی ضمانت کے لئے کوشش کررہا تھا مگر وہاں بھی احمد جبریل آگیا اور آکر ایک بار پھر سے بساط پلٹ کرر کھ دی۔اب اُسے رہا کروانا بہت مشکل ہوتا جارہا تھا کیونکہ ایک سال بعد اُسے سزائے موت ہوگی یہی فیصلہ تھا۔

اپنے بیٹے کی سزائے موت سے زیادہ اب جو چیز اُسے تشویش میں مبتلا کررہی تھی وہ احمد جبریل کے نزدیک اُس کی ایک مجرم کے طور پر شناخت تھی۔

www.novelsclubb.com

اُس کا چالباز دماغ ایک اور کہانی بننے لگا۔عنقریب وہ ایک اور کھیل کا حصہ بننے جارہا تھا۔

★★★★★

زرد برقی قمقموں سے جگمگاتی حویلی کے درودیوار آج یہاں واقع ہونے والی پہلی خوشی کے گواہ بن رہے تھے۔

لوگوں کی آمد ورفت جاری ہوگئی تھی اور ہر جانب شور و غل دکھائی دے رہا تھا۔

"احمد ذرا یہاں آؤ۔"

اُس وقت وہ برتنوں سے بھرا ٹب لئے جا رہا تھا جب فاطمہ خاتون نے اسے آواز دی۔

وہ ٹب وہیں کسی کو تھما کر ان کے پاس ہی برآمدے میں آبیٹھا۔

"تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤ۔ صبح سے ایک پل بھی کام سے فرصت نہیں ملی تمہیں۔"

وہ اس کے شانے کو تھپتھپا کر بولیں تو اس نے گہرا سانس لیا۔ پھر کچھ دیر بعد آہستگی سے بولا۔

"سوچا تھا کہ بھائی کی شادی سے پہلے لندن جاؤں گا۔"

فاطمہ خاتون نے ایک جھٹکے سے اُسے دیکھا۔

"کیوں؟"

احمد نے گردن ان کی جانب موڑی اور سنجیدگی سے بولا۔

"میں چاھتا تھا کہ تایا سے ملاقات کروں اور علما کو پاکستان لے کر آؤں۔ وہ کب تک ہم سے دور رہیں گی۔ تایا نے آپ کی بیٹی گود نہیں لی چھین لیا ہے انہیں ہم سے۔"

"چھینا نہیں ہے احمد۔" فاطمہ خاتون کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ جانتا تھا اس نے انہیں دکھی کر دیا ہے۔

"تو پھر آپ ہی بتائیے کیوں تایا یہ نہیں چاھتے کہ علما ہمیں دیکھیں۔ دو سال پہلے جب بھائی کے ساتھ اُن سے ملنے لندن گیا تھا تو انہوں نے ہماری بہن کو کہیں چھپا دیا تھا۔۔۔ صرف اس لئے کہ وہ ہمیں دیکھ کر ہمارے بارے میں سوال نہ کر لیں۔"

اس کے ماتھے کی شکنیں بڑھتی چلی گئیں۔

"ہاں اسی لئے انہوں نے اسے تم سے ملنے نہیں دیا۔ اس لئے کہ اگر وہ جان جاتی کہ تم اس کے بھائی ہو تو ہر چیز بدل جاتی۔ اس کا ردعمل کیا ہوتا کبھی سوچا ہے؟ وہ یا تو تمہیں غلط سمجھنے لگتی یا اُنہیں جو خود کو اس کا باپ کہتے ہیں۔ یا پھر وہ ہر رشتے سے دستبردار ہو جاتی۔ کیا اُس کا یقین رہتا

کسی رشتے پر؟اور پھر تم کس حق سے یہ بات کرتے ہو احمد جبکہ تمہارے باپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اُسے اُن لوگوں کو تھما دیا تھا۔"

انہوں نے آخر میں افسوس سے سر جھٹکا۔

"سب کچھ بکواس ہے۔آپ جانتی ہیں مجھے کسی قسم کے ردِ عمل سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ میری بہن ہیں وہ ہر طرح کے حالات کے لئے تیار ہو سکتی ہیں۔اور میں نہیں مانتا کہ انہیں اُس کے ردِ عمل کی پرواہ تھی۔جب ان کے یونیورسٹی کے اخراجات تک پورے نہیں کر سکتے تھے وہ تو پھر کیوں اپنی اولاد بنایا انہیں؟"

اس کے لہجے میں تلخی ظاہر تھی۔

"تم یونیورسٹی کے اخراجات والی بات کیوں جتا رہے ہو؟ کیا ہو گیا اگر تم نے اُس کے لئے چند پیسے لگا لئے تو۔۔۔ بہنوں کا حق ہوتا ہے بھائیوں پر۔"

انہیں اُس کی بات بری لگی تھی۔احمد نے چہرہ جھکا کر آنکھیں موند لیں۔پھر چند لمحے بعد دوبارہ ان کی جانب مڑا۔

"امی میں کچھ بھی نہیں جتا رہا۔ وہ میری بہن ہیں اور میں ان پر ساری زندگی خرچ کر سکتا ہوں بغیر کچھ کہے۔ میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ تایا کو انہیں ہم سے یوں دور نہیں کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے نہ تو خود ان کے لئے کچھ کیا ہے نہ ہمیں کرنے دے رہے ہیں۔ وہ آج آپ کو جانتی تک نہیں۔ کیا ایسا کبھی ہوا کہ سب جانتے ہوں اور اولاد کو یہ تک معلوم نہ ہو کہ اُس کی ماں کون ہے؟ اور وہ اُس کے لئے دن رات کتنا تڑپتی ہے۔۔۔؟"

احمد نے آج ان کے سامنے ان کی حقیقت کھول دی تھی۔ انہوں نے کبھی علما کا نام تک نہیں لیا تھا مگر وہ اسے کتنا یاد کرتی ہیں اس سے کون ناواقف تھا۔

"ان کا سب سے بڑا ڈر یہ ہے کہ ہم ان سے اپنی بیٹی واپس نہ لے لیں۔ اور بہت اولادیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں علم نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں کیا کیا ہو رہا ہے ہم نہیں جانتے۔"

وہ بمشکل ہی بولیں۔ احمد نے انہیں رشک بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ کبھی کسی لمحے اپنی زبان پر شکوہ لے کر آئیں گی بھی یا نہیں؟

www.novelsclubb.com

"میرے لئے تو دنیا آپ چند لوگ ہی ہیں نا امی۔۔۔اور میری دنیا ہر جاء بکھری پڑی ہے۔"

وہ سر ٹیڑھا کیے انہیں دیکھتا ہولے سے بولا۔

"تم اتنے خوشی کے موقع پر ایسی باتیں کرنے کے لئے میرے پاس آ بیٹھے ہو؟"

فاطمہ خاتون نے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھا۔وہ لمبا سانس ہوا میں خارج کرتا صحن میں کام کرتے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"ایسے خوشی کے موقعوں پر ہی تو ہر غم زندہ ہو جاتا ہے۔"

اس کے ٹھنڈے لہجے میں کہنے پر وہ خاموش ہو گئیں۔

★★★★★

دو سال پہلے وہ کیمبرج میں بنے اُن کے چھوٹے سے گھر میں بیٹھے تھے۔

"ہمیں علما سے ملنا ہے تایا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسد کے کہنے پر فرقان تایا کے چہرے کے زاویے بدل گئے تھے۔

"وہ۔۔۔وہ تو گھر پر ہی نہیں ہے۔"

انہوں نے بہانا بنایا تھا۔

"تو کوئی بات نہیں ہم اس کا انتظار کر لیتے ہیں۔ویسے کب تک آئے گی وہ؟"

اسد نے پھر سے کہا تو سامنے براجمان فرقان تایا اور ان کی بیوی کنول کے چہروں کے رنگ فق ہونے لگے۔

احمد نے ایک نظر اسد کو دیکھا۔

"انتظار۔۔۔؟انتظار تو ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ کچھ عرصے کے لئے اپنی کسی دوست کے گھر رہنے کو گئی ہے جو کہ لندن میں رہائش پذیر ہے اور ہمیں تو اس کے ایڈریس کا بھی علم نہیں۔"

اس بار کنول نے جھوٹ بولنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔احمد کو غصہ آنے لگا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ غلط بول دیتا اسد نے اُسے بازو سے تھام کر روک لیا تھا۔

"پھر آپ اُس سے ہماری فون پر ہی بات کروا دیجیئے۔اب اُس کے لیے اتنی دور سے آئے ہیں تو اُسے بغیر دیکھے بغیر ملے جا تو نہیں سکتے۔"

اسد نے اسی انداز میں کہا مگر احمد جانتا تھا اس بار بھی کوئی بہانا تیار ہو گا۔

"اس نے کچھ دن پہلے ہی نیا فون لیا ہے تو اس کا نمبر ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔پرانا نمبر تو بند ہو چکا ہے۔"

کنول نے ایک اور وضاحت پیش کی۔احمد خود پر ضبط کئے بیٹھا تھا۔

"اوہ اچھا۔۔"اسد کے لئے خود بھی یہ بات ہضم کرنا مشکل تھا۔وہ لوگ آخر کب تک علما سے سب کچھ چھپانا چاہتے تھے۔۔۔کیا ساری عمر؟

"ٹھیک ہے پھر ہم چلتے ہیں۔اب ہمارا یہاں کیا کام۔"

اسد جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ فرقان تایا نے پھر سے بٹھا دیا۔

"تم دونوں سے ایک بات کرنی ہے۔"

ان کے لہجے کی شائستگی لوٹ آئی تھی۔

"میرا کام بہت دھیما پڑ چکا ہے۔ تم لوگ تو جانتے ہو اتنا پیسہ کہاں ملتا ہے کہ بیٹی کو اچھی یونیورسٹی میں تعلیم دلوا سکوں۔ علما کا ماسٹرز میں ایڈمشن ہو گیا ہے۔ تم بھائی ہو ہو سکے تو کچھ مدد کر دو اس حوالے سے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنا ہر خواب اور ہر خواہش تکمیل تک پہنچائے۔"

وہ ان کے قریب بیٹھے آہستگی سے التجائیہ انداز میں کہہ رہے تھے۔

"آپ فکر مت کیجئے۔ اُس کی پڑھائی کا سارا خرچہ ہم پورا کر دیں گے۔ آپ بس اس کی تعلیم جاری رکھئے گا۔"

اسد نے انہیں یقین دلایا تھا۔ البتہ احمد کو اُس لمحے فرقان تایا پر غصہ آ رہا تھا۔ واپس آتے ہوئے وہ ان سے یہ کہنا نہیں بھولا تھا۔

"ویسے ایک دل کی بات کہوں تایا۔۔۔آپ کے اصولوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی۔جب پیسوں کی بات ہو تو ہم اُن کے بھائی ہیں اور جب ملاقات کی بات ہو تو وہ کون اور ہم کون۔"

احمد کے دھیمے لہجے میں بھی تلخی ظاہر تھی۔فرقان تایا کا چہرہ شرمندگی سے سرخ پڑ گیا تھا مگر وہ ایک لفظ تک نہیں بولے۔

احمد کو تب بھی افسوس محض اتنا سا تھا کہ علما کے علم میں یہ بات ہی نہیں کہ اُس کے کوئی بھائی بھی ہیں۔کوئی حقیقی ماں بھی ہے جو اسے دن میں کئی بار یاد کرتی ہے۔اور کوئی حقیقی باپ بھی ہے جس نے اسے ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیا تھا۔وہ اب تک فقط ایک جھوٹی زندگی گزارتی آئی تھی۔

"کیا اس کے دل میں اب کبھی بھی اپنے بھائیوں اور اپنی ماں کے لئے وہ محبت پیدا ہو سکے گی جو ایک انسان کو فطری طور پر ہوتی ہے؟"

★★★★★

www.novelsclubb.com

ساحل کنارے پرندوں کی چہچہاہٹ ہر جانب گونج رہی تھی۔ ٹھنڈے پانی کی لہریں ابھر کر معدوم پڑنے لگی تھیں۔ وقفے وقفے سے ہوا کا جھونکا آتا اور وجود کے اندر تک سرایت کر جاتا۔

وہ دونوں اُسی ساحل کے پاس ہلکی سبز گھاس پر ایک دوسرے کے برابر میں بیٹھے تھے۔ رضا سے کچھ فاصلے پر بیٹھی کنزہ نور اُسی دلہن کے لباس میں ملبوس تھی۔

رضا ابھی تک بے یقینی سے سامنے بہتے نیلے پانی کو دیکھ رہا تھا۔

"تو کیا وہ زبردستی آپ کی شادی کر رہا تھا؟"

رضا نے بات شروع کی۔ وہ جو تب سے چہرہ شرمندگی سے جھکائے بیٹھی تھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کیا بات کر رہے ہیں؟"

"میں سب کچھ جانتا ہوں آپ کے بارے میں اور آپ کے ماموں کے بارے میں۔ آپ بتائیں مس نور، اب اُس نے کیا کیا ہے آپ کے ساتھ؟"

رضا سنجیدگی سے اس پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے ساتھ اتنی زور سے ٹکرا گئی۔ میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔"

ساری بات غائب دماغی سے سننے کے بعد وہ جوابا گویا ہوئی تو رضا ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے پتا نہیں تھا کہ اتنی چھوٹی سی لڑکیاں بھی ہاتھی جیسی ٹکر مار سکتی ہیں۔"

وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔ کنزہ نور کی آنکھوں میں خفگی سی اتر آئی۔

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

"نہیں۔۔ نہیں میں تو بس۔۔۔"

رضا ایک دم ہی سنجیدہ ہو گیا۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے۔ تبھی کنزہ نور کھل کر ہنسی تھی۔

"آپ کنفیوز بہت جلدی ہو جاتے ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور ساتھ ہی وہ پھر سے سنجیدہ ہو چکی تھی۔رضا نے دوبارہ پانی پر نظریں جمالیں۔

"آپ بات بدل رہی ہیں مس نور اور آپ بتا نہیں رہیں کہ اِس طرح سے کیوں بھاگ رہی تھیں۔"

اس کی آواز پر سکون تھی۔

"مجھے اپنی زندگی کی یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں کبھی بھی کسی کو سنانے کی عادت نہیں رہی ہے سر۔مگر نہ جانے کیوں زندگی مجھے ہر بار ایسے موڑ پر لے آتی ہے کہ کسی نہ کسی کے سامنے تو مجھے اِسے کھول کر بیان کرنا ہی پڑتا ہے۔"

اس کے لہجے کی خشکی کوئی بھی محسوس کر لیتا۔رضا نے اُس کے اُس چہرے پر نظر ڈالی جسے پہلی بار دیکھتے ہی وہ کھو گیا تھا۔اُس کی سیاہ آنکھوں میں ہر جانب سا ہی ہی تو تھی۔وہ سیاہی جسے وہ پہلی نظر میں دیکھ نہیں پایا تھا۔

"کیونکہ آپ کی زندگی کی یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں آپ کو اختتام تک لے جا رہی ہیں، اور ہر اختتام سے پہلے مرکزی کردار کا یہ حق تو ہوتا ہے کہ وہ ایک بار ہی سہی مگر جیتے ضرور۔ اور اپنی کہانی کے ویلن کو ختم کر کے پھینک دے۔"

کنزہ نور آج پہلی بار اُس شخص کو یوں سن رہی تھی۔ وہ شخص جو اسے پہلی مرتبہ دیکھنے پر خاصا عجیب لگا تھا۔ اس کی باتیں سن کر اسے لگا کہ وہ اتنا بھی عجیب نہیں ہے۔

"آپ جتنا وقت لینا چاہیں لے لیں۔ مگر یہیں بیٹھے ہوئے آپ کو مجھے یہ تو بتانا ہی پڑے گا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔"

اسکے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ کنزہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"آپ یہ سب کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

کوئی بھی آسانی سے اپنی زندگی کسی کے سامنے کھلی کتاب کے طور پر پیش کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہے۔ گھر سے بھاگتے ہوئے اس نے نہیں سوچا تھا کہ وہ راستے میں مسٹر رضا کے ساتھ یوں ٹکرا جائے گی۔

اور پھر تو وہ نظر بچا کر اس سے بھاگ بھی نہیں سکتی تھی۔ اُسے اِس وقت رضا کے ساتھ ساحل کنارے بیٹھے ہوئے بھی اندر کہیں خوف تھا کہ اگر وہ لوگ اُس کے پیچھے آ گئے تو کیا ہو گا؟

"کیونکہ آپ احمد جبریل سر کی راہ میں بیٹھی رہ جاتیں اور وہ نہ آتے تو اب تک کوئی آپ کو اڑا کر لے جا چکا ہوتا۔۔۔ وہ بھی آپ کی مرضی کے خلاف۔ تو انہوں نے سوچا کہ وہ مجھ جیسے ناکام شخص کو کسی کام لگا دیں۔"

رضا نے بلآخر کہا۔ کنزہ اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ یہ تو اُس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ احمد کا دوست ہے۔ اور احمد سر ہی اسے سب کچھ بتا سکتے تھے۔ اُس کے دل میں احمد کے لئے احترام بے اختیار ہی بڑھ گیا تھا۔ وہ دور تھے مگر اس کے لئے پھر بھی فکر مند تھے۔

www.novelsclubb.com

"تو آپ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کو مجبور کیا گیا ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر بولی۔ رضا نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"کام تو کام ہوتا ہے، مجبور آ گیا جائے یا مرضی سے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

کنزہ کو اُس کے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔

"تو مجھے بھی کسی ایسے انسان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے جو مجبوراً میری مدد کے لئے آیا ہو۔"

وہ اپنے لہنگے کو اوپر اٹھا کر اٹھ کر جانے والی تھی کہ پل کے ہزارویں حصے میں رضا نے بوکھلا کر اُس کی کلائی تھام لی۔

کنزہ نور نے پلٹ کر اسے دیکھا تو رضا نے شرمندگی سے ہاتھ چھوڑ دیا۔

"سوری۔۔۔ لیکن میں آپ کو ہرٹ کرنا نہیں چاھتا۔"

وہ آہستگی سے بولا۔ کنزہ ایک پل کو اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر واپس بیٹھ گئی۔

"آپ جانتے ہیں کہ ماموں ہر وقت نشہ کرتے رہتے ہیں۔ احمد سر نے انہیں سمجھایا تھا اور وہ سمجھ بھی گئے تھے مگر مجھے لگتا ہے نشے کی کثرت کے باعث ان کا ذہنی توازن بگڑ رہا ہے۔ انہیں کچھ بھی دکھائی ہی نہیں دیتا سوائے شراب کی بوتلوں کے۔"

بات کرتے ہوئے اسے لگا کئی آنسو اس کے حلق میں جمع ہو گئے ہیں۔

"وہ شراب کی ایک بوتل کے لئے اپنا ایمان بیچ سکتے ہیں۔میں تو پھر پرائی لڑکی تھی."

وہ استہزائیہ ہنسی۔رضا نے اُسکے نحیف سے وجود کو دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ہمارے سامنے ہنستے ہوئے کئی چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب وہ دل کی بات کہتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔

اور دل کبھی بھی پتھر نہیں ہوا کرتے۔پتھر ہوں بھی تو ان سے چشمے پھوٹ ہی پڑتے ہیں۔

"کسی نے انہیں لالچ دیا تھا اور وہ مجھے اُس کے سپرد کرنے والے تھے۔مگر انسان کو موت سے بچنے کے لئے آخری حد تک کوشش کرنی چاہئے،اسی لئے میں بھاگ آئی۔مجھے نہیں پتا کہ اگر وہ لوگ میرے پیچھے آگئے تو میں کیا کروں گی۔۔۔مگر میں نے۔۔۔"

اُسکی بات جاری ہی تھی کہ اچانک ہر طرف سے ابھرتا شور ان کی جانب آنے لگا۔

ان دونوں نے بوکھلاہٹ سے پیچھے دیکھا اور کنزہ کی دھڑکن گویا تھمنے لگی تھی۔

★★★★★

"اب ہم کیا کریں؟"

اُس نے پھٹی نگاھوں سے اُن دس بارہ آدمیوں کو دیکھا جو ان کی طرف بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔

"وہ وہی ہے۔ پکڑو اُسے جلدی۔۔۔"

اُن میں سے ایک بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

"بھاگو۔۔۔"

رضا نے کہا اور اگلے ہی لمحے مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ کر مخالف سمت میں بھاگنا شروع کر دیا۔ کنزہ اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"ہم کتنی دیر بھاگیں گے ان سے؟"

وہ ہاتھ پکڑے تیزی سے بھاگتا جا رہا تھا۔ وہ چہرہ اوپر اٹھائے اُسے دیکھتی پھولے ہوئے سانس سے پوچھ رہی تھی۔

رضا نے ایک لمحے کے لئے پیچھے دیکھا۔ وہ آدمی ان کے پیچھے ہی تھے۔

www.novelsclubb.com

"آپ کیا چاھتی ہیں مس نور۔۔۔میں اکیلا ان سب کا مقابلہ کروں؟"

اس نے ایک بار پھر اسی رفتار سے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔رضا کی اپنی دھڑکن بھی فل اسپیڈ پکڑ چکی تھی۔

کنزہ کے لئے ایک ہاتھ سے لہنگا اوپر اٹھا کر بھاگنا مشکل ہوتا جارہا تھا۔اس کے چہرے پر ڈھیروں تھکن اور کوفت ظاہر تھی۔

"مجھ سے بھاگا نہیں جارہا۔"

وہ خود کو بمشکل اس کی رفتار سے ملانے کی کوشش کررہی تھی۔

"میں نے آج تک لڑائی نہیں کی۔اس لئے آپ کو ہمت کر کے بھاگنا ہی ہوگا۔"

رضا نے اُس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھاما تو وہ خاموشی سے بھاگتی رہی۔پھر اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔وہ لوگ ان سے زیادہ دور نہیں تھے۔کنزہ نے اپنی رفتار مزید تیز کر دی۔

"وہ ہمارے پیچھے ہی ہیں۔"

بھاگتے ہوئے وہ اب ساحل سے دور ایک اسٹریٹ پر آ چکے تھے۔ گلی میں لوگوں سے ٹکرا کر بھاگتے ہوئے ان کی اسپیڈ بڑھتی جا رہی تھی۔

ارد گرد سے گزرتے لوگ انہیں ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ ہر ایک سے ٹکرا کر بد دعائیں وصولتے چپ چاپ بھاگتے رہے۔

تبھی کنزہ نور کی نظریں راستے میں ایک ادھیڑ عمر عورت پر پڑیں جو تازہ گلابوں کا ٹوکرا اٹھائے سڑک پر اتر رہی تھی۔ اور جب اسے ادراک ہوا کہ رضا کا رُخ بھی سامنے سے آتی اسی عورت کی طرف ہے تو اس نے سانس روکے آنکھیں ایک دم میچ لیں۔ رضا کی تیز رفتاری نے اس عورت کے گلاب ہر جاء بکھیر دیے تھے۔

مگر وہ بنا دیکھے بھاگے جا رہا تھا۔ کنزہ نے حیرت سے نگاہیں کھولے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ عورت اب انہیں دیکھ کر غصے میں کچھ کہہ رہی تھی۔

اس نے چہرہ واپس رضا کی جانب موڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ نے اُن آنٹی کے سارے پھول گرا دیے؟"

"آپ کو اِن حالات میں بھی اُن آنٹی کی فکر ہو رہی ہے؟"

رضا کو کوئی افسوس نہیں تھا۔ کنزہ ضبط کر کے رہ گئی۔ اُس کی ٹانگیں اب دُکھنے لگی تھیں۔

"ہم اور کتنی دیر بھاگیں گے؟"

اس نے ہانپتے ہوئے پیچھے دیکھا تو وہ آدمی اب بھی ان کے پیچھے ہی تھے مگر قدرے فاصلے پر۔

"ہمیں کچھ تو کرنا ہوگا۔" رضا نے اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"آپ ایک کام کریں۔۔۔اِس گلی سے بائیں مڑ کر جو فلیٹ نظر آئے اس کے دوسرے گھر میں چلی جائیں اور میں اس کے مخالف سمت جاؤں گا۔ اس طرح وہ آپ کو ڈھونڈ نہیں پائیں گے۔"

رضا نے اُسے گلی کے بائیں جانب دوسری لین میں بھیج دیا تھا۔ وہ اُس کے کہے کہ مطابق دوسرے نمبر والے اپارٹمنٹ میں چلی گئی تھی۔

رضا نے دائیں گلی میں قدم رکھا اور پھر کہیں غائب ہو گیا۔

اُس کی یہ تدبیر کام آگئی تھی کیونکہ وہ آدمی یا تو انہیں تلاشتے ہوئے کسی اور سمت چلے گئے تھے یا پھر ان کے نہ ملنے پر واپسی کی راہ اختیار کر گئے تھے۔

اُس لمحے وہ ایک دیوار کے پیچھے کھڑا گہرے سانس لے رہا تھا۔

"کبھی سوچا نہیں تھا کہ کمپنی کا سی ای او بننے کے بعد بھی ایسے حالات سے گزرنا پڑے گا۔"

اس نے بے دلی سے مسکراتے ہوئے سوچا اور پھر سر جھٹک دیا۔

★★★

کنزہ نور جب اُس اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تو تیز ہوتی دھڑکن کو نارمل کرنے کے لئے دروازے کے ساتھ لگ کر ہی لمبے سانس لینے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ مائی گاڈ! واٹ آ سرپرائز۔"

تبھی اُس کے کانوں میں ایک چہکتی ہوئی بلند آواز گونجی۔

کنزہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر سامنے سے آتی اُس بڑی عمر کی خاتون کو دیکھا جو خوشی سے اُس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ ایک پل کے لئے گھبرا کر رہ گئی۔

"تو اُس نے تمہیں بھیجا ہے؟ مجھے تو لگا تھا کہ ہمیشہ کی طرح وہ اس بار بھی مجھے چونا لگا کر چلا گیا ہے۔"

وہ ڈرامائی انداز میں کہتی اب اُس کے قریب ہی کھڑی پسندیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

کنزہ نور کی آنکھوں میں خوف پھیلنے لگا۔

"ک۔۔۔کس نے کس کو بھیجا ہے؟"

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں رضا نے ہی بھیجا ہے نا؟"

اُس عورت کے سوال پر کنزہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کو تھیں۔اُس کے دل پر کوئی بھاری بوجھ آپڑا تھا۔یہ عورت رضا کو کیسے جانتی ہے۔

"یہ اُس نے مجھے کہاں بھیج دیا؟" وہ خوفزدہ سی سوچ رہی تھی۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"ارے فکر مت کرو، تمہیں یہاں ہر قسم کی سہولت دی جائے گی۔اور دروازے میں کیوں کھڑی ہو اندر آجاؤ نا بیٹھ کر ساری باتیں کر لیتے ہیں۔"

وہ کہہ کر واپس پلٹ گئی جبکہ کنزہ فق چہرہ لئے اُسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔اُس نے سوچا کہ وہ واپس بھاگ جائے اور اِس سے پہلے کہ وہ واقعی دروازہ کھول کر بھاگ جاتی اُس عورت کی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"اُس نے تجھ سے شادی تو نہیں کرلی؟"

اُس کے دروازہ کھولتے ہاتھ رُک گئے۔

"دلہن کے لباس میں ہو اِس لئے پوچھا۔ ویسے بڑا کم بخت ہے خود نہیں آیا اور تجھے اکیلے ہی بھیج دیا۔ پہلی بار لے کر آیا تھا تو کم از کم ساتھ آ جاتا۔"

وہ لاؤنج میں چلی گئی تو کنزہ نور بھی کچھ سوچتے ہوئے آہستہ قدم اٹھاتی اس کے پیچھے چلی گئی۔

"رضا کو آپ کیسے جانتی ہیں؟ اور انہوں نے مجھے یہاں کیوں بھیجا ہے؟"

اُس کی لاعلمی پر عورت نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"اس نے تمہیں بتایا نہیں؟"

وہ ماتھے پر بل ڈالے پوچھ رہی تھی۔ کنزہ نے نفی میں سر ہلایا۔

★★★★★

اُس نے احتیاطاً ارد گرد ہر جگہ دیکھ لیا تھا۔ راستہ بالکل صاف تھا اسی لئے اب وہ اُس فلیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اُس نے کنزہ نور کو بھیج دیا تھا۔

اُس اپارٹمنٹ میں جانے کے بارے میں وہ سوچ کر ہی ڈر گیا تھا اور جب اُس کے ذہن میں آیا کہ اُس نے کنزہ نور کو وہاں بھیج دیا ہے تو وہ مزید ڈر گیا تھا۔اب وہ تیزی سے بھاگتا جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش میں تھا۔

سارا بھاگنا شاید آج کے دن ہی اس کے نصیب میں لکھا گیا تھا۔وہ ایک بار پھر پھولے ہوئے سانس کے ساتھ فلیٹ پہنچا اور اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی وہ بنا بریک لگائے لاؤنج میں داخل ہو گیا جہاں سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔مشکل سے بریک لگاتے ہوئے وہ نیچے گرتے گرتے بچا تھا۔

وہ دونوں خواتین ایک ہی صوفے پر براجمان بڑے سلیقے سے باتوں میں مصروف تھیں۔

رضا تیز تیز سانس لیتے ہوئے اُن دونوں کو باری باری دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے پیچھے کتے لگے تھے کیا؟"

کنزہ کے ساتھ بیٹھی عورت نے اُسے عجیب انداز میں پوچھا۔

"آپ ٹھیک ہیں مس نور؟"

www.novelsclubb.com

اُسکی بات کو قصداً نظر انداز کرتے ہوئے وہ کنزہ نور سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔وہ لوگ چلے گئے کیا؟"

وہ دونوں اردو میں بات کرنے لگے تو اُس عورت نے کن اکھیوں سے انہیں دیکھا۔

"ہاں چلے گئے۔"رضا نے تھکے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی لاؤنج میں ایک جانب کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ عورت اُس سے مخاطب ہوئی۔

"یہ لڑکی تو بڑی پیاری ہے۔تُو نے جاتے ہوئے بتایا نہیں کہ کسی لڑکی کو لانے والا ہے؟"

رضا نے شرمندگی سے کنزہ کو دیکھا۔

"انہیں لگتا ہے کہ آپ مجھے یہاں کرائے پر رہنے کے لئے لے کر آئے ہیں۔میں انہیں بتانے والی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہے مگر پھر آپ آ گئے۔اب آپ خود ہی اِنہیں سمجھا دیں۔"

کنزہ نے وضاحت کی۔رضا سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے اب بات کرنے کے لیے اُس عورت کو وہاں سے باہر لے گیا تھا۔

جب کنزہ نے پوچھا کہ رضا نے اُسے یہاں کیوں بھیجا ہے تو اُس عورت نے ساری وضاحت کی تھی۔وہ اِس فلیٹ کی مالکن تھی اور رضا یہاں کرائے پر رہ چکا تھا۔پھر جب اُسے احمد مل گیا تو اُس نے یہاں رہنا چھوڑ دیا تھا مگر وہ اُس عورت سے ملنے وہاں آتا رہتا تھا جو اُسے بالکل اپنے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔

اُس نے رضا سے کئی بار کہا تھا کہ یہاں ایک اپارٹمنٹ خالی ہے تو کوئی کرائے دار لا دو مگر وہ ہر بار یہ کہہ کر چلا جاتا کہ اِس بار ضرور کوئی نہ کوئی بھیج دوں گا۔

آج جب اُس نے کنزہ کو وہاں دیکھا تو اسے لگا کہ رضا نے ہی اسے بھیجا ہو گا۔تبھی اس نے یہ سارا ردعمل دیا۔

اب رضا نے انہیں باہر لے جا کر بتایا تھا کہ وہ لڑکی اُسی کی کمپنی میں کام کرتی ہے۔اس کے علاوہ ان کا کوئی تعلق نہیں۔اور وہ یہاں کرائے پر رہنے کے لیے نہیں آئی۔

www.novelsclubb.com

اُسی پل یہ سب بتاتے ہوئے اُس کے ذہن میں ایک بات آئی اور وہ تیزی سے پلٹ کر واپس لاؤنج میں آیا

"اب آپ آگے کیا کریں گی مس نور؟"

رضا اُس کے عین سامنے کرسی پر بیٹھا پوچھ رہا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ شاید اُسکے پاس جواب نہیں تھا۔

ہاں اُس کے پاس جواب نہیں تھا۔

"ایک کام کریں آپ چند دن کے لئے یہاں اسی اپارٹمنٹ میں رہ لیں۔ کم از کم تب تک جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا۔ اور جب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو آپ واپس اپنے گھر چلی جایئے گا۔"

وہ اُسکی خالی نظروں میں دیکھتا نرمی سے گویا ہوا۔

کنزہ کی آنکھوں میں سوال اتر آیا۔

"مگر سب کچھ ٹھیک کیسے ہو گا؟"

یہی وہ سوال ہے جو ہر مصیبت زدہ شخص کسی نہ کسی سے کرنا چاہ رہا ہوتا ہے۔اسے بھی یہ سوال کرنے کے لئے ایک شخص مل گیا تھا وہ اسی پر خوش تھی۔

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔آپ اس کی فکر کرنا چھوڑ دیں۔"

کہہ کر وہ اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔

کنزہ نور کتنی ہی دیر تک گہری سوچ میں ڈوبی رہی۔

★★★★★

"حسن کارپوریشن کو ہوا بڑا نقصان۔"

ٹی وی پر چلتی ہیڈ لائنز لاؤنج میں بیٹھے شخص کو چونکا دینے کے لئے کافی تھی۔

"نامور بزنس مین حسن علی خان ایک دم ہی آسمان سے زمین پر آ گرے۔"

ٹی وی اسکرین پر ہیڈ لائنز کی صورت میں نشر ہوتے ان الفاظ نے حسن علی کی دھڑکن گویا روک دی تھی۔ وہ ساکت پتلیوں سے سامنے چلتی نیوز دیکھ رہا تھا۔

لاؤنج کے دروازے سے گزرتی سفیرہ کے قدم حسن علی خان کا نام سن کر وہیں تھم گئے تھے۔ وہ اب سینے پر ہاتھ باندھے صورتحال کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔

ٹی وی اسکرین پر اب اُس کی کمپنی کے سامنے کا منظر لائیو ریکارڈ کیا جا رہا تھا جہاں لوگوں کا جمگھٹا لگا تھا۔

اور وہ ہاتھوں میں کئی اوزار اور دوسری قسم کے ہتھیار لئے بلڈنگ پر پھینک رہے تھے۔ کسی نے پٹرول چھڑک کر ایک جانب آگ لگادی تھی جس کا دھواں ہر طرف پھیل رہا تھا۔ یہ لوگوں کا احتجاج تھا جس کے باعث ہر طرف افراتفری پھیل گئی تھی۔

حسن علی خان کا جسم شل ہو چکا تھا۔ غصے اور بے یقینی کے باعث اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"ناظرین جیسا کہ آپ لوگ دیکھ سکتے ہیں یہاں پر موجود سبھی افراد انتہائی غصے میں لگ رہے ہیں اور انہوں نے بلڈنگ کی ایک سائیڈ جلا دی ہے۔ آپ کچھ بتانا چاہیں گے اِس بارے میں۔۔۔ یہ سب کیا اور کیوں ہو رہا ہے؟"

ایک رپورٹر اب کسی شخص کو روک کر پوچھ رہا تھا۔

"یہ سب کچھ ان کے اعمال کا حساب ہے۔ کوئی کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا اب ان لوگوں کو سمجھنا ہو گا کہ وہ عوام کو مزید بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ نہ تو ہم اندھے ہیں اور نہ ہی بے وقوف۔"

وہ شخص تیزی میں کہتا پھر سے اُن لوگوں میں شامل ہو چکا تھا۔

"یہ لوگ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ پولیس ابھی تک موقع پر نہیں پہنچ سکی۔"

صحافی کی آواز ایک بار پھر لاؤنج میں گونجنے لگی۔

"سننے میں آ رہا ہے کہ حسن علی خان اپنی کمپنی سمیت کسی غیر قانونی جرائم ایجنسی سے منسلک ہے۔ وہ ایجنسی کیا ہے اور اُن کا ہدف کیا ہے اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حسن علی خان تیز تیز سانسیں لیتا اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔اُس نے ریموٹ لے کر ٹی وی بند کر دیا پھر پوری قوت سے ریموٹ کو فرش پر جا پٹخا۔

سفیرہ خاموش کھڑی اُسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اُس کے چہرے پر سکون جھلکنے لگا اور دل میں بیزاری کا سا احساس پنپنے لگا۔

اسے بے قابو ہو کر فون ملاتے دیکھ کر وہ دھیرے سے واپس پلٹ گئی۔

"تم سب لوگ آخر مرے کہاں ہوئے ہو؟اور یہ کون لوگ ہیں جو سرے عام ہماری کمپنی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کہاں گیا ہے اِس ملک کا قانون اور ہماری سیکیورٹی کدھر مر گئی ہے؟"

وہ فون پر بھڑک ہی اٹھا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے پاس اب بھی کوئی سیکیورٹی باقی رہ گئی ہے؟آپ یقین کریں نہ کریں مگر یہ کمپنی اب دوبارہ کھڑی نہیں ہو سکتی۔ قانون کا کیا ہے۔۔۔وہ تو اپنی مرضی سے چلتا ہے۔"

دوسری طرف سردار آفندی کے تلخ لہجے میں کہنے پر حسن علی کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا تھا اس کا دل چاہا کہ وہ اِس دنیا کو ایک جھٹکے میں تباہ و برباد کر دے۔

"اپنی بکواس بند کرو اور یہ سب کچھ بند کرواؤ۔۔۔یہ کون سے لوکل لوگ ہیں جنہیں میرے خلاف بھڑکا کر یہ سب ڈرامہ رچایا جا رہا ہے۔۔۔تم کچھ بھی کرو لیکن اس سب کو روکو۔۔۔ابھی۔۔۔"

اُس کی آواز گھر کے تمام در و دیوار تک پہنچ رہی تھی۔ طیش کے مارے اُس کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔

سردار آفندی نے فوراً بات مان کر فون رکھ دیا۔ وہ اب اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

"سب کچھ کیسے اس کی مرضی کے خلاف ہوتا جا رہا تھا اور وہ کچھ کر بھی نہیں پا رہا تھا۔ کچھ دن پہلے کمپنی کی طرف سے ہر پروڈکشن روک دی گئی تھی اور اب یہ خبر کیسے لیک ہو گئی کہ وہ کسی ایجنسی سے منسلک ہے؟ اُسے ادراک ہوا تھا کہ اُس کے ارد گرد موجود کوئی بھی شخص بھروسے کے قابل نہیں۔"

ایک جھٹکے سے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ چند لمحوں بعد گاڑی پورچ سے باہر نکلتی ہوئی دکھائی دی۔

مہیرہ اور مدیحہ بیگم سنجیدگی سے ایک دوسرے کے چہرے دیکھتیں رہ گئیں۔

★★★★★

بُک اسٹور سے باہر نکلتے ہوئے اُس کے ہاتھوں میں تین کتابیں موجود تھیں۔ چہرے پر سنجیدگی لئے وہ ارد گرد سے بے خبر فٹ پاتھ پر چلتی جا رہی تھی۔ کیمبرج کا موسم آج خاصا خوشگوار تھا۔ گہرا نیلا آسمان آہستہ آہستہ بادلوں کی سیاہی میں ڈوب رہا تھا۔ دفعتاً اس کے عقب سے اچھلتا وہ سامنے آیا تو وہ گھبرا کر وہیں رک گئی۔ وولف واکر نے اچانک سامنے آ کر اُسے ڈرا دیا تھا۔

"کیسی ہو مکی ماؤس۔۔۔؟"

وہ ہمیشہ یونہی کسی جن کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔ مہک نے اُسے کوفت بھری نظروں سے دیکھا پھر بے دلی سے بولی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں تو بس موسم انجوائے کرنے نکلا تھا۔"

اُس نے اپنے سنہری بالوں میں ہاتھ پھیر کر ایک ادا سے کہا۔

"تو پھر تم موسم انجوائے کرو مجھے ابھی بہت کام ہے۔"

اِس سے پہلے کے وہ چلی جاتی وولف ایک بار پھر اُس کے پیچھے آیا۔

"تھوڑی دیر بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں، ویسے بھی مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔"

مہک نے چہرہ اٹھا کر اُسے دیکھا اب کے وہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ وہیں ایک طرف لگے بنچ پر بیٹھ چکے تھے۔

"تمہاری وہ دوست کہاں گئی؟ نظر نہیں آ رہی آجکل۔"

وولف سرسری سے انداز میں بولا۔ مہک نے باقاعدہ اسے گھورا تھا۔

"تم نے مجھ سے یہ بات پوچھنی تھی؟"

"ہاں۔۔۔کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"تم اُس پر کب سے نظر رکھنے لگے ہو؟ میں ابھی سے تمہیں بتا رہی ہوں اُس سے دور رہنا۔۔۔وہ اب پہلی سی علما نہیں رہی۔"

وہ کتابوں پر ہاتھوں کی گرفت مضبوط کئے مستحکم لہجے میں بولی۔

"میں نے تو ویسے ہی پوچھا۔فٹ بال مارنے کی نیت سے تھوڑی نا پوچھ رہا تھا۔"

"مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

وہ بغیر متاثر ہوئے بولی۔وولف نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تمہیں یہ غلط فہمی ہے کہ میں اُس کا دشمن ہوں یا اُسے پسند نہیں کرتا۔۔۔"

اُس کی آواز دھیمی پڑ گئی۔دور آسمان میں کہیں بادل گرجنے کی آواز سنائی دی تھی۔

"وہ مجھے تب بھی اچھی لگتی تھی بکھرے بالوں میں۔۔۔وہ مجھے اب بھی اچھی لگتی ہے جب وہ حجاب کرتی ہے۔"

وہ اپنی ہتھیلیوں پر نظریں جمائے رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

مہک نے بے یقینی سے اُسے دیکھا۔سیاہ گھٹاؤں نے آسمان کو گھیر لیا تھا۔

اُسے یوں دیکھتا پا کر وہ اسی سلاست سے پھر بولا۔

"سچ میں مجھے وہ اچھی لگتی ہے۔میں اِس بارے میں کبھی سوچ نہیں پایا مگر جب وہ آس پاس ہوتی تھی تو میں سکون میں رہتا تھا۔شاید میں اسے کبھی کہہ پاؤں گا۔۔۔یا نہیں۔۔۔مگر میں جانتا ہوں کہ میں نے اُسے کبھی بھی ناپسند نہیں کیا۔"

مہک کے پاس جواب نہیں تھا۔اس کے پاس جواب ہوتا بھی تو وہ نہ دیتی۔

اسے خاموش پا کر وہ مزید کچھ کہے بغیر چلا گیا۔چند لمحے بعد جب ایک سرد بوند نے اسکے ہاتھ کو مس کیا تو وہ خود کو نارمل کرتی ہوئی وہاں سے اٹھ گئی۔مگر وولف کی بات اب بھی اُسکے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔

★★★★★

کمرے میں اِس قدر سناٹا تھا کہ اُس کی کلائی میں بندھی سیاہ قیمتی گھڑی کی ٹِک ٹِک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"آپ کسی پر جتنا مرضی تشدد کرلیں، جتنا مرضی طنز کرلیں، جتنی مرضی تکلیف دے لیں مگر کبھی بھی کسی کی دُکھتی رگ پر ہاتھ مت رکھئے گا۔ کیونکہ وہ جو تکلیف ہوتی ہے۔۔۔وہ اتنی جان لیوا ہوتی ہے کہ وہ آپ کو بھی تباہ کردے گی۔"

"یہاں تو ہر انسان ہر دوسرے انسان کی دکھتی رگ کی تلاش میں ہوتا ہے۔تاکہ وہ اسے ایسی تکلیف پہنچا سکے جس کی کبھی بھرپائی نہ ہو پائے۔"

www.novelsclubb.com

"لوگ،لوگوں کو اذیت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ رہا ہو جائیں گے،دراصل ایک طویل قید اُن کی منتظر ہوتی ہے۔"

"لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کو تکلیف پہنچے، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ تکلیف تو الٹے تیر جیسی ہے۔۔۔واپس ان کی طرف پلٹ آئے گی۔"

"میں ہمیشہ سے جانتا تھا کہ مونسٹر کون ہے۔ مجھے ہمیشہ سے علم تھا کہ حکیم شاہ کبھی بھی اتنا خاموش نہیں بیٹھ سکتا جتنا وہ اُس وقت تھا۔ کوئی بھی اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لئے بغیر ہار مان کر دشمن سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ کم از کم میں تو نہیں اگر میں اُسکی جگہ ہوتا۔۔۔

اگر آپ ایک اصول پسند شخص ہیں تو کسی کو جانچنے سے پہلے ایک بار خود کو اُس کی جگہ رکھ کر دیکھئے۔ آپ خود کو بڑی مشکل میں پائیں گے۔ سوچئے آپ اُس تکلیف کے زیرِاثر ہیں جو آپکے دشمن کو لاحق ہے۔ آپ کیا کریں گے؟ انسان کبھی بھی معصوم نہیں ہوا کرتے۔ اور جو معصوم ہوتے ہیں وہ انسان نہیں ہوتے۔

میں نے خود کو ایک وادی میں تنہا پایا جہاں میری بے بسی کی آواز کسی تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ میں لاچار وجود کے ساتھ ہر چیز سے دستبردار ہو چکا تھا۔

پھر میں نے خود کو مالدار تصور کیا۔ طاقتور، مضبوط اور دولت مند۔۔۔ بالکل اپنے دشمن کی طرح۔ تب میری سوچ کے زاویے بدلنے لگے۔

میں نے خود کو ایک تاریک گھڑے میں پایا جہاں میرے ہاتھ خون سے رنگین تھے۔ میں ایک مجرم تھا۔ سیاہ کار اور خطاکار۔

میرا وجود طاقت، انتقام اور گمراہی کے کپڑوں سے ڈھک چکا تھا۔

تب مجھے ادراک ہوا کہ برا کرنے والوں کو ہمیشہ برے کی امید رکھنی چاہئے۔

انسان کو جب انسان سے تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ معاف کرتا ہے یا بدلہ لیتا ہے۔ بدلے کی آگ میں جلنے والے ہمیشہ کوئی بڑا نقصان کرتے ہیں۔ اُس نقصان سے بچاؤ کے لئے پہلے سے تیاری ہونا بے حد ضروری ہے۔"

تاریک کمرے کی دیوار سے لگا اُس کا وجود آنکھیں موندے کھڑا تھا۔

جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ گہرے تخیل میں ڈوبا تھا۔

"میں نے اپنی زندگی میں ایک بڑی بے وقوفی کی۔ اپنے دشمن کو پہلا موقع دینے کی بے وقوفی۔ میں اُس کے جوابی وار کے لئے پہلے سے تیار نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ اُس نے میرا بڑا نقصان کر دیا۔ در حقیقت وہ اُس کا بدلہ نہیں تھا۔ وہ اُس کی دلی تسکین کی ایک گولی تھی جس نے

اسے کچھ وقت کے لئے سلا دیا تھا۔اور اُسی وقت کو میں نے اسکے خلاف استعمال کیا۔میں نے اُس شخص کو بتایا کہ وہ اصل میں کون ہے۔"

"حکیم شاہ۔۔۔۔دا لیڈر آف کرائم گینگ۔"

اُس کی سرمئی آنکھیں کھل گئیں۔ہاتھ کی دو انگلیوں میں موجود تاش کا پتا اپنے پیچھے پھینک کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

★★★★★

احمد کے لئے یہ بات حیرت کا باعث بنی تھی کہ حکیم شاہ جو پچھلے سات سالوں سے اُن کے ساتھ دشمنی نبھاتا آرہا تھا اچانک سے کیسے بدل گیا؟آخر اُس کے ارادے کیا تھے؟انسان چاہے کیسا بھی اچھا بن جائے اُس کی خصلت نہیں جاتی۔اور بالفرض چلی بھی جائے تو اتنا کم وقت نہیں لگتا۔

یہ حیرت کھوج میں بدل گئی۔اور اُسے کچھ ایسے سراغ ملے جس سے وہ اتنا اندازہ لگا پایا کہ حکیم شاہ کا کچھ تو جرائم کے پیشے سے تعلق ہے۔

www.novelsclubb.com

اور ان میں سے ایک سراغ سلطان چوہدری کی باتیں بھی تھیں۔ جن میں یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی نظروں میں حکیم شاہ کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ اُسے ایک مجرم کی نظر سے دیکھتا تھا۔ایسا مجرم جس کے جرموں کی نہ تو کوئی فہرست دنیا کے سامنے موجود تھی اور نہ ہی کوئی ثبوت۔

سلطان چوہدری ہمیشہ دبے لفظوں میں اُسکے جرموں کا اظہار کیا کرتا تھا مگر کبھی بھی کھل کر نہیں کہہ پایا کہ حکیم شاہ درحقیقت ایک وائیڈ کرمنل ہے۔

کیونکہ ثبوت نہ ہونا بھی جرم نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

اُسے علم ہو چکا تھا کہ حکیم شاہ ایسا سیدھا نہیں ہے جیسا نظر آنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اُسے اپنے خلاف قدم اٹھاتے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔یہی وجہ تھی کہ وہ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر اپنی زندگی میں آگے بڑھ جانا چاھتا تھا۔

اور وہ آگے بڑھ گیا تھا۔اُس نے حکیم شاہ پر سے اپنی نظریں پوری طرح سے ہٹالیں تھیں۔

اور شاید وہ دوبارہ کبھی اُسکے بارے میں نہ سوچتا اگر اُس دن وہ حسن علی خان کے گھر نہ گیا ہوتا۔

لوگ مجرموں کو پکڑنے کے لئے جاسوس بنتے ہیں، وہ اپنی محبت کی وفا کے ثبوت کے لئے جاسوس بنا تھا۔

اُسے وہ فون کال یاد تھی۔ جس میں کسی نے اسے دھمکا کر یہ کہا تھا کہ وہ اُسے چھوڑ دے۔۔۔ کوئی تو تھا جو نہیں چاھتا تھا کہ وہ سفیرہ سے ملے۔

اُس کے گھر میں داخل ہونا احمد کے لئے آسان نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا یہ کام تب ہو گا جب حسن علی اپنے آفس میں ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ وہاں رات کے وقت نہیں جا سکتا تھا۔ اور دن میں جا کر وہ اُن کی نظروں سے بچ نہیں سکتا تھا۔ اُس نے گھر کے باہر لگی بیل کا بٹن پوری طرح سے دبا دیا تھا۔ اب ہاتھ ہٹانے پر بھی بیل بجتی جا رہی تھی۔ اُس نے سائیڈ پر کھڑے ہو کر انتظار کیا۔

پھر اُس نے اُن دو خواتین کو لان میں آتے دیکھا۔ اُن میں سے ایک ماہی تھی۔

مدیحہ بیگم نوکروں کو کوئی ہدایت کر رہی تھیں۔ بیل خراب ہو چکی تھی۔ احمد کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ اتنا انتظار نہیں کر سکتا تھا کہ جب تک وہ واپس اندر چلی جاتیں۔

وہ بنا چاپ پیدا کئے گھر کے پچھلے باغیچے سے اندر داخل ہوا تھا۔ ایک ایک کمرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے وہ ہر کونے پر نظریں دوڑاتا اُس سیکرٹ روم کی طرف بڑھا تھا۔

وہ ایک کشادہ اسٹڈی روم تھا۔ دیواروں پر لگی بڑی بڑی پینٹنگز اُسے عجیب وائبز دے رہیں تھیں۔

ایک طرف موجود الماری جیسے ڈراز میں کچھ تو خاص ہو سکتا تھا۔

یہ کمرہ یقیناً کسی خاص شخص کے لئے ہو گا۔ وہ پوری طرح سے مطمئن تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جس کی اسے تلاش تھی۔

اُس نے اسٹڈی کی دیوار پر لگی ایک پینٹنگ کے ساتھ کونے میں ایک کیمرہ چپکانے کے ساتھ ساتھ کتابوں کی الماری کے سامنے جھک کر اسکے نیچے چھوٹا سا مائیکروفون فکس کیا۔

باہر بیل ابھی تک بج رہی تھی۔ کبھی کبھی کسی کو ڈسٹرکٹ کرنے کے لئے ایک بیل ہی کافی ہوتی ہے۔

تیزی سے اپنا کام کرنے کے بعد وہ باہر نکلا ہی تھا کہ ہال کے دروازے سے ماہی اندر داخل ہوئی۔ احمد اسی پل سیڑھیوں کے پیچھے جھک گیا تھا۔ وہ اب سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہی تھی۔ احمد نے سانس تک روک رکھا تھا۔

وہ مسلسل چاپ پیدا کرتی سیڑھیوں سے اوپر چلی گئی۔ پھر اُس نے ایک دروازے پر دستک دینا شروع کر دی۔

"سفیرہ۔۔۔ یار دروازہ تو کھولو۔"

وہ اب دل برداشتگی سے کہہ رہی تھی۔ احمد بآسانی اسکی آواز سن سکتا تھا۔

"کب تک خود کو اس طرح سے بند رکھو گی۔ تمہیں پاگل ہیں ہونا ہے۔۔۔ پلیز۔"

اُس نے ماہی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد کا دل چاہا وہ اُسے دیکھ نہیں سکتا تو ایک بار اُس کی آواز ہی سن لے۔ مگر وہ نہیں بولی۔

وہ اپنے رکے ہوئے سانس بمشکل بحال کرتے ہوئے واپس آگیا۔ مگر ہمیشہ کی طرح اپنی ذات کا کوئی ٹکڑا وہیں چھوڑ آیا تھا۔ جو اُسے بار بار اُس کے بند دروازے کا عکس دکھاتا رہا۔ اُس نے سوچا تھا کہ وہ کچھ بھی کر کے اُسے ان اندھیروں کی دنیا سے نکال لائے گا۔ مگر وقت کی ڈور اسے ابھی کہیں اور الجھانا چاہتی تھی۔

اُس دن وہ مائیکروفون اور کیمرہ لگانے بعد اسے یہ فائدہ ہوا کہ اُسے ہر چیز کا علم ہو گیا تھا۔ کچھ بھی اُس سے چھپا نہیں رہا تھا۔ ہر چیز کھل کر سامنے آگئی تھی۔

حسن علی خان کا سفیرہ کی شادی سے انکار۔۔۔اُس کے حکیم شاہ کے ساتھ تعلقات۔۔۔اُس کی ایجنسی سے ہونے والے جرائم۔ ہر چیز کا ریکارڈ احمد جبریل کے پاس کچھ ہی وقت میں آگیا تھا۔

اس نے تب بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اِن لوگوں کے خلاف کھڑا ہو گا۔۔۔ان سے اتنی بڑی دشمنی مول لے گا۔ اُس نے یہ کبھی نہیں چاہا تھا کہ وہ اکیلا ہر چیز کا مقابلہ کرے گا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دنیا میں جرائم ہر جگہ ہوتے ہیں، کوئی بھی سوسائٹی یا کوئی بھی کمیونٹی ان سب چیزوں سے پاک نہیں ہوتی۔ہاں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اِس سب میں چینج لانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اُس نے یہ کوشش چاھنے کے باوجود نہیں کی تھی۔

اُس کا خون کھول اُٹھا تھا جب اُسے یہ علم ہوا کہ ایسے سنگین جرم اُن کے معاشرے کا حصہ ہیں۔ مگر اُس کے پاس ذمہ داریوں کے ڈھیر تھے۔وہ بلاوجہ خود کو اس سب میں دھکیل کر اپنی فیملی کے لئے کوئی مصیبت کھڑی نہیں کرنا چاھتا تھا۔

لیکن شاید مقدر کے ارادے کچھ اور تھے۔قسمت نے اُس کے لئے کوئی اور راہ منتخب کر رکھی تھی۔

جب انسان فائٹر ہوتا ہے تو اُس کے راستے خود بخود مشکلات کی جانب چل پڑتے ہیں۔

انا کے ساتھ جو ہوا اس سب کے بعد احمد یکسر بدل گیا تھا۔

"اس نے مجھے تکلیف نہیں دی، اس نے میری ذات کے ٹکڑے کر دیے ہیں۔"

اس کا دل شدت سے جل رہا تھا۔اس دن وہ سر پر کفن باندھے جنگ کے میدان میں نکل پڑا تھا۔

اُس لمحے اُس نے جانا کہ وہ جاسوس اور فائٹر ہونے کے ساتھ ساتھ پلئیر بھی بن سکتا ہے۔

ایک ایسا کھلاڑی جس کی ہر چال پر کم از کم ایک لاش تو گرے۔

وہ بے رحم بن چکا تھا۔اور پھر اُس کا تعلق ایسے خاندان سے تھا جہاں سنگدلی وراثت میں ملا کرتی تھی۔

یخ بے تاثر نگاہیں اب اُس کی بے رحمی کی شناخت بن گئیں تھیں۔

ہر چیز سے واقف ہوتے ہوئے بھی اُس نے ایک پلان ترتیب دیا تھا۔

اُس نے چند کردار لئے جو اُس کے لئے اہم ثابت ہو سکتے تھے۔

حسیب، سلطان چوہدری اور المان ابراہیم۔

وہ تین کردار اُس کے لئے اہم تھے مگر انہیں یہ سب کچھ بتانے اور سمجھانے سے پہلے اُس نے اُن کا استعمال کیا تھا۔اُس نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ تو کچھ جانتا ہی نہیں ہے۔اُسے کچھ بھی علم نہیں ہے کہ حسن علی کون ہے۔۔۔وہ ایجنسی ہے یا نہیں وہ نہیں جانتا۔

حسیب سے حکیم شاہ کے بارے میں ریسرچ کروانا اور پھر جب اس نے یہ بتایا کہ وہ حسن علی ہے جو حکیم شاہ کے ماتحت کام کرتا ہے تو اس سب سے اُس کا مقصد صرف حسیب کو اِس سب میں پوری طرح سے انوالو کرنا تھا۔

وہ اُسے اُس کی آنکھوں سے دکھانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ کس قدر خطرناک ہو سکتے ہیں۔

اُس کی کہانی کا دوسرا کردار سلطان چوہدری تھا۔

وہ ایک مغرور،اکھڑ مزاج اور پر طیش شخص ضرور تھا جس نے حکیم شاہ کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور جس کی غلطی کی سزا اسکے بے گناہ بھائی کو ملی تھی۔

مگر احمد اُسے ایک موقع دینا چاہتا تھا۔ایک ایسا موقع جس سے وہ اپنی غلطی سدھار سکتا تھا۔

اس نے سلطان چچا کے پاس پہنچتے ہی ایسے سوال پوچھے تھے کہ وہ بھی الجھن میں پڑ گئے کہ آخر یہ لڑکا کر کیا رہا ہے۔ وہ ان کے تاثرات سے یہ جان سکتا تھا کہ کوئی راز تو ہے جو انہیں معلوم ہے مگر وہ بتانا نہیں چاہ رہے۔

پھر اُنہوں نے اسے ایک اشارہ دیا۔

"ایل بی۔" جب انہوں نے اس ٹیگ کا نام لیا تو وہ وہیں سمجھ گیا تھا کہ وہ labyrinth کی بات کر رہے ہیں۔ مگر انہوں نے اس ٹیگ کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔

احمد چاھتا تھا کہ اسے وہ ٹیگ ملے۔ اگر وہ مل جاتا تو کہانی آگے چل سکتی تھی۔

ان سے بات کرنے کے بعد جب وہ نیچے آیا تو اُسے ٹیبل پر پڑے گلدان میں کوئی چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی۔

اُس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اچک لیا تو وہ وہی گولڈن ٹیگ تھا۔ احمد کے ماتھے پر بل پڑے۔

اُس پل اُسکے ذہن میں ایک ساتھ کئی سوال آئے تھے مگر اگلے ہی پل اُسکے سارے سوالوں کے جواب اسے مل گئے۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ سلطان چچا بھی اپنے دوست شاہ ویز جعفری کے کرتوتوں سے واقف تھے۔وہ اسکی مدد کرنا چاہتے تھے بس اُسکے خلاف خود کھڑے نہیں ہونا چاہتے تھے۔

اُس نے فلحال انہیں دوبارہ نہیں اکسایا تھا۔

تیسرا شخص،الماان ابراہیم تھا۔

وہ احمد کا پرسنل فیورٹ بھی تھا۔اُسے بنا کسی مطلب کے اس شخص سے محبت تھی۔یہی وجہ تھی کہ اُس نے اُسے پہلے ہی ہر چیز سے آگاہ کر دیا تھا۔

اُس نے الماان کو حسن علی کے ڈاکومنٹس چرانے کو کہا تھا تاکہ وہ ایسے خطرناک حالات کے لئے تیار ہو سکے۔یہ اُسکی ایک قسم کی ٹریننگ تھی۔

مگر اُس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسٹڈی میں اسکا ایک عدد کیمرہ بھی فٹ ہے۔تبھی وہ الماان کے بتائے بغیر بھی سفیرہ کو وہاں دیکھ چکا تھا۔

اسکے سبھی خیال، سبھی وحشتیں، سبھی کلفتیں محو ہو گئیں۔

یہ عمر گریزاں کہیں ٹھہرے تو یہ جانوں

ہر سانس میں مجھ کو یہی لگتا ہے کہ تم ہو!

★★★★★

کنزہ نور اُسی اپارٹمنٹ میں رک گئی تھی۔ رضا جلد از جلد اس مسئلے سے نمٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اُس نے پولیس کے ذریعے قیصر کو تو ہتھکڑیاں لگوادیں تھیں مگر اب اُن لوگوں کو جو اُن کے پیچھے لگے تھے اریسٹ کروانے کے لئے بھاگ دوڑ میں لگا تھا۔

کنزہ اُس وقت بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی شیشے کی صاف کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی جہاں رات ہر سو پھیلی تھی۔ چند لمحے بعد وہاں چاند کا ہلکا سا عکس نمودار ہونے لگا۔

وہ کھڑکی کے اُس پار دیکھ رہی تھی مگر ذہن کہیں اور اٹکا تھا۔

"کسی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔۔۔اپنوں سے اچھے غیر ہوتے ہیں۔"

اُس کی سیاہ آنکھوں کی چمک ماند پڑ چکی تھی۔

"نہ ماں، نہ باپ، نہ ماموں۔۔۔ کسی رشتے سے مجھے وہ تحفظ نہیں ملا جو تحفظ مجھے اِن دو لوگوں نے محسوس کروایا ہے۔ کون ہیں یہ؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا دے کر بھیجا ہے؟ کیا ایسے لوگ دنیا میں واقعی ہوتے ہیں؟ اور اگر ہوتے ہیں تو میرے پاس کیوں نہیں تھے؟ نہ کوئی بھائی نہ ہی باپ۔۔۔ کوئی تو ایسا ملا ہوتا جو مجھے یہ کہتا جو آج اس شخص نے کہا۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، کیا اس سے پہلے کوئی ایسی تسلی دینے والا ملا مجھے؟ جو مجھے ہر فکر سے آزاد کر کے ہر پریشانی خود پر لے لیتا؟"

آرزوئیں ایک بار پھر اس پر حاوی ہونے لگی تھیں۔

اُس کے بچپن میں ہی اسکے ماں باپ کی علیحدگی ہو گئی تھی۔ ماں نے لڑ جھگڑ کر اسے اپنے ساتھ تو رکھ لیا تھا مگر وہ اس کی ذمہ داریاں نہیں اٹھا سکی تھی۔ پھر اُس کی اپنی بھی زندگی تھی اور اس زندگی کی کئی خواہشات تھیں جسے وہ چند سال کی بچی کے ساتھ پورا نہیں کر سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

اُس کی ماں نے اُسے ماموں کے پاس کینیڈا بھیج دیا تھا۔اُس وقت قیصر کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ مگر شادی کے چند ماہ بعد ہی اُس کی بیوی کی وفات ہو گئی۔ وہ تو گویا پاگل ہو گیا تھا۔اُس نے کنزہ پر چیخنا شروع کر دیا۔

"تم اس گھر میں قدم رکھتے ہی میری بیوی کھا گئی۔ تمہاری ماں اگر تمہیں نہیں سنبھال سکتی تھی تو رہنے دیتی تمہیں باپ کے پاس، کیوں میری زندگی میں لا کر پھینک دیا؟"

اُس کے دماغ پر غصہ سوار تھا۔کنزہ نور کئی کئی دن تک ڈری سہمی ایک جگہ بیٹھی رہتی۔

اسے ہر چیز سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ایسا لگتا تھا اسے کسی نے پاتال میں پھینک دیا ہے اور ہر وقت اسکے گرد سیاہی پھیلی رہتی ہے۔ کبھی کبھی اُسے لگتا کہ اگر وہ یہاں مزید رکی تو جیسے اس کا سانس رک جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔

قیصر کو کچھ ہو گیا تھا وہ بالکل ہی بدل گیا تھا۔ سارا دن گھر سے باہر رہتا اور جب گھر آ کر اُس کی نظر کنزہ نور پر پڑتی تو وہ آنکھوں میں نفرت سموئے اُسے مارنا شروع کر دیتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر وہ شراب پینے لگا اور اب وہ ایک لمحے کے لئے بھی اُسے شراب کی بوتل کے بغیر نہیں دیکھتی تھی۔

جب اُس نے دیکھا کہ اب وہ ہر وقت نشہ کرنے میں لگا رہتا ہے تو وہ گھر سے باہر نکل آئی۔

اُس نے ایک جگہ سے ڈیزائننگ کا کورس کرنا شروع کر دیا تھا۔ زندگی میں پیش آنے والے حالات و واقعات نے اُسے اس قدر تلخ بنا دیا تھا کہ اب وہ کہیں بھی چلی جایا کرتی تھی۔ وہ جب چاہے چہرے پر مسکان لا سکتی تھی اور جب چاہے سنجیدہ ہو جاتی تھی۔ جب انسان کا دل تلخیوں سے بھر چکا ہو تو وہ جذبات اور تاثرات کا درست استعمال کرنا سیکھ جاتا ہے۔

اُس دن وہ شام کے وقت گھر پہنچی تھی۔ قیصر اُسے دیکھتے ہی آگے بڑھا اور ایک زوردار تھپڑ اسکے چہرے پر دے مارا۔

"کہاں تھی تم؟"

وہ غرایا۔ کنزہ کی آنکھوں سے پانی آنے لگا۔

"جہاں بھی تھی تمہیں اِس سے کیا؟"

www.novelsclubb.com

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے گردن اکڑا کر مضبوط لہجے میں پوچھا۔

"زبان لڑاتی ہو آگے سے؟"اُس نے ایک اور تھپڑ اُس کے سر پر مارا اور پھر رکا نہیں۔

وہ مزاحمت بھی نہ کر پائی۔

"بتا کہاں جاتی ہے؟"

"پڑھنے جاتی ہوں۔"

بلآخر وہ اُس کے ہاتھوں کو پوری قوت سے جھٹکتے ہوئے چلائی تھی۔

وہ وہیں رک گیا مگر خوفناک چہرے کے تاثرات ویسے ہی رہے۔

"کس سے پوچھ کر گئی تھی؟میری زندگی تباہ و برباد کر کے خود سکون سے باہر نکل جاتی ہے اور پھر ڈھٹائی سے کہتی ہے پڑھنے جاتی ہوں۔۔۔۔بند کرو یہ سب۔"

اس نے وحشیانہ انداز میں چیختے ہوئے اسے دھکا دیا تو وہ دور جا گری۔اسکے بال بکھر چکے تھے اور پھٹے ہوئے ہونٹ سے خون رسنے لگا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیوں کروں بند؟ تم نے تو ہر وقت صوفے پر پڑے رہنا ہوتا ہے۔۔۔ گھر کا خرچا کیسے چلاؤں میں؟ کیسے کھانا پکا پکا کر کھلاؤں؟ کہاں سے آئیں گے پیسے؟ کچھ نہ کروں تو زندہ کیسے رہے گا؟"

وہ وہیں گری نم آنکھوں سے بلند آواز میں بولی۔ قیصر خاموش ہو چکا تھا۔ اسکے بعد اس نے کنزہ سے کچھ نہیں کہا۔

پھر اسے ایک دو کمپنی میں جاب ملی مگر وہاں اس کے جیسے کپڑوں میں کوئی نہیں آتا تھا۔ وہ مکمل لباس میں ہوتی تھی سر پر حجاب کیئے اس کا حلیہ کسی کو پسند نہیں آتا تھا۔ جب اُس سے دوسرے کپڑے پہن کر آنے کی ڈیمانڈ کی گئی تو اس نے انکار کر دیا۔

www.novelsclubb.com

پھر آخر کار اُسے احمد جبریل کی کمپنی میں جاب ملی۔ اُسے وہ کمپنی اور وہاں کے لوگ بہت اپنے اپنے سے لگے تھے۔ شاید اسلیئے کہ وہاں زیادہ تر مسلمان تھے اور اسکی طرح ہی کی چند اور خواتین بھی تھیں۔ اسے ان کا ماحول بہت اچھا لگا تھا مگر ایک تاریکی اور خلا سا تھا اسکے وجود میں جو اسے کسی سے بھی گھلنے ملنے نہیں دیتا تھا۔

ان دنوں وہ جاب سے گھر واپس جاتی تو بہت پر سکون رہتی تھی۔ صبح سویرے صفائی کے بعد کھانا پکا کر رکھ جاتی اور واپس آکر بس آرام کرتی۔ اُسے لگا ہی تھا کہ اُس کی زندگی آسانیوں کی طرف آرہی ہے مگر قیصر نے شاید اسے ساری عمر تکلیف دینے کی ٹھان رکھی تھی۔

اُس نے اُسے ایک کافی شاپ میں جاب دلوادی تھی۔

"تمہیں نوکری کرنے کا بہت شوق ہے تو پھر سارا دن یہی کام کیا کرو۔۔۔ گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔اب سے تم ساتھ ساتھ یہ نوکری بھی کروگی۔"

اسے علم ہوا کہ پاتال کی گہرائیاں ختم نہیں ہوئیں۔۔۔ان گہرائیوں سے نکلنا شاید اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ اگر اُس سے اتنی ہی نفرت کرتا تھا تو اسے واپس اسکی ماں کے پاس یا باپ کے پاس کیوں نہیں بھیج دیا؟

وہ روتے ہوئے سوچنے لگی۔ مگر اب یہ دونوں جابز کرنا اسکی مجبوری بن چکی تھی۔

پھر اُس کی زندگی میں ایک فرشتہ صفت انسان آیا جس کے باعث اسکی زندگی میں مکمل نہیں مگر تھوڑی بہت بہتری ضرور آئی تھی۔احمد جبریل نے قیصر کو کوئی دھمکی دی تھی یا جو کچھ بھی کہا تھا اُس پر اثر ہو گیا تھا۔اور ایک دو ماہ کے لئے وہ اثر قائم بھی رہا۔تب تک وہ کافی شاپ میں کام کرنے لگا اور وہ آفس آجایا کرتی تھی۔مگر وہ بدلا نہیں تھا۔۔۔وہ ویسا ہی شرابی اور پاگل قسم کا انسان تھا جس سے کبھی بھی برے ردِ عمل کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

کنزہ اپنی زندگی کی طرف دیکھتی تھی تو اسے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔اُسے لگتا جیسے وہاں کچھ ہے ہی نہیں سوائے اذیت کے۔

"ہم انسان کتنے مجبور اور بے بس بنائے گئے ہیں نا۔۔۔اور ہمیں بار بار یہ احساس بھی دلایا جاتا ہے کہ ہم کتنے بے بس ہیں۔۔۔میری زندگی پر تو شاید یہ بے بسی کالے سائے کی طرح چھا چکی ہے۔"

اس دن وہ اپنے کیبنٹ میں بیٹھی لیپ ٹاپ سامنے رکھے بہت مایوس لگ رہی تھی۔پھر اچانک ہی اُس نے پینٹ نکالا اور ایک والپیپر بنانا شروع کر دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہر طرف سیاہی تھی۔۔۔بالکل ویسی ہی سیاہی جیسی اُس کے اپنے گرد تھی۔

اور اِس سیاہی میں وہ گھٹنوں کے بل گر چکی تھی۔مگر ایک امید کی کرن اسکے ہاتھوں میں آدھی کڑی کی صورت میں موجود تھی جس کا دوسرا سرا جانے اسے اِس دنیا میں ملنے والا تھا یا نہیں۔۔۔مگر وہ موہوم سی امید اُسے اُس کڑی کو جوڑنے کے لئے دوسرا سرا بنانے پر مجبور کرنے لگی۔

اُس نے ایک کونے میں چھوٹی سی روشن امید بنا دی۔پھر اُس نے وہ پینٹنگ والپیپر پر لگا دی۔

یہ اُس نے اپنی زندگی کا ایک نقشہ کھینچا تھا اس لئے کہ وہ ہر وقت اپنی اس زندگی پر پھیلی سیاہی کو دیکھ سکے۔۔۔اور اس دن کا انتظار کرے جب وہ امید کی روشنی اُسے مل جائے گی۔امید یقین میں بدلے گی اور تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔

اور اُسی دن اُس کا سامنا رضا سے ہوا جو اسکے ڈیزائنز دیکھنے کی نیت سے آیا تھا مگر جب اسکی نظر والپیپر پر پڑی تو وہ اُسکی تعریف کرنے لگا۔

"کنزہ کو اُس دن اپنی زندگی ایک مذاق لگی تھی۔اُس نے کس اذیت میں وہ پینٹنگ بنائی تھی جسے وہ خوبصورت کہہ کر چلا گیا تھا۔اس نے جانا کہ دیکھنے میں اور سہنے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔"

اُس دن کے بعد اُس کا معمول یہی رہا۔وہ اب پہلے کی نسبت بہتر نیند سو پاتی تھی۔قیصر سے اسکی زیادہ ملاقات یا بات چیت نہیں ہو پاتی تھی۔

کمپنی میں بھی اسکی پروگریس اچھی چل رہی تھی۔احمد پاکستان گیا تھا اور کچھ وقت کے لئے باس کی سیٹ پر رضا فائز ہو چکا تھا۔مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ بس لگن سے اپنا کام کرتی رہی۔

اب جبکہ اسکی زندگی اچھے خاصے ٹریک پر آنے لگی تھی تو ایک اور مسئلہ اسکا منتظر تھا۔

قیصر اُس کی شادی کسی شخص سے کرنا چاھتا تھا اور وہ بھی محض اس لئے کہ اس نے اس شخص کے ساتھ کوئی سودا طے کر رکھا تھا جو اسے ساری عمر کے لئے نفع پہنچا سکتا تھا۔

وہ بری طرح سے پھنس چکی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

www.novelsclubb.com

پھر اسے احمد سر کا خیال آیا۔وہی شخص تھا جس نے اسے پہلی بار مشکل سے نکالا تھا۔وہ بس ان سے مدد مانگنا چاہتی تھی مگر رضا سے پوچھنے پر پتا چلا کہ وہ تو ابھی نہیں آنے والے۔وہ مایوسی میں واپس پلٹ آئی تھی۔اُس نے سوچا تھا کہ اب وہ خود ہی کچھ کرے گی مگر یہ سودے بازی نہیں ہونے دے گی۔

شادی والے دن وہ موقع پا کر وہاں سے بھاگ آئی تھی اُس نے نہیں سوچا تھا کہ وہ کہاں جائے گی کیا کرے گی۔وہ بس بھاگ رہی تھی اور اللہ مشکلات سے بھاگنے والوں کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ تو نکال ہی دیتا ہے۔اُس نے یہاں بھی اُسکے راستے میں کسی کو بھیج دیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اُس کی کمپنی کا باس ہو گا اُس نے سوچا نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

کھڑکی کے اُس پار نظر آتا چاند اب تاریکی پر حاوی آنے لگا تھا۔

اُس کے خیالات کا ارتکاز ٹوٹا تو آنکھیں دھندلی پڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔اُن سے نمی جھلک رہی تھی۔

"تکلیفیں، راستے، بھاگ اور موڑ ختم ہی نہیں ہو رہے۔۔۔ میری زندگی کی منزل مجھے کب ملے گی۔۔۔؟"

وہ اسی سوال کے ساتھ آنکھیں موندے لیٹ گئی۔

★★★★★

یہ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ لندن میں اُسے آئے ہوئے چند ہفتے گزرے تھے۔ اُس کے گھر کے باہر کا قدیم طلسماتی ماحول اسکی شخصیت کے مطابق تھا۔ اُس وقت وہ اپنے گھر سے نکل کر اب سڑک کے کنارے درختوں کے درمیان لگے بنچ پر بیٹھی تھی۔

پت جھڑ کے موسم میں زرد پتے ہر جاء بکھرے پڑے تھے۔ چنار کے قدیم درخت کے پتوں نے ماحول کو خزاں کی رت سے آشنا کر دیا تھا۔

وہ اپنی ایک کتاب لکھ رہی تھی اور اُس نے وہ آدھی لکھ لی تھی۔ اُس کتاب میں اللہ کا اور اُس کی تخلیق کا تذکرہ تھا۔ مگر اس انداز سے کہ پڑھنے والے سوچ میں پڑ جائیں۔ اِس کتاب میں کچھ ایسے سوال تھے جن کے جواب صرف قرآن دے سکتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کو

www.novelsclubb.com

پڑھنے والا قرآن کو پڑھے۔ درحقیقت وہ اس کتاب کو دوسروں سے زیادہ خود کے لئے لکھ رہی تھی۔

اُس وقت بھی وہ لفظوں میں الجھی ہوئی تھی جب اُس کے کانوں سے قہقہوں کی آواز ٹکرائی۔

اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک کپل بانہوں میں بانہیں ڈالے مسکراتا ہوا باتیں کر رہا تھا۔

علما نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے چہرہ واپس موڑ لیا۔ وہ دونوں اب اُس کے دائیں جانب ذرا سے فاصلے پر اُنہی درختوں کے نیچے گھاس پر بیٹھ گئے تھے۔

وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ علما اپنے کام پر توجہ نہیں دے پا رہی تھی۔ اُس کا ذہن بار بار ان کی باتوں کی طرف جا رہا تھا۔

"اگر میں پوچھوں کہ میں تمہارے لئے کیا مقام رکھتا ہوں تو؟"

وہ لڑکا اب اس لڑکی سے پوچھ رہا تھا۔ کچھ ایسا ہی سوال وہ پہلے بھی سن چکی تھی۔

علما کا ساکت وجود ریور کیم پر گزری رات میں پہنچ گیا۔

"اگر میں تم سے پوچھوں کہ میں کیسا ھوں تو تم کیا کہو گی؟"

"تم۔۔۔تم اگر مجھ سے پوچھو کہ تم کیسے ھو تو میں تم سے کہوں گی تم محبت جیسے ھو۔۔۔خوبصورت اور سکون بخش۔۔۔تم کوئی ساحر ھو جس نے مجھے اپنے سحر میں گرفتار کر رکھا ھے۔۔۔میں چاھوں بھی تو اِس سحر سے نہیں نکل سکتی۔۔۔تم زندگی ھو اتاش۔۔۔جسے جتنا چاھا جائے کم ھے۔"

اپنے کہے گئے الفاظ اُس کے کانوں میں بازگشت کرنے لگے۔اُس کی سانسیں ایک دم ہی تیز تیز چلنے لگی تھیں۔کوئی ان چاہا سا تصور تھا جس نے اسے پچھتاوے کے گڑھے میں پھینک دیا تھا۔

"تمہارا مقام میری زندگی میں اُس روشنی جیسا ہے جو ہر تاریکی کو دور کر دیتی ہے۔جب سے تم ملے ہو میں روشنیوں میں آگئی ہوں۔۔۔تم میرے لئے روح کے نور سے بڑھ کر کیا ہو سکتے ہو؟"

وہ لڑکی خلوص دل سے بول رہی تھی۔ علما کو لگا اُس کا وجود خاک ہوتا جا رہا ہے۔ اُسکے لئے مزید وہاں بیٹھنا محال ہو رہا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی واپس گھر آ گئی۔

"کیا تم کبھی اپنے بیتے لمحوں کے گناہوں کو بھول پاؤ گی علما؟"

اس نے شدت سے چور ہوتے ہوئے سوچا۔

★★★★★

رات کی سیاہی میں سرخ حویلی پوری آب و تاب سے روشن تھی۔ ہر جانب لگے برقی قمقموں کے باعث خوب رونق لگی تھی۔ ایسے میں ان دونوں کے لئے ایک ہی سرخ پھولوں سے سجایا گیا اسٹیج بے حد یونیک لگ رہا تھا۔ یہ جگہ حویلی سے باہر کچھ فاصلے پر تھی جو کہ ایک قسم کا لان تھا۔ کچھ کچھ فاصلوں پر لگے سفید کرسیاں اور میز منظر کو پر سکون بنا رہے تھے۔

ہر جانب نظر آتے کھلکھلائے چہرے خوشی کی نوید لا رہے تھے۔ اِس گھر کے سبھی لوگوں کی زندگیوں میں یہ شادی گویا مٹھاس گھولنے کو آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

نکاح ہو جانے کے بعد یہ ولیمے کی رات تھی۔اسد اور اجالا کو ایک ساتھ اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا۔

عالم چوہدری ایک جانب کھڑے دوستوں کے ساتھ گفت وشنید میں مصروف تھے۔اور نئے آنے والے لوگوں کو خوش آمدید کہہ کر کرسیوں پر بٹھا رہے تھے۔

فاطمہ خاتون نفیس سا لباس پہنے خواتین والی سائیڈ پر موجود تھیں۔ان کے ساتھ اجالا کی فیملی کی کچھ خواتین بھی براجمان تھیں۔

اسی پل انا نے مہرون رنگ کی پاؤں کو چھوتی فراک پہنے ہلکا سا میک اپ لگائے لان میں قدم رکھا تو ہیل کے باعث اُس کا قد دروازے سے لمبا لگ رہا تھا۔

پھر وہ سیدھی اسٹیج پر پہنچی اور بھائی بھابھی کو ایک بار پھر مبارکباد دے کر چند ایک خوشگوار جملوں سے گفتگو کا اختتام کرتی واپس نیچے آگئی۔خواتین سے رسمی علیک سلیک کے بعد وہ چاروں سمت دیکھنے لگی۔

احمد جبریل اسے ابھی تک کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔انا کی سیاہ نگاہیں اُسے ہی تلاش کر رہی تھیں۔جب وہ اسے نظر نہ آیا تو وہ ایک کونے میں لگے خالی ٹیبل پر آ بیٹھی۔

چہرے پر مسکان سجائے سیاہ گھنی پلکوں تلے موجود گہری آنکھوں میں بہت کچھ سمو آیا تھا۔وہ عالم چوہدری کے ساتھ کھڑے سلطان چوہدری اور اُن کے دوستوں کو دیکھ رہی تھی۔وہ سب مرد بارعب شخصیت لئے شان سے کھڑے باتوں میں مصروف تھے۔پھر اُس کی نظریں ایک بار پھر خواتین کی جانب اٹھ گئیں تو سب سے پہلے نظروں میں فاطمہ خاتون آئیں۔وہ انہیں دیکھ کر محبت سے مسکرائی۔

اللہ نے اسے بہت ساری نعمتوں سے نوازا تھا۔وہ اُس کی بے حد شکر گزار تھی۔

www.novelsclubb.com

آج سب ایک ساتھ تھے اور اسے یہ سب دیکھ کر ہی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

تبھی اُسکی بار بار دروازے کی سمت اٹھتی نظروں نے اُن تینوں کو قدم سے قدم ملا کر اندر آتے دیکھا۔

احمد، حسیب اور المان ایک جیسے سفید لباس کے اوپر واسکٹ پہنے شانوں پر سیاہ شال لئے ہوئے تھے۔اُسکی نظریں احمد پر جمی تھیں جس کے بال سیدھے ماتھے کی جانب آ رہے تھے جبکہ سرمئی نگاہوں سے طلسم بکھیرتا وہ مسکرا رہا تھا۔

انا کے لب اسکی مسکراہٹ دیکھ کر خود بخود تبسم میں ڈھل گئے۔

وہ تینوں آگے بڑھ کر عالم چوہدری اور ان کے ہمراہ موجود لوگوں سے ملنے لگے۔

کھانے کے بعد دیگر عوام چلی گئی تو بس گھر کے لوگ ہی رہ گئے تھے۔

ان کے ہم عمر کزنز وغیرہ ایک گروپ کی شکل میں کھڑے گپیں ہانکنے میں مصروف ہو چکے تھے۔

احمد اور انا بھائی بھابھی کے گرد بیٹھے آج کے دن بھی انہیں بخشنے والے نہیں تھے۔

"بھائی خراٹے بہت لیتے ہیں تو اگر آپ کو ان سے زیادہ مسئلہ ہوا ہمیں بتا دیجئے گا بھابھی۔"

احمد مسکراہٹ روکے شرارتاً گویا ہوا۔

اسد بھی اسکی باتوں پر جوابی کاروائی کرتا رہا جبکہ اجالا بھابھی ہلکی سی مسکان چہرے پر سجائے ان دونوں کو سن رہیں تھیں۔

انا بھرپور طور پر احمد کا ساتھ دے رہی تھی جس پر اسد نے تقریباً ہار مان کر خاموشی اختیار کر ہی لی تھی۔

پھر فاطمہ خاتون ان کے پاس آئیں تو انا وہاں سے اٹھ کر نیچے آگئی تھی۔

فراک کے ہم رنگ دوپٹے کو شانے پر درست طرح سے رکھتی وہ واپس اسی ٹیبل کی جانب بڑھ آئی تھی جواب بھی خالی تھا۔ایک کرسی کھینچ کر بیٹھی وہ اپنے ارد گرد کے طلسمی سے ماحول کو محسوس کر رہی تھی۔رات کی خنکی اسکی روح میں طراوت کا سا احساس جگا رہی تھی۔

گہری خاموش نگاہوں سے فضا میں موجود ذروں سے باتیں کرتے اسے اچانک اپنے سامنے کسی کے بیٹھنے کا ادراک ہوا۔اس نے وہیں سے نگاہیں ٹیبل کے دوسری جانب بیٹھے شخص پر ڈالیں۔

وہ ابرو اچکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"Twinkle twinkle little star,

How I wonder what you are..."

اُس نے اگلے ہی پل دور افق پر دیکھتے ہوئے کہا اور اتنا بول کر خاموش ہو گیا۔

انا جمود کا سا تاثر لئے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"Up above the world so high,

Like a diamond in the sky"

انا نے بے اختیاری میں اس نظم کی اگلی دو سطریں پڑھتے ہوئے المان کے چہرے پر سے نظریں ہٹا لیں۔ ایک ہی پل میں اسکی ذات حال سے ماضی میں چلی گئی تھی۔ اسکی نظروں کے سامنے اپنے بابا کا چہرہ آنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اوکے پھر آپ آسمان والے ستارے گنیں۔۔۔میرے تو وہی ستارے ھیں جو اِس وقت میرے پاس ھیں، اِنہیں گننے کی مجھے ضرورت ھی نہیں۔"

کبیر ساحر کی آواز اسکے کانوں میں گویا ابھی ہی پڑی ہو۔اسکی آنکھیں فرطِ جذبات سے نم پڑ گئیں۔بس ایک پل کے لئے،اور اگلے ہی پل وہ نمی کو واپس دھکیل چکی تھی۔

"چاند تو ایک ہوتا ہے۔۔۔اور میرا چاند آپ تھے بابا۔"

وہ زیرِ لب بڑبڑائی مگر اسکی آواز قریب بیٹھے الماان تک پہنچ گئی تھی۔

انا اپنے سامنے بیٹھے شخص کی موجودگی کو یکسر فراموش کر چکی تھی۔

"سنو پری۔۔۔"

وہ ٹیبل پر آگے کو جھکا نرمی سے بولا۔دفعتاً ہی انا شعور میں واپس لوٹ آئی اور حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم مجھے پری کیوں کہہ رہے ہو؟"

www.novelsclubb.com

وہ کچھ سنبھل کر بولی۔المان دھیرے سے ہنسا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ تمہیں پری نہیں کہا،انازادی کہا ہے۔"

"تم سیدھی طرح میرا نام نہیں لے سکتے کیا؟"

وہ ابرو اچکا کر پوچھنے لگی۔

"کیا ہو گیا۔۔۔آج کے دن تو آرام سے بات کر لو، تمہارے بھائی کی شادی ہے یار۔کچھ تو خیال کرو معصوم لوگوں کا۔"

وہ ہاتھ اوپر اٹھا کر بولا جیسے سرینڈر کر دیا ہو۔

انا کو احساس ہوا وہ واقعی ایک دم سے تلخ ہو گئی تھی۔یہ اُس شخص کی موجودگی کے سبب تھا یا اسکی باتوں کی وجہ سے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

وہ کئی پل خاموش رہی۔المان کرسی پر واپس پیچھے ہوتے ہوئے بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ اسکی نظروں سے الجھ سی گئی تھی،ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اسکے چہرے سے ہی اسکی ہر سوچ پڑھ لے گا۔۔۔اور یہی وہ نہیں چاھتی تھی۔

"تم نے اچانک سے۔۔۔وہ نظم کیوں پڑھی؟"

چند لمحے گزر گئے توانا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

المان کی گہری نظریں اب اس کے چہرے سے ہٹ کر سامنے کھڑے لڑکے لڑکیوں کے گروپ پر ٹک گئیں۔

"بس ایسے ہی ذہن میں آئی اور بول دی۔۔۔کیوں کوئی جرم ہو گیا مجھ سے؟"

اسی معصومیت سے پوچھا گیا۔انا بمشکل مسکرا کر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں۔۔۔بس یونہی۔۔۔وہ نظم بہت پسند تھی مجھے۔۔۔پسند ہے مجھے۔۔۔ابھی بھی۔"

المان نے آج سے پہلے اسے یوں لڑکھڑا کر بولتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟"

وہ اب پھر سے ٹیبل پر آگے کو جھکتے ہوئے فکر مند لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"پہلے ٹھیک تھی۔۔۔پھر یوں ہوا کہ تم آ گئے۔"

اسکی زباں پر یہ الفاظ آتے آتے رہ گئے تھے۔

"کہو تو میں چلا جاتا ہوں، بس موڈ خراب مت کرواپنا۔"

وہ اسکے بنا کچھ کہے اٹھنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔" انا بوکھلا سی گئی۔وہ اٹھتے اٹھتے واپس بیٹھ گیا۔

"کیا وہ واقعی اسکی سوچ پڑھ رہا تھا جو یوں اٹھ کر جا رہا تھا؟"

اس نے خفت سے سوچا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے بس ماضی کے کچھ پل یاد آ گئے تھے اور میں انہی میں کھو گئی۔۔۔پتا نہیں چلا کیا بول رہے تھے۔"

وہ کم از کم آج کے دن اس سے اچھی طرح سے ہی پیش آنا چاھتی تھی۔

"سوری میں نے۔۔۔وہ نظم پڑھ کر تمہیں تمہارے بچپن کی یاد دلا دی۔۔۔تم اداس کیوں ہو رہی ہو؟"

وہ الماں کے لہجے پر غور کرتی مسکرائی۔

"یادیں اچھی ہوتی ہیں۔۔۔اور انہیں ہمارے لاشعور میں ہر وقت رہنا چاہیے۔کیونکہ کہیں نہ کہیں یہ یادیں ہی ہماری سب سے بڑی طاقت بھی ہوتی ہیں۔"

اب کے اسکے چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔الماں چند ثانیے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"وہ لڑکی کبھی بھی اپنے دل کی بات کسی سے نہیں کہتی تھی۔" وہ سوچ کر رہ گیا۔اسی اثنا ٹیبل پر دھرا اُسکا موبائل چنگھاڑنے لگا۔

موبائل اسکرین کو دیکھتے ہوئے الماں کی نگاہوں میں ایک پل کے لئے اچھنبھا اترا۔

"جی بولیں۔"

وہ فون کان سے لگائے نگاھیں لان میں اِدھر اُدھر گھماتا بولا۔

"کیا ہوا ہے؟"

اسکی آنکھوں میں تفکر ابھرا۔انا اسکے بدلتے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

"آپ ہیں کہاں پر؟"

الماں نے آواز دھیمی رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"جی بہتر۔۔۔میں کرتا ہوں کچھ۔"

اس نے فون رکھ دیا اور پھر انا کو دیکھ کر عادتاً مسکرایا۔

"کیا ہوا کوئی پرابلم ہے؟"

انا کے استفسار پر وہ گردن نفی میں ہلانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"کوئی پرابلم نہیں۔۔۔بس مجھے فی الوقت کہیں پہنچنا ہے تو بعد میں ملتے ہیں."

اس کے جانے کے بعد وہ بھی اٹھ کر دوسری جانب چلی گئی۔

★★★★★

لان سے باہر نکلتے ہی اس نے احمد کو کال کر کے ایمر جنسی کہہ کر باہر بلایا تھا۔

"کیا ہوا الماں۔۔۔تم نے کہا ایمر جنسی ہے؟"

"حسیب بھائی کی کال آئی تھی۔انہیں گھر میں ضروری کام تھا اور وہ حویلی کے پاس سے گزرے۔انہوں نے بتایا ہے کہ وہاں کچھ بھی ٹھیک نہیں۔"

الماں گھمبیر لہجے میں بتا رہا تھا۔

احمد نے ماتھے پر شکنیں ڈالے اُسے دیکھا۔

"کیا ٹھیک نہیں؟"

الماں نے ارد گرد نگاہیں دوڑائیں پھر چہرہ اسکے قریب لے جا کر آہستگی سے بولا۔

"انہوں نے وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا۔۔۔وہ اندھیرے میں چھپ کر بیٹھے تھے۔ حسیب بھائی نے بتایا کہ ان کے پاس ہتھیار بھی تھے۔"

"حسیب ٹھیک ہے؟"

احمد کے چہرے پر تشویش ظاہر تھی۔

"وہ ٹھیک ہیں۔۔۔ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کا ہدف میں نہیں۔۔۔آپ لوگ ہیں، سوچیے بھائی اگر ہم سب لوگ بھائی، بھابھی۔۔۔تایا،تائی سمیت حویلی جائیں اور وہ لوگ خدانخواستہ حملہ کر دیں تو۔۔۔۔؟ ہمیں اس سب کو روکنا ہی ہو گا۔"

المان نے فکر مندی سے کہتے ہوئے گہرا سانس لیا۔

احمد کی آنکھوں میں اس نے اشتعال ابھرتے دیکھا تھا۔اور وہ سمجھ گیا تھا کہ انہیں اسی وقت حویلی کی جانب جانا ہے۔

"ہم سیدھے حویلی نہیں جائیں گے۔"

اُس نے آگاہ کیا اور پھر برق روی سے چلتا سڑک پر اتر آیا۔المان حیرت سے اُسکے پیچھے بڑھا۔

جب تک وہ حویلی سے کچھ دور بنے ٹیلے تک نہیں پہنچ گیا المان خاموش رہا۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"ششش۔۔۔"

المان کے پوچھنے پر اُس نے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروایا۔

اُسکی نظریں سامنے ایک لمبی سڑک کے آخر میں موجود حویلی پر تھیں۔

المان بھی جھک کر بیٹھا اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگا۔

اس جگہ سے وہ حویلی کے ارد گرد کا سارا منظر دیکھ سکتے تھے۔حویلی پر ہوئی لائٹنگ کے باعث وہ غور کرنے پر دیواروں کے ساتھ لگے کچھ آدمیوں کی موجودگی کو محسوس کر سکتے تھے۔

"یہ لوگ تو اچانک ہی حملہ کر دیں گے۔۔۔اور امی لوگ بھائی بھابھی کو لے کر پندرہ منٹ تک آنے والے ہوں گے۔"

احمد کے لہجے میں تشویش تھی۔

"ہمیں اُنہیں یہاں آنے سے روکنا ہو گا۔کیونکہ اتنے کم وقت میں ان لوگوں کو بھگانا مشکل ہے۔"

"لیکن کیسے۔۔۔؟"

احمد حقیقتاً پریشان ہوا تھا۔

"سلطان تایا کو کال کر دیں، یا عالم تایا کو۔"

"سلطان چچا کو کرتا ہوں۔"اُس نے فوراً کال ملا کر فون کان سے لگایا۔

"بیل جا رہی ہے وہ اٹھا نہیں رہے۔"

وہ بے چین سا بولا۔

"بھائی اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔آپ کسی اور کو کر لیں، انا کو کال کر کے بتا دیں، اسے کہیں کہ وہ لوگ ابھی حویلی نہ آئیں۔وہ ہماری ہیلپ کر سکتی ہے۔"

الماں کی تجویز پر احمد نے نفی میں سر ہلایا۔

"اُسے نہیں بتا سکتا۔۔۔"اُس نے فون واپس جیب میں ڈالا۔

"کیوں آپکو اس پر بھروسا نہیں ہے۔۔؟"الماں نے چہرہ اسکی جانب موڑ کر سنجیدگی سے کہا۔

"بات بھروسے کی نہیں ہے_____بات ترجیحات کی ہے، میں اسے کسی پریشانی میں نہیں ڈالنے کا رسک نہیں لے سکتا۔اس سے بہتر ہے ہم ان لوگوں سے ابھی نمٹ لیں۔"

"اُسے کیا پریشانی ہو گی، اور ویسے بھی وہ بہادر لڑکی ہے، حالات سے مقابلہ کرنے والی۔۔۔آپ اسے کمزور تصور نہیں کر سکتے۔"

وہ ہنوز سنجیدگی لئے بولا۔

"ہم آگے جائیں گے۔"

احمد نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر فیصلہ سنایا اور وہاں سے اٹھ گیا۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔المان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"المان وہ میری بہن ہے،اسے مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ بہت مضبوط ہے۔۔۔۔اور اتنی ہی حساس بھی۔"

وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور اب کے پلٹا نہیں۔

حویلی کے اطراف میں دیواروں کے ساتھ اور گھاس کے اندر کئی آدمی چھپے ہوئے تھے۔

احمد بنا چاپ پیدا کئے قدم آہستگی سے آگے بڑھا رہا تھا۔سنسان رات میں سائیں سائیں کی آواز کانوں میں گونجتی جا رہی تھی۔

وہ چلتے ہوئے ایک آدمی کے بالکل قریب ہی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ اُسکے قریب جانے لگا۔ وہ شخص چہرہ دوسری جانب موڑے اُسکی موجودگی سے بے خبر کھڑا تھا۔

تبھی اُسکے شانے پر دھری رائفل کی ٹھنڈی نال احمد کو اپنی گردن سے مس ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ایک دم ہی اسکی ہر حس بیدار ہو گئی تھی۔

اُسکی موجودگی کو بھانپتے ہوئے وہ شخص تیزی سے پیچھے مڑا ہی تھا کہ ایک زوردار گھونسا اسکی ناک پر پڑا۔

احمد نے اسی تیزی سے اسکی گردن کے پچھلے حصے پر وار کیا تو وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ وہ وہیں بیٹھا اب اسکی رائفل کی میگزین چیک کر رہا تھا۔ مگر اُسی لمحے کسی کے قدموں کی گہری چاپ سنائی دی۔ وہ قدم بہت تیزی سے اُسکے قریب پہنچ گئے تھے۔ اور اب کوئی اُسکے سر پر پستول تانے پیچھے کھڑا تھا۔ احمد نے آنکھیں میچ کر ایک گہرا سانس لیا۔

وقت بہت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔احمد کی دھڑکن بھی وقت کی سی تیزی اختیار کرتی جا رہی تھی۔

"کہاں ہو تم الماں۔۔۔"

اُس نے بے اختیار ہی سوچا۔

"تمہیں کیا لگا یوں چھپ چھپا کر تم ہمیں آسانی سے ہرا دو گے ؟"وہ آدمی اب قہقہہ لگا رہا تھا۔

"باہر آ جاؤ سب۔۔۔شکار مل گیا ہے۔"

اُس نے بلند آواز میں طنزاً ہنستے ہوئے کہا۔

احمد رائفل وہیں چھوڑے ہاتھ کندھوں تک اوپر اٹھا کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کیا چاہئے تمہیں ؟"

"تم چاہئے ہو۔۔۔زندہ یا مردہ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس آدمی میں فوری طور پر محظوظ انداز میں جواب دیا۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں؟" اب کے اسکے لہجے میں نفرت تھی۔

"اب ساری باتیں یہیں کریں گے کیا؟ چلو میرے ساتھ۔"

اُس آدمی نے احمد کو دھکا دے کر پستول اب اُسکی گردن پر رکھ لیا تھا۔

باقی سب آدمی بھی باہر آ گئے تھے اور اِس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کرتے دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر وہ سیدھا اُس شخص کے کندھوں پر سوار ہوا تھا جس نے احمد کی گردن پر پستول تان رکھی تھی۔

"دیر تو نہیں کر دی بھائی۔۔۔؟"

المان نے مسکراہٹ روکتے احمد کو مخاطب کیا۔ حویلی کی دوسری سمت سے آتے کئی آدمیوں کا رُخ اب ان دونوں کی جانب ہی تھا۔

"بہت ہی وقت پر آئے ہو۔۔۔"

وہ سانس بحال کرتا سامنے سے آتے غنڈوں کیلئے خود کو تیار کر رہا تھا۔

المان ابھی تک اُس آدمی سے نمٹ رہا تھا۔اُسکے ہاتھ میں موجود پستول چھیننے میں ہی اُسے کافی وقت لگ رہا تھا۔

"یہ کون لوگ ہیں،اور انہیں بھیجا کس نے؟"

المان نے اسکے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کی طرف موڑ دیا مگر وہ پستول چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔

"حکیم شاہ نے۔"

"وہ آپکو مروانا چاھتا ہے؟"

المان نے وہیں رک کر حیرت سے پوچھا۔

"اُس کے چاھنے سے تو سب کچھ نہیں ہو گا۔"

احمد نے ایک ہی وار میں اپنے سامنے تین آدمیوں کو مار گرایا تھا۔ الامان کے ہونٹ "واؤ" کی شکل میں سکڑ گئے۔

"نائس شاٹ ہاں۔۔۔"

اُسے کمپلیمنٹ کرتے ہوئے اس نے اُس آدمی کے بازو گویا توڑ ہی دیے تھے۔ وہ اب چیخ رہا تھا۔ اور بلآخر پستول اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"بڑے ہی ڈھیٹ قسم کے انسان ہو یار۔۔۔ بازو ٹوٹ گئے، پستول نہیں چھوڑا۔"

اسے واقعتاً اسکے بازو ٹوٹنے کا افسوس تھا۔

"آگے دیکھ بھائی۔"

احمد نے اُسکا شانہ ہلا کر کہا تو وہ فوراً ہی جھک گیا اور حملہ کرتے شخص کو ٹانگوں سے پکڑ کر زمین پر لا پٹخا۔ پھر پلٹ کر دیکھا تو سامنے سے ایک فوج آ رہی تھی۔

"چلیں بھائی۔۔۔۔ میں تیار ہوں۔"

www.novelsclubb.com

آستینیں اوپر چڑھا کر وہ احمد کے برابر میں کھڑا تھا۔

اُسی پل ڈھول بجنے کی آوازیں سنائی دیں۔احمد اور المان نے ایک جھٹکے سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اوہ نو۔۔۔وہ لوگ آرہے ہیں۔"

المان نے بے چینی سے کہا اور پھر اگلے پانچ منٹ میں وہ دونوں ہی ایک ساتھ لڑتے کئی آدمی نیچے گرا چکے تھے۔

★★★★

دس منٹ بعد دو گاڑیاں حویلی کی جانب بڑھتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ڈھول بجنے بند ہو چکے تھے۔

حویلی کے باہر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے آکر رُک گئیں تھیں۔ہر چیز سناٹے میں تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

گاڑی سے نکل کر اب وہ لوگ حویلی کے اندر جا رہے تھے۔ اسد بھائی، اجالا بھابھی اور فاطمہ خاتون بھی جب اندر چلی گئیں تو انا بھی گاڑی سے نکل آئی۔

ارد گرد دیکھتے ہوئے وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔ فضا میں گھلی کلون کی خوشبو اسے اندر جانے سے روک رہی تھی۔

احمد خوشبو بہت تیز لگاتا تھا وہ جانتی تھی مگر اسے واقعتاً لگا تھا کہ وہ یہیں کہیں ہے۔ پھر وہ ایک گہرا سانس لے کر حویلی کی جانب مڑ گئی۔

"آہ ____ بالآخر چلی گئیں انا بی بی۔"

دیوار کے پیچھے سے جھانکتے الماان نے بھی گہرا سانس لیا تھا۔ احمد تھکن سے مسکرایا۔

"وہ میری موجودگی کے احساس کو ہی پہچان لیتی ہے تو پھر سوچو اگر اسے یہ سب بتا دیتا تو میرے لئے پریشان ہو کر خود کا کیا حال کر لیتی۔۔۔ وہ کہتی نہیں مگر دراصل ان لڑائیوں کی وجہ سے اسے فکر رہتی ہے۔"

احمد نے دیوار کے ساتھ سر ٹکائے اسی تھکن سے کہا۔

"جانتا ہوں آپکے لئے وہ بہت اہم ہے۔۔۔۔وہی سب سے اہم ہے۔"

المان اسی کے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"میں اُسکے لئے بہت پریشان ہوں المان۔۔۔سوچتا ہوں وہ میرے بغیر کیسے محفوظ رہے گی۔۔۔اگر کبھی میں میسر نہ ہوا تو دنیا تو اسکے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گی۔پہلے بھی میری غیر موجودگی نے اسے بہت نقصان پہنچایا ہے۔"

وہ گہری سوچ میں ڈوبا کہہ رہا تھا۔المان نے اسے اپنائیت سے بھرپور نظروں سے دیکھا تھا۔

"بھائی ایک بات کہوں۔"

"کہو۔"

"اگر کچھ مانگوں تو دیں گے؟"

اس نے سادگی سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

""بولو بھی الماں۔"

احمد کو اسکا انداز عجیب لگا تھا۔

"بھائی انا کی ذمہ داری مجھے سونپ دیں۔ قسم کھاتا ہوں مرتے دم تک اُسکی حفاظت کرتا رہوں گا۔"

الماں کو لگا اسکے الفاظ بس ختم ہو گئے۔ وہ آگے کچھ بول ہی نہیں پائے گا۔ احمد بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔

★★★★★

اسلامک سنٹر کی چاردیواری کے اندر ایک جانب بنے کشادہ ہال میں قالین پر بیٹھی خواتین اپنے سامنے کھڑی عبایہ میں ملبوس خاتون کو سن رہی تھیں جو قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ترجمہ اور مختصر وضاحت کر رہی تھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ باقاعدگی سے یہاں آکر قرآن پڑھا اور سنا کرتی تھی۔

"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہر گز راہ راست نہیں دکھاتا۔"

(المائدہ ۵۱)

وہ انہماک سے تلاوت کرتی فرحین عائشہ کو سن رہی تھی جب یہ آیت اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ علامہ دم بخود سی بیٹھی بنا پلک جھپکے اسے بولتے ہوئے دیکھتی رہی۔

"آپ کے دل میں جو ایمان ہے وہ کبھی بھی آپ کو یہ اجازت نہیں دے گا کہ آپ کسی غیر مسلم سے دوستی رکھیں۔ یہ جان رکھئے کہ دوست وہ ہوتا ہے جس کی عادتیں اور خصلتیں ہم آہستہ آہستہ اپنانے لگتے ہیں۔ ہمیں پتا نھیں چلتا مگر ہم خود کو ان کے مطابق ڈھالنے لگتے ہیں، یہ غلطی آپ نے نہیں کرنی۔ چونکہ ہم اُس مقام پر موجود ہیں جہاں یہ لوگ کثرت میں پائے جاتے ہیں تو ہم نے ان کے درمیان رہتے ہوئے اپنے اصل کو نہیں بھولنا۔ کیونکہ ہم بہت

جلدی بھول جاتے ہیں۔۔۔میں نے دیکھا ہے، ہم میں سے اکثر بہت جلد بھول جاتے ہیں کہ ہمارا اصل کیا ہے۔ہم دوسروں کو موقع دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنا اثر ڈالیں۔

ہم ایسے کیوں ہیں ؟اگر آپ کو اُن سے دوستی کرنی ہے تو اس بات کی گارنٹی کے ساتھ کریں کہ آپ اپنے ایمان اور اپنے دین سے ایک انچ بھی نہیں ہلیں گے۔اِن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آپ کی پہچان کو جھٹلایا، جو لوگ ہمیشہ آپ کے زوال کی تاک میں رہتے ہیں اِن کے ساتھ کسی قسم کا مضبوط تعلق استوار کرنا ہمارے لئے جائز نہیں، آپ کو شاید ابھی علم نہیں مگر یہ لوگ اپنے دلوں میں ہمارے لئے اس قدر بغض و عناد لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہم جان لیں تو ان سے کلام کرنا بھی گوارا نہ کریں۔آپ میری بات سمجھ رہی ہیں خواتین ؟"

حجاب میں لپٹے چہرے والی خاتون نے سوالیہ نظروں سے اُن سب کو دیکھا تو سب ہی نے ہاں میں جواب دیا۔ مگر علما جواب نہیں دے سکی۔اُس کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔اعصاب تھکن کا شکار تھے۔

www.novelsclubb.com

وہ خاتون اب اگلی آیت پڑھ رہی تھی مگر علما کا دھیان اس جانب نہیں تھا۔ وہ اُسی آیت میں کھو گئی تھی۔

"یہود و نصاریٰ کبھی بھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔۔۔ ہم میں سے جو بھی ان سے دوستی کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔"

اُس کے تصورات میں اتاش، ایلون، میریکل، ایمیلیا، ایلینور، وولف اور وہ سبھی لوگ آ رہے تھے جن کے ساتھ اُس نے پچھلے دو سال گزارے تھے۔

وہ لوگ جب تک اُس کے ساتھ رہے اُن کا اثر اُسکی شخصیت پر رہا تھا۔۔۔ وہ انہیں دیکھتے ہوئے ان جیسا ہی لباس پہنتی رہی تھی۔۔۔ وہ اُن کے حلیے جیسا حلیہ ہی رکھا کرتی تھی۔ وہ اُن کی پارٹیز میں جا کر ہی راتیں برباد کیا کرتی تھی۔ اُنہوں نے اُسے اپنے جیسا ہی تو بنا لیا تھا۔ اُس کا دماغ گھومنے لگا تھا۔ سراب، دھوکا۔۔۔ ہر طرف جیسے سرمئی بادلوں کا گھیرا تھا اور وہ اُس گھیرے میں تنہا کھڑی تھی۔

اُسے مہک یاد آئی۔۔۔اُسکی وہی ایک دوست مسلمان تھی۔وہ کیسے اُن سب غیر مسلموں کو نظر انداز کر کے مہک کی بورنگ شخصیت میں خود کو ڈھال سکتی تھی۔۔۔اُس کے نزدیک زندگی کو تو وہ لوگ جی رہے تھے جو آئے دن کلبز میں جایا کرتے تھے اور وہ خود بھی ویسے ہی جینا چاھتی تھی۔

اب وہ لوگ کہاں ہیں؟

اُن میں سے کتنے لوگ آج بھی اس کا ساتھ نبھانے کو تیار ہیں؟کوئی ہے جو ایک ٹیکسٹ کر کے اسکی خیریت دریافت کرے؟

اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا،کوئی بھی تو نہیں تھا جو اُس کا دوست تھا۔وہاں کچھ نہیں تھا۔۔۔وہ سب بہت پیچھے رہ گئے تھے۔سب نے اپنے مطلب کا وقت گزارا اور چلے گئے۔مگر اُسکی ایک ساتھی اب بھی موجود تھی جو ہر وقت اسکی منتظر تھی۔مہک آج بھی وہیں تھیں۔ وقت گزاری ہر کوئی کر لیتا ہے مگر ہر حالت میں ساتھ کھڑے رہنے کو تو کوئی تیار نہیں ہوتا۔راہِ راست پر لانے کے لئے خود کو بھول کر آپ کی مدد کرنے کے لئے تو کوئی راضی نہیں ہوتا۔آپ

کی خاموشیوں کو محسوس کر کے لفظوں سے مسیحائی کرنے والا تو کوئی نہیں ملتا۔ علما کی پلکیں نم ہو گئیں۔

"(مسلمانو) ! تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع (خشوع و خضوع) کرنے والے ہیں۔"

(المائدہ ۵۵)

فرحین عائشہ کی آواز ایک بار پھر اُس تک پہنچ رہی تھی۔

"آپ کے دل میں جتنے بھی شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اُن سب کے جواب محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے پاس ہیں۔ پھر آپ کس لئے اوروں کی منتظر رہتی ہیں؟ میری پیاری بہنو! آج جو ہم یہاں اکٹھی ہوئی ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہر وہ بات کی جائے جو ہم کسی سے کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

اپنے ایمان کو بڑھائیں۔ اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط کریں، اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور اُن ایمان والوں سے جو آپ کی اصلاح کا باعث بنیں۔ کوئی تکلیف اور کوئی پریشانی

جس کا حل آپ کو کہیں سے نہیں ملتا، اپنی ایمان والی ساتھیوں سے کہیں، اور اگر آپ کسی سے کہنا نہیں چاہتی ہیں تو اللہ کی طرف رجوع کریں۔ وہ بہترین کارساز ہے، خود ہی آپ کے لئے کوئی وسیلہ بھیج دے گا۔ کیونکہ اگلی آیت میں اللہ رب العزت کا فرمان یہی ہے کہ :

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔"(۵۶)

فرحین عائشہ کے چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔

آج کا لیکچر یہیں ختم ہو رہا تھا۔ تمام خواتین دعا کے بعد اب اُٹھ کر باہر جا رہی تھیں۔

مگر علما کا وجود وہیں جمود اختیار کر گیا تھا۔ اُس نے بیگ کندھے پر ڈالتی فرحین عائشہ کو دیکھا۔ پھر تیزی سے اُسکی جانب لپکی۔

فرحین نے اپنے سامنے کھڑی اُس لڑکی کو دیکھا جس کا پورا وجود ڈھکا ہوا تھا ماسوائے اسکے چہرے کے۔

"تمہیں کچھ کہنا ہے علما۔۔؟" وہ اُس سے پوچھ رہی تھی۔ علما نے چند پل کے لئے کچھ سوچا پھر بولی۔

"میں نے تو پچھلے کئی سال اس معاشرے میں گزارے ہیں جہاں غیر مسلموں کی کثرت ہے۔ پچھلے دو سال یونیورسٹی کا ہر پل میں نے انہی کے ساتھ گزارا ہے، انہی کے ساتھ کھایا، انہی کے ساتھ پیا، انہی کی طرح کا لباس پہنا، انہی کے جیسے زندگی گزاری۔ کیا اللہ مجھے معاف کر دے گا؟"

وہ نظریں جھکائے آہستگی سے پوچھ رہی تھی۔ فرحین عائشہ نے اُسے بولتے ہوئے بغور دیکھا پھر جیسے ایک گہرا سانس لے کر مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"کیا تم اب بھی اُن لوگوں جیسی ہی زندگی گزارتی ہو؟"

اُسکے سوال پر علما نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں اُن چیزوں سے بہت دور آگئی ہوں۔ میں نے سب کچھ چھوڑ دیا، جو میں پہلے تھی اب میں وہ نہیں ہوں۔ میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک شخص کو اپنی زندگی میں بہت اونچا مقام دیا

تھا مگر اُس نے مجھے بہت پستیوں میں لا گرایا۔ مجھے علم ہوا کہ یہ سب کچھ جو میرے ارد گرد ہے، سب دھوکا ہے۔ میں تب سے ہی خود کو اُن چیزوں سے دور کر چکی ہوں، مگر میں اب تک جان نہیں پائی کہ کیا میں واقعی اُن سب چیزوں سے دور آ گئی ہوں؟ یا میری ذات اب بھی وہیں کہیں گمراہیوں میں پڑی رہ گئی ہے۔۔۔"

موتیوں جیسے آنسو لڑیوں کی صورت اسکے گالوں پر بہہ نکلے تھے۔

فرحین عائشہ نے اُسے ہاتھوں سے تھام کر نیچے بٹھایا اور خود بھی اُسکے سامنے بیٹھ گئی۔

"تمہیں ڈر ہے کہیں تمہارے گناہ بخشے نہ گئے ہوئے تو کیا کرو گی؟"

وہ علما کے ملال زدہ چہرے کو دیکھتی نرمی سے پوچھ رہی تھیں۔

"میرے سامنے بار بار وہی چیزیں آتی ہیں، لگتا ہے کہ جیسے میں کبھی ان سے پیچھا نہیں چھڑا پاؤں گی۔ میں سب کچھ بھلا دینے کی سعی میں بہت آگے بڑھ جاتی ہوں مگر پھر سے میرے سامنے کچھ ایسا آ جاتا ہے جو مجھے میرے ماضی سے نکلنے ہی نہیں دیتا۔ میں کیا کروں؟ میں کیسے توبہ کروں کہ مجھے دوبارہ وہ دن یاد نہ آئیں؟"

وہ رو رہی تھی۔اور وہ اذیت سے رو رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ میں توبہ بھی کر لوں تو وہ معاف نہیں ہوں گے۔۔۔اگر معاف بھی ہو گئے تو پھر سے کسی غلطی کے نتیجے میں میرے گرد لپٹ جائیں گے۔ ایسے کہ میں خود کو چھڑا نہیں پاؤں گی۔میں ایسا کیا کروں کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں اور میں کبھی اُس طرف نہ پلٹ سکوں؟"

اسکا گلا رندھ گیا تھا۔آواز دھیمی پڑنے لگی تھی۔

فرحین سنجیدگی سے اُسے دیکھتی رہی۔پھر اُسکے تاثرات ڈھیلے پڑنے لگے۔

"تم آج یہاں اسلام کو پڑھ رہی ہو لڑکی، قرآن کو سن رہی ہو اور تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں ہدایت نہیں ملی؟ تمہارے گناہ معاف نہیں ہوئے؟ایک بات یاد رکھنا، جن کے گناہ معاف نہیں ہوتے انہیں کبھی اللہ کا نام لینے کی بھی توفیق نہیں ملتی۔اُن لوگوں کے دل ٹھٹھرتی ہوئی رات جیسے ہوتے ہیں،اندھیر، سرد مہر، گمراہ اور سفاک۔"

فرحین کی آنکھوں میں کرب اتر آیا اور اگلے ہی پل اُن آنکھوں میں گرم جوشی کا تاثر جھلکا۔

"لیکن تم تو الگ ہو۔۔۔ تمہارے گال ندامت کے آنسوؤں سے تر ہیں۔ایک روایت میں آتا ہے کہ مومن اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اوپر نہ گر جائے اور بدکار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح ہلکا سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک کے پاس سے گزری اور اس نے اپنے ہاتھ سے یوں اس طرف اشارہ کیا، یعنی جیسے ناک سے مکھی اڑائی جاتی ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارا دل ایک مومن کے دل جیسا ہے۔"

فرحین عائشہ کی آواز میں ٹھہراؤ تھا۔وہ متانت سے بولتی علما کے دل کو سکون بخش رہی تھی۔

"اگر تمہیں اب بھی اللہ کی تم پر کی گئی رحمت پر کوئی شبہ ہے تو پھر اپنے پیغمبر اکرم حضرت محمد ﷺ کی بات یاد رکھو۔۔۔ آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ "بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل ناحق کئے تھے پھر ایک روز وہ نادم ہو کر مسئلہ پوچھنے نکلا۔ وہ ایک

www.novelsclubb.com

درویش کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کیا اس گناہ سے توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ درویش نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس درویش کو بھی قتل کر دیا اور سو خون پورے کر دیئے۔ پھر وہ دوسروں سے پوچھنے لگا۔ آخر اس کو ایک درویش نے بتایا کہ فلاں بستی میں چلا جا، وہ آدھے راستے بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ مرتے مرتے اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ آخر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں باہم جھگڑا ہوا کہ کون اسے لے جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نصرہ نامی بستی کو جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کی نعش سے قریب ہو جائے اور دوسری بستی کو جہاں سے وہ نکلا تھا حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب دونوں کا فاصلہ دیکھو اور جب ناپا تو اس بستی کو جہاں وہ توبہ کے لیے جا رہا تھا ایک بالشت نعش سے نزدیک پایا اس لیے وہ بخش دیا گیا۔"

فرحین کی آنکھیں نم ہوتی جا رہی تھیں۔ علما ساکت تھی، وہ دھڑکتے دل اور ساکت پتلیوں سے اپنے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھی خاتون کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اللہ کی رحمت کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ اُسے لگا وہ ضبط نہیں کر پائے گی۔ آنسوؤں کا گولہ اسکے حلق میں اٹک چکا تھا۔

اسکی ناک رونے کے باعث سرخ پڑ چکی تھی۔ وہ کچھ تو بولنا چاھتی تھی مگر وہ بول نہیں پا رہی تھی۔ اُسکے پاس لفظوں کی کثرت تھی مگر لب ہلنے سے قاصر تھے۔

"میرے پاس تمہاری بات کا جواب دینے کے لئے ایک نہیں ہزاروں دلیلیں ہیں، اور اللہ نے اپنے بندے کو تنہا کب چھوڑا ہے؟ اس نے ایک بار تسلی نہیں دی۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ۔﴿الزمر: ۵۳﴾

"(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی، بخشش بڑی رحمت والا ہے۔"

جس بات کی تصدیق خود اللہ کا کردے اُس میں کہیں شک کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے کیا

؟"

علما جواب نہیں دے سکی۔ وہ لاجواب ہو چکی تھی۔ یہ دلیلیں اسے لاجواب کر دینے کے لئے کافی ہو چکیں تھیں۔ وہ مزید سوال وجواب کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی۔

"جہاں تک دوستی کی بات ہے تو تم نے کچھ بھی غلط نہیں کیا۔ تم جس معاشرے میں رہی ہو، جہاں پڑھی ہو یہ سب کچھ حالات کا تقاضا تھا۔ جو کچھ ہوا وہ گزر چکا ہے۔۔۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایسی دوستی سے منع کیا گیا ہے جو قلبی طور پر اُن کے ساتھ ایسی وابستگی ظاہر کرے کہ ان کا نفع و نقصان اپنا نفع و نقصان لگنے لگے۔ ہمیں اللہ اور اسکے رسول سے بڑھ کر اور مومنین سے بڑھ کر اُن کے ساتھ تعلق نہیں رکھنا۔ تم نے کہا کہ اُن کا بہت اثر رہا ہے تم پر۔۔۔ بھلا کیوں؟ کیونکہ تم ان کے کلچر کا حصہ تھیں وہ تمہارے کلچر کا نہیں۔ جب آپ ایک فرد یا ایک گروہ کے طور پر کسی کے کلچر کا حصہ ہوتے ہیں تو آپ کو اپنا آپ اُن کی اقدار کے مطابق نہیں ڈھالنا ہوتا۔۔۔ آپ کو انہیں اپنی اقدار اور اپنے اخلاق سے متعارف کروانا ہوتا ہے۔ میں بس تمہیں ایک بات کہوں گی۔۔۔ کبھی بھی اپنے مذہب کی تعلیمات کو بھول کر دوسروں کے بتائے گئے راستے پر نہیں چلنا۔ جو حق پر ہو، ہمیشہ اُسکے ساتھ چلنا ہے۔۔ کبھی بھی دوسروں کے پیچھے نہیں چلنا۔"

وہ گہری نظریں اُسکے چہرے پر کئے مستحکم لہجے میں بول رہی تھی۔ علما نے بمشکل مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔

"چلو اب اٹھ جاؤ۔"

فرحین نے اُسے ایک بار پھر شانوں سے تھام کر اٹھایا تھا۔ علما کو لگا اُس کے دل سے سارا بوجھ اتر گیا ہے۔ اُسکی آنکھیں گلابی پڑ چکی تھیں۔

"اور کبھی بھی اپنے ایمان کو اتنا کمزور نہیں پڑنے دینا کہ اپنے گناہوں کے سامنے اللہ کی رحمت کی وسعت ہی نظر نہ آئے۔"

اُس نے آخری بات کہی تھی اور پھر اسکے شانے کو تھپتھپا کر ہال سے باہر نکل گئی۔ علما نے پلٹ کر اُسے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھایا۔

"یا ربی شکراً، الحمدللہ۔" اُسکے لب ہلے تھے۔

★★★★★

یہ اسد کے ولیمے سے اگلی رات کا منظر ہے۔نیم اندھیر کمرے میں لیمپ کی ہلکی سفید روشنی میں وہ میز کے اوپر جھکا کچھ بنانے میں مصروف تھا۔

اُس کے پیچھے بائیں جانب کرسی پر جھولتا وہ لان کی جانب کھلتی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جہاں رات قطرہ قطرہ تحلیل ہو رہی تھی۔

"تمہاری طرف اپنے ہتھیاروں سے لیس آدمی بھیج کر وہ ثابت کیا کرنا چاھتا تھا؟"

دو چھوٹی لکڑیوں کو آپس میں جوڑتے ہوئے حسیب نے پوچھا۔

"بس یہ باور کروانا چاھتا تھا کہ میں کمزور ہوں اور وہ مضبوط۔"

احمد کی بے نیاز آواز عقب سے سنائی دی۔

"بے وقوف ہے وہ؟ یا پھر مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔۔۔وہ کم از کم تمہیں کبھی ایسا باور نہیں کروائے گا۔"

حسیب نے سر جھٹکا۔وہ اب لکڑی کی بوٹ آدھی تیار کر چکا تھا۔

"تم تو ہمیشہ سے تھے، آج کی بات تھوڑی ہے۔" سنجیدگی سے کہا گیا تو حسیب نے خفگی سے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ مگر اندھیرے میں وہ محض اسکے وجود کو پیچھے سے دیکھ پایا تھا۔ بنا کچھ بولے وہ سیدھا ہو گیا۔

"وہ ہماری چال ہم پر ہی پلٹ رہے ہیں۔ ہم انہیں آپس میں لڑانا چاہتے تھے مگر وہ دونوں مل کر مجھ سے نپٹنا چاہتے ہیں، تو کیوں نہ انہیں وہ کرنے دیا جائے جو وہ چاہتے ہیں۔"

احمد نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ حسیب کے ماتھے پر بل آئے۔

"کیا کرنے والے ہو تم؟"

وہ یونہی الجھا سا بولا۔

"ابھی تھوڑی دیر بعد وہ مجھے فون کرے گا۔۔۔"

حسیب واقعتاً چونکا۔

"اور وہ ایسا کیوں کرے گا۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

"کیونکہ وہ شکست کے بعد پلٹ کر وار کرنا چاہے گا۔۔۔اسے خود کو ثابت کرنے کے لئے یہ کرنا ہی ہو گا۔"

"اور وہ تم سے کیا کہے گا؟"

حسیب اب پوری طرح سے اس کی جانب وجود موڑ چکا تھا۔

"کچھ ایسا جس کی مجھے امید ہی نہ ہو۔"

وہ اسی سکون سے بولا اور ایک مسکان اسکے ہونٹوں پر منعکس ہو گئی۔

"اوہ۔۔۔تو تم اسکی چال میں پھنسنے جا رہے ہو۔"

حسیب ہولے سے ہنسا۔

"کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔" اسکی تصدیق پر حسیب کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"کیا واقعی احمد؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے میں تب سے یہاں بیٹھا تمہارے ساتھ مذاق کر رہا ہوں؟"

احمد نے چہرہ پیچھے حسیب کی جانب لڑھکاتے ہوئے کہا جو اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ چند لمحے سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا پھر بولا۔

"لیکن اس میں بہت رسک ہو گا۔"

"میں خود ایک رسک ہوں۔۔۔ وہ مجھے افورڈ نہیں کر سکتے۔"

وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ حسیب چند لمحے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسکی بات ہضم کرنے کی سعی کرتا رہا پھر بلآخر شانے اچکا دیے۔

اگلے ہی پل گھنٹی بجنے کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ حسیب دیدے پھاڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ احمد اپنی جگہ سے اٹھ کر اب کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔

مسکراتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی تھی۔

"امید نہیں تھی کہ تم واقعی مجھے ڈائریکٹ فون کر لو گے۔"

احمد محظوظ انداز میں بولا۔ مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

اگلے ہی پل اسے دوسری جانب سے چیختی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔

چیخنے کی آواز اب بھی آ رہی تھی، جیسے کوئی مزاحمت میں چیختا ہے۔

احمد کا چہرہ سنجیدگی سے غصے کے تاثرات میں ڈھلنے لگا۔ وہ آواز سفیرہ کی تھی۔ وہ اس آواز کو کیسے فراموش کر سکتا تھا۔

"سنا تم نے؟"

اب کے محظوظ ہونے کا انداز دوسری جانب تھا۔

"یہ ہے تمہاری زندگی کی اہم ہستیوں میں سے ایک ہستی کی آواز۔۔"

وہ حکیم شاہ تھا جو مزے سے بول رہا تھا۔

"امید کرتا ہوں کہ مجھے نام لینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، واللہ لوگ تو اپنے دل میں رہنے والوں کو دھڑکنوں سے پہچان لیا کرتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

آخر میں اسکا قہقہہ فون سے باہر تک گونجا تھا۔ حسیب اسکے قریب کھڑا سنجیدگی سے سب سن سکتا تھا۔

"جاننا چاہو گے کہ وہ کیوں رو رہی ہے؟"

اس نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔ احمد کی رگوں تک غصے کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔

"کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ؟"

وہ تحمل سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں نہیں نہیں۔۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔"

اسکے لہجے میں ڈر واضح ہوا۔ پھر وہ ایک دم ہی ہنسنے لگا۔

"یہ تو وہ خود اپنے ساتھ کر رہی ہے۔۔۔ یا پھر اُس کا باپ ہے جو مال اور شہرت کے نشے میں غرق اپنی بیٹی کی تکلیف کو محسوس نہیں کر پا رہا۔ خیر جو بھی ہو۔۔۔ وہ تمہیں کسی صورت بھی چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔ جو کچھ تم اُسکے ساتھ کر چکے ہو اسکے بعد یہ سب تو نارمل ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ عام انداز میں کہتا گیا۔احمد کا ماتھا شکن آلود تھا۔

"میں نے کیا کیا اس کے ساتھ؟"

اس نے یوں پوچھا جیسے بے خبر ہو۔

"تم انجان بن کر اسے اُسکی وہ شہرت، وہ مٹی میں ملی ہوئی عزت، وہ مال و دولت اور وہ اہم ہتھیار واپس نہیں لوٹا سکتے جو تم نے اس سے چھین لئے ہیں، اور جس کی چاہ ہر حریص شخص کو ہوتی ہے۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا بڑا آرام دہ تاثر دے رہا تھا۔احمد کا چہرہ سنجیدہ تھا مگر اسکی بات سن کر آنکھوں میں ایک پل کے لئے چمک در آئی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اپنی پسند کو کبھی بھی کسی کے رحم و کرم پر تو نہیں چھوڑو گے۔۔۔تم ظاہر کرو یا نہ کرو۔"

پراسرار آواز فون سے باہر تک آ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟"

احمد نے اسی ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

"وہ ایک ایسی قید میں پھنسنے جا رہی ہے جہاں سے کبھی نکل نہیں پائے گی۔۔۔شادی تو یوں بھی قید ہی ہوتی ہے لیکن اگر وہ اپنے من پسند شخص کے علاوہ کسی سے ہو جائے نا۔۔۔"

حکیم شاہ کا انداز چوٹ کرنے والا تھا۔

"تو پھر جو تکلیف ہے اس کا مداوا نہیں۔"

احمد کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ پھر بولا۔

"مگر تمہارے پاس ابھی بھی چوائس ہے۔۔۔وہ اب بھی تمہاری ہو سکتی ہے، پوچھو گے نہیں کیسے؟"

وہ مسکرا رہا تھا۔احمد کے الفاظ حلق سے پیچھے ہی رہ گئے۔ تبھی اسکی سماعتیں حکیم شاہ کے بے فکر قہقہوں کی زد میں آ گئیں۔

"اوہ یاد آیا۔۔ تمہارا تو معیار ہی بہت اونچا ہے۔۔۔انا پرستی اور جلال تو تمہاری شخصیت کی شان کو بڑھاتا ہے۔ پھر تم کیسے یہ سوال کرو گے۔" وہ مسلسل بول رہا تھا۔احمد خاموش رہا۔

"خود کو میرے حوالے کر دو اور وہ آزاد ہو جائے گی۔اور پھر شاید کسی روز وہ تمہاری ہو جائے۔"

وہ چوائس دے رہا تھا۔احمد نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس کی پیشکش پر غور کیا۔

"تمہارے پاس دو دن ہیں۔۔۔ تمہیں ایک جگہ کا ایڈریس سینڈ کروں گا وہاں آجانا،ورنہ وہ تو ہماری دسترس میں ہی ہے۔"

دھمکانے والا انداز۔احمد نے دانت پیس کر غصے پر ضبط کرنے کی کوشش کی۔

"کیا ہوا احمد جبریل۔۔۔؟ڈر گئے کیا؟"

اس کا لہجہ تپا دینے والا تھا۔

"ہاں۔۔۔ڈر گیا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد نے سنجیدگی سے کہا پھر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے فون کان سے ہٹا لیا۔اور یونہی سر ہلاتے ہوئے واپس کرسی پر براجمان ہوا۔

"اس نے سفیرہ کے ساتھ کیا کیا؟"

حسیب نے پوچھا۔

"وہ اسے اذیت دے رہے ہیں اور وہ سہہ رہی ہے۔"

احمد کے لہجے میں افسوس تھا۔

"وہ کچھ کرتیں کیوں نہیں؟"

حسیب خود بھی عجیب غصے کی کیفیت میں تھا۔

"وہ کرے گی۔۔۔اس بار وہ خود کچھ کرے گی۔"

وہ مستحکم انداز میں بولا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم اسکی چال میں پھنسنے والے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حسیب اب اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔"

اسکے یک لفظی جواب نے حسیب کو مطمئن نہیں کیا تھا۔

"پھر المان کے ساتھ جانا۔۔۔اکیلے نہیں جانا وہاں پر۔"

وہ فکریہ لہجے میں بولا۔احمد نے سنجیدگی سے اسے دیکھا،الماں کا نام سنتے ہی وہ کہیں کھو گیا تھا۔

اُسے الماں کے ساتھ آخری ملاقات یاد آئی اور اُس رات اسکی کی کہی گئی بات بھی۔

"بھائی انا کی ذمہ داری مجھے سونپ دیں۔قسم کھاتا ہوں مرتے دم تک اُسکی حفاظت کرتا رہوں گا۔"

وہ بنا جھجھک کے بول گیا تھا۔احمد چند پل کے لئے اسے بنا پلک جھپکے دیکھتا رہ گیا تھا۔ان چند لمحوں میں اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے کیا کیا سوچا تھا؟کیا کیس اخذ کر لیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"الماں کیا تم وہی کہہ رہے ہو جو میں سمجھ رہا ہوں؟"

جانے کیوں اسے یہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔الماں نے اثبات میں سر ہلایا تھا مگر وہ بولا نہیں۔وہ احمد کی سنجیدگی سے ایک پل کے لئے تو ڈر گیا تھا۔اور شاید اسے شرمندگی کا بھی سامنا تھا۔

"اِس کے لئے تو مجھے انا سے پوچھنا پڑے گا۔"

وہ اسی سنجیدگی سے بولا تو الماں کچھ دیر کے لئے ساکت سا ہو گیا۔وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ بھائی نے اسے ہاں میں جواب دیا ہے یا ناں میں۔۔۔

مگر جیسے اس نے سوال کیا اس کا جواب بھی ویسا ہی تھا۔الماں کشمکش میں ڈوب گیا۔

"چلو گھر چلتے ہیں۔"

ساتھ ہی احمد اٹھ گیا تو الماں خود کو نارمل کرتا اس کے پیچھے لپکا۔الماں کے لئے وہ بے یقین لمحہ تھا۔وہ خود کو اس عجیب کیفیت کو محسوس کرنے سے روک نہیں پا رہا تھا۔

احمد واپس حال میں لوٹا۔

"نہیں، میں اکیلا جاؤں گا۔"

اس نے ختمی فیصلہ سنایا۔

★★★★★

صبح فجر کے بعد خنکی قدرے کم ہو رہی تھی۔ اس تازہ صبح میں وہ اپنے گھر سے کچھ فاصلے پر سرسبز زمینوں والی سطح پر ایک درخت کے نیچے بیٹھا ان زمینوں کی وسعت کو دیکھ رہا تھا جو دور دور تک پھیلیں تھیں۔

خیالوں سے خیال ملتے گئے تو اس کا خیال ایک بار پھر اُس جگہ جا اٹکا جہاں سے وہ ہر بار بچنے کی سعی کرتا آیا تھا۔

"تم میرے ہر خیال پر کیوں چھا گئی ہو۔۔۔ کتنا چاہا تھا کہ تم سے دور رہوں پھر بھی تم سے جڑتا چلا گیا ہوں۔"

اس نے آنکھیں موند لیں۔

"میری کہانی بڑی عجیب ہے۔اتنی عجیب کہ مجھے خود اس پر حیرت ہوتی ہے۔کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جس شخص کو آپ ناپسند کرتے ہوں،اُسے پسند کرنے لگیں؟اور پھر اُس پسند کو ناپسند میں بدلنے کی لاکھ کوشش کرلیں مگر وہ الفت بڑھتی چلی جائے۔۔۔کیا کبھی کسی کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ اپنے ہی حریف سے لگاؤ ہونے لگے؟"

وہ بے بسی سے سوچ رہا تھا۔پھر اسی بے بسی سے مسکرانے لگا۔

"میرے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے۔۔۔الماان ابراہیم کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر بے یقینی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔

"میں نے جس لڑکی کو بچپن سے ناپسند کیا' وہی لڑکی میرے لئے جانے کب اتنی خاص بن گئی کہ میرے ہر خیال میں اس کی آمد فرض ہوتی چلی گئی۔"

اُسے یاد تھا وہ وقت بھی جب وہ اُسے نفرت کی حد تک ناپسند کرتا تھا۔اُسے وہ اچھی نہیں لگتی تھی کیونکہ وہ غیر تھی مگر پھر بھی سب کی آنکھوں کا ستارہ بنی رہتی تھی۔

"اُس کے پاس اپنا تو کچھ بھی نہیں تھا، پھر اُسکی انا بھی اسکے نام کی طرح بہت واضح نظر آتی تھی۔ وہ اُن کے گھر میں ایسے رہتی تھی جیسے اُس کا اپنا ہی گھر ہو۔ اور اُسے سب سے زیادہ غصہ تب آتا تھا جب احمد بھائی اُسکے لئے باقی سب سے لڑتے تھے۔ اُس میں ایسا بھی خاص کیا تھا جو وہ گھر میں قدم رکھتے ہی ہمدردیوں کی مستحق ہو گئی۔ یہ سب باتیں اُس کے ذہن میں جیسے نقش تھیں۔ لیکن پھر جوں جوں وہ عمر میں بڑھتا گیا تو اسکے خیالات اور نظریات بھی بدلنے لگے۔ وہ احمد سے بارہا یہ سوال کر چکا تھا کہ آپ اسے اتنا خاص کیوں رکھتے ہیں اور ہر بار اسکا یہی جواب ہوتا تھا کہ انمول لوگوں کو اتنا ہی خاص رکھا جاتا ہے۔"

الماں کی آنکھیں مسکرائیں۔

www.novelsclubb.com

"احمد بھائی کتنا سچ بولتے ہیں نا۔" اس نے بے اختیار سوچا۔

"وہ لڑکی انمول ہے یہ اسے تب علم ہوا جب اس نے یہ غور کرنا شروع کیا کہ وہ تو اپنی زندگی کے بیشتر سال اُس سے حسد و نفرت کرنے میں صرف کر آیا ہے۔ بھلا حسد بھی تو اسی سے کیا جاتا ہے جس میں کچھ خاص ہو۔ وہ اس کے رویے پر غور کرتا تو وہ بڑی بے نیاز سی لگتی۔ جیسے

اُسے تو کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا۔اسکے لئے وہ سب کافی ہو چکا تھا جو اب اسکی دسترس میں تھا۔ وہ اپنا سب کچھ کھو کر یہاں آئی تھی، ہر تعلق اور ہر رشتہ۔۔۔اُسکے باوجود وہ قناعت کا مظاہرہ کرتی تھی۔المان کی دلچسپی اُس میں آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ مگر جب اُسے علم ہوا کہ وہ تو فضول میں ہی اُسے ناپسند کرتا آیا ہے۔۔۔وہ ایسی بری بھی نہیں تھی کہ کوئی اس سے نفرت کرے۔اب کے وہ انا کو سمجھنے لگا تھا۔وہ کافی بہادر تھی، خود کو کبھی بھی کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑنے دیتی تھی اور اس خیال نے المان کے دل میں اُسکی قدر بڑھا دی تھی۔وہ پہلے کی طرح اُس سے نفرت کرنا بھول چکا تھا۔ مگر اُس نے کبھی تصور نہیں کیا تھا کہ وہ نفرت کس احساس کا روپ دھار لے گی۔ہاں وہ ابھی بھی یہ سوچنے سے کتراتا تھا کہ وہ اُسے واقعی پسند کرتا ہے۔"

اسکے وجود میں ایک سنسناہٹ سی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"وہ پل اسکے لئے بہت بے یقینی کا پل تھا جب اُسے اپنی زندگی میں انا کی اہمیت کا ادراک ہوا تھا۔بس ایک فون کال،چند الفاظ،اور چند بے ترتیب جملوں نے اُسے یہ احساس دلا دیا تھا کہ انا کا مقام اُسکی زندگی میں کیا ہے۔"

"الماں۔۔۔۔یہ ایمر جنسی ہے۔"

وہ ایمر جنسی کیا ہو گی؟احمد نے اسے جب فون کیا تو وہ بابا کو ایک دوست کے گھر چھوڑ کر گاڑی میں واپس آ رہا تھا۔

"وہ اُسے لے کر پرانی زمین کے کھنڈرات میں گئے ہیں۔"

احمد نے اسے انا سے متعلق ہر تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔گاڑی کو ایک دم ہی بریک لگی۔جانے کیوں اُس کے دل پر چوٹ ہوئی تھی۔اُسکی جان مٹھی میں قید کیوں لگنے لگی تھی؟

"وہاں تو کچھ کچھ فاصلوں پر یکے بعد دیگرے بہت سارے کھنڈرات موجود ہیں۔"

الماں کو جیسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"تمہیں اُسے کچھ بھی کر کے ڈھونڈنا ہے الماں۔۔۔ کسی بھی قیمت پر۔۔۔ وہ زندہ رہنی چاہئے۔ اُسے کچھ ہونا نہیں چاہئے۔ تم وعدہ کرو اُسے واپس لے آؤ گے۔۔۔؟"

احمد کی بے چین آواز نے اُسے مزید گہرے گڑھوں میں پھینک دیا تھا۔ رگوں میں دوڑتا خون شعلے کی مانند بھڑکنے لگا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔ اُسے کچھ ہونے نہیں دوں گا۔۔۔ اُسے ضرور واپس لاؤں گا۔"

یہ اسکے دل کے الفاظ تھے۔ اور اسکا دل واقعی چاھتا تھا کہ وہ اسے کچھ بھی کر کے واپس لے آئے۔ اُس نے انتظار نہیں کیا تھا۔ گاڑی وہیں سے واپس موڑتے ہوئے وہ فل اسپیڈ میں آگے بڑھا رہا تھا۔

کال منقطع ہوتے ہی وہ جانتا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔ اُس نے فوراً اسد بھائی کو کال ملائی تھی۔

اُنہیں صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے ساتھ پولیس لانے کا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

اسٹیر نگ وہیل کو مضبوطی سے تھام کر گھماتے ہوئے اس نے پہلی بار خود کو اتنا ڈسٹرب ہوتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

انا زادی دشمن کی قید میں تھی یہ تصور ہی اسے کئی قسم کے شبہات میں مبتلا کر رہا تھا اور وہ شبہات اسے تکلیف دے رہے تھے۔

برق رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے اُسکا ایکسیڈینٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔ شمال کی طرف۔۔۔ گہرے ویران کھنڈرات۔۔۔

وہ اُن کھنڈرات کے پاس آدھے گھنٹے کی ڈرائیو پر پہنچ گیا تھا۔

گاڑی سائیڈ پر لگاتے ہوئے وہ تیزی سے نیچے اترا۔ شام آہستہ آہستہ رات میں ڈھلنے لگی تھی۔

یہیں کہیں اِس ویران جگہ پر وہ اکیلی اُن سے لڑ رہی ہو گی۔ اُس کا ذہن بے حد الجھ چکا تھا۔ تبھی اسد نے اسے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ ایک گھنٹے تک وہاں پہنچے گا۔ وہ بے بسی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

خود کو اس کیفیت میں محسوس کرتے ہوئے اسے احمد کا خیال آیا۔اُس نے فوراً احمد کو فون ملایا۔

"بھائی فکر مت کریں۔ ہم اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ پولیس جلد ہی یہاں پہنچ جائے گی۔ آپ فلحال مجھے فون مت کیجیئے گا میں اسے واپس لا کر خود ہی آپ کو فون کروں گا۔انتظار کیجیئے، اور دعا بھی۔۔۔ کہ وہ مل جائے۔"

اسے یہ تسلی دے کر وہ گھاس کے اوپر بھاگتا اُن ویران کھنڈرات کی طرف بڑھنے لگا۔

وہاں اونچی اونچی ٹوٹی ہوئی عمارتیں تھیں جن کے بڑے بڑے صحن تھے۔وہ ایک کھنڈر میں داخل ہو گیا۔اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔

اُس نے موبائل کی لائٹ آن کی اور عمارت میں آگے بڑھا۔

وہاں دالان بنے ہوئے تھے۔وہ راہداریوں میں بھاگتا ہر جگہ دیکھ رہا تھا۔

وہاں کوئی نہیں تھا۔ہر جگہ خالی پڑی تھی۔وہ بھاگتے بھاگتے گہرے سانس لے رہا تھا۔مگر رُکا نہیں اور اگلے کھنڈر کی طرف بڑھ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ عمارت خاصی خوفناک تھی۔اس کے اندر جانے پر اُسے لگا جیسے وہ کسی پاتال میں آگیا ہے۔ مگر وہ آگے بڑھتا رہا۔

"انا۔۔۔انا۔۔۔"

اس نے اب کے اسے بلند آواز میں پکارنا شروع کیا تھا۔

"انا کہاں ہو تم۔۔۔انا۔۔۔ کیا تم مجھے سن سکتی ہو؟"

اُسکا سانس پھول چکا تھا۔وہ تاریکیوں میں آگے بڑھتا جا رہا تھا۔اُسکی آواز دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھی۔

ایسا لگ رہا تھا کہ یہاں اُسے سوا کوئی نہیں ہے۔

وہ ہر جگہ دیکھ چکا تو تھک کر وہیں جھک کر سانس لینے لگا۔

اُس نے موبائل آن کر کے دیکھا تو وقت کافی گزر چکا تھا۔بے بسی نے اسے ہر جانب سے گھیر لیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"انا۔۔۔ تم کہاں ہو؟"

زیر لب تھکن سے بڑبڑاتے ہوئے وہ وہاں سے باہر نکلا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر اگلے کھنڈرات کا رخ کیا۔

آدھے راستے میں پہنچ کر پٹرول ختم ہو گیا تھا۔ گاڑی رک گئی تھی۔ المان نے شدید غصے میں دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر دے مارے۔ اُسکی آنکھوں سے پانی آنے لگا تھا۔

"جب آپ کسی چیز کو دل سے پانے کی چاہ کریں تو ساری دنیا مل کر اسے آپ سے دور کرنے میں لگ جاتی ہے۔۔۔ حتٰی کے قدرت بھی۔"

اُس نے شدت سے سوچا اور گاڑی سے نکل کر پوری قوت سے اُسکے ٹائر پر کِک ماری۔ ایک کراہ کے ساتھ وہ واپس سیدھا ہوا۔

"تم سے نفرت ہے مجھے۔۔۔ شدید نفرت۔" گاڑی کی طرف انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے وہ غصے میں بولا اور آگے بڑھنے لگا۔

کھنڈرات کی جانب بھاگتے ہوئے اسکی بے بسی کی انتہا نہ تھی۔بہت بھاگ لینے کے بعد وہ ایک بڑی ٹوٹی پھوٹی مگر پراسرار عمارت میں پہنچا۔

محتاط قدم آگے بڑھاتے ہوئے اُس نے عمارت کا جائزہ لیا۔راہداریوں کے اندر دالان بنے تھے۔اُسکی نظریں انا کی تلاش میں کئی مقامات سے ٹکرائیں۔وہ بھاگتے ہوئے ایک دالان میں پہنچا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔اُس نے سامنے دیکھا۔دالان کے اندر ایک اور درہ بنا تھا،اُس سے آگے ایک اور درہ،اس سے آگے ایک اور درہ۔

وہاں دالانوں کے اندر کئی دالان تھے۔وہ اس سر پھری لڑکی کے لئے کتنے گھنٹے سر گرداں رہا تھا۔

وہ عمارت بھی بالکل خالی تھی۔وہ اُسے لے کر آخر گئے کہاں تھے؟

الماان باہر نکل آیا۔اُسکے قدم شکستہ تھے۔وہ اب سر اوپر اٹھائے آسمان کو تک رہا تھا۔آنکھوں میں کرب ظاہر ہوا اور اگلے ہی پل وہ دھندلا گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یا اللہ! یہ کیسی بے بسی ہے؟" وہ بمشکل بولا۔ پھر اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں پر غور کیا تو دوبارہ آسمان کی جانب دیکھا۔

"ہاں جانتا ہوں یہ تیری ہی قدرت ہے، جس لڑکی سے ہمیشہ نفرت کی ہے آج یہ دل اسی کو ایک نظر دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ جب تُو دلوں کے حالات سے واقف ہے تو پھر کیوں اس سے ملا نہیں دیتا؟"

کیا اس نے کبھی سوچا تھا کہ اسکی یہ کیفیت ہو گی؟ مگر اب یہ سوچنے کے لئے بھی اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ شدید کرب میں تھا یہ وہ تسلیم کر چکا تھا۔

اس نے پھر سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ اُسکی تلاش کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ڈھونڈ لے گا۔

ارد گرد پھیلی رات کو دیکھتے ہوئے وہ اُن کھنڈرات کے پیچھے موجود تھا۔

"اگر وہ سب جھوٹ ہوا؟ وہ یہاں نہ ہوئی تو کیا ہو گا؟" کئی قسم کے خدشات اسکے ذہن میں آئے۔

www.novelsclubb.com

اُس نے ایک اونچی دیواروں والی عمارت میں قدم رکھنا چاہا مگر سامنے پتھر کی ایک آڑ سی بنی تھی۔اُس نے موبائل جیب میں ڈالتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لیا۔یہاں کچھ تو ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

وہ پتھر کی آڑی ترچھی چٹان پر کھڑا اب اُس عمارت کے اندر جھانک رہا تھا۔اور اُسکی آنکھیں ایک پل میں پھیل گئیں۔سامنے ایک بڑا سا گول صحن تھا جس کے کناروں پر ستون ایک قطار میں لگے تھے۔ہر ستون کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا۔راہداری کے اندر بیسیوں کمرے اسی قطار میں موجود تھے۔اُن کمروں کے محراب والے دروں پر نظریں گھماتے ہوئے اُس کی نظر کے جگہ رک گئی۔

وہاں ایک درے سے زرد روشنی باہر آتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔المان کی دھڑکن گویا رک کر بحال ہوئی پھر تیزی اختیار کرتی چلی گئی۔

دفعتاً اُس نے فون نکال کر اسد کو کال ملائی۔

"کہاں ہو تم؟ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

اسد بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔ الماں نے اسے آہستگی سے اپنی لوکیشن بتا کر جلدی وہاں آنے کو کہا تھا۔ مگر وہ خود وہاں مزید نہیں رُک سکتا تھا۔ اُس نے جینز میں اڑسا ہوا پستول نکالا اور شعلہ بار آنکھوں سے آگے بڑھا۔ اندر جانے کی کوئی جگہ نہیں تھی اِسی لئے چھت کے اوپر چڑھ کر اُس نے اوپر سے نیچے چھلانگ لگائی تھی۔ چھلانگ لگانے کے دوران اس نے ہوا میں رہ کر ہی سامنے موجود تین لوگوں کو گولیوں سے زخمی کیا تھا۔ پھر وہ پنجوں کے بل نیچے بیٹھا۔ ہر جانب افراتفری پھیلنے لگی تھی۔ تبھی سائرن کی آواز سنائی دینے لگی۔

وہ لوگ اُس سے لڑنے کے بجائے بھاگنے لگے تھے۔ الماں تیزی سے بھاگتا اُس کمرے کی طرف لپکا۔ ابھی اُس نے قدم اندر رکھا ہی تھا کہ ایک مضبوط اعصاب کا شخص باہر آرہا تھا۔

الماں نے پوری قوت سے اُسے واپس دھکا دیا تو وہ دوسری طرف موجود دیوار سے اڑتا ہوا جا کر لگا تھا۔

المان نے ایک نظر دیوار کے ساتھ لگ کر پڑی انا کو دیکھا۔اُس کا دل چاہا اُس شخص کو جان سے مار دے،اس نے اُس پر مکوں کی برسات کر دی۔وہ آپے سے باہر ہو چکا تھا۔پولیس کے قدموں کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی۔چند پولیس والے اب اس کمرے میں آ چکے تھے۔

وہ اب اُس شخص کو زمین پر لٹا کر مکمل قوت سے مار رہا تھا۔غصہ،اشتعال۔۔۔المان ابراہیم کو آج علم ہوا تھا کہ غصے کی شدت کیسی ہوتی ہے۔

دو تین پولیس اہلکار اُسے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ شاید اُسے مار کر ہی دم لینا چاہتا تھا۔

"اُسے چھوڑ دیں المان صاحب۔۔۔لڑکی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

المان کی کیفیت یکسر بدل گئی۔وہ اسے چھوڑ کر دیوانوں کی طرح انا کی طرف لپکا۔

اُسے دیکھتے ہی المان ساکت رہ گیا تھا۔خون میں لپٹا اُسکا وجود،زخموں کی گہرائی سب کچھ بہت خوفناک تھا۔المان نے آنکھیں میچ کر تھوک نگلا۔دوبارہ آنکھیں کھولیں تو وہ پانی سے بھر گئیں تھیں۔

"یارب!"

اُس نے تکلیف سے پکارا اور پھر انتظار کئے بغیر اُسے ہاتھوں میں اٹھا کر باہر لے آیا۔

اسد اُسے باہر ایک پولیس والے کے ساتھ مل گیا تھا۔

"اُسے میری گاڑی میں لے جاؤ۔"

اسد نے ہدایت کی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا اُسے گاڑی میں لے گیا۔ پچھلی سیٹ پر لٹاتے ہوئے اُس نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کا وجود ڈھک دیا تھا۔ واپس پلٹنے سے پہلے اُسکی نظریں انا کے چہرے پر ٹک گئیں۔ چاند کی ہلکی روشنی اُسکے زرد چہرے پر پڑ رہی تھی۔ بہت زیادہ تکلیف برداشت کرنے کے باعث اسکے ہونٹ سیاہ پڑ چکے تھے۔

"اگر محبت میں محبوب کی تکلیف پر دل یوں تڑپ اٹھتا ہے تو سوچتا ہوں کاش میرا دل تم سے نفرت پر ہی آمادہ رہتا۔"

الماں کرب ناک لہجے میں بولا اور پھر گاڑی کا دروازہ بند کر کے واپس پلٹ آیا۔

واپس پلٹا ہی تھا کہ اسد اسے اپنی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔

"الماں۔۔۔ ہم اسے ہاسپٹل نہیں لے جا سکتے۔ معاملہ پولیس تک جا پہنچا ہے تو بیانات وغیرہ کا مسئلہ ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ایک پر سکون ماحول میں ریکور کرے۔ اور اُس کے ساتھ اس رات کے بارے میں مزید کوئی بات نہ کی جائے۔ میں پولیس کے ساتھ جا رہا ہوں تم اسے کسی محفوظ جگہ پر لے جاؤ۔"

اسد گہرے پر سوچ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ الماں سنجیدگی سے سنتا رہا پھر فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

"آپ فکر نہیں کریں، میں اُسے کائنات باجی کے پاس لے جاتا ہوں۔ وہ اچھا علاج کرتی ہیں اور اسے ماحول بھی اچھا لگے گا۔"

وہ بولا تو آواز میں خلش سی تھی۔ پھر واپس پلٹنے لگا تو اسد نے آواز دے کر روکا۔ اسے وہیں روک کر وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

انا کے زخم دیکھ کر اسد کے چہرے پر اذیت واضح تھی۔ وہ واپس آ گیا۔

"وہ بہت بہادر ہے۔"

الماں نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

"تم اُسے جلدی سے لے جاؤ، میں احمد کو فون کر دوں گا۔"

اسد نے جواباً کہا تو وہ سر ہلاتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

الماں اسے لے کر کائنات باجی کے گھر آگیا تھا۔ رات کے اِس پہر دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس نے اپنا نام بتایا تو اُسے اندر جانے کی اجازت ملی۔

کائنات باجی کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے وہ انہیں ساری صورتحال سمجھا رہا تھا۔

"تم بے فکر رہو وہ بہت جلد بہتر ہو جائے گی انشاءاللہ۔"

انا کے بہتے خون کو پٹی باندھ کر روکنے کے بعد اسے بستر پر لٹا کر کائنات اب اُسے تسلی دے رہی تھی۔

"اسے بہت گہری چوٹیں آئی ہیں، ان زخموں کی تکلیف کب تک ختم ہو گی؟"

المان کی سرخ پڑتی آنکھوں کا غم عیاں تھا۔کائنات اسے دیکھ کر ہولے سے مسکرائی۔

"اسکے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور تکلیف بھی ختم ہو جائے گی۔ مگر شاید اسکی روح کئی سالوں تک جھلستی رہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی۔المان کی آنکھوں میں اچھنبھا اترا اور اس سے پہلے کہ وہ سوال کرتا کائنات پھر بولی۔

"اس نے بہت درد سہا ہے المان۔۔۔ان گہرے زخموں کی تکلیف اور یہ جلنے کے داغ تا عمر اسے دکھ پہنچاتے رہیں گے۔"

اسکی آواز اداسیوں میں ڈھل گئی۔المان کچھ بول نہ پایا۔خشک ہوتے حلق کے ساتھ وہ چہرہ موڑے انا کے بے ہوش پڑے وجود کو دیکھے گیا۔

پھر کائنات باجی کو خاص تاکید کر کے واپس آگیا۔

"آزمائش بھی کیسی عجیب چیز ہے نا۔۔۔ کبھی خود انسان کو تکلیف میں مبتلا کر کے لی جاتی ہے تو کبھی کسی بہت اپنے کو۔"

اُسے دروازے سے رخصت کرتے ہوئے کائنات نے اداسی سے سوچا تھا۔

اس واقعہ کے بعد الماں نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ اُس سے کبھی اِس واقعہ کا ذکر نہیں کرے گا۔ بلکہ اُس سے وہی پہلے سا رویہ رکھے گا تاکہ وہ کم از کم اس درد کو بھول جائے۔

اب کے الماں اسے دیکھتا تھا تو بے اختیار ہو جاتا تھا، اس نے خود کو اُس سے فاصلے پر رکھنے کے لئے اُس سے تلخیاں برتنا شروع کر دی تھیں۔

شاید وہ ایک بار پھر خود کو دھوکا دینے کی سعی میں تھا مگر جب اُسکی تکلیف پر دل دکھنا ہی تھا تو کیا تلخی رکھتا؟

جب اُسے سخت الفاظ کہہ کر واپس پلٹتا تھا تو خود ہی کو تکلیف ہوتی تھی پھر کیا فائدہ ایسی ظاہری بے رخی کا؟

اس نے فیصلہ کر لیا تھا، وہ اُس سے نفرت نہیں کر سکتا، وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔۔۔ وہ اس پر طنز نہیں کر سکتا۔۔۔ وہ اسے محفوظ تو رکھ سکتا ہے، اُسکا درد تو بانٹ سکتا ہے۔ کم از کم اسے خوشیاں تو دے ہی سکتا ہے۔

★★★★★

اُس نے حویلی میں قدم رکھا تو فاطمہ خاتون کبوتروں کو دانہ ڈالتی ہوئی دکھائی دیں۔اُس نے ارد گرد نگاہ دوڑائی پھر دھیمے قدموں چلتا اندر جانے لگا مگر فاطمہ خاتون کی پکار پر وہیں رک گیا۔

"احمد!"

وہ واپس ان کی جانب پلٹا۔ان کی نظروں میں استفہام تھا۔

"آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"احمد ان کے کچھ کہنے سے پہلے بے ساختہ بولا۔

"ہاں بولو۔"وہ اب چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئیں تھیں۔

"بیٹھ جائیں اور میری بات ذرا تحمل سے سنیے گا۔"

انہیں صحن میں رکھے پلنگ پر بٹھا کر وہ خود بھی ان کے برابر میں بیٹھ چکا تھا۔فاطمہ خاتون اسے گہری نظروں سے دیکھتی رہیں جو خاصا کنفیوز لگ رہا تھا۔

"انا کہاں ہے؟"

"وہ اصطبل کی طرف گئی ہے۔ تم جانتے تو ہو گھوڑوں سے دور نہیں رہتی۔"

انہوں نے عام لہجے میں بتایا۔ احمد اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگا پھر چند لمحے خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔

"امی آپ نے انا کی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

اور بنا تمہید باندھے اس نے پوچھ لیا تھا۔

"کیا مطلب ہے انا کی شادی؟ یہ سوال تم اس طرح اچانک کیوں پوچھ رہے ہو؟"

انہیں سن کر عجیب لگا۔

"اچانک نہیں پوچھ رہا امی۔۔۔ اسد بھائی کی شادی ہو گئی ہے اب انا کے بارے میں بھی تو کچھ سوچنا ہے۔"

اس کے کہنے پر فاطمہ خاتون نے گھور کر اسے دیکھا۔

"میری طرف مت دیکھیں، مجھے چھوڑ دیں۔ میں نے جب کرنی ہو گی میں خود ہی بتا دوں گا۔ لیکن انا کے بارے میں تو سوچنا ہو گا نا۔"

وہ شانے اچکاتا ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"تم کچھ زیادہ ہی بڑے ہونے کا فرض نہیں نبھا رہے؟ اُس کی شادی بھی جب کرنی ہو گی میں کر لوں گی۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

انہوں نے اسے جھڑک ہی تو دیا تھا۔ وہ حیرت سے انہیں تکتا رہا۔

"کیوں نہیں؟ صرف مجھے ہی اس کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کام کا بوجھ میں آپ پر نہیں ڈالوں گا، میں نے اس کے لئے لڑکا ڈھونڈ لیا ہے۔"

آخری جملہ اس نے دھیرے سے کہا۔ وہ جانتا تھا ان کا ردعمل کیا ہو گا۔ اگلے ہی پل ایک چپت اس کے سر پر پڑی تھی۔

"امی!" اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔

"کیا امی؟ کس سے پوچھ کر اس کے لئے لڑکے تلاش کر رہے ہو؟ یہ سوچا ہے کہ اگر اسے پتا چلا تو وہ اتنی جلدی شادی کے لئے تیار ہو جائے گی یا نہیں؟" انہوں نے ابرو اچکا کر پوچھا تو وہ سر جھکا گیا پھر آہستگی سے بولا۔

"وہ انکار نہیں کرے گی۔ میری ہر بات مانتی ہے وہ۔"

"تو کیا اس بات کا فائدہ اٹھا کر اسے شادی کے لئے بھی آمادہ کر لو گے؟"

ان کی آواز قدرے مدھم پڑ گئی مگر لہجے میں چھپی سختی کو وہ محسوس کر سکتا تھا۔

"نہیں امی۔۔۔ ظاہر ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی فیصلہ ہو گا۔ اسے پوری آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حق ہو گا۔"

فاطمہ خاتون چپ ہو گئیں۔ چند لمحے ان کے درمیان یونہی خاموشی حائل رہی۔

"کون ہے وہ لڑکا؟" احمد ان کے سوال پر ایک پل کے لئے ٹھٹھک گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ الماس کے نام پر ان کے تاثرات کیا ہوں گے۔

"المان۔" اس نے چہرہ موڑ کر ان کا تاثر دیکھنا چاہا۔ وہ سنجیدہ تھیں۔ سنجیدگی کے علاوہ ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"تم ہمیشہ سے اپنی مرضی کرتے آئے ہو احمد۔ تم جس چیز کا فیصلہ کر لیتے ہو وہاں پھر تمہیں کسی کی رائے درکار نہیں ہوتی۔ لیکن خیال رکھنا کہ تمہاری بہن کی خوشی کس چیز میں ہے۔ وہ پہلے ہی اسے کچھ خاص پسند نہیں کرتی۔"

ان کی بات سے اسے اتنا اندازہ تو ہوا تھا کہ وہ خود المان کے خلاف نہیں ہیں مگر وہ انا کے لئے ضرور فکرمند ہیں۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر المان کو منتخب کیا ہے امی، مجھ سے زیادہ انا کو کوئی نہیں جانتا، اور میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے۔ میں اس کے ساتھ آج ہی اس بارے میں بات کروں گا۔"

وہ اٹھنے والا تھا۔ فاطمہ خاتون نے اسے بازو سے تھام کر واپس بٹھایا۔

"اتنی جلدی بھی مت کرو۔ یہ بس دو لوگوں کا معاملہ نہیں ہے، دو خاندانوں کا بھی معاملہ ہے۔ مجھے الماں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں لیکن مجھے اس خاندان میں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کرنا جہاں بہوؤں کی کوئی عزت ہی نہ ہو۔"

ان کا لہجہ ایک بار پھر ہموار ہو گیا تھا۔ احمد ان کے جذبات سمجھتا تھا مگر اسے یہ بھی علم تھا کہ الماں میں اور عالم چوہدری میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

"ضروری تو نہیں کہ ہر کہانی ہر بار دہرائی جائے۔ لوگوں میں فرق بھی تو ہوتا ہے۔"

اس نے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"لوگ ایک سے نہیں ہوتے، مگر نسلیں وہی ہوتی ہیں، خون تو ایک ہی ہوتا ہے نا بیٹا۔"

احمد ایک پل کے لئے لاجواب ہو گیا۔

"پھر تو آپ کے بچوں میں بھی وہی خون دوڑ رہا ہے نا امی۔۔۔ اِس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم بھی وہی کریں جو بابا نے کیا تھا۔"

وہ نہ چاہتے بھی کہہ گیا۔ فاطمہ خاتون کی پلکیں نم ہو چکی تھیں۔

"تم وہ کرو جو تمہیں صحیح لگتا ہے، آخر کو انا پر تمہارا اہم سے زیادہ حق ہے۔ تم اس کے ہم سے زیادہ خیر خواہ ہو۔"

انہوں نے احمد کے شانے پر تھپکی دی اور اٹھ گئیں۔

"امی ایسے نہ کریں پلیز۔ میں آپ کو ناراض کر کے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر کرنا ہوتا تو بنا پوچھے کر گزرتا۔"

ان کے بر آمدے کی جانب بڑھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے۔ پھر ایک گہرا سانس لیتی ہوئیں واپس اس کی طرف پلٹ آئیں۔

"ٹھیک ہے پھر، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن کیا الماں کے گھر میں سے کسی نے اس حوالے سے تم سے کوئی بات کی ہے؟"

"ان کے کہنے پر ہی آپ سے بات کر رہا ہوں۔"

وہ جانتا تھا وہ یہ بات ضرور پوچھیں گی۔ تبھی الماں سے سب کچھ دریافت کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے تم انا سے پوچھ لینا مگر یاد رکھنا یہ فیصلہ تمہارا ہے اور یہ انا کی ساری زندگی پر اثر انداز ہو گا۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہوئی تو ذمہ دار تم ہی ہو گے۔" وہ سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا۔

"میں اپنی بہن کے ہر حالات کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں۔"

فرمانبرداری سے سینے پر ہاتھ رکھے بولا اور حویلی سے باہر نکل گیا۔ اب کے اس کا رخ انا کی جانب تھا۔

★★★★★

کینیڈا میں موسم کی ادا ایک جھٹکے سے بدلی تھی۔ نرمی کی جگہ سختی نے لی تو فضا بھی اکھڑی اکھڑی سی لگ رہی تھی۔

کنزہ نور لانگ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اپنے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ اُس عمارت کو دیکھ رہی تھی جس میں اس نے پچھلے کئی سال گزارے تھے۔ کبھی رو کر، کبھی گہرے ذہنی دباؤ میں، کبھی اپنوں کی تلخیوں کو یاد کرتے اور کبھی محض اللہ کی ذات کا شکر کرتے۔

www.novelsclubb.com

اُس نے بہت بار اس گھر میں سکون لوٹ آنے کی دعائیں کی تھیں۔اُسے نہیں خبر تھی کہ یہ سکون ماموں کے گھر سے جانے کے بعد ہی نصیب ہو گا۔ مگر اس نے یہ کب چاہا تھا۔وہ تو بس انہیں بدل دینا چاہتی تھی۔انہیں ایک بہتر انسان بنتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔

"ہوتا ہے نا کہ کبھی کبھار آپ ہزار چاہنے کے باوجود بھی کسی کو اپنے لئے اچھا نہیں بنا سکتے،اور کبھی کبھار بن چاہے بھی کوئی آپ کے لیے فرشتہ بن کر آجاتا ہے۔"

اسی پل کوئی اسکے پہلو میں آکھڑا ہوا تھا۔کنزہ نور نے چہرہ اس طرف موڑا۔

"آپ کی امانت۔"رضا کے ہاتھ میں گھر کی چابیاں تھیں جو وہ اسے تھما رہا تھا۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر وہ چابیاں اسکے ہاتھ سے لے لیں۔

وہ جانتی تھی وہ قیصر ماموں کو پولیس کے حوالے کر چکا تھا۔اور اُن لوگوں کو بھی جو اسکے پیچھے پڑے تھے۔اب وہ آزاد تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب یہ گھر اُس کا گھر تھا۔وہ یہاں اپنی مرضی سے رہ سکتی تھی،اپنی مرضی سے کوئی بھی کام کر سکتی تھی۔اب اُسے بات بہ بات مارنے والا اور ڈانٹنے والا کوئی نہیں ہو گا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا ردعمل دے۔

"شکریہ۔۔۔آپ نے جو کچھ بھی میرے لئے کیا ہے یہ آپ کا احسان ہے مجھ پر۔بہت کم ہوتے ہیں آپ جیسے لوگ جو بنا کسی تعلق کے انسان ہونے کا حق ادا کرتے ہیں۔"

وہ بغیر اسے دیکھے بولی۔رضا شرمندہ سا ہو گیا۔

"احسان نہیں کیا،بس تھوڑی سی مدد کی ہے۔خوش رہیئے۔میں اب چلتا ہوں،آفس میں ملتے ہیں۔"

وہ ایک نرم سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا اور پھر عجلت میں پلٹ گیا۔

کنزہ نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔اُسے اس شخص پر رشک ہو رہا تھا۔

"بس تھوڑی سی مدد۔۔۔؟"وہ اُسکی ساری زندگی کی پریشانیاں مٹا کر اُسے سکون دہ مستقبل کی چابیاں تھما کر کہہ گیا تھا کہ "بس تھوڑی سی مدد کی ہے۔"

کنزہ نم پلکوں سے مسکرائی۔ پھر گھر کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

★★★★★

"ایک کتاب زندگی بدل دینے کی طاقت رکھتی ہے۔"

بار بار یہ سطر علما کے ذہن کے پردوں پر ٹکرا رہی تھی۔ بار بار وہ اسے جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بار بار وہ پلٹ آتی تھی۔

آخر اُس نے تمام تر خیالات واحساسات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی کتاب کا آخری باب شروع کر لیا تھا۔ یہ باب نفس کے متعلق تھا۔ انسان سے متعلق اور اس کی ذات سے متعلق۔

www.novelsclubb.com

اُس نے اس باب کو سب سے پہلے لکھنے کے بجائے سب سے آخر میں رکھا تھا۔ محض اس لئے کہ اس باب میں پیچیدگی بہت تھی۔ وہ اس کتاب میں ناچاہتے ہوئے بھی اپنے جذبات کو شامل کر رہی تھی اور وہ اب تک خود کی ذات کو ہی سمجھ نہیں پائی تھی۔ اسی لئے تو اِس باب کو شروع کرنے کی اس کی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی۔

وہ اِس کتاب کو سب سے پہلے اللہ کی خاطر لکھ رہی تھی۔اور پھر اپنے لئے۔۔۔

جب تک وہ خود ان چیزوں پر عمل نہیں کر لیتی جو اس کے خیالات میں ہیں تو وہ دوسروں کے لئے ان کی تشہیر نہیں کر سکتی تھی۔اس نے اس کتاب کے ہر باب کے ساتھ خود کو بدلا تھا۔خود کو اس عمل میں ڈھالا تھا جو اس کی سوچ میں ابھرنے لگتا۔

اس کا لندن آنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ اپنی اس کتاب کو تکمیل تک پہنچا سکے۔اسے لگا ہی تھا کہ وہ تنہائی میں اسے جلدی مکمل کر لے گی اور ویسا ہی ہوا۔مگر اب جبکہ وہ اختتام تک پہنچ رہی تھی لکھنا مشکل لگنے لگا تھا۔کل وہ واپس کیمبرج جا رہی تھی اور وہاں جانے سے پہلے وہ اِس کتاب کے اختتام تک پہنچ ہی جانا چاہتی تھی۔رات کے تیسرے پہر تک وہ اپنے کمرے میں بیٹھی، کھڑی، ٹہلتی بس خیالات کی گہرائیوں میں ڈوبتی جا رہی تھی اور پھر بہت سوچنے کے بعد وہ کچھ جملے صفحے پر اتار لیتی۔

اسے پتا بھی نہ چلا اور تہجد کا وقت ہو گیا۔حیرت سے وقت دیکھتے ہوئے وہ وضو کے لئے چلی گئی پھر ایک بڑی سیاہ شال اپنے گرد لپیٹے نماز میں مشغول ہو گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آٹھ رکعت نوافل ادا کرنے کے بعد وہ پر سکون چہرے کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی۔ آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔

دعا مانگتے مانگتے ہی اُس کے ذہن میں مہک آنے لگی۔ اور اگلے ہی پل اس کی پلکیں نمی میں ڈوبنے لگیں۔

"جب تم اپنی محبت کے ایک فون پر اُس سے بات کرنے کے لئے اُٹھ جاتی ہو تو میں کیسے اپنی محبت کے بلانے پر سوئی رہ سکتی ہوں علما؟ نیند محبوب کے لئے قربان کی جاتی ھے۔۔۔ میں بھی اُسی سے بات کرنے کے لئے جاگ رہی تھی جسے عام لفظوں میں محبوب کہتے ھیں۔"

ایک رات تہجد کے وقت اس کی کہی گئی بات اسے ابھی یاد آرہی تھی۔ علما کا سینہ جیسے تنگ پڑنے لگا تھا۔

"تم اُس انسان کی کال پر اُٹھی ہو جسے تم ریجیکٹ نہیں کر سکتی اور میں اُس کی کال پر جو آسمانوں میں رہتا ھے۔" اُس نے چہرہ جھکا لیا تو چند آنسو جاء نماز پر گر گئے۔

"جانتی ھو علما۔۔۔ اُسکا ساتھ انسانوں کے ساتھ سے بہتر ھے۔"

وہ تب نیم غنودگی میں تھی جب اُس نے مہک کو کہتے سنا تھا۔وہ مکمل حواس میں اس کی ایسی باتوں کو نظرانداز کر دیا کرتی تھی تو غنودگی میں کیسے خاطر میں لاتی؟

اُسے شدت سے پچھتاوا ہوا تھا۔کاش! وہ مہک کی باتوں کو سمجھتی ہوتی۔اُس نے ایک آہ بھرتے ہوئے اپنے گال صاف کیے تھے۔

"اے اللہ! اپنی یاد کے لئے میرا سینہ کھول دے اور مجھ پر سے میرا بوجھ اٹھا لے۔"

آخر میں اللہ سے ایک بار پھر ہدایت طلب کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اُس نے محسوس کیا وہ تھکن زدہ سی تھی۔لیمپ بند کر کے وہ بیڈ پر آ لیٹی تو نیند سے آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔بنا کسی وقت میں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکی تھی۔

★★★★★

اب کے اسکی آنکھ صبح فجر کے وقت کھلی تھی۔وہ ایک بار پھر اپنے رب کے حضور کھڑی ہو چکی تھی۔اُس نے معمول کے مطابق نماز پڑھ لینے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے تھے۔

اور وہ ایک بار پھر سلے ہوئے لبوں کے ساتھ بیٹھی رہ گئی تھی۔دل میں اٹھتے کئی سوالوں نے ایک

بار پھر سے دستک دی تھی۔ وہ ایسی شرمسار تھی کہ اُسے سمجھ نہیں آیا کہ اُس ذات سے کیا مانگے جس نے اُسے پہلے ہی اتنا سب کچھ عطا کر رکھا ہے۔ اُسے اب کے اُس ہستی سے مانگتے ہوئے بھی حیا آرہی تھی کہ اُسے اپنا مانگنا بھی جرم لگ رہا تھا۔ اُس کا ضمیر اسے جھنجھوڑنے لگا تھا۔

"تم کیا مانگتی ہو اپنے رب سے؟

دردِ دل یا دل کے درد سے رہائی؟

غمِ اس جہاں سے فرصت یا غم دو جہاں کی رسائی؟

بولو تو۔۔۔ کیا مانگتی ہو اپنے رب سے؟

چاہتوں سے حریت یا محبتوں کی رعنائی؟

تمہیں کیا چاہئے؟

چاہ کی بریت کی چاہ؟

تمہیں چاہ سے آزادی چاہئے اور وہ بھی چاہ کر کے؟

تم مطلوب کی تمنا کے ترک کے لئے بھی طلب رکھتی ہو؟

تو بولو کیا مانگتی ہو اپنے رب سے؟

بنا چاہ کے مانگ کر دکھاؤ۔۔۔

اگر چاہ ہی چاہئے تو چاہ سے آزادی کیسی؟

اگر کچھ نہ چاہو گی تو چاہ کو پالو گی۔۔۔

اگر چاہ کو چاہو گی تو خود کو بھی کھو دو گی۔۔۔

تو بولو۔۔۔ کیا مانگتی ہو اپنے رب سے؟

کیا چاہ کا تصور مٹا چکی ہو؟

کیا اپنے اصل کی جانب آچکی ہو؟

کیا آرزوؤں کی دنیا بھلا چکی ہو؟

اگر ہاں تو پھر اب بولو،

www.novelsclubb.com

کیا مانگتی ہو اپنے رب سے؟

کیا رب کے بارگاہ میں خالی دامن لا چکی ہو؟

خود کو مٹا کر اُسکی ہستی کو پا چکی ہو؟

اگر ہاں۔۔۔

تو بولو پھر اپنے رب سے کیا مانگتی ہو؟

کیا اب بھی مانگتی ہو؟

کیا اب بھی چاہتی ہو؟

کیا اب بھی آرزو ہے؟

کیا اب بھی تلاشتی ہو؟

کیا اب بھی پوچھتی ہو؟

کیا سوال اب بھی ہیں تمہارے من میں؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیااب بھی سوالی ہو؟

اگر نہیں۔۔۔

تو پھر بولو، اپنے رب سے کیا مانگتی ہو؟

اُس کادل اُس سے سوال کئے جارہا تھا۔ایسے سوال جن کے جواب وہ روز تلاشتے تلاشتے تھک جاتی تھی۔آج بھی وہ تھک گئی تھی اپنی ان چاھتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔وہ چاہ کے ختم ہونے کی چاہ کرتی تھی تو وہ بھی تو چاہ ہی تھی۔۔۔پھر اِس چاہ کو کیسے ختم کرے؟

"بولو اپنے رب سے کیا مانگتی ہو؟" ضمیر کی آواز اب بھی آرہی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔" وہ تیز ہوتی سانسوں سے بولی۔

"کچھ نہیں۔۔۔

اک ویران خانے کی ویرانی کو اسکے سپرد کر کے

اپنے حال کی تمام الجھنیں اسے بتا کر

اپنی چاہتوں کی سبھی کنجیاں اسے تھما کر

راہ سے بھٹکے مسافر کے جیسے گڑگڑا کر

میں نہ بولتی ہوں، نہ چاھتی ہوں

نہ پوچھتی ہوں نہ تلاشتی ہوں

جب خود کو اسکے حوالے کر کے

خاموش سر جھکائے ہوں بیٹھی

تو کیا مانگنا؟ کیا چاھنا؟

کیا پوچھنا؟ کیا تلاشنا؟

سبھی مسافتیں جس سفر کی خاطر کٹیں

سبھی راہیں جس منزل کو تھیں رواں

وہ منزل تو میری خود خدا ہے

www.novelsclubb.com

پھر اُس رب سے کیا مانگنا؟

جس رب کے آگے ہر چاہ بے اثر

ہر تلاش غائب، ہر سوال مدھم۔۔۔"

وہ چپ ہو گئی۔ سوالوں کا جواب مل گیا تھا۔ دعا کے لئے اٹھے ہاتھ جیسے نور سے بھر گئے تھے۔

اُس نے چاہ کو ختم کر لیا تھا۔ نم پلکیں خوشی سے چھلک اٹھی تھیں۔ اُس نے سکون سے آنکھیں موندے خود کو اپنے رب سے بے حد قریب ہوتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

"ہاں اُسکے سامنے ہر چاہ بے اثر۔۔۔ ہر تلاش غائب اور ہر سوال مدھم ہی تو ہو جاتا ہے۔۔۔ وہ ذات تو ایسی ذات ہے جس کے سامنے ہر چاہ ختم ہو جاتی ہے۔"

یہ صبح بے حد روشن طلوع ہوئی تھی۔ اور آج وہ واپس کیمبرج جانے سے پہلے اسلامک سنٹر چلی آئی تھی۔

"الایمان" ایک ایسا ادارہ تھا جو بہت سوں کے لئے ہدایت کا باعث بن رہا تھا۔ یہاں عورتوں، بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں تک کے لئے ہدایت موجود تھی۔ یہاں تقریریں ہوتی تھیں، اسلامک سیشن ہوتے تھے، تلاوتیں ہوتی تھیں، تدبر ہوتا تھا اور غور و فکر کے ساتھ ساتھ مزید بہت سی اسلامی سرگرمیاں یہاں کارفرما تھیں۔

وہ تدبر قرآن کے سیشن سے فارغ ہو کر اب "الایمان" کے درو دیوار کو چمکتی نظروں سے دیکھتی اُس ادارے میں ٹہل رہی تھی جس کی فضا نے اُسکے دل کو مسرور کر رکھا تھا۔ یہ ادارہ بہت بڑا تھا وہ اب تک اسے پوری طرح سے نہیں دیکھ پائی تھی۔

راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے اُس نے ایک جالی دار کھڑکی سے نظر آتے ننھے بچوں کو دیکھا جن کی تربیت کی جا رہی تھی۔

"اللہ نے کتنا نوازا ہے ان لوگوں کو جو کسی کے لئے ہدایت کا سبب بن رہے ہیں۔" وہ جہاں سے گزرتی خوشی کی لہر اسکے وجود میں دوڑنے لگتی۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک نیم اندھیر راہداری کو پار کرتی کھلے صحن میں داخل ہو گئی تھی۔ وہاں جگہ جگہ سر سبز پودے لگے تھے۔ علما چند سکون زار لمحے گزارنے کو وہیں ایک ستون سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے کھڑی ہو گئی۔ سورج کی ہلکی زرد شعاعیں اُس کے چہرے پر پڑ کر سنہری تاثر دے رہی تھیں۔

"السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!"

اسی پل اُسے اپنے عقب سے کسی مرد کی دھیمی آواز سنائی دی تھی۔

"وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!" اب کے جواب نسوانی آواز میں آیا تھا۔

"میں آج تھوڑا لیٹ ہو گیا ہوں تو آخر میں شاید کچھ ایکسٹرا ٹائم لے لوں، آپ لیکچر کے دوران کسی کو اندر مت آنے دیجیے گا۔"

وہ خاص تاکید کرنے والے انداز میں بول رہا تھا۔ اور اس تاکید میں بھی اُس کی آواز بہت شائستہ و ملائم تھی۔ علما پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی۔ وہ رخ دوسری جانب موڑے ہوئے تھا۔ اُس شخص کو وہ پیچھے سے ہی دیکھ پائی تھی جواب تیزی سے فون جینز کی جیب میں رکھ رہا تھا۔ جیب

سے ہاتھ واپس نکالتے ہوئے بے دھیانی میں کوئی چیز نیچے گر گئی تھی۔ علما چونک سی گئی۔ اور اِس سے پہلے کہ وہ اسے مخاطب کر کے آگاہ کر پاتی وہ کمرے کے اندر جا چکا تھا۔

وہ خاتون جس سے وہ مخاطب تھا اب کچھ فاصلے پر جا کر کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ علما نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ آئی اور اُس نیچے گری چیز کو اٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک یو ایس بی تھی۔ راہداری میں بچھے قالین کے سبب یو ایس بی گرنے کی آواز بھی سنائی نہیں دی تھی۔

"اُسے یہ واپس کر دینی چاہئے، شاید اِس میں کچھ قیمتی ڈیٹا ہو۔" وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی۔ پھر اچانک اُسی خاتون کی طرف بڑھ گئی جو کرسی پر براجمان تھی۔

"بات سنیں۔ یہ جو شخص ابھی ابھی اندر گئے ہیں شاید اُن کی یو ایس بی یہاں نیچے گر گئی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ انہیں واپس کر دوں، ایسا نہ ہو کہ اُن کا کوئی نقصان ہو جائے۔"

اُس خاتون نے اسے سر تا پا دیکھا پھر نرمی سے مخاطب ہوئی۔

"جب تک اُن کی کلاس ہو رہی ہے آپ اندر نہیں جا سکتیں۔"

علما کچھ سوچنے لگی۔ پھر جیسے خیال آنے پر بولی۔

"تو پھر یہ آپ ہی رکھ لیں۔اور جب ان کی کلاس ختم ہو تو آپ انہیں دے دیجیے گا۔"

اُس نے یو ایس بی اُس خاتون کی طرف بڑھادی جسے اُس نے بڑی آہستگی سے واپس دھکیل دیا تھا۔

"معذرت کے ساتھ، میں یہ آپ سے نہیں لے سکتی۔میں جانتی بھی نہیں ہوں کہ یہ واقعی اُن کی چیز ہے یا نہیں۔اور دوسری بات یہ کہ میں یہاں پر نئی آئی ہوں،اور مجھے کوئی بھی چیز اٹھانے کی اجازت نہیں۔بہتر یہ ہو گا کہ آپ اُن کا انتظار کیجیے اور کلاس ختم ہونے پر خود ہی انہیں دے دیں۔"

وہ اُس خاتون کی بات سمجھ گئی تھی۔

"تو پھر وہ کب تک فارغ ہو جائیں گے؟"

اُس نے اسی لہجے میں پوچھا مگر جواب سن کر وہ الجھ گئی تھی۔

"ڈیڑھ گھنٹے بعد یا شاید اس سے بھی زیادہ۔"

لیکن وہ ڈیڑھ گھنٹے تک یہاں رکی ہوئی نہیں رہ سکتی تھی۔آدھے گھنٹے تک ہی بابا اسے لینے آنے والے تھے۔اب وہ کیا کرے؟

"ٹھیک ہے، شکریہ۔" رسانیت سے کہتی وہ واپس پلٹ آئی تھی۔یو ایس بی کو نظروں کے سامنے لاتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ اب کیسے اُسے یہ واپس کرے۔مگر اب یہاں رک بھی نہیں سکتی تھی۔یہی سوچتے سوچتے وہ "الایمان" سے باہر آگئی تھی۔

"چلیں۔۔۔پھر کبھی واپس کردوں گی، یہ آپکی میرے پاس امانت رہے گی۔"

وہ اُس یو ایس بی کو ایک آخری بار دیکھتے ہوئے بولی اور پھر واپس آگئی۔

★★★★★

"ہم بہت دنوں سے باہر نہیں گئے ہیں شاہو۔۔۔چلو آج میں بھائی سے کہوں گی ہمیں باہر جانا ہے۔تمہیں سیر کرنی ہے نا؟"

انا اُس وقت مگن انداز میں شاہو سے مخاطب تھی جب احمد نے اصطبل میں قدم رکھا۔

"خیر ہے؟ کوئی آج سیر پر جانے کی باتیں کر رہا ہے؟"

اُس نے آتے ہی خوشگوار لہجے میں پوچھا۔ وہ احمد کو اچانک وہاں دیکھ کر سیدھی ہوئی۔

"جی بھائی۔۔۔اب آپ آہی گئے ہیں تو چلیں اپنے گھوڑے کو سنبھالیں۔"

وہ احمد کے گھوڑے کی رسی اُس کی جانب بڑھاتی خود اپنے بھورے گھوڑے کی طرف آ گئی۔

"چلو چلتے ہیں۔۔۔تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کرنی تھیں مجھے۔"

وہ اُس کی پیروی کرتا گھوڑے پر بیٹھ چکا تھا۔ انا آنکھوں میں استفہام لئے ہوئے بنا کچھ کہے اپنے گھوڑے کی رسی تھامے اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی تھی۔

وہ دونوں اصطبل کی بائیں سمت نشیبی زمینوں میں آنکلے تھے۔ سرسبز زمینوں پر درختوں کے قریب جاکر وہ رک گئے تھے۔ دھیمی دھیمی ہوا سے پتوں میں سرسراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ اپنے گھوڑوں کو شاخوں سے باندھ کر وہ دونوں نیم کے نیچے بیٹھ گئے تھے۔ سنہری دھوپ کی شعاعیں آڑی ترچھی ہو کر اُن کے قدموں پر پڑ رہیں تھیں۔

"آپ کی ضروری بات بھائی۔۔۔؟" ساتھ بیٹھتے ہی انا نے اسے یاد دلایا تھا۔

"ہاں، ضروری بات تو مجھے کرنی تھی تم سے۔" احمد اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔ آگے کیا کہے؟ وہ جیسے بھول گیا تھا کہ اسے کیا کہنا ہے۔

"جی سن رہی ہوں۔" وہ اسی کی جانب متوجہ تھی۔ احمد نے دل ہی دل میں کچھ طے کیا اور پھر تحمل سے اس کی جانب مڑا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم شادی کر لو۔" ہمیشہ کی طرح بنا تمہید باندھے وہ بآسانی کہہ گیا تھا۔ انا کا وجود اسی حالت میں رہ گیا۔

"بھائی۔۔۔!!" وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھتی بولی۔

"مذاق مت کریں، آپ جانتے ہیں مجھے شادی والا مذاق نہیں پسند۔ ہاں اپنی شادی کے بارے میں جو مرضی بات کر سکتے ہیں۔" وہ تیز تیز بولتی شرط بھی بتانے لگی۔

"لیکن میں مذاق تو نہیں کر رہا ہوں۔" اُس نے شانے اچکائے تو انا نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ مجھ سے میری شادی کی بات کر رہے ہیں؟" اسے جیسے پھر سے تصدیق چاہئے تھی۔

"ہاں میں تم سے تمہاری ہی شادی کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ پھر تیاریاں شروع کر دوں میں؟"

وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔ انا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"آپ اپنے گھوڑے کے ساتھ اصطبل سے باہر ان بے مثال زمینوں میں درختوں کے سائے تلے بیٹھ کر مجھ سے یہ بات کر رہے ہیں بھائی؟"

اُس کی تو حیرت کی انتہا نہ تھی۔

"تو کیا میں یہ بات یہاں بیٹھ کر نہیں کر سکتا؟" احمد نے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔ انا نے ماتھے پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا چاہا۔

"نہیں۔۔۔ لیکن آپ کو میری شادی کا خیال اچانک کیسے آ گیا؟" وہ اب پہلے سے نارمل ہو گئی تھی۔ اسے لگا وہ واقعی مذاق کر رہا ہے۔

"اچانک خیال نہیں آیا۔میں اس بارے میں بہت گہرائی سے سوچ رہا تھا مگر پھر ایک شخص نے میری مشکل بس ایک پل میں ہی سلجھادی۔"

اُس کے چہرے کی تھکن دور ہوتی ہوئی دکھائی دی۔

"میں تمہارے لئے ایک شخص کا انتخاب کر چکا ہوں اسی لئے اب تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔"

"کیا مطلب بھائی۔۔۔؟"وہ اس کی بات کاٹتی ناسمجھی سے بولی۔

"مطلب یہ کہ میں ابھی بول رہا ہوں پوری بات تو سنو۔"

احمد اُس کے اس ردعمل پر حیران ہوا تھا۔وہ بس آنکھوں میں خوف لئے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"میں سچ میں تمہاری شادی کی بات کر رہا ہوں پری۔۔۔تم سے پوچھنے آیا ہوں کہ تمہیں میرے انتخاب سے کوئی اعتراض تو نہیں ہے،اور میں دباؤ بالکل بھی نہیں ڈالنے والا۔تمہارا جو

حق ہے وہ تمہیں استعمال کرنے کی پوری طرح سے اجازت ہے۔ ہر طرح سے آزاد ہو تم اپنے فیصلے میں۔"

وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔انا کی دھڑکن تیزی اختیار کرتی چلی گئی۔

"لیکن میں ابھی شادی ہی نہیں کرنا چاھتی۔"اُس نے آہستگی سے کہا۔

" کبھی نہ کبھی تو کرنی ہے تو ابھی کیوں نہیں؟"

اُس کا لہجہ نرم تھا۔انا کو لگا اُس کا حلق خشک ہو چکا ہے۔اُسے ابھی شادی کے بارے میں سوچ کر ہی عجیب احساس ہو رہا تھا۔

"میں اس حویلی کو چھوڑ کر،امی کو چھوڑ کر، آپ کو چھوڑ کر کیسے کسی اور کے پاس چلی جاؤں گی؟میری یہ زندگی کتنی اچھی ہے۔"

اُس نے جیسے جواز پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر حلق کے پیچھے جمع ہوتے آنسوؤں کی ہلکی چمک آنکھوں میں عیاں ہونے لگی تھی۔

"آپ ہر وقت میری نظروں کے سامنے ہی تو رہیں گی محترمہ۔۔۔آپ کے لئے جس شخص کو چنا ہے وہ حویلی وغیرہ تو بھلوا دے آپ کو۔" وہ بآسانی کہہ گیا تھا۔انا نے برامان کر چہرہ واپس پھیر لیا۔

"کس شخص کا انتخاب کر بیٹھے ہیں آپ جو اس قدر اہم ہو گیا آپ کے لئے کہ اپنی بہن بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔"

وہ روٹھے ہوئے انداز میں بولی۔احمد کن اکھیوں سے اسے دیکھتے سرسری انداز میں گویا ہوا۔

"زیادہ کچھ نہیں بس آپ کے چاچو کا بیٹا لگتا ہے۔"

انا نے ایک جھٹکے سے اُسے دیکھا۔دھڑکن گویا تھم گئی تھی اور سانسیں خاموش۔

"المان ابراہیم کی بات کر رہا ہوں۔"

اُس کی توضیح نے انا کی رہی سہی جان نکال دی تھی۔وہ بے یقین نگاہوں سے احمد کے استفہامیہ تاثرات دیکھ رہی تھی۔المان ابراہیم؟ کیا اُس نے غلط سن لیا تھا؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چند ثانیے وہ اسے یونہی پلک جھپکے بغیر دیکھتی رہی۔ پھر بے یقینی سے بولی۔

"المان؟ لیکن کیوں؟ یہ آپ کیا باتیں کر رہے ہیں بھائی؟ شادی۔۔۔اور وہ بھی المان سے۔۔۔آپ کو ہوا کیا ہے؟"

اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا انا کے لب "اوہ" کی شکل میں سکڑے۔

"کہیں اس نے تو آپ سے نہیں کہا یہ؟" اور اِس بار آنکھوں میں ہلکا غصہ در آیا۔

"تم سنتے ہی ایسا ردعمل نہیں دے سکتی، تحمل سے اس بارے میں سوچو۔ میں نے ابھی کے ابھی جواب نہیں مانگا، وقت دے رہا ہوں تمہیں۔"

احمد شا نے اچکا کر کہنے لگا۔ انا ضبط کر کے رہ گئی۔ اُسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کرے، کیا کہے۔

"بھائی اگر تو اُس نے آپ سے میرے بارے میں بات کی ہے نا تو میں منہ توڑ دوں گی اُس کا۔اور آپ نے کیسے یقین کر لیا اُس پر کہ وہ اس بات کو لے سنجیدہ ہو سکتا ہے۔۔۔ہاں؟"

انا کا بس نہیں چلا کہ وہ اُس کے سامنے ہو اور وہ اسے گھونسا دے مارے۔

"میری ذاتی خواہش تھی یہ۔۔۔وہ مجھے پہلے سے پسند تھا اور یہ تو میرے لئے خوش آئند بات ہے کہ وہ تمہیں خوش رکھنا چاھتا ہے، تمہاری حفاظت کرنا چاھتا ہے۔"

وہ سمجھا رہا تھا اور اسے یہ وجوہات بھی بری لگ رہیں تھیں۔

"میں اب بھی خوش ہوں اور میں خود اپنی حفاظت کر سکتی ہوں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔احمد ایک لمحے کو چپ ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"تم انکار کر رہی ہو؟" احمد نے ہولے سے دریافت کیا۔

"میں نے قبول ہی کب کیا۔۔۔؟" وہ دبی ہوئی آواز میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"اتنا ناپسند کرتی ہو اسے؟" اس کے لہجے پر غور کرتا وہ بولا۔ انا چند لمحوں کے لئے بت بنی رہ گئی۔ اس سوال کا جواب کیا تھا؟ ناپسند؟ کیا اُس نے کبھی اُس شخص کے لئے ناپسندیدگی جیسا جذبہ بھی رکھا تھا؟ وہ تو اُس کے بارے میں سوچتی تک نہیں تھی۔

"ناپسند کرنا کیا ہوتا ہے بھائی؟" اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں پوچھ لیا۔

"پسند نہ کرنے کو ناپسند کہتے ہیں۔" اس کا چند الفاظ کا جملہ انا کو چونکا گیا تھا۔

"لیکن۔۔۔" وہ کچھ بھی بول نہیں پائی۔

"ناپسند کا مطلب ہی پسند نہ ہونا ہوتا ہے۔" اس نے پھر کہا۔

"ہاں وہ مجھے ناپسند ہے لیکن برا نہیں لگتا۔ اور برا نہ لگنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔" آخر میں وہ قدرے سختی سے بولی۔

"برا نہ لگنے کا یہ مطلب تو ہوتا ہے نا کہ اچھا لگنے کی گنجائش ہے۔" وہ اسے ہر جواز پیش کر رہا تھا۔

"بھائی اب اگر آپ نے مجھ سے اُس کے بارے میں بات کی تو وہ مجھے واقعی برا لگنے لگے گا۔" وہ جھلا سی گئی۔

"اور میں جا رہی ہوں، فی الحال آپ کی باتوں کے جواب نہیں ہیں میرے پاس۔" وہ قدرے بجھی ہوئی لگ رہی تھی اور لہجے میں تھکن تھی۔ پہلے کب وہ احمد کی کسی بات پر یوں متذبذب ہوئی تھی؟ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

نہیں۔۔۔وہ تو کبھی بھی ایسے ردِ عمل نہیں دیا کرتی تھی۔ یہ شادی کا مسئلہ واقعی اُس کی سوچ سے زیادہ سنجیدہ تھا۔

انا اُٹھ کر واپس مڑ گئی۔ اور وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھا آسمان کے کناروں کو تکتا رہا۔

★★★★★

"جلدی کرو۔۔۔اب میں مزید دیر نہیں کر سکتا۔ اُسے تیار کرو اِس نکاح کے لیے۔" دہشت زدہ آواز کمرے میں گونجی تو مدیحہ بیگم نے ضبط کر کے اسے دیکھا۔

"کل معیز کے ساتھ اُس کی شادی ہو گی۔" جیسے حکم دیا گیا تھا۔

"لیکن اتنی جلدی بھی۔۔۔۔" مدیحہ کی بات منہ میں ہی رہ گئی تھی کہ حسن علی خان نے انہیں ٹوکا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔مجھے زیادہ سوال نہیں پسند۔" تنبیہ کرتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

★★

اُس دن اُسے دی گئی یہ حکیم شاہ کی تجویز تھی کہ سفیرہ کی شادی جلد از جلد معیز سے کر دی جائے۔اور وہ جانتا تھا کہ احمد یہ کبھی ہونے نہیں دے گا۔

حکیم شاہ اپنے دشمن کی رگ رگ سے واقفیت رکھتا تھا۔اسے علم تھا احمد کی خاموشی اُس کی کوئی نئی چال بھی ہو سکتی ہے۔اب اُسے اپنے جال میں پھنسانے کے لئے سفیرہ سے بہتر کوئی نہیں تھا۔تب ہی تو اُس کی چیخوں کا استعمال کر کے احمد کو بلایا گیا تھا۔

وہ اپنے قدموں پر چل کر اُس کے پاس آئے گا اور آ کر گھٹنے ٹیک دے گا۔ یہ تصور ہی اس کے لئے خاصا سکون بخش تھا۔ کیونکہ محبتیں کرنے والے اکثر بھیک مانگ لیا کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں اُس سے کم از کم ایک بار بھیک منگوانا چاہتا تھا۔

وہ حسن علی تھا جو حکیم شاہ کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرنے کو ایک بار پھر تیار ہو گیا تھا۔ جانتا تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی ساکھ اسی کے ذریعے بحال کر سکتا ہے۔ اور اس لئے کہ اُسے اب احمد سے کچھ بھی کر کے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔ اس کے لئے وہ اپنی بیٹی کی زندگی کے ساتھ کیا کھیل رہا تھا یہ دیکھنے اور سمجھنے کے لئے وہ اندھا اور بے عقل ہی تو ہو گیا تھا۔

وہ کسی طوفان کی طرح سفیرہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اُسے شادی کے لئے تیار رہنے کا حکم دے کر وہ پلٹا ہی تھا کہ وہ چیخ پڑی۔

"نہیں کرنی ہے مجھے یہ شادی۔۔۔ اُس شخص کے ساتھ رہ کر بھی میں مر جاؤں گی تو پھر کیا فائدہ اُس سے شادی کا۔۔۔ آپ مجھے ویسے ہی مار دیں۔"

اس کا سالوں کا غبار باہر آیا۔ حسن علی خان نے یکدم ہی اُس کا بازو پکڑ کر موڑا تو وہ کراہ کر رہ گئی۔ پھر اُس کی تھوڑی پر مضبوط گرفت جمائے اُس نے دانت پیسے۔

"نہیں کرنی مجھے یہ شادی۔۔۔" مگر وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔

"بہت وافر بولنے لگی ہو۔ میری بیٹی ہو کر میرے ہی مقابل کھڑی ہو، شرم آنی چاہیئے تمہیں۔ بیٹیاں تو چپ چاپ باپ کے ایک اشارے پر سر جھکا دیتی ہیں اور تم۔۔۔؟ لعنت ہے ایسی بے حیا اولاد پر۔"

سخت ہوتی گرفت پر وہ سسکنے لگی تھی۔ مگر آنکھوں میں ابھرتی نفرت معدوم نہیں پڑی۔

"باپ ہونے کا ایک حق بھی ادا کر دیتے تو شاید آپ کے ایک اشارے پر سر جھکا دیتی، خواہ وہ اشارہ سر قلم کرنے کا ہوتا۔ مگر بابا۔۔۔ آپ کو بابا کہنا بھی میرے دل کو کسی بوجھ کے حوالے کر دیتا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"روزِ حشر جب مجھ سے آپ کے حقوق و فرائض سے متعلق سوال ہو گا نا بابا۔۔۔ تب پھر میں اپنے رب کو کھل کر گواہی دوں گی اور آپ یہ تصور نہ کیجیے گا کہ میں اُس دن آپ پر رحم

کھاؤں گی۔ جیسا آج آپ میرے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اُس روز آپ کے ساتھ اِس سے بدتر ہو گا۔"

وہ دل تھا یا پتھر جو اُس سے یہ باتیں کہلوا رہا تھا۔ انسان سہتے سہتے تھک جاتا ہے اور جب اُس کے اندر نفرت لاوے کی طرح ابلنے لگتی ہے تو پھر اُس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہوتا۔

حسن علی خان کی رگیں تن گئیں۔ اُس کی بات سن کر اُس کی ہتھیلیوں میں پسینہ آگیا تھا۔ پھر وہ بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اُس کی تئیس سالہ زندگی میں کب حسن علی نے اُس کے کمرے میں قدم رکھا تھا؟ وہ تو آج آیا تھا اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے۔

اُس کے چیخنے اور سسکنے کی آواز کو موبائل میں قید کر کے احمد کو سنانے کے لئے۔ وہ تو حکیم شاہ کے اشاروں پر چلنے والا شخص تھا۔ اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے اپنی اولاد کی دنیا تباہ کرنے والا خود غرض شخص۔

"کیا باپ ایسے ہوتے ہیں؟" وہ بیڈ پر اوندھے منہ لیٹی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"دنیا کی محبت میں اندھا شخص کچھ بھی کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ رب سے بے وفائی بھی، اور جو اللہ سے بے وفائی کر دے اُس سے انسان کیا توقع رکھیں گے؟"

اگلے ہی پل کسی خیال کے تحت وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ آنسو صاف کرنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ اُس کا رُخ اسٹڈی کی جانب تھا۔ وہ اندھا دھند چلتی اسٹڈی کے دروازے تک پہنچی اور پھر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"سب کچھ تمہارے کہے کے مطابق ہو گیا ہے۔ بس اب اُسے آنے دو۔۔۔ اور وہ ضرور آئے گا۔ سفیرہ کے لئے اسے آنا ہی پڑے گا۔ بس ایک بار احمد جبریل کو میری دسترس میں آنے دو، پھر دیکھنا کیا حال کروں گا اس کا۔"

حسن علی کی آواز کو وہ بآسانی سن سکتی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھ کر اس نے اپنی سسکیوں کی آواز کو دبانا چاہا۔

"ہاں یہی ہو گا اس کے ساتھ۔ وہ جس کے لئے آ رہا ہے وہ اسے نہیں ملے گی۔ یہاں اس کا نکاح معیز سے ہو جائے گا اور وہاں میں اُس لڑکے کو آخری سانسیں بھرتے ہوئے دیکھوں گا۔"

شیطانی آواز نے سفیرہ کے رونگٹے تک کھڑے کر دیے تھے۔اس میں اپنی جگہ سے ہلنے کی قوت بھی نہیں بچی تھی۔

★★★★★★★

علما جب واپس گھر پہنچی تو کچھ ہی دیر بعد فرقان صاحب اُسے لینے کو آ چکے تھے۔وہ اپنا سامان گاڑی میں رکھتی اُن کے ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔چند حال احوال کے جملوں کے بعد وہ جلد ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔راستے میں فرقان نے اُس سے لندن میں رہنے کے تجربے کے متعلق دریافت کیا تو باہر دیکھتی اس کی آنکھیں وہیں لندن کی اس قدامت میں کھو گئیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

"بہت اچھا تجربہ رہا۔۔۔اللہ کی دنیا بہت خوبصورت ہے۔" وہ اتنا ہی بولی۔

"گڈ۔۔۔کتاب لکھ لی تم نے اپنی؟" انہوں نے ایک اور سوال کیا۔

"جی بس لکھ لی ہے۔" اس کا انداز پر سکون ہو گیا۔

"یعنی پبلشنگ کے لئے آنے والی ہے۔" انہوں نے ابرو اچکائے ذرا سا مسکرا کر کہا۔

"فکر نہیں کریں، اگلا سارا کام آپ ہی نے کروانا ہے۔ میرا کام بس لکھنا تھا۔" وہ جیسے کسی بوجھ سے ہلکی ہوئی تھی۔

"جی بہتر۔" وہ فرمانبرداری والے انداز میں بولے تو علما ہنس دی۔ راستہ یوں ہی ہلکی پھلکی باتوں میں کٹ گیا۔ کیمبرج پہنچ کر وہ کنول کے ساتھ کچھ وقت باتیں کرتی رہی پھر ڈنر کے بعد اپنے کمرے میں آگئی۔

یہ کمرہ سالوں سے اس کا ہمراز تھا۔اِس کمرے کو بہت محنت سے سجایا تھا اس نے۔ یہاں واپس آکر اسے اپنا آپ اچھا لگنے لگتا تھا۔

بیڈ پر تھک کر لیٹتے ہوئے اس نے پہلا میسیج مہک کو کیا تھا۔

"چلو پھر ملتے ہیں کل۔" سینڈ کر کے وہ مسکرائی۔اور کل کا انتظار کرتے ہی آنکھیں موند لیں۔

فجر پڑھ لینے کے بعد ابھرتی سحر کی نیم اندھیر گہری نیلاہٹ میں وہ گھر سے باہر نکل آئی۔

سرد فضا میں ہلکی ہلکی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پاؤں کو چھوتی جامنی میکسی کے اوپر سیاہ چغہ پہنے ہوئے تھے۔ شانوں سے کمر کے نیچے تک لٹکتے سیاہ چغے کی ہڈ اس نے سر پر اوڑھ رکھی تھی۔

پتھریلی سڑک پر چلتے ہوئے وہ کافی شاپ کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اُس کی نظر گلاس ڈور سے دکھائی دیتی زرد، نارنجی روشنیوں پر گئی۔ علما کی سرمئی آنکھیں کسی سحر کے زیر اثر دکھنے لگیں۔ اور بے اختیار ہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

"ایک اسٹرانگ کافی۔"

کسی کو حکم دیتی وہ وہیں گلاس ونڈو کے قریب سفید ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی جس کے اوپر لٹکتا چھوٹا سا قندیل اس کا دھیان بھٹکا رہا تھا۔

چند ہی منٹ بعد ایک ویٹر کافی کا مگ اُس کے ٹیبل پر رکھ کر جا چکا تھا۔ اِس وقت یہاں اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سکون سے وہاں بیٹھی دھند میں لپٹی کھڑکی کے اُس پار موجودات کو کھوجتی رہی۔

انسان کی آنکھوں پر بھی تو ایسی ہی دھند پڑی ہوتی ہے۔ مگر اسے اندھا رہنا ہی پسند ہوتا ہے۔اپنی عقل کے پردوں کو ہٹا کر اُس پار کون دیکھنا چاہتا ہے۔ تلاش و جستجو کرنے کی چاہ بھی کسی کسی میں ہوتی ہے۔

اُسی اثناء اُسے کسی کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی تھی۔

"ہاؤ آر یو میم؟" تبھی وہ اس کے عقب سے ہو کر دائیں جانب آ کھڑا ہوا۔ علما نے دفعتاً ہی چہرہ اٹھا کر اُسے دیکھا۔ وہ اپنے گردن تک آتے سنہری بالوں کو پونی میں باندھے انہی کی ہم رنگ آنکھوں سے اسے دیکھتا سنجیدگی سے مسکرا رہا تھا۔ اسے ایسے ہی مسکرانا آتا تھا۔

تو تمہیں کافی بنانا پسند ہے۔۔۔؟" علما نے معاً ہی نگاہیں واپس پھیر لیں اور کافی کا سپ لینے لگی۔ وولف اب اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

"جیسے تمہیں اِس وقت گھر سے باہر کافی پینا پسند ہے۔" اُس نے وال کلاک کو دیکھتے کہا جہاں پانچ بج کر پچیس منٹ ہو رہے تھے۔ علما نے بھی اُس کے تعاقب میں دیکھا پھر شانے اچکا کر بولی۔

"ہے تو بہت جلدی، مگر میری مرضی۔"

"بہت وقت بعد نظر آئی ہو، کہاں چلی گئیں تھیں؟" وہ اُس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا جہاں بلا کی بے نیازی اُس کی منتظر تھی۔

"لندن۔۔۔کافی اچھی ہے۔" مختصراً کہتے ہوئے اس نے کافی کی بھی تعریف کی تھی۔

"لندن؟" اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"ہمم۔۔" علما ہنوز کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مگن تھی۔ صبح ابھرنے کے ساتھ ساتھ دھند مزید بڑھ رہی تھی۔

"تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی؟" وولف کی بات پر اس نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

"تو اور کیا کر رہی ہوں؟" اس کا لہجہ ویسا ہی سنجیدہ رہا۔

"تم ٹوٹال رہی ہو، جو بھی کر رہی ہو مگر بات نہیں کر رہی۔" بند مٹھی پر تھوڑی جماتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے کہ تم سے حال احوال پوچھوں، پھر ہر دن کی داستان پوچھوں، تمہارے ایک ایک لفظ پر تمہیں تکتی رہوں، پھر ردِ عمل دوں؟ کیا یہ چاہتے ہو تم؟" وہ بنا رکے بولے گئی۔ وولف ایک پل کو خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں تو بس یہ چاھتا ہوں کہ تمہیں میری موجودگی کا احساس ہو۔" وہ چہرہ قدرے آگے کئے بے حد دھیمی آواز میں بولا تھا۔

"معذرت کے ساتھ مگر میں نے لوگوں کی موجودگی کو محسوس کرنا چھوڑ دیا ہے، اب انہیں اہمیت دینے کا شوق باقی نہیں رہا۔" اس نے کہہ کر کافی ایک بار پھر لبوں سے لگائی۔ وہ جانتا تھا اسے اس میں کوئی دلچسپی نہیں اور اسے یہ جان کر دکھ ہوا تھا۔

"ہاں مجھے بھی تمہارے سوا کسی کی موجودگی کو محسوس کرنے کا شوق ہی نہیں رہا۔" وہ بنا پلک جھپکے بولا۔

"میں سمجھی نہیں؟" اور وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کتنی عجیب بات ہے نا، کہ ایک تم ہو جسے میرے ہونے نا ہونے سے فرق ہی نہیں پڑتا، اور ایک میں ہوں کہ تمہاری ہی تلاش کئے جا رہا ہوں۔"

اس کے الفاظ نے علما کو خاموش ہی کروا دیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آئی کیا کہے۔

"میری تلاش؟میری تلاش میں تو میں خود بھی ہوں، مگر جانتے ہو کیا؟" وہ ایک پل کو رکی۔

"مجھے اب تک 'میں' نہیں ملی۔" اُس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔وہ دیکھ نہیں پایا کہ اُن میں کیا تاثر ہے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی ہے۔اُس کا بدلاؤ آج پہلی بار اس کی بات سے جھلکا تھا۔وہ واقعی عجیب باتیں کرنے لگی تھی۔

"اپنی تلاش تو نا ختم ہونے والی چیز ہے، مگر جب تم کسی کی تلاش بن جاؤ تو اُس کی جستجو مٹانے پر قادر ہو جاتے ہو۔"

علما نے اگلے ہی پل کافی کا مگ خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔ پھر اسی نارمل انداز میں اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

"تم آج بہت بہکی بہکی سی باتیں کر رہے ہو مسٹر وولف۔۔۔ تمہیں نہیں علم کے تمہارے سامنے بیٹھی لڑکی کی زندگی کس پٹری پر چل رہی ہے۔ تمہیں نہیں علم کہ میری ذات میں کیا انقلاب آرہے ہیں، تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو۔اس لئے تمہارے لئے سب سے بہتر چیز ہے کہ تم خود پر غور کرو۔"

وہ جیسے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔ وولف کو اُس کی آخری بات سمجھ نہیں آئی۔

"خود پر غور؟" اُس کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔

"ہمم۔۔۔ خود پر غور۔۔۔ تم کہاں جا رہے ہو؟ تمہیں کہاں جانا چاہیئے اور تمہارے قدم کس طرف ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے عام لہجے میں کہا اور اُسے متذبذب سا وہیں چھوڑ کر کافی شاپ کے سکون دہ ماحول سے باہر نکل کر کہر بھری فضا میں داخل ہو گئی۔

اُس نے چند ہی قدم بڑھائے تھے کہ کسی کے بھاری قدموں کی چاپ اُس کے قریب پہنچی۔ وہ تقریباً بھاگ کر اس تک پہنچا تھا۔

"تم نے کہا مجھے کہاں جانا چاہیئے اور میرے قدم کس طرف ہیں۔۔۔؟"

علما اب رک کر اسے سن رہی تھی۔ ان دونوں کے سوا ہر چیز دھند میں گھری تھی۔

"میں واقعی نہیں جانتا کہ مجھے کس طرف جانا چاہیئے، مگر میرے قدم خود بخود تمہاری طرف اٹھ رہے ہیں۔۔۔ اس میں میری چاہ کا عمل دخل ہی نہیں ہے۔"

وہ اُس سے اظہارِ جذبات کر رہا تھا۔ علما کو اُس پر غصہ آنے کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہو رہا تھا۔ پھر وہ خود کو واپس نارمل کر چکی تو بولی۔

"جب تم بے اختیاری میں میری طرف بڑھ رہے ہو تو اختیار میں واپس بھی چلے جاؤ گے۔ کیونکہ جب بے اختیاری، اختیار میں بدل جائے تو پھر قابو آ جاتا ہے نا۔۔۔ تمہیں بھی جذبات پر قابو آ گیا تو قدم واپس موڑ لو گے۔ بہتر ہے کہ یہ اختیار تم ابھی سے پا لو۔"

وہ اُسے تلوار کی ضرب سے دو ٹکڑے ہی تو کر چکی تھی۔ وہ کتنے ہی پل اس کی بات کو ہضم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

"جذبات پر کبھی اختیار نہیں آتا ہے علما۔۔۔" اُس نے پہلی بار وولف کو یوں بولتے دیکھا تھا۔ وہ تو کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکا تھا۔ آج اس کے الفاظ میں اور اس کے لہجے میں وہی جھکاؤ تھا۔

"آ جاتا ہے۔۔۔ جب اپنی ذات کی اہمیت بڑھ جائے تو جذبات پر اختیار مل جاتا ہے۔" وہ کہہ کر رُکی نہیں تھی۔ وولف کی سنہری آنکھیں چمکنے لگیں تھیں۔۔۔ آنکھیں بھلا کب چمکتی ہیں؟ جب دل بہت زیادہ خوش ہوتا ہے یا پھر تب جب اِسے درد ملتا ہے۔

محبت وہ پودا ہے جسے کھل کر پکنے میں کئی موسم لگ جاتے ہیں پھر کوئی آتا ہے اور ایک پل میں ہی اسے مسل کر چلا جاتا ہے۔وہ "کوئی" محبوب کے علاوہ تو کوئی نہیں ہو سکتا۔

★★★★★

وہ حویلی کے اندر داخل ہوئی پھر بنا ارد گرد دیکھے بھاگتی ہوئی زینے عبور کرتی اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سرخ اینٹوں والی کھڑکیوں پر سفید پردے ہنوز گرے ہوئے تھے۔

وہ تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھی۔ماتھے پر پڑے بل اور آنکھوں میں موجود الجھن ایک پل کے لئے بھی معدوم نہ ہوئی۔

اس کے لئے اب تک یہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ احمد نے اُس سے المان سے شادی کے متعلق بات کی ہے۔چہرہ چھت کی جانب اوپر اٹھا کر اُس نے آنکھیں موند کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"کیا اُس سے شادی کر لوں جس کی رفاقت ہمیشہ مجھے پریشان ہی کرتی ہے۔۔۔اُس شخص سے جو آج تک میرے ہی ہاتھوں میرا مذاق اڑاتا رہا ہے؟"

اُس نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا۔

"نہیں۔۔۔میں کبھی بھی اُس سے شادی نہیں کر سکتی۔۔۔اس بار میں آپ کی بات نہیں مان سکتی بھائی۔"

اُس نے گہرا سانس لیا تھا۔پھر المان کا تصور ذہن میں آتے ہی اُس کے دماغ پر غصہ چھانے لگا تھا۔وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

★★★★★

شام آج پھر اُس کے آنگن میں اتری تھی۔ایک ایسی سرد شام جو صرف جھلسانے کے لئے آتی ہے۔بالکونی میں کھڑی وہ سنجیدگی سے نیچے لان میں دیکھ رہی تھی۔بھوری آنکھوں میں کوئی عکس نمودار ہونے لگا۔سفیرہ اُسی تصور میں کھو گئی تھی۔

وہاں وہ افق پر ابھرتے ہوئے زرد چاند پر سرمئی نگاہیں جمائے جانے کب سے اُس درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔نیم اندھیرے میں ابھی ہر چیز دکھائی دے رہی تھی۔مگر وہ ہر چیز کہاں دیکھ رہا تھا۔۔۔وہ تو اُس وجود کو دیکھ رہا تھا جو کبھی اُس کی نظروں سے اوجھل ہی نہیں ہوا تھا۔

"تم کبھی ملے نہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ جدا ہو گئے ہو۔۔۔"

سفیرہ کی سیاہ زلفوں کی لٹیں چہرے پر جھول رہی تھیں۔ فضا میں موجود ٹھنڈک کا احساس رخ کو چھو کر گزر رہا تھا۔

"جب خیال ہی میں مقیم ہو گئی ہو تو کیسے جدا ہو گی؟"

احمد کی سرمئی نگاہوں میں زرد چاند کا عکس گہرا ہونے لگا۔

"جدا ہونے کے لئے تو دھڑکن کا رک جانا لازم ہے، جب یہ دھڑکنیں رہیں گی تو تم بھی رہو گے۔" ریلنگ پر دھرے اس کے ہاتھ سرد پڑنے لگے۔ وہ اس عکس سے مخاطب تھی۔

"فاصلے دوریاں نہیں بڑھاتے، یہ تو قریب کرتے ہیں۔ میرا دل جانتا ہے ان فاصلوں نے مجھے تم سے کتنا قریب کیا ہے۔"

اُس نے سر کو درخت کے ساتھ ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھوں کے سامنے کا عکس غائب ہوا تو وہ دھڑکنوں میں محسوس ہونے لگی۔

"سوچا تھا تم بھی خواہش ہو میری۔۔۔جیسے باقی خواہشوں کے روندے جانے پر صبر کر لیا کرتی تھی، جانے دیتی تھی ویسی ہی کوئی خواہش۔۔۔پتا ہی نہیں چلا کہ کب تم اپنے سے ہو گئے، اتنے اپنے کہ میں نے اپنی ہستی کو تم میں فنا ہوتے پایا۔"

وہ ہولے سے مسکرائی۔

"روح میں بسنے والوں کو تو موت بھی جدا نہیں کرتی، وہ دوسرے جہاں میں بھی ہماری روح کے ساتھ ہی پرواز کرتے ہیں۔"

وہ ماحول میں گھلی نمی کو محسوس کرتا سوگوشی کی صورت بول رہا تھا۔

"تمہارے بعد خوشی کے لمحے میسر ہی نہیں آئے ورنہ میں بھی کہا کرتی کہ تم ہر خوشی اور ہر غم میں یاد آتے ہو۔۔۔"

سفیرہ کی مسکان ہنسی میں بدل گئی۔اور پھر وہ سر جھکائے آہستگی سے ہنستی رہی۔اس نے سر واپس اٹھایا تو آنکھیں چھلکی ہوئی لگ رہیں تھیں۔

"یادیں تو مرے ہوؤں کی آتی ہیں، مگر وہ جو ہمارے اندر بستے ہیں اُن کی یاد نہیں آتی، انہیں تو جیا جاتا ہے۔"

وہ ہنوز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔خاموش فضائیں اُسے سنجیدگی سے سنتی رہیں۔

ریلنگ پر دھرے ہاتھوں میں جنبش سی ہوئی۔ چھلکتی آنکھوں میں جیسے کوئی آرزو پنپنے لگی تھی۔

"دل ہجر کے درد سے بوجھل ہے، اب آن ملو تو بہتر ہو

اس بات سے ہم کو کیا مطلب، یہ کیسے ہو، یہ کیونکر ہو"

سفیرہ کے لب بے بسی سے ہلنے لگے۔اندھیر پڑتالان دھندلا دکھائی دینے لگا۔

درخت کے تنے سے ٹکا سر واپس سیدھا ہوا۔ سرمئی آنکھیں چاند کو نظرانداز کرتیں خیالِ یار میں مگن سی ہو گئیں۔

"ہم سانجھ سمے کی چھایا ہیں، تم چڑھتی رات کی چندرما

ہم جاتے ہیں، تم آتے ہو، پھر میل کی صورت کیونکر ہو"

ساکت لب جنبش کے بعد پھر سے مل گئے۔ زرد چاند ہر طرف بکھرے اندھیرے کو مٹانے کی خاطر مزید روشن ہو گیا۔

★★★★★

"تمہیں بہت یاد کیا۔۔۔اب محسوس ہوا کہ پڑھائی کتنی اہم ہے۔"

مہک اس سے ملتے ہوئے نرم دلی سے بولی۔ علما نے ابرو اٹھا کر اُسے دیکھا تھا۔

"اہم کس لحاظ سے؟" اس نے سوال کیا تو مہک ٹھہر کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ ہمیں ایک ساتھ تو رکھتی تھی۔" اس کی آنکھیں گویا بھر ہی آئیں تھیں۔

"بس کر پگلی، رلائے گی کیا۔" علما بھی اسی کے انداز میں بولی۔ وہ اُس کے کمرے میں بیٹھی کچھ دیر یونہی باتیں کرتی رہی۔ پھر وہ دونوں ہی عادت سے مجبور ہو کر باہر واک پر نکل آئیں تھیں۔

زرنا اماں اُس سمے تلاوتِ قرآن میں محو تھیں اس لئے اُس نے فی الوقت اُن کے کمرے کا رخ نہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"جانتی ہو کیمبرج میں آج صبح ہی صبح میرا پہلا سامنا کس سے ہوا؟" علما اسے صبح کی روداد سنانے کا ارادہ رکھتی تھی کہ مہک نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"مسٹر وولف واکر عرف بھیڑیا۔۔۔" اس نے سنوارتے ہوئے کہا۔

"آہ۔۔۔ مجھے وہ پرانے دن یاد آ گئے، جب اسے بھیڑیا کہا کرتی تھی۔"

چلتے ہوئے اس کی نظریں اب اپنے پاؤں پر تھیں۔

"ویسے یہی اُس کا نام تھا۔" مہک نے جیسے باور کروایا۔

"تم نہیں جانتیں۔۔۔۔ اُردو والا بھیڑیا الگ ہی وائب دیتا تھا۔" وہ ہولے سے مسکرائی۔

"خیر تم بتاؤ۔۔۔ کیا کہا اُس نے؟"

"یار وہ تو اپنے نام سا ہی نکلا، وہ پاگل ہو چکا ہے۔ کیا اُسے نہیں علم کہ میں اب ویسی نہیں رہی۔"

علما آہستگی سے بول رہی تھی۔ مہک نے اسے بغور دیکھا۔

"کیسی نہیں رہی؟"

پتھریلی سڑک ہلکی گیلی تھی جس پر چلتی وہ دونوں ٹاؤن میں نیچے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

"میں اب وہ علما نہیں جو کسی اتاش جیسے شخص کی باتوں میں آجائے۔ اور وہ مجھے اپنے لئے تلاش کرنے کی باتیں کر رہا تھا۔"

علما کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"ہاں شاید وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔" مہک نے جواباً کہا تو علما ایک پل کے لئے ٹھٹھکی۔

"کیا کہا تم نے ابھی؟" وہ وہیں رک کر تصدیق کرنے لگی۔

"جب تم لندن چلی گئی تو اس نے ایک بار مجھ سے بات کرتے ہوئے تمہارے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ مجھے لگا کہ وہ یونہی کہہ رہا ہے مگر شاید وہ سنجیدہ تھا۔"اُس نے عام لہجے میں بتایا۔ علما حیرت اور بے بسی سے اسے دیکھے گئ۔

"کیا ہوا؟" مہک اُس کے بت بنے وجود کو ہلانے لگی۔

"کچھ نہیں۔۔۔ بس سوچ رہی ہوں، کتنا وقت لگتا ہوگا سنجیدہ سے غیر سنجیدہ ہونے میں؟"اُس کی آنکھیں خیال میں کھوئی تھیں۔

"یہ تو میں نہیں جانتی۔ ہاں لیکن مجھے لگتا ہے کہ سنجیدہ ہونے والے کبھی بھی غیر سنجیدہ نہیں ہوتے، جو ہو جائیں، وہ آپ کے لئے ویسے کبھی تھے ہی نہیں جیسا آپ انہیں سمجھ رہے ہوتے ہیں۔" وہ پھر سے چلنے لگی تو علما نے بھی پیروی کی۔

"مہک ان لوگوں کو انسانوں سے کھیلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ یہ کھلونوں کے بجائے ہمارا استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس وہ اصول نہیں ہوتے ہیں، وہ مقصد نہیں ہوتا ہے جو انہیں انسانوں سے محبت کرنا سکھا سکے۔"

اس کا لہجہ نرم تھا۔ مہک نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرائی۔

"ہاں شاید۔۔۔ لیکن ہم ہر کسی کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ کچھ لوگ اصول اپنانا چاہ رہے ہوتے ہیں، مقصد بنانا چاہ رہے ہوتے ہیں، مگر انہیں وہ سمت نہیں ملتی جو انہیں انسان بنا دے۔"

مہک کے چہرے پر مسکان در آئی۔ علما چند پل کے لئے خاموش رہی۔

"میں نے اسے جواب دے دیا ہے کہ اپنے جذبات پر قابو پاؤ۔۔۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ اپنے قدم روک لے گا۔"

اُس کے سیاہ کلوک کی ہڈ میں آدھا چہرہ چھپ چکا تھا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" مہک کے سوال پر وہ رک گئی۔ پھر سیاہ ہڈ پیچھے کر کے اسے دیکھا۔

"سختی سے کہا تھا۔۔۔ دل بھی ٹوٹا ہو گا اس کا۔۔۔ آنکھوں میں نمی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کبھی بھی مجھے تنگ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

کہہ کر اس نے بے تاثر نگاہیں واپس موڑ لیں اور قدم ایک بار پھر آگے بڑھا دیے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم اسے چھوڑو، اپنی چھٹیوں کے احوال سناؤ۔" چلتے چلتے وہ دور جانے لگیں۔

★★★★★★★

دو نومبر، منگل کا دن۔۔۔

بلیک شوز، بلیک سوٹ، بلیک جیکٹ، بلیک ماسک اور بلیک کیپ میں ملبوس شخص کا چہرہ نیچے جھکا ہوا تھا۔ پھر اُس نے آئینے کے سامنے پڑے بلیک گلوز اٹھائے اور ہاتھوں پر چڑھانے لگا۔

سرمئی نگاہیں اوپر اٹھیں اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگیں۔

"میں آرہا ہوں، تم میرا انتظار کرو گی نا؟" اس نے تصور میں کسی کو مخاطب کیا اور واپس پلٹ گیا۔ پھر او نچے میز پر رکھے پستول، میگزین اور گولیوں کی جانب آیا اور ان گولیوں کو اٹھا اٹھا کر بغور دیکھنے لگا۔ اس نے کچھ گولیاں میگزین میں ڈال کر اُسے گھمایا اور میگزین پستول میں ڈال کر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔

اس سے پہلے کہ وہ پچھلے دروازے سے گھر سے نکل جاتا اُسے اپنے عقب سے آواز آئی۔

"تم نے اچھی طرح سوچ لیا؟"

حسیب کا لہجہ فکریہ تھا۔

"اس کام کے لئے مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں۔" وہ بغیر پلٹے بولا۔

"مجھے اپنے ساتھ آنے دو۔" وہ جیسے منت کر رہا تھا۔

"مجھے تمہاری ضرورت یہاں پر ہے۔ حویلی تمہارے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔"

وہ ہنوز دوسری جانب رخ کئے کھڑا تھا۔

"الماں کو ساتھ لے جاؤ۔" وہ کسی طور بھی اس کے اکیلے جانے پر راضی نہیں تھا۔

"وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ میں اپنی جان کی خاطر اسے خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

اور اس سے پہلے کہ حسیب کچھ اور کہتا وہ چلا گیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو احمد۔۔۔ تم خود بھی نہیں جانتے۔" اس کے جانے کے بعد حسیب نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔

★★★★★★★

سرخ رنگ کا جوڑا اُس کے سامنے بیڈ پر پڑا تھا۔ آج اسے حکم ملا تھا کہ اِسے پہن کر پورے سات بجے لان میں پہنچ جائے جہاں اس کا معیز کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے اسٹیج سجایا گیا ہے۔

کچھ دیر پہلے اُس نے ٹیرس سے جھانک کر نیچے دیکھا تھا جہاں سرخ اور سفید پھولوں کی لڑیاں لگائی جا رہیں تھیں۔

اس کی آنکھیں خشک تھیں اور چہرہ بے تاثر تھا۔ ماہی اُس کے سامنے کھڑکی کے قریب کھڑی اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تم بھاگ جاؤ۔۔۔" اُس نے بڑی دیر تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔ سفیرہ مسکرائی۔ اور پھر اُس کی مسکراہٹ ایک کھنکھناتی ہوئی ہنسی میں بدل گئی۔ وہ ہنستی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ اُس نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر خود کو چپ کروایا۔ ہنستے ہنستے اُس کی آنکھوں سے پانی آنے لگا تھا۔

"بھاگ جاؤں گی تو بزدل کہلائی جاؤں گی۔" پھر وہ آہستگی سے بولی۔

"نہیں بھاگی تو تب بھی بزدل ہی کہلائی جاؤ گی۔" ماہی کا لہجہ مضبوطی اختیار کر گیا۔ وہ اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"تم دیکھنا ماہی، آج کیا ہو گا سب دیکھیں گے۔۔۔ ایک مرتبہ اُس نے کہا تھا کہ مجھے یقین ہے ایک دن تم اپنی زندگی کا قلم خود اٹھاؤ گی۔۔۔ اور اپنے لئے خود فیصلے لو گی۔۔۔ مجھے لگتا ہے وہ دن یہی ہے۔"

اس کا انداز میکانکی تھا۔ ماہی ناسمجھی سے اسے سن رہی تھی۔

"آج میں نے اپنی زندگی کا قلم خود اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آج کسی کو فیصلے کا حق دینا میری شکست ہو گی۔"

اُسی انداز میں کہتے ہوئے اس نے وہ سرخ جوڑا اٹھایا اور لے کر باتھ روم میں چلی گئی۔ ماہی بے یقینی سے اس بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ذہن میں کیا چل رہا ہے۔ مگر اس کے اندر جیسے کوئی سنسناہٹ ہوئی تھی۔ وہ آج کیا کرنے والی ہے؟؟

چند ہی منٹ بعد وہ باہر آئی تو ماہی بنا پلک جھپکے اسے دیکھتی رہ گئی۔اُس نے پہلی بار سفیرہ کو یوں بھاری سرخ جوڑے میں دیکھا تھا۔اُس کے چہرے کا رنگ اس لہنگے میں بہت کھل رہا تھا۔

وہ ماہی کے تاثرات پر غور کئے بغیر تیزی سے اُس کے پاس آئی اور کان کے قریب ہو کر سرگوشی کی صورت میں بولی۔

"مجھے تم سے ایک بہت ضروری کام ہے۔۔۔بولو کرو گی؟"ماہی نے بنا وقت لئے فوراً سر اثبات میں ہلایا۔

اور پھر اُس نے ماہی کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔وہ اسے پر سوچ نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

★★★★★★★★

وہ اُس جگہ پہنچ چکا تھا جہاں حکیم شاہ نے اسے بلایا تھا۔اُس وقت گاڑی میں تھا جب موبائل پر بپ ہوئی۔اُس نے اسکرین آن کی تو سامنے وہی اُس دن والا نمبر آرہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"فون اٹھالو۔" میسج تھا اور اگلے ہی پل گھنٹی بجنے لگی۔ احمد نے کیپ اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھی اور فون کان سے لگایا۔

"اب جو میں کہوں وہی کرنا۔" کوئی دوسری جانب سے بول رہا تھا۔ وہ حکیم شاہ تھا۔۔۔ یا حسن علی؟ ان میں سے کوئی ایک۔

"میں کسی کے حکم پر نہیں چلتا۔" احمد نے عام لہجے میں کہا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔ ماسک پہنے ہوئے اس کی آنکھیں ہی ظاہر ہو رہی تھیں۔ جبکہ بے ترتیب سے بال ماتھے کو چھو رہے تھے۔

"چلنا تو تمہیں ہوگا۔ اور میرے کہے پر ہی چلنا ہوگا ورنہ کبھی بھی اُس سے مل نہیں پاؤ گے۔" وہ سفیرہ کی بات کر رہا تھا۔ احمد جانتا تھا اُسے کیا کرنا ہے۔ وہ آج اُس شخص کی خواہش پوری کر ہی دینا چاہتا تھا۔

"تو تم میرے منتظر ہو؟" وہ معمول کے مطابق نگاہیں ادھر اُدھر گھماتا پوچھ رہا تھا۔

"شدت سے منتظر ہوں میں تمہارا۔۔۔گاڑی کو رائٹ گھمالو۔" احمد کے آنکھوں میں ایک پل کے لئے اچھنبھا اترا۔

"تو تم نے مجھ پر نظر رکھی ہوئی ہے؟ کیا اتنا ہینڈسم ہوں میں؟" اُس نے گاڑی رائٹ سائڈ پر موڑتے ہوئے بالوں پر پیچھے کی جانب ہاتھ پھیرا۔

"تم نے تو کہا تھا تم کسی کے حکم پر نہیں چلتے؟" اُس کے لہجے میں غرور اتر آیا۔احمد کی سرمئی آنکھیں مسکرائیں۔

"ہاں نہیں چلتا۔۔۔تم تو خوش فہمی کا بھی شکار لگتے ہو۔" اور پھر وہ آنکھیں سرد پڑ گئیں۔

"سیدھے چلتے رہو اور اب کہیں مت مڑنا جب تک میں نہ کہوں۔" وہ جانتا تھا اُس شخص کو حکم دینے میں کتنا مزہ آرہا ہے۔اس نے ہولے سے مسکرا کر سر جھٹکا۔موبائل کو اسپیکر پر ڈال کر وہ دونوں ہاتھوں سے ڈرائیو کرنے لگا تھا۔گہری آنکھیں ہنوز ایک جگہ ٹکی تھیں۔

"تم بزدل ہو۔" کچھ دیر بعد احمد نے کہا۔اس کا غصہ گاڑی کی اسپیڈ کو بڑھائے جا رہا تھا۔

"اور تم بے وقوف۔" فون کے اُس پار سے آواز آئی۔

"جب میں تمہارے مقابل ہوں گا یہ بات تب کہنا۔" پر اعتماد لہجہ تھا اس کا۔

"مجھے حیرت نہیں ہوئی تمہاری اس بات پر۔۔۔ میں جانتا ہوں تم ایسی باتیں کرنے کے عادی ہو۔" احمد ایک پل کے لئے پھر ہنسا۔

"ان باتوں میں کچھ خاص نہیں، ان پر عمل کرتا ہوں اس لئے جان گئے ہو۔" تبسم چہرے سے ہنوز ٹپک رہا تھا۔ غصہ دماغ میں تھا۔ وہ تیز اسپیڈ میں گاڑی ایک ہی سمت میں بھگائے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اُس علاقے سے نکل کر کسی اور ہی جگہ پر پہنچ گیا تھا، مگر گاڑی مسلسل چل رہی تھی۔

"گاڑی کو پھر سے دائیں جانب موڑ لو۔" ٹھنڈا لہجہ پھر گونجا تو احمد نے گاڑی اسی طرف موڑ لی۔ اس کی آنکھیں ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں، اس جگہ پر پہلے کبھی نہیں آیا تھا وہ۔ اور اتنا تو اسے علم تھا کہ آج کوئی گہرا راز افشاں ہونے جا رہا ہے۔

اس سنسان علاقے میں کوئی ذات دکھائی نہیں دیتی تھی۔ جیسے بے جان چیزوں کو بھی موت آگئی ہو۔

کچی سڑک پر گاڑی دوڑاتے ہوئے مٹی کی دھول کے سوا سب کچھ ساکت تھا اور ہر جانب ویرانی۔

تبھی اُسے مرر سے اپنے پیچھے آتی ایک سیاہ گاڑی دکھائی دی۔اس گاڑی کی اسپیڈ بہت تیز تھی اور اس کے دیکھتے ہی وہ گاڑی اس کی سائیڈ سے ہو کر اپنے پیچھے دھول اڑاتی آگے نکل گئی تھی۔

احمد نے اپنی تیز نگاہیں گاڑی پر جمار کھی تھیں،فون اب تک آن تھا۔

"یہ کیا ہے؟"احمد نے سوال کیا۔دوسری جانب کوئی گہرا سانس لے کر مخاطب ہوا۔

"اس گاڑی کا پیچھا کرو۔۔جس جگہ یہ رکے گی تمہیں بھی وہیں رکنا ہے۔"

ٹانگ پر ٹانگ جما کر مغرور لہجے میں کہنے والا انداز۔۔۔وہ حکیم شاہ ہی ہو سکتا تھا۔۔؟احمد کو وہ لہجہ اسی کا لگا۔

"اس گاڑی میں کون ہے؟"اس نے خوامخواہ ہی پوچھا۔

''سب کچھ یوں پوچھنے پر بتادیا جائے پھر تو کچھ بھی راز نہ رہے۔'' آخر میں وہ استہزائیہ ہنسا۔

''تمہارے ہر راز کو جان لوں گا میں، وہ بھی تم سے پوچھے بغیر۔'' وہ بے حد ریلیکس تھا۔ انداز، لہجہ، بات سب کچھ مقابل کو ہرانے کے لئے استعمال ہونے والے ہتھیار تھے۔ جنہیں وہ بخوبی چلا رہا تھا۔

گاڑی اب ویران علاقے میں ایک دروازے کے پاس رکی تھی۔ وہ دروازہ ایسا تھا جیسے محض ایک شخص کے کھڑے ہونے کے لئے لفٹ ہوتی ہے۔ اور ارد گرد ماسوائے اڑتی دھول کے کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

''تم اس علاقے میں پہلے نہیں آئے ہو گے، میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔'' فون سے آتی آواز کو سنتے ہوئے اس کی نظریں سامنے اُس سیاہ گاڑی کی طرف تھیں۔

''یہ کوئی جال ہے، جس میں تم مجھے پھنسانا چاہتے ہو۔'' اس کی آواز اب پہلے سی آرام دہ نہ تھی۔ سیاہ گاڑی سے چند سوٹڈ بوٹڈ افراد اترنے لگے۔ چہروں پر ماسک چڑھائے وہ اُن میں سے

ایک کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔ پھر اس نے ان کے ہاتھوں میں گنز دیکھیں۔ احمد ایک پل کے لئے ساکت ہوا۔

"تم نے کہا تھا نا تم مجھے سفیرہ سے ملواؤ گے؟" جانے کس خیال کے تحت اس نے کہا۔

"بالکل، کہا تھا۔ اب گاڑی سے نکلو اور اُس دروازے تک جاؤ۔" اگلا حکم صادر ہوا۔ پینٹ کوٹ میں ملبوس افراد اب ایک ایک کر کے دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے لگے۔

وہاں اُس دروازے کے پار آخر تھا کیا۔۔۔؟

احمد نے سر پر کیپ رکھی، اپنی گاڑی سے نکلا۔ فون اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اور پستول اک سائیڈ پر اڑسا ہوا تھا۔

وہ آگے بڑھا۔۔۔ ایک قدم۔۔۔ دو

قدم۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔ پانچ۔۔۔ چھ۔۔۔ سات۔۔۔ آٹھ۔۔۔ نو۔۔۔ دس۔۔۔ گیارہ۔۔۔ بارہ قدم۔۔۔ تیرہ قدم۔۔۔ چودہ قدم۔۔۔ پندرہ قدم۔۔۔ سولہ قدم۔۔۔ پورے سولہ

قدم وہ آگے بڑھا تھا۔اس کے ہر قدم پر دھول ذرا سی اٹھ کر اوپر آتی۔وقت کی سوئی ٹِک ٹک کر رہی تھی۔دروازے کے قریب اُسے ماسک پہنے ہوئے شخص نے روکا۔

فون اُس کے ہاتھ سے گویا جھپٹ لیا اور پھر مکمل تلاشی لینے لگا۔ایک پستول کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔اور اب وہ پستول بھی اُس شخص کے ہاتھ میں تھا۔اُس نے گردن کو خم دے کر احمد کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

اُس نے دروازے کے اُس پار قدم رکھا۔اندر اندھیرا تھا۔۔۔گھپ اندھیرا۔تاریکی سے آشنائی ہوئی تو دفعتاً ہی اُس کی نظر اپنے بائیں جانب پڑی۔وہاں نیچے کو جاتی سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

آخری سیڑھی کے دونوں طرف دو آدمی کھڑے تھے۔وہ سیڑھیاں عبور کرتا نیچے آیا مگر یہ کیا۔۔۔؟اُن سیڑھیوں کے علاوہ ہر شے گہری تاریک تھی،اُسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔ آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی ایک زوردار مکا اس کے چہرے پر آکر لگا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا اور پھر جھک گیا۔

www.novelsclubb.com

ارد گرد کھڑے دونوں افراد نے اچانک ہی اس پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ ان دونوں سے نپٹنے لگا۔

★★★★★★★

سرخ اور سنہری امتزاج کا لہنگا پہنے وہ آئینے کے سامنے بیٹھی خود کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے قریب بیٹھی چند لڑکیاں اب اٹھ کر باہر چلی گئیں۔ چہرے کو میک اپ سے سجائے وہ آج پہلی بار یوں تیار ہوئی تھی۔ بھوری آنکھیں کانچ جیسی تھیں جن میں ذرا برابر بھی احساس نہیں جھلکتا تھا۔ وہ خطرناک حد تک بے تاثر تھیں۔ اُس نے آئینے کے سامنے رکھی پائل اٹھائی اور پاؤں میں پہننے لگی۔

"اپنے نکاح پر پائل اور گجرے پہنوں گی یہی سوچا تھا میں نے۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

دونوں پیروں میں پائل باندھ لینے کے بعد اُس نے تازہ پھولوں کے گجرے اٹھائے اور پہننے لگی۔

اگلے ہی پل وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور گول دائرے میں جھومنے لگی۔ پائل کی کھنک کمرے میں گونج گئی تھی۔ سفیرہ نے دور ہی سے خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"کیسا احساس ہے نا یہ۔۔۔؟ جیسے پرندے کو قید میں جانے سے پہلے خبر ہو جائے کہ وہ پنجرے میں قید ہونے والا ہے۔"

وہ آہستگی سے بولی اور پھر ہاتھوں میں پہنے گجرے کسی سوچ کے تحت اتار کر وہیں آئینے کے سامنے رکھ دیے۔

کسی نے اس کے کمرے میں قدم رکھے۔اس کے پیچھے قدموں کی چاپ پیدا ہوئی تو وہ پیچھے مڑی۔

"امی۔۔۔"اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔مدیحہ بیگم اب اسے پیار سے تکتیں نظر اتارنے لگیں۔

"بے حد خوبصورت لگ رہی ہو، اللہ تمہیں نظرِ بد سے بچائے۔"

www.novelsclubb.com

''کیسی نظر امی۔۔۔؟آپ کی بیٹی کو تو اس دن کی نظر لگ گئی جب آپ نے اسے گاؤں بھیجا تھا۔''

اس کا انداز بہت پر سکون تھا۔

''کیا باتیں کر رہی ہو۔۔۔اب اُس گاؤں کو نکال دو ذہن سے، تمہارا نکاح ہونے والا ہے معیز سے۔''ماں نے نرمی سے کہا۔

وہ چلتی ہوئی کھڑکی کے قریب پہنچ گئی۔

''معیز۔۔۔معیز تو کبھی بھی کہانی کا حصہ نہیں رہا تھا۔اسے تو کہانی میں گھسایا گیا ہے ورنہ حق نہیں بنتا تھا اُس کا۔''

وہ جیسے عجیب بہکی ہوئی سی باتیں کرنے لگی۔مدیحہ بیگم اس کے قریب ہی پیچھے جا کھڑی ہوئیں۔

''معیز اب تمہاری زندگی کا سب سے اہم حصہ بننے جا رہا ہے سفیرہ۔اب تمہیں اس کا احترام کرنا ہے۔''

وہ سمجھانے والے انداز میں بول رہی تھیں۔ سفیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے نہیں معلوم امی کہ وہ میرا انتظار کر رہا ہے یا نہیں، مگر میری زندگی کا سب سے اہم حصہ بننے کا حق تو صرف اسی کو تھا۔"

اس کا اشارہ کس طرف تھا وہ خوب جانتیں تھیں۔ مدیحہ بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا، وہ کیا پاگلوں والی باتیں کر رہی تھی۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے، تم آج بھی ماضی میں جی رہی ہو۔ انسان بچپنے میں بہت سی الٹی حرکتیں کرتا ہے ان میں سے ایک یہ کمبخت محبت بھی ہے۔۔۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس پاگل پن کو اتنا دل پر لگا لیا جائے کہ اپنا ہی ہوش نہ رہے۔"

ان کے لہجے میں ہلکا غصہ در آیا۔ سفیرہ بغیر چہرہ موڑے مسکرائی۔

"امی آپ نے محبت کو پاگل پن کا نام دیا ہے، اس کی کوئی وجہ تو ہو گی نا؟"

اس نے سادگی سے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ میرے خدایا۔۔۔ کیا کروں میں اس لڑکی کا۔ تمہاری شادی ہے آج اور تم کیا باتیں کر رہی ہو؟"

وہ اس کے لئے حیران و پریشان تھیں۔

"آپ کو کیا ہوا؟ میں تو ہمیشہ سے ایسی ہی ہوں، ایسی ہی باتیں کرتی ہوں۔ اب تک تو آپ کو عادت ہو جانی چاہیئے تھی۔"

اس بار اس نے چہرہ ان کی جانب موڑ کر سنجیدگی سے کہا۔

"پہلے کی بات اور تھی سفیرہ۔ اب تم کسی کی بیوی بننے جا رہی ہو۔ پہلے تمہاری باتوں کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا، مگر اب اگر تم یہ باتیں کرو گی تو حالات بگڑ جائیں گے۔"

وہ اسی بے چینی سے بولیں۔

"پہلے اگر آپ میری باتوں کو نظر انداز کرنے کے بجائے مجھے بٹھا کر سمجھاتیں، میرے زخموں پر مرہم رکھتیں، میرے درد کو بانٹ کر کچھ کم کرتیں تو شاید آج میں یہ باتیں نہ کر رہی ہوتی۔"

مدیحہ نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔

"مگر اب حالات تو بہت بگڑ چکے ہیں امی۔اب حالات بہتر کہاں ہو سکتے ہیں؟ اب میرے دل میں کسی کے لئے کچھ بچا ہی نہیں، آپ سب نے مجھے اپنے آپ سے دور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔آپ سب نے مجبور کیا ہے کہ میں اُسے سوچوں۔۔۔اس شخص کو جس نے کبھی مجھے ہنسایا تھا۔آپ کو پتا ہے میں نے کتنا ملامت کیا ہے خود کو اسے سوچتے ہوئے؟ میری اذیت یہ نہیں تھی کہ میں اسے پا نہیں سکی، میری اذیت تو یہ تھی کہ میں اس سے دور ہو کر بھی اسے بھلا کیوں نہیں پا رہی۔۔۔آپ جانتی ہیں میں اسے کیوں نہیں بھلا پا رہی تھی؟"

اس نے سوال کر کے انہیں دیکھا جو اسے بغور سن رہی تھیں۔

"کیوں کہ وہ تھا ہی اتنا مخلص کہ میں خود کو ملامت کرتے نہیں تھکتی تھی۔وہ کہتا تھا کہ وہ میرے ماں باپ کو ہماری شادی کے لئے منا لے گا۔مگر میں نے اسے ٹھکرا دیا۔دراصل میں نے اسے نہیں ٹھکرایا تھا، میں نے خود کو اس سے محروم کر لیا تھا۔ایک بار پھر۔۔۔میں نے

خواہشات کو آگ لگادی تھی۔ مگر وہ آگ محبت کو نہیں لگتی نا۔۔ میرے پچھتاوے نے مجھے کبھی اسے بھولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔"

وہ گہری سوچ میں ڈوبی بول رہی تھی۔ مدیحہ بیگم خاموش اسے سن رہی تھیں۔

"جب کوئی بہت مخلص انسان ملے تو اسے دھوکہ دینے کے بعد کوئی سکون کی نیند سو سکتا ہے کیا؟"

وہ ایک بار پھر کھڑکی کی جانب مڑ گئی۔ مدیحہ بیگم نے بہت دیر کے بعد لب وا کیئے۔

"وہ دھوکا نہیں تھا تمہاری ضرورت تھی، تمہاری مجبوری تھی سفیرہ۔ محبت میں تو کیا کچھ قربان کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ اتنا ہی مخلص تھا اور اتنی ہی محبت کرنے والا تھا تو تمہارے انکار کے بعد بھی اسے پتا کیوں نہ چلا کہ غلطی تمہاری نہیں تھی۔ وہ کیوں تمہارے لئے کھڑا نہ ہوا؟ اگر شادی ہی کرنا چاہتا تھا تو تمہارے باپ کو منا لیتا، ایسے کیسے اتنی آسانی سے پیچھے ہٹ گیا وہ؟ لڑا کیوں نہیں تمہاری خاطر؟ میں نہیں سمجھتی کہ محبت کرنے والے یوں ایک انکار پر پیچھے ہٹ جاتے ہیں، وہ تم سے کبھی مخلص تھا ہی نہیں۔"

آج پہلی بار اس نے اپنی ماں کے منہ سے محبت کی تعریف سنی تھی۔ وہ نم ہوتی آنکھوں سے مسکرائی اور واپس ان کی طرف پلٹی۔

"امی آپ تو کچھ بھی نہیں جانتیں۔۔۔ میں آپ کو سب بتا کر آپ کا دل نہیں توڑنا چاہتی۔"

اس نے دھیرے سے کہا۔ مدیحہ نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"تم ضد کیوں کر رہی ہو سفیرہ۔۔۔ تم کیوں اس چیز کے پیچھے بھاگ رہی ہو جو تمہاری ہے ہی نہیں؟ انسان مقدر سے لڑتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ تم کیوں لاحاصل کو ڈھونڈنے میں خود کو صرف کر رہی ہو؟"

مدیحہ بیگم کی سمجھ میں یہی بات نہیں آ رہی تھی۔

"میں اسے چھوڑ دیتی، بھلا بھی دیتی، اپنے آپ کو اس کی تلاش میں صرف نہ کرتی شاید۔ مگر میں اسے اپنی وجہ سے مرتا ہوا نہیں چھوڑ سکتی۔"

اس نے جیسے آخری فیصلہ سنایا تھا۔ مدیحہ نے تھکن سے اسے دیکھا۔

”آپ جائیے، وقت کم ہے۔۔۔ باہر لوگوں کو دیکھئے کہیں کسی کو آپ کی ضرورت نہ ہو۔“

سنجیدگی سے کہہ کر اس نے چہرہ واپس موڑ لیا۔ مدیحہ چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد واپس چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔

”آپ کو کیا بتاؤں امی۔۔۔ بابا نے کبھی مجھے معاف کیا ہی نہیں تھا، نہ مجھے نہ ہی احمد جبریل کو۔ وہ آج بھی اس کے پیچھے لگے ہیں۔ میں نے تب ان دونوں کو مقابل آنے سے روکنے کے لئے اس شخص سے دوری اختیار کر لی تھی۔ میں آج ان دونوں کو مقابل آنے سے روکنے کے لئے اس کے پاس واپس بھی جا سکتی ہوں۔“

اس کی آنکھوں میں نمی گہری ہونے لگی۔

چند پل سرکے، مہیرہ کمرے میں داخل ہوئی۔

کئی پل اُسے بنا پلک جھپکے دیکھتی رہی۔ پھر رمال میں لپٹی ایک چیز اسے تھمائی۔

"تمہیں یقین ہے کہ تم یہ کر لو گی؟"

ماہی نے آخری بار پوچھا تھا۔ سفیرہ نے پر اعتمادی سے گردن ہاں میں ہلائی۔

★★★★★★★★

وہ دونوں افراد اس کے سامنے ڈھیر ہو چکے تھے۔ کالر کو سختی سے جھاڑتا وہ سیدھا ہوا۔

اس سے پہلے کہ احمد آگے قدم بڑھاتا ایک دم ہی اُس کے سامنے ایک لائٹ آن ہوئی۔ اور ساتھ ہی کئی اور بتیاں ایک ایک کر کے جلنے لگیں۔

لائٹس میں نظر آتی جگہ کی ساخت عجیب سی تھی۔ ہر چیز آبنوسی لکڑی سے بنی تھی۔ دیواریں۔۔۔ اس فرش پر اسے ہر طرف لکڑی کی دیواریں ہی دکھائی دے رہیں تھیں۔ وہ آگے بڑھا۔ ابھی اُس نے ایک قدم آگے بڑھایا تھا کہ جیسے کسی نے اسے نیچے سے ہی اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ ایک چیخ اس کے لبوں سے آزاد ہوئی تھی۔ اب کہ وہ کسی اندھیر جگہ کے فرش پر گرا پڑا تھا۔ پھر وہ جگہ مکمل طور پر روشن ہو گئی۔ احمد کا سر گھومنے لگا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ کسی پاتال میں آ گیا ہے۔ جیسے کوئی گہرا کنواں۔۔

اس نے اپنے ارگرد غور کرنا چاہا۔وہ ایک لمبی راہداری میں تھا۔وہ بھاگتا ہوا راہداری کے سرے تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

ابھی وہ آخر میں پہنچا ہی تھا کہ پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔وہ پلٹا اور اگلے ہی پل ایک تیز رفتار مکا اس کے پیٹ میں پڑا۔وہ دور جا گرا تھا اور اس بار وہ بالکل ویسی ہی ایک اور راہداری تھی جہاں وہ کچھ لمحے قبل کھڑا تھا۔اس نے اپنے ارگرد نگاہیں دوڑائیں پھر اس جگہ سے اٹھا۔

"یہ کوئی جال ہے۔۔۔یا کوئی سراب۔"

وہ زیرِلب بڑبڑایا۔اسی اثنا ایک ساتھ کئی قدموں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔وہ ان آوازوں کے مخالف اُس دروازے تک پہنچا جو راہداری کے آخر میں تھا۔

اُس نے دروازہ کھولا۔سامنے ایک تنگ کمرہ تھا۔جونہی اُس نے اس کمرے میں قدم جمائے تو فرش جیسے ایک بار پھر کھل گیا تھا۔وہ ایک بار پھر نیچے گرا تھا۔سر اور بازو پر خاصی تکلیف ہوئی تھی۔وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔اس تنگ کمرے میں جیسے دم گھٹنے لگا تھا۔

"کوئی ہے۔۔۔؟ ہیلو۔۔۔؟ کوئی ہے یہاں پر؟"

کمرے کی ہر دیوار کو کھٹکھٹاتے ہوئے وہ بلند آواز میں بول رہا تھا۔ کوئی جواب نہ آیا تو وہ واپس درمیان میں کھڑا ہوا۔ ابھی اس کے قدم فرش پر ٹکے ہی تھے کہ فرش ایک بار پھر کھلا اور اسے نچلے کمرے میں پھینک دیا۔

اُس کی دھڑکن بڑھ چکی تھی۔ یہ سب کمرے بالکل ایک جیسے تھے۔ ایک کے اوپر ایک۔ تو اُسے یہاں پھنسایا گیا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔ تھک گئے کیا؟"

وہ فرش پر پڑا تھا۔ دماغ جیسے گھوم رہا تھا۔ تبھی کوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

اُس نے اٹھنا چاہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھا اور بالکل اسی لمحے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگا کر دور پھینکا گیا تھا۔ مگر وہ تیزی سے اٹھا۔ کوئی اب اسی کی طرف آ رہا تھا۔ وہ اپنے سامنے موجود شخص کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا۔ پھر وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل آ گیا۔

احمد نے اس پر حملہ کیا تو وہ نیچے جھکا۔ پھر خود بھی احمد پر حملہ آور ہوا۔

ان دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے گریبان پر تھے۔ان دونوں کے چہرے ایک دوسرے پر واضح نہیں تھے۔

"تمہیں اس سراب سے گزرنا کیسا لگا ہینڈسم؟"

اس کے لہجے میں طنز شامل تھا۔احمد نے ٹانگ اس کے پیٹ میں ماری تو وہ کراہ کر پیچھے ہٹا۔

تو وہ حکیم شاہ تھا۔

پھر اس کے قریب جا کر ایک بار پھر کالر سے پکڑ کر چہرے پر مکا مارا۔

"تین سال پہلے کسی نے مجھے اپنے سحر میں جکڑا تھا۔میں تین سال پہلے بھی سرابوں سے گزرا تھا۔"

اُس کی آواز میں ٹھنڈک تھی۔

"یہ سراب تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔"

پھر آخر میں وہ مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

مگر اس پر ہونے والا اگلا وار بہت سخت تھا۔اُس شخص نے اسے بالوں سے پکڑ کر چہرے پر بہت مکے مارے تھے۔اُس کے ناک اور منہ سے خون آنے لگا تھا۔دماغ ماؤف سا ہو گیا۔

احمد نے اُس کا ہاتھ روکنا چاہا مگر اُس نے اب کے سینے پر وار کیا تھا۔

احمد جھک کر اُس درد کو برداشت کرنے کی سعی میں تھا مگر اب کے اسے ٹانگوں سے پکڑ کر فرش پر پٹخ دیا گیا۔

اُس کا سانس تک بند ہونے لگا تھا۔آنکھیں سوج چکی تھیں۔

"ابھی تک لڑائی میں ماہر نہیں ہوئے تم۔"

وہ اب اُس کے ارد گرد گھوم کر کہہ رہا تھا۔

احمد نے ٹھنڈے فرش پر پڑے ہاتھ کی مٹھی بند کر کے اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہیں پایا۔

وہ شخص اب اس کی کمر پر اپنا پاؤں جمائے سختی سے کھڑا تھا۔

احمد کے منہ سے ذرا سی کھانسی نکلی۔

"ایک منٹ میں ہی ڈھیر ہو جانے والا لڑکا میرا مقابلہ کرے گا؟ چچ۔۔چچ۔۔چچ۔۔۔"

وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔

احمد کے کانوں تک اس کی باتیں پہنچ رہیں تھیں۔اُس نے بمشکل اٹھنے کی کوشش کی تو وہ شخص اب دور کھڑا اسے دیکھنے لگا تھا۔

احمد مشقت سے ایک بار پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔

"تم نے غلطی کی۔۔۔تنہا آگئے۔"

بھیانک سے پراسرار لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس کی جانب بڑھا۔

"تم نے کہا تھا اُسے آزاد کردو گے۔"

وہ سفیرہ کی بات کر رہا تھا۔اس شخص نے قہقہہ لگایا۔

"وہ تو اب کبھی آزاد نہیں ہو گی۔"

احمد کے ماتھے پر آئے بال پسینے میں بھیگ گئے تھے۔اس کے دل میں جیسے جنبش ہوئی۔

سرمئی نگاہوں نے غصے سے اسے دیکھا۔

وہ اُس شخص پر پوری قوت سے حملہ آور ہوا۔ مگر قوت تدبیر کے سامنے ہار گئی۔ وہ سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ احمد ایک دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور اس کے ٹکراتے ہی وہ دیوار کہیں غائب ہو گئی۔ وہ کسی اور جگہ جا پہنچا تھا۔

یہاں کوئی بھی دیوار کبھی بھی کھل جاتی تھی۔ وہ ایک بار پھر فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا۔

"یہاں سے نکل سکو گے تو ہی بچ سکو گے۔ ورنہ تمہاری موت اسی جگہ ہو جائے گی۔"

اس کی سماعتوں سے آواز ٹکرائی۔

پھر اس شخص نے اُسے فرش سے اٹھا کر اپنے مقابل کھڑا کیا اور ایک بار پھر مارنے لگا۔

احمد کو اپنی پسلیوں میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کس حد تک زخمی ہو چکا تھا یہ اندازہ بھی نہ کر پایا۔ اس نے جواباً حملہ کرنے کی کوشش کی مگر جانے کیوں آج وہ لڑ نہیں پا رہا تھا۔ یا شاید سامنے موجود شخص اس کے تصور سے زیادہ مضبوط تھا۔ وہ بے ہوش ہونے والا تھا مگر اس شخص نے اسے نہیں چھوڑا۔

وہ اسے ہر طرح سے کمزور کر رہا تھا۔

"تم بہت بے وقوف ہو۔۔۔" وہ کہہ کر مسکرایا۔احمد کی دل میں نفرت جاگی۔

لیکن اگلے ہی پل کوئی تیز دھار چیز اُس کے پیٹ میں پیوست کر دی گئی۔وہ ایک چاقو تھا جو بڑی بے دردی سے کھونپا گیا تھا۔احمد کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔اُس کی آنکھوں سے پانی آنے لگا تھا۔چاقو لگنے والی جگہ ہر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اپنا بہت سا خون نکلتا محسوس کیا تھا۔یہ تکلیف دہ تھا۔۔۔۔خاصا تکلیف دہ۔

اگلے ہی پل وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا۔

اس شخص کے قدموں کی چاپ دور جاتے جاتے عنقا ہو گئی۔وہ اسے پاتال میں چھوڑ کر جا چکا تھا۔

★★★★★★★★

اُسے باہر اسٹیج پر لانے کے لئے سیڑھیوں سے نیچے لایا جا رہا تھا۔

دو تین لڑکیوں نے اُس کا لہنگا اوپر اٹھا رکھا تھا۔ وہ سہج سہج کر چلتی زینے اتر رہی تھی۔ چال میں نرمی اور آنکھوں میں سپاٹ سا تاثر تھا۔ زینے اتر کر اب وہ اُس اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی جو اُسی کے لئے سجایا گیا تھا۔

اسٹیج کے قریب پہنچی تو معیز جو پہلے سے وہاں موجود تھا اُس کے استقبال میں اٹھا اور اُسے اوپر لانے کو اپنا ہاتھ پیش کیا۔

سفیرہ نے ایک نظر اُس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا پھر نگاہیں معیز کے چہرے کی طرف اٹھیں۔

"ابھی نکاح نہیں ہوا۔"

اس نے دھیرے سے کہا اور قریب سے گزر کر صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔

معیز شرمندگی سے واپس پلٹا اور خود بھی اُس کے ساتھ ہی جم کر بیٹھ گیا۔

"تمہاری اکڑ بالکل بھی نہیں ٹوٹی نا۔۔۔ فکر مت کرو، آج ایک بار نکاح ہو جانے دو پھر تمہیں سب سمجھ آ جائے گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی دبی دبی آواز سفیرہ تک آرہی تھی۔

"امی۔۔۔بابانے میرے نکاح میں شرکت نہیں کی کیا؟"

وہ معیز کی بات قصداً نظرانداز کر کے قریب بیٹھی مدیحہ سے مخاطب ہوئی۔

وہ ادھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگیں۔

"نہیں بیٹا۔۔۔وہ بس آتے ہی ہوں گے۔"

انہوں نے ٹالنے کی کوشش کی۔سفیرہ استہزائیہ مسکرائی۔

"وہ نہیں آنے والے۔"

پھر یقین سے بولی۔

"وہ تو اُسے ختم کرنے گئے ہیں۔۔۔وہ کیسے آئیں گے؟"اس نے بے ساختہ سوچا۔

چند منٹ کے بعد ہی پھپھو نے آکر اپنا پیار جتایا اور چند اور رشتہ داروں کی موجودگی میں مولوی صاحب کی آمد ہوگئی۔

سفیرہ کے چہرے کو جالی دار دوپٹے سے ڈھکا گیا تھا۔

اُس نے اسی گھونگھٹ سے نگاہیں اوپر اٹھا کر فاصلے پر کھڑی مہیرہ کو دیکھا۔

ماہی نے سر کو خم دے کر اُسے اعتماد دلانا چاہا تھا۔

مولوی صاحب اب نکاح کے لئے بولے جانے والے کلمات بول رہے تھے۔ سفیرہ کا ذہن جمود اختیار کرنے لگا۔

رگوں میں دوڑتا خون جیسے رک گیا تھا۔

اُس کے تصور میں احمد کی جھکی ہوئی آنکھیں آئیں۔

"میرے بارے میں ایک پل کے لئے ہی سہی مگر سوچنا ضرور۔ کیا خبر وہ ایک پل ہی میری محبت کی منظوری کا پل ہو۔"

اس کے لہجے اور انداز میں ہر طرف احترام تھا۔ وہ التجا کر رہا تھا۔ سفیرہ نے چہرہ موڑ کر اپنے برابر میں بیٹھے شخص کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے چہرہ واپس پھیر لیا۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

اُس سے سوال کیا گیا تھا۔ سفیرہ کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

"مگر میں آپ ہی سے شادی کیوں کروں؟"

ایک اور تصور اُس کے ذہن میں ابھرا۔

اس سوال کا جواب خاصا تسلی بخش تھا۔ وہ اُس جواب کو آج بھی دل سے لگائے بیٹھی تھی۔

"کیا تم اپنے برابر میں بیٹھے شخص کی وہ چاہ بن سکتی ہو سفیرہ۔۔۔ کہ جس کے بعد کوئی اور چاہ ہی نہ رہے؟"

اُس نے خود سے سوال کیا۔ اور وہ سوال اُس کی آنکھوں کے کٹورے مزید بھر گیا تھا۔

"وہ تو نکاح سے پہلے ہی مجھے دھتکار رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

ارد گرد کھڑے سب لوگ اُس کے جواب کے منتظر تھے۔ اُس کے ساتھ بیٹھی مدیحہ بیگم نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"بولو بیٹا۔۔"

سفیرہ کا حلق آنسوؤں سے تر ہونے لگا۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

اُس نے آنکھوں میں اُمڈتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔

منگنی والے دن وہ انتظار میں بیٹھی رہ گئی تھی۔ کہ کوئی آئے گا اور اسے اس مصیبت سے نکال کر لے جائے گا۔ مگر کوئی نہیں آیا۔ وہ اپنی نااہلی کے سبب کسی سے منسوب ہو گئی۔

آج نکاح تھا اور آج وہ کسی کی منتظر نہیں ہونا چاہتی تھی۔

آج اسے خود ہی فیصلہ کرنا تھا۔

"نہیں۔۔۔" تیزی سے چلتا ہوا وقت اس کے جواب پر ایک پل کو رکا تو ہر طرف جیسے سکتہ چھا گیا۔

"مجھے قبول نہیں۔"

اُس نے گھونگھٹ چہرے سے ہٹا کر دور پھینکا اور ہاتھ میں موجود چاقو اپنے برابر میں بیٹھے معیز کی گردن پر رکھ دیا۔ یک دم ہی ہر طرف شور و غل مچ گیا تھا۔ مدیحہ بیگم ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں تھیں۔ معیز کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس کا کلیجہ جیسے منہ کو آ گیا تھا۔

”خبردار۔۔۔ جو کوئی بھی میرے قریب آیا، وہ اس شخص کی موت کا ذمہ دار ہو گا۔“

وہ ہر ایک کو دیکھتی مضبوط لہجے میں وارننگ دے رہی تھی۔

پھپھو کا دل حلق تک آ پہنچا تھا۔ سب منہ پر ہاتھ رکھے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ یہ ہوا کیا ہے؟

ایک فاصلے پر کھڑی ماہی دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیا کر رہی ہو بیٹا۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔“

مدیحہ نے لرزتی آواز میں دور کھڑے ہی سمجھانا چاہا تھا۔

”دور پھینک دو اس چاقو کو۔۔۔“

سفیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔معیز ہاتھ کندھوں تک اوپر اٹھائے خود کو زندگی کے دہانے پر محسوس کر رہا تھا۔اس کی دھڑکن کی آواز سفیرہ تک بآسانی پہنچ رہی تھی۔

"سفیرہ۔۔۔"وہ غصے سے بڑبڑایا تھا۔

"چھوڑو میرے بیٹے کو۔۔۔کیا ہو گیا ہے اس چڑیل کو،دور کرو اسے۔"

پھپھو روتے ہوئے چلا رہیں تھیں۔مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"کوئی بھی میرے قریب آیا تو اس آدمی کا سانسیں رک جانے کا ذمہ دار ہوگا۔"

مولوی اور دیگر گواہان کب کے وہاں سے اٹھ کر بھاگ چکے تھے۔

سفیرہ نے دوسرے ہاتھ سے اُس کا کالر پیچھے سے پکڑا اور اسے کھڑا کرتے خود بھی ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

"پیچھے ہو جاؤ سب۔"

اس کے کہنے پر سب ہی دور دور ہو گئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم معیز ارسل۔۔۔۔ تم مجھے وہاں لے کر جاؤ گے جہاں اس وقت میرا باپ موجود ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں سب پتا ہے، یہ بھی کہ وہ آج کیا کرنے والے ہیں۔"

وہ اُس کے کان کے قریب چہرہ لے جا کر بولی۔اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"مجھے کچھ بھی نہیں پتا کہ وہ کہاں ہیں۔۔۔" وہ بول رہا تھا کہ سفیرہ نے تیز دھار چاقو مزید سختی سے اس کی گردن پر دبایا تو وہ خاموش ہو گیا۔

"تم جانتے ہو تمہاری جان ایک ذرا سی دوری پر ہے، اپنی شہ رگ عزیز ہے تمہیں یا نہیں؟"

معیز کچھ نہ بول سکا۔

"چلو۔۔۔ مجھے وہاں لے کر چلو۔۔۔ ورنہ جان کیسے لی جاتی ہے یہ سیکھ چکی ہوں میں۔اور اتنی بے رحم بھی ہو چکی ہوں کہ جان لے سکوں۔۔۔ تمہیں مار کر جیل جانا پڑے تو تم سے شادی کرنے سے بہتر ہو گا۔"

اُس کا لہجہ یخ اور بے تاثر ہو گیا۔

"چلو میرے ساتھ۔"

اُسے لے کر وہ گاڑی تک چلی گئی۔

ہر کوئی اپنی جگہ پر ساکت اسے دیکھ رہا تھا۔

ماہی کی آنکھوں میں بے چینی نہیں تھی۔اُس کی آنکھوں میں نمی تھی اور سکون تھا۔

وہ بس سوچ رہی تھی۔۔۔کہ کیا وہ اسے تلاش کر لے گی؟"اُسے" جو پتا نہیں اُس کے مقدر میں تھا بھی یا نہیں۔۔۔!!

★★★★★★★★

وہ جب سے حویلی آیا تھا فاطمہ خاتون اسے یہ کہہ کر کہ "تمہیں بھوک لگی ہو گی" باورچی خانے چلی گئیں تھیں اور انا بی تو تب سے اسے نظر ہی نہیں آئیں تھیں۔

وہ صحن میں پڑی چارپائی پر بے مقصد ہی لیٹا آسمان دیکھ رہا تھا۔موبائل سینے پر رکھا تھا۔

احمد نے حویلی اور اپنی فیملی اس کے حوالے کی تھی۔اور الماں اپنا فرض بخوبی جانتا تھا۔

حسیب باہر سے حویلی پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

تبھی کچھ باتوں کی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔المان نے لیٹے لیٹے ہی سر کو ذرا پیچھے ڈھلکا کر دیکھا تو دونوں خواتین الٹی دکھائی دیں۔وہ فوراً سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"جی بھابھی، ہمارا بس شروع سے ہی یہ طریقہ رہا ہے۔"

وہ اپنے برابر میں چلتی اجالا بھابھی سے مخاطب اسی طرف آ رہی تھی۔المان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔وہ دونوں اب اس کے بالکل پاس آ کر رک گئیں۔

"السلامُ علیکم بھابھی!"المان نے سلام کیا تو بھابھی جواب دینے لگیں۔ساتھ ہی اس کی نظر انا پر پڑی تھی جو اسے سنجیدگی سے کم غصے سے زیادہ دیکھ رہی تھی۔المان کے دیکھتے ہی اس نے نظروں کا زاویہ موڑ لیا تھا البتہ تاثرات روٹھے ہوئے ہی رہے۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟"المان اب ان دونوں کی سابقہ باتوں کی طرف اشارہ کرتے بولا۔

"ہاں وہ میں کھانے کے بارے میں پوچھ رہی تھی تو انا نے بتایا کہ ان کے کھانے کے اوقات ذرا ہٹ کر ہیں۔" بھابھی مزید بھی بتاتی رہیں۔ جبکہ وہ سن کر سر ہلاتا رہا مگر دیکھ اُسے رہا تھا جو خاصی بے نیاز اور اکتائی ہوئی کھڑی تھی۔

"کیا بھائی نے اُس سے میرے بارے میں بات کی ہو گی؟"

وہ سوچ رہا تھا۔

"تو کیا وہ مجھے اتنا ناپسند کرتی ہے کہ اب دیکھنا بھی گوارا نہیں؟ دیکھا بھی تو کس غصے سے؟"

وہ بے حد سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اسی پل انا نے گفتگو میں مداخلت کرتے کہا۔

"بھابھی آپ باتیں کریں جب تک امی کھانا بنالیں، میں نے آج صبح سے اصطبل کی خبر نہیں لی۔"

بھابھی نے ہاں میں سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے، میں دستر خوان لگانے سے پہلے تمہیں بلوالوں گی۔“

الماان اسے جاتے ہوئے دیکھ کر ایک بار پھر سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”وہ مجھ پر غصہ ہے؟“

اسے بس یہی فکر لاحق تھی۔ بھابھی اب جانے اسے کیا بتا رہیں تھیں مگر وہ سن کہاں رہا تھا۔

”ٹھیک ہے؟ چلو اب میں ذرا امی کو دیکھ لوں۔“ اُس نے اتنا ہی سنا اور پھر اُس نے بھابھی کو کچن کی جانب بڑھتے دیکھا۔ چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

”آپ دستر خوان لگائیں بھابھی۔۔۔ میں بھی اس سے پہلے آجاؤں گا۔“

وہ ہولے سے بڑبڑایا اور پھر بھاگنے کی صورت حویلی سے باہر نکل گیا۔

وہ اصطبل میں ایک جانب کھڑی سینے پر ہاتھ باندھے اوپر آسمان کو تک رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ آنکھوں میں نمی آنے لگی۔ پھر اس نے ایک سرد آہ بھری۔ اسے سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔ یہ وقت نہیں تھا مگر وہ باہر کھلی فضا میں جانا چاہتی تھی اسی غرض سے وہ پلٹ کر اپنے بھورے گھوڑے کی طرف بڑھ آئی۔ گھوڑے کی رسی کھول کر وہ اُس کے اوپر بیٹھ چکی تھی۔ پھر اسے آہستہ آہستہ چلا کر اصطبل سے باہر لے آئی۔

ایک لمحے کو اس کے ذہن میں وہ دن آیا تھا جب وہ گھوڑے پر بیٹھنے سے ڈرتی تھی اور آج وہ بنا کسی خوف کے اس پر بیٹھی تھی۔

''چلو۔'' وہ اصطبل سے پیچھے میدان کے جیسی سبز زمینوں کی جانب آگئی۔ گھوڑے پر بیٹھے اس کھلی فضا کو محسوس کرتے وہ جیسے اپنا ہر دکھ بھول گئی ہو۔ ہر سوچ ذہن سے محو ہو گئی ہو اور وہ آزاد ہو گئی ہو۔

وہ آزاد ہی تو تھی۔ شجر کے ان پتوں کی طرح آزاد۔۔۔ جو درخت کی شاخوں سے چپکے رہتے ہیں مگر کوئی آندھی یا طوفان ایسا آتا ہے جو انہیں آشیانے سے بہت دور لے جاتا ہے۔۔۔ وہ بالکل ان دور جا گرنے والے پتوں جیسی ہی آزاد تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گھوڑا چلتے چلتے کافی دور آ گیا تھا۔انا آنکھیں موندے اس سکون کو اپنے اندر اتار رہی تھی جس کی اسے ضرورت تھی۔اسی پل تیز بھاگتے گھوڑے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز جلد ہی اُس کے قریب پہنچ گئی تھی۔انا نے گھوڑے کو اسی جگہ پر روک دیا۔

کوئی اب کے گھوڑے پر بیٹھا اُس کے ارد گرد چکر کاٹتے ہوئے اس کے سامنے ہی رک گیا تھا۔وہ کوئی اور نہیں المان ابراہیم ہی تھا۔وہ شاہو پر بیٹھا رسی ہاتھوں میں لئے اسے تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔انا سنجیدگی سے اسے دیکھتی اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔فضا میں ارتعاش پیدا ہوا۔ہلکی ہلکی ہوا درختوں کے پتے ہلانے لگی تھی۔ہلکا نیلا آسمان گہرا نیلا ہونے لگا تھا۔

"اتنی دور مت چلی جانا کہ واپسی کا راستہ ہی بھول جاؤ۔" وہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود بولا۔

"مجھے کبھی کچھ نہیں بھولتا۔کچھ بھی نہیں۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ آنکھیں زمین پر جمائے جیسے دکھ سے بول رہی تھی۔المان نے گہری نگاہ اس پر ڈالی۔

"تمہیں کچھ ہوا ہے کیا؟"

انا نے واپس اسے دیکھا مگر کچھ بھی نہ بولی۔

"چلو واپس چلو۔۔۔بہت دور آگئی ہو۔"

اس نے سر کے خم سے واپس چلنے کا اشارہ کیا تو وہ اپنے گھوڑے کا رخ موڑنے لگی۔

"تم میرے پیچھے کیوں آئے ہو؟"

اس کا لہجہ سادہ تھا۔

"میں تو ہمیشہ تمہارے پیچھے آتا ہوں۔"

وہ دونوں اب برابر میں آہستہ آہستہ گھوڑے آگے بڑھا رہے تھے۔اس کی بات پر انا کے حلق میں جیسے کچھ چبھنے لگا تھا۔

"تم ہمیشہ میرے پیچھے کیوں آتے ہو؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب کے اس کے سوال پر المان کو اچھنبھا ہوا۔ وہ خود بھی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”مجھے تمہاری فکر رہتی ہے بس۔۔۔اسی لئے۔“ اس نے بس سوچا تھا وہ کہہ نہیں پایا۔ وہ تو اپنا چہرہ بھی موڑے ہوئے تھا کہ وہ اس کے تاثرات نہ پڑھ لے۔

”کیا ہوا المان؟ میں نے تم سے کچھ پوچھا نا۔۔۔ بتاؤ، ہر بار میرے پیچھے کیوں آ جاتے ہو تم؟“

اس کا لہجہ اب بھی معمولی سا تھا۔ المان کو اس کی یہ سکون دہ سنجیدگی سمجھ نہیں آئی تھی۔

”تم ہمیشہ بہت آگے جو نکل جاتی ہو۔۔۔ واپس لانے کے لئے کوئی تو ہونا چاہئے۔“

اس نے سرسری سا کہا تھا۔ دونوں گھوڑے ان کی گفتگو کو سنتے آہستگی سے چل رہے تھے۔ انا نے دھیرے سے سانس فضا میں خارج کی۔

”کبھی کبھی انسان واپس نہیں آنا چاہتا۔۔۔ اور اگر آنا بھی چاہے تو اسے اپنی مرضی کا ہمسفر چاہئے ہوتا ہے۔ یونہی کوئی بھی آ کر لے جائے یہ کوئی دستور تو نہ ہوا۔“

آخر میں وہ اداسی سے مسکرائی تھی۔

''مجھے 'کوئی بھی' تو مت کہو۔۔۔'' اسے افسوس ہوا تھا۔ پھر انا کے دیکھنے پر وہ کچھ سنبھلا۔

''میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ اپنی مرضی کیا ہوتی ہے پہلے یہ جاننا ضروری ہے۔۔۔ اگر ایسا کوئی موجود ہی نہ ہو جس پر آپ راضی ہوں۔۔۔ پھر تو ''کوئی بھی'' آجائے گا لینے کو۔''

وہ نرمی سے بولا تو انا چند پل کے لئے خاموش رہی۔

گہرا ہوتا نیلا آسمان اب بادلوں سے بھر گیا تھا۔ ہلکی ہلکی چلتی ہوا تیز ہونے لگی تھی۔ الماان نے گھوڑے پر بیٹھے ہی جیب سے فون نکال کر دیکھا۔ انا نے چہرہ گھمایا تو وہ موبائل اسکرین کو بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے موبائل واپس بند کیا۔

''تمہیں مجھ سے کچھ پوچھنا ہے؟''

الماان نے سوال کیا تھا۔ انا سوچنے لگی۔

''کیا پوچھوں تم سے۔۔۔؟ کتنے ہی سوال ہیں جو میں کرنا چاہتی ہوں المان۔۔۔کتنے ہی سوال۔۔۔مگر میں تم سے کیسے پوچھوں اور کیوں پوچھوں؟ بھلا میں تم سے کیوں پوچھوں گی؟''

ماتھے پر بل ڈالے آنکھوں میں نمی کی ہلکی چمک لئے وہ سوچ رہی تھی۔

''انا۔۔۔زادی؟''

وہ اسے پکار رہا تھا۔انا نے حلق میں اٹکے آنسو پیچھے دھکیلے۔پتا نہیں کیوں اس کا شدت سے رونے کا دل چاہا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ نہیں پوچھنا المان۔چلو جلدی چلو،موسم خراب ہونے والا ہے۔''

مگر پھر اس نے صاف آواز میں کہا تھا۔المان اسے غور سے دیکھتا رہا پھر حویلی پہنچ کر وہ دونوں آگے پیچھے ہی اندر داخل ہوئے تھے۔

★★★★★★★

بہت دیر کے بعد اسے ہوش آیا تھا۔ سر دُکھ رہا تھا۔ آنکھیں کھلنے سے قاصر تھیں۔ اور سب سے زیادہ اذیت اس کے پیٹ میں تھی جہاں پیوست خنجر کی چبھن اور تکلیف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

وہ دھیرے دھیرے سے سیدھا ہونے لگا۔ لبوں سے کراہیں آزاد ہو رہی تھیں۔ بہت مشکل سے اس نے ایک دیوار سے ٹیک لگائی تھی۔

"یہاں سے نکل سکو گے تو ہی بچ سکو گے۔ ورنہ تمہاری موت اسی جگہ ہو جائے گی۔"

اُس شخص کی کہی گئی بات احمد کے دماغ میں ہی کہیں قید تھی۔

آنکھیں بند کر کے اُس ایک گہرا سانس خارج کیا۔ خنجر والی جگہ پر تکلیف ایک بار پھر ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھ خون سے تر ہو چکے تھے اور چہرے پر موجود زخموں کے باعث آنکھیں نہیں کھل رہیں تھیں۔

بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے چہرہ جھکا کر اس چاقو کو دیکھا۔

زخم تکلیف دہ تھا مگر زیادہ گہرا نہیں تھا۔احمد نے ''بسم اللہ'' کہتے ہوئے اس چاقو کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑا۔

پھر پوری قوت لگا کر اسے باہر کھینچا۔ایک اذیت ناک سی چیخ اس کے منہ سے نکلی تھی۔ خون کسی فوارے کی طرح بہنے لگا تھا۔

تکلیف،درد،اذیت ہر چیز کا غلبہ تھا۔

اس کے منہ سے بار بار کراہیں آزاد ہوتیں۔وہ پیٹ کے زخم پر دونوں ہاتھ رکھے خون کو نکلنے سے روکنے کی ناکام کوشش میں تھا۔وہ سمجھ چکا تھا کہ یہاں پڑا ہوا نہیں رہ سکتا۔اس کے ساتھ کھیل کھیلا گیا تھا۔یہ سب کچھ اسے مارنے کے لئے تھا۔اور کیا خبر کہ وہ لوگ اب بھی اس پر نظر رکھے ہوئے ہوں؟

''سفیرہ''اس کے دماغ میں ایک نام ابھرا تھا۔پھر اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

''آہ۔۔۔سفیرہ۔۔۔''اس نے ہولے سے کہہ کر آخر میں دانت پیس دیے تھے۔

www.novelsclubb.com

''وہ کہہ رہا تھا خود کو دے دو، تمہیں سفیرہ دے دوں گا۔۔۔میں نے خود کو سونپ دیا، مگر تم نہ ملیں۔''

دل میں جیسے ٹیس اٹھی تھی۔فون سے آتی اس کی چیخنے کی آواز اب بھی اس کی سماعتوں میں تھی۔

''تم ٹھیک ہو گی۔۔۔''اس نے خود کو تسلی دی۔پھر جیسے اپنا خیال آیا تو ارد گرد دیکھا۔

وہ جان چکا تھا کہ یہ ایک بھول بھلیاں ہے۔اسے یہاں سے نکلنا ہو گا ورنہ یہیں مرنا ہو گا۔ احمد نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔اس کا دماغ گھوم گیا۔ایک بار پھر وہ دھڑام سے نیچے گرا تھا۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★★

خون کثرت سے نکلنے کے باعث اس کی تکلیف اور کمزوری میں اضافہ ہونے لگا تھا۔دماغ ابھی پوری طرح سے ماؤف نہیں ہوا تھا اور اسے اچانک quick فیصلہ لینا تھا۔ایک decision جو اس کی زندگی بچا سکتا۔

تیز ہانپتی ہوئی سانسوں کو مدھم کرتے اس نے زخم پر مضبوطی سے ہاتھ جمار کھا تھا۔ایک خیال اس کے ذہن میں کوندے کی طرح لپکا تھا۔ تبھی دوسرے ہاتھ کی مدد سے وہ اپنے سوٹ کی اوپری جیکٹ اتارنے لگا۔اسے اتارنے کے بعد اس نے بمشکل اپنی خون سے لت پت سیاہ چیک شرٹ بھی اتاری۔درد کے مارے یکے بعد دیگرے لبوں سے کراہ نکلتی۔

شرٹ اتارنے کے بعد اس نے خون کو روکنے کے لئے زخم پر اسے سختی سے باندھ لیا تھا۔ پھر وہ جیکٹ اوپر پہن لینے کے بعد اس نے چند گہرے سانس لیے۔اس کی حالت غیر تھی مگر زندگی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔اسے یوں تڑپتے ہوئے بے بسی کی موت نہیں مرنا تھا۔اگلے ہی لمحے وہ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

”مقصد۔۔۔اپنا مقصد مت بھولو احمد۔“

اُس نے جیسے خود کو ہوش میں رکھنے کی سعی کی تھی۔

پھر اس نے اپنے ارد گرد اس تنگ کمرے کے اطراف نگاہ دوڑائی۔

وہ بالکل خالی تھا۔اس نے اپنے ہاتھ زور زور سے دیواروں پر مارنے شروع کر دیے۔یکے بعد دیگرے اس نے دیواروں پر دھکا لگایا۔

اور پھر وہ اچانک ہی ایک دیوار سے ٹکرا کر اُس پار ایک بڑے ہال نما کمرے میں جا گرا۔ گھٹنوں پر زخم کا سا درد ہونے لگا تھا۔فرش کی جانب چہرہ جھکائے اسے احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ کس جگہ آن پہنچا ہے۔

اس نے دھیرے دھیرے گردن موڑ کر آس پاس دیکھنا چاہا۔یہ باقی کمروں کی طرح تنگ کمرہ نہیں تھا۔یہ تو ایک ہال کے جیسا بڑا کمرہ تھا جس کے چھت سے لٹکتا فانوس جل بجھ رہا تھا۔ ہال کے اطرافی کناروں پر ستون جم کر کھڑے تھے۔اور دیواروں کی بناوٹ پرانی طرز کی تھی۔ نارمل انداز میں ان دیواروں کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں اچانک ہی اچھنبھا اترا اور پھر وہاں حیرتوں کے پہاڑ دکھائی دینے لگے۔

فرش پر گرا اس کا وجود وہیں ساکت ہو چکا تھا۔وہ بس چہرہ اوپر اٹھائے بنا پلک جھپکے شیشے کی اُن دیواروں کو دیکھ رہا تھا جہاں اینٹوں کی طرح کے شیشے کے باکس تھے۔یوں لگتا تھا کہ وہ شیشے

کی اینٹوں سے تعمیر کی گئی دیواریں ہیں۔ مگر اس سے بھی زیادہ عجیب ایک چیز تھی۔ اُن شیشے کے باکسز کے اندر کچھ تھا۔ کچھ ایسا جو احمد کے چہرے پر کرب کے نشانات چھوڑ گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اطراف میں موجود ہر چیز اُن کے گناہوں کا ثبوت تھی۔ ان کے کرتوتوں کا پردہ فاش کر رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں اترے زخموں کی جگہ ایک فاتحانہ چمک نے لے لی۔ جیسے وہ جیت گیا ہو۔ جیسے اسے وہ مل گیا ہو جس کی اسے تمنا تھی۔

وہ تیزی سے ان دیواروں کی طرف لپکا۔ جلتے بجھتے فانوس میں اسے ارد گرد کی چیزیں تو دکھائی دے رہیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

ابھی وہ ایک دیوار کے نزدیک جا کر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے شیشے کے ان باکسز کا بغور جائزہ لیا۔ ان میں انسانی آرگنز رکھے گئے تھے۔ انسانی آرگنز کی خرید و فروخت۔ الیگل دھندہ۔۔۔ تو یہ تھا اُن کا مرکز، یہ تھا حکیم شاہ کا اڈہ۔ آخر وہ وہاں پہنچ ہی گیا۔ اچانک ہی اُسے احساس ہوا کوئی بو اُس کے نتھنوں سے ٹکرائی ہے۔ وہ خون کی بو تھی۔ جو نہی وہ اس کونے کے نزدیک پہنچا اس کا

سانس لینا مشکل ہو گیا تھا۔ وہاں خون تھا، لاشیں تھیں۔ جن کی جلد کو نوچ لیا گیا تھا، صرف ڈھانچے ہی بچے تھے۔ کوئی اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا ہے؟

زیر زمین دھندوں میں بادشاہت کا منصب سنبھالے حکیم شاہ کے پاؤں کتنے پھیل چکے تھے اس کا اندازہ کوئی عام آدمی نہیں لگا سکتا تھا۔ احمد نے وقت ضائع کیے بغیر وہاں سے باہر نکلنے کی ٹھانی۔ اگلے ہی پل اس نے آنکھیں بند کر کے ہر وہ راستہ اپنے دماغ میں دہرایا جہاں سے وہ گزر کر آیا تھا۔

اسے سب یاد تھا۔ وہ سیڑھیاں، وہاں جلتی لائٹس اور ہر ایک دیوار اسے حفظ تھی۔ وہ جگہ جہاں سے وہ نیچے تاریک راہداری میں گرا تھا اور وہ دروازہ جہاں سے دوسری راہداری کھل گئی تھی۔ پھر وہ تنگ کمرہ اور اس کمرے کے نیچے ایک اور کمرہ اور اس کے نیچے ایک اور کمرہ۔۔۔ پھر دیوار سے دائیں جانب والا کمرہ اسے سب کچھ حفظ تھا۔ اور اسے معلوم تھا وہ کہاں کھڑا ہے۔

،اسے معلوم تھا یہی وہ بل ہے جس میں حکیم شاہ دبکا بیٹھا ہے۔ وہ سر ذرا سا جھکائے کھڑا تھا آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ پھر اس کے چہرے پر تبسم ظاہر ہوا اور وہ لبوں پر مسکان سجائے سیدھا

کھڑا ہو گیا۔ زیرک نگاھیں اس جگہ کا مکمل طور پر جائزہ لے چکی تھیں اس نے ہر کونے کو ایک نظر دیکھا تھا اور اب اسے کچھ بھی کر کے اس جگہ سے باہر نکلنا تھا۔ ایک راستہ وہ تھا جہاں سے وہ آیا تھا اب ایک راستہ ایسا بھی ہو گا جہاں سے وہ اس پاتال سے باہر نکل سکے۔ شاید اسے اس بھول بھلیاں کے دوسرے سرے تک پہنچنا ہو گا۔ یہی سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھنے لگا۔ ایسا راستہ کے۔ (exit) جس کے آگے کچھ بھی نہ ہو سوائے ایگزٹ

★★★★★★

وہ فرنٹ سیٹ پر اسکے ساتھ بیٹھی چاقو اب تک اسکی گردن پر رکھے ہوئے تھی۔ وہ گاڑی پورچ سے باہر سڑک پر لے آیا تھا۔ مگر سانسیں کہیں اٹک چکی تھیں۔

''ایسے تو میں گاڑی نہیں چلا سکوں گا۔''

اس نے گاڑی وہیں روک دی۔ سفیرہ نے خود اپنا سانس بھی روک رکھا تھا۔

''تم ایسے ہی گاڑی چلاؤ گے، مجھے تم پر ذرا بھی بھروسا نہیں۔''

وہ اسے ایک انچ بھی ہلنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تم سمجھ نہیں رہی کیا؟ میں ایسے اپنی جان گروی رکھوا کر گاڑی نہیں چلا سکتا۔" وہ چیخا ہی تو تھا۔ سفیرہ ایک پل کے لئے کانپ گئی۔

"چلاؤ مت معیز ارسل۔ ورنہ تم تو جان سے جاؤ گے ہی اور یقیناً میں تمہارے موبائل سے اُن کی لوکیشن بھی ڈھونڈ لوں گی"۔

اس کی دھمکی تو بہت مضبوط تھی۔ معیز کئی پل خاموشی سے گردن اکڑائے سامنے سڑک کو دیکھتا رہا۔ اور دفعتاً ہی اس نے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر سفیرہ کا ہاتھ سختی سے پکڑ لیا۔ وہ اس اچانک حرکت پر خود کو سنبھال نہیں پائی اور چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی پل معیز نے وہ چاقو اٹھایا اور سفیرہ کی گردن دبوچ لی۔ اس کا سر سیٹ سے ٹکا تھا اور معیز آنکھوں میں سختی لئے اس کا گلہ گھونٹنے جا رہا تھا۔

"اب لو جان ___ کیا ہوا؟ اتنی اوقات ہے تمہاری کہ تم مجھے مارو۔۔۔ ہاں؟"

سفیرہ کی آنکھوں سے پانی آ رہا تھا۔

"واپس چلو میرے ساتھ اور چپ چاپ نکاح کے لئے ہاں کرو۔"

اس کا گلا دبوچے آخر میں اس نے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔ سفیرہ کو کھانسی آنے لگی تھی۔ وہ تیز تیز سانسیں لینے لگی۔ معیز گاڑی واپس گھمانے والا تھا۔ سفیرہ ایک بار پھر اس پر جھپٹ پڑی تھی۔

تم واپس نہیں جا سکتے، اور تمہیں اب بھی نکاح کی پڑی ہے؟ تم آخر مجھ سے نکاح کیوں" کرنا چاھتے ہو؟ کیا بابا نے تمہیں بہت سارے پیسے آفر کئے ھیں یا اپنی جائیداد تمہارے نام کر دیں گے، بولو کیوں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو جس نے تمہاری گردن پر چاقو رکھا ہے؟"

وہ نم آنکھوں اور رندھے ہوئے گلے سے بمشکل ہی چیخ پارہی تھی۔ معیز نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا پھر ایک دم ہی اس کے تاثرات ناگوار پڑ گئے۔

میں نے ڈیل نہیں کی، تمہارے باپ نے مجھ سے ڈیل کی ہے دیکھ نہیں رہی کتنا نقصان" ہو چکا ہے اس کے بزنس کا، اب وہ اس نقصان کی بھرپائی تمہیں میرے حوالے کر کے پوری کرنا چاھتا ہے، وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے بزنس میں پارٹنر کے طور پر شامل کرنا چاھتا ہے، اور وہ

مجھے پیسے آفر کرتے ہوئے مر نہ جائے؟ تم اب تک اپنے باپ کی لالچی خصلت کو پہچان نہیں پائی نا؟"

معیز کے چہرے پر اس کے لئے افسوس ظاہر ہوا۔ سفیرہ کی آنکھوں سے چند آنسو نکل کر گالوں پر بہہ گئے۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیوں قبول کی ان کی یہ آفر؟"

سفیرہ کے لئے بولنا دوبھر تھا۔ معیز سر سیٹ سے ٹکا کر قہقہہ لگانے لگا۔ سفیرہ اس کا اثر لئے بغیر خود کو نارمل کرنے لگی۔

بہت معصوم ہو تم سفیرہ، مجھے سمجھ نہیں آتی تمہارا باپ تمہیں مجھ بے رحم کے حوالے "کیوں کر رہا ہے۔

ایک کمینی مسکراہٹ اس کے چہرے پر اب بھی قائم تھی۔

"تمہارا اس شادی میں کیا مفاد ہے؟"

اس کی نگاھیں سپاٹ تھیں۔

تمہیں یہ تو علم ہی ہو گا کہ حسن علی خان یعنی تمہارے بابا جان کسی ایجنسی سے منسلک ہو" کر غیر قانونی دھندوں سے پیسے کماتے ھیں۔ حرام کے لقمے کھلا کر بڑا کیا ہے اس نے تمہیں۔ مگر جس شخص کے ساتھ وہ کام کر رہا تھا اب اس شخص کو تمہارے باپ پر بھروسا نہیں رہا اس لئے وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی مدد کروں، اگر میں اس کے ساتھ جڑ گیا تو حکیم شاہ کا اعتماد اس پر دوبارہ بحال ہو جائے گا، اس میں میرے لئے بھی فائدہ ہے اور اُس کے لئے بھی، میں نے تو بس اپنا حصہ مانگا ہے اور ساتھ میں اس کی ایک عدد بیٹی۔" ساری بات کے آخر میں وہ ایک بار پھر مسکرایا۔ سفیرہ کو لگا اس کے سامنے کوئی درندہ بیٹھا ہے' اسے ہر اس شخص سے نفرت ہونے لگی جن کا وہ ذکر کر رہا تھا۔ سب کے اپنے مفاد تھے، اور سب اپنے ہی مفاد کے لئے کام کر رہے تھے۔ وہ کیا تھی؟ وہ کون تھی؟ کیا کسی کی زندگی میں اس کا کوئی مقام تھا؟ وہ تو جیسے ایک کھلونا تھی جس کے ساتھ سب کھیل رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

سمجھ آگئی نہ تمہیں؟اب شرافت سے قبول ہے کہہ دینا۔" وہ گاڑی واپس موڑنے لگا" مگر سفیرہ نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ روک دیے تھے۔اس بار معیز نے وہ چاقو اٹھا کر اس کی گردن پر رکھا۔

اب اگر تم ذرا سا بھی ہلی تو انجام کی ذمہ دار خود ہو گی۔" وہ غصے میں آچکا تھا مگر سفیرہ کو" اب پرواہ کہاں تھی۔وہ رو رہی تھی۔

معیز مجھے بتاؤ کہ تم لوگ احمد کو مارنا کیوں چاہتے ہو؟ بتاؤ مجھے؟ کیا صرف اس لئے کہ "
"اس نے مجھ سے محب۔۔۔

بکواس بند کرو اور اس شخص کا نام بھی مت لینا میرے سامنے۔" معیز نے اس کی بات" کاٹ دی اور چاقو واپس ڈیش بورڈ پر رکھا۔

کیوں نام نہ لوں؟ جس دن میری شادی تم سے ہوئی اس دن یا تو میں خود مر جاؤں گی یا" تمہیں مار دوں گی،اب بتاؤ مجھے،آخر اس کا کیا جرم ہے جو تم سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔"

معیز نے اگلے ہی پل اُس کا چہرہ ہاتھوں میں دبوچ لیا۔

"کیوں کہ وہ تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ وہ تمہارے باپ کو تباہ و برباد کر چکا ہے، جانتی ہو حسن علی کی کمپنی کے زوال کا ذمہ دار کون ہے؟ احمد جبریل، وہ تمہارے باپ کو سڑک پر لانا چاھتا ہے اُسی کی وجہ سے تمہارے باپ کے حکیم شاہ کے ساتھ تعلقات بگڑ چکے ہیں۔ وہ تمہارے گھر میں گھس کر تمہارے باپ کے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے لے گیا اب اتنا حق تو بنتا ہے کہ اُس کی جان لے لیں ہم۔"

ہر لفظ پر زور ڈالتے ہوئے اُس نے بات مکمل کی اور اسے واپس سیٹ کی طرف دھکیل دیا۔

سفیرہ کے ذہن میں وہ دن آیا جب کوئی شخص اسٹڈی میں وہ کاغذات لینے آیا تھا۔ معیز کی باتیں اُس کا تنفس بگاڑ رہی تھیں۔ مگر وہ تیزی سے دوبارہ اس کی طرف لپکی۔

"معیز میں تم سے شادی نہیں کروں گی یہ بات تم جانتے ہو۔ تم چاہے گن پوائنٹ پر بھی یہ کام کر لو مجھے مرنا منظور ہو گا۔ پلیز مجھے ابھی اسی وقت اس جگہ پہنچنا ہے جہاں بابا گئے ہیں۔ چلو معیز مجھے وہاں لے کر چلو، ورنہ تمہیں علم بھی نہیں ہو گا اور میں اپنی جان دے دوں گی۔"

ڈیش بورڈ پر پڑا چاقو اٹھا کر اس نے اپنی نبض پر رکھ لیا تھا۔اب یہی ایک راستہ تھا اسے وہاں تک لے جانے کا۔

تم واقعی ایک بدتمیز اور ضدی لڑکی ہو"۔"

★★★★★★

اُن دونوں نے آگے پیچھے حویلی میں قدم رکھے تھے۔انا تیزی سے چلتی ہوئی برآمدے میں چلی گئی۔بادل مزید سیاہ اور گہرے ہونے لگے تھے۔الماان اس کے پیچھے آہستگی سے چلتا موبائل اسکرین میں گھسا تھا۔انا نے پلٹ کر اسے دیکھا تو وہ پرسوچ نگاہوں سے اسکرین دیکھ رہا تھا۔

"بھائی ابھی تک آئے نہیں گھر،اب تو کھانا بھی تیار ہے۔"

انا نے اوپر آسمان کو دیکھتے ہوئے تشویش سے کہا تو الماان بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

موبائل بند کر کے جیب میں رکھتے ہوئے اُس نے کچھ سوچا۔

"ھاں مجھے لگتا ہے موسم کی خرابی کی وجہ سے وہ آج گھر نہیں آئیں گے۔"

انا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا کہہ رہے ہو المان؟ بھائی کبھی بھی رات گھر سے باہر نہیں گزارتے۔"

اُس نے جیسے یاد دلایا۔

لیکن آج شاید وہ حسیب کے گھر ہی رہیں، موسم بھی تو ٹھیک نہیں لگ رہا۔ چلو تم اندر "

چلو۔"

وہ ٹالتے ہوئے اُس کے قریب سے گزر کر اندر چلا گیا۔ انا بغیر کچھ اخذ کئے اس کے پیچھے

گئی۔

دستر خوان پر کھانا لگ چکا تھا۔ اسد بھی کام سے واپس آکر اب فریش ہو کر وہیں بیٹھا تھا۔

اس کے ساتھ اجالا بھابھی کھڑی تھیں۔ وہ دونوں بھی آ گئے تو فاطمہ خاتون نے بھی اُن کے پیچھے

کمرے میں قدم رکھا۔

سب اپنی جگہ بیٹھ گئے تھے کہ اتنے میں فاطمہ خاتون کے منہ سے کراہ نکلی اور پھر وہ چکر

کھا کر نیچے گریں۔

"امی۔۔۔امی کیا ہوا ہے آپ کو سنبھالیں خود کو۔"

سب بیک وقت اُن کی طرف لپکے تھے۔ان کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔وہ دل پر ہاتھ رکھے کچھ بڑبڑانے لگیں۔

"احمد۔۔۔احمد کہاں ہے اسد؟"

اُن کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔انا نے انہیں فوراً پانی پلایا۔الماں کی دھڑکن کی اسپیڈ ایک دم ہی بڑھ گئی تھی۔

"احمد حسیب کے گھر ہے آپ کو بتایا تو تھا۔کیا آپ ٹھیک ہیں امی؟"

اسد انہیں سیدھا کرتے ہوئے فکرمندی سے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں، میں ٹھیک ہوں۔تم احمد کو بولو ابھی اسی وقت گھر آجائے، مجھے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا ہے۔"

وہ اب خود کو نارمل کر چکی تھیں۔انا کی سمجھ میں نہیں آیا یہ سب اچانک کیا ہوا ہے؟اُس نے پلٹ کر الماان کو دیکھا۔وہ اس کے تاثرات کو پڑھ نہیں پائی مگر وہ کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"جی میں کہتا ہوں انہیں۔بلکہ میں خود احمد بھائی کو لے کر آتا ہوں آپ فکر نہیں کریں۔" الماان نے فوراً کہا اور انہیں تسلی دینے لگا۔

ھاں چلو اسے لے کر آتے ہیں۔"اسد اس کے ساتھ چلنے کے لئے کھڑا ہوا۔"

نہیں بھائی آپ انہیں سنبھالیں میں بس انہیں لے کر آتا ہوں۔"کہہ کر وہ جلدی سے" باہر نکل آیا۔برآمدے میں پہنچ کر اس نے اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔پھر موبائل واپس نکالا۔اتنے میں انا اس کے پہلو میں آکھڑی ہوئی تو وہ انہی فکر یہ تاثرات کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔

"کیا کچھ ہوا ہے الماان؟مجھے تمہارے تاثرات بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

الماان تو سمجھ نہیں پایا اُس کے سوال کا کیا جواب دے۔

نہیں کچھ بھی تو نہیں ہوا۔بس تائی کی طبیعت کے لئے تھوڑا پریشان تھا، تم فکر مت کرو"

"میں بھائی کو لینے جا رہا ہوں۔

وہ ذرا سا مسکرایا۔جانے کیوں انا مطمئن نہیں ہو سکی۔

"تم انہیں واپس لے آنا۔۔۔ضرور۔"

دھیرے سے کہہ کر وہ واپس اندر چلی گئی۔

الماں ایک گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اُس نے سر اسٹیرنگ وہیل پر جھکا لیا۔

"بھائی کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

اُس کے لب جیسے پھڑ پھڑائے۔

"میرا دل کہتا ہے کہ آپ ٹھیک نہیں ہیں۔"

اُس کی پلکیں لرزیں۔

"ہمت رکھیے گا۔۔۔میں آرہا ہوں۔"

اس کا حلق خشک ہو گیا۔

"آپ نے کہا تھا آپ ہاریں گے نہیں، تو پلیز ہاریے گا مت۔"

اُس نے ایک اور سرگوشی کی۔ پھر گاڑی گھما کر سڑک پر لے آیا اور تیزی سے آگے بڑھانے لگا۔

موبائل سامنے ڈیش بورڈ پر پڑا تھا۔ وہ لمحے بعد اسکرین کو دیکھتا۔ گاڑی چلاتے ہوئے بار بار اُس کے ذہن پر وہی احمد کے وہاں جانے سے پہلے کا منظر لہرا رہا تھا۔

جب اُس نے الماان سے ملاقات کی تھی۔

میں آپ کو وہاں ایسے جانے نہیں دے سکتا۔ میں جانتا ہوں آپ کے پاس ہمیشہ کوئی" تدبیر ہوتی ہے لیکن اس بار میں آپ کو موت کے کنویں میں بے دھڑک کودنے نہیں دے سکتا بھائی۔"

جب اس نے اپنے اُس جگہ جانے کی بات کی تھی جہاں حکیم شاہ اُسے بلا رہا تھا تو الماں کسی صورت بھی اُس سے اتفاق نہیں کرنے والا تھا۔

احمد نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"جب تم جانتے ہو کہ میرے پاس ہمیشہ کوئی تدبیر ہوتی ہے تو پھر اب شک کیوں کر رہے ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ آج میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہو گی؟"

اس کی آنکھیں چیلنج کرنے والی تھیں۔

"تو مجھے بتائیے نا۔۔۔ کیا تدبیر ہے آپ کے پاس؟"

الماں بے تابی سے اُس کی جانب مزید جھکتے ہوئے بولا۔

"تو پھر سنو، میں وہاں سفیرہ کے لئے جا رہا ہوں، یہ ایک تاثر ہے جو ہم نے اُنہیں دینا ہے۔ میں انہیں یہ دکھاؤں گا کہ جو وہ کہہ رہے ہیں میں وہی کر رہا ہوں۔ مگر در حقیقت وہ صرف وہی دیکھ رہے ہوں گے جو میں انہیں دکھانا چاہتا ہوں۔ سمجھ رہے ہو نا؟"

الماں نے فٹ سے گردن ہاں کی صورت ہلائی۔

تو ہمارا اصل مقصد اُن کی اُس کمزوری کی تلاش ہے جو وہ کہیں بہت دور چھپائے ہوئے ”

“ہیں۔یہ دیکھ رہے ہو؟ یہ ایک ٹریکر ہے۔

اُس نے ہاتھ میں موجود ایک چھوٹا ساٹریکر اُسے دکھایا۔

میں اسے اپنے ساتھ رکھنے والا ہوں۔ تمہیں اس سے میری لوکیشن کا اندازہ ہوتا رہے ”

گا۔جب بھی میں یہاں سے نکلوں تو تم باخبر رہو گے۔جب میں کسی مشکل میں پڑا تو تمہیں اندازہ

“ہو جائے گا۔اور تم اسی وقت سلطان چچا کو لے کر آؤ گے۔بس دیر مت کرنا الماں۔

وہ نگاہیں الماں کی آنکھوں میں جمائے بول رہا تھا۔الماں دھیرے سے مسکرایا۔

“پہلے کبھی دیر کی ہے کیا؟”

پھر ایک سوچ کے تحت بولا۔

“لیکن بھائی مجھے کیسے اندازہ ہو گا کہ آپ مشکل میں ہیں؟”

میں وہاں جاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ جلدی سے اپنا کام کروں، اگر بہت زیادہ"
"وقت تک میری لوکیشن نہ بدلی تو سمجھ لینا کہ میں کسی مصیبت میں ہوں۔

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔المان کی آنکھوں میں تفکر ابھرا۔

"لیکن بھائی آپ۔۔۔"

فکر مت کرو المان، جب تک میں ان سب کو انجام تک نہ پہنچا لوں مجھے کچھ نہیں"
"ہوگا۔

المان نے سمجھ کر سر ہلایا۔

اور اُن کا کیا ہوگا؟" وہ سفیرہ کا نام اس کے سامنے احتراماً نہیں لیا کرتا تھا۔"

"وہ اگر یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تو اسے اختیار ہے کہ انکار کردے۔"

وہ دیکھ رہا تھا احمد کی آنکھوں سے ضبط جھلکا ہے۔ پھر اُس نے مزید کوئی بات نہیں کی تو احمد
نے جانے سے پہلے ایک آخری بار المان کو گلے سے لگایا۔

میرے پیچھے میرے اپنوں کا بھی خیال رکھنا۔اور یاد رکھنا یہ لڑائی میں ہارنے والا نہیں ہوں۔"

آخر میں وہ مسکرایا اور پھر دوسری جانب پلٹ گیا۔

المان سوچوں سے باہر نکل آیا تھا۔اسٹیرنگ پر اس کی گرفت مضبوط ہوگئی۔گاڑی ہنوز سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

ڈیش بورڈ پر پڑے موبائل پر دو گھنٹے سے وہی لوکیشن آرہی تھی۔

★★★★★★

وہ راستوں کو ذہن میں دہراتے اور محفوظ کرتے ہوئے بلا آخر ایگزٹ (exit) تک پہنچ گیا تھا۔ایک تنگ لمبی راہداری کے سرے پر اسے وہ دروازہ نظر آگیا تھا جس پر لکھا "Exit" بہت واضح تھا۔

تکلیف کی کئی لہریں اس کے رگ وپے میں سرایت کر چکیں تھیں۔ وہ کتنے وقت سے چلتا، گرتا پڑتا وہاں پہنچا تھا، اور اب منزل شاید زیادہ دور نہیں تھی۔ منزل تو سامنے ہی تھی، چند ہاتھ کے فاصلے پر۔

اُس نے اذیت کے زیرِ اثر آگے بڑھ کر اُس دروازے کو مخالف سمت میں دھکیلا۔

وہ دروازہ نہیں ہلا۔ احمد نے پر زور انداز میں ایک بار پھر دھکیلا مگر تکلیف مزید گہری ہو گئی تھی اور وہ دروازہ اپنی جگہ پر جامد تھا۔ احمد نے غور کیا تو علم ہوا کہ وہ دروازہ نہیں تھا، وہ تو ایک دیوار تھی جس پر وہ لفظ ''ایگزٹ'' چسپاں تھا۔

آہ۔۔۔'' احمد کا دل چاہا ہر چیز تباہ کر دے۔ غصے کی ایک شدید لہر اس کے اندر دوڑی'' تھی۔

تو یہ بھی ایک جال تھا، حربہ تھا، سراب تھا۔

''سب کچھ سراب ہی تو ہوتا ہے، سب کچھ سراب کیوں ہوتا ہے؟''

وہ وہیں اُس دیوار سے ٹیک لگا کر نیچے فرش پر بیٹھ گیا تھا۔ کیا وہ تھک گیا تھا؟ ہاں وہ تھک گیا تھا۔ درد کی شدت نے اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خون کی دھاریں ایک بار پھر باہر آنے لگیں تھیں۔

وقت کی ٹک ٹک مسلسل جاری تھی۔ وہ لمحوں کا وزن اپنے وجود پر پڑتے ہوئے محسوس کر سکتا تھا۔ اعصاب تن سے گئے تھے۔ اُس نے ہر شے ایک بار پھر یاد کی۔ ہر چیز تو اسے حفظ تھی۔ پھر وہ کہاں غلطی کر رہا تھا؟

وہ باہر نکلنے کا راستہ کیسے نہیں جانتا تھا؟

"مجھے علم ہونا چاہئے، بلکہ مجھے علم ہے۔۔۔ لیکن وہ کیا ہے جسے میں نظر انداز کر رہا ہوں؟" وہ سوچ رہا تھا اور اس بار اس کی سوچ بھی کمزور پڑنے لگی تھی۔ خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا۔ اُس کا چہرہ زرد اور ہونٹ سرمئی پڑنے لگے تھے۔

راہداری کے دوسرے سرے سے آتی ہلکی ہلکی روشنی پر اُس کی نظر پڑی تھی۔ اور پھر جیسے وہ حرکت کرنا بھول گیا۔

ہاں اسے کچھ یاد آیا تھا۔اور یاد آتے ہیں اُسے سب کچھ سمجھ آگیا تھا۔

جب وہ اس بھول بھلیاں کے اندر داخل ہوا تھا، سیڑھیوں سے نیچے اترا تھا، تو کئی بتیاں اُس کے سامنے جل اٹھی تھیں۔اُن کی روشنی میں اُس نے جہاں ہر طرف دیکھا تھا وہیں وہ جگہ بھی دیکھی تھی جہاں وہ کھڑا تھا۔یعنی اپنے قدموں کے نیچے اُس جگہ جہاں سے وہ نیچے راہداری میں گرا تھا۔

اُس جگہ کے اوپر کچھ لکھا تھا۔

وہی ''ایل بی'' جو اس لیبر ینتھ کا خاصا تھا، اس کا کوڈ ورڈ، اس کا دروازہ، اس کی کی (چابی)۔

اور وہی کی (چابی) اُس نے اسی بھول بھلیاں میں ایک اور جگہ دیکھی تھی۔ سبھی گتھیاں ایک ساتھ سلجھ رہیں تھیں۔

احمد نے ایک گہرا سانس لیا۔اسے یقین نہیں آیا کہ اُس نے سمجھنے میں اتنی دیر کر دی ہے۔ کیا حکیم شاہ کا اُسے ''بیوقوف'' کہنا درست تھا؟

وہ بے اختیار ہنسا پھر سر جھٹکا۔

"احمد۔۔۔احمد۔۔۔احمد۔۔۔ چلو۔۔۔اٹھ جاؤ۔"

اس نے ہولے ہولے بڑبڑاتے ہوئے خود کو حوصلہ دیا۔ پھر اپنے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالتے ہوئے اٹھنے لگا۔

"لیبرینتھ کا ایک ہی مسلسل راستہ ہوتا ہے جو مرکز کی طرف جاتا ہے۔اور جب تک آپ آگے بڑھتے رہیں گے، آپ بلآخر وہاں پہنچ جائیں گے۔"

اُس کی اپنی آواز اس کی سماعت سے آن ٹکرائی۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ اِس کے مرکز ہی میں وہ ہو جس کی مجھے تلاش ہے؟ یعنی وہ دروازہ۔"

اُسے اب واپس اُس مرکز کی طرف جانا تھا جہاں سے وہ یہاں اِس "ایگزٹ" تک آیا تھا۔

"کس نے کہا تھا کہ لیبرینتھ (Labyrinth)، میز (Maze) کی نسبت آسان ہوتا ہے؟" وہ اب اپنی ہی بات کی نفی کرنے کے قریب تھا۔

وہ واپس اُن راستوں کی طرف بڑھ رہا تھا جنہیں اُس نے کچھ دیر پہلے مخالف سمت میں پار کیا تھا۔

آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھانا دوبھر ہوتا جا رہا تھا۔ وقت کی سوئی نے اس کے لئے رکنا پسند نہیں کیا۔ وقت اُس کے لئے کبھی رکا تھا کیا؟

آج بھی اُسے ہی قدم آگے بڑھانے تھے۔ زخم کے گہرے ہو جانے کے باوجود بھی اُسے چلتے رہنا تھا، جب تک وہ مرکز تک پہنچ نہیں جاتا۔

★★★★★★★

"تم وہاں پہنچ بھی جاؤ گی تو کچھ بھی تمہارے اختیار میں نہیں ہو گا۔ اُسے تمہاری آنکھوں کے سامنے مار دیا جائے گا۔ پھر کیوں جانا چاہتی ہو وہاں؟"

سفیرہ کی دھمکی کام کر گئی تھی یا معیز خود ہی اُس کا شوق پورا کرنے کو تیار ہو گیا تھا وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ اب اُسے اُس جگہ لے کر جا رہا تھا جہاں اِس وقت اُس کا باپ موجود تھا، اور شاید احمد بھی۔

یہ تمہیں لگتا ہے کہ میرے اختیار میں کچھ نہیں۔" وہ بولی تو معیز کی استہزائیہ ہنسی کی" آواز اُس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"یا تو وہ تمہارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اوپر پہنچ چکا ہو گا یا۔۔۔"

گاڑی تیز چلاؤ معیز ارسل۔۔۔" سفیرہ نے ایک دم بے چینی اور سختی سے اس کی بات" کاٹی۔ معیز کے ہنسنے کی آواز ایک بار پھر سماعت کو چھونے لگی تھی۔ وہ ضبط کرنے لگی۔

★★★★★

انا کھلے آسمان تلے آ کھڑی ہوئی۔ اُسے احساس ہوا بارش کا کوئی قطرہ جلد ہی بنجر زمین پر پڑ کر اُسے تازگی عطا کرنے والا ہے۔

کاش ایسے ہی کوئی قطرہ میرے دل کی زمین پر بھی پڑے اور اسے شفاف اور تر و تازہ کر" دے۔"

وہ نادانستہ طور پر سوچ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میرے سب "اپنے" بخارات کی مانند زمین سے اوپر آسمانوں کی طرف اٹھتے چلے گئے، پھر اللہ نے مجھے اُن کے بدلے کچھ اور "اپنے" بارش کی صورت لوٹا دیے۔ میں نے اس بارش کی تازگی کو روح تک اترتے ہوئے محسوس کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ تازگی ہمیشہ ایسی ہی رہے، میں پھر سے کسی اپنے کو بخارات کی طرح۔۔۔۔۔"

وہ آگے سوچ نہیں سکی۔ اُس کے دل کو زبردست دھچکا لگا۔ یکایک اُس کی آنکھ سے ایک نرم گرم سا آنسو گال پر پھسلا۔ اسی پل بارش کا ایک قطرہ بھی اُس کے سامنے فرش پر گرا تھا۔ سیاہ گھٹائیں ہر جا سے اکٹھی ہو آئیں تھیں۔ قطرے زیادہ ہوتے گئے، آواز بڑھتی چلی گئی۔

انا نے دعا کے لئے ہاتھ فضا میں بلند کر لئے۔

www.novelsclubb.com

"یارب! یہ ہر بوند مجھے تیری شان اور بڑائی ہی بیان کرتی سنائی دے رہی ہے۔ یہ ٹپ ٹپ گرتے قطروں کی آواز مجھے احساس دلاتی ہے کہ ہر چیز پر تیری قدرت کا قبضہ ہے۔ مجھ پر میرے اپنوں کی بارش کی تازگی کبھی کم نہ کرنا، مجھ پر اس ٹھنڈک کا احساس ہمیشہ قائم رکھنا، کبھی معدوم نہ پڑنے دینا۔"

اس نے اپنی آنکھوں سے گرتی بوندوں کو بارش کی بوندوں میں جذب ہو جانے دیا۔

اندر فاطمہ خاتون بے چینی میں چکر کاٹ رہی تھیں۔انا نے آنکھیں موند لیں۔تیز ہوا کے جھونکے اسے چھو کر گزرتے تو بارش کے تھپیڑے چہرے پر آ لگتے۔

★★★★★

وہ نیم بے ہوش حالت میں اُس بڑے سے ہال میں آ گرا تھا۔چہرے پر لگی چوٹوں کے نشانات واضح تھے۔اور پیٹ میں لگے چاقو کے گہرے ہوتے زخم سے نکلتے خون نے اُس کی اوپری جیکٹ کو بھی کچھ حد تک بھگو دیا تھا۔

وہ یونہی گرا پڑا آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔اُس زرد روشنی کی جانب جو اُس نے ایک نکڑ میں دیکھی تھی۔اور وہاں جہاں اُس نے نسبتاً اسی سائز کا وہ ڈبہ دیکھا تھا جس کے اوپر "ایل بی" درج تھا۔

وہ آہستہ آہستہ گھٹنوں کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔خود کو ہوش میں رکھنے کے لئے وہ آنکھیں پوری طرح سے کھولے ہوئے تھا۔ بمشکل رینگتے ہوئے وہ اُس جگہ پہنچ گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُس ڈبے نما فرش کو چھوا۔ سنہری حروف میں لکھا "ایل بی" دھندلا پڑ رہا تھا۔ اس سے پہلے کے آنکھوں کے آگے دھند پوری طرح سے چھا جاتی وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اُسے بس اپنے دونوں پیروں پر اُن دو حروف کے اوپر کھڑا ہونا تھا۔

اُس کے پاؤں لڑکھڑائے، وہ ہوش کھو کر گرنے لگا تھا۔ اور تبھی ایک کلک کی آواز سے وہ ڈبہ کھلا، احمد دھڑام سے نیچے گرا تھا۔ مگر اُسی جگہ جہاں سے وہ اُس بھول بھلیاں میں پہنچا تھا۔ وہ بری طرح سے تکلیف میں گھرا فرش پر آڑا ترچھا ہوا کسمسا رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ یونہی فرش پر گرا، گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔ ابھی اُس کے کچھ حواس باقی تھے۔ اُس نے کہا تھا وہ نہیں ہارے گا اور وہ ابھی ہارا نہیں تھا۔

دفعتاً اس کے کانوں میں کسی کے قدموں کی چاپ پڑی۔ وہ نیم غنودگی سے دھیرے دھیرے ہوش میں واپس لوٹنے لگا۔ قدموں کی غیر شناسا چاپ اب اُس کے قریب آرہی تھی۔ احمد اسی حالت میں لیٹا رہا۔

پھر کوئی اُس کے قریب ہی آ کر رک گیا تھا۔احمد نے اُسے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ جانتا تھا یہ آخری چال نہیں ہے، کھیل تو ابھی جاری تھا۔

"تم تو پہلے سے قابلِ رحم لگ رہے ہو،اب میں نے مزید کچھ کیا تو وہ زیادتی ہو گی۔"

وہ اِس آواز کو پہچانتا تھا۔ حسن علی خان کی آواز تھی یہ۔اُس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی وہ کرسی پر جھولتا دکھائی دیا۔

احمد کے اندر جوش وولولہ نہیں جاگا۔ سارا غصہ جیسے خون کی صورت نچڑ چکا تھا۔وہ نیم باز آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہا جو ہمیشہ کی طرح متکبر نظر آ رہا تھا۔ہاں مگر اُس کے چہرے پر وہ پہلے والا اطمینان نہیں تھا۔احمد کو یہی جان کر خوشی محسوس ہوئی تھی۔

"ویسے داد دینی پڑے گی تمہیں،اس اتنے بڑے جال سے نکل ہی آئے تم۔۔۔اور مجھے یقین بھی تھا کہ تم ضرور نکل آؤ گے اس لئے کوئی حیرانی نہیں ہے مجھے۔

وہ اب بھی بول رہا تھا۔احمد اوندھا لیٹا چہرہ اُس کی طرف موڑے نیم کھلی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے سن رہا تھا۔

"مگر اب تو ایک غلطی ہو گئی ہے تم سے۔۔۔اور وہ یہ کہ تم سب کچھ جان گئے ہو، ہمارا سب سے بڑا راز بھی۔تو اب موت ہی تمہیں یہاں سے لے جا سکتی ہے۔"

وہ اس کی طرف آگے کو جھک کر ابرو اٹھا کر بولا۔احمد کے وجود میں حرکت نہیں آئی۔اُس کی آنکھوں میں ذرا سی جنبش بھی پیدا نہ ہوئی۔

"تم قابل رحم ہو مگر میں تم پر رحم نہیں کھانے والا۔۔۔جانتے ہو احمد جبریل تم نے مجھ سے کیا کیا کچھ چھین لیا ہے؟ میرا پیسہ، میری ساری عمر کی کمائی عزت، شہرت سب کچھ چھین لیا تم نے مجھ سے۔اتنا کچھ چھیننے کا حق میں کبھی کسی کو نہیں دیا کرتا۔"

اُس کی آنکھوں میں چبھن کا احساس تھا۔احمد کی آنکھوں میں پہلی بار جنبش ہوئی۔وہ جیسے مسکرا رہی تھیں۔وہاں خوشی کی چمک تھی۔

حسن علی غصے سے لب بھینچ کر آگے بڑھا پھر وہیں رک گیا۔

"تم آج اپنے ہر کیئے کا حساب چکاؤ گے۔وہ سب کچھ جو تم نے کیا آج تمہاری موت کے ساتھ مٹ جائے گا۔" وہ اب بھی غصے میں چلاتا تھا۔احمد کو جیسے ہنسی آئی۔

"تم نے کس حد تک مجھے زچ کیا ہے یہ تم بھی جانتے ہو احمد جبریل۔۔۔تم خود کو فرشتہ سمجھتے ہو مگر درحقیقت ہو تو تم بھی ایک ابلیس ہی۔۔۔جو نفرت کی آگ میں جل کر سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔" وہ اب بھی باتوں سے طیش دلانے کی کوشش کرتا تھا،احمد کو اس بار ہنسی نہیں آئی نہ ہی اسے غصہ آیا۔وہ پل بھر کے لئے کہیں دور سمندر کی گہرائی میں جا ڈوبا تھا۔

"اور پھر وہ دھتکار دیا جاتا ہے،سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔تمہیں بھی آج سزا مل کر رہے گی۔"

احمد ڈوب کر ابھرا تھا۔اس کا وجود جیسے بھیگ چکا تھا۔اسے احساس ہوا خون بہت روانی سے نکل کر فرش پر بہہ رہا تھا۔درد کی شدت نے اُس کے ہونٹ گہرے سرمئی کر دیے تھے۔

اُس نے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے شخص کو ہتھیار نکالتے دیکھا۔وہ چند لمحے ریوالور کو ہاتھ میں گھماتا رہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر اُس نے وہ پستول احمد کے وجود پر تان لیا تھا۔احمد کو احساس نہیں ہوا کہ اُس کی رگیں ابھر آئی ہیں۔وہ اسی حالت میں سکون سے پڑا تھا۔پھر اُس کی نظریں کرسی پر موجود شخص کے عقب میں نظر آتی سیڑھیوں پر پڑیں تھیں۔گھپ اندھیرا ہر جانب چھایا تھا۔کیا کوئی آرہا ہے؟یا کوئی آنے والا ہے؟اس کی امید سوئی نہیں تھی۔

ایک۔۔۔۔دو۔۔۔۔تین۔۔۔۔

اُس نے دل ہی دل میں گنتی شروع کی۔آنکھیں ہنوز سیڑھیوں کی جانب تھیں۔

چار۔۔۔۔۔پانچ۔۔۔۔۔۔چھ

حسن علی خان اُس کی نظروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

سات۔۔۔۔۔آٹھ۔۔۔۔نو۔۔۔۔۔دس۔۔۔۔احمد کی پیشانی صاف تھی۔

گیارہ۔۔۔۔۔بارہ۔۔۔۔۔۔تیرہ۔

حسن علی بلٹ چڑھا چکا تھا۔اب کے اُس کا ہاتھ ٹرگر پر تھا۔

چودہ۔۔۔پندرہ۔۔۔سولہ۔۔۔۔احمد رُک گیا۔سولہ قدم ہی تو اٹھائے تھے اُس نے۔

دروازہ نہیں کھلا۔ادھ کھلی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

حسن علی کاٹر گرا گلے ہی سیکنڈ میں دب جاتا مگر۔۔

اُسی لمحے۔۔۔بالکل اُسی لمحے زینوں کے اوپر موجود دروازہ ایک آواز سے کھلا تھا۔احمد کی آنکھیں بند ہوتے ہوتے رہ گئیں۔ حسن علی کاٹر گردباتا ہاتھ رک گیا۔اُس نے پلٹ کر اپنے پیچھے دیکھا۔کوئی تیز تیز سیڑھیاں اترتا نیچے آرہا تھا۔

جونہی اُس نے آخری سیڑھی سے نیچے قدم رکھا روشنیاں ہر طرف جل اٹھیں۔

وہ معیز ارسل تھا۔اور اُس کے پیچھے سفیرہ علی خان دلہن کے لباس میں کھڑی تھی۔

سفیرہ کی نظر اُس کے اوندھے پڑے وجود پر گئی تو اس کا دل لرز گیا تھا۔

وہ بنا ارد گرد دیکھے لہنگا اوپر اٹھا کر اُس طرف بھاگی تھی۔پائل کی کھنک خالی کمرے میں ہر جانب گونج گئی۔

وہ تیزی سے بھاگتی اُس کے قریب پہنچ کر گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گئی تھی۔

احمد نے آنکھوں کو مشقت دے کر اوپر اُس کا چہرہ دیکھا۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ بے پناہ اذیت سے رو رہی تھی۔

اس سارے وقت میں احمد نے پہلی بار کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے تھے۔

میں نے خود سے وعدہ کیا تھا۔۔۔ تمہارے لئے ساری دنیا سے لڑ لوں گا، مگر تم سے "نہیں لڑوں گا۔ تو بتاؤ۔۔۔۔ تم نے مجھے کتنا یاد کیا؟"

سفیرہ ایک دم ہی ہچکیوں سے رو پڑی تھی۔ اُس کا گلا رندھ گیا تھا۔ وہ کیسے بولتی، اُس لمحے اس سے بولا جا سکتا تھا کیا؟

بہت ہو گیا یہ ڈراما۔۔۔۔ کیوں لائے ہو اسے یہاں، اور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں "تو اس وقت گھر ہونا چاہئے تھا۔" حسن علی کی آواز سارے میں گونجی تو وہ کانپ سی گئی۔

"اس نے نکاح سے انکار کر دیا، اور ضد کر کے مجبوراً مجھے یہاں لائی ہے۔"

معیز نے بتایا تھا۔ سفیرہ کے حلق میں جیسے بہت کچھ اٹک چکا تھا۔ اُس کی آنکھیں تواتر سے برس رہیں تھیں۔

تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے بمشکل اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔"

اب مجھے کچھ نہیں ہوگا۔" تکلیف کسی کرنٹ کی صورت ا"

وجود سے گزری مگر وہ نظرانداز کر کے دھیرے سے بولا تھا۔

اس کی اتنی ہمت کہ اس نے نکاح سے انکار کر دیا۔۔۔" حسن علی نے بہت سختی سے" اسے پیچھے سے دبوچ کر دور دھکیلا تھا۔ وہ معیز کے قریب ہی جا گری تھی۔

بہت اشتیاق تھا اُسے دیکھنے کا۔۔۔ تو چلو آج یہ قصہ میں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی" ختم کرتا ہوں۔"

حسن علی نے پستول ایک بار پھر اٹھایا تھا اور اب کے احمد کے سر پر پہنچ کر اس پر تان لیا تھا۔

ایک چیخ کے ساتھ سفیرہ اُس طرف بھاگنے لگی مگر اس سے پہلے ہی وہ معیز کی گرفت میں آ چکی تھی۔

نہیں۔۔۔ بابا، میں مر جاؤں گی۔" اس نے جانے پل کے ہزارویں حصے میں وہ الفاظ" کیسے ادا کئے تھے جو تین سال قبل ایک روز اُن کے پاؤں میں بیٹھے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

انہوں نے اُس کی تب بھی نہیں سنی تھی وہ اس کی آج کیسے سنتے؟

اچانک ہی گولی چلی تھی۔ اور اُس گولی کی آواز ہر طرف گونج کر موت کا سا سناٹا چھوڑ گئی تھی۔

★★★★★★

اچانک ہی گولی چلی تھی۔ اور اُس گولی کی آواز ہر طرف گونج کر موت کا سا سناٹا چھوڑ گئی تھی۔ سفیرہ نے آنکھیں میچ لیں۔ خون کے چھینٹے اڑ کر احمد جبریل کے وجود پر آ پڑے تھے۔

حسن علی خان کے ہاتھ میں موجود پستول احمد کی نگاہوں کے مقابل فرش پر جا گرا تھا۔

گولی اُس کے بازو میں لگی تھی۔ احمد نے اپنی نیم باز آنکھوں سے اُس کھلے ہوئے دروازے کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جانب دیکھا۔زینوں پر المان ہنوز اسی پوزیشن میں کھڑا تھا یوں جیسے شوٹنگ رینج میں کھڑا سامنے موجود ٹارگٹ پر نشانہ لے رہا ہو۔

"میں کبھی بھی بے موقع نہیں آتا۔"

اس کے جملے نے ماحول پر چھایا جمود توڑا تو سفیرہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں کھولیں۔اُس نے دیکھا حسن علی فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اپنے زخمی بازو کو سختی سے پکڑے ہوئے تھا۔گولی بازو کو چھو کر گزر گئی تھی۔معیز نے حیرت و تعجب سے مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا۔

المان اب تیزی سے زینے اتر رہا تھا۔اور اسی لمحے اُس کے پیچھے پولیس کے یونیفارم میں ملبوس کچھ لوگ بھی ظاہر ہوئے۔سفیرہ کو کچھ بھی ہوش نہیں رہا تھا۔اس کے حواس کام کرنا چھوڑ رہے تھے۔وہ وہیں نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

المان نے تیزی سے احمد کے قریب بیٹھ کر اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کی۔

"بھائی۔۔۔آپ تو بہت زخمی ہیں۔"المان کے چہرے پر ڈھیروں فکر تھی۔پیشانی پر پڑے بل احمد کو مسکرانے پر مجبور کر گئے۔

"پریشانی میں اچھے نہیں لگتے تم۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ مگر ہوش ٹھکانے پر نہیں تھے۔اس کا سر المان کی بانہوں میں ہی تھا جب آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ المان ایک دم ہی بوکھلا سا گیا۔

"بھائی۔۔۔۔آنکھیں کھولیں۔" اس کے منہ سے بمشکل نکلا۔ پھر اُس کی نظر احمد کے پیٹ کے قریب ایک طرف موجود زخم پر پڑی جہاں سے خون اب تک روانی سے بہہ رہا تھا۔

پولیس نے حسن علی اور معیز کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان چوہدری نے اپنے بھتیجے کو تائیدی نظروں سے دیکھ کر لبوں کو متاثر کن انداز میں جنبش دی تھی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔۔میں نے کیا کیا ہے۔۔۔۔مجھے کیوں گرفتار کر رہے ہو؟"

معیز چلاتے ہوئے مزاحمت کر رہا تھا۔

"بھائی ہوش میں نہیں ہیں۔ان کا خون بہت بہہ رہا ہے۔"

المان نے اضطراب سے کہتے ہوئے آگاہ کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

”تم اسے لے کر فوراً ہسپتال جاؤ، باقی کا کام میں سنبھال لوں گا، حاشر تم اس کے ساتھ جاؤ۔“

سلطان چچا نے کہا اور ساتھ ہی ایک سپاہی کو آواز لگائی۔

حاشر فوراً اُس کی طرف لپکتے ہوئے احمد کو اٹھانے میں مدد کرنے لگا۔

وہ دونوں اسے لے کر باہر گاڑی میں آ گئے تھے۔الماں گاڑی میں بیٹھنے والا تھا جب اُس نے سفیرہ کو بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھا۔

اُس نے سرخ لہنگا پہن رکھا تھا۔سر پر موجود باریک دوپٹا پیچھے کو جھول رہا تھا۔چہرے پر میک اپ کی ہلکی طے جمائے،آنکھوں کا کاجل رونے کے سبب تباہ ہو چکا تھا۔ننگے پاؤں میں پائل موجود تھی۔الماں کے دروازہ کھولتے ہاتھ رکے۔

”مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔“

اُس نے بڑی مشکل سے اس کے قریب پہنچ کر الفاظ ادا کیے۔ایک نظر پلٹ کر پولیس کی گاڑی کو دیکھا جہاں حسن علی کو اندر بٹھایا جا رہا تھا۔اُس کی آنکھوں کی نمی گہری ہو گئی اور دل ٹوٹ کر جیسے ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔درد کے ساتھ ایک افسوس اس کے چہرے پر جھلکا تھا۔

"جلدی بیٹھیں۔"

المان اتنا کہہ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔حاشر ڈرائیونگ کر رہا تھا۔وہ پیچھے بیٹھ گئی۔احمد کا سر اُس کی گود میں تھا۔وہ اُس کے چہرے پر نظر نہیں کر پا رہی تھی۔

اُس کے آنسو چاہنے کے باوجود نہیں رک رہے تھے۔وہ بے آواز چہرہ کھڑکی کی طرف موڑے روئے جا رہی تھی۔

"میں نے ڈیل نہیں کی، تمہارے باپ نے مجھ سے ڈیل کی ہے۔"

اُس کی سماعتوں سے ایک کے بعد ایک آواز ٹکرانے لگی۔

"حرام کے لقمے کھلا کر بڑا کیا ہے اس نے تمہیں۔"

www.novelsclubb.com

”میں نے تو بس اپنا حصہ مانگا ہے اور ساتھ میں اس کی ایک عدد بیٹی۔“

اس نے فرط جذبات سے آنکھیں ایک بار پھر میچ لیں۔

”بہت اشتیاق تھا اُسے دیکھنے کا۔۔۔تو چلو آج یہ قصہ میں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہی ختم کرتا ہوں۔“

اس کی ہچکی بندھنے لگی تھی۔آج اسے اپنے آپ سے اپنے وجود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔اُس کی ذات نے اس دنیا میں نہ تو کسی کو کوئی فائدہ پہنچایا تھا اور نہ ہی وہ خود اپنے کسی کام آئی تھی۔آخر اُس کا اِس دنیا میں مقصد کیا تھا؟

استعمال؟کیا وہ صرف اس دنیا میں استعمال ہونے کے لئے آئی تھی؟کیا وہ جذبات سے عاری تھی یا وہ احساسات سے خالی تھی کہ سب سے اپنے رشتے نے اس کے ساتھ سوتیلوں والا سلوک کیا تھا۔

اسے واقعتاً اپنے وجود سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔اس کی وجہ سے کیا کچھ نہیں ہوا تھا؟

اس نے خاندان والوں کے سامنے نکاح سے انکار کر کے اپنے ماں باپ کی عزت کا جنازہ نکال دیا تھا۔اس کے باپ کو گولی لگ گئی تھی اور اب وہ جیل جا رہا تھا۔وہ ایک شخص جس کے لئے اس کے دل میں خالص محبت تھی اب زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔

وہ کتنی بدبخت تھی نا۔۔۔اور وہ کتنی منحوس تھی۔

اس نے بے اختیار ہی سوچا اور سینے میں جلن ہونے لگی۔اپنے وجود سے نفرت کی جلن کو محسوس کرنا کسی دوسرے سے نفرت کرنے سے لاکھ درجہ اذیت ناک ہوتا ہے۔

اسپتال پہنچ کر اُسے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر دیا گیا تھا۔المان کے ساتھ ایک باوردی پولیس والا موجود تھا تبھی ڈاکٹرز سوال وجواب کرنے کے بجائے احمد کو فوراً ہی اندر لے گئے تھے۔

سفیرہ اب ہسپتال کی راہداری میں ایک بنچ پر بیٹھی تھی جب المان اُس طرف آتا دکھائی دیا۔وہ اُس کے برابر میں ہی ذرا سے فاصلے پر بیٹھ گیا۔سفیرہ کی حالت کو وہ سمجھ سکتا تھا،وہ ابھی بھی ایک بڑے صدمے کے زیرِ اثر تھی۔اُس کی نگاہوں کے سامنے ہی تو سب ہوا تھا۔احمد کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زخمی ہونا، باپ کو گولی لگنا، جرم کے پیشِ نظر اُس کی گرفتاری سب دیکھا تھا اُس نے اور اب وہ جیسے خالی ہاتھ ہسپتال کے بینچ پر بیٹھی تھی۔

"آپ کو احساس تو نہیں ہو رہا کہ آپ نے غلطی کر دی ایک ایسے انسان کو اپنے دل میں جگہ دے کر جو آپ ہی کے خاندان کے پیچھے پڑا ہے۔"

الماان کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تو اُس کے ماتھے پر بل پڑے۔اُس نے چہرہ موڑ کر الماان کو دیکھا۔وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں اب تک کوئی بھی مخلص رشتہ نہیں بنا پائی، جو بنایا وہ دسترس سے باہر ہے۔"

اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔ایک لمحے کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولی۔

"جو سچ کے لئے لڑتا ہے اُسے دل میں جگہ دے کر پچھتاوا کیسا؟"

اُس نے چہرہ واپس موڑ لیا۔آنکھیں پانی سے بھرنے لگی تھیں۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ اتنی آسانی سے ہار نہیں ماننے والے۔ اور جب وہ ٹھیک ہو جائیں گے تو پھر وہ اُن سب کو سزا دیں گے۔ کسی کو بھی نہیں بخشیں گے۔"

المان اپنی رو میں بول رہا تھا۔

"میں انہیں بہت قریب سے جانتا ہوں، اور میں نے ان کے دل میں موجود نفرت کو محسوس کیا ہے۔ پہلے میں سوچتا تھا کہ شاید بھائی یہ سب صرف اُن سے بدلہ لینے کے لئے کر رہے ہیں، مگر میں غلط تھا۔ انہوں نے تو اس برائی کو ختم کرنے کی خاطر اپنی محبت کو بھی تیاگ دیا تھا۔ وہ تو بس حق کے لئے لڑ رہے تھے۔ وہ ہمیشہ سے جانتے تھے کہ آپ نے وہ انکار مجبوری میں کیا، مگر انہوں نے کبھی بھی آپ کو پا لینے کے لئے حد سے گزرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ وہ معاملہ ہی اللہ پر چھوڑ دیا۔"

المان کی آنکھیں گلابی پڑ چکی تھیں۔ سفیرہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔

"میں انہیں کہتا تھا کہ بھائی آپ چاہیں تو سفیرہ کو سب کچھ بتا کر انہیں اُس قید خانے سے نکال سکتے ہیں مگر وہ یہی کہتے کہ میں نے اسے پانا ہی ہوتا تو کب کا حاصل کر چکا ہوتا۔ اصل میں

www.novelsclubb.com

وہ کوئی ایسی حرکت کر کے آپ کو اپنے گھر نہیں لانا چاہتے تھے کہ دونوں گھروں میں ہمیشہ کی دراڑ پڑ جاتی۔ میں نے آخری بار بھی اُن سے پوچھا تھا کہ آپ کا کیا ہوگا۔ تو انہوں نے یہی کہا کہ اگر وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تو اسے اختیار ہے کہ انکار کر دے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ ایک دن سب ٹھیک کر لینے کے بعد آپ کو بھی بچا لیں گے۔ بس آپ اپنی زندگی کی مشکلوں سے لڑ لیں اور وہ آپ کے بابا سے۔ اُن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ حسن علی خان کو مار دیں یا سزا دے دیں۔ وہ بس اسے اصل راہ پر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اب تو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ کس قدر خطرناک شخص ہے۔"

الماں آہستگی سے بولتا بولتا خاموش ہو گیا۔ سفیرہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں اور ناک سرخ پڑنے لگی تھی۔

"وہ کبھی بھی آپ کو یہ سب کچھ بتانا نہیں چاہتے تھے، اُس دن اسٹڈی سے وہ پیپرز میں نے ہی چرائے تھے۔ اور میں یہی چاہتا تھا کہ آپ کو حسن علی خان کا اصلی چہرہ نظر آ جائے۔"

سفیرہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرنے لگی۔

"سچ کہوں تو مجھے پتا ہے آپ دونوں ہی نے ایک دوسرے سے بہت محبت کی ہے۔اور آپ دونوں ہی نے بہت مشکل حالات دیکھے ہیں۔اگر آپ وہاں اپنی مصیبتوں سے لڑ رہی تھیں تو یہاں بھائی بھی کئی مصیبتوں سے لڑ رہے تھے۔اور وہ آپ سے کبھی غافل ہوئے ہوں گے یہ تو خیال بھی مت کیجئے گا۔اصل میں یہ لڑائی آپ تک پہنچنے کا ہی ایک ذریعہ ہے مگر وہ ظاہر نہیں کرتے۔آپ اب تو سمجھ گئی ہوں گی کہ یہ سب کچھ کیا تھا اور کیوں ہوا۔۔۔؟"

وہ نرمی سے بولتا آخر میں پوچھنے لگا۔سفیرہ کے لئے بولنا محال تھا۔اُس نے سر اثبات میں ہلایا۔آنسو صاف کرنا فضول تھا وہ بار بار لڑھک آتے تھے۔

"میں نے یہ تین سال اسی پچھتاوے میں گزارے ہیں۔۔۔کہ میں نے اسے دھوکا دیا جو شخص۔۔۔مخلص تھا میرے لئے۔"

چند پل کے بعد وہ دھیرے سے بولی۔

"اب آپ کیا کریں گی؟کیا اب بھی آپ بھائی کو اپنائیں گی؟آپ کے بابا پولیس کی حراست میں ہیں۔آپ ان حالات میں کیا فیصلہ لینے والی ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

الماں کو اُس کی حالت دیکھ کر لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بہت ٹوٹ چکی ہے جیسے آج بھی وہ کسی چیز میں فیصلہ نہیں کر پا رہی۔ جیسے وہ زندگی کے سامنے ہتھیار ڈالنے والی ہے۔

"میں ان حالات میں دعا کر سکتی ہوں۔۔۔ یہ کہ تمہارے بھائی کو زندگی مل جائے اور بابا کو ہدایت۔ مگر میں اب کبھی بھی کسی انسان کے سامنے بے بس تو نہیں پڑنے والی۔"

الماں سر اثبات میں ہلا کر ہلکا سا مسکرایا۔

"اللہ آپ کو استقامت دے گا۔" وہ کہہ کر جلدی سے اٹھ گیا۔ اسے علم تھا اب وہ احمد کے ہوش میں آنے تک تو یہاں سے نہیں ہلنے والی اسی لئے بنا کچھ کہے باہر چلا گیا۔ ابھی اُسے بہت سے کام نمٹانے تھے۔

ہسپتال کے باہر گاڑی کے قریب کھڑا وہ گہری سوچ میں گم تھا۔

پھر اُس نے کئی لمحے سوچنے کے بعد حسیب کا نمبر ملایا۔

"ہیلو۔۔۔" اُس نے حسیب کو اب تک کی ساری کہانی سنا دی تھی اور اب اُس سے پوچھ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

حسیب تو یہ سب سن کر دنگ رہ گیا تھا' وہ اسی وقت ہسپتال کا رخ کر چکا تھا۔

"تم فون کر کے انہیں بتا دو۔" حسیب نے کہا تو الماں نے آنکھیں میچ لیں۔

"تائی پہلے ہی بہت فکر مند تھیں، میں اُنہیں بتا کر کوئی رسک نہیں لے سکتا، آپ کوئی اچھا مشورہ نہیں دے سکتے ہیں کیا؟"

الماں نے آخر میں گہرا سانس لیا۔

"پھر ایک کام کرو، اسد بھائی کو بتا دو اور انہیں کہنا کہ احتیاط کریں کہ فاطمہ آنٹی کو پتا نہ چلے۔"

حسیب کی پر سوچ آواز گونجی۔

"اور انا۔۔۔"

الماں کے لبوں سے نکلا۔

"وہ احمد کے لئے بہت پوزیسو ہے اسے نہ ہی بتاؤ تو بہتر ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

المان نے حسیب کی بات پر اتفاق کرتے ہوے فون بند کردیا مگر وہ ابھی بھی سوچ میں ڈوبا تھا۔

”انا کو نہ بتاؤں۔۔۔؟“

”تم انہیں واپس لے آنا۔۔۔۔ضرور۔“

اُس کی آخری تنبیہ یاد کرتے ہوئے اُس نے جھرجھری لی۔

”اگر اسے بعد میں یہ بات پتا چلی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔“

اور اگلے ہی لمحے اُس کا فیصلہ بدل گیا۔اُس نے اسد کو فون ملایا۔

اور بے حد احتیاط کے ساتھ ساری بات سمجھائی۔

”آپ انا کو لے کر یہاں آجائیں،تائی سے کوئی بھی بہانا کرلیجیۓ،انہیں کہہ دیں کہ ہم کہیں باہر گھومنے جارہے ہیں،بارش کے بعد موسم بھی اچھا ہے نا۔“

www.novelsclubb.com

المان بمشکل ٹوٹے ہوئے سے الفاظ ادا کرتا کال بند کر کے واپس اندر چلا گیا۔اُسے اندر ہی اندر احمد کی فکر لاحق تھی۔

اُس نے اسد کو یہی بتایا تھا کہ احمد کا بہت برا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے۔اُس کے سوال و جواب سے بچنے کے لئے مختصر بات کر کے ہی فون کاٹ دیا تھا۔اور وہ جانتا تھا اب اسد ہڑ بڑی سے یہاں پہنچ جائے گا۔اس کے پہنچنے سے پہلے حسیب وہاں پہنچ چکا تھا۔

★★★★★★

اسد کے دل پر کوئی بھاری بوجھ گرا تھا جب وہ المان کے کہنے پر اکیلے میں اُس سے بات کرنے دوسرے کمرے میں گیا تھا۔اُس نے بہت جلد ہی فون بند کر دیا تھا۔اور اسد کو بے چینی و فکر مندی میں چھوڑ گیا تھا۔

اُس نے چند لمحے لئے تھے خود کو کمپوز کرنے میں۔اور وہ بھی جانتا تھا کہ فاطمہ خاتون کو احمد کے بارے میں بتانا احمقانہ حرکت کے سوا کچھ نہ ہو گا۔اسی لئے اُسے المان کی بات پر ہی عمل کرنا چاہیئے۔

"مجھے ابھی ابھی احمد کا فون آیا ہے۔المان بھی اُس کے ساتھ ہی تھا،وہ کہہ رہے ہیں موسم بہت اچھا ہے تو آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔اور اُس نے مجھے بھی خاص طور پر تاکید کی ہے کہ انا کو ساتھ لئے بغیر نہ آؤں۔یہی چھوٹے چھوٹے پل ہیں خوشی کے،اس لئے میں نے انکار نہیں کیا،آپ اجازت دیں امی۔"

اسد اُن کے قریب بیٹھ کر بولتا چلا گیا تو فاطمہ خاتون کے چہرے پر عجیب سی مسکان ابھری۔

"کمال ہے،میں یہاں اُس کے لئے فکر مند ہو رہی ہوں اور وہ آئس کریم کھانے جا رہا ہے۔"

وہ کچھ خفگی میں بولیں۔قریب کھڑی انا کے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات تھے۔

"چلیں اس بات کے لئے بھی خبر لوں گا میں اُس کی۔آپ کو اب مزید پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے،اب ہم سب ساتھ ہوں گے تو پلیز بار بار فون بھی مت کیجئے گا۔ہو سکتا ہے

دیر ہو جائے ہمیں۔اور ہمارا انتظار تو ہر گز مت کیجئے گا۔۔۔ہمارے آنے سے پہلے آپ سو چکی ہوں۔اجالا تم ان کا خیال رکھنا۔"

وہ آخر میں اجالا کو تاکید کرنے لگا۔

"تم بھی اسد بچوں کے ساتھ بچے بن جاتے ہو۔"

وہ انا کو لے کر جا رہا تھا جب وہ پیچھے سے مخاطب ہوئیں۔

"میں بوڑھا کب ہوا تھا امی۔۔۔"

اُس کی خفگی بھری آواز دور سے سنائی دی تو وہ ہنس دیں۔

★★★★★★

انا گاڑی میں بیٹھی مسلسل بے چینی سے سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی۔شام ڈھل رہی تھی۔اُس نے ابھی تک کوئی سوال نہیں کیا تھا۔اسد کی طرف رخ موڑنے پر اُس نے دیکھا وہ فل اسپیڈ میں گاڑی چلا رہا تھا،چہرے پر ڈھیروں اضطراب تھا۔انا کی بے قراری بڑھ گئی۔

گاڑی جب ایک ہسپتال کے باہر کھڑی ہوئی تو اسد فوراََ ہی دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگا۔ مگر انانے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ جا لیا۔

"بھائی۔۔۔؟" اُس کی آنکھوں میں سوال تھا۔ اسد نے گہرا سانس خارج کیا پھر واپس سیدھا ہوا۔

"وہ انا۔۔۔ میں نے امی سے جھوٹ بولا ہے۔ ہم کہیں آئس کریم وغیرہ کھانے نہیں جا رہے، احمد کا ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔ جلدی چلو۔"

تحمل سے بتا کر وہ گاڑی سے نکل گیا۔ انا کے حلق میں کچھ آ چبھا تھا۔ اُس کے ہاتھوں میں اتنی جان نہیں بچی تھی کہ گاڑی کا دروازہ کھول سکے۔ مگر پھر اعصاب پر قابو پا کر وہ گاڑی سے باہر نکلی۔ اور مرے مرے قدم اٹھاتی ہسپتال کے اندر پہنچی۔

اسد تب تک ریسیپشن پر کھڑا تھا۔ پھر اُس کی نظر الامان پر پڑی جو اسد کو لے کر اندر راہداری کی جانب بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر جامد تھی۔ دفعتاََ الامان نے پلٹ کر دیکھا۔ اسد کو آگے چلنے کو اشارہ کر کے وہ اُس کی طرف بڑھ آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو انا۔۔۔بھائی اُس طرف ہیں۔" وہ اُس کے قریب پہنچ کر بولا اور آگے بڑھنے لگا مگر انا نے قدم نہیں اٹھایا۔وہ بھی رُک گیا۔

وہ خشک آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"انا۔۔۔میں جانتا ہوں تم صدمے میں ہو، تم تکلیف میں ہو مگر تمہیں ہمت دکھانی ہو گی۔بھائی کو زیادہ چوٹ نہیں آئی وہ ٹھیک ہو جائیں گے، چلو اب۔"

وہ اُسے سمجھاتا ہوا آگے اُس ایمرجنسی وارڈ کے باہر لے گیا۔انا کی توجہ ارد گرد کی کسی چیز پر نہیں تھی۔اس نے بینچ پر بیٹھی سفیرہ کو بھی نہیں دیکھا تھا۔وہ آگے بڑھ کر اُس ایمرجنسی وارڈ کے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر زیادہ چوٹ نہیں آئی۔۔۔تو نہیں ایمرجنسی میں۔۔۔کیوں رکھا ہے؟"

الماں اُس کی بے جان آواز پر بے چین سا ہو گیا۔اسد قریب ہی ڈاکٹر سے بات کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

"کیونکہ میں کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔انہیں جلد از جلد علاج کی ضرورت تھی۔تم فکر مت کرو،آؤ یہاں بیٹھو۔"

وہ ایک دوسرے بینچ پر بیٹھ گئی تو اُس کی نظر سفیرہ پر پڑی تھی۔انا نے اُسے سر تا پا دیکھا۔اُس نے دیکھا اُس کی آنکھوں میں بلا کا غم تھا۔جیسے کوئی گہرا زخم۔۔۔

انا چند پل کے لئے دم سادھے اسے دیکھتی رہی۔جب سفیرہ کی نظر اُس پر پڑی تو وہ دونوں ہی جامد سی تھیں۔ان دونوں کی آنکھوں میں جیسے ایک ہی غم تھا۔

المان نے دونوں کو ایک دوسرے کی جانب متوجہ پایا تو خاموشی سے آکر انا کے قریب بینچ پر بیٹھ گیا۔

"یہ سفیرہ ہیں۔اور سفیرہ۔۔۔یہ انا ہے،احمد بھائی کی بہن۔"

المان نے دھیرے سے انہیں متعارف کروایا تو ان دونوں کو ہی سمجھ نہیں آیا کیا کہیں۔

"سفیرہ۔۔۔۔"

انا نے زیرِ لب دہرایا۔

”جانتی ہوں آپ نے اُسے بہت چاہا ہے۔“

اُس کی اپنی آواز اُس کا پیچھا کرنے لگی۔

”کیا وہ بہت خوبصورت تھی؟“

انا نے دیکھا سفیرہ کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔وہ معمولی شکل وصورت کی لڑکی تھی جس کی آنکھوں میں کنویں سی گہرائی تھی۔وہ پہلی بار دیکھنے میں بہت زیادہ متاثر کرنے والی لڑکی نہیں تھی۔ہاں مگر اس میں جو کشش تھی وہ اُس کی بھوری آنکھوں کی وجہ سے تھی جسے ایک بار دیکھ لینا پلٹ جانے کے راستے بھلوا دیتا تھا۔مگر انا ابھی تک اس کی وہاں موجودگی کو سمجھ نہیں پائی تھی۔

اور وہ لہنگا کیوں پہنے ہوئے تھی۔کچھ تو تھا جو اُس سے چھپایا جا رہا تھا۔

اُن دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔سفیرہ کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔انا خشک پلکوں تلے جانے کتنا درد سموئے بیٹھی رہی۔اُسے پتا نہیں چلا المان کب اُٹھ کر چلا گیا۔

اسد کب تک راہداری میں چکر کاٹتا رہا۔اُس پر تو جیسے ہر پل کسی صدی کی طرح بھاری تھا۔اور جانے کتنے وقت کے بعد ڈاکٹر اُس کمرے سے باہر نکلا تو اسد فوراً اُس طرف لپکا۔ سفیرہ بھی آگے بڑھ کر اب ڈاکٹر کے پاس کھڑی اُس کی بات سن رہی تھی۔

"وہ ہوش میں ہے۔ہم نے زخم پر ٹانکے لگا دیے ہیں اور پٹی بھی ہو گئی ہے۔"

ڈاکٹر بتا رہا تھا۔انا اپنی جگہ پر منجمد سب سن رہی تھی۔

"کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے نا ڈاکٹر؟"

اسد مضطرب سا پوچھنے لگا۔

"نہیں اب کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے،بس خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے کچھ دن کمزوری رہے گی اور شاید آپ کو انہیں بلڈ بھی لگوانا پڑے گا۔باقی ہدایات آپ کو دے دی جائیں گے،ابھی آپ ان سے مل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر کہہ کر وہاں سے چلا گیا تو اسد فوراً دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔ سفیرہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ پھر وہ بوجھل قدموں سے چلتی واپس بینچ پر آ بیٹھی۔ انا نے ایک نظر اُسے واپس آتے دیکھا۔ پھر چاہ کر بھی کچھ نہ کہتے ہوئے اٹھی اور کمرے میں چلی گئی۔

پٹیوں اور نالیوں میں جکڑا اُس کا وجود نحیف سا لگ رہا تھا۔ انا کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا۔ اُس نے خود کو رونے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

اُن دونوں کے پریشان چہرے دیکھ کر احمد ہلکا سا مسکرایا۔

"اُس پاگل نے تم لوگوں کو بتا دیا۔"

احمد کی دھیمی آواز پر اسد نے شانے اچکائے۔

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو میرے بھائی؟"

اسد نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔ احمد نے ساتھ کھڑی انا کو دیکھا۔ اس کے ضبط سے بھرپور چہرے کو دیکھ کر احمد کو دکھ ہونے لگا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں تو ٹھیک ہوں،اسے کیا کر کے لائے ہو؟"

احمد نے انا کی جانب اشارہ کیا تو اسد نے پلٹ کر اسے دیکھا۔اسی پل اُس کی آنکھ سے ایک شفاف آنسو رخسار پر لڑھکنے لگا۔

"چپ کر پگلی۔۔۔"اسد نے اس کا آنسو صاف کیا۔انا کی آنکھوں میں احمد کے لئے شکوہ ابھرا جسے وہ بخوبی پہچان گیا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا ہے،دیکھو میں ٹھیک ہوں،بول رہا ہوں۔جب تک تم دعا کرتی رہو گی مجھے کچھ ہو سکتا ہے کیا؟"آخر میں وہ شرارتی سا مسکرایا۔وہ اسے بولتے ہوئے سننا چاہتا تھا مگر وہ بول کیوں نہیں رہی تھی۔

اسی اثنا المان دبے پاؤں چلتا اندر داخل ہوا تھا۔

احمد ٹیک لگا کر بیٹھنے لگا مگر تکلیف نے اُسے وہیں روک لیا تھا۔

"لیٹے رہیں بھائی۔بہت بڑے فائٹر ہیں آپ،جانتے ہیں ہم۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

المان نے آتے ہی ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے ابرو اچکا کر حال پوچھا تھا۔

احمد نے اس کا جواب دینے کے بجائے اشارتاً آنا کے بارے میں پوچھا تو وہ کندھے اچکاتا لاعلمی کا اظہار کرنے لگا۔

"آہ۔۔۔"اچانک ہی اُس کے ہونٹوں سے کراہ نکلی تو آنا تڑپ کر آگے بڑھی۔

"کیا ہوا ہے؟"

"تم بات نہیں کر رہی تو دل کو دکھ ہو رہا ہے۔"

وہ معصومیت سے بولا تو آنا نے خفگی سے گھورا۔

"کیسے بات کروں گی۔۔۔یہاں سب کے سامنے تو بات نہیں کر سکتی،اکیلے میں خبر لوں گی۔"

احمد کی آنکھوں میں خوف جھلکا۔

"کھا جانے والی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

دل پر ہاتھ رکھے بولا تو الماان اور اسد ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر ہنسے تھے۔

پھر وہ تینوں وہیں بیٹھے اُس سے باتیں کرتے رہے تھے۔احمد فاطمہ خاتون کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔اسد نے بتایا کہ انہیں معلوم نہیں ہے۔

"لیکن یہ ایکسیڈینٹ ہوا کیسے؟"

اسد کے پوچھنے پر احمد نے نظریں گھما کر الماان کو دیکھا۔وہ فوراً نظریں چرا کر لاعلم ساد کھائی دینے لگا۔احمد ضبط سے مسکرایا۔

"یہ الماان گاڑی دیکھ کر نہیں چلاتا نا۔۔۔اس لئے۔"

الماان خود پر اٹیک آتا دیکھ کر گڑبڑا سا گیا۔انا اور اسد دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"بھائی یوں تو نہ کہیں۔۔۔میں تو تب گاڑی میں تھا ہی نہیں۔"

وہ گھبرا کر کہتا آخر میں ذرا مسکراتے ہوئے سانس بحال کرنے لگا۔

"بے شرمو۔۔۔!"

حسیب نے کمرے میں آتے ہی اُن سب کو گھورا تھا۔اور اب کے سب کی توجہ دروازے میں کھڑے حسیب پر تھی۔

"کیا ہو گیا؟" المان نے گھبرا کر پوچھا۔

"حاشر صاحب کو باہر کھڑا کر کے خود سارے اندر آ گئے اور وہ کیا تم لوگوں کی پرائی ہیں جنہیں باہر بٹھا رکھا ہے؟"

وہ وہیں کھڑا کہہ رہا تھا۔احمد نے سوالیہ نظروں سے سب کو دیکھا۔کسی کو بھی سمجھ نہیں آئی کیا کہے۔

"حا۔۔۔حاشر۔۔۔۔؟" المان ابھی کچھ کہہ رہا تھا کہ حسیب دوبارہ بولا۔

"ہاں اسے الوداع کہہ آیا ہوں میں۔مگر ان سے کیا کہنا ہے خود ہی بول دو جا کر۔"

وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ آیا اور احمد کے قریب پہنچ کر خیریت دریافت کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

المان بنا کچھ کہے باہر نکل گیا۔احمد نے اسے ایک نظر جاتے ہوئے دیکھا پھر حسیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اُس نے راہداری میں دائیں بائیں نگاہ دوڑائی۔وہ اُسی بینچ پر ہاتھ زور سے جمائے بیٹھی تھی۔

المان آگے بڑھ آیا۔

"آپ اندر آسکتی ہیں۔"

اُس کے سامنے کھڑا وہ بولا۔ سفیرہ نے چہرہ اٹھا کر اُسے دیکھا۔المان نے سر کو خم دے کر چلنے کا اشارہ کیا تو وہ اُٹھ کر اُس کے پیچھے چلنے لگی۔

دروازے میں پہنچ کر المان یکدم رک گیا۔وہ اُس کے پیچھے کہیں چھپ چکی تھی۔ پھر المان دھیرے سے ایک طرف ہو گیا تو سب کی نظر سفیرہ پر ٹھہر گئی۔وہ سب کو ایک نظر دیکھ کر اب احمد پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

"اھمم۔۔۔اھمم۔۔"سب ایک ساتھ ہی گلا کھنکار کر اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔

"ہم بعد میں آتے ہیں۔"

حسیب نے کہا اور وہ تینوں باہر نکل گئے۔

الماں ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ احمد نے سفیرہ کو قدم آگے بڑھاتے دیکھا۔ وہ اب اُس کے دائیں جانب اُس جگہ آکر بیٹھی گئی تھی جہاں کچھ لمحے پہلے انا بیٹھی تھی۔

"تمہیں الگ سے دعوت نامہ دینا پڑے گا؟"

احمد کی آنکھیں الماں پر ٹکی تھیں۔ الماں اچانک ہی بوکھلا سا گیا پھر ذرا جھینپ کر باہر نکل گیا۔

سفیرہ اُسے جاتے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی۔

"میں جانتا تھا تم شادی سے انکار کر دو گی۔"

احمد اب اُس کی جانب متوجہ تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" سفیرہ نے اس کی بات کو قصداً نظرانداز کر دیا۔

"تم نے رو رو کر حال برا کر لیا ہے۔"

احمد نے جیسے اس کا سوال سنا ہی نہیں۔

”جانتی ہوں چڑیل لگ رہی ہوں گی۔“

سفیرہ نے اندازاً کہا۔

”نہیں چڑیلوں سے تھوڑی زیادہ خطرناک۔“

وہ سنجیدگی سے بولا۔ سفیرہ حیرت سے دیکھ کر رہ گئی۔

”مجھے لگا تھا تم مجھے دیکھنا بھی پسند نہیں کرو گے۔“

”نہیں مجھے چڑیلیں اچھی لگتی ہیں۔“

اُس کی سنجیدگی میں کمی نہیں ہوئی تھی۔

”تمہیں میرے بعد کوئی چڑیل تو نہیں مل گئی تھی؟“

اس نے ضبط کرتے کہا۔

”تم میرے ساتھ کسی سائے کی طرح چمٹی تھیں، تم نے کسی اور کو آنے ہی نہیں دیا۔“

سفیرہ نے جواب دینے کے بجائے آنکھیں صاف کیں۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔"

وہ دوبدو بولا۔ سفیرہ چپ سی رہ گئی۔

"تو پھر اُس دن تم مجھے نظر انداز کر کے کیوں چلے گئے؟"

کچھ دیر بعد وہ بولی تو احمد کو وہ دن یاد آیا جب وہ حسن علی کے آفس کے باہر کھڑی تھی۔ پھر کسی سوچ کے تحت بولا۔

"اُس دن مجھے پتا چلا تھا کہ تم شادی کر رہی ہو۔"

"تمہیں لگا تھا کہ میں اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہوں؟"

سفیرہ کی نظریں سامنے موجود دیوار پر تھیں۔

چھت کو گھورتا احمد رخ موڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیسے لگتا؟ مجھے بس تمہاری بہادری پر یقین نہیں تھا۔"

وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔ سفیرہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں پتا ہی نہیں میں کن حالات سے گزرتی رہی ہوں، کتنا لڑی ہوں اور تمہارے نام پر کتنی بے عزتی کروائی ہے اپنی۔"

اس کے چہرے پر اب بھی خفگی طاری تھی۔ احمد نے ابرو اچکائے۔

"تم جتا رہی ہو؟"

"نہیں بس بتا رہی ہوں کہ کچھ کم مشکل حالات نہیں تھے میرے۔ اگر میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک کب کی ہاں کر چکی ہوتی۔"

اُسے احساس نہیں ہوا وہ پہلی بار اُس سے یوں بات کر رہی تھی یا پہلے بھی کر چکی تھی۔۔۔؟

"لڑائی تو عین مشکل کے وقت ہی کرنی پڑتی ہے۔اور میں اسے احسان ہی سمجھوں گا تمہارا۔"

سفیرہ زیرِلب مسکرائی۔

"تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے؟"

سفیرہ کی روئی ہوئی آنکھوں میں اب خشکی بڑھ گئی تھی۔رونے کے بعد آنکھیں کھولے رکھنا تکلیف دہ تھا۔

احمد ایک پل کے لئے اُسے دیکھ کر مسکرایا۔اُس کے تاثر نے ہی سفیرہ کے سوال کا جواب دے دیا تھا۔کیا محبت کی تکمیل شادی ہوتی ہے۔۔؟اونہوں۔۔۔محبت کی تکمیل تو تب ہوتی ہے جب محبوب کی آنکھوں میں وہ نظر آجائے جو آپ اس کے لئے محسوس کرتے ہیں۔

"میں نے کہا تھا کہ ایک دن تم اپنی زندگی کا فیصلہ خود لو گی۔تم نے فیصلہ لے لیا اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں،تم بتاؤ۔۔۔تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے کیا؟"

اس کے بال سیدھے ہو کر ماتھے پر گر رہے تھے۔ گھنی پلکوں تلے جھانکتی سرمئی آنکھوں میں سوال تھا۔

"شکایت تو ہے تم سے۔"

سفیرہ کے جواب پر اسے اچھنبھا ہوا۔

"تم کبھی کسی کو کچھ بتاتے نہیں ہو نا۔۔۔"

اس نے چبھتی نظروں سے دیکھا۔احمد بھانپتے ہوئے معصومیت سے مسکرایا۔

"اور تمہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ سامنے والا کسی غلط فہمی میں مر بھی سکتا ہے۔"

اب کہ وہ دکھ سے بولی تھی۔احمد کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"یوں تو مت کہو۔۔۔"

"کیا ہوتا اگر میں حقیقت میں پاگل ہو جاتی تو؟اسی سوچ کے تحت کہ تم مجھے دھوکے باز تسلیم کر چکے ہو۔"

اُس کی آواز مدھم پڑنے لگی۔

"مگر تم تو سب کچھ ایک ساتھ ٹھیک کرنا چاہتے تھے نا۔۔۔۔"

خشک آنکھیں ایک بار پھر نمی اختیار کرنے لگیں تھیں۔

"تمہیں کیسے بتاتا۔۔۔؟ تم نے تو قربانی دی تھی، پھر تمہاری قربانی کو ایسے کیسے ضائع کر دیتا؟"

سفیرہ نے سر جھٹکا۔

"جانتا ہوں تب بھی میری زندگی کی خاطر کیا تھا یہ سب۔۔۔ مگر تم یہ بھول گئیں تھیں کہ احمد جبریل موت سے کھیل کر یہاں تک پہنچا ہے۔ مجھے مارنا اتنا آسان تو نہیں ہے۔"

اُس نے کہا اور پھر اثر زائل کرنے کو ہشاش بشاش سا مسکرایا۔

"تمہیں اب اپنے گھر جانا چاہیے۔"

کچھ دیر بعد وہ بولا تو سفیرہ ٹھٹھک گئی۔

"گھر۔۔۔۔؟"

وہ گہری سوچ میں گم ہو گئی۔

"ہاں گھر۔۔۔کیوں کیا ہوا؟"

وہ اُس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر گھمبیر لہجے میں بولا۔

"ہاں وہ۔۔۔"

سفیرہ الفاظ جمع کرنے لگی۔ پھر اُس نے اسے سب کچھ بتا دیا کہ نکاح کے وقت کیا ہوا تھا، کیسے اُس نے چاقو معیز کی گردن پر رکھا اور پھپھو کے ساتھ ساتھ باقی گھر والوں کا ردعمل کیا تھا سب کچھ۔

اس نے دیکھا تھا احمد نے اپنی ہنسی پر کس طرح سے ضبط کر رکھا تھا۔ اور پھر اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ بھرپور طور پر ہنس پڑا تھا۔ سفیرہ گلابی پڑتے گالوں سے اسے ہنستے ہوئے دیکھتی رہی۔

www.novelsclubb.com

”اب اس میں ہنسنے والی کیا بات تھی۔۔“وہ دبی دبی سی آواز میں بولی۔احمد نے متاثر کن انداز میں اسے دیکھا۔

”مجھے خوشی ہو رہی ہے۔“

وہ واپس نارمل ہوتے بولا۔

”کس۔۔۔کس بات کی خوشی؟“

وہ بظاہر ناسمجھی سے بولی۔

”جو تم نے کیا مجھے تم سے اس کی امید نہیں تھی۔“

وہ صاف آواز میں بولا اور پھر پلکیں میچ لیں جیسے اُس کے وار کا اندازہ لگالیا ہو۔اسی پل سفیرہ نے ہلکا سا مکا اُس کے کندھے پر دیا تھا۔

”بیمار ہوں میں، کچھ تو خیال کرو۔“

وہ ہلکا سا کراہ کر مخاطب ہوا۔ سفیرہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر نا چاہتے ہوئے بھی مسکرادی۔

مگر کئی خیال اور کئی سوچیں کہیں بیک گراؤنڈ میں اسے الجھا رہی تھیں۔

★★★★★★

"وہ کون ہے؟"

راہداری میں الماں اور حسیب دیوار سے ٹیک لگائے ایک ساتھ کھڑے تھے۔ اسدان کے مقابل دوسری دیوار سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے دریافت کر رہا تھا۔

انا قریب بینچ پر بیٹھی اُن دونوں کی کنفیوز شکلیں دیکھ رہی تھی۔

"وہ لڑکی ہے۔"

الماں نے شانے اچکاتے جیسے پرفیکٹ جواب دیا تھا۔ حسیب نے ذرا سا ہنس کر تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"ہاں۔۔۔ہاں وہ لڑکی ہے اور نہیں تو کیا۔"

حسیب کو ہکلا کر بولتے سن کر انا نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں لڑکی ہے۔ مگر وہ احمد کے ساتھ کیا کر رہی ہے اور تم سب انہیں اکیلے کمرے میں چھوڑ کر باہر کیوں آ گئے؟"

اسد کی تفتیش جاری تھی۔

"بھائی آپ اتنے ہی معصوم ہیں یا بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

الماں سر جھکائے مدھم آواز میں بولا۔

"کیا بولے؟"

اسد تک جیسے آواز نہیں پہنچی تھی۔ الماں نے مدد کے لئے انا کی جانب دیکھا تو وہ گھورنے لگی۔ الماں نے گہرا سانس لے کر نگاہیں واپس جھکا لیں۔

"بھائی آپ یہاں آ کر بیٹھیں میں سمجھاتی ہوں سب کچھ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر بلآخرانا کے کہنے پر اُن دونوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔اسد انہیں ایک نظر دیکھتا انا کے ساتھ آبیٹھا۔ حسیب اور المان چھت کو گھورتے وہاں سے کھسک گئے تھے۔

"یہ وہ لڑکی ہے جس کے ساتھ بھائی شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

انا نے اسد کے سر پر کوئی بم پھوڑا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"بھائی نے کسی کو بھی بتایا نہیں تھا اس لئے کیونکہ بہت پہلے ہی اس لڑکی نے بھائی کو انکار کر دیا تھا۔اور بھائی نہیں چاہتے تھے کہ وہ اپنی پسند کا ڈھنڈورا ہر جگہ پیٹ دیں۔ بس اسی لئے انہوں نے کسی کو کچھ بتایا نہیں اور اب شاید بات کچھ ایسی ہے کہ سفیرہ بھی انہیں پسند کرتی ہے، وہ انکار اس نے مجبوری میں کیا تھا۔"

انا سنجیدگی سے ساری بات بتا کر خاموش ہوئی۔ پھر اسد کا چہرہ دیکھا جہاں سوچ کی لکیریں درج تھیں۔ وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے اس کی کسی بات کا انتظار کرنے لگی۔

"تو تمہیں یہ سب کیسے پتا۔۔۔؟"

"مجھے تو کچھ دن پہلے ہی پتا چلا تھا۔"

وہ صاف گوئی سے بولی۔

"آپ اُنہیں ابھی پوری طرح سے نہیں جانتے ہیں بھائی۔"

اس نے مسکراہٹ دبائے اسد کو چوٹ کی تھی۔

"میں اسے تمہاری طرح کریدتا جو نہیں ہوں۔"

اس نے کچھ خفگی سے کہا پھر ایک سنجیدہ سی خاموشی چھا گئی۔

"لیکن وہ ایسے کیوں تیار تھی جیسے شادی سے اٹھ کر آگئی ہو۔۔۔؟"

چند لمحے سرکنے کے بعد اسد نے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔"

انا بھی سوچ میں پڑ گئی تھی۔یہی سوال تو تھا جو اسے تب سے الجھا رہا تھا۔

"یہ دونوں گدھے ساری بات جانتے تھے نا۔۔۔؟"

انا اسد کے انداز پر ہنس دی تھی۔

"شاید۔۔۔"

پھر غیر یقینی سا جواب دیتی خاموش ہو گئی۔

★★★★★★

رات کو اسد نے انا کو واپس گھر بھیج دیا تھا اور خود المان اور حسیب کے ساتھ وہیں پر تھا۔

احمد کو ڈسچارج ہونے میں ابھی کچھ دن لگ جائیں گے ڈاکٹر نے یہی کہا تھا۔اس لئے انہوں نے انا کو گھر میں سب سنبھال لینے کی تاکید کرتے ہوئے بھیج دیا تھا۔وہ جانے کو تیار نہ تھی مگر پھر احمد کے اصرار پر کہ وہ اب ٹھیک ہے وہ جانے کے لئے تیار ہو گئی تھی۔

البتہ سفیرہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کیا کرے۔اُس نے احمد سے بات کی تو اس نے کہا۔

"تم گھر چلی جاؤ،اس وقت شاید اُنہیں تمہاری زیادہ ضرورت ہو گی۔"

سفیرہ ایک دم ہی تلخی سے مسکرائی۔

"میری ضرورت۔۔۔؟" وہ یوں بولی جیسے خود سے سوال کر رہی ہو۔

www.novelsclubb.com

"اپنے کمپلیکسز کو سائیڈ پر رکھ کر ایک بار سوچ کر دیکھو کہ کس کس کو واقعی میں تمہاری ضرورت ہے۔ شاید ہم ہر اُس شخص کی ضرورت ہوتے ہیں جسے ہم دل سے چاہتے ہیں۔ کبھی ان سے استفادہ کر کے اور کبھی انہیں فائدہ دے کر۔ ہم خود سے جڑے لوگوں سے غفلت نہیں برت سکتے، ہمیں اس کام کی بھی سزا ملتی ہے سفیرہ۔"

وہ دھیمے لہجے میں بتا رہا تھا۔ سفیرہ کو احساس ہوا احمد کے زندگی کے تجربات اُس سے قدرے بہتر اور واضح تھے۔ وہ تو کبھی بھی تعلقات کو اس زاویے سے دیکھ نہیں پائی تھی جیسے وہ دیکھتا تھا۔

"کٹ جانے سے رشتے ختم نہیں ہوتے، دلوں سے محبت اٹھ جاتی ہے۔ سو انہیں جوڑ کر رکھنا چاہے ہاتھوں کو زخمی کر دے، زخمی ہو جایا کرتے ہیں۔"

اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ سفیرہ نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ پھر سر اثبات میں ہلا کر اس کی بات مان لی۔

"ٹھیک ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ اتنا ہی بولی۔

"المان تمہیں گھر تک چھوڑ دے گا۔"

اس نے انہی بند آنکھوں سے کہا۔اسے علم تھا کہ وہ کن حالات کے زیر اثر ہے۔اسے پتا تھا اُس پر سے مشکلات ٹلی نہیں ہیں۔اور وہ چاہتا تھا وہ اپنی زندگی کی ان مشکلات کا یوں دفاع کرے کہ وہ آسانیوں میں بدل جائیں۔

وہ اٹھ کر چلی گئی تو المان نے احمد کی ہدایت کے مطابق گاڑی اسٹارٹ کر رکھی تھی۔

"ہمیں رشتے بنے بنائے ملتے تو ہیں مگر انہیں اپنے لئے خالص کرنا ہمارے اختیار میں ہوتا ہے یا ہماری قسمت میں۔انسان کو کوشش کرتے رہنا چاہئے مگر ان رشتوں کی ڈور کو خود کاٹ دینا کوئی حل نہیں ہوتا۔"

گاڑی میں بیٹھے اُس کی سوچ کا رُخ دوسری سمت مڑ چکا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی گھر پہنچ کر اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے،وہ کیا کرنے والی ہے مگر اس کی زندگی اب بھی آسان نہیں ہونے والی یہ بات تو طے تھی۔

سفیرہ کو گھر چھوڑنے کے لئے جانے سے پہلے وہ انا کو حویلی تک چھوڑ آیا تھا۔ سفیرہ کے گھر کی جانب گاڑی سڑک پر دوڑاتے ہوئے اس کے ذہن پر بار بار وہی مناظر لہرا رہے تھے۔ جب وہ ہسپتال کے باہر کھڑی گاڑی میں آ کر بیٹھا تھا تو انا پہلے ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

المان نے میکانکی سے انداز میں گاڑی موڑ کر حویلی کا رخ کر لیا۔ کئی لمحے یوں ہی خاموشی میں کٹ گئے۔ اندھیرا بڑھ چکا تھا اور گاڑی کی لائٹس میں سامنے موجود سڑک دکھائی دے رہی تھی۔ المان کو اس سناٹے میں بے چینی محسوس ہونے لگی تھی۔ بعض اوقات خاموشی بے حد جان لیوا لگنے لگتی ہے۔ بعض اوقات لفظوں کی کمی ہمیں اندر تک خالی کر دیتی ہے اور اسے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ تم آج بہت چپ ہو؟" المان نے ہلکے پھلکے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"میں حیران ہوں۔" انا بہت دیر کے بعد بولی۔

"کیوں؟"

"تم نے بتایا نہیں کہ اُن کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"وہ۔۔۔"المان نے سوچنے کو ایک لمحہ لیا۔

"گاڑی میں ہی تھے جب سامنے سے۔۔۔"المان بے حد سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ اس نے بات کاٹی۔

"کہانی مت بنانا پلیز۔۔۔"وہ جیسے وہیں مبہوت ہو گیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب تم جانتے ہو۔۔۔تم نے کہا تھا کہ بھائی حسیب کے گھر پر ہیں پھر آخر وہ اکیلے کہاں جا رہے تھے اور تم ان تک کیسے پہنچے اور پھر سفیرہ۔۔۔سفیرہ کا وہاں موجود ہونا وہ بھی دلہن کے لباس میں، یہ سب باتیں مجھے سمجھ نہیں آئیں اور اب اس سب کے جواب کے لیے تم کوئی کہانی مت بنانا پلیز۔"

وہ نارمل سپیڈ سے گاڑی چلاتا اس کی بات کو تحمل سے سنتا رہا۔

"سفیرہ کی شادی ہو رہی تھی مگر وہ انکار کر کے یہاں آ گئیں۔"اس نے بمشکل لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اور انہیں کیا الہام ہوا تھا کہ بھائی ہاسپٹل میں ہیں؟"

"یار تم خاموش ہی اچھی تھی۔" وہ جھلا سا گیا۔

ایسا نہیں تھا کہ اسے جھوٹ بولنے کی پریکٹس نہیں تھی، وہ بس اس کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا۔

"کیوں تمہیں میرے سوالوں کے جواب پتا نہیں ہیں یا بتانا نہیں چاہتے؟"

"بتانا نہیں چاہتا۔"

بالآخر اس نے صاف گوئی سے کہا۔ یہ بھائی کا راز تھا وہ اتنی آسانی سے کیسے ظاہر کر دیتا۔

انا خاموشی سے باہر پھیلی تاریکی کو دیکھنے لگی۔

"بات لمبی ہو جائے گی، تم ان سے خود ہی پوچھ لینا۔" وہ اس کی خفگی کو بھانپتا پھر سے بولا۔

وہ ہنوز خاموش رہی۔ الامان کچھ وقت تک سکون سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ حویلی بس بیس منٹ کی مسافت پر ہی رہ گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

”تم ہمیشہ خود سے بھی ایسے ہی الجھتی ہو یا بس مجھے پر سکون دیکھنا برداشت نہیں ہوتا؟“ وہ ایک پھر مخاطب ہوا۔

”اب تمہیں کیا مسئلہ ہے ؟اب تو میں خاموش ہوں۔“ انا نے ماتھے پر بل ڈالے کہا۔

”تمہاری خاموشی کی ہی بات کر رہا ہوں۔“

اس بات پر انا نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

”چپ چاپ گاڑی چلاؤ۔“

ٹھیک ہے لیکن۔۔۔“

”میرے بولنے سے تمہیں مسئلہ ہے نہ بولنے سے بھی مسئلہ ہے۔“

”تم لڑکیوں رہی ہو میں نے تو بس یوں ہی کہہ دی تھی خاموش رہنے والی بات۔“

اس کے شانے اچکا کر معصومیت سے کہنے پر انا نے یکدم لبوں پر آتی مسکراہٹ کو وہیں روک لیا۔

"پورا پاگل ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"اچھا وہ۔۔۔ایک سوال پوچھنا تھا تم سے۔"

اس کی آواز میں ہچکچاہٹ تھی۔المان نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جہاں سنجید گی اور بے چینی رقم تھی۔

"اور وہ کیا ہے؟" وہ واپس سیدھا ہوا۔

"تم نے۔۔۔" انا کو سمجھ نہیں ائی کیسے بولے۔

"تم نے بھائی سے شادی والی بات کیوں کی؟" الفاظ ابھی اس کے منہ سے ادا ہوئے تھے کہ گاڑی کو اچانک بریک لگی اور وہ دونوں ایک جھٹکے سے آگے کو جھکے۔المان کا منہ ابھی بھی ادھا کھلا رہ گیا تھا۔یہ اس سوال کے نتیجے میں اسے لگا ہوا شاک تھا۔انا کی دھڑکن فل سپیڈ پکڑ چکی تھی۔

"تم پاگل ہو گئے ہو۔۔۔؟" اس کی انکھوں میں بلا کا تعجب تھا۔

”میں نے ایسا بھی کیا پوچھ لیا تھا۔“ وہ گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگی۔

”تمہیں اتنا تو خیال ہونا چاہیے کہ گاڑی چلنے کے دوران ایسے سوالات سے پرہیز کیا جائے، کچھ بھی بول دیتی ہو۔“ وہ سر اسٹیرنگ وہیل پر جھکائے سانس بحال کر رہا تھا۔

”ہاں تو میں اتنے دنوں سے پوچھنا چاہ رہی تھی مگر تمہاری شکل دیکھ کر ہی غصہ آنے لگتا تھا۔“ وہ دبی دبی آواز میں بے بسی سے بولی.

”تو تمہیں یہی وقت ملا پوچھنے کے لیے؟“

”ہاں اور مجھے جواب چاہیے۔“ وہ بضد ہوئی۔

”لگتا ہے تم تہیہ کر کے آئی ہو کہ ہماری لڑائی ہو جائے۔“ وہ نظریں چرانے لگا۔

”تمہاری حرکتیں ہی لڑائی والی ہیں پھر صلح کیسے کر لوں؟“ وہ اسی لہجے میں بولی۔ الماان لاجواب سا ہو گیا پھر بنا کچھ کہے گاڑی سٹارٹ کی۔ انا کن اکھیوں سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی۔ گاڑی ایک بار پھر سڑک پر رواں ہو چکی تھی۔

"بد تمیز، جاہل۔۔۔پہلے ہی شرمندہ ہوں اوپر سے جواب کیوں نہیں دے رہا یہ۔" وہ اب غصے سے سوچ رہی تھی۔

"تمہیں کیوں چاہیے اس بات کا جواب؟ ظاہر ہے کوئی کسی سے شادی کیوں کرنا چاہے گا؟" وہ جیسے اس کی سوچ پڑھ کر بولا تھا۔انا کوئی جواب دینے کے بجائے اس کی بات پر غور کرنے لگی۔

"ویسے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم ایسے ڈائریکٹ مجھ سے یہ سوال پوچھ لو گی۔" اسے سمجھ نہیں آئی انا کا سوال زیادہ عجیب تھا یا اس کا ردِ عمل۔

"اندازہ تو مجھے بھی نہیں تھا۔" اس کے چہرے پر ابھی بھی ہلکا غصہ تھا۔اسی پل گاڑی حویلی کے سامنے رکی۔

"تم بتاؤ۔۔۔تمہارا کیا جواب ہے؟" الماں نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔انا کو اچانک ہی سب کچھ آکورڈ سا لگنے لگا تھا۔ مگر وہ اُس کے جواب کا منتظر تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟"

اُس نے ابرو اچکا کر کہا اور الماں کو ایک اور الجھن کے حوالے کر کے فوراً ہی گاڑی سے نکل گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے تم میرا قتل کر کے ہی چھوڑو گی۔"

وہ اسے حویلی کے گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھ کر بڑبڑایا اور پھر آخر میں جھرجھری سی لی۔

سفیرہ کے گھر کے باہر گاڑی روکتے ہوئے بھی اس نے خیالوں سے نکلتے ہی ایک جھرجھری لی تھی۔

"شکریہ۔"

وہ شائستگی سے کہہ کر گاڑی سے باہر نکل گئی۔

"اپنا خیال رکھیے گا۔" وہ کھڑکی کا شیشہ نیچے کرتا بولا پھر گاڑی واپس موڑ لی۔

سفید بنگلے میں چند گھنٹے قبل جلتی روشنیاں ختم ہو چکی تھیں۔ سارا ہنگامہ سناٹے میں بدل چکا تھا۔ سفیرہ نے گھر میں قدم رکھا تو اس کی نظر لان میں اس جگہ پڑی جہاں اسٹیج سجایا گیا تھا اس

جگہ پر پھول ہر جگہ بکھرے پڑے تھے کرسیاں الٹی سیدھی ایک دوسرے پر رکھی تھیں اور ہر جگہ بکھیرا سا پڑا تھا۔ وہ مرے مرے قدموں سے روش پر چلتی اندر ہال میں پہنچی۔ مدیحہ بیگم صوفے پر سر تھامے بیٹھی تھیں۔ ان کے قریب دوسرے صوفے پر مہیرہ سنجیدگی و بے چینی سے بیٹھی ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔ پھر اسے مدیحہ بیگم کی ہلکی سسکیوں کی اواز سنائی دی۔

"اس نے کیا سوچ کر یہ قدم اٹھایا؟" وہ اب چہرہ اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

"اس نے پہلے ہی اس نکاح سے صاف انکار کر دیا تھا آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اس کا ساتھ دیتیں۔" ماہی نے ہلکی اواز میں جواب دیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کا دفاع کر رہی تھی۔

سفیرہ انہیں سنتے ہوئے میکانکی سے انداز میں اگے بڑھ آئی۔

"امی۔" اس کے لبوں سے پھسلا۔ مدیحہ بیگم چہرے پر سختی جمائے اس کے قریب آئیں۔

"تم واپس آگئی؟ شرم آنی چاہیے تمہیں۔ اندازہ بھی ہے کتنی بے عزتی ہوئی ہے ہماری پورے خاندان میں؟ آخر کیوں کیا تم نے یہ سب؟" وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے چلا اٹھیں۔ ان کے پیچھے کھڑی ماہی خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہوا تھا میرے یہاں سے جانے کے بعد؟''اس نے اسی انداز میں کھڑے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔مدیحہ بیگم کی انکھوں میں تعجب در آیا۔

''سب کچھ تو تم نے برباد کر ہی دیا ہے اب کیا سننا چاہتی ہو؟جب تمہارے باپ کو خبر ہوئی تو جانتی ہو کیا ہو گا؟''

''سب کچھ برباد میں نے نہیں آپ کے شوہر نے کیا ہے،جانتی بھی ہیں اس وقت کہاں پر ہیں وہ؟''وہ اسی خشک لہجے میں بولی۔ماتھے پر بل ڈالے مدیحہ بیگم کی نم آنکھوں میں سوال اتر آیا۔

''یقیناً آپ ان کے کارناموں سے بے خبر ہی ہوں گی اور آپ کو کیسے پتا ہو گا کہ وہ کہاں ہیں۔''کہہ کر وہ خود کو چھڑواتی ان کے قریب سے گزر کر صوفے پر جا بیٹھی۔

''یہاں بیٹھیں۔۔۔آپ سے بات کرنی ہے۔''

مدیحہ بیگم نے ضبط سے اسے دیکھا۔پھر چند لمحے بعد کسی سوچ کے تحت اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"مجھے علم نہیں تھا کہ تم بغیر سوچے سمجھے ایسا انتہائی قدم اٹھاؤ گی۔ایسی تربیت تو نہیں کی تھی میں نے تمہاری۔"ان کے لہجے میں شکوہ تھا چہرے پر تاسف۔

سفیرہ دونوں ہاتھ صوفے پر مضبوطی سے جمائے لب کاٹتی رہی۔

"ماں باپ کی عزت خاک میں ملانے سے تو بہتر ہے ایک لڑکی پیدا ہوتے ہی مر جائے۔"

سفیرہ کو ان کی بات پر کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔وہ ان کا غصہ اور دکھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جانتی بھی ہو کہ تمہاری پھوپھو کس قدر فسادی ہے، کتنا ہنگامہ کر کے گئی ہے وہ۔۔۔ تمہیں ہمارا کوئی احساس ہے بھی یا نہیں؟"

"اب بولو۔۔۔خاموش کیوں ہو؟ ہے کوئی وضاحت تمہارے پاس؟"ماہی اپنی جگہ پر جامد ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"پھپھو اتنی آسانی سے واپس چلی گئی ہیں؟"سفیرہ نے ماتھے پر بل ڈالے یوں پوچھا جیسے کوئی انہونی بات ہو گئی ہو۔

"پولیس اسٹیشن گئی ہے وہ۔ یہ کمپلینٹ لے کر کے اس کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

سفیرہ نے ایک جھٹکے سے انہیں دیکھا۔ دفعتاً ہی اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری اور پھر وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنستی چلی گئی۔ ماہی جو بمشکل مسکراہٹ دبائے ہوئے تھی اسے دیکھ کر وہ بھی ہنس پڑی۔ مدیحہ بیگم نے ان دونوں کو تعجب سے دیکھا۔

"کیا پاگل پن ہے۔۔۔ تم دونوں کو ہنسی کس بات کی آرہی ہے؟" انہیں غصہ آنے لگا تھا۔

"کیا وہ وہاں جا کر یہ بولیں گی کہ جس لڑکی سے اس کا نکاح ہونے والا تھا اس نے عین نکاح کے وقت ان کے بیٹے کو اغوا کر لیا؟" اس نے ایک اور بار قہقہ لگایا تھا پھر اگلے ہی پل ان کے خفگی کو دیکھتی دوبارہ سنجیدگی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"چلیں اچھا ہے کہ پولیس اسٹیشن گئی ہیں' اُن کا بیٹا انہیں وہیں مل جائے گا۔"

اس کے چہرے پر ناگواری جھلکنے لگی۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے کسی اندیشے کے تحت پوچھا۔

"میری بات دھیان سے سنیں امی۔۔۔آپ کو کیا لگتا ہے کہ جو میں نے کیا اس کی کوئی وجہ نہیں تھی؟ کیا میں آپ کو اتنی بے وقوف لگتی ہوں کہ بغیر کسی وجہ کے اپنی عزت کو داؤ پر لگا دوں گی؟ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ لوگ میرے بارے میں کیا بات کرتے ہیں مجھے بس اس بات سے فرق پڑتا ہے کہ میرے گھر والے میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔"

وہ ایک لمحے کے وقفے کے بعد پھر بولی۔

"اور اب جو میں آپ کو بتانے والی ہوں اسے تحمل سے سنیے گا۔" اس کے بعد اس نے اپنے باپ کے ہر سیاراز کو ایک ایک کر کے ان پر عیاں کر دیا تھا اور اس کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا تھا۔اس کی ہر بات پر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔ماہی اب چہرہ جھکائے ایک طرف بیٹھی تھی۔

"آج تک وہ ہمیں دھوکہ ہی دیتے آئے ہیں،انہوں نے آپ کو بھی دھوکہ دیا ہے امی۔"

آخر میں اس نے افسوس سے کہا۔

''نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔'' وہ آہستگی سے بے یقین آواز میں بولیں۔ سفیرہ کو ان کی آنکھوں میں دُکھ دکھائی دیا تھا۔

''انہوں نے آپ سے شادی نہیں کی آپ کو قید کیا ہے، غلامی کی زنجیریں پہنائی ہیں آپ کو۔ کبھی میں نے نہیں دیکھا کہ وہ آپ کو دیکھ کر مسکرائے ہوں، مسکرانا تو دور کے بات انہوں نے تو کبھی آپ کو نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں۔'' اس کی بات سے زیادہ اس کا لہجہ تلخ تھا۔

''سفیرہ۔۔۔'' ماہی نے اسے چپ کروانا چاہا۔ اس نے مدیحہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو گرتے دیکھے تھے۔

''حقیقت ہمیشہ تلخ ہی ہوتی ہے ماہی۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جس پر حقیقت کا خوبصورت پہلو سایہ کیے رکھتا ہے، ہم جیسوں کے لیے تو حقیقت اتنی ہی تلخ ہوتی ہے اور ہمارے بس میں صرف اتنا ہے کہ اسے برداشت کریں۔''

ماہی کے گالوں پر بھی آنسوؤں کا لمس جاگا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ کہیں نہ کہیں اس بات سے واقف تھیں کہ وہ کچھ تو غلط کر رہے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آپ ہر بات پر سمجھوتہ کر لیتی ہیں۔آپ نے ہمیں بھی یہی سکھایا ہے نانامی۔۔۔کہ خود سے برتر ہستی کے سامنے سر جھکا دیا جائے خواہ وہ برتر ہستی کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو۔"

سفیرہ کی آنکھیں خشک تھیں اور وہ اپنے سامنے بیٹھی مدیحہ کو رلا رہی تھی۔

"انسان سے برتر تو خدا ہوتا ہے' پھر ہم انسانوں کو خدا کیوں بنا لیتے ہیں؟"

اسے پتا تھا ان کے پاس جواب نہیں ہے اور اسے ان سے جواب چاہیے بھی نہیں تھا۔

"میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں ہے مگر اب میں آپ کو ہر گز غلط کو صحیح کہنے نہیں دوں گی۔آپ کو اس بات کو سمجھنا ہی ہو گا کہ وہ غلط ہیں۔ان کا مقصد پیسہ ہے،انہیں پیسے سے لگاؤ ہے ہم تو بس استعمال کے لیے میسر ہیں انہیں۔" وہ ان کی آنکھوں پر پڑے پردے کو ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وہ تو شاید اس دنیا میں کسی بھی انسان سے محبت نہیں کرتے، مجھے حیرت ہوتی ہے کہ آپ نے ایک ایسے شخص کے ساتھ اپنی زندگی کے ستائیس سال کیسے گزار لیے جو اتنا مادیت پرست ہے۔"

مدیحہ نے بے بسی سے بھیگی نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اب یہ مت کہیے گا کہ ایسے الفاظ استعمال نہ کروں، وہ ہے تو میرا باپ ہی نا۔۔۔" وہ ان کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے بولی۔

"میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ ہیں تو میرے بابا ہی نا۔۔۔ان سے نفرت کیسے کر سکتی ہوں میں، مگر انہوں نے تو اپنے اندر کی انسانیت کو جیسے مار ہی دیا ہے۔"

کرب اس کے تاثرات کے ساتھ ساتھ لہجے میں بھی گھل گیا تھا۔

"عیب اللہ کے پاس محفوظ رہیں تو در گزر کی گنجائش نکل ہی آتی ہے مگر جب انسانوں پر عیب کھل جائیں تو پھر نفرت کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔"

اس کا دل جانتا تھا کہ وہ کس اذیت سے گزر رہا ہے۔

"آپ فکر مت کریں امی۔ میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ جو کوئی بھی سوال کرے گا میں خود ان کے جواب دوں گی۔ یہ سب لوگ جو سوال اٹھا رہے ہیں میری ذات پر، مجھے معلوم ہے ان کو کیسے چپ کروانا ہے۔"

اس کی آنکھیں سرد پڑنے لگیں تھیں۔

"اور اب آپ بھی فیصلہ کر لیں، آپ کو کس کا ساتھ دینا ہے، اپنی اولاد کا یا پھر اپنے شوہر کا؟" وہ مستحکم لہجے میں بولی پھر وہاں سے اٹھ گئی۔

"بس اس بات کا خیال رکھیے گا کہ آپ کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنا ہے تو انصاف کی بنا پر فیصلہ کیجئے گا۔" کمرے میں جانے سے پہلے اس نے آخری بات کہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ماہی نے اپنے بازو ان کے شانوں کے گرد حائل کر دیے۔

"وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔۔۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ لیجئے گا امی' آپ اتنی کمزور نہیں ہیں۔"

وہ انہیں حوصلہ دینے لگی۔

★★★★★★★

وہ حویلی پہنچی تو ہر جانب سناٹا سا تھا۔ پھر وہ فاطمہ خاتون کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازے کی اوٹ سے اندر جھانکتے ہوئے اس نے دیکھا وہ بستر پر لیٹی تھیں۔ مگر شاید وہ سو نہیں رہی تھیں۔ انا واپس پلٹی تو اجالا بھابھی سامنے کھڑی تھیں۔

"بھابھی ڈرا دیا آپ نے۔" وہ بے ترتیب ہوتی دھڑکن پر قابو پاتی دبی ہوئی آواز میں بولی۔

"چلو یہاں آؤ۔" وہ اُس کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے کی جانب کھینچ کر لے گئیں۔ اُسے ایک جگہ بٹھا کر وہ سامنے کھڑی ہو گئیں۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ تم اکیلی کیوں ہو۔۔۔ ساتھ کوئی آیا نہیں؟"

انہوں نے دریافت کیا۔

"نہیں وہ۔۔۔ احمد بھائی اور اسد بھائی وہیں فاریہ چچی کے گھر ہی ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ انہیں کل بزنس کے سلسلے میں لاہور جانا پڑے گا اس لئے اب اتنی رات کو واپسی کا فائدہ نہیں ہے تو انہوں نے بس مجھے واپس بھیج دیا۔"

وہ احمد کی رٹائی ہوئی بات بول کر آخر میں مسکرائی۔

"اوہ۔۔۔" وہ سنگین خاموشی کے زیرِ اثر آ گئیں۔

"تو واپس کب تک آئیں گے وہ کچھ بتایا انہوں نے؟"

"واپسی کا تو ابھی پتا نہیں ہے، کہہ رہے تھے شاید کچھ دن لگ جائیں گے۔"

"کمال ہے، بتایا بھی نہیں اور اچانک۔۔۔" بھابھی اب خود کلامی کر رہی تھیں۔

"تم کس کے ساتھ آئی ہو پھر؟" خیال آنے پر انہوں نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ مجھے الماں چھوڑ کر گیا تھا۔"

"الماں۔۔۔؟ تو اسے اندر ہی بلا لیتیں، اتنی رات کو واپس بھیج دیا؟" بھابھی کے گھورنے پر وہ بے بسی سے مسکرائی۔

"میں نے تو کہا تھا، وہ اکڑو آیا ہی نہیں۔ خیر چھوڑیں۔۔۔ آپ یہ بتائیں امی سو گئی ہیں کیا؟"

اس نے بات کا رخ موڑا۔

www.novelsclubb.com

"یہ تم لوگ کیا سرگوشیوں میں باتیں کر رہی ہو؟"

دروازے میں کھڑی فاطمہ خاتون کی آواز پر انا اچھل ہی پڑی تھی۔

"السلامُ علیکم امی۔۔۔میں بس ابھی ابھی آئی تھی۔مجھے لگا آپ سو گئی ہیں تو آپ کو جگانا مناسب نہیں ہو گا۔"

وہ جلدی سے اٹھی اور انہیں گلے سے لگا کر پھر الگ ہوئی۔

"میں تو اب سونے جا رہی ہوں۔آپ بھی سو جائیں وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اُن کے قریب سے گزر جاتی انہوں نے بازو سے پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"رکو تو۔۔۔یہ بتاؤ باقی آوارہ کدھر رہ گئے ہیں؟"

انہیں سوال کرتے دیکھ کر وہ گڑبڑائی تھی۔اجالا بھابھی کے سامنے جھوٹ بولنا اور بات تھی مگر امی کے سامنے۔۔۔وہ سوچ بھی نہ پائی۔

"ارے بھابھی کو بتا دیا ہے نا۔۔۔آپ ان سے پوچھ لیجیے میں تو تھک گئی ہوں اب بہت۔"

اس نے سکون سے بازو چھڑوا کر جمائی لیتے ہوئے کہا اور وہاں سے نکلنے کی کی۔

تیزی سے زینے پھلانگتے ہوئے اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے بیڈ پر بیٹھتے ہی سکون کا سانس لیا تھا۔

اگلے ہی پل اُس نے سر تھام کر سارے مناظر کو ایک بار پھر اپنے ذہن میں دہرایا۔درد کی ایک شدید لہر دماغ کی رگوں میں سرایت کر گئی تھی۔

"سب کچھ اتنا اچانک کیسے ہو گیا۔۔۔بھائی آپ ایک بار پھر مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔"

وہ تخیل میں احمد سے مخاطب تھی اور اسے نئی فکر لاحق ہو چکی تھی۔پھر اچانک ایک اور خیال کوندے کی مانند لپکا تھا۔

"ظاہر ہے کوئی کسی سے شادی کیوں کرنا چاہے گا؟"

"تم بتاؤ۔۔۔۔تمہارا کیا جواب ہے؟"

"جواب چاہئے تھا تمہیں؟ دل تو کرتا ہے بھرتا بنا دوں تمہارا۔"

وہ غصے سے بولی اور بیڈ پر پڑا کشن اٹھا کر زور سے سامنے پھینکا جیسے وہاں الماری نہیں الماان ہی کھڑا ہو۔

★★★★★★

اگلے دن وہ پھر امی سے یہ کہہ کر کہ اصطبل جا رہی ہے کچھ دیر کے لئے ہاسپٹل چلی گئی تھی۔احمد کی ٹریٹمنٹ ہو چکی تھی اب بس اُسے کچھ دن کی بیڈ ریسٹ کا کہا گیا تھا۔زخم گہرا تھا جس کے سبب اُس کا چلنا پھرنا موزوں نہ تھا۔

اس سمے وہ اسد کے پاس کھڑی تفصیلات سن رہی تھی جب وہ بولا۔

"پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے کہ وہ ہم سے کچھ تو چھپا رہا ہے۔"

انا اس کے پُر سوچ تاثرات دیکھ کر کہیں کھو گئی۔

"وہ اگر ہم سے کچھ چھپا رہے ہیں تو وہ یقیناً اُن کی لڑائی ہے جو وہ راہ چلتے کسی سے بھی مول لیتے ہیں۔"

انا نے اس کے شک کی تصدیق کی۔ اسد کی آنکھوں میں فکر بڑھنے لگی۔

"اِسے لوگوں کا بھلا کرنے کا زیادہ ہی شوق ہے۔ بلکہ مجھے تو لگتا ہے یہ برا کرنے والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان سے لڑتا ہوگا۔ کبھی میرے ساتھ باہر جائے تو اِس کی ایک حس ایسی ضرور ہوتی ہے جو راہ چلتے ہر شخص کی حرکات نوٹ کر رہی ہوتی ہے۔"

اس نے آخر میں نفی میں سر ہلا کر جھٹکا۔ انا زیر لب مسکرائی۔

"آپ بھی کافی نوٹ کرتے ہیں انہیں، پھر خیال بھی رکھا کریں نا۔۔۔ کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں، کس سے ملتے ہیں سب کچھ معلوم ہونا چاہئے آپ کو۔"

اسے اور کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی، وہ بس اپنے بھائیوں کو محفوظ دیکھنا چاہتی تھی۔

"سب کچھ تو معلوم ہی ہے مجھے، بس کچھ چیزیں ہیں جو میری مصروفیات کی بنا پر میں جان نہیں پایا نہ ہی اس نے بتانا مناسب سمجھا۔اب ساتھ رہوں گا اس کے اور کوئی الٹی حرکت کی تو کان بھی کھینچوں گا۔"

وہ تنبیہ انداز اپنا کر بولا۔انا مسکرائی۔

"میں مل کر آئی۔"

پھر نرمی سے کہہ کر اُس کمرے کی جانب پلٹ گئی۔

احمد سرہانے سے ٹیک لگائے بیٹھنے کے انداز میں لیٹا سامنے دیوار کو گھور رہا تھا۔انا کو اندر آتے دیکھ وہ آنکھوں میں چمک لا کر مسکرایا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

خوشگوار لہجے میں پوچھا گیا۔

"بور ہو گیا ہوں یہاں۔"

وہ بیزاری سے بولا۔

"اچھا۔۔۔ تو آپ کا کیا دل چاہ رہا ہے واپس جا کر گولہ بارود چلانا شروع کردیں پھر سے؟"

انا نے خالصتاً اسے گھورا تھا۔ احمد ایک پل کو حیران ہوا۔

"کیوں بھئی۔۔۔ تم کب سے میرے گولے بارود کے خلاف ہو گئی؟"

چہرہ یونہی سیدھا رکھے وہ نظریں دائیں جانب جھکائے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"میں کبھی آپ کے خلاف ہو سکتی ہوں کیا؟ آپ مجھ سے ہزار باتیں چھپائیں، لاکھ راز رکھیں میں تو آپ کو سپورٹ کرنے کے لئے بیٹھی ہوں یہاں پر۔ میں کبھی آپ کی کسی بات کے خلاف نہیں ہو سکتی۔"

وہ سینے پر ہاتھ باندھے دیوار کے ساتھ لگے بنچ پر بیٹھی قطعی انداز میں بولی۔ احمد نے اُس کی بات کو ہضم کرنے کے لئے چند لمحے لئے تھے۔

"یہ کیا اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کردی تم نے؟اور پھرایسے بول رہی ہو جیسے میرے کسی جرم پرپردہ ڈال رہی ہو؟"

وہ آنکھوں میں خفگی لے آیا۔انا آگے کو ہو کر فرصت سے اُسے دیکھے گئ۔

"یونہی سمجھ لیں جرم پرپردہ ڈال رہی ہوں۔"

واضح طورپر کہہ کراس نے واپس ٹیک لگائی تھی۔احمد حیرت سے اسے دیکھے گیا۔

"سوال پوچھوں اب؟"وہ بول رہی تھی مگراحمد نے سنا نہیں۔

"تم مجھ سے ایسے بات نہیں کرسکتی۔"

"آپ کی غلط فہمی ہے یہ۔"

اس کالہجہ بے تاثر ہی رہا۔

"میں ہسپتال میں ہوں،اور تم مجھ پراٹیک کررہی ہو؟"

اس باراس کالہجہ کسی بچے کے جیسا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے کوئی اٹیک نہیں کیا۔ یہ آپ کا تصور ہے۔"

انا نے شانے اچکائے۔

"اب تم کہہ رہی ہو کہ میں خو بخود باتیں تصور کر لیتا ہوں۔"

احمد کا تاسف کم نہیں ہوا۔

"آپ مجھے باتوں میں لگا کر سوال پوچھنے سے روک رہے ہیں۔"

اس کا لہجہ ناراضگی اختیار کر گیا۔

"اب تم کہہ رہی ہو کہ میں خوامخواہ باتوں میں لگاتا ہوں؟"

اس نے گویا سر پکڑ لیا تھا۔

"بس بھی کریں بھائی۔"

انا اب اس کے انداز پر نرم پڑ گئی۔

"میں بس کروں۔۔۔؟" وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتا دھیمے لہجے میں بولا تو دونوں ہی ایک دوسرے کو سنجیدگی سے دیکھنے لگے۔

اور پھر چند ہی پل سرکنے پر دونوں ہنس دیے تھے۔

"آپ بھی اپنے کزن کے ساتھ رہ رہ کر ڈرامائی ہوتے جا رہے ہیں۔"

احمد نے اس کے لہجے میں موجود شکایت کو بھانپتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔

"المان کے بارے میں کوئی ختمی فیصلہ کیا تم نے؟"

وہ یاد آنے پر سنجیدگی سے بولا۔

"میں یہاں آپ کے ساتھ بات کرنے آئی ہوں بھائی، یہاں بھی اُس کا ذکر مت چھیڑ دیں۔"

وہ تو اکتائی ہوئی تھی۔

"ذکر تو خیر تم نے ہی چھیڑا تھا۔"

احمد ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر اب سائیڈ ٹیبل پر پڑا سیب اٹھا کھانے لگا۔

"اچھا چھوڑیں، آپ کے اُس چہیتے نے تو مجھے کچھ بتایا نہیں آپ ہی ساری حقیقت واضح کریں۔"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھی اسے سننے کے لئے تیار تھی۔ احمد نے ہاتھ روک کر اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا جیسے اسے تو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا پوچھ رہی ہے۔

"اب بنیے مت اور بتائیے مجھے کیا ہوا تھا؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ حادثہ جو رونما ہوا ہے اِس کا تعلق سفیرہ کے باپ حسن علی خان سے ہے؟"

انا نظریں اُس پر گاڑے ہوئے ایک ابرو اچکا کر یوں بول رہی تھی جیسے حقیقت سے پہلے ہی واقف ہو۔ اسے اتنا تو یاد تھا ایک بار احمد کے منہ سے پھسلا تھا کہ وہ حسن علی خان سے لڑ رہا ہے۔ تب اُس نے وضاحت نہیں مانگی تھی۔ مگر اب شاید وہ وقت آ چکا تھا کہ سب کچھ کھل کر سامنے آ جائے۔

احمد چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد اُس سے مخاطب ہوا۔

★★★★★★★

صبح طلوع ہوتے ہی وہ فریش ہو کر اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔ سات بجے وہ کچن میں پہنچی اور ناشتہ بنانے میں خانساماں کی مدد کرنے لگی۔

وہ اسے حیرت سے دیکھتے بار بار منع کر رہے تھے جس کے باوجود وہ واپس نہیں گئی۔

مدیحہ بیگم اور مہیرہ آج معمول سے ہٹ کر اپنے کمروں میں ہی تھیں۔

اُس نے ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پر لگا کر خانساماں سے کہہ کر اُن دونوں کو بلوا بھیجا تھا۔ وہ انہیں ناشتے کی خبر کر کے واپس آ کر اُس کے قریب ہی کھڑے ہو گئے جواب کرسی کھینچ کر بیٹھ رہی تھی۔

"خیر ہے بی بی صاب؟ آج کوئی خاص دن ہے کیا جو آپ نے سب کے لئے خود ناشتہ بنایا ہے؟"

وہ مؤدب سے پوچھ رہے تھے۔ سفیرہ ایک پل کو ساکت ہوئی پھر مسکرا کر ساری الجھن دور کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"آج بہت خاص دن ہے میرے لئے۔ آج میں نے اُس سفیرہ کو مار دیا ہے جو پچھلے پانچ سال سے اِس گھر میں رہتے ہوئے بھی اِس گھر کی مکین نہیں لگتی تھی۔"

وہ نرم آواز میں بولی۔

"شکر ہے کہ اب اس گھر کی رونق واپس آئے گی۔"

وہ بے حد خوشی سے کہہ رہے تھے جب مدیحہ بیگم نے ڈائننگ روم میں قدم رکھا۔ سفیرہ کو یوں کھلکھلائے چہرے کے ساتھ وہاں پہلے سے موجود دیکھ کر وہ کچھ حیران ضرور ہوئی تھیں۔ پھر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئیں تو مہیرہ بھی اُن میں شامل ہو گئی۔

"اور آپ کو کیا لگتا ہے حیدر صاب کب واپس آئیں گے؟"

وہ ابھی تک وہیں کھڑے سفیرہ سے مخاطب ہو کر پوچھ رہے تھے۔ اُن کی بات پر سب کے چہروں کے رنگ پھیکے سے پڑ گئے۔

"بہت جلد واپس آجائیں گے وہ بھی۔ پھر آپ اس ڈائننگ ٹیبل پر ایک مکمل اور خوشحال فیملی کو دیکھیں گے۔"

سفیرہ مسکرا کر قدرے یقین کے ساتھ بولی۔ایک خوشحال فیملی کی یہ تصویر ہی تو وہ ہمیشہ سے خود کو دکھاتی آئی تھی۔جانے یہ تصویر کبھی حقیقت کا روپ دھارے گی بھی یا نہیں۔

مہیرہ اور مدیحہ بیگم نے اس کی بات پر ایک گہرا سانس لیا تھا۔

"جی ضرور،اللہ کرے۔"خانساماں خوشی کہتے واپس کچن کی جانب بڑھ گئے تھے۔

"چلیں آپ تو ناشتہ شروع کریں۔"

ان دونوں کو خالی پلیٹیں سامنے رکھے بے مقصد بیٹھے دیکھ کر اس نے کہا اور پھر خود بھی شروع کرنے لگی۔

کھانے کے دوران بھی وہ ہلکی پھلکی گفتگو کرتی رہی تھی۔مہیرہ نے اُس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

وہ جانتی تھی اُس نے اپنی امید اور روشنی سے بھری زندگی کو واپس لانے کے لئے قدم بڑھالیا ہے۔اب وہ اُس خاموش سفیرہ کو دوبارہ نہیں دیکھے گی۔

"امی آپ نے فیصلہ لے لیا؟"

اچانک ہی اُس نے پوچھا۔ مدیحہ بیگم کچھ بوکھلا سی گئیں۔

"ہمم۔۔" پھر انہوں نے سر جھکائے اثبات میں سر ہلایا۔ سفیرہ اور ماہی دونوں نے ہی اُنہیں منتظر نگاہوں سے دیکھا۔

"جب میری بیٹیاں حق کے لئے کھڑی ہو سکتی ہیں تو پھر میں کیوں نہیں؟"

کچھ لمحے بعد جب وہ بولیں تو اُن دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اُسی پل اُنہیں باہر ایک شور سنائی دیا تھا۔ سب کی توجہ ابھی اُس طرف گئی ہی تھی کہ دروازہ زور سے دیوار کے ساتھ مار کر شعلہ پھپھو اندر داخل ہوئیں۔

"واہ واہ واہ۔۔۔۔ شوہر کو گرفتار کروا کر بڑے سکون بیٹھی ناشتے کر رہی ہو، شاباش ہو تمہیں مدیحہ شاباش۔"

اندر قدم رکھتے ہی اُن کے طنز شروع ہو گئے تھے۔

"بہت خوب، بڑا مزہ آ رہا ہے نا تم لوگوں کو میرے بیٹے کو اور بھائی کو پولیس کے حوالے کر کے؟ میں بھی قسم کھاتی ہوں اگر تم لوگوں کو پورے شہر میں ذلیل نہ کروا دیا تو میرا نام بھی شہلہ نہیں۔"

وہ اونچی آواز میں جاہلانہ طریقے سے بولتی جا رہیں تھیں۔

اُن تینوں نے خاموشی سے سنتے رہنے میں بہتری جانی۔

"میں نے نہیں دیکھی کہیں ایسی بے شرم اولاد اور ایسی بیوی جو اپنے شوہر کا کھا کر اُس کی ہی گرفتاری پر خوش ہے۔"

کمر پر ہاتھ چڑھائے وہ اُن کے سر پر پہنچ کر ساتھ کئی دوسرے القابات بول رہی تھیں۔

"آپ کو کوئی حق نہیں ہے ہمارے گھر میں یوں آ کر ہنگامہ کرنے کا۔"

سفیرہ نے سختی سے کہا تو پھپھو نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"تم تو چپ ہی رہو لڑکی ورنہ زبان کھینچ لوں گی میں تمہاری، صرف تمہاری وجہ سے آج میرا بیٹا اِس حال میں ہے۔اور یہ تم لوگوں کا گھر نہیں میرے بھائی کا گھر ہے میں جب چاہے یہاں آکر جو چاہے کر سکتی ہوں۔"

وہ اونچی آواز میں چلاتے ہوئے اُن کی رگوں کو بُھلانے میں کامیاب ہو گئیں تھیں۔

"اچھا ہوا جو تھانے میں رات گزاری اُس نے، میں تو کہتی ہوں کبھی باہر ہی نہ آئے وہ۔"

سفیرہ اُن کے لہجے کا اثر لئے بغیر مزے سے بولتی برتن سمیٹنے گی۔ پھپھو کو اُس نے مزید بھڑکا دیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے۔۔۔"

وہ آگے بڑھ کر اُس پر حملہ کرنے والی تھیں جب مدیحہ بیگم نے سختی سے انہیں پکڑ کر وہیں روک لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میری اولاد پر ہاتھ اٹھاؤ۔۔۔اگر اتنی ہی فکر تھی اپنے بیٹے کی تو پھر اُس کی تربیت کرتے وقت خیال رکھا ہوتا۔اپنے بھائی جیسی تربیت تو نہ کی ہوتی اُس کی۔"

وہ چبھتے لہجے میں بولیں۔آواز میں کچھ زخم اتر آئے تھے۔ماہی اور سفیرہ ساکت سی ہو گئیں۔خانساماں کچن کے دروازے میں کھڑے صورتحال کو بدتر ہوتے ہوئے دیکھتے رہے۔

"تم نے میری تربیت پر بات بھی کیسے کی؟میں تم سب کا جینا حرام کر دوں گی۔دیکھنا تم اب میں کیسے پورے محلے میں تم لوگوں کا تماشا بناتی ہوں۔تم گھٹنے رگڑ کر بھی معافی مانگو گی تو تمہیں معافی نہیں دوں گی میں۔بس دیکھتی جاؤ۔"

www.novelsclubb.com

وہ دھمکی لگا کر پیر پٹختی واپس باہر نکل گئیں۔مدیحہ وہیں جامد سی کھڑی رہ گئیں۔

"فکر مت کریں،کچھ نہیں ہو گا۔"

سفیرہ نے تسلی دی پھر دھیرے دھیرے برتن اکٹھے کرنا شروع کیے۔

★★★★★★

انا واپس حویلی آ گئی تھی مگر دماغ وہیں ہاسپٹل کے اُس کمرے میں موجود تھا۔

چائے بناتے ہوئے، امی اور بھابھی کے ساتھ بیٹھے باتیں کرتے، کبوتروں کو دانہ ڈالتے وہ ایک پل کے لئے بھی حویلی میں واپس نہیں لوٹ پائی تھی۔

اُس کی گم سم سی شکل دیکھ کر فاطمہ خاتون کو احساس ہوا کہ شاید وہ حویلی میں اکیلی رہ کر بور ہو گئی ہے۔ اُس کا بی اے بھی تو مکمل ہو چکا تھا۔ اب کالج سے بھی چھٹیاں تھیں اور گھر میں بھائی بھی کم ہی دکھائی دیتے تھے۔ شاید اسی لئے وہ چپ چپ سی ہے۔ انہوں نے خود ہی اخذ کیا تھا۔

وہ کام سے فارغ ہو کر اوپر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اِس بڑے سے بند کمرے میں ہی اُس کی دنیا بستی تھی۔ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے اُسے وسیع اور لا محدود آسمان دکھائی دیتا تھا۔ اور وہ بڑا آسمان اُسے ہمیشہ خزاں میں بھی تروتازہ کئے رکھتا تھا۔

آج اُس نے کھڑکی کے پردے ہٹائے تھے تو نیلا آسمان ہمیشہ کی طرح وہیں اُس کا منتظر تھا۔

"ساری کہانی سن لینے کے بعد انسان کو کچھ بولنا چاہئے نا؟ سانس روکے خاموشی سے کہانی سننا اتنا تقاضا تو کرتا ہے کہ آخر میں چند لفظ بول کر اُس خاموشی کا قرض چکایا جا سکے۔"

اُس کے دماغ پر وہ کہانی کسی فلم کی طرح بار بار چل رہی تھی جسے وہ ہسپتال میں احمد کی زبانی سن کر آئی تھی۔

"مگر بعض کہانیوں میں اتنا کچھ سمو آتا ہے کہ اُن کے سامنے الفاظ مردہ سے پڑ جاتے ہیں۔"

اُس نے فرطِ جذبات سے آنکھیں میچ لیں۔ اُسے لگا وہ بہت تھک چکی ہے۔ جیسے وہ زندگی کے مختلف پہروں سے گزرتے گزرتے اب آگے بڑھنا ہی بھول جائے گی۔ وہ اُسی کھلی کھڑکی سے رُخ دوسری جانب موڑ کر نیچے فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔

اُس نے اپنا بچپن یاد کرنا چاہا۔ وہ اپنے بچپن کا ایک ایک پل یاد کر کے اُس پل تک جا پہنچی جس پل اُس کا بچپن ختم ہو گیا تھا۔

پھر اُس لمحے کے بعد جو مراحل اُس نے طے کئے اسے وہ بھی یاد تھے۔ اُسے اپنے نئے رشتوں کا ملنا سب سے زیادہ یاد تھا۔ پھر ہر رشتے کے ساتھ گزرے پل اور ہر گزرے ہوئے پل کی ڈھیروں یادیں اُس کے پاس محفوظ تھیں۔

اُس کی زندگی اُس کے اپنوں کے لئے کتنی بڑی آزمائش تھی۔ جب وہ ایک بے حد لاڈلی اولاد کے روپ میں تھی تو اِس باعث کہ جائیداد اُس کے نام لگ جائے گی اُس نے ماں باپ کو کھو دیا۔ جب وہ ایک چہیتی بہن کے روپ میں آئی تو اُس کے حصے میں آئی تکلیف کا بدلہ لینے کا نتیجہ اُس کے بھائی کو بھگتنا پڑ رہا تھا۔ وہ ایک ہی وقت میں خود کو سب سے خوش قسمت اور سب سے بد قسمت بہن محسوس کر رہی تھی۔ جس کا بھائی اُس کے لئے جان بھی داؤ پر لگائے ہوئے ہے۔

اُسے یاد آیا جب وہ اُنہیں خلیل جبران کا قول سنا کر اپنی روح پر لگے اُن زخموں کی جانب اشارہ کر رہی تھی جن کے لگانے والوں کو اب تک سزا نہیں ملی تھی۔ سر ہاتھوں میں تھامے اُس نے خود پر افسوس کرنا چاہا۔

www.novelsclubb.com

"وہ تو ہمیشہ سے میرے لئے لڑے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ میرے بارے میں سوچا ہے اور میں نے کیا کیا؟ اُنہیں موت کے منہ میں جھونک دیا؟"

ضبط نے اُس کی کان کی لوئیں بھی سرخ کر دی تھیں۔

"انہیں پتا تھا وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ جانتے تھے وہ کن لوگوں سے لڑ رہے ہیں۔ اور وہ تو ہمیشہ خطروں سے کھیلنے کے عادی رہے ہیں۔ اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو میں انہیں چاہ کر بھی نہ روک پاتی۔ انہوں نے اپنی بہن کی تکلیف سہی تھی، وہ انہیں کبھی نہ بخشتے۔"

اُس کے ہاتھ بے بسی سے کپکپا رہے تھے۔ اسے اب سمجھ آگئی تھی۔ اُسے بھائی کے ہر رویے کی وجہ سمجھ آگئی تھی۔

"اُن کا بات بات پر پوزیسو ہو جانا، اُسے کالج چھوڑنے جانے کے لئے صرف اسد بھائی پر بھروسا کرنا اور اگر کبھی وہ فارغ نہ ہوں تو چھٹی کروا لینا، اُسے اِس سب سے دور رکھنے کے لئے کچھ بھی نہ بتانا، اُس سے دوبارہ اُس رات کا ذکر تک نہ کرنا نہ کوئی سوال کرنا۔ یہ سب وہ صرف اُس کے ذہنی سکون کے لئے اور اُس کی حفاظت کے لئے کر رہے تھے۔"

حفاظت۔۔۔؟ اُس کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا۔

"وہ مجھے پہلے سے پسند تھا اور یہ تو میرے لئے خوش آئند بات ہے کہ وہ تمہیں خوش رکھنا چاھتا ہے، تمہاری حفاظت کرنا چاھتا ہے۔"

www.novelsclubb.com

احمد نے کچھ روز پہلے اُس سے الماں کے بارے میں کہا تھا۔انا نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔

"اوہ بھائی۔۔۔"

سر دیوار سے ٹکائے اُس کی آنکھوں سے سیال مائع پھسل کر کنپٹیوں میں جذب ہو گیا۔

آنسوؤں کا ایک گولہ سا تھا جو حلق میں اٹک چکا تھا۔

"الماں بہت اچھا لڑکا ہے۔اور بہت اچھا فائٹر بھی۔"

اُس وقت بھی انہوں نے الماں کو اُس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا۔وہ بھائی کا ہر حکم مانتا ہے،اچھا فائٹر ہے،اور اُس نے میری جان بھی بچائی ہے۔تو یہ وجہ ہے کہ بھائی میرا مستقبل اُس میں دیکھ رہے ہیں؟

وہ اب دوبارہ مجھے کسی بے رحمی کا شکار ہونے نہیں دے سکتے،یہی وجہ ہے کہ انہوں نے الماں کو منتخب کیا۔

انہوں نے ہمیشہ میرا خیال کیا ہے اور وہ آج بھی میرا خیال کر رہے ہیں صرف اس لئے کہ میں محفوظ رہ سکوں۔"

"اور تم۔۔۔؟ تم انا کبیر ساحر؟ اتنی خود غرض کب سے ہو گئی کہ اپنی انا کی خاطر اُن کے فیصلوں پر اعتراض کرنے لگو؟"

اُس نے بے رحمی سے آنکھیں رگڑیں۔

کیا صرف اِس بنا پر کہ اُس نے مجھے تنگ کیا ہے میں انکار کر دوں؟ کیا وہ واقعی اتنا برا ہے کہ میں اُس کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکوں؟

"مگر کیا واقعی وہ مجھے پسند کرتا ہے؟"

اُس نے پہلی بار اپنے اور اُس کے تعلق کے بارے میں سوچنا شروع کیا تھا۔

"تمہیں کیوں چاہیے اس بات کا جواب؟ ظاہر ہے کوئی کسی سے شادی کیوں کرنا چاہے گا؟"

جب وہ یہ بات کہہ رہا تھا تو اُس نے دیکھا تھا الماں ابراہیم اُس سے نظریں چرا رہا تھا۔

مگر پسند کرنے کی کیا وجہ ہو گی۔۔۔۔اور اگر پسند ہی کرتا تھا تو ہمیشہ زِچ کیوں کیا؟ یا یہ بھی ایک طریقہ تھا رابطے میں رہنے کا؟

"میں تمہیں کبھی نہیں جان سکتی۔۔۔تم کون ہو الماں، کیا میں کبھی تمہیں پہچان پاؤں گی یا تم مجھ پر کبھی اپنے راز کھولو گے بھی؟"

وہ غیر یقینی سی کیفیت میں تھی۔

شادی کھیل تو نہیں کہ نتیجہ دیکھنے کی خاطر کسی سے بھی کر لی جائے، شادی تو عہد کی طرح سے جسے توڑا نہیں جا سکتا لیکن اگر توڑ دیا جائے تو واپس جوڑا جا سکتا ہے نہ ہی بھروسا کما یا جا سکتا ہے۔

آخر تنگ آ کر اُس نے الماں کے بارے میں اپنی تمام سوچوں کو جھٹک دیا تھا۔ مگر کیا واقعی وہ اُس کے ذہن سے نکلا تھا؟

★★★★★★

"سالا بے وقوف، گدھا، اُلو کا پٹھا۔"

چلا کر کہتے ہوئے میز پر رکھا شیشے کا گلاس اُٹھا کر فرش پر پٹخا گیا تو کرچیاں اُڑ کر اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔

غصے کے مارے حکیم شاہ کا سانس پھول رہا تھا۔ رگیں تنی ہوئی تھیں اور دانت بھینچے ہوئے تھے۔

پھر وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"آپ کس پر اتنا غصہ ہو رہے ہیں؟"

قریب مؤدب سے کھڑے جواد نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"یہ گدھا حسن علی۔۔۔ پولیس پکڑ کر لے گئی اسے۔ اور وہ کمینہ احمد جبریل۔۔۔ ہمیں لگا کہ ہم نے اُس کے لئے جال بُنا ہے مگر وہ تو ہمارا شکار کرنے کے انتظار میں تھا۔ سب کچھ برباد کر گیا۔"

آخر میں وہ ایک بار پھر غرایا تھا۔

آنکھیں میچ کر وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

"حسن علی خان کو موقع پاتے ہی ختم کر دو۔"

آنکھیں کھلیں تھیں تو اُن میں سرد اور بے جان سا تاثر تھا۔

"لیکن وہ تو۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ جواد کچھ کہتا۔

"ہاں پہلے وہ میرا ایک خاص آدمی تھا۔۔۔تب تک جب تک وہ میرے ساتھ تھا،اب وہ میرے لئے خطرے کے سوا کچھ نہیں۔"

بے تاثر چہرے پر کوئی دوسرا رنگ نہیں تھا۔

"جی۔"

جواد سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔

"احمد جبریل، تم کبھی بھی مجھے سزا نہیں دلوا سکتے۔ تم پر کون یقین کرے گا؟ کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا کہ میں نے کچھ غلط کیا ہے۔ کوئی ثبوت ہی نہیں، نہ ہی کوئی گواہ رہے گا۔ تم مجھے کبھی مات نہیں دے سکتے۔"

شیطانی چہرے پر درندگی کے نشانات واضح نظر آنے لگے تھے۔

وہ آج بھی وہی حکیم شاہ تھا۔ وہ آج بھی متکبر ابلیس کے ساتھیوں میں سے تھا۔

★★★★★★

وہ اُس وقت حیدر کے کمرے کی صفائی میں مگن تھی۔ ماہی کچھ گملے اٹھا کر اب ٹیرس پر ایک جگہ رکھ رہی تھی۔

"جب بھائی آجائیں گے تو کتنا مزہ آئے گا۔ ہم سب ایک بار پھر ساتھ ہوں گے۔ تب پھر ہمیں جدا کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

ماہی پُر مسرت سی کہہ رہی تھی جب پیچھے سے سفیرہ کی آواز سنائی دی۔

www.novelsclubb.com

"بھائی کو ہم سے جدا کرنے کے لئے بھابھی ہی کافی ہوں گی۔۔۔ ویسے بھی اب اُن کی شادی کی عمر ہے۔اوہ میں تو پوچھنا ہی بھول گئی، یہ نہ ہو وہ پہلے ہی شادی کر چکے ہوں۔"

اُس کی بات پر ماہی نے رونی شکل بنائی۔

"ایسے تو مت کہو۔"

دل پر ہاتھ رکھے بولی پھر گملے درست کرنے لگی۔ سفیرہ نے مسکراہٹ دبا کر اُسے دیکھا۔

"کیوں بھئی، شادی کے لئے ہی تو گئے تھے یہاں سے۔"

اُسی اثنا باہر ایک شور گونجا تو اُن دونوں کی توجہ اُس جانب مبذول ہوئی۔ دونوں نے ہی اوپر سے نیچے جھانک کر دیکھا تو شملہ پھپھو کی قیادت میں محلے کی آٹھ دس آنٹیاں اب لان میں قدم جمائے کھڑی ہنگامہ برپا کئے ہوئے تھیں۔ سفیرہ نے ماہی کو اور ماہی نے سفیرہ کو دیکھا۔ پھر دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی تاثر اُمڈا۔

"یہ ایسے نہیں مانیں گی۔"

دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ پھر بازو کہنیوں تک چڑھائے آگے پیچھے زینے اترتیں نیچے آ گئیں۔

مدیحہ بیگم تب تک ہال کے دروازے پر کھڑیں اس تماشے کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔

"امی آپ پلیز اندر جائیں۔"

امی کو سائیڈ پر کرتے ہوئے وہ خود آگے آ گئی تھی۔

ماہی اُس کے برابر میں کھڑی تھی۔

"توبہ توبہ، ذرا بھی شرم نہیں ہے ان لوگوں میں۔ بیچاری کا بیٹا پکڑوا دیا اور خود کا باپ ہوتے ہوئے بھی پولیس کے حوالے کر آئیں۔"

ایک عورت کانوں کو ہاتھ لگاتی کہہ رہی تھی۔

"بڑے گھرانے کی لڑکیوں کا یہی تو نقصان ہے خالہ' یہ جب چاہے سانپ بن کر اپنوں کو ہی ڈس لیتی ہیں۔"

دوسری نے بھی لقمہ دیا۔

"اور دیکھو تو ان کے چہرے کو۔نہ کوئی شرمندگی نہ ملال۔اللہ ایسی اولاد نہ دے کسی کو۔"

ایک عورت ناگواریت سے بولی۔

"جس باپ نے کھلا پلا کر بڑا کیا اُسی کے خلاف ہو گئیں۔ماں بیٹیاں ایک ہو گئیں،ایسے تو کبھی نہ سنا تھا۔"

باتیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔وہ ابھی تک خاموشی سے کھڑی ایک ایک کو سن رہی تھی۔شہلہ پھپھو ابرو اچکائے چبھتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"یہ تو بات ہی نہ کر بہن' اس لڑکی نے تو نکاح کی رات اپنے ہونے والے شوہر کو اغوا کر کے جانے کن الزامات پر گرفتار کروا دیا۔"

”ہاں ہاں، ان جیسوں کو نہ اپنی عزت کا خیال ہے نہ دوسروں کی۔“

”پتا نہیں کس کے لئے کیا اس نے یہ سب۔ اب ہم شملہ کے ساتھ اتنی زیادتی برداشت نہیں کریں گی۔“

کاٹ دار لہجے میں کوئی عورت بیچ میں بولی۔

”بس____بہت ہو گیا آپ لوگوں کا۔“

ماہی کی بلند تر آواز نے سب کو ایک سیکنڈ میں خاموش کروا دیا تھا۔

”کب سے آپ لوگوں کی بک بک سنے جا رہی ہوں۔ یہاں سے کچھ نہیں ملے گا کہیں اور جا کر سنایئے یہ سب باتیں، شاید کچھ پیسے مل جائیں۔“

ماہی نے بد تمیزی سے کہا۔

”ہائے ہائے دیکھو تو اِس چڑیل کو۔۔۔ کیسے منہ پھاڑ کر بول رہی ہے۔ ایسے تو کوئی تم لوگوں کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ کہیں رشتہ نہیں ہو گا تم دونوں کا، لکھوا لو مجھ سے۔“

سفیرہ نے ماہی کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور خود آگے آئی۔

"چلیں شاباش، سب لوگ اپنے گھروں میں واپس جا کر بیٹھیں۔ یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے اور میں آپ سب کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ ہمارے گھر آ کر ہماری تذلیل کریں۔"

اس کی آواز بلند نہیں تھی مگر بے تاثر چہرہ اور لہجے کی ٹھنڈک اپنی جگہ پر قائم تھی۔

"گھر کا معاملہ تو تب رہتا جب اس گھر کی خاتون جس نے یہاں کئی سال گزارے ہیں مدد کے لئے ہمارے گھروں کا رُخ نہ کرتی۔ مگر اب تو ہم اسے حق دلوا کر ہی واپس جائیں گی۔ ہاں نہیں تو۔"

آنٹی ثریا نے ہاتھ سینے پر باندھ کر دکھائے تو باقیوں نے بھی اُس کی تائید کی۔ پھپھو کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"اپنی تذلیل کا تجھے بہت خیال ہے لڑکی مگر باپ کو ذلیل کرتے ہوئے شرم نہ آئی تجھے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سنا ہے کسی گاؤں کے لڑکے کا چکر ہے۔ باپ نے انکار کر دیا تو اس پر الزامات عائد کر کے جیل میں بند کروا دیا۔"

شمائلہ آنٹی نے سنگین لہجے میں دوسری عورت کو بتایا۔ سفیرہ کی آنکھیں چمکیں۔ اُس نے پھپھو کو بے یقین نظروں سے دیکھا۔ کیا کیا کچھ پھیلایا تھا انہوں نے اس کے بارے میں؟

ہاں تکلیف تو ہوئی تھی۔ جیسے لوگوں کی باتوں پر ہمیشہ ہوا کرتی ہے۔ مگر زخمی انسان کو ہرانا حد سے زیادہ مشکل ہے۔

"اگر آپ لوگوں نے اِس کے بعد ایک بھی لفظ اپنے منہ سے نکالا تو پھر میں بھی چپ نہیں رہوں گی۔ بہتر ہے چلی جائیں آپ سب یہاں سے۔"

سفیرہ کے صبر کا پیمانہ ابھی لبریز نہیں ہوا تھا۔ اُس نے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

ماہی ایک بار پھر غصے سے آگے بڑھنے لگی مگر اُس نے ہاتھ آگے بڑھا کر روک دیا۔

"ایسے تو ہم یہاں سے نہیں جائیں گی۔ پہلے تم شعلہ سے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

کسی نے کہنا چاہا مگر سفیرہ کی بلند اور مضبوط آواز نے اُن سب کو ساکت کر کے رکھ دیا تھا۔

”بس کریں آپ سب۔۔۔اب مجھے کسی بھی بکواس سنائی نہ دے۔“

آخر کار صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

”اب میں بولوں گی اور سب لوگ سنیں گے۔“ بے تاثر چہرہ سامنے والے کو جماد ینے کے لئے کافی تھا۔

”میں کہنا نہیں چاہتی تھی مگر آپ سب نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ آپ کو آئینہ دکھایا جائے۔“

اُس کے لہجے میں کچھ تو تھا کہ شعلہ پھپھو بھی نا سمجھی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

وہ ہال کے باہر موجود زینوں سے نیچے اتری۔اور ان عورتوں کے جمگھٹے کے قریب جا پہنچی۔

”کچھ راز ہیں جو مجھے بھی معلوم ہیں۔یقین جانیں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہوتا جس کے کچھ راز نہ ہوں۔تو کیا خیال ہے پھر آپ کے راز کھول کر تماشا بناؤں آپ سب کا؟“

ابرو اچکا کر چیلنج کرتی نگاہوں سے اُس نے اُن سب کی جانب چہرہ جھکائے پوچھا۔

”ہما۔۔۔ہمارے۔۔۔ایسے،ویسے کوئی راز نہیں ہیں۔تم اپنے گریبان میں جھانکو۔“

سویرا آپا بولیں تو زبان لڑکھڑائی ضرور تھی۔

”تو پھر آپ کی آواز میں اتنی فکر کیوں ہے؟“

اُس نے جیسے نظروں میں تولتے ہوئے ان کے گرد چکر کاٹا۔

”سب لوگ غور سے سنیے گا۔میں بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے علم ہے پانچ سال پہلے آنٹی بلقیس کی بیٹی حلیمہ اچانک گھر سے غائب ہو گئی تھی اور پھر کبھی واپس لوٹ کر نہیں آئی۔کسی کو آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں گئی تھی۔“

سب نے چور نظروں سے آنٹی بلقیس کو دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ ثریا خالہ کے بڑے بیٹے کی مرضی کی شادی نہ ہونے پر اُس نے خود کشی کر لی تھی۔"

اُس کا لہجہ نہیں ڈگمگایا۔ ثریا خالہ کا سانس پھولنے لگا تھا۔ سب عورتوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بے یقینی کا اظہار کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ کوئی اِس بارے میں جانتا نہیں تھا۔ ہاں بس وہ لوگوں کے سامنے پرانے زخموں کی تازگی کا احساس گھائل کر دیتا ہے نا۔

"اور میں اِس بات سے بھی بے خبر نہیں ہوں کہ آنٹی شمائلہ کی آج تک اپنی ساس سے نہیں بن پائی ہے اور اُن کے گھر کی لڑائی کی آوازیں پورے محلے میں گونجتی ہیں۔"

اُس نے بڑے آرام سے شمائلہ آنٹی کو دیکھا جو اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"اتنا کافی ہے یا یہ بھی بتا دوں کہ سویرا آپا کے شوہر کیا سلوک۔۔۔۔"

ابھی وہ بول ہی رہی تھی کہ سویرا چیخ پڑی۔

"بہت ہو گیا۔ میرے بارے میں بات بھی کی تو زبان کھینچ لوں گی تیری۔۔۔ تجھے کوئی حق نہیں ہمارے بارے میں یہ سب باتیں کرنے کا۔"

ساتھ ہی دوسری عورتوں نے بھی حصہ ڈالنا شروع کر دیا۔

"کیا ہو گیا سب کو۔۔۔؟"

اُس نے ایک مرتبہ پھر سب کو مخاطب کیا۔

"میں تو بس آپ کو آپ کی زبان میں جواب دے رہی تھی۔ آپ کو پسند نہیں آئیں میری باتیں؟"

شعلہ پھپھو آگ بگولہ ہو چکی تھیں۔ کچھ ایسا ہی حال باقی خواتین کا تھا۔

"تف ہے بھئی ایسی لڑکی پر۔۔۔"

"میرے بارے میں بات مت کریں اور اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی کوشش کریں۔ آج یہاں بتا رہی ہوں کل کو سارے محلے کو گلی میں اکٹھا کر کے بتاؤں گی۔ برداشت کی ایک حد

ہوا کرتی ہے۔میں اتنی بھی اچھی نہیں ہوں کہ اپنے کردار پر پڑتے چھینٹوں کو نظرانداز کر دوں۔"

اُس کا لہجہ پر سکون ہی رہا مگر سپاٹ چہرہ اور وارننگ دیتی نگاہیں سب کو سمجھا گئیں تھیں کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"بھئی چلو یہاں سے۔اس کے گھر والے اسے سمجھا نہیں پائے تو ہم کون ہوتے ہیں۔"

سب باری باری گھر سے نکل گئیں تھیں۔پھپھو اُنہیں روکتی ہی رہ گئیں مگر جب بات اپنی ذات پر آجائے تو کوئی بھی برداشت نہیں کرتا۔

"تمہیں تو میں۔۔۔۔"

پھپھو غصے سے اُس کی جانب بڑھی تھیں۔ماہی بھی اُنہیں دیکھتے ہوئے بچاؤ کے لئے آگے بڑھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے کچھ کرنے یا کہنے سے پہلے یہ یاد رکھیں کہ آپ کے کئی راز بھی محفوظ ہیں میرے پاس۔ہاں مگر میں آپ کی طرح اپنے خاندان والوں کی عزت یوں سرِ عام دنیا کے سامنے اچھالنا اپنے لائق نہیں سمجھتی۔"

اس نے کہا اور رُکی نہیں واپس ہال میں قدم رکھتی اندر چلی گئی۔

★★★★★★

احمد سفید شلوار قمیص میں ملبوس ہاسپٹل کے کمرے میں بیڈ پر پڑا تھا۔تنگ آ کر اُس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔

پھر آہستگی سے نیچے اترا اور کھڑے ہونے کی کوشش کی۔وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ہاں زخم ابھی تکلیف دہ تھا مگر وہ کھڑے ہونے کے قابل ہو گیا تھا۔بمشکل کچھ قدم اِدھر سے اُدھر بڑھانے لگا۔اُسے اب اِس تنگ کمرے سے کوفت ہونے لگی تھی۔وہ ایسا تو نہ تھا کہ کئی دن تک ایک ہی جگہ پڑا رہے۔مریض دنیا کی سب سے زیادہ بیزار مخلوق ہیں اگر مریضوں سے زیادہ کوئی انسان بیزار ہے تو وہ بھی مریض ہی ہے۔

مگر وہ یہاں اس بند کمرے میں بھی صرف سوچ سوچ کر ہی وقت گزار رہا تھا۔انا کے بارے میں سوچ کر اسے فکر ہونے لگی تھی۔یا تو اُسے یہ سب کچھ انا کو پہلے دن سے بتا دینا چاہیے تھا یا پھر کبھی بھی نہیں۔اب وہ کیا سوچ رہی ہو گی؟

احمد نے افسوس سے سر جھٹکا۔پھر ایک خیال آیا۔

"شاید میں جانتا ہوں کہ وہ اب کیا کرے گی۔"

چہرہ ایک بار پھر تاسف میں ڈھلتا چلا گیا۔

★★★★

الماں دوپہر میں ایک بار پھر اُس کے پاس موجود تھا۔

"اب مجھے مزید یہاں نہیں رہنا۔میں چل پھر سکتا ہوں،ڈاکٹرز سے کہو کہ مجھے ڈسچارج کر دیں۔"

احمد چہرہ اوپر اٹھائے گردن کو دائیں بائیں ڈھلکا کر سیدھا کرتا بولا۔

"کیا آپ شیور ہیں؟"

"ہاں۔"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد احمد نے پھر گفتگو شروع کی۔

"اچھا المان سنو۔۔"

وہ جو گم سم سا بیٹھا تھا یکدم ہی متوجہ ہوا۔

"انا سے بات کی تھی تمہارے بارے میں اور میں نے کہا تھا کہ میں اُس کی مرضی کے بنا کچھ نہیں کروں گا۔"

المان کو سناٹے نے آگھیرا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اُس کے بارے آنے والا ہر خیال اپنے دل سے نکال دو۔اور دوبارہ اس بارے میں کوئی بات میں تمہارے منہ سے نہ سنوں۔"

اس نے پر سکون لہجے میں کہا۔المان کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔دل تو ٹوٹا تھا اور شاید اندر کہیں آواز بھی گونجی تھی۔

"لیکن۔۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا۔اس سے پہلے کہ الفاظ اس کا ساتھ دے پاتے احمد نے بات کاٹی۔

"اگرایک بار بھی اُس کی آنکھوں میں اقرار کی جھلک نظر آتی تو میں ضرور تمہیں مثبت جواب دیتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا،اس لئے جو کہا ہے بس اتنا کرو۔"

اس کی آواز میں اب بھی وہی پر سکون سنجیدگی تھی۔

"جی۔۔۔بھائی۔"

اس نے ایک بار پھر سر تسلیم خم کیا تھا۔ہاں مگر آنکھوں کے کناروں کی سرخی کو احمد بھی نظرانداز نہیں کر پایا۔

"میں ذرا ڈاکٹر سے آپ کے ڈسچارج کی بات کر کے آتا ہوں۔"

کہہ کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔احمد نے اس کے پیچھے ایک گہرا سانس لیا تھا۔اسے علم تھا اب اگر انا نے ہاں بھی کی تو وہ بس ایک قربانی ہو گی۔ صرف اس لئے کہ اُس کا بھائی اس کے لئے اتنا کچھ کرتا آیا ہے تو اب وہ کیوں نہیں۔۔۔؟ وہ اپنی چھوٹی بہن کو اتنا تو جانتا تھا۔

باہر آتے ہی الماں ابراہیم نے چند گہرے سانس بھر کر خارج کئے تھے۔

اُس لمحے کوئی سوچ، کوئی فکر، کوئی شکوہ اسے لاحق نہیں تھا۔ہاں بس ایک اذیت تھی جس نے اُسے قید کر لیا تھا۔

انکار کی اذیت، ٹھکرائے جانے کی اذیت، لاحاصل کی اذیت۔

آنکھیں بند کر کے اُس نے اپنے دل کو پہلی بار صبر سے دھڑکنا سکھایا تھا۔

"سنو انا زادی۔۔۔اب کبھی بھی تمہارے راستے میں آکر تمہیں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس کے دل سے آواز آئی تھی۔

★★★★★★

کیمبرج میں اُسے آئے ہوئے کئی دن بیت چکے تھے۔اُس کے معمول میں کھانا پکانے میں ماں کی ہیلپ کرنا، کیمبرج کی گلیوں میں مہک کو لے کر گھومتے پھرنا، لکھنا، مطالعہ کرنا اور کچھ وقت امی بابا سے باتیں کرنا شامل تھا۔

اُس وقت بھی وہ گھر کے باہر لگی باڑ کے اندر کرسیوں پر بیٹھے چائے پیتے ہوئے خوش گپیوں میں مگن تھے جب فرقان نے اُسے مخاطب کیا۔

"تم نے جو اسکرپٹ بھیجی تھی وہ میں نے پڑھ لی۔ مگر وہ شاید مکمل نہیں ہے۔ تم نے آخری باب ادھورا چھوڑ دیا ہے۔"

ان کی بات پر وہ چونکی۔

"مکمل نہیں ہے؟ لیکن میں نے تو مکمل ہی۔۔۔۔ اوہ ہاں۔۔۔ یاد آیا وہ لیپ ٹاپ میں رہ گیا ہے۔ سوری، آج وہ بھی بھیجتی ہوں آپ کو۔"

بات کرتے کرتے ہی اُسے یاد آنے پر شرمندگی نے گھیرا۔

"ارے کوئی بات نہیں۔ اور ہاں۔۔۔ ویلڈن، تم نے بہت اچھا لکھا۔"

اُن کی تعریف پر وہ بے حد خوشی سے اُٹھ کر گلے سے لگی پھر واپس آ بیٹھی۔

"مجھے بھی پڑھاؤ کیا لکھا ہے تم نے۔"

کنول نے دونوں کس بیچ میں ٹوکا۔

"ابھی نہیں، آپ کتاب پڑھیے گا۔"

علما کے کہنے پر کنول نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"اچھا منہ مت بنائیں، ویسے پڑھنے کا شوق تو ہے نہیں آپ کو۔"

وہ ایک بار پھر شرارت سے بولی اور اس بار سر پر چپت لگی تھی اسے۔ وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔

★★★★★

آج کئی دن کے بعد اُس کا گزر اُس کافی شاپ کے قریب سے ہوا تھا جس میں وولف کام کرتا تھا۔

وہ سفید عبایے پر پنک اوور کوٹ پہنے پنک ہی اسکارف میں چہرہ لپیٹے ہوئے چلتی جا رہی تھی۔

"علما۔۔۔ سنو۔"

جب پیچھے سے کسی نے اُسے پکارا۔وہ وہیں رُک گئی پھر پلٹ کر دیکھا۔وولف واکر سنجیدگی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"رُک جاؤ۔۔۔ایک بار میری وضاحت تو سن لو۔"

علما چند قدم آگے بڑھا کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

"بس بھی کرو وولف۔۔۔مجھے لگا تھا کہ تم کم از کم اتنے خوددار تو ہو ہی کہ میرے ایک بار انکار کرنے پر دوبارہ مجھ سے بات کرنے نہیں آؤ گے۔مگر تم نے مجھے غلط ثابت کر دیا۔"

اسے واقعی نہیں معلوم تھا کہ وہ دوبارہ اسے مخاطب کر لے گا۔

"محبت وہ شے ہے جو سب سے پہلے ہماری خودداری مارتی ہے۔پھر انسان خوددار نہیں رہتا بس بے اختیار ہو جاتا ہے۔"

علما کو چپ سی لگ گئی۔اُس نے نظریں کسی اور سمت موڑ لیں۔

”مت کرو۔۔۔مجھے اس لفظ ”محبت“ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔مجھے اب اِس سے ڈر لگنے لگا ہے۔“

خوف زدگی اس کی آنکھوں میں ظاہر تھی۔وہ واپس پلٹی مگر وہ شاید بات کا اختتام اپنی جانب سے کرنا چاہتا تھا۔

“You are not afraid of new love, you are afraid of old pain.”

(”تمہیں نئ محبت کا ڈر نہیں، تم پرانی تکلیف سے خوفزدہ ہو۔“)

علما کے چلتے قدم ساکت ہوئے۔اس نے آہستگی سے مڑ کر اُسے دیکھا۔وہ اسی طرح کھڑا تھا۔علما بنا کچھ کہے واپس پلٹ آئی۔ مگر اُس کی بات نے اُسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”پتا نہیں کہاں پڑھ لیا اس نے یہ ڈائیلاگ۔“

خود کو سوچنے سے باز رکھنے کے لئے وہ بڑبڑائی۔

★★★★★★

رات کے وقت وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ سامنے کھولے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"لگ جا، لگ جا۔"

یو ایس بی لیپ ٹاپ میں لگاتے ہوئے وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اسی یو ایس بی میں اُس نے سارا ڈیٹا جمع کر رکھا تھا۔ مگر اب لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا ہو گیا اسے؟"

بہت کوششوں کے بعد وہ تنگ آ کر لیپ ٹاپ وہیں رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

"کیا مصیبت ہے؟ اب اس یو ایس بی کو کیا مسئلہ ہے یار۔"

وہ جھلاتے ہوئے ہم کلامی کر رہی تھی۔

پھر کسی سوچ کے تحت اٹھی اور لیپ ٹاپ کو واپس اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے اُس نے ٹیبل کا دراز کھول کر یو ایس بی اُس میں پھینکی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ دراز بند کرتی اُس کی نظروں میں کچھ آیا تھا۔ایک نئی یو ایس بی۔

اُس نے یاد کرنا چاہا۔۔۔یہ اُس کی نہیں تھی۔پھر چند پل کی مشقت کے بعد اُسے یاد آگیا یہ یو ایس بی اسے الایمان ادارے میں ایک کمرے کے باہر قالین پر پڑی ملی تھی۔اور اُس دن وہ اس شخص کو اس کی امانت لوٹا نہیں پائی تھی۔

اُس نے وہ یو ایس بی لی اور لیپ ٹاپ ایک بار پھر سے کھول لیا۔

"یہ چلتی ہے یا نہیں،بس چیک کروں گی۔"

آنکھیں بند کر کے اُس نے یوں کہا جیسے کوئی عہد کر رہی ہو۔

یو ایس بی لگانے پر اُس کے سامنے اسکرین پر وہ فائل کھل گئی تھی۔

"آہ۔۔۔اِس کا مطلب میری یو ایس بی میں ہی فالٹ ہے۔اب کیا کروں گی؟اُسی میں تو وہ ڈاکومنٹ تھا۔"

اُس نے سر تھام لیا۔ عہد کے مطابق وہ یو ایس بی واپس نکالنے والی تھی جب اُس کی نظر سامنے کھلی اسکرین پر لکھے ایک نام پر پڑی۔

"حیدر۔"

ساری بات ایک نظر کی ہی تو ہوتی ہے۔ اور پھر سارا کھیل ایک دم سے الٹ جاتا ہے۔

"حیدر؟" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ ایک سایہ سا اُس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

الایمان میں کھڑے اُس شخص کا عکس جس کے ہاتھ سے یہ امانت گری تھی۔ پھر اُس نے سر جھٹکا۔

"دنیا میں اور بھی حیدر ہو سکتے ہیں، ضروری نہیں کہ یہ وہی حیدر ہو۔"

اُس نے خود کو باز رکھنا چاہا۔

"لیکن اگر یہ وہی ہوا تو۔۔۔؟"

بے اختیار ہی اُس نے حیدر کے نام والی فائل اوپن کی تھی۔

"Haider's own talks"

اسکرین پر ابھرتے فولڈر کا نام پڑھے بغیر ہی اُس نے اوپن کر لیا تھا۔

اور اُس کے سامنے کچھ ویڈیوز آگئی تھیں۔ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے اُس نے ایک ویڈیو چلائی۔ اسکرین دھندلی تھی اُور اُس کے پیچھے سیاہی پھیلی تھی۔ مگر ویڈیو سے آتی آواز بے حد واضح تھی۔

''میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا، تم سے بات نہیں کر سکتا مگر تم مجھ سے ناراض مت ہونا۔ میں ایک دن تمہاری سبھی شکایتیں دور کر دوں گا۔''

اُس کی آواز وہی تھی، نرم، شائستہ مگر اس بار کچھ شکست خوردہ سی۔ علما چہرے پر ڈھیروں حیرانی سجائے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی وہی تھا۔ کیا یہ دنیا اتنی چھوٹی ہو گئی ہے کہ اُس نے کچھ دن پہلے مسٹر حیدر کو دیکھا؟

وہ بے یقین تھی۔ اور اب اُس انسان کی امانت اُس کے پاس تھی جس نے بارہا اتنی دور سے اُس کی راہنمائی کی تھی۔

اور وہ خوش تھی۔

”سبلنگز(siblings)۔“

ویڈیو کا ٹائٹل دیکھتے ہوئے اسے اندازہ ہوا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں سے مخاطب ہے جو شاید اُس سے کسی وجہ سے دور تھے۔

”بہن بھائیوں کا رشتہ وہ رشتہ ہے جو کبھی نہیں بدلتا۔ یہ ہمیشہ سے جیسے تھے ویسے ہی رہتے ہیں۔ سب سے پہلی اولاد خواہ وہ بیٹا ہو یا بیٹی یہی چاہ رکھتی ہے کہ اس کا ساتھ دینے کو کوئی اور بھی ہو۔ کوئی اور بھی ہو جو اس کے جیسا ہو، اس کی باتوں کو سمجھنے والا، سننے والا، کچھ اپنی سنانے والا، اس کے ساتھ کھیلنے والا اور شرارتوں میں اس کا ساتھ دے کر بچپن کو حسین بنانے والا۔“

وہ بڑے سکون سے بول رہا تھا۔ علما کے لبوں کو مسکان نے چھو لیا۔

www.novelsclubb.com

"اپنے اس کرائم پارٹنر کے بغیر زندگی ریل گاڑی کے ڈبے میں بیٹھے تنہا مسافر جیسی ہوتی ہے۔وہ کھڑکی کے باہر کی حسین دنیا کو دیکھ سکتا ہے مگر اس دنیا پر تبصرہ کرنے کے لیے چاہ کر بھی اپنے پہلو میں بیٹھے انجان مسافر کو مخاطب نہیں کر سکتا۔"

اُس کے لہجے میں زخم سے اتر آئے۔علما کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔ایک رنگ سا آکر گزرا۔

"ویسے یہ بہن بھائی زندگی میں جتنی چہل پہل لاتے ہیں اتنا ہی ہمیں تنگ بھی کرتے ہیں اور جب جب یہ تنگ کرتے ہیں تب تب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے جیسی مخلوق ہمیں زندگی جینے کے مختلف زاویے دکھا رہی ہے۔اور پھر یہ جتنا ہمارا خون جلاتے ہیں اسے وقت پڑنے پر سود سمیت واپس بھی کرتے ہیں۔اس کی سب سے بڑی مثال ہماری غلطی کے بعد ڈانٹ پڑتے وقت ان کا ماں باپ کے سامنے چین کی دیوار بن کر کھڑے ہو جانا ہے اور تب ہمیں حیرت کا جھٹکا لگتا ہے جب یہ ہمارے حق میں بولتے ہیں، کبھی انہیں اس طرح دیکھا جو نہیں ہوتا۔"

www.novelsclubb.com

وہ سمجھ گئی تھی یہ حیدر کے کچھ جذبات تھے جنہیں وہ بیان کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اور پھر یہ ہمارا معمول بن جاتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کی تنہائی کے ہمراز ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ یہ بہن بھائی کبھی نہیں بدلتے۔ ان کی آنکھوں میں ہمیشہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کوئی نہ کوئی منصوبہ تیار ہو رہا ہوتا ہے جسے ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ یہ آپس میں تو لڑتے ہیں مگر کسی اور کے سامنے ایک دوسرے کی توہین نہیں کر سکتے۔"

اُس نے پہلی بار بہن بھائی کی تعریف سنی تھی۔ بہن بھائی کیا ہوتے ہیں نہ پہلے کبھی سوچا تھا نہ جانا۔ مگر اسے اس نئی مخلوق کے بارے میں جان کر دل سے خوشی ہوئی تھی۔

"آسان الفاظ میں کہوں تو بہن بھائی ہماری خوشی ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر ہم خوش نہیں رہ سکتے۔ ہمیں ان سے مقابلہ بازی بھی کرنی ہوتی ہے، ہم ان سے موازنہ بھی کرتے ہیں اور ہم ان سے جیتتے ہارتے بھی ہیں۔ ان کو چڑھاتے بھی ہیں مگر ان کے بغیر رہنا۔۔۔؟ ان کے بغیر رہنا

www.novelsclubb.com

بہت بڑی ازمائش ہے جیسے آسمان پر کوئی تنہا ستارہ بے مقصد جل اٹھا ہو یا پھر جانوروں کی دنیا میں کوئی پرندہ آبسے۔ یہ دنیا بہن بھائیوں کے بغیر ایسی ہی انجان اور پرائی لگتی ہے۔"

جانے کب علما کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا تھا۔ وہ جو اشتیاق سے سن رہی تھی۔ یکا یک جذباتی ہو گئی۔

"پتا نہیں کب میں تم لوگوں سے مل پاؤں گا۔ میرے سب سے اولین اور سب سے بہترین دوست جو ہمیشہ میرے دل میں رہیں گے۔ تم لوگ مجھے بہت یاد آتے ہو۔ مجھے ایک بار پھر تمہاری ہنسی کو سننا ہے، مجھے ایک بار پھر تمہارے ساتھ مل کر ہنسنا ہے۔ ایک بار پھر میں یہ چاہ رکھتا ہوں کہ میرا ساتھ دینے والا کوئی اور بھی ہو، کوئی اور بھی ہو جو میرے جیسا ہو، میری باتوں کو سمجھنے والا، مجھے سننے والا، کچھ اپنی سنانے والا، میرے ساتھ کھیلنے والا، شرارتوں میں میرا ساتھ دے کر مجھے اُس خوبصورت بچپن کی یاد دلانے والا جو ہم نے ایک ساتھ گزارا تھا۔"

جذبات میں گھلی آواز معدوم پڑنے لگی۔ اور پھر ویڈیو کا اختتام ہو گیا۔ خاموشی سے سنتی علما کئی پل کے لئے یونہی سناٹے میں بیٹھی رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★

اگلے دن ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے اُس نے یونہی اس بات کا ذکر چھیڑ لیا تھا جسے سوچتے ہوئے وہ پوری رات سو نہیں پائی تھی۔

”کیا میں کبھی اپنے بھائیوں سے مل پاؤں گی؟“

نظریں پلیٹ پر جمائے وہ ان دونوں سے مخاطب تھی۔ کنول اور فرقان نے ساکت پتلیوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

”میرے دو بھائی ہیں نا۔۔۔ کیا انہوں نے کبھی مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر نہیں کی؟“

چہرہ ہنوز جھکا ہوا تھا۔

”تم اچانک یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟“ فرقان نے سوال کیا۔

”چھوڑیں نا۔۔۔ کھانا کھائیں پھر آج ہم کہیں باہر چلتے ہیں۔“

کنول نے بات بدلنے کی سعی کی مگر وہ پھر بولی۔

www.novelsclubb.com

"اچانک نہیں بابا۔۔۔میں نے ہر روز اپنے اندر وہ خالی پن محسوس کیا ہے جو اُن سے دور رہنے کی وجہ سے تھا۔تب اس خالی پن نے مجھے سب سے زیادہ ہرٹ کیا تھا جب مجھے پتا چلا کہ میرے بہن بھائی بھی اس دنیا میں موجود ہیں۔کوئی چیز میسر ہی نہ ہو تو انسان صبر کر لیتا ہے مگر جب کوئی ایسی چیز جو موجود تھی وہ چھین لی جائے تو تکلیف ہوتی ہے، صبر آتے آتے ہی آتا ہے۔"

آج بہت دنوں کے بعد وہ اس انداز میں بول رہی تھی جیسے اب تھک چکی ہو۔وہ دونوں اپنی جگہ پر ساکت تھے۔

"آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میں نے اپنے ان رشتوں کی محرومیوں کی وجہ سے باہر کتنے لوگوں سے توجہ مانگی ہے۔مجھے تنہا رہ جانے سے خوف آتا تھا، میں نے ہر شخص کو مخلصی کی حد تک اپنی زندگی میں شامل کئے رکھا مگر میں بھول گئی تھی دنیا کبھی بھی ہماری نہیں ہوتی۔ لوگ ہمیشہ کسی نہ کسی موڑ پر تنہا چھوڑ ہی جاتے ہیں۔اس بات کا اندازہ اب ہوا ہے جب میں نے اللہ سے دوستی کر لی۔اب معلوم ہوا کہ ہمیشہ کا ساتھ تو صرف اسی کا ہوتا ہے۔"

وہ نارمل آواز میں بولتی ایک لمحے کو رکی۔

"ہاں لیکن آج میں نے ایک اور بات سیکھی ہے۔ وہ یہ کہ بہن بھائی کون ہوتے ہیں؟ بہن بھائی کی ڈیفینیشن تو آج سیکھی ہے میں نے۔ اور یقین کریں مجھے آج شدت سے احساس ہوا ہے کہ میں نے جو خاصیتیں دوستوں میں تلاش کی ہیں ان پر یہی لوگ پورا اترتے ہیں جنہیں ہم بہن بھائی کہتے ہیں۔ بہن بھائی دوست ہوتے ہیں۔ اور کم از کم دنیا میں ان سے زیادہ مخلص دوست کوئی نہیں ہوتا۔"

اس کی آنکھیں کانچ سی دِکھنے لگی تھیں۔ جن میں نمی کا عنصر واضح تھا۔ پھر وہ چہرہ اوپر اٹھا کر مسکرائی۔

"ایک اور بات بھی کہنی تھی آپ سے۔ میری یو ایس بی کرپٹ ہو گئی ہے تو مجھے آخری باب دوبارہ لکھنا پڑے گا۔ اور میں چاہتی ہوں کہ میں ایک بار پھر لندن چلی جاؤں۔ وہاں مجھے کسی کی امانت بھی لوٹانی ہے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان دونوں کو آگاہ کر کے وہ چیئر پیچھے کرتی اٹھ کر چلی گئی۔ وہ دونوں ہی گہرا سانس بھر کر رہ گئے۔

★★★★★★

علما کی باتوں پر بہت سوچنے کے بعد اُن دونوں نے ایک فیصلہ لے لیا تھا۔

"ہمیں بچوں پر اپنے خیالات مسلط کرنے کا کوئی حق نہیں۔ نہ اُن سے اُن کی زندگی کو چھیننے کا۔ ہمارے ذمہ ہے اُن کی تربیت کرنا اور انہیں صحیح غلط کا فرق سمجھانا۔ یہ نہیں کہ انہیں احساسِ کمتری کا شکار کر کے خود اپنی زندگیوں میں مگن ہو جائیں۔"

فرقان بہت سوچ بچار کے بعد آخر خود کو موردِ الزام ٹھہرانے لگے۔

"ہم نے ایسا بھی کچھ نہیں کیا فرقان۔ آپ جانتے تو ہیں کہ آج کل کے بچوں کا سٹیمنا وہ نہیں ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی برداشت کر سکیں۔"

کنول نے بہر حال مخالفت کی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

”تعلقات اور رشتوں کی ڈوریں اتنی آسانی سے جڑتی ہیں نہ ٹوٹتی ہیں۔ کبھی کبھی کسی کا دل جیتنے کے لئے کئی سال دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ ہم انسان انسانوں کے لئے بہت چوٹ کھاتے ہیں۔ مجھے بس اتنا پتا ہے والدین کو خود سے زیادہ بچوں کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔ مگر ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ ہم نے ہمیشہ اس خیال سے کہ وہ ہم سے دور نہ ہو جائے اُسے اُس کے حقیقی رشتوں سے دور رکھا۔ ہم نے اپنی خوشیوں کے لئے اُس کی خوشیاں چھینی ہیں کنول۔“

شاید آج پہلی بار انہیں احساس ہوا تھا کہ اولاد کا خیال رکھنا دراصل کیا چیز ہوتی ہے۔ کنول کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔ وہ جو کہہ رہے تھے وہ سچ بہت کڑوا تھا۔ جس نے ان کے اندر تک کڑواس گھول دی تھی۔

”ہم نے تو اسے ہر ممکن خوشی دینے کی کوشش کی۔ ایک اچھی یونیورسٹی میں تعلیم دلوائی۔ ہم اس کے علاوہ کیا کر سکتے تھے؟“

کنول نے شکستگی سے پوچھا۔

”ہمارے دماغ پر گھر کا ماحول یونیورسٹی کی تعلیم سے زیادہ اثرانداز ہوتا ہے۔“

فرقان اب اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کر رہے تھے۔

"پھر اب؟"

"اب۔۔۔ ہمیں اُس کی خوشیاں لوٹا دینی چاہئیں۔"

کنول اداس سی ہو گئیں۔

"پھر ہم کیا کریں گے؟"

"ہم اُس کی خوشی میں خوش رہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اب بھی اپنی غلطیوں کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں اب اسے مزید اپنے جذبات کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔"

فرقان کے سمجھانے پر کنول نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھر جب وہ لندن سے واپس آئے گی تو اسے سرپرائز دیں گے۔"

دونوں کا متفقہ فیصلہ ہو گیا اور اب دونوں ہی مطمئن تھے۔

★★★★★★

دو دن بعد لندن جانے سے پہلے وہ مہک سے ملنے اس کے اپارٹمنٹ گئی تھی۔

"تم پھر سے جا رہی ہو؟"

مہک نے اسے مشکوک انداز میں گھورا۔

"ہاں جا تو رہی ہوں اور میرے پاس ایک نیوز بھی ہے۔"

علما پر جوش سی تھی۔ مہک نے اسے استفہامیہ دیکھا۔

"کیا ہے وہ نیوز؟"

کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہلتے ہوئے وہ چہکتی ہوئی بولی۔

"مجھے کوئی مل گیا ہے۔"

مہک کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔

"کیا کہا کوئی مل گیا ہے؟ کون ہے وہ؟ کیسا ہے؟ کہاں سے آیا؟"

مہک نے اسے ہاتھوں سے تھام کر سامنے بٹھا لیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پاگل۔۔۔وہ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔"

اس نے شانے پر چپت لگاتے مہک کو گھر کا۔

"اوہ اچھا۔۔۔پھر کون؟"

"مجھے حیدر سر مل گئے۔"

مہک کا منہ حیرت سے آدھا کھلا۔

"کیا واقعی؟"علما نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں انہیں دیکھا تھا پچھلی بار بھی۔دعا کروا بھی وہ لندن میں ہی ہوں۔ان کا شکریہ بھی تو ادا کرنا ہے مجھے۔"

علما نے حسرت سے کہا تو مہک نے مسکراتے ہوئے تھپکی دی۔

"فکر مت کرو۔۔۔وہیں ہوں گے۔آہ کاش میں بھی تمہارے ساتھ چل کر ان سے مل سکتی مگر مجھے یہاں زرنا اماں کو اکیلا نہیں چھوڑنا۔جب واپس آؤ گی پھر سب کچھ بتانا۔"

www.novelsclubb.com

علما نے اسے آخری بار گلے سے لگایا پھر پلٹ آئی۔

★★★★★

اور اب ایک بار پھر وہ لندن کی قدامت بھری عمارتوں میں گھوم رہی تھی۔ آسمان پر گہرے تاریک بادل چھائے تھے۔ مگر شاید وہ بادل برسنے کے لئے نہیں تھے۔ کچھ تاریکیاں ہماری زندگی کے اندھیروں کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ اڑا کر لے جانے کے لیے ہوتی ہیں۔

پورے دن کی آوارگی کے بعد وہ واپس اپنے گھر لوٹ آئی تھی۔ جو قدرت کے پر اسرار نظاروں میں کہیں بنایا گیا تھا۔ شام کو ہلکی ہلکی برف باری ہونے لگی تھی۔ یہ برف باری بھی بہت دنوں بعد دیکھی تھی اُس نے۔

www.novelsclubb.com

شام ذرا سر کی تورات کے وقت وہ بالکونی میں آ کھڑی ہوئی۔ باہر برف باری تھم چکی تھی۔ گھروں کے باہر لگے قمقموں کی زرد روشنی میں سارا علاقہ روشن تھا۔

رات کی یہ بات اسے بے حد پسند تھی۔ کہ وہ روشنی کے جینے کا سبب ہوتی ہے اور ہر رات واقعی تاریک نہیں ہوتی۔ کچھ راتیں روشن ہوتی ہیں، دن سے بھی زیادہ روشن۔

رات گمراہی نہیں لاتی۔رات تو نور لاتی ہے۔وہ نور جو بصیرت والوں کو نظر آتا ہے۔

شب تو ایک ذریعہ ہے تاروں کے جگمگانے کا۔دیوں کو جلانے کا۔

ایک عجیب سے احساس نے اسکے گرد گھیرا ڈال لیا۔وہ خود کو قید و بند سے پرے کہیں تصور کرنے لگی۔بالکونی میں کھڑے کھڑے ہی اس کے دل میں باہر ٹہلنے کی چاہ اٹھی تھی۔شاید آج اسے گھر اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

اس نے سفید گاؤن کے اوپر گرم کوٹ پہن لیا تھا جبکہ چہرے کو معمول کے مطابق حجاب میں لپیٹے ہوئے تھی۔گھر سے باہر قدم رکھتے ہی ٹھنڈک کا احساس وجود میں اترتا ہوا محسوس ہوا۔

زینوں سے نیچے اترتے اُس نے اُس سڑک کا رُخ کیا جس کے کناروں پر درختوں کی ایک قطار لگی تھی۔اُس کے گھر کے آگے تین گھر ایک سلسلے میں تھے۔تیسرے گھر کے سامنے سڑک کے اُس پار ایک جھیل تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ وہیں اُس جھیل کے قریب پہنچ کر گھاس پر بیٹھ گئی۔ گھاس چند گھنٹے قبل کی بر فباری کے سبب ٹھنڈی اور گیلی تھی۔ مگر وہ اِس سے بے نیاز اطمینان سے وہاں بیٹھی جھیل کے پانی کو دیکھ رہی تھی جس پر جمی برف کرسٹل جیسی نظر آرہی تھی۔

"کیا معرفتِ نفس ضروری ہے؟" یہ وہ سوال تھا جو پچھلے کئی مہینوں سے اس کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں خود سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا۔ صرف ہم ہی جانتے ہیں کہ ہم کیسے ہیں اور کوئی نہیں۔ سب خود کو جانتے ہیں مگر کون خود کو پہچانتا ہے؟ پہچان بہت ضروری ہے۔ انسان جانتا تو بہت ہے خود کو مگر پہچان تک کبھی پہنچ ہی نہیں پایا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے جذبات' احساسات کیا ہیں۔ ہم کس سے کتنی محبت کرتے ہیں اور کس سے کتنی نفرت۔ ہم کن چیزوں کو لے کر کتنے جذباتی ہو جاتے ہیں، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمیں کیا چیز بری لگتی ہے اور ہمیں کس بات پر کتنا غصہ آسکتا ہے۔

کبھی ہم نے یہ سوچنے کی سعی کی کہ جو بھی کرتے ہیں وہ کیوں کرتے ہیں؟ کس لئے کرتے ہیں؟ جن چیزوں اور جن باتوں کو لے کر ہم اس قدر حساس ہو جاتے ہیں کبھی سوچا ہی نہیں کہ ان باتوں کے معانی کیا ہیں؟ ہماری زندگیوں میں اُن کا کیا کردار ہے؟ وہ کب سے ہیں اور کب تک رہیں گی اور ہم کب تک رہیں گے؟

ہم نے دنیا کی ہر چیز کو ایک طرف رکھ کر کبھی اپنی ذات کے بارے میں سوچا کہ ہم کون ہیں اور کیوں ہیں؟ کبھی موقع ہی نہیں ملا کہ یہ سوچ سکیں۔ ہم نے تو اپنی زندگی کے مقصد طے کر رکھے ہوتے ہیں۔ زندگی کا اصل مقصد کیا ہے یہ کون جانا؟"

وہ خود کلامی کر رہی تھی۔ خود سے باتیں کرنے کی تو پرانی عادت تھی اُسے۔

www.novelsclubb.com

"نفس کی چادر جب پوری ذات پر پھیل جاتی ہے تو انسان خود کو پہچاننے کے لیے اندھا ہو جاتا ہے۔ ہمارا نفس اس وقت تک قابو میں آتا ہی نہیں جب تک وہ ذات کی دھجیاں نہ بکھیر دے۔ ذات کے بکھرے موتیوں کی پہچان تب ہی ہوتی ہے جب نفس کا خاتمہ ہو جائے۔ نفس کا خاتمہ؟" اس نے تھک کر سر جھکا دیا۔

"میں نے اس ذات کے حصول میں بہت دیر لگادی۔۔۔میں نے تجھے پہچاننے میں بہت دیر کردی اللہ !"

اُسے لگا جھیل کے پانی پر تیرتا کرسٹل اُس کی آنکھ میں آ لگا ہے۔

"میں ساری زندگی اِسی فکر و سوچ میں غرق اور اپنی الجھنوں کو اپنے ساتھ لیے مر جانا چاھتی ہوں مگر کبھی بھی نفس کی آغوش میں نہیں لوٹنا چاھتی۔" وہ بولی تو آواز بھرا گئی تھی۔لہجہ نم تھا۔اور وقت قیمتی تھا۔خود کلامی، خود شناسی کرواتی ہے۔خود شناسی کے لئے تنہائی لازم ہے۔

اُس نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت فضا میں اوپر اٹھائی۔

"الف۔۔۔اللہ۔۔"اُس نے بے ساختہ فضا میں لکھا۔وہ لفظ وہیں کہیں فضا میں ساکن ہو چکا تھا۔وہ اپنے سامنے دیکھ سکتی تھی۔پر نور اور چمکتا ہوا وہ لفظ "اللہ "اُسکی نگاھوں کے سامنے تھا۔

وہ بس اپنی نگاھوں میں اِس منظر کو سمیٹ لینا چاھتی تھی۔ مگر اگلے ہی پل وہ لفظ غائب ہو گیا۔ علما نے سر اُٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ کاش زندگی ہمیشہ اتنی ہی خوبصورت ہوتی جتنی اس پل اُسے لگی تھی۔ افق پر نمودار ہوتے چند ستاروں نے اُس پر توجہ کر رکھی تھی۔

وہ جھیل کی جانب مڑی۔ وہاں اُن جھلملاتے ستاروں کا عکس ظاہر ہونے لگا۔ اُس نے چاہا وہ ہمیشہ اِن طلسم خیز لمحوں کو جیتی رہے۔

اِس عارضی ذات میں موجود اُس ابدی ذات کو پا لینے کا احساس حد سے بڑھ کر حسین ہوتا ہے۔ جیسے بے ذائقہ پانی میں چاشنی گھول دی گئی تھی۔ جیسے خنکی کو کسی نے حدت میں بدل دیا ہو۔

★★★★★★

وہ کافی کا مگ لئے بالکونی میں آ کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

"آخر کب تک انسان اپنے اپنوں سے بدگمان ہو کر رہ سکتا ہے؟ اگر میں اُن کی جگہ ہوتا تو کبھی بھی اپنے انیس سالہ بیٹے کو گھر سے نکل جانے کو نہ کہتا۔ لیکن ہر انسان کو ایک دوسرے سے بہت الگ بنایا گیا ہے۔

ہمارے بڑوں کی فطرت ہم سے بہت مختلف ہے۔ کئی معاملات میں وہ ہم سے بہتر ہیں اور کئی معاملات میں ہم اُن سے اچھے۔ مگر تنازعات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دو الگ سوچیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔اُن کی سوچ میری سوچ سے الگ ہے۔شاید میں اُن کو یاد آتا ہوں گا۔ جیسے میں انہیں پچھلے پانچ سالوں سے ایک پل کے لئے بھی بھلا نہیں پایا۔ کبھی نفرت کے اعتبار سے تو کبھی دوری کے لحاظ سے۔"

وہ اپنے سامنے مگر فاصلے پر موجود کانچ جیسی جھیل کو دیکھ رہا تھا جس میں فلک کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔اُس نے کافی کا مگ لبوں سے لگایا۔

اُس کی سوچوں کا دائرہ اپنی فیملی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ پچھلے دنوں سے وہ الجھا الجھا سا رہتا تھا۔رات کو سو نہیں پاتا تھا۔اسے لگا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں چل پڑا ہے تو اب اسے ان

دنیاوی رشتوں کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی مگر وہ غلط تھا۔وہ اُن کی یاد میں روز کُڑھتا تھا۔

اُسی اثنا پلٹنے سے پہلے اُس نے ایک عجیب چیز دیکھی۔اُسکی آنکھوں میں اچھنبھا اترا۔کتنے ہی پل وہ یکسو ہو کر اسے دیکھتا رہا۔اسے واقعتاً اُس لڑکی پر کسی اور ہی مخلوق کا گمان ہوا تھا۔

جیسے فیری ٹیلز کی کہانیوں والی کوئی انجان پری۔وہ چمک بکھیرتا ہوا وجود کوئی عام سی لڑکی ہی تھی یہ یقین کرنا مشکل تھا۔حیدر کی تمام سوچیں محو ہو گئیں۔

وہ لڑکی اب جھیل کے سامنے گھاس پر بیٹھ چکی تھی۔اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ اُس نے اپنی زندگی میں پہلے بھی اس سے خوبصورت منظر کوئی دیکھا ہو۔

جھیل کنارے بیٹھی وہ لڑکی خود کلامی میں مگن تھی۔اُن دونوں کے درمیان فاصلہ ایک سڑک کا تھا۔وہ سڑک کے اُس پار تھی۔اِس منظر کو حیدر نے اپنے کیمرے میں محفوظ کر لیا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا اُس نے یہ کیوں کیا مگر یہ واقعی بے اختیاری میں ہوا تھا۔

★★★★★★

صبح طلوع ہوتے ہی وہ الایمان جانے کے لئے تیار تھی۔ راستے میں اُس نے کافی کا مگ لئے پُل پر کچھ دیر کے لئے قیام کیا تھا۔

اُس پل پر کھڑی وہ نیچے بہتے گہرے نیلے پانی کو دیکھ رہی تھی جس پر سفید جھاگ تیر رہی تھی۔

منظر سے لطف اندوز ہوتی وہ کافی لبوں سے لگائے ہوئے تھی جب اُس کے عقب سے کوئی بولا۔

"ہائے۔۔۔کیسی ہیں آپ؟"

علما نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اب اُس کے برابر میں کھڑا تھا۔ گرے سوٹ میں ملبوس بالوں کو سلیقے سے سجائے وہ بھوری آنکھوں والا شخص خاصا مہذب دکھائی دیتا تھا۔

"آپ کون؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے پوچھا۔

"آپ کو اردو آتی ہے؟"

وہ اب اردو میں ہی پوچھ رہا تھا۔علما قدرے چونکی۔

"جی آتی ہے۔آپ پاکستان سے ہیں کیا؟"

وہ سامنے اُس پانی کو دیکھ کر سر ہلانے لگا۔

"میں اتاش ہوں،اور آپ کا نام؟"

وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔علما کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزرے۔وہ اُس شخص کو ناگواریت سے دیکھنے لگی۔

"تو تم مجھ سے کیوں بات کر رہے ہو؟اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے میرا نام پوچھنے کی؟دفع ہو جاؤ یہاں سے اور میرا پیچھا مت کرنا۔"

ایک دم ہی وہ غصے سے بولی۔

"ارے لیکن۔۔۔"

اتاش اس کے پیچھے بھاگنے کے انداز میں گیا۔

"میں نے کہانا میرا پیچھامت کرو۔مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔"

وہ رک کر سختی سے بولی۔اتاش نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"میری کوئی بات بری لگ گئی آپ کو؟"

کتنے میٹھے لہجے میں بول رہا تھا وہ۔علما کو اس ڈھونگی پر مزید غصہ آیا۔

"مسٹر میں تو تمہیں جانتی بھی نہیں ہوں، پھر تمہاری کوئی بات کیوں بری لگے گی مجھے؟ میں ایرے غیروں کی باتوں کو دل سے نہیں لگاتی۔بہتر ہے اب میرا پیچھامت کرنا۔"

وہ تیزی سے کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔اتاش نے خفت سے ہنستے ہوئے اُس لڑکی کو دور جاتے دیکھا تھا۔پھر اُس نے گہرا سانس لے کر خود کو واپس نارمل کیا۔

"بہت بے عزتی نہیں ہو گئی؟"

لب دانتوں تلے دبائے اس نے خجالت سے سر کھجایا۔ پھر آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے موجود کافی شاپ میں چلا گیا۔

★★★★★

علما جب الایمان پہنچی تو راحت کا احساس ایک بار پھر اس کے اندر سرایت کر گیا۔ پُل والے واقعے کو وہ بالکل بھول چکی تھی۔

فرحین عائشہ سے ملنے کے بعد وہ دوسرے ایریا میں آگئی۔ آج اُس نے ارادہ کیا تھا کہ حیدر سے مل کر اسے اس کی امانت واپس کر دے گی اور پھر کچھ دن بعد واپس کیمبرج چلی جائے گی۔ مگر انسان کے ارادے ہمیشہ اٹل تو نہیں ہوتے۔

www.novelsclubb.com

اُس نے مینیجمینٹ ٹیم میں کام کرنے والی ایک خاتون سے مسٹر حیدر کے بارے میں دریافت کیا تو پتا چلا کہ آج وہ لیکچر دینے نہیں آئیں گے۔

علما شکریہ کہہ کر واپس پلٹ آئی۔ پھر کافی دیر تک لان میں ایک بنچ پر بیٹھی رہی۔

ظہر کی اذانوں کے بعد وہ وہاں سے نکلی تھی۔ واپس گھر پہنچ کر اُس نے نماز ادا کی اور کچھ دیر تک قرآن میں غور و فکر کرتی رہی۔

دوبارہ جب وہ باہر نکلی تو چلتی چلتی گھر سے دور ایک وسیع گھاس پر مشتمل احاطے میں آ پہنچی جہاں سوکھے درختوں کے انبار لگے تھے۔

کچھ جگہیں جنت جیسی لگتی ہیں۔ وہاں خوبصورتی ہوتی ہے۔ وہاں سکون ہوتا ہے۔

مگر تب تک جب تک آپ کوئی ایسی چیز نہ دیکھ لیں جو جہنم کی یاد دلا دے۔

"تم یہاں بھی پہنچ گئے میرا پیچھا کرتے کرتے؟"

وہ اُس کے بالکل سامنے ایک ڈیسک پر بیٹھا کتاب کھولے ہوئے تھا جب وہ اس کے سر پر پہنچ کر بولی۔

اتاش نے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا جس کی ناک پر صبح جیسا ہی غصہ سوار تھا۔

"اس بار تو آپ نے میرا پیچھا کیا ہے۔"

وہ نرم اور دھیمے لہجے میں بولا۔ علما نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"اچھا۔۔۔؟ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔۔؟"

وہ دانت پیس کر بولی۔ وہ دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کان کھول کر میری بات سن لو۔ اب اگر تم مجھ کہیں بھی نظر آ گئے نا۔۔۔ تو دوبارہ نظر آنے کے قابل نہیں رہو گے۔ جس نے بھی تمہیں بھیجا ہے میں اسے بھی دیکھ لوں گی۔ اور اگر مجھے تنگ کرنے کی کوشش کی تو پولیس کے حوالے کر دوں گی، سمجھے؟"

وہ اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر واپس مڑی۔

"میں تنگ کر رہا ہوں؟" وہ حیرانی و معصومیت سے کہہ رہا تھا مگر تب تک وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

"غلطی ہو گئی میڈم۔۔۔۔ آپ کو مخاطب ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

وہ بے یقینی سے ہنسا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''مگر وہ تو غصہ کرتے ہوئے بھی اچھی لگ رہی تھی۔''

حیرت و سنجیدگی سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے کتاب منہ پر رکھ کر ٹیک لگالی۔

★★★★★★

علما واپس آ گھر آ کر تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر گر گئی۔

''کیا عجیب انسان ہے؟ خود کو اتاش کہتا ہے، بھاڑ میں جائے فضول انسان۔ اسے یقیناً میری جاسوسی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن کوئی میری جاسوسی کیوں کرے گا بھلا؟''

کوفت سے سوچتے ہوئے وہ بہت الجھ گئی تھی۔

''شاید اس لئے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچایا جا سکے۔ شاید اب بھی اُس شخص کا کوئی بدلہ رہتا ہو مجھ سے لینے والا۔''

اچانک ہی کوفت کی جگہ تکلیف نے لے لی۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اُسے اتاش نے نہ بھیجا ہو؟ اُس سے ملاقات صرف ایک اتفاق ہی ہو۔''

بہت سوچنے کے بعد وہ بولی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔"

پھر سکون سے آنکھیں موند لیں۔

★★★★★

"احمد جبریل نے آپ پر کیس کیا ہے۔ کئی جانوں کے ناحق قتل اور آر گنز کی اسمگلنگ کے جرم میں۔"

جواد جو آج کل اُس کے خاص آدمیوں میں سے ایک تھا اب اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"یہ تو میں جانتا تھا کہ وہ بے وقوف ہے مگر جلد باز بھی ہے، معلوم نہیں تھا۔"

وہ دانت پیس کر غصے سے بولا۔

"تم بتاؤ۔۔۔اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

جواد نے ذرا سنبھل کر اسے دیکھا۔

"کیاہوا۔۔۔بتاؤ بھی۔ کیا کرنے چاہئے مجھے ؟ تمہاری رائے مانگ رہا ہوں زندگی تھوڑی نہ مانگی ہے جو ڈر رہے ہو۔"

جواد نے سانس بحال کیا پھر بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ آپ اسے صرف تبھی روک سکتے ہیں جب آپ کو اُس کی کوئی کمزوری معلوم ہو۔اس کی ایسی کمزوری کہ وہ بے بسی میں کچھ کر بھی نہ پائے سوائے آپ کی بات ماننے کے۔"

اس کی رائے پر حکیم شاہ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"مجھے پتا ہے اس کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے۔کیا وہ اب بھی ہاسپٹل میں ہی ہے؟"

اس کا مطمئن لہجہ واپس لوٹ آیا۔

"جی وہ آج رات ہاسپٹل میں ہی ہے۔شاید کل ڈسچارج ہونے والا ہے۔"

خبر پر اُس کے چہرے پر مسکان ابھری۔

"لگتا ہے چاقو بہت زور سے لگ گیا ہے پیارے کو۔"

وہ تاسف بھرے لہجے میں بولا۔ جواد چہرہ جھکا کر مسکرایا۔

"تمہیں جو کام دیا تھا وہ ہو گیا؟" اس کے دوبارہ سنجیدہ ہوتے ہی جواد بھی سیدھا ہو گیا۔

"جی۔۔۔ میں نے اپنے آدمیوں کو تیار کر لیا ہے۔ بس آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔"

وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

★★★★★★

حیدر آج پھر بالکونی میں کھڑا سامنے اُس جھیل کو دیکھ رہا تھا۔

"آج یہاں کوئی پری نہیں اترے گی کیا؟"

اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"تم یہ کیا فضول باتیں سوچ رہے ہو؟ حد ہے۔۔۔"

ساتھ ہی اُس نے خود کو ڈانٹتے ہوئے کمرے میں واپسی کا رُخ کیا۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ میری جستجو کی منزل وہی ہو۔۔۔کوشش کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟ شاید مجھے اس کے گھر کچھ میٹھا لے کر جانا چاہیئے۔"

کاؤچ پر لیٹتے ہوئے اُس نے سوچا تو تھا مگر اگلے ہی پل اسے اپنی سوچ بھی بچکانہ لگی تھی۔

"اگر اُس نے تمہیں گھر سے نکال دیا تو تمہاری کیا عزت رہ جائے گی حیدر؟"

کشن سینے پر رکھتے ہوئے اس نے اپنے فیصلے کی تردید کر دی۔

اگلے دن وہ گھر سے نکلتے ہی سیدھا "الایمان" گیا تھا۔ پچھلے دن یہاں نہ آ کر اسے پچھتاوا ہی ہوا تھا کیونکہ وہ دن جو سیکھنے سکھانے میں نہ گزرے اُسے کبھی بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ سجائے وہ واپس آیا تو سبھی بچوں نے اُس کی غیر حاضری کا نوٹس لیا تھا۔

"آپ کل آئے کیوں نہیں؟"

"مجھے ایسا لگنے لگا ہے جیسے آپ سب میرے استاد ہیں اور میں آپ کا شاگرد۔"

اُن سب کے سوالات سے پریشان ہو کر وہ بولا تو سبھی ہنس دیے۔

"ایسا نہیں ہے سر۔۔۔ ہمیں بس آپ کی عادت سی ہے، آپ کے لیکچرز تو ہمارے لئے موٹیویشن کی طرح ہیں۔ جب یہ موٹیویشن نہیں ملتی تو پھر ہم ڈاؤن پڑ جاتے ہیں۔"

اسماعیل بولا تو پوری کلاس تائید کرنے لگی۔

"آپ سب کا پیار ہی ہے جس نے مجھے اتنا جوڑ رکھا ہے اس ادارے سے۔ بہر حال اب مجھے ہمیشہ کے لئے تو یہاں نہیں رہنا ہے۔ شاید کچھ دنوں تک میں واپس چلا جاؤں۔"

اس کے آگاہ کرنے پر ساری کلاس کے منہ لٹک گئے تھے۔

"فکر مت کریں میں ہمیشہ کے لئے بھی نہیں جاؤں گا۔۔۔ یہاں آتا رہوں گا۔ ایک فیملی جو بن گئی ہے ہماری۔"

انہیں پر سکون رکھنے کو وہ بولا تو سب واپس نارمل ہو گئے۔

پھر اُس نے لیکچر شروع کیا۔

ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب وہ باہر آیا تو دروازے پر بیٹھی خاتون نے اسے مخاطب کر کے بتایا کہ کوئی لڑکی اُس سے ملنے آئی ہے۔حیدر حیران ہوا تھا پھر راہداری کے سرے پر موجود سیڑھیاں اتر کر صحن میں چلا گیا جہاں وہ اس کی منتظر تھی۔

وہ چہرہ دوسری سمت موڑے کھڑی تھی جب حیدر نے قریب پہنچ کر اُسے مخاطب کیا۔

”ایکسکیوز می۔۔۔؟السلام علیکم! میں۔۔۔۔“

وہ فوراً پلٹی اور حیدر کے لب کچھ کہتے کہتے رک گئے۔وہ تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹا۔ ردِ عمل کچھ ایسا تھا جیسے سامنے بھوت دیکھ لیا ہو۔

”آپ۔۔۔؟“

”تم؟“

علما نے جب اپنے سامنے اُس شخص کو دیکھا جس سے کل دو بار اس کی ملاقات ہوئی تھی تو وہ ششدر رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

اس نے اسی حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔ تعجب کے گہرے سائے علما کی آنکھوں میں بھی لہرائے تھے۔

"یہ بات تو مجھے تم سے پوچھنی چاہئے، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ اور حیدر سر کہاں ہیں۔۔۔ مجھے ان سے ملنا ہے۔"

اس نے نروٹھے پن سے کہا تو حیدر ساکت سا رہ گیا۔ اب اسے معاملہ کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ پھر وہ سر جھکا کر مسکرایا۔

"کیا۔۔۔؟ تم ہنس کیوں رہے ہو؟ چپ چاپ جاؤ یہاں سے۔ اور میں نے وارننگ دی تھی نا تمہیں۔۔۔؟ پھر سے میرے پیچھے آ گئے؟"

حیدر دلچسپی سے اسے بولتے ہوئے دیکھتا رہا۔

"مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ہیں۔ تمہاری شکایت کرتی ہوں میں۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بھی کہتی وہ فٹ بولا۔

”میں ہی حیدر ہوں۔“

علما کو لگا اس نے غلط سنا ہے۔اس نے استفہامیہ نظروں سے حیدر کو دیکھا تو وہ سر اثبات میں ہلانے لگا۔

”آپ نے ٹھیک سنا ہے، میں ہی حیدر ہوں۔“

اور اسے کو لگا جیسے گھڑوں پانی اس کے اوپر انڈیل دیا گیا ہے۔شرمندگی کے مارے اس کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔وہ سر جھکا گئی۔ہاں اب اسے احساس ہوا تھا کہ یہ آواز حیدر ہی کی آواز ہے۔کتنے ہی پل وہ کچھ بول نہ پائی۔

”تو بتایئے آپ نے کیا بات کرنی تھی مجھ سے؟“

آخر حیدر نے پوچھا۔

”اب بات کرنے کو کیا رہ گیا تھا؟“ وہ سوچ کر رہ گئی۔

★★★★★★

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دونوں اب بنچ پر بیٹھے تھے۔ علما نے بمشکل بات کا آغاز کیا۔

"سوری۔۔۔مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ حیدر ہیں۔"

شاید اسے پہلی بار اتنی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ بھی اُس شخص کے سامنے جسے دیکھنے کا اسے خاصا اشتیاق بھی تھا۔

"کوئی بات نہیں، اس میں غلطی آپ کی نہیں ہے۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"مجھے کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی۔ آپ میری کہی گئی باتوں کا برا مت منائیے گا پلیز۔"

حیدر نے دیکھا وہ بہت سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"نہیں وہ آپ نے ہی کہا تھا کہ ایرے غیروں کی باتوں کو دل پر نہیں لیتیں تو میں بھی اسی بات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

وہ اس سکون سے بولا کہ علما نے تعجب سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ارے مذاق کررہاہوں۔آپ نے تو مجھے اتناڈرایاہے کہ میں لندن چھوڑکر جانے پر مجبور ہو گیاہوں۔"

علماخفت سے مسکرائی۔

"آپ اب میرا مذاق اڑارہے ہیں۔ویسے آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا؟"

اس کے دماغ کی سوئی وہاں اُس پُل پر اٹکی تھی جب وہ کہہ رہا تھا میں اتاش ہوں۔

"کون سا جھوٹ ؟"

اس نے حیرانی ظاہر کئے بغیر پوچھا۔

"یہی کہ آپ کانام اتاش ہے۔آپ کانام توحیدر ہے نا؟" بتاتے ہوئے وہ تصدیق کرنے لگی۔

"دراصل میرا پورانام حیدر اتاش علی ہے۔اور میں عموماً یہاں پر لوگوں کو اپنانام اتاش ہی بتاتاہوں۔"

وہ اپنے ہاتھوں سے کھیلتا گردن اوپر اٹھائے عمارت کے پیچھے جھلکتے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔"

اُس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"لیکن ایسا کرنے کی کوئی وجہ؟" اسے خود بھی علم نہیں ہوا کہ یہ سوال کیوں پوچھ لیا اس نے۔

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ بس مجھے شہرت سے ڈر لگتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجھ سے متاثر ہوں۔"

"لیکن کیوں؟" وہ ذرا حیران ہوئی۔

"میں چاہتا ہوں میرے الفاظ اور خیالات ساری دنیا تک پہنچیں۔ اور سب لوگ انہیں سنیں۔ صرف اس لئے کہ وہ ان سے کچھ سیکھ سکیں، کوئی نصیحت پکڑ سکیں، اپنے آپ کو بدل سکیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ مجھ سے متاثر ہو جائیں۔ بس اس زمینی شہرت سے ڈر لگتا ہے مجھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکرین کے پیچھے موجود شخص کو کبھی کوئی دیکھ نہیں پایا اور اسی لئے میں عام طور

www.novelsclubb.com

پر یہاں لوگوں کو اپنا نام اتاش ہی بتاتا ہوں۔ آپ یہ بتایئے آپ مجھے یعنی حیدر کو کیسے اور کب سے جانتی ہیں؟"

علما کی خجالت اب قدرے کم ہو گئی تھی۔

"میں آپ کو پچھلے ایک سال سے جانتی ہوں۔ جب پہلی بار آپ کی آواز سنی تھی شاید تب ہی میرا دل بدل گیا تھا۔ اور میں یہاں آپ کو شکریہ کہنے آئی تھی۔ آپ کے لیکچرز میں نے باقاعدگی سے سنے ہیں اور ان ویڈیوز کی وجہ سے میرے اندر بہت بدلاؤ آیا۔ بہت راہنمائی کی ہے آپ نے میری، اور میرے دل سے ہمیشہ آپ کے لئے دعا ہی نکلتی ہے۔ کہ آپ ہمیشہ لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہیں، اللہ آپ کو مزید نوازے۔"

وہ کھلے دل سے بول رہی تھی۔ حیدر کی آنکھوں میں گہری چمک کے ساتھ تعجب اتر آیا۔

اسے اپنے حال پر تعجب ہو رہا تھا۔ اللہ نے اُسے واقعی اِس قابل سمجھا تھا کہ وہ کسی کے لئے راہنمائی کا سبب بنے۔

"تو یہی وجہ ہے کہ مجھے ایک کنکشن فیل ہو رہا تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ہولے سے بولا۔ علما نے چہرہ موڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کچھ کہا آپ نے؟"

"پتا نہیں کیوں مجھے آپ کو دیکھ کر ایک کنکشن سا محسوس ہوا تھا۔ جیسے پہلے سے جانتا ہوں۔ اسی لئے بنا سوچے سمجھے راہ میں مخاطب کر لیا۔"

وہ اب اپنی غلطی کی وجہ بیان کر رہا تھا۔

"آپ کی ایک امانت بھی تھی میرے پاس۔"

علما نے بات بدلتے ہوئے یو ایس بی اس کے سامنے لہرائی۔ حیدر کی آنکھوں میں اچھنبھا اترا۔ پھر ان میں یکایک چمک بڑھ گئی۔

"یہ آپ کو کہاں سے ملی؟ ہر جگہ ڈھونڈی مگر ملی نہیں،

بہت قیمتی ہے میرے لئے۔"

اس نے علما کے ہاتھ سے وہ چیز لے لی۔ اس نے بتایا کہ اسے یہ کب اور کہاں سے ملی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں اسی دن لوٹانا چاہتی تھی مگر اجازت نہیں ملی۔"

وہ بے حد مشکور تھا۔چند لمحے بعد علما واپس جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔

"سنیے۔۔۔ مس علما؟"

حیدر نے اسے جانے سے پہلے آخری بار پکارا تھا۔

"جی؟" وہ پلٹی۔

"آپ یہیں لندن میں رہتی ہیں؟"

اس کے سوال پر علما کے لبوں پر بے اختیار سی مسکراہٹ مچل گئی۔

"میں کیمبرج میں رہتی ہوں۔یہاں بس کچھ دن کے لئے ہوں۔"

اس نے مطلع کیا پھر واپس پلٹ گئی۔اس نے سمجھ کر سر ہلایا پھر بولا۔

"اللہ حافظ۔"

★★★★★★

www.novelsclubb.com

وہ بڑی سی چادر میں خود کو لپیٹے حسن علی خان سے ملنے اس دن پولیس اسٹیشن گئی تھی۔

وہ بازو پر پٹی باندھے اس پر بھڑک اٹھا تھا۔ سفیرہ نے تحمل سے انہیں سنا۔

"میں یہاں نہ تو ایک بری بیٹی ہونے کا خطاب لینے آئی ہوں نہ ہی ہمدردی دکھانے۔ میں یہاں صرف یہ کہنے آئی ہوں کہ اپنے جرم قبول کر کے حکیم شاہ کے خلاف گواہی دے دیں بابا۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو میں خود آپ کے خلاف گواہی دوں گی۔"

وہ تفصیلی طور پر بتا کر خاموش ہوئی۔

"تم اپنے باپ کے خلاف جا کر گواہی دو گی؟" شدید غصے نے انہیں آگھیرا تھا۔

"آپ کبھی نہیں بدلیں گے نا بابا؟ کیا آپ اب بھی نہیں سمجھے کہ یہ دنیا کی عیش و عشرت سب دھوکہ ہے۔ سب عارضی ہے۔ کیا اب بھی آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آ رہی ہے کہ حقیقی آسائش کون سی آسائش ہے؟"

اس کے چہرے پر دکھ کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ خاموش رہے۔

”کم از کم اب تو سوچیے بابا۔۔۔آپ کو کیا ملا؟“

افسوس اس کی روح تک سرایت کر چکا تھا۔

”چپ رہو۔۔۔میں اب بھی نہیں ہارا۔۔۔یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ مجھے یہاں سے نکال لے گا۔اُس کے پاس پاور ہے۔“

وہ تلملا کر رہ گیا تھا۔

”کون نکال لے گا آپ کو؟کس کے پاس پاور ہے؟حکیم شاہ؟“

سوال کر کے وہ طنزیہ ہنسی۔

”وہ پاور کس کام کی جو حرام سے حاصل ہو۔حرام سے حاصل ہونے والی کون سی شے ہے جو زیادہ دیر تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے؟وہ بھی بہت جلد اپنی پاور کھو دے گا۔اور کیا پتا وہ اب آپ سے بھی دستبردار ہو جائے۔جو شخص مال کا حریص ہے وہ اپنی اولاد کو بھول سکتا ہے پھر آپ کیا چیز ہیں اُس کے لئے۔“

حسن علی محسوس کر رہا تھا وہ اپنے اندر کا غبار نکال رہی ہے۔

"کبھی آپ نے سوچا ہے کہ آپ نے زندگی میں کتنے جرم کئے ہیں؟ آپ نے اپنے جوان بیٹے کو گھر بدر کر کے ثابت کر دیا کہ باپ بے رحم بھی ہوتے ہیں۔ اور پھر حکیم شاہ کے زیرِ اثر کئے جانے والے جرائم کی تو فہرست ہی ختم نہیں ہوتی۔ میں نے آپ کو اپنی کے روح کے زخمی ہونے سے بری کیا بابا۔ مگر کیا آپ باقی گناہوں پر جواب دے سکیں گے؟ یہ تو دنیا کی عدالت ہے جو عدالت روزِ محشر اللہ تعالیٰ لگائے گا وہاں آپ کیسے جواب دیں گے؟"

اس کا لہجہ سختی اختیار کرتا چلا گیا۔

"کوئی بھی انسان خطاؤں سے پاک نہیں ہوتا۔ ہر شخص سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔"

تو اُس نے مان لیا تھا وہ گنہگار تھا۔

"مگر ہر شخص کے لئے دنیا کی عدالت نہیں لگتی۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا پھر واپس پلٹ آئی۔ حسن علی خان کے چہرے پر کرب بڑھتا چلا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

★★★★★★

”کل آپ کی جان چھوٹ جائے گی اس کمرے سے۔“

الماں آج ہشاش بشاش سا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔اسد کو کچھ دیر پہلے احمد نے ہر چیز سے آگاہ کیا تھا۔اب وہ چیزوں کو مزید چھپا کر نہیں رکھنا چاہتا تھا۔جب جنگ شروع ہو ہی چکی تھی تو پھر میدان میں اترنے کے لئے چہرے کو کیا چھپانا۔

کچھ دیر پہلے ہی احمد کے موبائل پر انا کی کال آئی تھی۔اور اس نے کہا تھا کہ وہ ہاسپٹل اس سے ملنے آ رہی ہے۔

”ہاں یہ تو ہے۔“

احمد کہتے ہوئے غنودگی میں جا رہا تھا۔شاید ڈاکٹر نے اسے آرام کی غرض سے انجیکشن لگایا تھا۔الماں نے سوچا وہ اٹھ کر چلا جائے۔ویسے بھی اب انا آ رہی تھی اور شاید وہ اس کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔یا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور ایک سرسری سی نظر ٹیبل پر رکھے احمد کے جلتے موبائل پر پڑی۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ وہاں ریڈ سرکل کی شکل میں کسی کی لوکیشن ٹریک ہو رہی تھی۔

"بھائی یہ کس کی لوکیشن ٹریک کر رہے ہیں؟"

احمد سکون سے اپنی گھنی پلکیں موندے ہوئے تھا۔ بال بے ترتیب سے ہو کر ماتھے کو چھو رہے تھے۔

"انا کی۔۔۔اس کے فون میں ٹریکر لگایا تھا نا۔" اس کے ہونٹ آہستگی سے ہلے۔

"اوہ۔۔۔" المان نے سمجھ کر سر ہلایا۔ پھر بے غرض سا پلٹنے لگا مگر اگلے ہی پل نا سمجھی سے دوبارہ فون کی جانب متوجہ ہوا۔

"لیکن یہ تو ہاسپٹل آرہی تھی نا۔۔۔؟ پھر مخالف سمت کیوں جا رہی ہے؟"

سوچتے ہوئے اس نے احمد کو دیکھا جو شاید ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکا تھا۔ تفکر کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ بنا سوچے سمجھے باہر نکل گیا۔ ہاتھ میں احمد کا موبائل ہنوز موجود تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گاڑی میں بیٹھتا اب وہ اُس کے پیچھے جا رہا تھا۔

"سوچا تھا ایک بار پھر قطع تعلق کر کے سائیڈ پر ہو جاؤں گا۔ مگر اس دشمنِ جاں نے تو مجھے تڑپانے کی قسم کھا رکھی ہے۔اور میں ہوں کہ بار بار قسم توڑ دیتا ہوں۔"

اس نے سوچتے ہوئے اچانک ہی سر جھٹک کر حواس ٹھکانے پر لانے کی کوشش کی۔وہ اکیلی گھر سے نکلی تھی، تو وہ کسی مصیبت میں بھی پڑ سکتی ہے۔

"نہیں میں کیوں فکر مند ہوں۔۔۔وہ میری ذمہ داری تو نہیں ہے۔" وہ ایک بار پھر سے دستبردار ہوا۔

"میری ذمہ داری نہ سہی احمد بھائی کی ذمہ داری تو ہے نا۔" اس نے عذر تلاشا۔ہاں اب کم از کم وہ یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس کی پرواہ کرتا ہے۔

تیز اسپیڈ سے گاڑی سڑک پر دوڑاتے وہ جلد ہی اُس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ مگر اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ ہے کہاں پر۔

سگنل قریب سے ہی مل رہا تھا مگر وہ عین کس جگہ پر ہے۔ وہ اب بھی ایک روڈ پر ہی تھا۔ اور اسے اسی روڈ کی لوکیشن موبائل پر دکھائی دے رہی تھی۔ یہ جگہ تو ہاسپٹل سے بالکل ہی الگ سائیڈ پر تھی۔ پھر وہ یہاں کیا لینے آئی ہو گی؟

اُس نے گاڑی سڑک کے ایک جانب پارک کی اور خود باہر نکل کر متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھنے لگا۔

موبائل میں سرخ سرکل بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا؟ یہی کہ وہ کسی سواری پر ہے۔ الماان واپس اندر بیٹھا اور گاڑی اُس کے پیچھے دوڑا دی۔ جب سڑک تقریباً خالی ہو گئی تو اس کی نظر اپنے سامنے کچھ فاصلے پر دوڑتی سیاہ جیپ پر پڑی۔ شک کے سائے اس کی آنکھوں میں جھلکے۔ لوکیشن وہی تھی۔ وہ اسی جیپ میں تھی۔ اسے اب یقین ہو گیا تھا۔

سبک رفتاری سے اس جیپ کا پیچھا کرتے ہوئے اس نے بلآخر راستہ کاٹ لیا تھا۔ گاڑی اُس جیپ کے سامنے آچکی تھی۔

دونوں گاڑیاں ایک آواز کے ساتھ وہیں رک گئیں۔المان نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میگزین کھول کر چیک کی پھر دوبارہ بند کی اور تیزی سے باہر نکلا۔

جیپ سے اب ایک شخص باہر نکل کر اسے گالیوں سے نواز رہا تھا۔

"پاگل ہے۔۔۔تجھے دکھتا نہیں ہے؟راستہ چھوڑ۔"

اسے نظرانداز کرتے المان نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ایک شخص ماسک لگائے اندر بیٹھا تھا اور ساتھ ہی وہ بے ہوش پڑی تھی۔اس کے ہونٹ سے خون رس رہا تھا۔ المان تو سانس بھی درست نہ کر پایا۔

اندر بیٹھے شخص نے فوراً چونکا ہو کر پستول سیدھا کیا مگر تب تک وہ گولی اس کے شانے میں مار چکا تھا۔اس کے پستول چھین کر دور پھینکا۔وہ چیختے ہوئے گاڑی سے نیچے گر گیا۔باہر موجود شخص کے پاس چونکہ ہتھیار نہیں تھا تو اس نے پلٹے بغیر اس کی ٹانگ میں بھی گولی ماری تھی۔ بقیہ گاڑی چیک کی وہ خالی تھی۔مطلب وہ صرف دو ہی آدمی تھی۔

اُس نے ٹانگ میں گولی لگنے والے شخص کو گریبان سے پکڑ کر گاڑی کے ساتھ لگایا۔

"بول کس نے بھیجا تھا تجھے؟" وہ دھیمے مگر خطرناک لہجے میں بولا۔ معاً ہی پستول سے اس کے دماغ پر ضربیں لگانے لگا۔

"شرافت سے بتا دے کس نے بھیجا ہے تجھے؟ ورنہ میرا قہر آج تجھ پر برسے گا۔"

اس بار وہ چیخا تھا۔

"ن۔۔۔نہ۔۔ نہیں پتا۔۔۔۔مجھے کچھ نہیں پتا۔"

وہ ہکلایا مگر المان کا غصہ مزید بڑھ گیا تھا۔اس نے پستول اس کے منہ میں گھسایا اور ایک بار پھر غرایا۔

"بول ورنہ یہ چار گولیاں تیرے حلق میں اتر جائیں گی۔"

مقابل کی جان تو ویسے ہی حلق میں اٹک چکی تھی۔ وہ زور زور سے اثبات میں سر ہلانے لگا تو المان نے پستول واپس نکالا۔

"بتاتا ہوں۔۔۔بتاتا ہوں۔" وہ پھولے ہوئے سانس سے کہہ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہمیں۔۔۔وہ ہمیں۔۔۔" اس کی آنکھوں کا خوف یوں لگتا تھا جیسے اسے آدھا مار چکا تھا۔

"بولتا ہے یا اڑا دوں تجھے۔" اس بار تو وہ واقعتاً گولی چلا دیتا جب مقابل کی زبان سے نکلا۔

"حکیم۔۔۔ حکیم شاہ نے کہا تھا۔"

المان کا پارہ جیسے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا تھا۔اس نے اگلے ہی پل ایک آخری ضرب اس کی گردن پر لگائی اور وہ بے ہوش ہو کر ایک طرف گر پڑا۔

شانے پر گولی لگے شخص کی حالت غیر تھی۔وہ اسے یونہی چھوڑ کر انا کی جانب بڑھ آیا۔وہ بے ہوش تھی۔المان نے اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے پھر جیسے کرنٹ کھا کر وہیں رک گیا۔

"تمہیں کوئی حق نہیں ہے اسے چھونے کا۔" اس نے خود کو باور کروایا۔نظریں اس کے وجود سے پرے ہٹائیں اور پھر یکدم ہی اس سے دور ہو گیا۔

"تمہارا اس پر کوئی حق ہی نہیں ہے المان ابراہیم۔"

www.novelsclubb.com

اس نے سختی سے خود کو تنبیہ کی پھر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔پانی کی ایک بوتل لا کر اُس نے انا کے چہرے پر چھڑکاؤ کیا تو وہ چند ہی پل میں ہوش میں آگئی۔البتہ کچھ دیر تک آنکھوں کے سامنے اندھیرا رہا۔

"کہاں ہوں میں۔"اس نے اپنے سامنے المان کو دیکھا تو جیسے سکون کا سانس آیا۔

"جلدی اترو اس گاڑی سے۔ہری اپ۔"

اسے اتنا کہہ کر وہ واپس گاڑی میں آگیا۔انا بھی اُس کی تقلید میں پیچھے پیچھے چل پڑی۔

اس کے ہاتھوں پر کچھ زخم تھے اور ہونٹ پھٹ چکا تھا۔غالباً یہ سب کچھ مزاحمت میں ہوا ہو گا۔المان نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

وہ اب تیزی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔انا گھومتے دماغ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر جا گزیں تھی۔

"تم یہاں کیسے آئے۔۔۔مجھے کیسے ڈھونڈا؟"وہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھتی پوچھ رہی تھی۔شاید اس کے دماغ پر بھی کوئی چوٹ آئی تھی۔وہ مکمل طور پر ہوش میں نہیں آ پا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

''تم ٹھیک تو ہو نا؟''

وہ اس کے سوال کو نظر انداز کر کے عجلت میں بولا۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں۔ تم نے ان دو لڑکوں کو مار دیا؟''

''ہاں۔۔''اُس نے قصداً جھوٹ کہا تھا۔

''پاگل ہو؟ جانتے ہو کیا ہو سکتا ہے؟''

اسے ایسے ردعمل کی توقع نہیں تھی۔

''جیل جا سکتا ہوں، پھانسی بھی لگ سکتی ہے۔اب تو میں پھانسی لگوانے کو بھی تیار ہوں۔''

اس کے پر سکون لہجے پر لعنت بھیج کر وہ رخ موڑ کر بولی۔

''اتنا شوق ہے مرنے کا؟''اس کے انداز میں بیزاری سمٹ آئی۔المان تو اس بار طنزیہ ہنس بھی نہیں سکا تھا۔وہ سنجیدہ ہی رہا۔

''مر تو بہت پہلے ہی گیا تھا۔۔۔حساب اب ہو رہا ہے اور نتیجے میں سزا کاٹ رہا ہوں۔''

اس نے دو جملوں میں اپنی زندگی کا خلاصہ بیان کر دیا۔ مگر شاید وہ اس کی بات کو ابھی سمجھنے کی حامل نہیں تھی۔ لہٰذا نظر انداز کر گئی۔

الماان اسے ایک لوکل ڈسپنسری میں لے آیا تھا۔

نرس کی مکمل فرسٹ ایڈ کے بعد اب اسے ڈرپ لگ چکی تھی۔

”یہ ڈرپ کب تک ختم ہو گی؟“

اس نے انا کے سامنے ہی نرس سے دریافت کیا تھا۔

”پینتالیس منٹ یا شاید ایک گھنٹہ بھی لگ سکتا ہے۔“

وہ سلیقے سے بولی پھر باہر نکل گئی۔ الماان نے رخ انا کی جانب موڑا۔ مگر نگاہیں اُس ڈرپ کو دیکھ رہی تھیں یا شاید سامنے موجود اس سپید دیوار کو۔

”تم پینتالیس منٹ تک میرا انتظار کرنا۔۔۔ بس پینتالیس منٹ۔ پھر میں تمہیں واپس لے جاؤں گا۔“

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انا کی نظریں اُس کی آنکھوں کے سرخ ڈوروں پر تھیں۔کچھ تو تھا جو اس سے پہلے کبھی الماں ابراہیم میں نہیں دِکھا تھا یا وہ واقف نہیں تھی۔

"لیکن تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ایک اہم کام ہے۔"

"میری طرف دیکھ کر بات کرو۔" انا نے ہلکے غصے سے اسے ڈانٹا تھا۔

"نہیں دیکھ سکتا۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔انا کو تعجب ہوا۔

"کیا ہو گیا ہے۔۔۔کرنے کیا والے ہو تم؟" اسے جانے کیا اندیشہ تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔شاید اب میں احمد بھائی کی بہن کا احترام کرنے لگا ہوں۔"

اس نے نگاہوں کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی قدرے جھکا لیا۔انا کچھ بھی بول نہ پائی۔

"اگر تم میرا احترام نہ کرتے ہوتے تو شاید میں یوں بے دھڑک ہر جگہ تمہارے ساتھ نہ چل پڑتی۔"

اُس نے فقط سوچا تھا۔

"میں بس اس ڈرپ کے ختم ہونے تک آجاؤں گا۔۔۔ تم انتظار کرو گی؟"

اچانک ہی اس کے لہجے میں امید سمٹ آئی۔

"ہمم۔۔۔"انا اتنا ہی رد عمل دے پائی۔ وہ فوراً پلٹ گیا۔

سائیڈ ٹیبل پر احمد کا فون پڑا تھا۔ یہ الماں نے ہی وہاں رکھا تھا۔ اس کے جانے کے بعد انا نے موبائل اٹھایا تو سامنے اس کی لوکیشن اب بھی آرہی تھی۔۔ بے ساختہ ہی اُس نے اپنے کلچ میں موجود فون دیکھا۔ ہاں یہ اسی کی لوکیشن تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اس تک کیسے پہنچا۔

"مگر اب جا کہاں رہا تھا؟" جانے کیوں اسے فکر ہوئی تھی۔

★★★★★★

اس نے گن پوری لوڈ کی اور حکیم شاہ کی حویلی پر پہنچ گیا۔

گاڑی سے نکل کر وہ اب دروازے تک پہنچا تھا جہاں دو گارڈز موجود تھے۔ وہ دونوں کو زخمی کرتا آگے بڑھ آیا۔ شاہ صاحب نے سیکیورٹی تو بہت سخت رکھی تھی مگر اسے فرق نہیں پڑتا تھا وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ معاً ہی کئی ہوائی فائر کر کے اس نے قدم حویلی کے اندر جما لئے تھے۔

نوکر، اہلکار، پالتو کتے کوئی بھی اس کی رفتار سے مل کر اسے حکیم شاہ تک پہنچنے سے روک نہیں پایا تھا۔ جب اس کے پاس گن تھی تو اس کے جیسا تیز اور سیدھا نشانہ کس کا ہو سکتا تھا۔ اسے ٹارگٹ تک پہنچنا اچھے سے آتا تھا۔ وہ پولیس یا آرمی میں نہیں تھا۔ ہاں مگر وہ ایک ویل ٹرینڈ فائٹر تھا۔

خون میں اس کے ہاتھ رنگے تھے۔ کچھ کچھ خون کپڑوں پر بھی لگا تھا۔ جب اُس نے اُس بڑے ہال جیسے کمرے میں قدم رکھا جہاں وہ موجود تھا تو اسے اچانک وہاں دیکھ کر خشک میوے کھاتا حکیم شاہ اچھل ہی پڑا تھا۔ کندھے پر رائفل رکھے اس کی آنکھوں میں اترا خون دیکھ کر کوئی بھی خوف کھا جاتا۔

"بڑے خوش لگ رہے ہو؟"

المان آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

"مگر کیا ہے نا۔۔۔ مجھ سے دشمن کی خوشیاں دیکھی نہیں جاتیں۔"

جیسے کئی بھیڑیے غول کی صورت اس کے پیچھے کھڑے تھے۔اور وہی سب سے بڑا بھیڑیا تھا۔

اس نے اپنی گن کا اسٹاک حکیم شاہ کے سر میں دے مارا تھا۔خون کی لکیریں اس کے ماتھے سے ہو کر چہرے تک آ گئیں تھیں۔

المان نے اس کے جبڑوں پر مکوں کی برسات کر دی۔پھر ایک لمحے کو رکا۔ حکیم شاہ کا چہرہ خون سے بھر گیا تھا۔دانت جیسے ٹوٹ گئے ہوں۔

"میں کول دکھتا ہوں۔۔۔ مگر اتنا بھی کول نہیں کہ پہلے سے جلتے دل پر تیل کا چھڑکاؤ چپ چاپ برداشت کر لوں۔"

کبھی کبھی انسان حیوانوں سا ہو جاتا ہے نا۔اُس لمحے المان کی آنکھیں بھی اتنی ہی بے حس تھیں۔ حکیم شاہ نے اسے زبردست دھکا دیا تو وہ پیچھے کو لڑکھڑایا۔

''آج ہاتھوں سے فائٹ کرنے کا موڈ نہیں ہے میرا۔''

اس نے اپنی گن سے ہی حکیم شاہ کو مارنا شروع کر دیا تھا۔کچھ آدمی اب بھاگتے ہوئے اُس طرف آرہے تھے۔المان نے بازو اُس کی گردن کے گرد حائل کیا اور خود اُس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

''ان سب سے کہو جائیں یہاں سے۔ہمت ہے تو اکیلا لڑ۔''

اس نے اپنے آدمیوں کو چیخ چلا کر واپس بھیج دیا تھا۔اور اب المان کے مقابل اکیلا کھڑا تھا۔

''تُو نے اچھا نہیں کیا۔میرے گھر آکر مجھ پر حملہ کیا تو نے؟''شاید اس نے حکیم شاہ کی انا کو ٹھیس پہنچادی تھی۔

''تو اتنا گر چکا ہے کمینے کہ لڑکی کو اغوا کروالیا۔مردوں کی طرح مرد سے پنگا لیا کرنا۔''

یہ اشتعال کی آگ تھی یا کوئی اور مگر اس کا شکار تو حکیم شاہ کو ہی بننا تھا۔اس نے رائفل ایک طرف رکھ دی اور پھر اس کے پیٹ میں مکے مارنا شروع کر دیے۔ حکیم شاہ نیچے قالین پر گر

گیا تھا۔الماں پوری قوت سے بوٹ کی نوک اس کے سینے پر مارتا رہا۔ حکیم شاہ کے منہ سے خون فوارے کی صورت میں نکلا۔

الماں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"تیرے بیٹے نے میرے باپ کو مارا تھا نا۔۔۔میں چاہتا تھا تو اس کے باپ کو کتے کی موت مار سکتا تھا۔ مگر سن۔۔۔میں نے تجھے کیوں نہیں مارا۔"

وہ اس کا گریبان پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے ہوئے اس کے کان کے قریب چہرہ لے گیا۔

"میں چاہتا ہوں تُو ساری دنیا کے سامنے ذلیل ہو۔۔۔لوگ تیرا بھیانک چہرہ دیکھیں اور پھر تجھ پر تھو تھو کریں۔ کتنا مزہ آئے گا تب جب تُو عدالت میں گھسیٹا جائے گا۔ تیری ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔"

وہ جانتا تھا عزت کا خول چڑھائے گھومنے والے لوگوں کو اپنی وہ دو کوڑی کی عزت کتنی پیاری ہوتی ہے۔مال و متاع انہیں جان سے پیارے ہوتے ہیں۔ تبھی تو اس نے عزت کا نام لے کر اسے کچلا تھا۔

"تم مجھے کبھی مجرم ثابت نہیں کر پاؤ گے۔ میں تمہارا خاندان تباہ کر دوں گا۔" اسے اب بھی تکبر کا نشہ چڑھا تھا۔

"تونے جو خنجر احمد بھائی کے پیٹ میں کھونپا تھا نا۔۔۔ اُس کا بدلہ لینے آیا ہوں میں۔"

وہ اس سکون سے بولا کہ حکیم شاہ کے سینے میں الاؤ بھڑ کنے لگے۔

"کمینے۔۔۔" اس نے ابھی دانت پیسے ہی تھے کہ المان نے خنجر نکال کر شدت سے اُس کے بازو میں پیوست کر دیا۔ اس کی دردناک چیخیں پورے ہال میں گونجنے لگیں۔

المان ابراہیم کے عنابی لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ وہ ہنسا تھا اور اس کی ہنسی نے مقابل کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

"یہ خنجر میں نے تمہارے دل میں کھونپا ہوتا۔۔۔ مگر ابھی تجھے عدالت میں پیش بھی ہونا ہے۔ بہت خیال کرتا ہوں میں تمہارا۔"

وہ اس کے سینے پر تھپکی دے کر آستینیں جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ٹیبل پر دھری گن اٹھائی اور باہر نکل گیا۔ پیچھے وہ اب تک بلند آواز میں چیخ رہا تھا۔

ابھی وہ گیٹ تک پہنچا ہی تھا کہ پولیس کی گاڑیاں سامنے آر کیں۔

المان وہیں ٹھہر گیا۔اس نے وقت دیکھا۔ تیس منٹ گزرے تھے۔

”وہیں رک جاؤ المان ابراہیم۔ورنہ ہم گولی چلادیں گے۔“

المان نے ایک لمبا سانس خارج کیا۔ پھر گن نیچے زمین پر رکھ کر ہاتھ شانوں تک بلند کر دیے۔

ایک پولیس والا اب اسے ہتھکڑیاں لگا کر گاڑی میں لے گیا۔ باقی افراد حویلی کے اندر جا کر معائنہ کرنے لگے۔

وہ اب سلاخوں کے پیچھے تھا۔اُسے اِس بات کا افسوس نہیں تھا۔اسے افسوس تھا کہ وہ انا کے پاس وقت پر پہنچ نہیں پایا۔

★★★★★★

اُس کی ڈرپ ختم ہو چکی تھی۔ایک گھنٹہ گزر گیا تھا مگر المان واپس نہیں آیا۔

''کہاں گیا ہو گا یہ ؟اور ابھی تک آیا کیوں نہیں۔۔پینتالیس منٹ کہا تھا،اب تو ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔''

وہ سوچ سوچ کر مزید بے چینی کا شکار ہو رہی تھی۔ایک ایک منٹ کے گزرنے پر اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔

''اگر واپس نہیں آنا تھا تو انتظار کرنے کو کیوں کہا؟''

ماتھے پر ڈھیروں شکنیں لئے وہ ڈیسک پر بیٹھی لب کاٹ رہی تھی۔

''پلیز جلدی واپس آ جاؤ المان۔''

وہ گردن اٹھائے آنکھیں بند کئے التجا کی صورت بولی۔پھر تھک کر سر نیچے گرا لیا۔

''عجیب بات ہے نا۔۔۔مجھے اُس انسان کا انتظار کرنا پڑ رہا ہے جس کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔''اسے اب ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا تھا۔پندرہ منٹ مزید گزر گئے تھے مگر وہ نہیں آیا تھا۔

''کہاں رہ گیا۔۔؟''اسے اپنے حلق میں آنسوؤں کی نمی کا احساس ہوا تھا۔تو انتظار ایسا ہوتا ہے؟

''اگر تو وہ اُن غنڈوں کے پیچھے گیا ہے تو اس کی جان خطرے میں بھی ہو سکتی ہے۔''

اضطراب تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''آپ ابھی تک ادھر ہی ہیں؟آپ کے ساتھ جو آئے تھے وہ آپ کو لے کر نہیں گئے؟''

نرس جس نے اسے بینڈیج کی تھی اس کے قریب آکر پوچھ رہی تھی۔انا نے چہرہ اٹھایا۔

جانے کیوں اندر کہیں ایک خالی پن سا محسوس ہوا تھا۔

''نہیں۔۔۔وہ تو چلا گیا۔''وہ غائب دماغی میں بولی۔

''تو پھر اب آپ کو بھی گھر چلے جانا چاہیے۔گھر جا کر ریسٹ کریں۔''

نرس ہدایت کرتی کیبن کی جانب بڑھ گئی۔

انا نے اپنے فون پر احمد کا نمبر ملایا تو ساتھ پڑا فون بج اٹھا۔اس نے ابھی غور کیا تھا کہ یہ احمد کا فون ہے۔پھر الماں کا نمبر ملایا تو وہ بند جا رہا تھا۔آخر میں اس نے اسد بھائی کو فون کیا تو انہوں نے اٹھا لیا تھا۔

انہیں جگہ بتا کر وہاں آنے کو کہا اور فون بند کر دیا۔

"یہ ہاسپٹل گواہ ہے کہ میں نے یہاں ڈیڑھ گھنٹہ تمہارا انتظار کیا ہے الماں ابراہیم۔" وہ سر دیوار سے ٹکائے بولی۔

"اب اس ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کی قیمت تو تمہیں چکانی پڑے گی۔"

شاید اسے انتظار کا اتنا دکھ نہیں تھا جتنا دکھ اپنے اندر اٹھتی اس بے چینی کا تھا جسے وہ اس کے یہاں سے جاتے ہی محسوس کرنے لگی تھی۔

★★★★★★

"بھائی وہ جب وہاں سے گیا تھا تو اس کی آنکھوں میں ایک سرد مہری سی تھی۔مجھے ڈر ہے کہیں وہ کچھ غلط نہ کر دے۔"

اُس نے اسد کو بھی سب کچھ بتا دیا تھا اور اب ہاسپٹل میں احمد کے پاس موجود تھی۔ اسد اسے چھوڑنے کے بعد جانے کہاں چلا گیا تھا۔

"وہ کسی کو جان سے نہیں مارے گا۔"

احمد کے پرسکون انداز پر اسے حیرت ہوئی۔ وہ اپنے بیڈ سے اٹھا۔ کمرے کی ایک دیوار پر ڈبے کی صورت میں لگے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ پھر بال درست کرنے لگا۔

"دیکھو میرا چہرہ کتنا مرجھا گیا ہے۔۔۔ اور تمہارا ہونٹ زخمی ہے۔ جتنا اُس کم ظرف حکیم شاہ نے مجھے تنگ کر رکھا ہے اب تک تو میں اس کی کھال ادھیڑ چکا ہوتا۔ مگر یہ کمبخت قانون آڑے آجاتا ہے۔"

اُسی پل انا کے موبائل کی گھنٹی بجنا شروع ہوئی تھی۔

"جی بھائی۔" اس نے فوراً فون کان سے لگاتے کہا۔ دوسری جانب اسد کے کچھ بتانے پر اس کے چہرے کی سنجیدگی اور بڑھ گئی۔ احمد اس کے بدلتے تاثرات دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا؟" فون بند ہوتے ہی اس نے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔۔المان نے حکیم شاہ کے گھر جا کر بہت مار پیٹ کی۔اسے بری طرح سے زخمی کیا ہے۔"

انا غائب دماغی سے بتانے لگی۔احمد کے چہرے پر مسکان اتر آئی۔انا نے اسے گھورا۔

"آپ ہنس رہے ہیں؟"

احمد ایک مرتبہ پھر سرشاری سے مسکرایا۔

"اچھا کیا اس نے۔اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔" پھر اس نے گہرا سانس لیا۔"چلو کوئی تو ہے جو میری کمی کو پورا کر سکتا ہے۔"

یونہی آنکھوں میں چمک لئے مسکراتے ہوئے وہ واپس آ بیٹھا۔

"پولیس اسے پکڑ کر لے گئی ہے۔" اس کے مطلع کرنے پر احمد ایک پل کو سنجیدہ ہو گیا۔ پھر ماتھے پر سوچ کی لکیریں ابھریں۔

"لگتا ہے بہت زیادہ غصے میں تھا وہ۔" انا اسے دیکھتے لب کاٹنے لگی۔

"تم پریشان تو نہیں ہو اس کے لیے؟"

"نہیں میں کیوں پریشان ہونے لگی۔" اس نے سر جھٹکا۔

"ایک بات سے آگاہ بھی کرنا تھا تمہیں۔۔۔ تم الماں کو پسند نہیں کرتی تھی نا۔۔۔ تو میں نے انکار کر دیا اسے۔ اب تمہیں اس بارے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اسے لگا تھا کہ جیسے وہ بہت خوش ہو گی اس کے سر سے بوجھ اتر گیا۔ مگر وہ چند لمحے سپاٹ سے تاثرات لیے یونہی بیٹھی رہی۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔" پھر بمشکل ہی بولی تھی۔ احمد نے اس کے تاثرات کو زیادہ جانچنے کی کوشش نہیں کی اور وہاں سے اٹھ گیا۔

"چلو واپس چلتے ہیں ابھی ہمیں بہت سے کام نمٹانے ہیں۔"

وہ باہر نکل گیا تو وہ بھی الجھی الجھی سی اس کے پیچھے گئی۔

www.novelsclubb.com

"جیل جا سکتا ہوں۔۔۔پھانسی بھی لگ سکتی ہے۔۔۔اب تو میں پھانسی لگوانے کو بھی تیار ہوں۔"

اُسے الماں کے بجھے بجھے رویے کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔

"مگر وہ یوں تو اُس کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔" اس نے اندر کی آواز کو نظر انداز کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"اگر آج وہ نہ ہوتا تو شاید میں۔۔۔۔"

وہ آگے سوچ نہیں پائی۔

احمد واش روم میں تھا جب تک وہ راہداری میں بیٹھی مختلف سوچوں سے لڑ رہی تھی۔

"یہ شخص مجھے اور کتنا الجھائے گا؟ میں فیصلہ ہی نہیں کر پا رہی کہ وہ چاہتا کیا ہے؟ بھائی نے انکار کر دیا۔ مگر اسے تو یہی لگا ہو گا کہ میں نے انکار کر دیا۔ مطلب اب ہمارا وہ تعلق بھی نہیں بچا جو ہم بچپن سے لے کر اب تک نبھاتے آ رہے ہیں۔ اس نے تو اپنے لہجے سے لاتعلقی ظاہر کر دی۔ اگر دل میں واقعی کوئی بات ہوتی تو اتنی آسانی سے پیچھے نہ ہٹ جاتا۔"

"مگر پھر مجھے بچانے کیوں آگیا۔۔۔"

اسے بس یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ المان ابراہیم کے دل میں کیا ہے؟اگر اسے معلوم ہوتا کہ اس کا دل واقعی وفا کرنا جانتا ہے تو وہ کبھی بھی اس سے دستبردار نہ ہوتی۔

"مگر وہ تو اب میری وجہ سے اپنا ہی دشمن بن گیا ہے۔کیا ضرورت تھی اُسے زخمی کرنے کی؟"

وہ تھکنے لگی تھی۔

واش بیسن پر جھکا احمد اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار رہا تھا۔منہ دھو لینے کے بعد اس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔سرمئی نگاہیں جب آپس میں ملیں تو سرد مہری نے جیسے آئینہ توڑ دیا ہو۔

"اور کتنی بار گرے گا تو؟اور کتنی کم ظرفی دکھائے گا کمینے؟"

اُس نے ہاتھ کا مکا بنا کر تختے پر دے مارا۔جب سے انا کی چوٹیں دیکھی تھیں اُس کا دل آگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔مگر صد شکر کہ المان نے اُس ظالم کے تکبر کے بت کو توڑ ڈالا ورنہ اگر وہ خود وہاں چلا جاتا تو آج اسے موت کے گھاٹ اتارنا ہی پڑتا۔

وہ گیلے بالوں کو پیچھے کی جانب کرتا واپس مڑ گیا۔

★★★★★★

اسے تھانے سے جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔قیدیوں کے لباس میں وہ ایک قید خانے میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

”اگر وہ اب تک مجھے یہاں سے نکالنے کے لئے نہیں آیا تو اس کا مطلب ہے وہ مجھے بہت جلد مروا دے گا۔میں حکیم شاہ کی رگ رگ سے واقف ہوں۔“

حسن علی خان کا دماغ اسی سوچ کے تحت سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔اسے خطرے کا الارم سنائی دینے لگا تھا۔اور ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔

★★★★★

وہ واپس کیمبرج آگئی تو فرقان اور کنول نے اُسے پاس بٹھا کر ایک سنجیدہ موضوع چھیڑ لیا تھا۔

''ہم چاہتے ہیں کہ اب تم اپنے حقیقی رشتوں کے پاس واپس چلی جاؤ،اب ہم تم پر مزید کوئی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے۔ہماری خوشی بھی اسی میں ہے کہ تم اپنے ان رشتوں کے ساتھ زندگی گزارو جن سے اب تک دور رہی ہو۔مگر اس سے پہلے کہ تم واپس پاکستان جاؤ ہماری ایک شرط ہے۔''

فرقان اور کنول کے سامنے وہ خاموش سر جھکائے بیٹھی تھی۔شرط کے بارے میں سن کر اس نے چہرہ اٹھایا۔

''کیسی شرط؟''

''ہم چاہتے ہیں کہ تم شادی کرلو اور اُس کے بعد ہی پاکستان جاؤ۔''

کنول نے آگاہ کیا۔

''مگر اتنی جلدی شادی کرکے میں کیا کروں گی؟میں ابھی اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔کیا آپ نے کسی کو تلاش کرلیا ہے میرے لئے؟''اس نے اندیشے کے تحت پوچھا۔

"نہیں ابھی ڈھونڈا تو نہیں ہے مگر آئے دن کوئی نہ کوئی رشتہ تو آیا ہوتا ہے ان میں سے ہی کسی اچھے سے لڑکے کو دیکھ کر ہم تمہاری شادی کر دیں گے۔اب چھبیس سال کی ہو چکی ہو تم، اتنی جلدی بھی کہاں ہے۔"

کنول سمجھانے لگیں مگر وہ حیرت کا شکار تھی۔

"مگر امی میں پاکستان چلی جاؤں گی تو اس کے بعد سوچیں گے اس بارے میں۔اور آپ یہ کیوں چاہتی ہیں کہ میں پاکستان جانے سے پہلے ہی شادی کروں؟ چھبیس سال عمر کوئی عمر نہیں ہوتی۔بابا سمجھائیں نا انہیں۔"

اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

"تمہاری امی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔۔۔ہم نہیں چاہتے کہ تمہارے ماں باپ یہ کہیں کہ ساری عمر ان سے جدا رکھا ہے اور جب ذمہ داری پوری کرنے کی بات آئی تو ہمارے سپرد کر دیا۔یہ ذمہ داری ہم خود ہی ادا کرنا چاہتے ہیں۔"

فرقان کی بات سن کر وہ چند لمحے کے لئے خاموش ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"تو پھر آپ لوگ بھی میرے ساتھ ہی چلیئے۔۔۔اور وہاں جانے کے بعد آپ جو کہیں گے میں کرلوں گی۔ مگر یہاں کیسے مجھے کسی کے ساتھ بھی منسوب کردیں گے؟"

"ہمیں یہیں رہنے دو۔اب زندگی کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں جو ہم اُس خون خرابے میں گزاریں گے۔ ہم تمہارے لئے کوئی پاکستانی رشتہ تلاش کرلیں گے، یہاں نہیں رہنا پڑے گا تمہیں۔"

انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ مان جائے۔

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان کی دشمنی ختم ہو چکی ہو، ضروری تو نہیں کہ وہاں اب بھی خون بہتا ہو، اگر آپ نے یہیں کوئی رشتہ تلاشنا ہے تو پھر ٹھیک ہے میں کبھی بھی پاکستان نہیں جاؤں گی۔"

اس نے منہ پھلا لیا تھا۔وہ دونوں بے بس سے ہو گئے۔ بلآخر بہت مزاحمت کرنے کے بعد اس نے انہیں منالیا تھا کہ وہ پاکستان جانے کے بعد ہی اس بارے میں کچھ سوچے گی مگر ابھی

تین، چار سال تک وہ اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیں۔ پھر آرام کی غرض سے وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

★★★★

اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد وہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔ اسے خبر نہیں ہوئی کہ باہر کیا ہو رہا ہے وہ بس غور و فکر میں مصروف تھی۔ جب قرآن بند کر کے شیلف پر سجا کر وہ واپس پلٹی تو قدم خود بخود بالکونی کی جانب اٹھ گئے۔

ابھی وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی کہ نظریں نیچے پتھریلی سڑک پر دور جاتے اس شخص پر پڑیں۔

"مسٹر حیدر۔۔۔؟" سوچ آتے ہی اس نے بلند آواز میں اسے پکارا تھا۔ حیدر کے چلتے قدم رک گئے۔ وہ واپس پلٹا۔

"کیا ہوا آپ اندر نہیں آئے یا میزبانی کروائے بغیر ہی جا رہے ہیں واپس؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علما کو حیرت ہوئی تھی اسے یہاں دیکھ کر۔اُس نے سوچا نہیں تھا کہ وہ واقعی آجائے گا۔

حیدر چلتا ہوا واپس آیا۔

"میں نے تو اپنا سوال پیش کر دیا ہے مگر شاید آپ نے بہت سارے پہرے لگا رکھے ہیں۔ میرا سوال آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی رد کر دیا گیا۔"

حیدر نے مایوسی سے کہا تھا۔علما الجھ سی گئی۔

"کیا آپ امی بابا سے مل چکے ہیں؟"

اس نے پوچھا تھا اور حیدر کے اثبات میں ہلتے سر کو دیکھ کر وہ اسے وہیں رکنے کا اشارہ کرتی واپس پلٹ گئی۔

نیچے پہنچ کر اس نے کنول سے پوچھا کہ کوئی آیا تھا؟ تو خبر ہوئی کہ کوئی آیا تو تھا مگر اُس کے لئے پروپوزل لے کر۔

علما کے گال یکدم سرخ پڑ گئے اور دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"بڑا اچھا اور سلجھا ہوا لگ رہا تھا۔ مگر تمہاری تاکید کے پیشِ نظر ہم نے اسے منہ پر انکار کرنا ہی مناسب سمجھا۔"

فرقان نے اخبار کا صفحہ پلٹتے کہا۔

"ہاں بھئی۔۔۔ کسی نے بہت اچھی تربیت کی تھی اس کی۔ سلیقے سے اپنی بات رکھی اور آخر میں بس یہی کہا کہ ایک بار تم سے بات کر کے ضرور دیکھیں۔"

کنول نے بھی ان کی تائید کرتے مزید تفصیل بتائی۔ اور وہ جو بت بنی کھڑی تھی اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"جانتی ہو کیا تم اسے؟ ساتھ پڑھتا تو نہیں تھا؟"

کنول نے اسے یوں کھڑے دیکھ کر سرسری سا پوچھا۔

وہ بغیر جواب دیے دروازے کی جانب بڑھ گئی اور پھر کھولتے ہوئے باہر نکل گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ وہیں باڑ کے اندر لگی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے علما کے ذہن پر کل والا منظر لہرا گیا جب وہ ابھی لندن میں ہی تھی۔

تب وہ اپنے اوراق کو ترتیب دینے میں مگن تھی جب دروازے پر بیل ہوئی۔ علما نے اوراق سمیٹ کر وہیں رکھے اور بالکونی سے ہی نیچے جھانکنے لگی۔

”جی؟“ سوالیہ انداز سے سر جھکائے شخص کو دیکھتی قدرے بلند آواز میں بولی۔

اُس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہ زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

”آپ یہاں کیسے؟“ حیدر کو سامنے موجود دیکھ کر وہ تب بھی حیران ہوئی تھی۔

”بس آپ سے پوچھنے آیا تھا کہ آپ کیمبرج واپس کب جا رہی ہیں؟“

مہذبانہ انداز میں بولتے اس نے آخر میں معصومیت سے ہونٹ بھینچے۔

”میں آج ہی واپس جا رہی ہوں کیوں آپ کو کوئی کام ہے؟“

علما نے مطلع کرتے ساتھ ہی پوچھ لیا۔اس نے دروازہ کھولنے کی زحمت نہیں کی۔چونکہ گھر زیادہ بڑا نہیں تھا تو وہ بالکونی میں کھڑی اُس سے بآسانی بات کر سکتی تھی۔

”میں دو دن بعد پاکستان واپس جارہا ہوں۔اور اُس سے پہلے میں آپ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں۔اگر میں آپ کے گھر سوالی بن کر آؤں تو آپ مجھے دھتکار تو نہیں دیں گی؟“

لچک دار لہجے میں بولتے ہوئے وہ آخر میں ہلکا سا مسکرایا۔

”یہ کیا سوال ہوا؟آپ بھلا سوالی بن کر کیوں آئیں گے؟“

وہ سمجھ نہیں پائی۔

”کل آؤں گا تو بتادوں گا۔۔۔ایک بہت قیمتی چیز ہے جو مجھے چاہئے آپ سے۔“

وہ کہہ کر پلٹنے والا تھا جب وہ بول پڑی۔

”آپ مہمان بن کر آیئے گا۔ہم میزبانی کرنے میں بہت اچھے ہیں۔“

وہ ایک پل کی سنجیدگی کے بعد مسکراتا ہوا چلا گیا۔علما سوچ میں پڑی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ نے تو کہا تھا آپ میزبانی بہت اچھی کرتی ہیں؟"

حیدر کے پوچھنے پر وہ چونکتے ہوئے حال میں لوٹ آئی۔اسے تو اس وقت حیدر کا سامنا کرنا بھی بے حد مشکل لگا تھا مگر اب اس کے علاوہ ہو کیا سکتا تھا۔

وہ آگے بڑھ کر اس کے برابر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"آپ نے کیا سوچ کر یہ قدم اٹھایا؟"

"یہی کہ شاید میں بہت لکی ثابت ہونے والا ہوں۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"لکی؟میرے ساتھ زندگی گزارنا بہت برا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

علما نے دوسرا پہلو بتایا تو حیدر سہم سا گیا۔

"ایسے مت کہیں۔بہت امیدیں لے کر آیا ہوں میں۔"

وہ چہرہ موڑے ہوئے بات اسی سے کر رہا تھا۔

"مجھے تو لگا تھا آپ انسانوں سے امیدیں نہیں لگاتے ہوں گے۔"

علما نے دھیرے سے کہا۔

"میں انسانوں سے امیدیں واقعی نہیں لگاتا۔"

"پھر یہاں بھی آپ کو امید لے کر نہیں آنا چاہئے تھا۔ میں اکثر لوگوں کی امیدیں توڑ دیتی ہوں۔"

"آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟"

اتنے معصوم سوال کی ہرگز توقع نہیں تھی اسے۔

"کیونکہ میں خود بھی اب کسی سے امید نہیں لگاتی، تو کسی کو بھی مجھ سے امید نہیں لگانی چاہئے۔"

اس کے لہجے میں ہلکی سختی سمٹ آئی۔

"میں نے تو اللہ سے امید لگائی ہے۔" علما نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"اور مجھے پورا یقین ہے اس پر کہ وہ مجھے ایک ایسی لڑکی کے سنگ باندھے گا جو لوگوں سے امیدیں لگانا چھوڑ چکی ہے۔"

علما نے آنکھیں میچ کر چہرہ ایک بار پھر جھکا لیا۔

"آپ سمجھ نہیں رہے۔۔۔ میں شاید وہ نہیں ہوں جو میں آپ کو نظر آ رہی ہوں۔ مجھ میں خامیاں ہیں بہت۔۔۔ میں قابل نہیں ہوں آپ کے۔"

اسے بولنے میں دقت ہونے لگی تھی۔ حیدر نے چند لمحے اس کی بات کو اور لہجے کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"خامیاں کس میں نہیں ہوتیں؟ آپ اپنی خامیوں کو دل سے لگائے بیٹھے نہیں رہ سکتے۔۔۔ ویسے ایک اللہ کے بندے کو دکھی کر دینا بھی خامی ہی ہے۔"

وہ گردن ٹیڑھی کیے اوپر آسمان کو دیکھتے بولا۔ علما نے پیشانی پر بل ڈالے ابرو اچکائے۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ میں نے کس کو دکھی کیا ہے؟"

وہ انجان بنی۔

"اب اس بے رحمی سے ریجیکٹ کر دیں گی تو یہ اللہ کا بندہ دکھی تو ہو گا ہی۔ کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں؟ آپ لوگوں کے دل توڑنے میں بھی اچھی ہیں؟"

علما ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

"ایک انکار پر کسی کا دل نہیں ٹوٹتا۔۔۔آپ نے حیران کر دیا مجھے۔ ابھی کل ہی امی بابا سے کہا ہے کہ تین چار سال تک شادی نہیں کرنے والی میں، اور آج آپ آ گئے۔"

وہ واپس نارمل ہو چکی تھی اور اب اپنے ازلی انداز میں بول رہی تھی۔ اللہ کے بندے نے مسکراہٹ دبائی۔

"میں تین چار سال تک کا انتظار کر سکتا ہوں۔"

وہ جو ابھی کچھ کہنے والی تھی ایک دم سکتے میں چلی گئی۔

"تین چار سال تک کا انتظار۔۔۔؟" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

”تین چار سال تو زیادہ انتظار نہیں ہے، مجھے خود بھی ابھی شادی نہیں کرنی۔ اگر صرف یہی وجہ ہے آپ کے انکار کی تو میں تب تک انتظار کر لوں گا، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“

علما کو لگا اس نے اپنے ہی پیر پر کلہاڑی مار لی ہے۔ وہ ضبط سے ہونٹ میچے ہوئے تھی۔

”مجھے لگتا ہے کہ اب مجھے چلنا چاہئے۔۔۔ آپ کو جواب دے دیا ہے میں نے۔“

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ حیدر کچھ نہ بولا۔ وہ خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”جواب نہیں دیا آپ نے۔۔۔ وجوہات بتائی ہیں، دونوں وجوہات کا جواب مل گیا آپ کو۔۔۔ پھر اب آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ اگر ابھی فیصلہ نہیں کیا تو کل واپس جانے سے پہلے پھر آؤں گا پوچھنے۔ اگر تب بھی فیصلہ نہ ہوا تو میں ہمیشہ کے لئے پاکستان نہیں جا رہا۔۔۔ صرف جواب کی خاطر واپس بھی آ سکتا ہوں۔“

وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔ علما وہاں سے بس کسی طریقے چلی جانا چاہتی تھی۔ بھلا یہ کیا زبردستی تھی ہاں کروانے کی؟

""اور اگر میرا جواب نہ ملا تو کیا آپ ساری زندگی شادی ہی نہیں کریں گے؟"" وہ کہنا نہیں چاہتی تھی مگر پھر بھی بول گئی۔ اپنے سوال پر خود ہی حیرت ہوئی تھی اسے۔

""نہیں۔"" وہ ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے اس کے مقابل کھڑا پر اعتماد ہو کر بولا۔ علما پلکیں نہیں اٹھا سکی۔

""اپنا خیال رکھئے گا، چلتا ہوں۔""

وہ چلا گیا اور علما پلٹنے سے پہلے کئی پل ہاتھوں کو مسلتی رہی۔

اندر گئی تو کنول جانچتی نظروں سے اسے غائب دماغی میں اوپر جاتے دیکھ رہی تھیں۔

اس دن وہ کشمکش میں گرفتار رہی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ اب وہ میچور ہو گئی ہے۔ اب اسے چیزوں کو سنجیدگی سے پرکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ شخص اس کے لئے پروپوزل لے کر آیا ہے جس کا وہ بے حد احترام کرتی ہے تو اسے کم از کم اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ مگر وہ باوجود سوچنے کے فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔ اُس نے تذبذب سے مہک کو فون کر کے گھر بلایا تھا۔

اس کی بے چینی کو بھانپتی وہ کچھ ہی دیر تک اُس کے گھر پہنچ گئی تھی۔

"ہاں تو مس۔۔۔آج ضرور کوئی بہت بڑی بات ہو گئی ہے جو تم نے مجھے بلایا اور خود نہیں آئیں۔"

مہک اب اس کے سامنے بیٹھی تھی۔علما سمجھ نہیں پائی کہاں سے بات شروع کرے۔

"کیا ایک دن میں ہماری زندگی مکمل طور پر بدل سکتی ہے مہک؟ کیا ایک دن میں کوئی خاک سے اٹھ کر آسمان تک پہنچ سکتا ہے؟"

وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔یہ کام تو ایک پل میں بھی ہو سکتا ہے،ایک دن تو دور کی بات۔"

اس نے شانے اچکائے۔

"تمہیں پتا ہے آج کیا ہوا؟"اس کے لہجے میں پریشانی در آئی۔

"ارے پتا ہوتا تو ایسے پوچھنے نہ بیٹھی ہوتی، بتاؤ کیا ہوا ہے جس نے اتنا بے چین کر دیا تمہیں۔اب تو مجھے بھی فکر ہونے لگی ہے۔۔۔ تجسس میں ڈال دیا تم نے۔"

علما نے کچھ توقف کے بعد اسے ساری بات بتا دی تھی۔مہک کے لب آدھے کھلے رہ گئے تھے۔

"کیا سچ میں۔۔۔؟"

اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا۔اور پھر خوشی کی چمک اس کے چہرے پر آئی۔

"پاگل اس میں پریشانی کیا ہے۔۔۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔تم بس جلدی سے ہاں کر دو۔"

اس کا ہاتھ تھام کر مہک نے بے صبری سے کہا تھا۔

"خوش کیوں ہونا چاہئے؟میں تو انہیں صحیح سے جانتی بھی نہیں۔"

اس نے ہاتھ چھڑاتے یونہی منہ پھلائے کہا۔مہک کو حیرت ہوئی۔

www.novelsclubb.com

''اچھا تو تم انہیں اب جانتی بھی نہیں ہو؟ پتا ہے مجھے تم نے ان کی ویڈیوز کی پوری پلے لسٹ ڈاؤنلوڈ کر رکھی ہے۔''اس کے انکشاف پر علما نے شانے پر چپت لگائی۔

''بس بھی کرو۔۔۔۔ میں تم سے اچھا اور سنجیدہ مشورہ مانگ رہی ہوں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔''

''میرا مشورہ یہ ہے کہ اب تمہیں مزید دیر نہیں کرنی چاہئے۔اس سے پہلے کہ تم کوئی اور غلط چناؤ کر بیٹھو تمہیں تفصیلاً اس بارے میں سوچ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ویسے مجھے تو وہ کوئی فراڈ نہیں لگتے،بہت زیادہ فین فالونگ ہے ان کی۔اچھے انسان لگتے ہیں۔''

وہ سوچ کر بولی۔علما ذرا سا مسکرائی۔

''ہاں وہ کوئی فراڈ نہیں ہیں۔الایمان میں سب لوگ جانتے ہیں انہیں۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اچھے انسان ہیں۔ہاں مگر اُس اچھے انسان کو میں کیسے اچھی لگ گئی مجھے یہ سمجھ نہیں آتی۔اب تو مجھے اپنی قسمت پر شک ہونے لگا ہے۔''

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وسوسے اس کے لہجے میں بھی ظاہر تھے۔

"تم اللہ کے فیصلوں پر شک کر رہی ہو؟" مہک نے اسے گھورا۔

"ایسا تو نہیں کہا میں نے۔" وہ فوراً بولی۔

"قسمت پر شک ہے مطلب اللہ کے فیصلوں پر شک ہے۔ اپنی قسمت پر راضی رہنا سیکھ لو اب۔۔۔ یہ تم پر بہت مہربان ہونے والی ہے۔" مہک کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ تھی۔

"تمہیں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ٹھنڈے دماغ سے اور کھلے دل سے سوچو گی تو کوئی فیصلہ کر پاؤ گی۔ میں امید کرتی ہوں کہ تم مثبت سوچو۔۔۔ تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں علما، میں نے تمہیں لاحاصل کے لئے روتے ہوئے دیکھا ہے اب بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ شاید یہی انعام ہو۔۔۔ شاید یہی تمہاری توبہ کی قبولیت کا اشارہ ہو۔ شاید اللہ تم سے بہت راضی ہو گیا ہو۔"

کیا تھا مہک کے پاس؟ بے غرض محبت، مخلص احساس، امید، یقین۔۔۔ کیا کچھ نہیں تھا اس کے پاس؟ علما کی آنکھیں ذرا سی نم ہوئیں۔ اس نے سر جھکا لیا۔ مہک کچھ دیر اس کے پاس ہی رہی۔

شاید ہم سب کو ایک ایسے دوست کی ضرورت ہوتی ہے۔ شاید ہم سب اس بھری دنیا میں صرف ایک انسان ایسا چاہتے ہیں جو ہمیں سمجھے۔ جو ہمیں سنے، جو ہمیں صحیح غلط میں فرق کرنا سکھائے۔ ایک انسان جو صرف ہمارا ہو۔ جو بے غرض ہو کر بس ہمارا سوچے۔ جو ہمیں ہم سے بھی زیادہ جانتا ہو۔ اور ہم سب میں سے بہت کم ہی کے پاس یہ اثاثہ موجود ہوتا ہے۔

★★★★★★

www.novelsclubb.com

"اگر اللہ نے بن مانگے اس شخص کو میری زندگی میں بھیجا ہے تو مطلب اس نے میری توبہ قبول کر لی ہے۔ مہک کہا کرتی تھی کہ وہ جب نوازے تو انسان یقین نہیں کر پاتا۔۔۔ اور یقین تو مجھے بھی نہیں ہو رہا، میں کیسے اس قابل ہو گئی؟ ہاں شاید وہ اپنے بندے کی کوشش ہی دیکھتا ہے، وہ پچھلے گناہوں کی سرزنش نہیں کرتا، وہ اپنی راہ پر چلنے والوں کی محنت دیکھتا ہے۔"

اس کا دل مطمئن ہو گیا تھا۔اسے مہک کی باتوں پر بھی یقین تھا وہ ہمیشہ اسے وہی نصیحت کرتی تھی جو اس کے حق میں بہتر ہوتی۔

صبح وہ کمرے سے باہر نہیں جا پا رہی تھی۔ سمجھ نہیں آئی کہ امی بابا سے کیسے بات کرے گی۔اضطراب ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا تھا۔

بلآخر کنول نے ہی دروازہ کھٹکھٹا کر کمرے میں قدم رکھا۔وہ بیڈ پر سمٹ کر بیٹھی کہیں دور خیالوں میں ڈوبی تھی۔ کنول ابرو اچکا کر دیکھتی اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

”کیا بات ہے آج ناشتہ نہیں کرنا کیا؟“

علما چونک گئی۔

”جی کرنا ہے۔۔۔آ رہی تھی میں بس۔“

وہ میکانکی انداز میں کہہ کر خاموش ہوئی تو ابھی بھی وہاں موجود نہیں لگ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"چلو پھر آجاؤ۔" وہ کہہ کر اٹھنے لگیں مگر اس نے کوئی ردِ عمل نہیں دیا۔ کنول واپس بیٹھ گئیں۔

"ادھر دیکھو ذرا۔۔۔ کیا ہوا ہے؟ کل سے تمہاری شکل ایسی ہی ہے، ذرا نہیں بدلی۔"

کنول نے ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا جہاں الجھنوں کے نشانات بہت واضح تھے۔

"تم نے کسی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

علما کو اچھنبھا لگا۔

"کیا۔۔۔؟" اس کے لب مشکل سے وا ہوئے۔ وہ اب بھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔

"مگر آپ کو کیسے پتا چلا؟" اس بار اس نے سر جھکایا۔

"تم نے کہا تھا تمہیں اپنے رشتوں کے پاس جانا ہے ہم نے واپس بھیجنے کا ارادہ کر لیا، تم نے کہا تمہیں شادی نہیں کرنی ہم نے تمہاری مانی۔۔۔ اس کے بعد تمہارے لئے کوئی پروپوزل

لے کر آیا اور تم ہمیں بنا بتائے اس سے بات کرنے باہر چلی گئی، جب بات کر کے لوٹی تو بہت مضطرب تھی، پھر تم نے مہک کو گھر بلایا اور پچھلے ایک سال سے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تم مہک کو ایمر جنسی میں گھر بلاؤ اور اب تم ناشتہ کرنے نیچے بھی نہیں آئی۔ دیکھا تو شکل پر بارہ بج رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ تم نے ارادہ بدل لیا ہے اور اب تم اُس اسکالر کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہو۔"

کنول ایک ہی سانس میں بول کر خاموش ہو گئیں اور علما حیرت کا مجسمہ بنی انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے نظریں چرائیں۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ میں تو بس سوچ رہی ہوں کہ وہ ایک اچھا انسان ہے۔"

منہ ذرا سا پھلا کر اس نے کہا تو کنول نے "اوہ" کی شکل میں لبوں کو جنبش دے کر سر ہلایا۔

"تو یہ بات ہے۔۔۔ پھر اس میں پریشان ہونے والی تو کوئی بات نہیں۔ اسے کہہ دیتیں کہ تم ایک اچھے انسان ہو مگر تم میرے لائق نہیں ہو۔"

وہ اس آرام سے بولیں کہ علما کو دھچکا لگا۔

"امی۔۔۔" وہ ناراضی سے بولی مگر انہوں نے لاپرواہی ظاہر کی۔

"آپ خود ہی سمجھ کیوں نہیں جاتیں کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔"

کنول بے اختیار مسکرائیں پھر گہرا سانس لیا۔

"وہ لڑکا انیس سال کی عمر میں گھر بدر کر دیا گیا تھا۔اس کے یونیورسٹی کے ٹیچر نے اسے رہائش دی اور اپنا بیٹا بنا کر رکھا۔تب سے وہ ان کے پاس ہی ہے، حال ہی میں ایم فل کیا ہے۔اور اسکالر بننے کی خواہش ہے اس کی۔اب وہ واپس اپنی اصل فیملی کے پاس بھی جانا چاہتا ہے۔اس کا خیال ہے کہ اب وہ اس قابل ہو گیا ہے۔اور سب سے اہم بات کہ پاکستان میں اس کا خاندان بھی گجرات ہی میں رہائش پذیر ہے۔"

وہ سنجیدگی سے تفصیل بتا رہیں تھیں۔علما خاموشی سے سنتی رہی۔

"اس نے سب کچھ بتایا آپ کو؟"

اسے حیرت تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں سب کچھ بتا گیا۔

"ہاں بہت خالص لگا مجھے۔سب لوگ حیدر جیسے نہیں ہوتے۔اس کا کہنا تھا کہ اس نے تمہیں لندن میں دیکھا اور لگا جیسے تم ہی ہو جس کی اسے تلاش تھی۔کہتا ہے میں بہت اسٹریٹ فارورڈ ہوں مجھے غلط مت سمجھئے گا۔"

کنول حیدر کی بات سوچ کر مسکرائیں۔علما نے ایک ساتھ کئی بار پلکیں جھپکا کر چہرے کو لال ہونے سے بچایا۔

"لیکن آج تو وہ واپس جا رہا ہے۔اب کچھ نہیں ہو سکتا،تم نے دیر کر دی۔"

ان کے چہرے پر ناراضی ظاہر ہونے لگی۔

"اس نے کہا تھا وہ جانے سے پہلے پھر آئے گا۔"وہ آہستگی سے بولی۔کنول نے آنکھیں پوری کھول کر اسے گھورا۔علما جلدی سے چہرہ موڑ گئی۔

★★★★

اور یہی وہ دن تھا جب اسے واقعی سب کچھ عطا کر دیا گیا تھا۔نصیب کا اچھا ہونا سب کچھ عطا ہونے کے برابر ہی تو ہے۔جس لڑکی کے نصیب میں عزت اور وفا کرنے والا ہمسفر ہو دنیا میں اس سے زیادہ امیر کوئی ہوتا ہے کیا؟

ماں باپ کے بعد ایک یہی شخص تو ہوتا ہے جس کا ہاتھ تھام کر چلنا پڑتا ہے۔اگر یہ ساتھ مجبوری کا بن جائے تو بوجھ اور اذیت کے سوا کچھ نہیں لیکن اگر یہی ساتھ مخلصی اور وفا پر مبنی ہو تو زندگی اچھی لگنے لگتی ہے۔

حیدر آیا تھا اور اُس دن اُس نے امی بابا کی مسٹر توصیف اور ان کی وائف سے بھی بات کروا دی تھی۔اور سر توصیف تو خود اسلام آباد سے اسپیشل وہاں اس کے نکاح کے لئے آئے تھے۔

کنول اور فرقان نے اسے منہ پر انکار نہیں کیا تھا بلکہ وقت مانگا تھا کچھ دن کا۔علما کو اس بات سے بے خبر رکھا تا کہ اسے خود ہی احساس ہو جائے۔انہیں حیدر واقعی اچھا لگا تھا مگر وہ اتنی جلدی مان جائے گی انہیں توقع نہیں تھی۔بات چیت کے بعد طے یہ پایا تھا آج ہی ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔اور رخصتی بعد میں کی جائے گی۔

www.novelsclubb.com

سب کچھ بہت جلدی میں ہوا تھا۔ علما تیار نہیں تھی مگر شاید فیصلہ اوپر سے ہوا تھا اور جب اللہ فیصلہ کر لیتا ہے تو انسان چاہ کر بھی سب کچھ ہونے سے روک نہیں پاتے۔ مہک نے بھرپور طور پر شرکت کی تھی۔ اسے تیار کیا اور پھر دن کے آخر تک اس کے ساتھ رہی تھی۔

وہ سنہری و سفید جوڑے میں ملبوس حجاب کے اوپر سرخ چنری اوڑھے ہوئے شاید پہلی بار اتنی پر کشش لگی تھی۔

"میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ مسٹر حیدر کے ساتھ خوش رہو۔۔۔ بلکہ اب تو مجھے انہیں حیدر بھائی کہنا چاہیئے۔"

وہ نکاح نامے پر دستخط کر رہی تھی جب مہک نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ علما کا دل یکبارگی دھڑکا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی مگر پھر دستخط ہو گئے اور وہ ایک پل میں اپنی زندگی کو کسی کے نام کر گئی۔

اسے یقین نہیں آیا۔ جیسے وہ کسی خواب کے زیرِ اثر ہو۔ جیسے سب کچھ اپنے آپ ہو رہا تھا۔ مگر کیا وہ اس سب کچھ سے خوش تھی؟

اسے احساس ہوا وہ مطمئن ہے۔یعنی وہ اپنی زندگی کا اتنا بڑا قدم اب اٹھا چکی تھی؟

"بس میں دعا کرتی ہوں کہ میرا یہ انتخاب غلط نہ ہو۔"اس نے دل میں سوچا تھا۔وہ اپنے دل میں خوف کو پناہ نہیں دینا چاہتی تھی مگر یہ پھر بھی راہ نکال رہا تھا۔

نکاح ہو جانے کے بعد چند ایک مہمان جو آئے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ جانے لگے تھے۔

اس نے حیدر کو نہیں دیکھا تھا۔وہ دوسرے حصے میں مردوں کے ساتھ ہی رہا تھا۔وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔مہک اسے بہت سی مبارک اور دعائیں دے کر اب واپس جا چکی تھی۔

علما نے حلیہ واپس عام سا بنایا اور وضو بنا کر نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔

آج اس سارے عرصے میں اس نے پہلی مرتبہ نماز میں معافی مانگنے کے بجائے اللہ کا شکر ادا کیا تھا اور اپنے اچھے نصیب کی دعا مانگی تھی۔

"مجھے نہیں پتا کیا ہے اس شخص کے دل میں، وہ میری زندگی میں اچانک کیسے آ گیا۔۔۔وہ آتے ہی کیسے اتنا اہم ہو گیا۔مجھے نہیں پتا مگر مجھے اتنا معلوم ہے کہ اگر اسے اللہ نے بھیجا ہے تو وہ میرے لئے اچھا ہی ہو گا۔"

دعامانگتے ہوئے اب اس کے دل سے ہر خوف مٹ گیا تھااور ہر اندیشے کی جگہ سکون نے لے لی تھی۔

''اب میں مطمئن ہوں کیونکہ اب میں کسی کے ساتھ منسلک ہوں۔اب میں محفوظ محسوس کررہی ہوں کیونکہ اب اس تعلق کاایک حصار سابن چکا ہے۔اب مجھے افسوس نہیں ہے ان لوگوں کا جنہوں نے مجھے چھوڑا،نہ ہی اب مجھے خطرہ ہے کسی ایسے کا جو مجھے توڑنا چاہے۔اب میں واقعی محفوظ ہوں۔''

کیاہوا تھا؟بس ایک رشتہ ہی توجڑا تھا۔مگر وہ ایک رشتہ اپنے اندر اتنی طاقت رکھتا تھا کہ اسے دوسرے ہر انسان سے بے نیاز کردیتا۔اب وہ صرف ایک شخص کی امانت تھی جو حقیقی معنوں میں اس کاہمسفر تھااور یہ بات کافی تسلی بخش تھی۔

آنکھیں موندے وہ اس تسکین کے زیرِاثر تھی جب ایک آواز نے اسے چونکادیا۔

اس نے بالکونی کے دروازے کی جانب دیکھا۔اس سے پہلے کے وہ نظرانداز کردیتی کوئی چیز دروازے سے پھر ٹکرائی تھی۔

علما اٹھ کر محتاط قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔ دیکھا تو بالکونی میں کئی چھوٹے چھوٹے پتھر پڑے تھے۔اس نے نیچے جھانکا اور چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

''آپ۔۔۔؟'' یہ رات ساڑھے نو بجے کا وقت تھا اور حیدر اس کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔وہ قدرے دھیمے لہجے میں حیرت سے بولی۔

''میں یہ پائپوں وغیرہ پر چڑھنے کے کام نہیں کرتا ورنہ جتنے پتھر پھینک چکا ہوں اب تک تو آپ کی بالکونی میں کھڑے ہونا چاہئے تھا مجھے۔''

کس معصومیت سے بولا تھا وہ۔علما نے ماتھا پیٹ لیا۔

''اس طرف تو کوئی پائپ ہی نہیں ہے۔'' اس نے تصحیح کی۔

''اور میں بندروں کی طرح چھلانگیں بھی نہیں لگاتا۔''

اِس حیدر سے تو وہ اب واقف ہوئی تھی۔ ورنہ اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ روحانی باتوں کے علاوہ بھی کچھ بولتا ہوگا؟

"لیکن آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

"آپ کو دیکھنا تھا بھئی، ڈیڑھ گھنٹے بعد میری فلائٹ ہے اب کیا میں اپنی دلہن کو ایک نظر دیکھ بھی نہیں سکتا؟ کیسا ظلم ہے یہ۔"

وہ اب ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے بڑی فرصت سے کھڑا اوپر دیکھ رہا تھا۔

"ویسے کسی نے کہا تھا کہ اسے تین چار سال تک شادی نہیں کرنی۔" وہ اسے ٹارگٹ کر رہا تھا۔ علما نے شرمندگی چھپائی۔

"ہاں کسی کو چار سال تک انتظار کروانا مجھے اچھا نہیں لگا تو اس لئے۔۔۔ اتنی بھی ظالم نہیں ہوں اب میں۔" اک شانِ بے نیازی سے کہا تھا اس نے۔

"گو آپ نے مان لیا کہ آپ ظالم ہیں۔ اور ساتھ میں آپ کے گھر والے بھی۔ ایک جھلک تک دیکھنے نہیں دی۔"

اسے گلہ تھا کہ وہ اسے تیار ہوئے دیکھ نہیں پایا۔

"یہ ظلم نہیں ہے رسم ہے۔اور اب تو دیکھ لیا نا آپ نے۔۔۔تو پھر جایئے آپ کی فلائٹ چھوٹ جائے گی۔"

اسے اس فاصلے پر بھی حیدر کا سامنا کرنے میں دشواری ہو تھی۔

"آج میری فلائٹ چھوٹ ہی جائے تو اچھا ہے۔ویسے آپ بڑی بے حس ہیں میرے لئے۔"

نرم لہجے میں بولتے ہوئے اس نے شکوہ کیا تھا۔علما نے بس سوالیہ دیکھا۔

"اتنی ٹھنڈ میں باہر کھڑا کر دیا ہے مجھے۔۔۔اندر تک نہیں بلا رہیں۔"

اس نے وضاحت کی۔

"میں آپ کو اندر بلانے بھی نہیں والی، آپ پلیز اب واپس چلے جائیں۔" اسے خوف تھا کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ اب وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا بس ریلنگ پر دھرے ہاتھ ظاہر ہو رہے تھے۔

"اچھا معذرت۔۔۔ میں آپ کو تنگ کرنے کی نیت سے نہیں آیا، بس یہ بتانے آیا ہوں کہ ہمیشہ ہر حالت میں ساتھ دوں گا آپ کا، اور کبھی بھی کوئی تکلیف آئی تو آپ تک پہنچنے سے پہلے مجھ سے گزرے گی۔"

علما ساکت کھڑی سن رہی تھی۔ کچھ پل کے لئے تو اس کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی تھی۔

"میں بڑے بڑے بول نہیں بولنا چاہتا، بس اتنا کہتا ہوں کہ کبھی بھی میری وفا پر شک مت کیجئے گا، یہ آپ کے لئے کبھی کم نہیں ہو گی۔"

وہ سنجیدہ تھا اور نرم خو بھی۔ یہی اس کا لہجہ تھا، یہی وہ حیدر تھا جسے وہ پہچانتی تھی۔ آج ایک مرتبہ پھر اس کا دل چاہا وہ بولتا رہے۔ وہ کبھی خاموش نہ ہو۔

"اپنا خیال رکھئے گا۔۔۔ آئی ول مس یو، بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔"

حیدر کی آنکھیں چمک رہیں تھیں۔ علما نے واپس چہرہ نیچے جھکا کر اسے دیکھا۔ وہ اب اسے دیکھ کر ہاتھ ہلا رہا تھا۔

علما نے بھی پورے دل سے مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔ اسے خدا حافظ کہا تو وہ پلٹ گیا۔ خواب دیکھنا چھوڑ دینا یہ تو نہیں ہوتا کہ ان خوابوں کو دیکھنے کی چاہ نہیں ہے۔ ادھورے خوابوں کی اذیت کو بھلا دینے کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ وہ چہرہ افق کی جانب اٹھائے آج خوش تھی۔

★★★★★★

بہت دنوں بعد وہ امی سے ملا تھا اور بہت دنوں بعد اسے خوشی محسوس ہوئی تھی۔ ماں کی آغوش دنیا کی سب سے سکون دہ جگہ ہے اور وہ اس وقت ان کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔

"بہت دن ہو گئے تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھے۔ تم ہوتے ہو تو اسد کو کوئی کام ہوتا ہے، اسد ہوتا ہے تو تم باہر نکل جاتے ہو۔ ماں کو تو بھولتے جا رہے ہو دونوں۔"

وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتیں شکایت کر رہیں تھیں۔

"آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں، آپ کے دم سے ہی تو ہم ہیں۔"

اس نے برامان کر کہا۔ پھر کچھ دیر بعد اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تو فاطمہ خاتون کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔

فون کان سے لگائے ان کے چہرے کے آثار بدلنے لگے تھے۔

انا جب ان کے پاس آئی تو وہ بہت پریشان لگ رہیں تھیں۔

"کیا ہوا، آپ پریشان کیوں ہیں؟"

فاطمہ خاتون نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"الماں جیل میں ہے۔ تم یہ سب کچھ جانتی تھی نا؟"

انا کچھ بول نہ پائی۔

"سچ سچ بتاؤ انا۔۔۔ یہ لوگ مل کر کیا کر رہے ہیں؟ کیا حکیم شاہ کے ساتھ۔۔۔؟"

وہ جانتی تھی کہ اب وہ سب جان گئی ہیں تو اس نے چھپانا مناسب نہیں سمجھا۔ انہیں سب کچھ بتا دینے کے بعد وہ دونوں ساکت بیٹھی رہ گئیں۔

احمد جب فریش ہو کر باہر آیا تو فاطمہ خاتون کڑی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کیوں کیا تم نے یہ سب ؟ آخر تم اتنے خود سر کیوں ہو احمد ؟"

ان کے سوال کو وہ سمجھ نہیں پایا۔ پیچھے انا نگاہیں جھکائے کھڑی تھی۔

"میں نے کیا کیا؟"

"تم نے کیوں دشمنی مول لی اُس حکیم شاہ سے ؟ تم مجھ سے چھپا کر سب کچھ کرتے رہے۔۔۔ کئی دن تک ہاسپٹل میں رہے اور مجھے بتایا تک نہیں ؟ تم نے مجھے اتنا بے خبر رکھا اور کہتے ہو بھولا نہیں ہوں ؟"

ان کا بی پی شاید بڑھ گیا تھا۔ احمد نے پکڑ کر انہیں بٹھانا چاہا۔ مگر انہوں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔

احمد نے قدرے غصے سے انا کو گھورا تھا۔ وہ سر مزید جھکا گئی۔

"تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ اسلحے کا استعمال صرف تب کرتے ہیں جب اشد ضرورت ہو۔ جب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو۔ مگر تمہیں تو اتنے خطرناک کھیل کھیلنے کا شوق ہے۔"

اس نے آج پہلی بار انہیں اتنے اشتعال میں دیکھا تھا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

"کتنا سمجھایا تھا کہ مت پڑنا کسی ایسی صحبت میں جو تمہارے ارد گرد دشمن اکٹھے کر دے۔ میں نے تو تمہیں رات کو باہر جانے سے بھی منع کیا تھا مگر نہیں۔ اسد تم سے لاکھ بہتر ہے جو فوراً مان جاتا ہے۔ تم نے تو آج تک میری سنی ہی نہیں۔"

انہوں نے سر پکڑ لیا۔ انا نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالنا چاہا مگر ناکام رہی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ بات اتنی بگڑ جائے گی۔

"آپ نے ہی کہا تھا کہ جینا تو بہادر بن کر جینا۔ اب جبکہ میں نے وہ کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا تو آپ ہی روک رہی ہیں۔"

فاطمہ خاتون نے اس کی بات پر منہ پھیر لیا۔

"بہادر بن کر جینا اچھا ہوتا ہے۔ مگر کبھی کبھی یہ بہادری ہی ہماری دشمن بن جاتی ہے، دیکھا نہیں ابراہیم کا کیا حال ہوا؟ بہادر ہی تھا وہ۔ موت سے ڈرتا نہیں تھا۔"

وہ اب دھیمے انداز میں نم لہجے سے بول رہیں تھیں۔

"موت سے کون ڈرتا ہے امی۔ اگر موت سے ڈر کر جینا ہو تو پھر مر جانا ہی اچھا۔"

اسے پرواہ نہیں تھی۔ فاطمہ خاتون نے اسے شانوں سے تھام لیا۔

"موت سے نہ ڈرنا ٹھیک ہے مگر خود موت کے کنویں میں چھلانگ لگا دینا بے وقوفی ہے۔ تم یہ کیس واپس لے لو اور اس دشمنی کو ختم کر و بس۔"

احمد نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"امی یہ کیس اب واپس نہیں لے سکتا۔ اگر کھیل کو شروع کیا ہے تو پھر مکمل بھی کرنا پڑے گا۔ میں بہت قریب آگیا ہوں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اسے سزا ملنے والی ہے سب ثبوت اس کے خلاف ہیں۔"

وہ بات پر زور دے کر کہہ رہا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا مگر اب تمہیں اس سب سے الگ ہونا پڑے گا۔المان پولیس کی حراست میں ہے اور تم اس خطرناک شخص کے جانی دشمن بنے ہوئے ہو۔ تم لوگوں میں عقل ہے یا نہیں؟"

"آپ یہاں بیٹھیں میں سب سمجھاتا ہوں۔"اس نے زبردستی انہیں بٹھایا۔

"امی اُس شخص نے بہت سے لوگوں کے گھر تباہ کئے ہیں۔ بہت سی ماؤں کی اولادیں چھینی ہیں۔اس نے آپ کی بیٹی کو بھی جان سے مارنا چاہا اسے اغوا کیا۔آپ چاہتی ہیں کہ میں اسے معاف کردوں تب جب میرے پاس اس کے خلاف سب ثبوت اکٹھے ہو چکے ہیں؟ اور وہ واپس اپنی کرسی پر بیٹھ کر فساد پھیلاتا رہے۔"

اس نے انہیں کئی دلیلیں دیں تھیں۔

"بس ایک لڑائی امی۔۔۔یہ آخری لڑائی ہے۔اس کے بعد میں کبھی بھی کسی سے بھی دشمنی نہیں رکھوں گا۔سلطان چچا میرے ساتھ ہیں،المان میرے ساتھ، حسیب ہے اسد بھائی

ہیں۔سب میرا ساتھ دیں گے پھر آپ کیوں اتنی پریشان ہیں؟پلیز جانے دیں۔اسے سزا دلوانا میرا مقصد بن چکا ہے اب پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔"

اس کا انداز التجائیہ تھا۔اور وہ بلآخر بہت سوچنے کے بعد مان گئیں تھیں۔اسے اجازت مل گئی تھی مگر اس عہد کے ساتھ کہ یہ اس کی آخری لڑائی ہو گی۔

"یہ میری آخری لڑائی ہو گی۔میں نے زندگی میں جتنے بھی گناہ کئے ہوں مگر میں اُس شخص کو انجام تک پہنچا کر بہت سے لوگوں کو انصاف دلانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔میرے لئے یہی بہت بڑی بات ہو گی۔"

آخر میں انہیں گلے سے لگا کر اس نے کہا تھا۔

"تم نے کیوں بتایا انہیں سب کچھ۔۔۔؟"

بعد میں وہ سخت انداز میں انا سے پوچھ رہا تھا۔

"انہیں الماں کی گرفتاری کا پتا چلا تو انہوں نے اس بارے میں پوچھا اور میں چھپا نہیں سکی۔"وہ کہہ کر لب کاٹنے لگی۔

''کیا ضرورت تھی یار۔۔۔دیکھا نا کتنی انسکیورٹی ہو گئی انہیں۔''

وہ تاسف سے بولا۔

''سوری بھائی۔۔۔مجھے پتا نہیں تھا وہ آپ کو اتنا ڈانٹیں گی۔''

وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔احمد نے بغور اسے دیکھا۔پھر مسکراہٹ دبائی۔

''ویسے یہ میرا سب سے بڑا ڈر تھا۔''

''کیا؟''اس نے سوالیہ نظریں اٹھائیں۔

''یہی کہ جب امی کو سب کچھ پتا چلے گا تو وہ کیا رد عمل دیں گی۔اسی خوف سے انہیں کچھ بتایا نہیں تھا۔چلو آج تمہاری بدولت یہ ڈر بھی ختم ہوا۔''

اس نے یوں کہا جیسے کسی بوجھ سے آزاد ہوا ہو۔انا اب چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''آپ ناراض تو نہیں ہیں مجھ سے؟''

www.novelsclubb.com

"ہوں تو۔"

"کیوں؟" اس کی آنکھوں میں خوف پھیلا۔

"ارے نہیں ہوں پگلی۔" اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر احمد نے یقین دہانی کروائی تھی۔

وہ بشاشت سے مسکرائی۔

★★★★★★

والذ من طیب الشراب علی الظما

لقیاالاحبۃ بعد طول غیاب

"اور شدید پیاس میں پانی کی خوبی سے بڑھ کر ہے کہ پرانے احباب طویل عرصے کے بعد مل جائیں۔"

صبح کی دھوپ پودوں کو تازگی عطا کر رہی تھی اور وہ لان میں کھڑی خود بھی ملازموں کے ساتھ کانٹ چھانٹ میں مصروف تھی۔

رات کو مدیحہ بیگم اس سے بات کرتے ہوئے بہت پریشان لگ رہیں تھیں۔ان کا کہنا تھا کہ ہم تو تباہ ہو گئے، برباد ہو گئے۔پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی جو گھر ہی اجڑ گیا۔

"گھر تو واقعی اجڑ گیا تھا،اور وہ تباہ و برباد بھی ہو گئے تھے مگر کسی کی نظر نہیں لگی تھی۔"وہ ان کی بات کو یاد کرتی سوچ رہی تھی۔

"انسان کے اپنے کرتوت اسے تباہ کرتے ہیں،وہ اپنے اعمال کی بھٹی میں خود جلتا ہے۔"

ایک گھر کا ایک فرد اگر برے اعمال کا مرتکب ہو تو سزا پورے گھر کو ملتی ہے۔ہمارے اعمال کا سایہ ہمارے اپنوں پر پڑتا ہے اور انہیں کھا جاتا ہے۔یہ ہمارا عمل ہے جو ہمیں تباہ و برباد کر دیتا ہے،لوگوں کی نظر نہیں۔۔۔

یہ ہم ہیں جو ہمارے دشمن ہیں،لوگ نہیں۔مال کے لالچ نے بابا کو مجرم بنایا۔اور آج ان کے پاس ایک کوڑی بھی نہیں۔

وہ دولت جسے ہم نے بند آنکھوں سے خرچ کیا وہ اب ہمیں بھی میسر نہیں۔تو اچھا ہے نا۔۔۔حرام کھانے سے اچھی ہے غریبی کی زندگی۔

اپنے آپ میں کھوئی وہ تلخی سے سوچ رہی تھی۔

"یہ لو۔۔۔اس والے پودے کو اچھے سے تراشنا۔"

اس نے خندہ کو قینچی تھمائی۔اور خود لان سے نکل آئی۔قدم ہال کے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر کوئی اندر آیا۔قدموں کی چاپ سفیرہ کے کانوں میں پڑی۔وہ وہیں سے واپس مڑی۔اور واپس پلٹتے ہی وہ جمود اختیار کر گئی۔

اس کے سامنے اس کا بھائی کھڑا تھا۔بس چند قدم کے فاصلے پر۔وہاں حیدر تھا۔

ڈارک براؤن جینز پر سفید شرٹ اور براؤن جیکٹ میں ملبوس وہ بھوری آنکھیں اس پر جمائے ہوئے تھا۔

"سفیرہ۔۔۔"اس نے خوش دلی سے کہا اور آنکھوں میں چمک لئے مسکرایا۔سفیرہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔اسے تو اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں تھا۔اسے اس لمحے قدرت پر بھی یقین نہیں آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"حیدر بھائی۔" خشک لبوں سے وہ بولی تو حیدر آگے بڑھ آیا۔ سفیرہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی کہ حیدر نے آکر اپنے بازو اس کے گرد حائل کر دیے۔

"بہت بدل گئی ہو تم۔ پہلے سے زیادہ پیاری ہو گئی ہو۔"

وہ اسے گلے سے لگائے کھڑا تھا۔ سفیرہ کو وہ پانچ سال بعد بھی وہی حیدر لگا تھا۔ اسے تو لگا تھا کہ وہ ذرا نہیں بدلا۔

"مگر آپ نہیں بدلے۔" وہ بہت دیر بعد اس سے علیحدہ ہوئی تو بولی۔ آنکھوں کے کنارے نم تھے۔

"میں تو تم سے بھی زیادہ نکھر گیا ہوں۔"

اس نے ہونٹوں کو مسکان میں ڈھالا۔

"آپ سچ میں آگئے ہیں یا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا، بھائی آپ یہیں پر ہیں؟" وہ جیسے ہوش میں نہیں تھی۔ اس نے حیدر کے شانوں کو تھامے یقین دہانی کرنی چاہی۔

"یہ موسم۔۔۔یہ موسم بھی آج عجیب سا ہے نا۔یہ دھوپ بہت پرائی سی لگ رہی ہے۔کہیں یہ سچ میں خواب تو نہیں؟"اس کی آنکھوں میں خوف جھلکا۔اور پھر وہ خوف بڑھتا ہی چلا گیا۔حیدر کو تکلیف ہوئی تھی۔

"اور یہ آسمان کا رنگ۔۔۔آج آسمان کے رنگ کو کیا ہوا؟یہ اتنا پھیکا کیوں ہے؟اس پر کہیں بھی کوئی سفید روئی جیسا بادل نہیں ہے۔خواب میں آسمان ایسا ہوتا ہو گا۔نہیں۔۔۔یہ خواب نہیں ہو سکتا۔"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔حیدر نے اسے واپس تھام کر سینے سے لگایا یوں کہ اس کی تھوڑی سفیرہ کے سر پر ٹکی تھی۔

"یہ حقیقت ہے سفیرہ۔تمہارا بھائی حقیقت میں لوٹ آیا ہے۔اور یہ خواب میں ہر روز دیکھتا تھا۔"

وہ بولا تو سفیرہ نے اس کی شرٹ کو مضبوطی سے تھام لیا مبادہ وہ پھر سے کہیں چلا نہ جائے۔

یہ حقیقت اس کے لئے خواب سے بھی زیادہ حسین تھی۔

یہ دن اس کے لئے عید کے دن جیسا تھا۔

اسے اب اپنی قسمت سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔اسے اب اس دنیا سے بھی کوئی شکوہ نہیں تھا۔

اسے اب موسموں سے کوئی شکایت نہیں تھی۔اس کا دل بہار سے ایک مرتبہ پھر محبت کر بیٹھا تھا۔

★★★★★★

سفید بنگلے کے اندر اٹھتے قہقہوں کی آواز نے اس گھر کو ایک نئی زندگی دی تھی۔برسوں بعد جیسے اس گھر پر چھائی بوسیدگی کو تازگی میں بدلا گیا تھا۔

ہم ہر گزرتے موسم کے بعد ایک نئے موسم کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ہمیں ہر گزرتے موسم کے بعد ایک نیا موسم عطا کر دیا جاتا ہے۔ہم ہر موسم کے مختلف پل جیتے ہیں۔ہم ہر پل کو یادوں میں محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم خزاؤں کو جیتے جیتے ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ خزاؤں کی محبت ہمیں ان سے جدائی پر رنجیدہ ضرور کر دیتی ہے۔ مگر کیا خبر کہ وہ خزائیں پھر سے لوٹ آئیں۔۔۔

کیا خبر کہ موسم واپس پلٹتے ہوں۔۔۔

کیا خبر کہ انہیں بدلنے کی عادت ہو۔۔۔

کیا خبر کہ موسم وقت جیسے ہوں۔۔۔

کیا خبر کہ یہ گزر کر واپس آتے ہوں۔۔۔

کیا خبر کہ موسم تاریخ جیسے ہوں۔۔۔

کیا خبر کہ یہ خود کو دہراتے ہوں۔۔۔

”انسان ہر چیز سے باخبر ہوتا ہے، مگر ہر چیز کے لئے تیار نہیں ہوتا۔“

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آج ناشتے کی میز پر ان کی فیملی مکمل تھی۔آج سب کے دل میں بس اپنی خواہش کے مکمل ہو جانے کی شادمانی تھی۔ماہی اپنے بھائی کے گلے سے لگ کر باقاعدہ رو پڑی تھی اور مدیحہ۔۔۔ان سے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہونا مشکل تھا۔حیدر کی زندگی میں پانچ سال بعد یہ دن آیا تھا۔یہ درمیان کے پانچ سال اس کی ذات کے لئے مفید ثابت ہوئے تھے۔مگر دل کے زندان میں خالی پن کا احساس محبت کے چشموں سے تو آج تر ہوا تھا۔

ان سب کی زندگیوں میں پانچ سال بعد حقیقی خوشی آئی تھی۔

"بابا کہاں ہیں؟"

حیدر نے نگاہیں جھکائے دھیرے سے دریافت کیا۔

تینوں نفوس نے ایک دوسرے کی جانب بیک وقت دیکھا اور پھر تینوں ہی خاموش رہ گئیں۔

★★★★★★

حویلی میں ہر جانب افرا تفری سی مچی تھی۔ایسی افرا تفری جو کسی جوش کے تحت مچائی جاتی ہے۔بلند آوازیں، شور، ہنگامہ، کھلکھلاتی مسکراہٹیں۔۔۔سب آج ہی کے دن انہیں میسر آیا تھا۔۔۔مگر کیوں؟

کیونکہ ان کی بیٹی آج چھبیس سال بعد واپس لوٹ رہی تھی۔وہ جو ان کی اپنی بیٹی ہو کر بھی ان سے بہت دور انجان زندگی گزار رہی تھی۔آج وہ واقعی لوٹ رہی تھی۔

انا کے لئے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ فاطمہ خاتون آج سے پہلے کبھی اس کے ہوتے ہوئے اتنی خوش ہوئیں تھیں؟

"خوشی کیا ہوتی ہے؟"

ایک دن اس نے انہیں کبوتروں سے یہ سوال کرتے سنا تھا۔

"خوشی محبت ہوتی ہے اور جانتے ہو محبت کیا ہوتی ہے؟" وہ تب انہیں بہت وثوق سے سن رہی تھی۔

"معلوم نہیں کہ لوگ محبت کسے کہتے ہیں مگر میرے لئے تو محبت اولاد ہے۔" انا ان کی بات پر جیسے مبہوت ہو گئی تھی۔

"اور جانتے ہو دکھ کیا ہوتا ہے؟"

"اس محبت سے دور ہو جانا۔۔۔اور پھر چاہ کر بھی اس سے دوبارہ نہ مل پانا۔"

ان کی آواز میں اذیت تھی اور انا کو اس دن علم ہوا تھا کہ وہ اندر سے کس قدر ٹوٹی ہوئی اور باہر سے کتنی پختہ تھیں۔تو کیا میچورٹی اسے کہتے ہیں؟

علما کو وہ ایک لمحہ کے لئے نہیں بھولیں تھیں یہ بات وہ جان گئی تھی۔اور اس نے ہر روز علما کے واپس لوٹ آنے کی دعائیں کی تھیں۔

اور آج وہ واقعتاً آ رہی تھی۔یہ دن یقیناً ان کی زندگیوں کا ایک خوبصورت دن شمار ہونے والا تھا۔

احمد اسے لینے ایئرپورٹ گیا تھا۔اور اس کے جانے کے بعد حویلی پر کسی کی آمد ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

عالم چوہدری نے ایک عرصے کے بعد وہاں قدم رکھے تھے۔انا کے لئے یہ واقعی سرپرائز تھا۔

"تو آج آپ کو یہ راستہ کیسے یاد پڑ گیا؟"

ان کی میزبانی کے دوران اس نے سوال کیا۔

"اپنی اولاد کا گھر ہے۔۔۔کیسے بھول سکتا ہوں۔کیسی ہو تم میری پیاری بیٹی۔"

ان کے لہجے سے واقعی شفقت جھلک رہی تھی۔انا کے گلاس میں شربت انڈیلتے ہاتھ ساکت ہوئے۔

"میری پیاری بیٹی" کتنے خوبصورت الفاظ تھے نا یہ۔۔۔اور ایک باپ کے منہ سے ان الفاظ کی ادائیگی تو اور بھی اچھی لگتی ہے۔انا کی آنکھیں چمکیں۔اسی پل وہ خود کو سنبھالتی مسکرائی۔

"میں بہت اچھی ہوں۔۔۔آپ کیسے ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ آہستگی سے بولے۔اور پھر وہ کتنی ہی دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

انا کو ان سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔۔۔جب فاطمہ خاتون کو کوئی شکوہ نہیں تھا تو وہ کیوں رکھتی؟

"ویسے انسان وہیں جاتا ہے جہاں اس کا کوئی مطلب ہو۔۔۔تو کیا آپ نے کبھی مجھے اپنی بیٹی تسلیم ہی نہیں کیا تھا بابا؟" وہ فقط دل کی تسلی کے لئے پوچھ رہی تھی۔اور وہ اس کی بات کا مطلب خوب سمجھتے تھے۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ میں نے تمہیں بیٹی نہیں مانا؟ تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو جبکہ میں نے اتنی بار تمہیں اپنے پاس بلوانے کی بات کی مگر تم اس حویلی سے نکلنے کو تیار ہی نہیں ہو۔"

یہ تو سچ تھا کہ انہوں نے اسے بارہا یہ پیغام بھجوایا تھا کہ کچھ دن گاؤں میں آ کر رہے مگر وہ ہر بار کوئی بہانہ کیا کرتی تھی۔

"لیکن اگر آپ کے دل میں ذرا بھی نرمی ہوتی تو آپ خود یہاں آ جاتے۔ مگر آپ نہیں آئے۔آج آپ کی حقیقی بیٹی آ رہی ہے تو آپ صبح سے یہیں بیٹھے ہیں، کیسی محبت ہے یہ؟"

وہ عجیب سا مسکرائی۔

''حقیقی اور غیر حقیقی کیا ہوتا ہے۔۔ تم بھی میری بیٹی ہو اور وہ بھی۔اب زیادہ مت سوچو۔''

ان کے چہرے کے آثار دیرینہ اور رنجیدہ سے تھے۔انا نے سر اوپر نیچے ہلایا۔

''نہیں سوچ رہی۔۔۔بس حیران ہوں کہ کبھی خبر نہ لینے والوں کو بھی رشتوں کی پروا ہوتی ہے؟''اس نے سوچا اور پھر خود کو ملامت کیا۔

''شاید ہمارے کئے گئے اعمال کا پچھتاوا ہمیں دوبارہ ان رشتوں سے ویسے جڑنے نہیں دیتا جیسے وہ پہلے تھے۔پھر چاہے پروا بھی ہو تو وہ ماضی کی غلطیوں کو بدل تھوڑی نہ سکتی ہے۔کوئی بات نہیں، ہم سب کی فطرت الگ ہے۔اور ہم سب اپنی غلطیوں کی سزا کاٹتے ہیں۔''

★★★★★★

ایئرپورٹ پر ہجوم قدرے کم تھا۔جب وہ اسے ہلکے پنک عبایے میں چہرے کو حجاب میں قید کئے ہاتھ میں کیری تھامے دکھائی دی۔احمد نے اسے ایک نظر میں پہچان لیا تھا۔وہ دفعتاً مسکرایا۔ہاف بازوؤں والی بلیو ٹی شرٹ کے نیچے ہم رنگ پینٹ میں ملبوس وہ گاڑی کی چابی ہاتھ

www.novelsclubb.com

میں تھامے کھڑا تھا۔سیاہ بال دائیں جانب سے ماتھے کو چھو رہے تھے۔اور سرمئی آنکھیں حد سے زیادہ چمک رہیں تھیں۔

علما کی نظر بے ساختہ اس پر گئی تو وہ فوراً ہاتھ اوپر کر کے زور زور سے ہلانے لگا۔علما کے قدم وہیں کچھ فاصلے پر تھم گئے۔وہ اس شخص کو پہلی بار دیکھ رہی تھی جو پر جوش سا مسکرا رہا تھا۔

احمد نے قدم اس کی جانب بڑھا دیے اور بہت جلد وہ اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔علما نے دیکھا اس کی آنکھوں کا رنگ۔۔۔وہ بالکل ویسا تھا جیسا علما کی اپنی آنکھوں کا تھا۔

کیا وہ اس کا بھائی تھا؟ کتنا جوان اور ہینڈسم تھا وہ۔۔اور اس کا قد تو علما سے خاصا لمبا تھا۔

وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔احمد جو تب سے دلکشی سے مسکرا رہا تھا اس نے اب کچھ کہنے کے لئے لب وا کیئے۔

"میں احمد ہوں،احمد جبریل، کیسی ہیں آپ علما؟"

علما کے لب تبسم میں ڈھلے۔ کیا وہ واقعی اس کا بھائی تھا؟ احمد؟ احمد جبریل۔۔۔اس کا اپنا بھائی۔ جو اس سے محض ایک سال چھوٹا تھا۔ اس کے اندر جوش کا کوئی طوفان سا اٹھ رہا تھا۔ وقت جیسے سلو موشن اختیار کر گیا تھا اور وہ اسے کتنی ہی دیر تک دیکھتی رہی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟" اس نے آنکھوں کی نمی کو بمشکل روکا۔

"میں بھی بہت اچھا ہوں۔ چلیں؟"

اس کے ہاتھ سے کیری لیتا وہ اب چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ وہ دونوں ساتھ ہی چلتے گاڑی تک پہنچے۔ احمد اسے لینے کو اکیلا ہی آیا تھا اور خود ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ علما فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

"تمہیں میں یاد ہوں؟ مجھے جانتے ہو تم؟" علما کے سوال پر وہ ہولے سے ہنسا۔

"بہت اچھے سے جانتا ہوں۔ مگر افسوس کہ آپ نہیں جانتیں۔"

علما کا چہرہ بھی افسردگی میں ڈھلا۔ واقعی افسوس کی بات تھی کہ وہ اپنے بھائی کو نہیں جانتی۔

"مگر کوئی بات نہیں، اب تو آپ بہت جلد سب کو جان جائیں گی۔"

اور اس بات پر اس کی افسردگی پھر سے خوشی میں بدل گئی۔

"نکاح مبارک ہو آپ کو۔" چند پل سرکنے پر احمد نے کہا۔ علما کو ایک جھٹکا لگا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ۔۔؟"

"تایا نے بتایا ہے۔" وہ جیسے سنبھل کر بولا۔

"اوہ۔۔۔ باقی سب کو بھی پتا ہے کیا؟" وہ چہرہ اس کی جانب موڑے دریافت کر رہی تھی۔

"ہمم شاید۔"

"اچھا۔۔" پھر اسے لگا جیسے باتیں ختم ہو گئیں۔

"آپ سے ملنے کے لئے ہم آپ کے گھر بھی گئے تھے مگر تب شاید آپ وہاں موجود نہیں تھیں۔" بالکل نہیں وہ خاموش رہنے والا انسان نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"تو تم نے میرا انتظار نہیں کیا؟" یہ بات علما کو آج معلوم ہوئی تھی۔

"میں اور اسد بھائی، ہم دونوں نے بہت کوشش کی مگر تایا یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ ہمارے سامنے آئیں۔ انہیں ڈر تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو کھو دیں گے۔"

وہ بتا رہا تھا اور وہ نم آنکھوں سے سن رہی تھی۔

"مگر یہ مت سمجھئے گا کہ ہم آپ کو بھول گئے تھے۔ ہم میں سے کوئی بھی آپ کو ایک پل کے لئے بھی نہیں بھولا تھا۔ دراں حالانکہ ہم آپس میں آپ کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ امی کو تو ہمیشہ ہر دن انتظار رہتا تھا کہ کب آپ واپس آئیں گی۔ مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اور کوئی بھی کام وقت سے پہلے ہو نہیں سکتا۔"

www.novelsclubb.com

علما کے حلق میں کچھ اٹکا اور آنکھوں کا پانی اپنی جگہ پر قائم رہا۔

"اور ہم سب کو یقین تھا کہ ایک دن آپ آتو جائیں گی ہمارے پاس مگر۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"مگر کیا؟" اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے دل میں ہمارے لئے وہ محبت ہو گی جو ہم آپ کے لئے رکھتے ہیں؟"

وہ بلا جھجک کہہ گیا تھا۔ علما نے ایک پل کے لئے آنکھیں میچ لیں تو نرم گرم سے آنسو رخساروں پر پھسلے۔ پھر وہ مسکرائی۔

"میرے دل میں جو محبت ہے وہ شاید آپ سب مل کر بھی مجھ سے نہیں کر پائیں گے۔"

احمد بے اختیار ہنسا اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ ہنسے۔ چہرہ موڑ کر اس نے علما کی جانب دیکھا جہاں آنسو اور مسکان بیک وقت موجود تھے۔ احمد کی مسکراہٹ تھم گئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو، یہ پہلی بار ہے کہ میں اتنی خوشی سے رو رہی ہوں۔"

اس کی آواز اب بھی بھرائی ہوئی تھی احمد کے ہونٹ پھر سے مسکرانے لگے۔

"آپ کو پتا ہے علما؟ میں نے آپ کو پورے چودہ سال تک بہت مِس کیا تھا۔ اُس عرصے میں ہر روز میں ضد کیا کرتا تھا کہ مجھے بہن چاہئے۔ میں نے امی سے سنا تھا کہ میری ایک بہن ہے

مگر وہ بہت دور رہتی ہے تو میں ضد کرنے لگا کہ مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ اسد بھائی کے ساتھ کھیلنا مجھے اچھا لگتا تھا مگر شاید بہنوں کو تنگ کرنے کی بات ہی الگ ہوتی ہے۔" وہ شرارتی سا مسکرایا۔ علما کو وہ اُس لمحے واقعی کوئی شریر بچہ لگا تھا۔

"تم نے کہا چودہ سال تک۔۔ پھر اُس کے بعد کیا ہوا؟"

احمد کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"پھر ایک دن مجھے سچ میں میری بہن مل گئی۔ وہ مجھ سے دو سال چھوٹی تھی اور بہت پیاری تھی۔ بالکل کسی گڑیا کی طرح۔ اسی لئے میں اسے پری کہا کرتا ہوں۔ جب وہ میری زندگی میں آئی تو میں نے آپ سے ملنے کی ضد چھوڑ دی۔ میں اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا، اسے تنگ کیا کرتا تھا، اس کی حفاظت کرتا تھا۔"

علما سانس روکے اسے سن رہی تھی۔

"اس کا نام انا ہے اور وہ بہت اچھی ہے۔ اس نے مجھے ہر حالت میں سپورٹ کیا ہے۔

اور۔۔۔"

www.novelsclubb.com

علما نے پل بھر میں اس کی بات کاٹی۔

"تو تم کہہ رہے ہو کہ انا کے آنے کے بعد تم مجھے بھول گئے؟" اس کے لہجے میں بے بسی سی امڈ آئی۔ اس بار احمد نے مسکراہٹ کو لبوں کے پیچھے ہی روک لیا تھا۔

"بھولا نہیں تھا بس شدت میں کمی آئی تھی۔ اس کے بعد سے ہی تو میں نے آپ کو کھوجنا شروع کیا تھا۔ آپ یقین نہیں کریں گی مگر میں پچھلے چھ سالوں میں ایک پل کے لئے بھی آپ سے بے خبر نہیں رہا ہوں۔" وہ جس سکون سے بولا تھا علما کو اسی قدر شدید جھٹکا لگا تھا۔

کیا کہا تھا اس نے؟ پچھلے چھ سالوں میں وہ اس کے ہر پل سے باخبر تھا؟ اوہ۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

"آپ سوچ رہی ہوں گی کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے مگر آپ کے بھائی کی رسائی بہت دور تک ہے اب۔"

بھنویں اچکا کر بولا تو علما کچھ کہہ نہ پائی۔

"میں بہت قدر کرتا ہوں آپ کی۔" علما نے ایک بار پھر توجہ کا رخ اس کی جانب موڑا۔

"جو سال ہم تینوں بہن بھائیوں نے ایک ساتھ گزارے، وہ سفر آپ نے تنہا طے کیا۔اور ان سالوں میں آپ نے بہت کچھ دیکھا اور بہت کچھ سہا بھی۔زندگیاں شاید بہت بہتر ہو سکتی تھیں اگر ہمارے بڑے اپنے بارے میں نہ سوچتے۔"

احمد کی آواز نرم اور ہلکی ہونے لگی۔

"مگر کوئی بات نہیں۔۔۔اب بھی زندگی بہت حسین ہے، وہ زندگی جو آگے آ رہی ہے، بہت خوبصورت ہونے والی ہے۔"

اس کے الفاظ بھی اس کے لہجے کی طرح میٹھے تھے۔علما کسی خواب کی سی کیفیت کے زیر اثر تھی۔

"تو بھائی ایسے ہوتے ہیں؟" کتنا اچھا احساس تھا نا یہ۔۔۔وہ خود کو کھلکھلانے سے روک نہیں پائی تھی۔اور احمد۔۔۔وہ اسے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے دیکھنے کے لئے ہی تو تب سے بولے جا رہا تھا۔کھڑکی کے اس پار نظر آتی دنیا اپنی پوری شان و شوکت سے قائم تھی اور گاڑی تیزی سے اپنا فاصلہ طے کرتی جا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

★★★★★★

بابا کی ساری حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد وہ سر تھامے بیٹھا تھا۔ سفیرہ اور ماہی کے ساتھ مدیحہ بیگم بھی اسے بے بسی سے تک رہیں تھیں۔

"تو آپ کہہ رہی ہیں وہ احمد جبریل ہے جس نے ان کے جرائم کا پردہ فاش کیا؟"

آخر میں اس نے یقین دہانی کے طور پر پوچھا۔

"ہمم۔۔" مدیحہ بیگم نے سر ہلایا۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ احمد جبریل اور سفیرہ کی کہانی کے چلتے بات یہاں تک آپہنچی تھی۔ جانے وہ کیسا ردعمل دیتا جب اسے پتا چلتا کہ اس کی بہن اُس شخص کو پسند کرتی ہے جس نے اس کے باپ کو گرفتار کروایا۔

مگر یہ بات تو صاف تھی کہ اسے حسن علی کے جیل جانے کا دکھ نہیں تھا، بس افسوس تھا اس بات کا کہ وہ خود کو تباہ کر بیٹھے۔

"بہت بار میری بابا سے اس بات پر بحث ہو چکی ہے۔وہ پیسے کو خدا سمجھا کرتے تھے تو میں ہمیشہ انہیں مال کی محبت کے طعنے دیا کرتا تھا۔بہت بار انہیں کہا تھا کہ مال آزمائش ہے، یہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔ مگر وہ غصہ کر جاتے تھے۔"

آنکھوں کو ہاتھوں میں چھپائے وہ کہہ رہا تھا۔اور مدیحہ بیگم نم آنکھوں سے سن رہی تھیں۔

"چلو کل ان سے ملنے جائیں گے۔"

اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

★★★

"چلو ان دونوں بہن بھائیوں کے آنے سے پہلے ہم المان کو دیکھنے چلتے ہیں۔" فاطمہ خاتون نے اسد کو مخاطب کیا تو وہ سر ہلا کر فوراً تیار ہو گیا۔

"کہاں جانے کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

انا ان کی ادھوری بات سن کر آگے بڑھ آئی۔

www.novelsclubb.com

"الماں سے ملنے جارہی ہوں، پتا نہیں اس کی ماں کی کیا حالت ہو گی۔" وہ فکر مندی سے بولیں۔

"میں بھی چلوں؟" اس نے دھیرے سے پوچھا تو فاطمہ نے حیرت سے دیکھا۔

"نہیں تم کیوں جاؤ گی، میں مل آتی ہوں اس سے۔"

انا نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر اس وقت الماں کی گرفتاری پر وہ خود کو ہی موردِ الزام ٹھہرا رہی تھی۔

"تم بھی بہت سر پھرے ہو الماں۔" اسے ایک نئے لقب سے یاد کرتی وہ واپس پلٹ گئی۔

الماں لاک اپ میں بند تھا۔ اسد کے ساتھ فاطمہ خاتون کو وہاں دیکھ کر اسے اچھنبھا لگا تھا۔

"بھائی۔۔۔؟" اسد کو نظروں ہی نظروں میں سوال کرتا وہ سلاخوں کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"تمہیں تو دو تھپڑ لگانے چاہئیں۔" فاطمہ خاتون کا ہاتھ آگے بڑھا ہی تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔

"کیا ہو گیا ہے تائی؟ آپ اتنی بے رحم کب سے ہو گئیں؟" معصومانہ صورت بنائے پوچھا۔ اسد مسکراہٹ دبائے کھڑا تھا۔

"تم کب سے احمد کے نقشِ قدم پر چلنے لگے؟ ہاں؟ تم دونوں ایک جیسے ہو۔ نہ اسے اپنے گھر والوں کا خیال ہے اور نہ تمہیں۔ بس اپنی کئے جا رہے ہو۔"

الماں نے اب کے چور نظروں سے انہیں دیکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے تائی۔۔۔ میں تو۔۔"

"سب جانتی ہوں میں کہ کیسی بات ہے۔ تم لوگ کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟ ابھی شاید تمہاری ماں کو علم نہیں ہوا ہے مگر جب اسے پتا چلے گا تو جانتے ہو کیا ہو گا؟ وہ پہلے ہی اپنے شوہر کو کھو چکی ہے اب تم بھی اسے ستا رہے ہو، کیسے بیٹے ہو؟"

ان کی نم آواز پر وہ آنکھیں جھکائے کھڑا رہا۔

"معاف کیجیے، آئندہ خیال رکھوں گا۔ آپ امی لوگوں کو سنبھال لیجئے گا پلیز۔" اسے واقعی احساس ہوا تھا کہ اس بار وہ غلط ہے۔

"ہاں ٹھیک ہے، مگر اب سوچا ہے کہ یہاں سے نکلو گے کیسے؟" وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھیں۔ الماں نے سر اٹھا کر اسد کو دیکھا۔ اور پھر جانے کیا بات ہوئی؟

★★★

جب تک وہ واپس گھر پہنچے تو احمد کی گاڑی آچکی تھی۔ اور وہ تینوں بہن بھائی بہت اچھے سے مل چکے تھے۔ بلکہ انہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے وہ ہمیشہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ہی رہے ہیں۔

عالم چوہدری اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھے کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے۔ انا اور احمد بھی ان کے سامنے بیٹھے ہنس رہے تھے۔ علما نے جونہی نظروں کا زاویہ موڑا تو وہ انہیں دیکھ کر ساکت سی رہ گئی۔ باقی تینوں نفوس نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا اور پھر سب کچھ بدل گیا۔ آسمان یکدم گہرا نیلگوں ہو گیا اور سورج کی کرنیں مدھم ہوتے ہوتے عنقا ہو گئیں۔ پھر ایک ہوا چلی اور اس ہوا

کے جھونکے نے ان سب کے دلوں کو مسرور کر دیا۔ علما اٹھی اور آگے بڑھ کر فاطمہ خاتون کے گلے سے لگ گئی۔ کیا زمین پر اس سے زیادہ خوبصورت منظر کوئی اور تھا؟ فاطمہ خاتون کو لگا کہ جیسے جسم میں روح تو ابھی ہی آ کر پڑی ہو۔

ہاں ٹھیک ہے لوگ نہیں مرتے جدائی میں مگر

کوئی اپنا بچھڑ جائے تو جاں باقی رہتی ہے کیا؟

جاں تو ملتی ہی تب ہے جب اس میں بسنے والے مل جاتے ہیں۔

★★★★

رات کا دورانیہ کم ہو کر جیسے کچھ لمحوں میں سمٹ گیا اور اندھیرے نے سرک کر آنے والے دن کو راہ دی۔ موسم بارشوں کا تھا اور آج بھی آسمان ابر آلود ہو رہا تھا۔

انا نے ضد کر کے بھائیوں سے کہیں باہر چلنے کی فرمائش کی تو وہ بلا آخر تیار ہو گئے۔ علما کے آنے کی خوشی میں اب اتنا تو اس کا حق تھا۔

اور کچھ ہی دیر بعد وہ چاروں بہن بھائی ایک نفیس سے ریسٹورنٹ کے ٹیبل کے گرد براجمان تھے۔

"ویسے میں نے آج سے پہلے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی، یہ تو بس آپ کے واپس لوٹنے کی خوشی میں۔" انا نے چہرہ علما کے قریب لے جا کر وضاحت کی۔

"مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔" وہ اپنا احساس ان ادنٰی سے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی۔ کھانے کا آرڈر دے کر وہ اب ہلکی پھلکی باتوں میں مصروف تھے جب احمد نے اسد سے پوچھا۔

"تو المان کا کیا بنا پھر؟" اس کی آواز بڑبڑاہٹ کی شکل میں تھی مگر انا پھر بھی سن چکی تھی۔ اور اب اپنی تمام تر حسیات سے اسد کے جواب کی طرف متوجہ تھی۔ علما نے انا کے تاثرات کو بغور دیکھا۔

"میرے بھائی۔۔۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مسٹر المان کو سلاخوں کے پیچھے رہنا کچھ زیادہ ہی بھا گیا ہے۔ بہت سکون میں لگ رہا تھا۔"

اسد نے سنجیدگی سے کہہ کر مسکراہٹ دبائی۔انا کی پھیلی ہوئی نگاہیں یکدم سمٹ گئیں۔

"اس کے پاس یہی تو خاصیت ہے، وہ کسی بھی جگہ کو اپنا گھر سمجھ کر رہ سکتا ہے۔ مشکل حالات ہمیں یہی تو سکھاتے ہیں۔"

احمد کی آواز میں اُس کے لئے ناز تھا۔

"الماں کی بات ہو رہی ہے؟اس کی ضمانت کب ہو گی پھر؟"انا نے نادانستہ طور پر ہی پوچھ لیا۔

"الماں؟"ان کے جواب دینے سے پہلے ہی علما نے سوال کیا۔

"وہ ابراہیم چچا کا بیٹا ہے۔"اسد نے بتایا۔

"تو اس کی ضمانت کی بات کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ۔۔۔اس نے ایسا کیا کیا ہے؟"علما کے سوال پر سب کو ایک دم سے چپ لگ گئی۔پھر احمد نے کچھ سوچ کر بتایا۔

"کچھ نہیں بس قانون کا انتظار کیے بغیر کسی کو اس کے کئے کی سزا دینے پہنچ گیا تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسی پل ان کا آرڈر کیا ہوا پیزا، چکن اور ڈرنکس ٹیبل پر آ لگے تھے۔

"میں نے سنا ہے کہ یہاں پر لوگ اب بھی لڑائیاں کرتے ہیں اور بات اس حد تک بگڑ جاتی ہے کہ خون تک بہا دینے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ بالکل ویسے ہی جیسے ابراہیم چچا کو کسی نے قتل کر دیا۔ کیا ہماری دشمنیاں اب بھی ختم نہیں ہوئیں؟"

دھیمے لہجے میں قدرے خوف سے اس نے پوچھا تھا۔ ان تینوں کے چہروں پر متانت رقم تھی۔

"کچھ ایسا ہی۔۔۔ لڑائیاں تو کبھی ختم نہیں ہوتیں، یہ تو رہتی دنیا تک چلتی رہیں گی۔" احمد استحکام سے بولا پھر کھانے کا اشارہ کر کے خاموش ہوا تو سب بھی کھانے لگے۔

"الماں جلد ہی باہر آ جائے گا، فکر کی بات نہیں ہے۔" اسد نے آگاہ کیا۔

"کب تک؟" مگر احمد کو مزید جاننے کی خواہش تھی۔

"شاید کیس کی سماعت سے پہلے۔ وہ تو اگلے ہفتے ہے نا۔۔۔ پھر یقیناً تب تک وہ بھی آ جائے گا۔"

"بہت وقت نہیں لگ رہا اس میں؟" احمد چاہتا تھا وہ آج ہی اس قید سے نکل آئے۔

"اس نے حکیم شاہ کو کچھ زیادہ ہی زخمی کیا ہے اور پولیس نے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔ سو معاملے کو نمٹانا اتنا بھی آسان نہیں۔"

وہ سر ہلانے لگا۔ انا کہیں کھوئی ہوئی لگ رہی تھی۔ یہ بات اور کسی نے نہیں بس اس کے برابر میں بیٹھی علما نے محسوس کی تھی۔

کھانے کے بعد احمد نے انہیں اسد کے ساتھ واپس بھیج دیا تھا اور خود پولیس اسٹیشن الماان سے ملنے پہنچ گیا۔

وہ دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ احمد چند پل اسے دیکھتا رہا پھر سلاخوں کے پاس ہی نیچے فرش پر بیٹھ کر چہرہ الماان کی جانب موڑ لیا۔

"غصہ کم ہوا؟"

اس کی آواز الماان کی سماعت سے ٹکرائی تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ جونہی نظر احمد پر پڑی تو کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا۔

"بھائی؟" اس نے سوچا مگر بول نہیں پایا۔ پھر احمد کا سوال یاد آنے پر معمول کے مطابق مسکرایا۔

"ابھی تک تو نہیں۔"

وہ اب احمد کے عین سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ چکا تھا۔

"غصے کو کم از کم اتنا قابو میں رکھو کہ تمہارے حواس کام کرنا نہ چھوڑیں۔"

"ہمم۔۔۔کوشش کرتا ہوں مگر بعض اوقات ایسا ہوتا نہیں۔"

اس کے ہاتھوں پر اب بھی خون موجود تھا۔اور اس کا لباس جس پر خون کے چھینٹے تھے احمد کی نظروں کی زد میں تھا۔

"پھر چاہے جتنا بھی غصہ آجائے تو کوئی غلط قدم اٹھانے سے پہلے ایک بار ان لوگوں کے بارے میں سوچنا جو تمہاری کمزوری ہیں۔اور ان لوگوں کے ساتھ بتائے لمحات کو ذہن میں لانا تم اپنا غصہ بھول جاؤ گے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد کا لہجہ گداز تھا اور آنکھیں کانچ سی محسوس ہو رہیں تھیں۔

"جی بھائی۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں، مجھے کیا ہوا؟" احمد کے غیر متوقع سوال پر وہ ہنس کر اثر زائل کرنے لگا۔

"تم ٹھیک ہی رہنا۔ ورنہ اچھا نہیں ہوگا تمہارے لئے۔" یہ واضح تنبیہ تھی۔

"جو آپ کا حکم۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر مؤدب ہو کر بولا تو احمد بے ساختہ مسکرایا۔ پھر جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ الماان نے بھی پیروی کی۔

"اور ہاں۔۔" احمد کو کوئی بات یاد آئی تو الماان چوکنا ہوا۔

"جو تم نے کیا اس کے لئے ویلڈن۔" ایک آنکھ دبا کر اس نے کہا اور الماان سر جھکا کر ہنسا۔

"بہت شکریہ امیرِ عالی۔"

اور وہ چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد الماان بہت دیر تک یونہی مسکراتا رہا۔

★★★★★★

حیدر ڈرائیونگ کر رہا تھا اور سفیرہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔وہ حسن علی سے ملنے کے لئے آیا تھا۔سفیرہ کو گاڑی میں ہی رکنے کا کہہ کر وہ خود نیچے اترا اور پھر آگے بڑھ گیا۔

ان کا حلیہ بہت خستہ تھا۔بال بہت دنوں سے ایک ہی حالت میں تھے اور چہرہ۔۔۔وہ زرد ہو رہا تھا۔

کسی کے قدموں کی آواز نے حسن علی کو متوجہ کیا تو وہ پلٹ کر اُن قدموں کو دیکھنے لگا جو بوٹس میں تھے۔پھر اس نے دھیرے دھیرے نگاہیں اوپر اٹھائیں اور اُس کے چہرے پر پہنچ کر وہ تھم گئیں۔

www.novelsclubb.com

ایک، دو، تین۔۔۔اور شاید پانچ سیکنڈ گزرنے سے قبل اس نے پہچان لیا تھا کہ وہ شخص کون ہے۔

"حیدر؟" لہجہ صدیوں کا تھکا ہوا لگتا تھا۔

"بابا۔۔۔" حیدر کے لب خشک تھے۔

★★★

اسے گاڑی میں بیٹھے پندرہ منٹ گزرے تھے۔اندر پھیلتی اکتاہٹ کو کم کرنے کے لئے وہ گاڑی سے باہر نکل آئی اور پھر وہیں چکر کاٹنے لگی۔قریب ہی لمبے لمبے درختوں کے پتے ہوا کے سبب جھول رہے تھے۔اس کی گھٹنوں سے قدرے نیچے تک جاتی لمبی قمیص اور سر پر سلیقے سے جما دوپٹہ بھی بار بار اپنی جگہ سے لڑکھڑا جاتا۔جسے وہ اتنی ہی بار درست کر چکی تھی۔

چند منٹ گزرے اور کوئی گاڑی اس کی گاڑی کے برابر میں آکر کھڑی ہوئی۔سفیرہ نے دھیان نہیں دیا۔

"تم یہاں؟"

اس کے عقب میں کھڑا کوئی بولا تو وہ کرنٹ کھا کر پلٹی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" احمد کو اپنے سامنے پا کر وہ چہرے پر حیرت سجاتے بولی۔

"میں تو تمہارے محترم ڈیڈ سے ملنے آیا تھا۔"

وہ سینے پر ہاتھ باندھے گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ سفیرہ اس کے مقابل موجود تھی۔

"تم ٹھیک ہو گئے؟"

"مجھے کچھ ہوا تھا کیا؟" سرمئی آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں جھانک کر سوال کیا۔

بھوری آنکھوں میں یکدم نقاہت امڈی۔

"ٹھیک ہوں تو تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔" وہ نرمی سے بولا۔

"بابا سے کیوں ملنے آئے ہو؟" اس نے کریدا۔

"میرے کام کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ ان سے نا چاہتے ہوئے بھی ملتے رہنا پڑے گا اب مجھے۔" وہ زیرِ لب مسکرایا۔

''اچھا۔''اس نے ہولے سے سر ہلایا۔

''اوہ ہاں۔۔۔مبارک ہو۔''احمد کا لہجہ خاصا خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔سفیرہ نے سوالیہ نظریں اٹھائیں۔

''کس لئے؟''

''تمہارا بھائی جو آگیا ہے،مبارک ہو۔''

''ہاں شکریہ۔''وہ بھی دل سے مسکرائی مگر اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''لیکن تمہیں کیسے پتا کہ بھائی آئے ہوئے ہیں؟''

پیشانی پر سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

''مجھے پتا نہیں ہوگا تو اور کسے ہوگا؟''وہ اک بے نیازی سے بولا۔

''کیا مطلب؟''

"مطلب یہ کہ تمہارا بھائی میرا دوست ہے۔اب اس کے آنے کی مجھے خبر نہیں ہو گی تو اور کیسے ہو گی؟"

ابرو اچکائے اس نے وضاحت کی۔ سفیرہ دم سادھے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"دوست؟ تم کیسے ایک ہی فیملی کے دو افراد سے دوستی اور دشمنی دونوں رکھ سکتے ہو؟ مجھے تم پر حیرت ہوتی ہے کبھی کبھی۔"

سفیرہ کو اس لمحے حیرت کا جھٹکا لگ چکا تھا۔احمد بے اختیار ہنس دیا۔

"یہی تو ٹیلنٹ ہے میرا، میں کسی کو بھی دوست بنا سکتا ہوں۔ خواہ وہ میرے دشمن کا ہی بیٹا کیوں نہ ہو۔" سرمئی آنکھوں میں چمک لئے احمد بولا۔ سفیرہ نے جانچنے والے انداز میں گھورا۔

"ایک فیملی کے دو افراد ایک جیسے ہوں یہ ضروری تو نہیں۔ وہ چاہے ایک دوسرے کے ساتھ بہت قریبی تعلق میں بندھے ہیں مگر ان کی خصلت ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔ حیدر میں اور حسن علی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

اس کے طرز میں ٹھہراؤ آ گیا۔ سفیرہ نے سنجیدگی سے سر کو جنبش دی۔

”ہاں وہ تو ہے۔ مگر پھر بھی، دوست کے ڈیڈ سے اتنی خطرناک دشمنی رکھنا اور اسے دوست کہنا کیسا لگتا ہو گا؟“

وہ اخذ نہ کر پائی۔ وہ دونوں اب کے برابر میں کھڑے گاڑی سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

”حیدر میرا تب سے دوست ہے جب وہ انیس سال کا تھا اور اسے گھر بدر کر دیا گیا تھا۔ میری اس سے دوستی راہ چلتے ہوئی تھی اور تب میں نے اسے کچھ پیسے دیے تھے۔ وہ تب بھی بہت سلجھا ہوا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میں نے اس کی مدد کیوں کی مگر اسے دیکھ کر میرے دل میں بس یہی بات آ رہی تھی کہ مجھے اس انسان کی مدد کرنی ہے۔ بس اسی دن سے میں حیدر کو جانتا ہوں اور پھر ہماری دوستی نے بہت خوبصورت موڑ اختیار کر لیا تھا۔ وہ بہت محنتی لڑکا تھا۔ ہم کبھی کبھی فون پر بات کیا کرتے تھے۔“

احمد کی آنکھوں میں کچھ چمکا۔ جیسے کسی خوبصورت یاد کا عکس۔ سفیرہ تامل سے اسے سن رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مگر اس نے کبھی بھی اپنی فیملی میں سے کسی کا نام نہیں لیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کا بیٹا ہے۔ یہ بات تو مجھے تب پتا چلی جب میں نے حسن علی خان کو جاننا شروع کیا۔" وہ سنجیدگی سے ان پتوں کی سرسراہٹ کو سن رہا تھا۔

"اسے یونیورسٹی کے پروفیسر نے اپنے بیٹے کی طرح رکھا ہوا تھا۔ حیدر بہت ہی صاف دل اور اچھے اخلاق کا حامل ہے۔ وہ ایک پرسینٹ بھی اپنے باپ جیسا نہیں۔"

پرسوچ نگاہوں نے تردید کر دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ خاموشی تسلیم کی خاموشی تھی۔

کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کے گھر کا کوئی بھی فرد اس کے باپ جیسا نہیں۔ مگر اُن کا کیا باقی سب پر اثر انداز ضرور ہوا تھا۔

"تمہیں ان سے ملنے کی اجازت مل جائے گی؟"

"ہمم۔۔" احمد نے سر اوپر نیچے ہلایا۔

"تم ان سے کیا بات کرنے والے ہو؟" وہ اپنے اندر اٹھتے تجسس کے تحت پوچھ رہی تھی۔

احمد نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔بس یونہی ملنا چاہتا ہوں۔"اس بار وہ سنجیدگی سے بولا۔

"فکر مت کرو، سزا کم ہو جائے گی۔۔۔اگر وہ حکیم شاہ کے خلاف گواہی دے دے۔"

وہ اس کے اضطراب کو محسوس کرتا گویا ہوا۔سفیرہ ایک غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کھڑی رہی۔

"مجھے اس بات کی فکر نہیں ہے۔میں بس فکر مند ہوں کہ کیا بابا کو اپنے کئے پر افسوس ہو گا بھی یا نہیں۔"

وہ متاسفانہ انداز میں بولی۔

"دیکھتے ہیں۔"اس نے سر کو جنبش دی۔

"تم اب ٹھیک تو ہو نا؟" احمد کے پوچھنے پر سفیرہ سانس بھر کر رہ گئی۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔" وہ اسے دیکھ کر دھیرے سے ہنسی۔ احمد کو افسوس ہوا وہ اس پل کو قید نہیں کر سکتا۔

"گڈ۔۔۔ میں اب اندر جاتا ہوں۔" اسے آگاہ کر کے وہ آگے بڑھ گیا۔

سفیرہ نے ان لہلہاتے پتوں کی حرکت پر نگاہیں مرکوز کر لیں۔

"احمد جبریل۔۔۔ کاش تم سے ملنا اتنا مشکل نہ رہا ہوتا۔ بابا اتنے بے رحم نہ ہوتے تو شاید میں جینے کے لئے تمہاری چاہ کو ضروری نہ سمجھتی۔ مگر اب تو حیات میں اور تم میں زیادہ فرق نہیں لگتا۔ میں جینے کے لئے تمہاری محتاج کیوں ہو گئی ہوں؟"

بھوری آنکھوں کی گہرائی سمندر کی گہرائی جیسی تھی۔ وہ بے بسی سے مسکرائی۔

"کاش تم ایسے نہ ہوتے تو میں بھلے برے وقتوں میں تمہیں یاد نہ کرتی رہتی۔ مگر تم تو کسی ساحر کی طرح ہو جس کی ایک جھلک بھی از حد کشش سے معمور رہتی ہے۔"

سمندر سی گہری آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ کیا کسی کا اپنے دل پر اختیار ہو سکتا ہے؟ یا یہ دل کا اختیار ہی ہوتا ہے جو ہمیں کہیں کا نہیں رہنے دیتا؟

احمد نے پل دو پل کے لئے پلٹ کر اسے دیکھا جو آنکھیں درخت کی جانب اٹھائے کچھ سوچنے میں محو تھی۔

''میں بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں سفیرہ۔ کم از کم اب تو تمہیں ہمیشہ خوش ہی رہنا ہے کیونکہ اب کسی بھی دکھ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ تم تک پہنچے۔''

★★★★★★

''حیدر۔۔۔ حیدر۔۔۔ تم آ گئے، حیدر؟'' وہ پاگلوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارتے اس کے قریب پہنچا تھا۔ حیدر ایک لفظ کہے بنا ضبط کئے کھڑا تھا۔

''میں نے۔۔۔ میں نے بہت دکھ پہنچایا ہے تمہیں۔ میں نے بہت تکلیف دی ہے اپنی اولاد کو۔'' حسن علی خان سر جھکائے رو رہا تھا۔ حیدر کو تعجب نہیں ہوا۔

''تم مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟ میں تو اس قابل بھی نہیں کہ تم سے نظریں ملا سکوں۔ میں نے جتنا برا کیا ہے تمہارے ساتھ ویسا کبھی کسی باپ نے نہیں کیا ہوگا۔ تو پھر حیدر۔۔۔ تم مجھ سے کیوں ملنے آئے ہو؟''

عجلت میں بولتے ہوئے اس کی آنکھ سے چند آنسو فرش پر گرے۔

''کیا اس لئے آئے ہو کہ مجھے یہاں اس جیل کے کمرے میں دیکھ سکو؟''

وہ دھڑکتے دل سے بولا۔

''اچھا تو تم مجھے اس ذلت میں دیکھ کر تسکین حاصل کرنے آئے ہو۔۔۔یہی بات ہے نا حیدر؟ میں نے، ہاں میں نے تم پر ظلم کیا تھا۔میں نے مان لیا ہے کہ میں گنہگار ہوں۔میں ایک برا انسان ہوں۔میں، میں واقعی ابلیس ہوں۔مگر کون برا نہیں ہوتا حیدر؟''

حیدر کو ان کے دماغی توازن کے بگڑنے کا خدشہ ہوا۔

''کون ابلیس نہیں ہوتا؟ ہم سب ابلیس ہی تو ہوتے ہیں حیدر۔۔۔تم بتاؤ کیا ایسا نہیں ہے؟ کیا تم کوئی فرشتے ہو یا شیطان ہو؟ تم خود بتاؤ حیدر، ہم سب میں سے انسان کون ہوتا ہے؟ وہ جو انصاف کے نام پر خون بہاتے ہیں؟ یا وہ جو ظلم کے خاتمے کے لئے گھر تباہ کرتے ہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں حیدر؟ کیا تم نے محسوس نہیں کیا تھا خود کو شیطان بنتے ہوئے جب تم اپنی انا کی خاطر

میرے ایک بار کہنے پر گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔تب کیا تمہیں اپنے اندر وہ تکبر محسوس نہیں ہوا تھا جو ابلیس کے اندر ہے؟ بولو حیدر؟ میری غلطیاں کتنی بڑی ہیں؟"

وہ نگاہیں حیدر کے بوٹس پر گاڑے ہوئے بے طرح سے سوال کر رہا تھا۔حیدر کی آنکھوں میں نمی گہری ہوئی۔ حلق میں نمکین آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا۔وہ دھیرے سے ایک گھٹنہ فرش پر جما کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

سر کو ٹیڑھا کر کے وہ ان کے چہرے کے آثار کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کا بیٹا پانچ سال بعد لوٹا ہے،ایک بار اسے نظر بھر کر دیکھیں گے نہیں؟"ٹھنڈے لہجے میں سوال پوچھا گیا۔ حسن علی کے وجود پر کپکپی طاری تھی۔جانے کس احساس کے تحت اس نے ہولے سے نگاہوں کا زاویہ حیدر کے چہرے کی جانب موڑا۔صاف شفاف چہرے پر ہلکی مونچھیں اور سیاہ بیرڈ تھی۔ بالوں کو سلیقے سے سنوارے وہ پہلے سے زیادہ پر کشش ہو چکا تھا۔ حسن علی کی نگاہ اس کی بھوری آنکھوں کی خالص چمک پر جمی تھی۔

''کیا میں آپ کو ابلیس لگتا ہوں بابا؟ ابلیس کیا مجھ جیسے ہوتے ہیں؟'' نرم و ملائم لہجہ اور میٹھی آواز کانوں میں رس گھولنے والی تھی۔ حسن علی دم سادھے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کوئی بھی انسان فرشتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر کوئی ابلیس بن سکتا ہے۔۔۔ہاں مگر کچھ لوگ ابلیس کے ساتھی ضرور بن جاتے ہیں۔ بابا انسان خطا سے پاک نہیں ہوتا مگر خطائیں اتنی ہی ہونی چاہئیں کہ انسان کو انسان ہی رہنے میں دشواری نہ ہو۔''

حسن علی نے پلکیں جھپکائیں۔ وہ اب تک حیدر کے چہرے پر پھیلے سکون کو دیکھ کر بے یقین تھا۔

''میرا بیٹا۔۔۔حیدر اب آگیا ہے۔ تو اب تم بچا لو گے نا مجھے؟ ہاں مجھے یقین ہے تم اپنے باپ کو بچا لو گے۔ تم اسی لئے آئے ہو نا؟'' کہتے ہوئے اس کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔ حیدر نے کرب سے اپنے باپ کا چہرہ دیکھا تو وہ فوراً بے چین نظر آنے لگا۔

''تم کیوں گئے تھے حیدر؟ میں نے غصے میں تمہیں جانے کو کہا اور تم بنا سوچے سمجھے وہاں سے چلے گئے؟ اور پھر کبھی پلٹے ہی نہیں۔''

"چپ رہیے بابا، آپ کے منہ سے اب یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔ آپ نے ہمیں اذیت تو پہنچائی ہے۔ مجھے، میری بہنوں کو، میری ماں کو۔۔" اس کی آواز میں تکلیف کی رگڑ تھی۔ حسن علی کے دل پر کوئی بھاری بوجھ گرا۔

"اور جانے کس کس کو تکلیف پہنچائی ہے آپ نے۔ مگر پھر بھی اب میں اس تکلیف سے نکل آیا ہوں۔ میں اپنی بہنوں اور اپنی ماں کو بھی اس اذیت سے نکال لوں گا۔ مگر میں آپ کے کئے گئے ان سیاہ اعمال کو بدل نہیں سکتا جنہوں نے ہم سب کی زندگیوں کو بدل دیا ہے۔ میرے پاس بس ایک چیز کا اختیار ہے۔ اور میں آپ کو بس وہی ایک چیز دے سکتا ہوں۔"

حسن علی کی آنکھیں بے جان سی لگنے لگیں۔ حیدر مسلسل ضبط کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

"میں آپ کو بری کرنے آیا ہوں۔ ہر اس تکلیف سے جو آپ نے ہمیں پہنچائی ہے۔ جس نے ہماری روحوں کو زخمی کر دیا ہے۔ میں آپ کو ہر اس اذیت پر معاف کرتا ہوں جو آپ کی وجہ سے مجھے ملی۔ میں نے آپ کو معاف کیا بابا مگر جو ظلم آپ نے اللہ کی محبوب مخلوق پر ڈھائے ہیں ان کا حساب تو اللہ ہی آپ سے لے گا۔ چاہے اس دنیا میں یا اُس دنیا میں۔"

www.novelsclubb.com

حیدر کی باتوں پر حسن علی کے چہرے کا رنگ فق ہونے لگا تھا۔

”یقین کریں بابا مجھے آپ کو دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے۔ مجھے آپ کو دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے۔ میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔ نہ آج ہے اور نہ ہی تب تھا جب میں انیس سال کا تھا۔“

اس نے بمشکل خشک ہوتے حلق سے کہا۔

”نہ میں تب آپ کو اس گڑھے سے نکال سکتا تھا نہ ہی آج نکال سکتا ہوں۔ میں نے سوچا تھا میں لوگوں کو محض فائدہ پہنچانے کے لئے جیوں گا۔ میری زندگی کا مقصد تو دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا ہے مگر مجھے افسوس ہوتا ہے بابا۔۔۔ کہ میں اپنے باپ کو نہیں بچا پایا۔ میں آپ کے دل سے حرص کو نہیں نکال پایا۔ اور میں نے آپ کو ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔“

حیدر کی آواز ٹوٹ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور واپسی کے لئے قدم بڑھائے۔

”حیدر رک جاؤ۔۔۔ رک جاؤ حیدر۔ مجھے یہاں سے نکالو۔ میں اب بھی حسن علی ہوں۔ میں حسن علی خان ہوں جس کے رعب سے لوگ سر نہیں اٹھاتے تھے۔ یہ جگہ میرے لئے نہیں ہے۔ رک جاؤ حیدر۔“

وہ تب تک بلکتا رہا جب تک حیدر اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ حیدر کی آنکھوں میں نمی دوڑ رہی تھی۔ وہ ان کی آواز کو نظر انداز کرتا قدم آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ دروازے کے قریب اس نے اپنے سامنے اس شخص کو کھڑے پایا تو وہ ٹھٹھک کر رکا۔ کچھ دیر تک وہ بنا پلک جھپکے اپنے مقابل کھڑے لڑکے کو تکتا رہا جس کے چہرے پر سکون اور آنکھوں میں حیدر کو دیکھ کر مسرت ظاہر تھی۔ اگلے ہی پل حیدر نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا۔

وہ دونوں قد میں برابر تھے۔ دونوں کے کندھے بھی ایک دوسرے کے مشابہ تھے۔ اور دونوں کی آنکھوں میں ایک سی چمک تھی۔

"تم آج بھی ہمیشہ جیسے ہو، احمد جبریل۔" حیدر اسے ہنوز گلے سے لگائے بولا۔

"اور تم پہلے سے زیادہ ہینڈسم ہو گئے ہو، حیدر اتاش۔" اسی کا لہجہ اپناتے ہوئے احمد نے کہا۔

"اپنے شہر میں خوش آمدید، دوست۔" وہ دونوں الگ ہوئے تو احمد بولا۔ حیدر جواباً مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

"تم یہاں ؟" معاً ہی استفہام کیا۔

"ہاں۔۔۔وہ میں۔۔" اچانک پوچھنے پر احمد نے سر کھجا کر کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

"تو جاؤ۔۔۔مل لو ان سے مگر ذہنی دباؤ مت ڈالنا۔" حیدر سمجھ کر بولا۔

"ہمم۔۔۔ملتے ہیں پھر۔" احمد نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر بعد میں ملنے کا کہا اور پھر اندر چلا گیا۔

★★★★★★

وہ دونوں اس وقت ایک ہوٹل میں میز کے گرد کرسیاں آمنے سامنے رکھے بیٹھے تھے۔ میز پر دونوں کے سامنے ایک ایک کولڈ کافی رکھی تھی۔

"تمہاری ان سے کیا بات ہوئی؟" حیدر نے پوچھا۔

"وہ مجھے دیکھ کر ہی بھڑک اٹھا تھا۔میں کیا بات کرتا اُس سے ؟"

احمد قدرے ہنس کر محتاط انداز میں بولا۔حیدر نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں تمہارا باپ ہے مگر معاف کرنا میں اسے اتنی ہی تمیز سے پکارتا ہوں۔" وہ عام لہجے میں بولا۔ حیدر نے سر جھٹک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک سمجھا تھا میں۔ تم آج بھی ویسے ہی ہو۔ جس دن میں نے تم سے ادھار پیسے لئے تھے جانتے ہو میری کیا حالت تھی؟ دس بار سوچا تھا ادھار مانگنے سے پہلے۔"

مسکراہٹ دبائے بولا تو احمد کا ہلکا قہقہہ گونجا۔

"اچھا تو کب واپس کر رہے ہو پھر میرے پیسے؟" اگلے ہی پل وہ سنجیدہ ہوا۔

"مار کھانی ہے؟" حیدر نے اسے گھورا۔

"اب تو مجھے لگتا ہے تمہارا نہیں بلکہ میرا تم پر ادھار ہے۔ اور یہ کافی کے پیسے بھی ایڈ کر لینا ساتھ۔" احمد کو اس کے انداز پر ہنسی آئی۔

"آج تمہاری کافی کے پیسے میں دوں گا۔ اس لئے اب کوئی ادھار باقی نہیں رہے گا۔ سمجھے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایک کافی کے پیسے دے کر سارا ادھار چکانا چاہتے ہو؟" مشکوک نظروں سے دیکھتے حیدر نے پوچھا۔

"میری سب سے قیمتی چیز اب تمہارے پاس ہے خیال رکھنا۔" احمد نے جتایا۔ حیدر ایک گہرا سانس لے کر سیدھا ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک چمک سی آ کر ٹھہر گئی۔

"وہ تم تھے حیدر، اس لئے میں نے بنا سوچے سمجھے جواب دے دیا۔ مجھے تم پر بھروسا ہے، اب یہ تم پر ہے کہ تم کیسے میری توقعات پر پورے اترو گے۔ اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو۔۔۔" احمد ابھی بول رہا تھا کہ حیدر نے بات کاٹ دی۔

"ہاں میں سب جانتا ہوں۔ اور تمہیں مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر احمد کہ مجھے تمہاری توقعات پر کیسے پورا اترنا ہے۔ میں حیدر اتاش علی ہوں، میں نے اسے ہمیشہ خوش رکھنے کا عہد کیا ہے۔ اور میں کبھی بھی اپنے عہد نہیں توڑا کرتا۔"

احمد نے اس کی نگاہوں میں سچائی تلاش لی تھی۔ اور اب وہ پر سکون تھا۔ وہ حیدر کو دیکھ کر دل سے مسکرایا۔

"اچھا اب بتاؤ، حسن علی خان کو کیسے اور کب سے جانتے ہو؟"

حیدر کے اگلے سوال پر احمد ایک پل کو سوچ میں پڑ گیا۔

★★★★★★

اُس دن جب حیدر علما کے گھر گیا تھا تو اس نے کنول اور فرقان کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ مگر انہیں حیرت کا جھٹکا تو تب لگا تھا جب حیدر نے احمد جبریل کا نام لیا۔ وہ انہیں بتا رہا تھا کہ احمد اس کا دوست ہے۔ تب فرقان نے احمد کو فون ملا کر حیدر کے متعلق آگاہ کر کے یہ استفسار کیا کہ وہ واقعی اسے جانتا ہے یا نہیں۔

"وہ میرا دوست ہے۔" احمد کا انداز نارمل تھا۔

"وہ تمہارا دوست ہے؟ تو وہ یہاں کیوں آیا ہے؟ کیا تم نے اسے یہاں بھیجا ہے؟"

فرقان تایا کی دبے دبے غصے والی آواز سن کر وہ محظوظ ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

''میں نے اسے نہیں بھیجا۔مجھے بس یہ پتا چلا ہے کہ وہ آپ کے گھر جا رہا تھا تو میں نے کہا میرا نام لے کر آپ سے بات کرے،اس کا کام ہو جائے گا۔کیوں کچھ غلط کہہ دیا کیا میں نے؟''

وہ مسکراہٹ دبائے پوچھ رہا تھا۔

"وہ تمہارا دوست ہے،اور وہ تمہاری بہن کے لئے رشتہ لے آیا ہے۔"

احمد نے لمبا سانس خارج کیا۔

"وہ میرا دوست ہے اور وہ میری بہن کے لئے بہت مناسب ہے، لیکن میں نے اسے نہیں بتایا تھا کہ علما میری بہن ہے، میں نے بس کہا تھا کہ آپ میرے جاننے والے ھیں۔" سکون سے بولا اور یہ کہتے ہوئے اسے ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوئی تھی۔

دوسری طرف فرقان تایا ایک پل کے لئے چپ رہ گئے۔

"تمہیں یہ بھی کہنے کی کیا ضرورت تھی بھتیجے۔"

"ضرورت تو تھی کیونکہ میں چاھتا ہوں کہ علما اب شادی کر کے پاکستان آجائے۔۔۔اور حیدر سے زیادہ بہتر اسکے لئے کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔وہ نہایت ذمہ دار شخص ہے۔"

www.novelsclubb.com

احمد سے تصدیق ہو جانے کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا تھا اور اب ان کا دل مطمئن تھا کہ ان کی بیٹی غلط ہاتھوں میں نہیں جائے گی۔

دوسری جانب احمد بھی پر سکون ہو چکا تھا کیونکہ وہ حیدر کو بہت قریب سے جانتا تھا۔اور وہ جانتا تھا کہ علما کے لئے وہ پرفیکٹ ہے۔علما کے گھر جانے سے پہلے حیدر کی احمد سے فون پر بات ہوئی تھی جب باتوں باتوں میں ہی احمد کو علم ہوا کہ وہ فرقان تایا کے گھر جارہا ہے اسی لئے اس نے حیدر کو بے فکر ہو کر اس کا نام لینے کی تاکید کی تھی۔

حیدر کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ اس کے تایا ہیں۔اور اس پل حیدر کو بھی حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کیا کہا؟تایا؟"

"زیادہ کنفیوز مت ہونا،میں جانتا ہوں تم بہت پروفیشنل ہو۔"

اور اس نے فون بند کر دیا تھا۔علما اس کی بہن ہے یہ بات حیدر کو بعد میں معلوم ہوئی تھی۔

علما اور انا کو فاطمہ خاتون کے ساتھ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر احمد کچھ سوچنے میں مشغول تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سب گھر والوں کو جمع کر کے ایک ساتھ بٹھا دیا۔

"کیا کر رہے ہو احمد؟ کوئی خاص بات کرنی ہے؟" فاطمہ خاتون نے اسے یوں عجلت میں سب کو پکارتے دیکھ کہا۔

"بھائی آپ اپنی شادی کی بات تو نہیں کرنے والے؟ کیا آپ اپنی شادی کی بات کرنے والے ہیں؟" سب سے زیادہ پر جوش انا تھی اور خوشی سے اس کا منہ پھول گیا تھا۔ احمد نے اس کا غبارہ پھوڑتے ہوئے نہ میں سر ہلایا۔

"میں نے تو آپ سب سے سوال کرنے کے لئے جمع کیا ہے سب کو۔"

"کیسا سوال؟" اجالا بھابھی نے پوچھا۔ باقی سب بھی ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگے۔

"یہی کہ آپ میں سے کسی ایک نے بھی علما کو ان کے نکاح کی مبارکباد کیوں نہیں دی؟" معصومانہ انداز میں پوچھتے ہوئے اسے احساس تھا کہ ان سب کی کیا کیفیت ہو گی۔

"نکاح؟ علما کا نکاح؟" سب حیرت کا شکار تھے جبکہ علما کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔

”جی علما کا کچھ دن پہلے ہی نکاح ہوا ہے اور آپ نے انہیں مبارک بھی پیش نہیں کی۔“

”یہ بات ہمیں کیوں نہیں معلوم؟“ اسد بولا۔ فاطمہ خاتون کو ابھی بھی اس پر یقین نہیں تھا۔

”یہ تو آپ اپنے تایا سے پوچھئے۔“

”کیا واقعی آپ کا نکاح ہو چکا ہے؟“ انا نے علما سے دریافت کیا۔ اور اب سب کی توجہ اس کے جواب پر مرکوز تھی۔

”ہمم۔۔“ اس نے سرہاں میں ہلایا۔ اور سب کو کچھ دیر کے لئے چپ لگ گئی۔ بلآخر انا اپنی جگہ سے اٹھی اور پورے جوش و خروش سے علما کے گلے سے لگ گئی۔

”ارے ماشاءاللہ آپی۔۔۔اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ بہت بہت مبارک ہو۔“

”شکریہ۔“ وہ گرم جوشی سے مسکرائی۔ اور پھر ایک ایک کر کے سب نے ہی اسے مبارک باد دی۔

فاطمہ خاتون نے اسی وقت مٹھائی منگوا کر محلے بانٹنا شروع کردی تھی۔انہیں ساری تفصیل بعد میں احمد سے وصول ہوگئی تھی۔وہ الگ بات تھی کہ یہ بات چھپائے رکھنے پر اس کی بھی جھاڑ لگنے والی تھی۔

★★★★★★

شام کے کھانے پر وہ چاروں ایک ساتھ موجود تھے۔حیدر مسلسل پلیٹ میں چمچ ہلا رہا تھا۔سفیرہ کی نظریں اس کے ہاتھوں کی حرکت پر جمی تھیں۔اس سے پہلے کے تنگ آکر وہ کچھ کہتی حیدر بول پڑا۔

"مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

www.novelsclubb.com

سب نے خاموشی سے سر اٹھا کر حیدر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"بولو بیٹا کیا بات ہے؟" حیدر کے تامل پر مدیحہ بیگم نے دریافت کیا۔

"میں نے نکاح کرلیا ہے۔" اور کھانا سب کے گلے میں اٹک گیا تھا۔سفیرہ کو تو باقائدہ کھانسی آنے لگی تھی۔حیدر نے پانی کا گلاس بھر کر اسے تھمایا۔

”تم کیا کہہ رہے ہو؟ نکاح کر لیا؟ کس سے؟ کب؟“ ان کے دماغ پر ایک ساتھ کئی سوالوں نے دستک دی۔

”واپس آنے سے ایک دن پہلے میں نے نکاح کیا تھا۔ فیملی کے نام پر میرے ایک عدد روحانی فادر وہاں موجود تھے۔ اور جس سے میرا نکاح ہوا ہے وہ۔۔۔“

سنجیدگی سے بتاتے ہوئے وہ اچانک خاموش ہو گیا۔

”وہ کیا؟“ ماہی نے بے صبری سے پوچھا۔

”وہ احمد جبریل کی بہن ہے۔“ ساکت پتلیوں سے دیکھتا وہ بولا۔ ان تینوں نے بیک وقت ایک دوسرے کے چہروں کو دیکھا۔ وہاں بلا کی حیرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں کے ساتھ بیٹھیں وہ تینوں حیدر کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔

★★★★★

بارش کی بوندیں آنگن کو بھگو رہیں تھیں۔ وہ اپنی کھڑکی سے نیچے جھانکتی پتوں سے گرتے موتی جیسے قطروں کو دیکھ رہی تھی۔ اسی پل دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔ انا نے پلٹ کر اس جانب دیکھا۔

"آپ اس وقت یہاں؟"

وہ خوشگوار حیرت لئے علما کو دیکھ رہی تھی جس کے بال بھیگ کر ماتھے پر چپکے ہوئے تھے۔

"ہاں، کیا میں یہاں نہیں آسکتی؟" اس نے قصداً چھیڑا۔

"ارے نہیں نہیں، آیئے بیٹھیے۔" بستر کو درست کرتی وہ بیڈ پر بیٹھ کر خوش دلی سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگی۔ علما چہرے پر آئے بالوں کو سمیٹتی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ بارش کی تیز ہوتی بوندوں میں ملی ہوا کی سرسراہٹ کی آواز ان تک پہنچ رہی تھی۔

انا اس کے بولنے کی منتظر تھی۔ علما ہونٹوں پر مسکان سجائے اسے دیکھتی رہی۔

"آپ کی آنکھیں احمد بھائی کی آنکھوں جیسی ہیں۔"

اس کے اچانک تبصرے پر علما کی سرمئی آنکھیں چمکیں۔

''اور احمد بھائی کی آنکھیں بابا جیسی ہیں۔'' وہ بتا رہی تھی۔

''اور تمہاری آنکھیں۔۔۔ وہ سب سے الگ ہیں۔'' علما نے اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرگوشی کی۔ انا کی ہنسی غائب ہوئی۔

''یہ بہت عام ہیں۔۔۔ مگر سرمئی آنکھیں بہت خاص ہیں، آپ کو پتا ہے مجھے آپ سے جلن ہو رہی ہے؟'' اس بار انا نے نچلا لب دانتوں تلے دبائے کہا۔

''جلن؟ ہاہ۔۔۔ یہ کیوں؟''

علما نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''کیونکہ آپ کی آنکھیں بھائی جیسی ہیں نا۔۔۔ میں اُن کی آنکھوں کی بہت بڑی مداح ہوں، مجھے ہمیشہ سے ان کی آنکھوں جیسی آنکھیں چاہئیں تھی۔ اور دیکھیں وہ آپ کی ملکیت میں ہیں۔'' وہ دھیرے سے ہنسی۔

"ہو سکتا ہے کوئی تمہاری آنکھوں کا بھی بہت بڑا مداح ہو۔" علما نے ابرو اچکائے کہا۔ اور پھر اُس کے تاثرات کو جانچنے لگی۔ انا کے چہرے پر بے چینی سی پھیلی تھی۔

"کیا ہوا؟ کیا کچھ غلط کہا میں نے؟"

"نہیں آپی۔۔۔ ہو سکتا ہے اس دنیا میں کئی لوگ سیاہ آنکھوں کے معترف ہوں۔ مگر مجھے ان لوگوں سے کیا مطلب؟"

ایک پل کی خاموشی ان دونوں کے درمیان حائل ہوئی۔

"ہو سکتا ہے کہ میری یہ رشک کرتی نگاہیں کل آپ کی آنکھوں کی بھی مداح ہو جائیں۔" اور یہ کہتے ہوئے انا کی آنکھیں مسکرائیں۔

"ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے جب تم مجھے آپی کہتی ہو تو مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے؟"

"کتنی؟"

www.novelsclubb.com

"اتنی کہ یہ خوشی میں بیان نہیں کر سکتی، میں نے پہلے ایسی خوشی کبھی محسوس ہی نہیں کی۔"

"کیونکہ اس سے پہلے کسی نے آپ کو آپی نہیں کہا ہو گا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ پھر وہ دونوں بیک وقت ہنس دیں۔

"مجھے پتا نہیں تھا کہ میرے پاس ایک اتنی پیاری بہن بھی موجود ہے۔ احمد نے تمہارے بارے میں بالکل صحیح کہا تھا۔"

علما نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا تھا بھائی نے؟" وہ مضطرب سی بولی۔

"تمہارے بارے میں بتاتے ہوئے اس نے کہا کہ اُس کا نام انا ہے اور وہ بہت پیاری ہے۔" علما نے بات کے آخر میں جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا جان سے پیارا بھائی ہی تمہاری ان سیاہ آنکھوں کا سب سے بڑا مداح ہو۔ کیونکہ سیاہ آنکھیں رازدان ہوتی ہیں مگر یہ جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟"

وہ دم سادھے علما کے دھلے دھلائے چہرے کو تک رہی تھی۔ ”سیاہ آنکھیں رازدان ہوتی ہیں، مگر یہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتیں۔“ یہ بات احمد اسے کئی بار کہہ چکا تھا۔

”آپ لوگوں کو کمفرٹ کرنا جانتی ہیں۔۔۔مجھے اپنی سیاہ آنکھیں پسند ہیں۔ کم از کم اب تو مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔“ اس کا انداز اٹل تھا۔

”کیا کوئی اور آنکھیں بھی ہیں جنہیں تم پسند کرتی ہو؟ سرمئی آنکھوں کے علاوہ؟“ علما نے اسے آنکتی نظروں سے دیکھا۔

”کوئی اور آنکھیں؟ نہیں تو۔۔۔میں نے کبھی سرمئی آنکھوں کے علاوہ کسی دوسری آنکھ پر غور ہی نہیں کیا۔“

یہ کہتے ہوئے اس کا ذہن ان آنکھوں کی کھوج میں تھا جن پر کبھی اس نے غور کیا ہو گا۔ کیا کبھی اس نے کسی کی آنکھوں پر غور کیا تھا؟ وہ سوچنے لگی جب اپنی ہی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

”میری طرف دیکھ کر بات کرو۔“

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''نہیں دیکھ سکتا۔'' شکوہ کناں بھوری آنکھیں اس کے تصور میں ابھریں۔اسی پل انا نے اپنی جگہ پر کرنٹ کھا کر آنکھیں میچ لیں۔

''نہیں۔۔۔'' وہ سختی سے بولی۔

''کیا ہوا انا؟'' علما اس کی حرکت پر چونکی۔

''وہ۔۔کچھ نہیں۔'' حواس ٹھکانے پر لاتے ہوئے انا نے شرمندگی سے سر ہلایا۔

''ہو سکتا ہے تم نے غور کیا ہو مگر تم یاد نہ کرنا چاہتی ہو۔''

''کیا مطلب؟'' علما کی بات پر وہ ایک بار پھر سٹپٹا گئی تھی۔

''کیا کبھی تمہاری زندگی میں کوئی شخص نہیں آیا جس کے نام پر تمہاری سوئی حِسیں جاگ اٹھیں؟'' علما کے دلچسپی سے استفسار کرنے پر انا کو بولنے میں دقت ہونے لگی تھی۔

''کیا ایسا نہیں ہے؟'' انا کو لگا وہ اس پر تلوار تانے کھڑی ہے۔

"ارے نہیں آپی۔۔۔میری زندگی میں ایسا کوئی بھی نہیں ہے۔" اس نے سبھی حملوں کا جواب دے کر خود کو بری ثابت کرنا چاہا۔

"مگر میں نے خود تمہیں اس حالت میں دیکھا تھا کہ جیسے تمہاری سبھی حسیں اس ایک نام پر جاگ اٹھی تھیں مگر صرف اسی کے ذکر کے لئے، باقی ہر شے سے تو بے خبر تھی تم۔"

علما نے نارمل انداز میں کہتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کی تھی۔

"کیا مطلب؟ آپ نے کب دیکھا؟" اس نے چور نظریں علما کے چہرے پر اٹھائیں۔ علما نے بھی پلٹ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اور چند لمحے وہ اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھتی رہی۔

www.novelsclubb.com

"آہ۔۔۔میں نے کہا تھا نا۔" وہ نشاط سے اچھلی۔ یوں جیسے اپنی بات ثابت کر چکی ہو۔

"کیا کہا تھا؟" انا کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"یہی کہ تمہاری آنکھیں جھوٹ نہیں بول سکتیں، ارے یہ تو واقعی سب بیان کر دیتی ہیں۔ لگتا ہے کہ اب یہ راز رکھنے سے بھی دستبردار ہونا چاہتی ہیں۔"

”آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپی؟“ انا سانس روکے خوفزدہ نظروں سے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

”میں نے تمہیں تب اس طرح دیکھا تھا جب احمد کے منہ سے المان کا نام نکلا تھا۔ تم ایک ہی وقت میں بے چین بھی تھی اور۔۔۔“

”اور کیا؟“ انا اس کے ایک پل کے لئے خاموش ہونے پر فوراً بولی۔

”اور ملتفت بھی۔“ چہرہ اس کے قریب لے جا کر اس نے سرگوشی کی۔

”ملتفت مطلب؟“

”ملتفت کا مطلب ہے کسی کو بہت زیادہ توجہ دینے والا۔ یعنی وہ انسان جو کسی کی جانب مکمل طور پر اپنا رخ کر لے۔“

”میں ملتفت تھی؟“ وہ حیرانی سے بولی۔ علما نے سر اثبات میں ہلایا۔

”المان کے نام پر؟ نہیں۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔“ وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

"کیوں نہیں؟" علما پھر سے قریب ہوئی۔

"آپ جو سوچ رہی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ الماان کے نام پر تو میں کبھی بھی توجہ نہ دوں۔" وہ مکمل طور پر جھٹلاتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی۔ علما لبوں کو اوپر کی جانب جنبش دیے اسے کھڑکی کے پاس جاتے دیکھتی رہی۔

"یو آر کنفیوزڈ۔" علما نے دھیرے سے مسکرا کر سوچا۔

"تم ایسے نہیں جھٹلا سکتی اب جبکہ میں تمہیں دیکھ چکی ہوں۔" علما نے آخری کوشش کی۔

"وہ صرف اس لئے تھا کیونکہ میں اس کے جیل جانے پر خود کو قصوروار سمجھ رہی ہوں۔ وہ میری وجہ سے جیل میں ہے بس اس لئے مجھے گلٹی فیل ہو رہا ہے۔" وہ بنا پلٹے بولی۔ علما کی آنکھیں ایک بار پھر پھیلیں۔

"تم مجھے ساری بات بتاؤ گی؟" اسے واقعی سب کچھ جاننے کی خواہش ہوئی تھی۔

★★★★★

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ چھت پر بے مقصد کھڑی یہاں وہاں نظریں دوڑا رہی تھی جب اچانک کسی نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ مارا۔ انا نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ سامنے المان کھڑا تھا۔ انا کے مڑ کر دیکھنے پر وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر ایک اسٹائل سے مسکرایا۔

"مجھے ڈھونڈ رہی تھی نا؟" اسے بلاوجہ ہی لگا کہ وہ اسے چھیڑ رہا ہے۔

"تمہیں کیوں ڈھونڈوں گی میں؟" انا نے غرور سے گردن واپس سیدھی کر لی۔

"یہ تو میں نہیں جانتا، شاید تمہیں کچھ کہنا ہو مجھ سے۔ کچھ خاص، جو تم پہلے نہ کہہ پائی ہو۔"

وہ ابھی بھی خوشگوار موڈ بھی بولتا اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا آسمان کو سیاہی میں چھپائے بادلوں کو دیکھنے لگا۔

"کیا۔۔۔ کیا کہنا ہے مجھے تم سے؟ کچھ بھی نہیں۔ اب جاؤ یہاں سے۔" وہ روکھے لہجے میں بولی۔

''لیکن انا تمہیں کچھ تو۔۔۔'' المان آگے بڑھ کر اسے کچھ کہنے والا تھا جب کسی چیز میں اس کا پیر اٹکا اور وہ اوندھے منہ نیچے گرا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' پل کے ہزارویں حصے میں انا حرکت میں آئی اور المان کے قریب ہی نیچے بیٹھ گئی جہاں وہ اپنی ٹانگوں کو سہلا رہا تھا۔

''دیکھ کر نہیں چلا جاتا تم سے؟ چلتے ہوئے تو اندھے بھی احتیاط سے قدم اٹھاتے ہیں۔'' وہ اس پر برس پڑی تھی۔

''میں اندھا ہوتا تو احتیاط سے قدم اٹھاتا۔'' وہ انا کے تاثرات کو بغور دیکھتا بولا۔

''ہاں؟'' انا نے نا سمجھی سے نظریں اٹھائیں۔ اور اسی پل وہ ہلکا سا کسمسائی۔ پھر دھیرے سے اس کی آدھی آنکھیں کھلیں۔ وہ ابھی بھی کچی نیند میں تھی۔ المان کا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلا پڑنے لگا تھا۔ احساس ہونے پر اس نے تیزی سے پوری آنکھیں کھول دیں۔

کمرہ نیم اندھیرے میں تھا۔

انا نے دو تین بار آنکھیں سختی سے میچ کر پھر کھولیں۔ باہر بارش زور و شور سے برس تھی جس کی آواز رات کے اس پہر میں واضح طور پر اسے ٹھنڈک کا احساس دلا رہی تھی۔

"کیا مصیبت ہے؟ یہ میرے خواب میں کیوں آ رہا ہے؟ شاید میں آج آیت الکرسی پڑھنا بھول گئی تھی۔"

سر کھجاتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔ پھر سانس بحال کرتی رخ موڑ کر لیٹ گئی۔ اس کے بعد لاکھ چاہنے کے باوجود بھی اسے نیند نہیں آئی تھی۔

★★★★★

پولیس اسٹیشن میں یہ اس کا آخری دن تھا۔ آج اس کی ضمانت ہو گئی تھی۔ اور وہ اب مکمل طور پر آزاد تھا۔ اسٹیشن کے باہر کھڑا وہ پورے دس دن بعد آزاد فضا میں سانس لے رہا تھا۔

چہرے پر مسکان تھی اور دل پر سکون ہونے لگا تھا۔ احمد بھائی اور اسد بھائی کے ساتھ پورے جوش سے مل کر وہ اب خاصا بہتر محسوس کر رہا تھا۔

مگر اگلے ہی پل اس کی نظر اپنے بائیں طرف سے آتی انا پر پڑی۔ وہ فل اسپیڈ سے بھاگتی ہاتھ میں چاقو لئے الماں کو خونخوار نظروں سے دیکھتی اس کی جانب ہی آرہی تھی۔ الماں کے رونگٹے کھڑے ہونے کے ساتھ ساتھ دل بھی باہر آنے کو تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اس کا خون کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

ایک باآواز بلند چیخ مار کر الماں نے لمحہ بھی ضائع کئے بغیر مخالف سمت میں بھاگنا شروع کر دیا تھا۔

"الماں ابراہیم، اپنی جگہ پر ٹھہرو۔ آج تو میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔" انا کی تیز آواز نے اس کی آدھی جان تو کھینچ ہی لی تھی۔ رہی سہی کسر اس کی بلند ہوتی چیخیں پوری کر رہیں تھیں۔ وہ بھاگتا جا رہا تھا اور وہ اس کے پیچھے چاقو لئے پڑی تھی۔

"رک جاؤ الماں ابراہیم۔۔۔ کہاں بھاگ رہے۔۔۔ الماں ابراہیم رک جاؤ۔"

انا کی آواز مدھم پڑنے لگی تھی۔

"اٹھ جاؤ الماں ابراہیم۔۔۔ کب تک سونے کا ارادہ ہے؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کوئی اس کے سر پر کھڑا کہہ رہا تھا۔المان آنکھیں پوری کھول کر اپنے سامنے موجود حوالدار کو دیکھ رہا تھا۔اور جونہی اس کے حواس بحال ہوئے وہ ایک کرنٹ کھا کر اچھل پڑا تھا۔ تیز تیز سانس لیتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے اب بھی انا کی خونخوار نگاہیں آرہی تھیں۔

"حد ہے۔یہ لڑکی تو مجھے خوابوں میں بھی جینے نہیں دیتی۔" وہ اب تک اپنی سانسیں درست نہیں کر پایا تھا۔

"المان ابراہیم۔۔۔ تمہیں اس لاک اپ میں ہی بند رہنا چاہئے۔" سینے پر ہاتھ رکھے وہ خود کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔

★★★★★

"اب جبکہ رشتہ ہو ہی چکا ہے تو ہمیں آپس کے تعلقات کو بھی بہتر کر لینا چاہئے۔کیوں حیدر تم کیا کہتے ہو؟"

مدیحہ بیگم پر سوچ انداز میں کہہ رہیں تھیں۔

www.novelsclubb.com

''جی۔۔۔جی بالکل۔'' وہ ہلکا سا کھنکار کر بولا۔جب سے اس نے نکاح کی بات کی تھی سب کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔اور پھر اچانک ہی سب واپس نارمل ہو چکے تھے۔انہیں سب کچھ سمجھنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

''تو پھر نمبر دو، میں ان کے گھر فون کر رہی ہوں۔'' مدیحہ نے آگاہ کیا۔حیدر اور اس کی دونوں بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''آپ فون کر کے انہیں کیا کہیں گی؟'' حیدر کا سوال بچکانہ تھا۔

''شادی کے معاملات کے بارے میں اور کیا بات کروں گی؟''

حیدر نے چپ چاپ نمبر لکھ دیا۔

''بھائی آپ میرے ساتھ آیئے۔'' سفیرہ اسے مخاطب کر کے باہر کی جانب چلی گئی۔ حیدر بھی کسی سوچ کے تحت اس کے پیچھے لپکا۔ان دونوں کو دیکھتے ماہی نے بھی پیروی کی۔

''اب ذرا ساری بات بتائیں گے آپ ہمیں؟'' لان میں ٹیبل کے ارد گرد رکھی کرسیوں پر وہ تینوں براجمان تھے۔

"ہاں ضرور۔" حیدر گہرا سانس لے کر مسکرایا۔اور پھر ساری بات ان دونوں کے گوش گزار کردی۔

"علمابنتِ عالم۔" سفیرہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

"تو آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ احمد کی بہن ہے مگر جب سے پیدا ہوئی ہے کیمبرج میں تایا کے پاس رہی ہے۔اور اب چھبیس سال بعد وہ پاکستان واپس لوٹ آئی ہے؟"

"ہوں۔" حیدر نے سر ہلایا۔

"واؤ۔۔۔یہ کسی کہانی جیسا ہے۔" ماہی خوابیدہ لہجے میں بولی۔

"یہ اتفاق واقعی بہت بڑا اتفاق ہے۔" سفیرہ حیدر کی باتوں کو ہضم کرنے کی سعی میں تھی۔

"ویسے آپ نے یہ نہیں بتایا کہ احمد آپ کا دوست ہے؟" سفیرہ کے سوال پر حیدر نے تعجب سے اسے دیکھا۔اپنے سوال پر غور کرتی وہ خود بھی حیرت میں چلی گئی تھی۔

''تمہیں کیسے پتا چلا؟'' حیدر نے پوچھا۔ماہی نے چور نظروں سے انہیں دیکھا۔

''اس نے خود مجھے بتایا تھا۔'' سفیرہ نے سر جھکا کر بلآخر کہا۔استفہام حیدر کے چہرے پر اترا۔جبکہ ماہی پھٹی ہوئی نگاہوں سے سفیرہ کو دیکھنے لگی۔

''کل جب ہم بابا سے ملاقات کے لئے گئے تھے۔جیل کے باہر کھڑے ہی اس نے مجھے بتایا۔'' وہ سنجیدگی سے بتانے لگی۔

''آپ احمد کے ساتھ رابطے میں تھے مگر آپ نے ہمارے ساتھ رابطہ رکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی بھائی؟آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ایک ایک لمحہ کس ڈر کے ساتھ گزارا ہے کہ جانے آپ کہاں، کس حالت میں ہوں گے۔آپ نے ہمیں ایک مرتبہ کال کر کے یہ بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا کہ آپ ٹھیک ہیں۔کیا آپ اتنا غصہ تھے ہم سے؟''اس کی آواز بھرا گئی۔بھوری آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔ماہی کے حلق میں بھی آنسوؤں کا پھندا سا بننے لگا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے سفیرہ۔میں نے خود بھی یہ پانچ سال اسی خوف اور رنج میں گزارے ہیں۔کہ تم سب لوگ کیسے ہوگے؟میرا بھی دل جلتا تھا،میری بھی سانسیں اکھڑ جایا کرتی

تھیں۔میں نے کئی بار گھر کے نمبر پر ٹرائی کیا تھا مگر وہ نمبر کبھی لگا ہی نہیں۔شاید بابا نے میرے رابطہ کرنے کے ڈر سے وہ نمبر بھی بدل دیا تھا۔میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ میں تم سے بات کرتا،ماہی سے بات کر سکتا یا پھر امی سے۔"تکلیف سے بولتے ہوئے وہ ایک پل کو رکا۔

"جب احمد نے میری فیملی کے بارے میں پوچھا تو میں نے سوچا کہ اس سے چھپانے کا فائدہ نہیں ہے۔جب کینیڈا سے وہ پاکستان لوٹا تو سب سے پہلے اسلام آباد میں میرے ساتھ ہی اس کی ملاقات ہوئی تھی۔سر توصیف کے بعد وہ پہلا انسان تھا جس کے ساتھ میں اپنی ساری بات شیئر کی۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کی لڑائی میرے ڈیڈ کے ساتھ چل رہی ہے،وہ میرے بارے میں اور میری فیملی کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا مگر اس نے مجھے کبھی بتایا ہی نہیں۔اس نے بس اتنا کہا کہ وہ میری بات تم لوگوں سے کروا دے گا۔میں نے جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس کے پاس اتنی انفارمیشن کہاں سے آئی۔کیونکہ مجھے بس جلد از جلد یہاں تم لوگوں کے پاس لوٹنا تھا۔"

اس کی گہری نظریں سفیرہ کی آنکھوں میں دیکھ رہیں تھیں۔ سفیرہ کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر بے مول ہو گیا۔

"احمد جبریل۔۔۔وہ واقعی ایک اچھا انسان ہے۔" ماہی کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔ حیدر نے چہرہ اس کی جانب موڑا۔

"میں انہیں بھائی کہتی تھی۔" حیدر کے سوال کرنے سے پہلے ہی وہ بولی۔

"وہ ہم دونوں کو اور ہم دونوں ان کو بہت اچھے سے جانتیں ہیں بھائی۔" وہ آنکھوں میں چمک لئے بولی۔ حیدر نے خشک لبوں پر زبان پھیر کر سر ہلایا۔

"لگتا ہے اس کا ہماری فیملی کے ساتھ رشتہ کچھ زیادہ ہی گہرا ہے۔"

وہ زیر لب مسکرایا۔ سفیرہ دم سادھے ان کی باتوں کو سن رہی تھی۔

"وہ میری طرح بہت باتونی ہیں، اگر وہ ہر کسی کو نہیں بھی جانتے تو ہر کوئی انہیں ضرور جانتا ہوتا ہے۔۔اور وہ بہت ہی اسٹریٹ فارورڈ ہیں، سیدھا منہ پر بولنے والے، اور جو وہ بولتے۔۔۔"

"اور جو وہ بولتا ہے اسے وہ ضرور کرتا ہے۔" حیدر نے اس کی بات اچک لی۔

"بالکل۔"

"آپ دونوں احمد جبریل کا مضمون سنانے میں کیوں مشغول ہیں بائے داوے؟" سفیرہ نے انہیں گھورا۔

"تم بھی اپنا حصہ ڈال سکتی ہو، بتاؤ کچھ؟" ماہی شریر انداز میں بولی۔ حیدر نے بھی تائیدی طور پر سر ہلایا۔

"وہ۔۔۔" وہ متذبذب ہوئی۔ "وہ ہر تعلق کو اس کے مقام پر رکھنا جانتا ہے۔" پھر دھیرے سے بولی۔

www.novelsclubb.com

★★★★★

"علما کی والدہ سے میری بہت تفصیلی گفتگو ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے پرسوں کے دن ہمیں اپنے گھر دعوت پر بلایا ہے۔" مدیحہ بیگم نے اہم بات کے سلسلے میں انہیں کمرے میں بلا کر ان تینوں پر کوئی بم پھوڑا تھا۔

"دعوت پر؟ وہ بھی پرسوں؟" وہ تینوں بیک وقت بولے تھے۔

"ہاں۔ کیوں تم لوگ اتنے حیران کیوں ہو؟" مدیحہ نے ان تینوں کے سٹپٹائے ہوئے چہرے دیکھ پوچھا۔

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس اچانک پتا چلا تو اس لئے حیران ہیں۔" باقی دونوں کو خاموش دیکھ کر ماہی نے ہی جواب دیا۔

"ہمم۔۔۔ چلو پھر پرسوں شام یاد سے تیار ہو جانا۔ اب ہمیں معمول پر واپس آنے کی ضرورت ہے۔" آخر میں ان کی آواز اداس ہوئی۔

"ہم سب جائیں گے کیا؟" ماہی ان کا لہجہ نظر انداز کرتے پوچھنے لگی۔

"ہاں۔ ہم سب جائیں گے۔" انہوں نے مطلع کیا۔ سفیرہ الٹے قدموں واپس چلی گئی۔ جبکہ ماہی اور حیدر ان کے قریب بیٹھ کر مزید تفصیلات جاننے میں لگے تھے۔

★★★★★

''آپ دونوں کیا کرنے والے ہیں؟ مجھے اندازہ لگانے دیں، ان کے گھر سے لے کر حویلی تک پھولوں کی سیج سجانے والے ہیں؟''

علما اور احمد کو اپنے سامنے بٹھا کر وہ پورے جوش سے بول رہی تھی۔

''یہ بہت زیادہ ہو گیا۔'' احمد نے آہستگی سے کہہ کر احساس دلانا چاہا۔

''اوہ۔۔ ہاں یہ طریقہ تو پرانا ہو چکا ہے۔ پھر ایک کام کیجیے گا، آپ ان کے لئے بس گجرے خرید لیجئے گا۔ دیکھنا وہ کیسے خوش ہوں گی۔'' انا نے احمد کو چمکتی نظروں سے دیکھ کر ایک دم کمال کا آئیڈیا دیا تھا۔

''تم تو یوں بول رہی ہو جیسے وہ میرے رشتے کے لئے آ رہے ہیں۔'' وہ متاثر ہوئے بغیر بولا۔ علما بے اختیار ہنسی۔ اسے ابھی ابھی علم ہوا تھا کہ اس کا بھائی حیدر کی بہن کو پسند کرتا ہے۔

''اوہو بھائی آپ بھی نا۔۔۔ کیا آپ کو شادی نہیں کرنی ہے؟ انہیں امپریس نہیں کرنا چاہتے آپ؟'' انا اس سے عاجز آتے ہوئے بولی۔

"ابھی تم اپنی بہن کی شادی کی تیاریاں کرو، میری فکر مت کرو۔ میری لکس دیکھ کر ہی لڑکیاں متاثر ہو جاتی ہیں۔" اس نے فرضی کالر جھاڑے اور اٹھ کر چلا گیا۔ انا ادھ کھلے منہ سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

"انہیں کون سمجھائے؟ کہ لڑکیاں محض لُکس دیکھ کر متاثر نہیں ہو تیں۔" اس نے منہ پھلایا۔

"تم یہاں بیٹھو۔ اور مجھے بھی کچھ ٹپس دے دو، میں بہت نروس ہوں۔"

"آپ کیوں نروس ہیں بھلا؟ آپ کا تو نکاح ہو چکا ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"جن کا نکاح ہو جائے وہ نروس نہیں ہوتے ہیں کیا؟" اس نے ابرو اچکائے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ وہ لوگ خاصے میچور اور بے شرم ہو جاتے ہیں۔" وہ متانت سے کہہ کر سر ہلا کر اسے یقین دلاتی بولی۔ اور اسے مبہوت سا وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔

"میچور اور بے شرم؟" علماز یرِلب بڑبڑائی۔ اگلے ہی پل اس نے ایک جھرجھری سی لی۔

★★★★★

المان کو اس دن ضمانت مل گئی تھی۔ وہ گردن کے بل سیدھے کر تا لاک اپ سے باہر آیا تو تھکن کا کوئی تاثر چہرے پر دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ احمد اور اسد سے مل کر اب سلطان تایا کے سامنے کھڑا کسی اہم مسئلے پر محو گفتگو تھا۔

''میرے ہوتے ہوئے اب کچھ خراب ہو گا بھی نہیں، شکریہ۔'' بات کے آخر میں اس نے نچلے لب کو جنبش دی اور اک شانِ بے نیازی سے پلٹا۔ احمد گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا جبکہ اسد، سلطان چچا کے ساتھ موجود رہا۔

''کیسا تجربہ رہا پھر؟'' احمد اسے کن اکھیوں سے دیکھتا شریر ہوا۔

''تجربہ تو تجربہ ہوتا ہے، اچھا ہو یا برا کچھ نہ کچھ سکھا ہی دیتا ہے۔''

''تو پھر کیا سیکھا آپ نے، ہم سے بھی شیئر کیجیے۔''

''سیکھا کہ انسان کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتا۔ جو خود بیزار ہو کر یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگوں سے کہیں دور کسی کونے میں تنہا جا بیٹھے وہ بھی انسان ہی ہے۔ اور جو تنہائی میں بھی لوگوں کو یاد کرتا ہے وہ بھی انسان ہی ہے۔''

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

الماں نے دھیرے سے کہہ کر سر کو سیٹ سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"کرنیکٹ۔۔۔آدمی خوش تب ہی رہ سکتا ہے جب وہ اپنے آپ سے مطمئن ہو جائے۔"

احمد نے موڑ کاٹا۔الماں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کی بات کی درستی کا اعتراف کیا۔

"کیا ہو رہا ہے میرے بعد، کچھ بتائیں گے۔"چند لمحے کی خاموشی کے بعد فضا میں ارتعاش پیدا ہوئی۔

"بتاؤں گا نا۔۔۔تم پہلے گھر جا کر تھکن اتارو، اپنی والدہ کی خدمت کرو، وہ جو تمہارے لئے اس قدر پریشان تھیں انہیں سنبھالو۔پھر فرصت میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"متانت سے بولا۔الماں نے آنکھیں کھولیں۔اس کے چہرے پر زمانوں کی تھکن ظاہر ہوئی۔

"ضرور۔"سر ہلاتے ہوئے اس نے اتنا کہا۔

جس پل وہ گھر کے دروازے تک پہنچا تو احمد اسے چھوڑ کر وہیں سے واپس چلا گیا تھا۔اندر داخل ہوتے ہی اسے فاریہ خاتون صحن میں ایک جانب لگے بیسن پر وضو بناتی ہوئی دکھائی دیں۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے دیوار سے ٹیک لگا کر انہیں دیکھنے لگا۔ آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔ ابھی تو اسے ان کے بہت سے شکوؤں کے جواب دینے تھے۔

★★★★★★

"جب سب کو پتا چلے گا کہ میں اپنے بیٹے کی شادی کی تاریخ طے کرنے جا رہی ہوں تو لوگ کیا کہیں گے؟ کہ شوہر جیل میں ہے اور مجھے کوئی پرواہی نہیں۔"

مدیحہ بیگم اپنے کمرے میں ٹہلتیں تفکر میں مبتلا سفیرہ سے مخاطب تھیں۔

"لوگ کیا کہیں گے؟"

وہ بڑبڑائی۔

"ہاں شاید تمہیں فرق نہیں پڑتا اس بات سے مگر میرا اِس خاندان میں ایک مقام ہے۔ کیا سوچیں گے سب میرے بارے میں؟"

www.novelsclubb.com

"ہم انسانوں کو کم از کم اتنا سنگدل تو ہونا چاہیئے کہ جو ہمارے ساتھ جیسا سلوک کرے اسے ویسا ہی جواب دینے کی ہمت ہو ہم میں۔ آپ بس یوں سمجھیں کہ جو اتنے سال آپ نے ڈر کر، سہہ کر گزارے ہیں اب ان کا بدلہ دینے کا وقت آگیا ہے۔"

ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس نے جیسے تسلی دی اور کمرے سے نکل گئی۔

★★★★★★

وہ قیدیوں کے لباس میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ روشن دان سے دن کی روشنی اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ آنکھیں موندے ارد گرد سے بے خبر تھا۔ اس کے آس پاس کئی اور قیدی بھی آڑے ترچھے لیٹے سو تھے۔ اتنے میں ایک چوبیس پچیس سالہ قیدی بغیر چاپ پیدا کئے آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا۔ وہ حسن علی پر وار کرنے کے لئے تیزی سے جھکا مگر اسی پل اس کے ہاتھ کو ہوا میں روک لیا گیا۔ حسن علی آنکھیں کھول چکا تھا۔ اور اب مضبوطی سے اس کے خنجر والے ہاتھ کو تھامے روکنے کی سعی کر رہا تھا۔ اُس قیدی کے چہرے کی رگیں تن گئیں تھیں۔ وہ پوری قوت لگا کر خنجر حسن علی کے چہرے کے قریب لے گیا۔ حسن علی کے

www.novelsclubb.com

چہرے سے گویا خون ٹپکنے والا تھا۔اس نے اس شخص کا ہاتھ موڑا۔اور اگلے ہی پل خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور گر گیا۔وہ اسے اٹھانے کو بھاگا مگر حسن علی نے پاؤں اس کے عین سامنے کیا جس سے ٹکرا کر وہ اوندھے منہ نیچے گرا۔

"کس کے کہنے پر کیا یہ سب؟"

وہ اب اس شخص کی گردن دبوچے خونخوار لہجے میں پوچھ رہا تھا۔پھر خنجر اٹھا کر اس کی گردن پر رکھا۔

"کس نے کہا تھا مجھے مارنے کو؟"

آواز قدرے کم مگر پر طیش تھی۔وہ شخص خاموشی سے سسکنے لگا۔حسن علی نے خنجر ہلکا سا اس کی گردن پر چلایا جس سے خون کی پتلی سی دھار نکلی۔

"حکیم شاہ نے، حکیم شاہ نے کہا تھا تمہیں مارنے کو۔۔۔اب چھوڑ دو مجھے"

وہ اسی پل چلا اٹھا۔حسن علی کو اپنے اندر آگ کی تپش محسوس ہوئی تھی۔وہ واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

"کیا کہا تھا اس نے؟"

"اس نے کہا تھا کہ تمہیں ماردوں تو وہ مجھے آزاد کرواسکتا ہے۔"

پچیس سالہ نوجوان ہکلاہٹ کی صورت بولا۔تکلیف کے ساتھ ایک طنز بھری مسکراہٹ حسن علی کے چہرے پر ظاہر ہوئی۔

"بے وقوف لڑکے۔۔۔اُس پر خود اس وقت کیس چل رہا ہے، تمہیں کیسے نکلوائے گا؟"

حقارت اس کی آنکھوں میں جھلکی۔

★★★★★★

وہ گاڑی واپس موڑ رہا تھا کہ ڈیش بورڈ پر رکھا موبائل پھسل کر نیچے گرا۔جمپ لگنے کے سبب کافی دور جا پڑا تھا۔احمد کی نظر اس پر گئی تو فوراً گاڑی سائیڈ پر لگا کر موبائل اٹھایا۔اسکرین پر چند لکیریں نمودار ہو رہی تھیں۔

"اوہ یہ بھی ابھی ہونا تھا۔"اس کے بار بار بھی موبائل آن کرنے پر نہ ہوا تو کچھ فاصلے پر ایک موبائل شاپ کے سامنے گاڑی روکی۔اس کا ارادہ وہاں اپنا موبائل ریپئیر کروانے کا تھا۔ جب وہ شاپ میں داخل ہوا تو اس کی نظر سامنے ایستادہ حیدر پر پڑی۔

"تم یہاں؟"اسے دیکھ وہ مسکرایا۔

"جی میں یہاں۔۔۔اور آپ کس خوشی میں؟"حیدر نے اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے پوچھا۔

"خوشی آپ کو ہوگی ہمیں تو غم کھینچ لایا ہے۔"اس نے آدھا ٹوٹ چکا موبائل پروٹیکٹر سامنے کیا تو حیدر کی بے اختیار مسکراہٹ امڈی۔احمد نے اپنا موبائل ریپئیر ڈیسک پر رکھا۔پھر حیدر سے مخاطب ہوا۔

"تم ویسے کیا کر رہے ہو یہاں؟"

"ایک نیا خوبصورت سا اسمارٹ فون چاہیئے،وہی تلاش کر رہا ہوں۔"اپنے سامنے کئی قسم کے فونز کے ڈبے رکھوائے وہ انہیں دیکھتا ہوا بولا۔

"مگر کس لئے؟ تمہارے پاس تو آل ریڈی اتنا اچھا فون ہے۔" احمد سادگی سے بولتا شاپ کیپر کو اپنا مسئلہ بتانے لگا۔

"یہ فون میری بہن کے لئے ہے۔"

"سفیرہ کے لئے؟" اسے پتا نہیں چلا کب اس کی زبان سے الفاظ پھسلے۔

"ہاں اسی کے لئے۔" حیدر نے شاید غور نہیں کیا تھا۔ البتہ احمد دل ہی دل میں شرمندہ ہوا۔

"اس نے کبھی موبائل کا استعمال تو نہیں کیا مگر میں چاہتا ہوں اسے اچھا سا فون گفٹ کروں، آجکل کے دور کی ضرورت جو بن چکا ہے اور پھر رابطہ بھی اسی سے ممکن ہے۔" احمد نے سر ہلاتے ہوئے اتفاق کیا۔

"آپ تھوڑا ویٹ کریں سر۔" موبائل ریپئیر نے کہا تو وہ اوکے کہہ کر ایک مرتبہ پھر حیدر کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"کچھ مدد کروں؟"

احمد نے پیشکش کی مگر وہ بلآخر ایک فون سیلیکٹ کر چکا تھا۔

''نہیں شکریہ۔۔۔ میرے خیال سے اسے یہ پسند آئے گا۔'' کہہ کر اب وہ اسی دکان میں چند ہی قدم کے فاصلے پر کھڑا اسم خریدنے لگا تھا۔ احمد نے بلا تردد اس کا تعاقب کیا۔

جب وہ فارغ ہو چکا تو ایک بار پھر اپنے برابر میں کھڑے احمد سے ملا۔

''چلو پھر شام میں ملتے ہیں۔ فی امان اللہ۔''

وہ جا چکا تھا۔ چند منٹ بعد احمد کا فون بھی ٹھیک ہو گیا تو اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے گاڑی کا رخ موڑا۔

★★★★★★

www.novelsclubb.com

مغرب کے بعد وہ حویلی پہنچ چکے تھے۔ وہاں ان کے لئے پہلے سے ہی تیاریاں بہت زور و شور سے کرلی گئیں تھیں۔ کھانے کی میز پر سب ہی موجود تھے سوائے احمد کے۔ وہ ضروری کام کا کہہ کر جا چکا تھا البتہ وقت پر پہنچنے کا وعدہ بھی تھا اس کا۔ ڈنر کے بعد سب باتوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ ایسا لگتا ہی نہیں تھا کہ دو ایک دوسرے سے انجان خاندان آپس میں مل رہے

ہیں۔ مدیحہ بیگم اور فاطمہ خاتون کی کم وقت میں آپس میں اچھی بن گئی تھی۔ حیدر، ماہی اور سفیرہ تینوں ہال میں ہی موجود تھے۔ انا بھی اسد کے ساتھ بیٹھی اپنے اندر اٹھتے جوش کو بمشکل دبائے ہوئے تھی۔

علماڈنر کے وقت ان سے مل کر اب دوبارہ کمرے میں جا چکی تھی۔ وہ فی الوقت اتنی دیر تک سب کے بیچ میں حیدر کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ اسی پل باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ انا کسی خیال کے تحت ان سے معذرت کرتی اٹھ کر باہر آ گئی۔

احمد گھڑی پر وقت دیکھتا اُسی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ سامنے سے آتی دکھائی دی تو وہیں بریک لگائی۔

"کیا بات ہے؟"

وہ انا کی آنکھوں میں شرارت اور خوشی کی چمک دیکھ سکتا تھا۔

"آپ یہیں رکئے بھائی۔۔۔ میں بس ابھی آتی ہوں۔ ہلیے گا مت۔"

اسے اتنا کہہ کر وہ پلٹ گئی۔

"لیکن میں کیوں یہاں رکوں؟ آخر میرا قصور تو بتاؤ؟"

اس نے صدا لگائی مگر وہ جا چکی تھی۔ چند لمحے بعد جب وہ لوٹی تو اس کے پہلو میں سفیرہ تھی جو کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ لمبی سنہری قمیص کے نیچے کھلے پائنچوں والا ٹراؤزر پہنے اس نے میچنگ دوپٹہ سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ حویلی کے در و دیوار قمقموں کی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔

"ارے بھائی آپ۔۔۔ آپ یہاں ایسے کیوں کھڑے ہیں، اندر جانے کا دل نہیں کر رہا؟"

انا نے اسے دیکھتے ہیں ایکٹنگ شروع کر دی تھی۔ احمد نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ یہ لڑکی کب سدھرے گی؟

سفیرہ ان دونوں کو دیکھ کر تذبذب کا شکار ہوئی۔

"اچھا ویسے آپ دونوں ایک دوسرے کو ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" انا نے اس بار حملہ دونوں پر کیا تھا۔

"ایسے کیسے؟"

گھبراہٹ میں دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔احمد نے فوراً نگاہیں پھیر انا کو گھورا۔

”پیچھے ہٹو ذرا مجھے اندر جانے دو، وہاں کیا چل رہا ہے؟“

وہ ان دونوں کے درمیان موجود خالی جگہ سے نکل کر اندر بڑھنے لگا مگر انا نے راستہ روک لیا۔

”اب اگر مل ہی گئے ہیں تو تھوڑی بات چیت کر لیں، بعد میں موقع نہیں ملے گا۔“

سفیرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”مجھے آپ دونوں کے بارے میں سب کچھ پتا ہے۔“

اس کی حیرت کے جواب میں وہ معصومیت سے بولی۔ سفیرہ نے احمد کو دیکھنا چاہا جو بدقت مسکرا کر اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ سفیرہ کو شرمندگی نے آگھیرا۔

”ویسے اندر تو علما آپی اور حیدر بھائی کی شادی کی بات چل رہی ہے۔ آپ یہ بتائیں آپ دونوں کا کیا ارادہ ہے؟“

وہ سینے پر ہاتھ باندھے فرصت سے کھڑی تھی۔ سفیرہ تو مکمل طور پر جھینپ گئی تھی البتہ احمد ہلکا سا کھنکار کر بولا۔

"میری شادی؟ ابھی تو میں شادی نہیں کرنے والا۔۔۔ابھی تو میں بچہ ہوں۔"

اور جس انداز میں وہ بولا تھا انا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ سفیرہ اب کے خفگی سے اسے گھور رہی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے وہ خود کو؟" بس اس لمحے یہی خیال اسے آیا تھا۔

"بھائی یہ تو بد تمیزی ہو گئی، آپ ایسے نہیں۔۔۔" اس سے پہلے کہ انا بات جاری رکھ پاتی اسے ٹوکا گیا۔

"تمہارے بھائی کو بہت سی خوش فہمیاں لاحق ہیں۔ لٰہذا انہیں ذرا اس خام خیالی میں بھٹکنے دو، ہم اندر چلتے ہیں۔" سفیرہ نے شستہ لہجے میں کہہ کر انا کا ہاتھ تھاما اور کمرے کی جانب مڑی۔ احمد سر جھکا کر ہولے سے ہنسا۔ جبکہ انا پلٹ کر اسے دیکھتی بے دلی سے بولی۔

"بڑے ہی کھڑوس واقع ہوئے ہیں۔" اور وہ دونوں کمرے میں کہیں غائب ہو گئیں۔

ان کے پیچھے پیچھے وہ بھی اندر چلا آیا۔ سرمئی آنکھیں ہر جا بھٹکنے لگیں اور پھر وہ ایک پل کے لئے ایک جگہ ٹھہر سی گئیں۔ سفیرہ صوفے پر ایک جانب بیٹھی چہرے پر ہنوز خفگی کے تاثرات سجائے ہوئے تھی۔ پھر وہ اگلے ہی پل نظریں پھیر کر باقی سب سے ملا اور حیدر کے برابر والی نشست پر براجمان ہو گیا۔

"میں بس یہ چاہتی تھی کہ دونوں فیملیز ایک دوسرے کو اچھے سے جان لیں۔ مجھے یقین تھا کہ میرے بیٹے نے اپنے لئے کسی اچھے خاندان کی لڑکی ہی تلاش کی ہو گی مگر آپ کی بھی تو تسلی ضروری تھی۔"

مدیحہ بیگم بات جاری رکھتے بولیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔ آپ نے اچھا کیا اور مجھے خود جب نکاح کا علم ہوا تو میں چاہتی تھی ایک بار ملاقات ہو جانا اچھا ہے۔ پھر احمد اور حیدر تو ایک دوسرے کو اچھے سے جانتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اگر آپ میری دوسری بات پر سوچنے کا وقت بھی لیں تو۔"

www.novelsclubb.com

فاطمہ خاتون غالباً اس کے آنے سے قبل ہو چکی بات کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔اس نے اسد کو سوالیہ دیکھا مگر وہ شانے اچکا گیا۔

”احمد کو میں پہلے بھی دیکھ چکی ہوں اور اس سے میری ملاقات بھی ہو چکی ہے اُس گاؤں میں جہاں آپ پہلے رہتے تھے۔یہ بڑا فرمانبردار اور نیک بچہ ہے۔اس میں شک نہیں کہ اللہ نے آپ کو اولاد کے بیش قیمت سرمایہ سے تو بھرپور نوازا ہے فاطمہ۔“ وہ خوشگوار انداز میں بولیں۔ احمد زیرِ لب مسکرایا۔جبکہ انا چمکتے چہرے سے کھل کر مسکرائی۔

”اللہ کا شکر ہے۔اور دعا ہے کہ وہ ہمارے بچوں کو ان کی زندگیوں میں ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔اور انہیں بھی نیک اولاد سے نوازے۔“ فاطمہ خاتون نے سب کے حق میں دعا کی۔انا نے شریر سی نظریں احمد کی جانب گھمائیں۔

”پھر میں بات پکی سمجھوں؟“ وہ مدیحہ بیگم سے مخاطب ہو کر آگے بڑھی۔اس کی عجلت پر انہیں ہنسی آئی۔

www.novelsclubb.com

"یہ لیں، کھائیں کھائیں۔" سب سے پہلے اس نے مٹھائی کا ڈبہ سفیرہ کی جانب بڑھایا اور پھر بھائیوں کی طرف، پھر باری باری سب کو دینے لگی۔

"اللہ اس دن کو ہمارے لئے مبارک کرے اور ان سب شادی شدہ اور بات پکی والے لوگوں کے دل ایک ہو جائیں۔" انا نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بڑا سا آمین کہتے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیرے۔ پھر بلآخر اپنی جگہ پر بیٹھی۔ اس کی بات پر احمد ہنوز حیرت زدہ تھا۔ کیا یہاں کسی کی بات پکی ہوئی ہے؟ اور اگر کسی کی بات پکی ہوئی ہے تو کون ہے وہ؟ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انا سے سوال کیا مگر وہ آج اس سے پچھلے سارے بدلے لینا چاہتی تھی شاید۔

کچھ دیر کے بعد جب ان کے واپس جانے کا وقت ہوا تو وہ انہیں باہر تک چھوڑنے کو آئے تھے۔ حیدر متلاشی نظروں سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ مایوسی کی لہر اس کے چہرے پر چھائی تھی۔ جب اس کی بھوری آنکھیں حویلی کی بالائی منزل کی کھڑکی سے ٹکرائیں تو روشن کمرے میں جگمگاتا اس کا وجود دکھائی دیا۔ یاسیت دور ہوئی اور نگاہوں کو جیسے قرار حاصل ہوا۔ علما نہیں

جاتے ہوئے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے حیدر کی اوپر اٹھتی نظروں کو دیکھا تو ہاتھ ہلا دیا جسے اس نے تکریم کے ساتھ سینے پر ہاتھ رکھ کر قبول کیا تھا۔

''چلئے بھائی۔'' سفیرہ اس کے عمل کو دیکھتی مسکرا کر بولی تو وہ باہر کی جانب مڑ گیا۔ البتہ سفیرہ نے جاتے جاتے احمد کو خاصی خوفناک نظروں سے گھورا جنہیں دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے تو سہم گیا تھا۔

''سفیرہ مجھے کھا جانے والی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہے؟'' وہ انا کے ساتھ کھڑا دھیرے سے بولا۔ تب وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ اور سفیرہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اب رخ موڑ چکی تھی۔

''آپ نے خود پر غور کیا ہے؟'' انا نے الٹا اس سے سوال کیا۔

''کیا مطلب؟ اتنا پیارا تو ہوں میں۔''

''شکل کے ساتھ ساتھ اخلاق بھی ہونا چاہئے انسان کے پاس۔ آپ کو ان کے ساتھ اچھے سے پیش آنا چاہئے تھا۔''

"میں اس کے ساتھ برے سے پیش آیا ہوں؟" وہ حیران ہوا۔

"یہ تو وہی بتا سکتی ہیں آپ کو۔ بہر کیف، مجھے لگتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ تعلق نہیں رکھنا چاہتیں اور گھر پہنچتے ہی وہ اپنی والدہ سے کہہ دیں گی کہ انہیں آپ کے ساتھ شادی نہیں کرنی ہے۔" انا اس کے برابر میں کھڑی آہستہ آواز میں بولے گئی۔ گاڑی زن سے آگے بڑھی اور نظروں سے دور ہوتی چلی گئی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ راستے میں ہی کہہ دیں۔" اس نے اندازہ لگایا۔ احمد نے انا کا ہاتھ تھاما اور اسے زینوں کی طرف لے گیا۔

"کون سی شادی؟ یہ بتاؤ کس کی بات پکی ہوئی ہے؟ اور اُس وقت میرے اشارے پر تم نے جواب کیوں نہیں دیا؟ آج کل تم مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہو۔" وہ کڑی نگاہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ انا نے رخ دائیں جانب موڑا اور اک بے نیازی سے بولی۔

"جب میرے بھائی خود کو بچہ سمجھتے ہیں تو پھر مجھے ہی ان بچوں کی شادی بیاہ کے بارے میں سوچنا ہو گا نا۔۔" واپس اس کی جانب مڑی۔

"اس لئے میں نے آپ کی اور سفیرہ بھابھی کی بات پکی کروا دی ہے۔اب آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ کب آپ بڑے ہوں گے اور کب آپ کی شادی کی کوئی بات کرے گا۔" رازدارانہ کہہ کر ایک بڑی سی مسکراہٹ احمد کی طرف اچھالی۔

"اناااا۔۔۔" احمد نے ایک ضبط سے اسے پکارا ہی تھا کہ اناشا نے اچکاتی وہاں سے کھسک گئی۔وہ بے بسی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔پھر ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ سجاتے ہوئے خود کو کمپوز کیا۔

"ان لوگوں نے میری ہی غیر موجودگی میں میری ہی بات پکی کر دی؟ مطلب میرے سر سے پانی گزر گیا اور مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔"

نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ اب بھی اس بے بسی سے نکلا نہیں تھا۔

★★★★★★

کیمبرج کی لائبریری میں دھندلا چکی کھڑکی کے قریب رکھے چھوٹے سے میز کے سامنے کرسی پر بیٹھی وہ اپنے تھیسز پر کام کر رہی تھی۔ سفید عبایہ پر ہم رنگ اسکارف لئے اطمینان سے کام کرتے ہوئے اسے وقت کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اچانک بھوک لگنے پر اس نے وقت کی جانب نگاہ دوڑائی تو دوپہر کا ایک بج چکا تھا۔ اس نے پنسل کو خول چڑھایا، رجسٹر ایک طرف رکھا اور لیپ ٹاپ بند کیا۔ اب اس کا رخ کیفے ٹیریا کی جانب تھا۔ لیپ ٹاپ کا بیگ کندھے پر لٹکائے رجسٹر اور پنسل ہاتھ میں تھامے ہوئے وہ اپنی رو میں چل رہی تھی جب ایک پل کے لئے اس کی نظر اپنے سامنے سے آتے انسان پر پڑی۔ اس نے نگاہ پھیر لی مگر شعور میں لوٹتے ہی اس نے دوبارہ اس انسان کو دیکھنا چاہا۔ ہاں وہ وہی تھا۔ وولف واکر۔۔۔!

www.novelsclubb.com

وہ کئی دن بعد اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا حلیہ پہلے سے زیادہ رف ہو چکا تھا۔ جہاں وہ وولف کو دیکھ کر ٹھٹھکی تھی وہیں وہ مہک کو دیکھ کر محتاط قدم اٹھاتا اس کے قریب آ گیا تھا۔

"مس مہک۔۔۔ کیا آپ کا کچھ وقت مل سکتا ہے مجھے؟" وولف نے توجہ طلب نظریں اس پر ٹکائیں۔ مہک نے سوچنے کے لئے چند لمحے لئے۔

اگلے ہی منٹ میں وہ ذرا سا دور سیڑھیوں پر موجود تھے۔وولف ایک زینے پر سر جھکائے بیٹھا تھا جبکہ مہک جنگلے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی چونکہ اس کا ارادہ وہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کا نہیں تھا۔

''تمہاری دوست۔۔۔وہ کیمبرج میں دکھائی نہیں دیتی؟''شاید اسے اب مہک سے علما کے بارے میں پوچھنے کی عادت ہوگئی تھی۔

''میری دوست۔۔۔وہ کیمبرج میں ہوگی تو دکھائی دے گی۔''مہک نے اسی کے انداز میں کہا۔

''تمہیں میرے سوال کی نوعیت سمجھ نہیں آئی ایسا تو ہو نہیں سکتا۔۔۔پھر وہ کہاں ہے یہ بتانے میں اتنا تردد کیوں؟''

وولف کی آنکھوں میں ظاہر ہوتے اندیشے کو وہ نظر انداز نہیں کر پائی تھی۔

''تمہیں جان کر دکھ ہوگا۔''اس نے جیسے خبردار کیا تھا۔وولف اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

''تو پھر بھی بتاؤ۔''اسے فرق نہیں پڑا۔

”پاکستان چلی گئی ہے۔۔۔اب وہیں رہے گی۔“

”کیوں؟ کیسے؟ وہاں کون ہے اس کا؟“ آنکھوں میں تفکر اور ماتھے پر شکنیں تھیں۔ مہک اس کے انداز پر بس دیکھ کر رہ گئی۔

”میرا مطلب۔۔۔ کیا کسی کے ساتھ گئی ہے وہ؟“ دھیرے سے بولا۔ وسوسے تو آتے ہیں۔ وولف بھی وسوسے کا شکار ہوا۔

”اپنے شوہر کے ساتھ، اس کا نکاح ہو گیا ہے۔“ مہک نے اسے وہ بتا دیا تھا جو وہ سننا نہیں چاہتا تھا۔ یا شاید وہ یہی سننے کی غرض سے آیا ہو۔ کیا کسی کی سماعت بھی اسے زخمی کر سکتی ہے؟ وولف کو یکدم چپ سی لگ گئی۔ جیسے وہ برسوں سے بولنا چھوڑ چکا ہو۔ وسوسوں کی بھی تعبیر ہوتی ہے کیا؟ اگر ہوتی ہے تو یہ اس کی سب سے بھیانک شکل تھی۔

”مجھے واقعی یہ سننا تھا کہ وہ میری نہیں ہے۔۔۔ اب میں اس کے خیالوں سے نکل پاؤں گا۔“ گھومتے ہوئے سر کے ساتھ وہ دماغ میں کچھ الفاظ ترتیب دے رہا تھا۔

”کہا تھا نا دکھ ہوگا۔۔“ مہک اس کا چہرہ دیکھتی تاسف سے گویا ہوئی۔

"کیسا دکھ۔۔۔؟" وہ مسکرایا۔

"وہ خوش ہے تو میں خوش ہوں۔ اسے غم نہیں تو مجھے بھی غم نہیں۔" وہ ایک کھلکھلاتی ہوئی مسکان کے ساتھ کہہ کر وہاں سے جا چکا تھا۔ مہک کو ساکت چھوڑ کر۔ وہ چند لمحے اپنے پیروں پر جمی رہی۔

★★★★★★

سورج جب آسمان کے کناروں سے قدرے اوپر آ چکا تھا تو دنیا اپنے روزمرہ کے معمولات میں ایک بار پھر مصروف ہو چکی تھی۔ ایسے میں جیل کے وہی بوسیدہ درو دیوار باہر کی دنیا سے کافی حد تک تاریک دکھائی دیتے تھے۔ البتہ رات سے دن میں پہنچنے تک اب ان پر بنے نقش ظاہر ہونے لگے تھے۔

سلاخوں کے پیچھے کھڑا شخص آج بھی اس کے لئے آنکھوں میں نفرت لئے ہوئے تھا۔ جبکہ احمد کی آنکھوں میں ٹھنڈک تھی۔

”تو کیا تمہارا ارادہ بدلا؟“ ٹھنڈک کی جگہ سوال اترا۔ حسن علی کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیں تھیں۔ احمد بغور اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

”تو کیا تم نے اسے کہا تھا مجھے قتل کرنے کو؟“

”کون؟ میں نے کسے۔۔۔ کیا کہا؟“ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔

”اتنے بھی معصوم مت بنو احمد جبریل۔“ اس کی جرح کرتی نظریں دیکھ کر احمد ہلکا سا مسکرایا تو آنکھیں بھی چھوٹی ہوئیں۔

”اگر تمہیں مروانا ہی ہوتا یا دھمکی دینی ہوتی تو جیل نہ بھجواتا۔۔۔ بلکہ سیدھا۔۔۔“ اس نے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کے ماتھے کی جانب کیں اور پھر ”ٹک“ کی آواز سے یوں اشارہ کیا جیسے پستول سے گولی چلائی جاتی ہے۔

حسن علی کی نگاہ کا تاثر بدل گیا۔

”تو لگتا ہے تمہیں کوئی عدالت میں دیکھنا نہیں چاہتا۔۔۔ یا پھر اپنے خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا۔“ احمد نے اسے مزید جلا دیا تھا۔

"سوچ لو، وقت کم ہے تمہارے پاس۔اپنی سزا کم کروانا چاہتے ہو یا ایک بے نام موت مرنا پسند ہے؟"

عمیق سرمئی آنکھیں حسن علی کو بہت کچھ باور کروا گئیں تھیں۔وہ پلٹ آیا۔اور اب وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ حسن علی کورٹ میں حکیم شاہ کے خلاف ضرور کھڑا ہو گا۔

"کچھ بھی ہو مگر دشمن کے دوست کو اس کا دشمن بنتے ہوئے دیکھنا بھی کمال لطف دیتا ہے۔" سن گلاسز لگاتے ہوئے وہ گاڑی کا دروازہ کھولتا بڑبڑایا۔

★★★★★★

اس کا رخ فاریہ چچی کے گھر کی جانب تھا۔اور کم وقت کی مسافت طے کر کے وہ وہاں پہنچ گیا تھا۔

"بہت دن بعد آئے ہو احمد۔۔۔ گاہے بگاہے چکر لگا لیا کرو، تمہاری عادت ہے ہمیں۔"

فاریہ چچی اسے دیکھ کر گویا ہوئیں۔

"اب بس مصروفیات ختم ہونے کو ہیں چچی۔ پھر تو یہاں آنے کے لئے بھی وقت ہی وقت ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ ہی کہیں گی کہ روز آجاتا ہے کبھی تو ناغہ کر لے۔" ابرو اچکائے بولا۔

"میں ایسا کبھی نہیں کہوں گی، تمہارے لئے تو ہرگز نہیں۔ تم چاہے یہیں آ کر رہ لو مجھے خوشی ہوگی۔" وہ شگفتگی سے ہنستے ہوئے بولیں۔ انہیں خوش دیکھ کر اسے اطمینان ہوا تھا۔

"ویسے چچی، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اب آپ مجھے اسپیشل محسوس کروا رہی ہیں، مجھے لگ رہا ہے کہ میں خاص ہوں۔" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"ارے تم خاص ہی تو ہو۔ بہت خاص ہو تم، کیونکہ تم الگ ہو۔"

"اور آپ بھی تو ہیں۔۔۔ بہت زیادہ معتبر۔"

"اب یہ تو تم بدلہ چکا رہے ہو۔" انہیں اچھا نہیں لگا۔

"آپ جانتی ہیں میں جھوٹی تعریف کرتا ہوں نہ ہی کوئی مبالغہ آرائی۔" اس نے یاد دلایا۔

"وہ تو ہے۔" ایک اور مسکان ان کے لبوں کو پھیلا گئی۔

"آپ کا منظورِ نظر آج کہیں دکھائی نہیں دے رہا؟" وہ جب سے وہاں بیٹھا تھا اسے نہ تو المان دکھائی دیا تھا نہ اس کی بہنیں۔

"وہ بہنوں کے ساتھ بچہ بن گیا ہے۔آج تو صبح ہی صبح انہیں لئے چھت پر چلا گیا،اب بھی کوئی کھیل کھیلنے میں مصروف ہوگا۔"

وہ چائے کا کپ اور کیک کی پلیٹیں جو اس کے آتے ہی پیش کیں تھیں میز سے اٹھاتے ہوئے بتانے لگیں۔

"المان اور کھیل۔۔؟ناممکن۔"احمد کا لہجہ بے یقین تھا۔

"ہاں دن بدن بہت بدلتا جارہا ہے وہ۔"وہ خوشگواریت سے بولیں۔

"لیکن وہ بچپن سے لے کر اب تک کبھی بھی نہیں کھیلا۔"وہ اپنی بے یقینی کو دور کرنے کی خاطر چھت کی جانب لپکا۔

عین سامنے المان کی تینوں چھوٹی بہنیں شرارتی انداز میں اس کے ارد گرد ہی بھاگتی شاید خود کو کسی چیز سے بچا رہیں تھیں۔وہ چیز المان ہے یہ اسے تب علم ہوا جب اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی دیکھی۔

واللہ۔۔۔وہ ان کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔احمد کے لئے یہ بات ایک نیوز کی طرح تھی۔ابھی وہ اپنی اس خوشگوار حیرت سے نکلا نہیں تھا کہ المان جو ہاتھ آگے کئے انہیں پکڑنے کی سعی میں تھا اس کے راستے میں کوئی چیز اٹکی اور وہ منہ کے بل نیچے گرا۔پل کے ہزارویں حصے میں احمد کا فلک شگاف قہقہہ گونجا اور اس کے پیچھے ماریہ،سفینہ اور شازیہ کے ہنسنے کی آوازیں دب سی گئیں۔

المان نے یکبارگی آنکھوں سے پٹی ہٹائی اور زمین بوس ہوئے ہی احمد کو دیکھا پھر اگلے ہی پل ایک گھوری سے نوازا۔

”پس ثابت ہوا کہ اندھا بھی گر سکتا ہے۔“وہ بڑبڑایا۔جب تک احمد سنبھل چکا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اسے دیا جسے تھام کر وہ اپنے قدموں پر واپس کھڑا ہوا۔

''تم نے چلتے ہوئے احتیاط نہیں کی۔اب سمجھے کہ اندھا ہونا کیسا ہوتا ہوگا؟''احمد اب بھی دھیما سا ہنس رہا تھا۔

''بس کریں، مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ویسے بھی میں آنکھ مچولی کھیل کر تھوڑی نہ بڑا ہوا ہوں۔''اس نے ہاتھ میں موجود سیاہ پٹی ماریہ کو تھمائی۔

''کیسی ہو تم؟''وہ ان تینوں سے مل کر اب ماریہ کے سامنے بیٹھا اس کے گال تھپک رہا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔''اس نے بڑی سی مسکراہٹ اچھالی۔

''تو اب یہ لوگ تمہیں سکھا دیں گے کہ کیسے کھیلتے ہیں، ویسے بھی انسان گر گر کر ہی بلندیوں تک پہنچتا ہے۔ایک دن تم بھی سیکھ جاؤ گے۔''ایک آنکھ دبا کر اسے دلاسا دیا۔الماان نے بس سر کو جنبش ہی دی۔

''ویسے آپ یہاں اچانک؟ خیریت ہے؟''وہ اس بار سنجیدہ تھا۔تینوں بہنیں اب آپس میں کھیلنے لگیں تھیں۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟اکیلا چھوڑ دوں گا تمہیں آنکھ مچولی کھیلنے کے لئے میں؟اب اتنا بے حس بھی نہیں ہوں۔''

گردن ذرا سی اکڑائے بولا۔

''یہ مت کہئے گا کہ خاص مجھ سے ملنے آئے ہیں آپ۔''المان توقع نہیں کر رہا تھا۔

''کیوں کہوں گا؟تم سے ملنے کون آیا ہے،میں تو چچی سے ملنے آیا تھا تم سے تو اتفاقاً مل لیا۔''وہ اس کی توقع پر پورا اتر رہا تھا۔

''میں واقعی آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ نے اتفاق سے قدموں کا رخ سیڑھیوں کی جانب موڑا اور پھر آپ کے قدم اتفاقاً نہیں پھلانگ کر چھت پر پہنچ گئے۔اور اتفاقاً آپ کی نظر مجھ معصوم پر پڑی اور نظر کے پڑتے ہی میں اوندھے منہ گرا اور پھر آپ کے اتفاقیہ قہقہے نے میری جو حوصلہ افزائی کی اس پر تو میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔''سینے پر ہاتھ رکھ کر اس نے ادب کا اظہار کیا۔

"بس بھی کرو اب کتنی تعریف کرو گے میری' آج ہر کوئی مجھے سراہتا ہی جا رہا ہے۔" وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر اک شانِ بے نیازی سے مخاطب ہوا۔

"کیا کریں پھر آپ کے تو اتفاق بھی ہم غریبوں کے لئے باعث مسرت ہوتے ہیں۔ چلئے اسی خوشی میں آپ کی کوئی خاطر تواضع کرتے ہیں۔"

المان نے ہاتھ اس کے شانے پر ٹکا کر نیچے کا رخ کیا۔

"خاطر تواضع تو تمہاری باتوں سے ہی ہو گئی کیوں نہ کچھ مسائل پر گفتگو کر لی جائے؟"

آسمان پر چھائے سفید روئی سے بادلوں کو تکتے معنی خیز لہجے میں بولا۔ المان نے سوالیہ دیکھا پھر کچھ سمجھ کر سر ہلایا۔

★★★★★★

ایسا بھی کیا فریب کہ اَن بَن کے باوجود

اس نے کہا کہ دیکھ، مجھے دیکھنا پڑا

www.novelsclubb.com

سورج ڈھل چکا تھا۔ مغرب کا وقت جا چکا تھا۔اندھیرے نے آسمان کا رنگ چھیننا شروع کیا اور اسے سیاہی سے روشناس کروانے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں موجود اس موبائل کو دیکھ رہی تھی جو آج ہی اسے حیدر بھائی نے گفٹ کیا تھا۔ابھی موبائل کے مختلف فنکشنز پر نظرثانی کر ہی رہی تھی کہ کسی غیر شناسا نمبر سے کال آنے لگی۔ سفیرہ نے چند لمحے اُس نمبر کو دیکھا پھر فون اٹھایا۔

''سنو۔۔۔ذرا باغیچے والی سائیڈ پر آنا۔'' وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہو بیٹھی۔فون سے آنے والی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔وہ اس آواز کو بالکل پہچانتی تھی۔

''حد ہے، تم۔۔۔؟ تمہارے پاس میرا نمبر کیسے ؟'' دبی ہوئی آواز میں چلائی۔اس کا دل زوروں سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔

''میں تمہارے کمرے کی بیک سائیڈ پر باغیچے میں انتظار کر رہا ہوں، سچ میں۔''

اس کا سوال نظرانداز کر گیا۔

"مگر کیوں؟" اس کی آنکھوں میں خفگی پھیلی۔ اسے اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس سے کسی قسم کی بھی توقع رکھ سکتی تھی۔

"پہلے یہ بتاؤ میرا نمبر کیسے ملا؟ تم کوئی جن بھوت ہو جو ہر خبر مل جاتی ہے تمہیں؟" اس بات پر وہ یقیناً حیرت کا شکار تھی۔

"تم سے وابستہ چیزیں تم تک پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچ جاتی ہیں، بس اس لئے۔"

"اور ابھی یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا ضرورت تھی۔" اب کے وہ بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑی تھی۔

"اس کا جواب بھی دے دوں گا ایک بار مل تو لو۔۔۔" وہ مطمئین سا لگ رہا تھا۔ سفیرہ کے دماغ کو کسی خیال نے چھوا۔

"میں شام گزر جانے کے بعد کسی سے نہیں ملتی مسٹر احمد۔" اس کی ادا میں بے نیازی جھلکی۔

"مگر میں کوئی نہیں ہوں، احمد جبریل ہوں میں۔" اسے بھی اپنے ہونے پر فخر ہو جیسے۔

”تو ہوتے رہو میں نے کہہ دیا نا نہیں ملتی۔“

”یاد ہو تو پہلی ملاقات ٹھیک اسی وقت پر ہوئی تھی ہماری۔“ وہ احتجاج ہی تو کر رہا تھا۔

”وہ بس ایک حادثہ تھا۔“

”ٹھیک کہا، اور وہ میری زندگی کا واحد حادثہ تھا جس نے میرے لئے بہت کچھ بدل دیا۔“

”اور میرے لئے سب کچھ۔“ اس کی آواز کہیں کھو گئی۔

”تو تمہیں آنا ہے یا میں جاؤں؟“ وہ فی الوقت حال میں رہنا چاہتا تھا۔

”دھمکا رہے ہو؟“ سفیرہ نے بھنویں سکیڑیں۔

www.novelsclubb.com

”میری اتنی مجال؟“

”آ کر بتاتی ہوں۔“ اور اس نے فون رکھ دیا۔ احتیاط سے قدم اٹھاتی وہ عقبی سمت والے باغیچے کے زینوں کا دروازہ وا کرتی سیڑھیاں اترنے لگی۔ نیچے پہنچ کر ارد گرد نظر گھمائی۔ سفید لائٹس کی مدھم روشنی میں دیکھا تو وہ جھولے پر بڑے آرام سے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ سفیرہ کے

قدم تھم سے گئے۔احمد نگاہیں اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ایک طلسم سا تھا جو فضا میں بکھرا تھایا کوئی اجالاایسا جو نگاہوں کو خیرہ کردے۔چند لمحے لگے تھے انہیں اس طلسم سے نکلنے میں۔

”تم نے کہا آکر بتاتی ہوں۔میں تو سچ میں ڈر گیا تھااور کیا خبر ایک منٹ اور گزرنے تک میں یہاں سے باہر جاچکا ہوتا۔“

معصومیت بھرے لہجے میں بولا۔سفیرہ نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔احمد اب ہاتھ پیچھے باندھے اس کے مقابل کھڑا تھا۔

”تو شام کے اس وقت کوئی کسی کے گھر میں یوں گھستا ہے کیا؟ذرا بھی جھجک نہیں ہوتی ؟“وہ سنجیدہ ہی رہی۔

”یہ کام پہلی بار کیا ہو تو پھر ہے نا۔“ڈھٹائی سے کہا۔سفیرہ کو اس کی بے باکی پر حیرانی ہوئی۔

”مطلب تم پہلے بھی یہاں آچکے ہو؟اُس دن۔۔۔کیا وہ سچ میں تم تھے؟“اس کا اشارہ اس دن کی جانب تھا جب وہ چند منٹ کے لئے اس جھولے پر آنکھیں موندے ہوئے تھی۔

"اب نہیں پوچھو گی کہ کیوں آیا ہوں؟" اس نے موقع کے سوال کو پھر سے نظر انداز کیا۔

"ہاں بتاؤ، آخر ایسی بھی کیا مجبوری تھی؟"

"اب جبکہ ہمارا ایک تعلق ہے جسے ہم کوئی نام دے سکتے ہیں تو میں چاہتا ہوں تم پچھلی سب رنجشیں اور تکلیفیں بھلا دو جو تمہیں میری وجہ سے پہنچی ہیں۔" سفیرہ نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔ وہ کس تعلق کی بات کر رہا تھا؟

"اس دن بھی تم خفا لوٹ آئیں اسی لئے میں یہ دینے کے لیے آیا تھا۔"

اس نے اوسط سائز کا ایک ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"ٹھیک ہے مگر ہمارا کون سا نیا تعلق بن گیا ہے؟" اس نے باکس لیتے ہوئے ہچکچاہٹ میں پوچھا۔

"کیا۔۔۔؟ مطلب تمہیں نہیں پتا کہ۔۔۔؟" احمد کے وہیں اٹک گیا۔

"کہ۔۔۔؟" وہ واقعی نہیں جانتی تھی۔احمد کا تعجب ایک دم تبسم میں ڈھلا۔اور وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے مسکرایا۔

"اب بول بھی دو۔"

"کیا تمہیں سچ میں نہیں پتا۔۔۔؟" احمد نے چہرہ نزدیک لے جا کر پوچھا۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔ تجسس کے مارے وہ اس کے اگلے الفاظ کی منتظر تھی۔

"تو پھر لاعلم ہی رہو۔" وہ ایک دم بولا اور سفیرہ کا اٹکا سانس بحال ہوا۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟" اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"سفیرہ۔۔۔؟" اس اثنا اس کے کمرے میں حیدر کی آواز گونجی۔ سفیرہ کو جیسے کرنٹ لگا اور ایسا ہی کچھ احمد کو بھی محسوس ہوا تھا۔دونوں نے بیک وقت ایک ہی احساس کے تحت ایک دوسرے کو دیکھا۔

★★★★★★

"تم جاؤ یہاں سے۔" عجلت میں اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے ایسے کیسے چلا جاؤں، پہلے یہ باکس تو کھولو۔" احمد کو جیسے فرق نہیں پڑا تھا۔ سفیرہ نے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب دیکھا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئے؟ بھائی نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا، ابھی جاؤ میں اسے دیکھ لوں گی۔" وہ تو پہلے بھی ملنے کے حق میں نہ تھی اب اسے مزید برا لگنے لگا تھا۔

"سفیرہ۔۔؟ کہاں ہو تم۔۔" حیدر کی ہلکی سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"جاؤ بھی۔" اس نے احمد کو دیوار کی جانب دھکیلا۔

"نہیں جا رہا، پہلے اسے کھولو۔" وہ بضد تھا۔ سفیرہ نے اسے گھورتے ہوئے جلدی سے باکس کھولا۔ اور تاثرات ایک دم ڈھیلے پڑ گئے۔ اس میں ایک طرف چاکلیٹس تھیں اور دوسری جانب ایک گھڑی۔

"واؤ۔" خوشگوار حیرت کے زیر اثر بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ پھر اس گھڑی کو ہاتھ میں لیے دیکھنے لگی۔ اس کی اسٹریپس کلاسک لیدر کی بنی تھیں۔

احمد نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک اور بالکل ویسی ہی گھڑی اس کے سامنے کی۔

"ہمارا پہلا میچنگ اوبجیکٹ، ایک ونٹیج اسٹائل واچ۔" اس کے لبوں کو نرم سی مسکراہٹ نے چھوا۔

"یہ بہت زیادہ خوبصورت ہے، تھینک یو۔" سفیرہ نے تہہ دل سے کہا۔

"وقت اب ہمارے درمیان نہیں آئے گا، ہم دونوں اس وقت کو ساتھ لے کر چلیں گے۔اور ایک ساتھ گزاریں گے۔"

وہ اس گھڑی کو دیکھتا سوچ رہا تھا۔اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا۔

"اچھا ٹھیک ہے نا، اب جاؤ بھی۔" وہ واپس اسی موڈ میں آئی۔اور ایک مرتبہ پھر اسے دھکیلا۔

"آرام سے بھئی، جا رہا ہوں میں۔"

"یاد رکھنا، تم نے مجھے دھکے دے کر نکالا ہے۔"

www.novelsclubb.com

آخر میں وہ شکوہ کرنا نہیں بھولا تھا۔اور پھر دیوار کے اس پار چلا گیا۔ سفیرہ نے جلدی سے گھڑی واپس ڈبے میں رکھی اور اسے جھولے پر رکھ کر خود تیزی سے زینے چڑھتی کمرے میں آ گئی۔

★★★★★★

دن جب پوری طرح رات کی قید سے آزادی حاصل کر چکا تو سورج بھی کناروں سے خاصا اوپر آ گیا تھا۔ایسے میں کورٹ روم کے بھورے تھیم میں ہر چیز باسی باسی لگ رہی تھی۔

تاریخ۔۔۔١١ اپریل۔۔۔

کمرۂ عدالت کی اونچی کھڑکیوں سے پردے ہلکے ہلکے سرکے ہوئے تھے اور باہر سے آتی سنہری روشنی میں ہلکی گرم ہوا ماحول کو مزید خستہ بنا رہی تھی۔

دو الگ الگ میزوں کے سامنے وکلاء تیار بیٹھے تھے اور اس کے برابر والی کرسی پر ہتھکڑی لگا ملزم جا گزیں تھا۔کمرے میں کئی اور جانے پہچانے چہرے کاروائی کے منتظر تھے۔

کچھ دیر بعد جج صاحب اپنی کرسی پر آ موجود ہوئے تو کاروائی شروع کرنے کا حکم صادر ہوا۔

ملزم، حکیم شاہ سفید بکھرے بالوں کے ساتھ اپنی شاطر نگاہوں سے خود سے دور ایک کرسی پر بیٹھے احمد کو دیکھ رہا تھا۔احمد نے آنکھیں ایک لمحے کے لئے بند کر کے اسے صبر رکھنے کا اشارہ کیا جس پر ایک تلخی و طنز سے بھری مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھری۔

وکیل، کیف ساہی جو سلطان چچا کا اپوائنٹ کیا گیا وکیل تھا اب عدالت میں حکیم شاہ کے جرائم منظر عام پر لاتے ہوئے ایک ایک کر کے ثبوت پیش کرنے لگا تھا۔

سب سے پہلے تو وہ دستاویزات جس میں اس کے کرتوتوں کا کچا چٹھا تھا وہ جسٹس کے سامنے رکھے گئے۔ جسٹس وقار سعید جو ساٹھ سال کے لگ بھگ تھا خاموشی سے منہ پھلائے بیٹھا وکیل کو سن رہا تھا۔

"دستاویزات قبول نہیں کئے جائیں گے، ثبوت لائے جائیں۔" لائیر کیف ایک پل کے لئے ساکت ہوا پھر ہلکی سی مسکان کے ساتھ سر ہلایا۔

"اب یہ ریکارڈنگ سنئے جج صاحب۔" لائیر کیف نے عدالت میں ایک ریکارڈنگ چلائی جس میں حکیم شاہ کی آواز واضح تھی اور وہ فون پر کسی کو بے رحمی سے مارنے کا حکم دے رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"او بجیکشن یور آنر۔" حکیم شاہ کے وکیل نے پیش قدمی کی۔ اسے بولنے کی اجازت دی گئی۔

"اس ریکارڈنگ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکیم شاہ کی آواز ہے۔ آج کل تو ایسے بہت سے سافٹ ویئرز ایجاد ہو چکے ہیں جو آواز کو بدل سکتے ہیں، لہٰذا اس پر یقین نہ کیا جائے۔"

وکیل کی درخواست مکمل ہوتے ہی جسٹس نے سر ہلایا۔

"یہ بات درست ہے، عدالت میں کوئی بھی ریکارڈنگ ثبوت کے طور پر پیش نہیں کی جائے گی۔" احمد نے ابرو اچکا کر چیف جسٹس کو بغور دیکھا۔ حکیم شاہ کے چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔

"میں اگلا ثبوت پیش کرنا چاہوں گا۔" کیف ساہی نے اس کی بات تسلیم کرتے تحمل سے کہا۔ جبکہ جسٹس نے بے چین تاثرات سے اجازت دی۔ احمد کی نظریں جج کی پیشانی اور آنکھوں

www.novelsclubb.com

پر تھیں۔اس کی پیشانی پر اضطرار کے بل اور آنکھوں میں ایک گھٹن سی تھی۔وہ بے بسی سے مسکرا کر رہ گیا۔

"تو مطلب انہوں نے مسٹر جسٹس کو خرید لیا ہے۔"اس نے ساتھ بیٹھے المان کو مخاطب کی۔

"لگ تو کچھ ایسا ہی رہا ہے۔"

"یہ ویڈیو ہمیں حکیم شاہ کی گاڑی میں لگے کیمرہ سے ملی ہے۔آپ دیکھ سکتے ہیں،اس میں صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص پیچھے بیٹھے کسی آدمی کو گن تھماتے ہوئے کیا کہہ رہا ہے۔"

اس نے ویڈیو آن کی جس میں حکیم شاہ فرنٹ سیٹ پر موجود تھا اور پچھلی سیٹ پر جو آدمی بیٹھا تھا اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔اس نے اس آدمی کو ایک گن دی اور بولا۔

"آج ہی یہ کام ہو جانا چاہیئے،میں اسے تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے رضامندی ظاہر کی گئی۔

اس بار حکیم شاہ کا چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔احمد اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ آرگنز کی اسمگلنگ۔۔۔" ابھی اتنا ہی بولا تھا کہ اسکرین سیاہ پڑ گئی۔ کیف ساہی نے سوالیہ نظروں سے جج کو دیکھا۔ شاید ڈیوائس اتار لی گئی تھی۔

حکیم شاہ اور اس کا وکیل سخت قسم کی سرگوشیوں میں مصروف تھے۔

"ابھی تو اور بھی بہت کچھ ہے جو میں آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ کیا اس ویڈیو کو دیکھنے کے بعد آپ کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ آدمی گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کر چکا ہے؟ اور آرگنز کی اسمگلنگ جیسا خطرناک جرم کیا آپ نظرانداز کر سکتے ہیں جج صاحب؟"

کیف ساہی کے لہجے میں طنز ابھرا۔

"یہ سراسر الزام ہے۔ اسے پھنسایا جا رہا ہے۔ میں کچھ دکھانا چاہتا ہوں جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ میرا موکل بے قصور ہے۔"

"اجازت ہے۔"

کیف ساہی نے حیرت سے جج کو دیکھا۔ وہ احتجاج کرنا چاہتا تھا مگر پھر تحمل سے اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔

حکیم شاہ کے وکیل نے چند تصویریں اور ویڈیوز عدالت کے سامنے پیش کیں جس میں خون، لاشیں اور ہتھیار تھے۔ ویڈیوز میں گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ اور ان میں سے چند جگہوں پر اس آدمی کا چہرہ ظاہر تھا۔ وہ چہرہ شاہ ویز جعفری کا تھا۔

"یہ شخص شاہ ویز جعفری ہے۔ اور اس کیس کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ یہی وہ آدمی ہے جو تمام قسم کے جرائم میں ملوث رہا ہے اور اب اس کا سارا کیا دھرا حکیم شاہ پر ڈالنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ کوئی اس شخص کو رات کے اندھیرے میں قتل کر گیا تھا۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ میرے مؤکل کو بری الذمہ قرار دیا جائے اور اصلی مجرم کو سزا دی جائے۔"

www.novelsclubb.com

حکیم شاہ کے ماتھے پر آیا پسینہ اب غائب ہو چکا تھا۔ چہرے کو پھر سے اطمینان نے گھیر لیا تھا۔ گردن ہلکی سی موڑ کر اس نے احمد کا چہرہ دیکھا۔ اس کے دیکھنے پر احمد نے متاثر کن انداز میں لبوں کو جنبش دی۔

"اسے لگتا ہے کہ یہ جیت گیا ہے۔" الماں کے لہجے میں افسوس تھا۔

”مگر جج صاحب کیا آپ اس ویڈیو کو نظر انداز کر دیں گے جس میں یہ آدمی واضح طور پر کسی کو جان سے مارنے کا حکم دے رہا ہے؟اور پھر آرگنز کی اسمگلنگ کے بارے میں آپ نے سنا ؟“

کمرۂ عدالت میں چند لمحے کے لئے موت کا سا سناٹا پھیل گیا۔ جسٹس وقار سعید کے گلے میں جیسے کچھ اٹک چکا تھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے ہوئے اور پھر جیسے کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

آخر میں یہ طے پایا کہ فیصلے کے لئے اگلے ٹرائل تک کا انتظار کیا جائے گا۔اور اس میں دونوں طرف سے کڑے ثبوت پیش کئے جائیں۔

www.novelsclubb.com

★★★

کمرۂ عدالت کے باہر راہداری میں وہ الماں، سلطان چچا اور اپنے وکیل کے ساتھ کھڑا تھا۔ دوسری جانب حکیم شاہ تھا جس کے گرد پولیس گھیراؤ ڈالے ہوئے تھی۔ وہ ایک شر آمیز

مسکراہٹ احمد کی جانب اچھال کر پولیس کے ساتھ چل دیا۔احمد کسی سوچ میں گم اپنے وکیل کی کوئی بات سن رہا تھا۔

"اگلے ٹرائل میں مجھے اس کیس کا فیصلہ سننا ہے۔"احمد اس کی بات کو نظر انداز کرتا قطعی لہجے میں بولا۔

"مگر آپ نے دیکھا، انہوں نے تو جسٹس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔"وکیل نے ایک اور پہلو دکھایا۔

"تو اس مسئلے کا حل پھر سلطان چچا نکالیں گے۔"چند معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا۔

★★★★★★

"چلو حویلی چلتے ہیں ساتھ ہی۔"الماان اس وقت احمد کے ساتھ گاڑی میں تھا۔

"نہیں میں حویلی نہیں جاؤں گا۔"الماان کے بنا سوچے سمجھے انکار پر احمد نے بغور چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

”میرا مطلب ہے کہ میں۔۔۔ابھی کچھ دن گھر میں رہ لوں۔“اس کے دیکھنے پر وہ گڑ بڑا یا۔

”میں نے تم سے پوچھا نہیں، بتایا ہے۔تم میرے ساتھ چل رہے ہو،امی کا خاص پیغام آیا ہے تمہارے لئے۔پولیس اسٹیشن سے واپس آنے پر تم ملے نہیں تھے ان سے۔اس لئے یاد کر رہیں ہیں تمہیں۔“

وہ ہنوز گاڑی کو حویلی کی جانب بڑھاتے ہوئے بتا رہا تھا۔المان رضامند ہو گیا اب نارضامند ہو بھی کیسے سکتا تھا۔

”تائی مجھے اب اپنے بیٹے جیسا سمجھتی ہیں۔“پتا نہیں اس کی آواز میں خوشی تھی یا تشکر۔

”کہنا کیا چاہتے ہو؟پہلے نہیں سمجھتی تھیں کیا؟“

”پہلے میں اتنا عزیز نہیں تھا۔میں نے نوٹ کیا ہے وہ پہلے مجھے اتنی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔جب سے بابا کا انتقال ہوا ہے تب سے وہ مجھ پر زیادہ مشفق ہو گئی ہیں۔“

"یہ شکوہ ہے یا غلط فہمی، میں نہیں جانتا۔ تمہیں یا امی کو ہی معلوم ہوگا۔ مگر میرے لئے تو تم ہمیشہ سے میرے بھائی ہی ہو۔" احمد اثر لئے بغیر بولا۔

"آپ کے منہ سے اپنے لئے ایسے الفاظ سننا پتا ہے کیسا ہے؟ جیسے گرمی کے موسم میں آسمان پر اچانک سیاہ گھٹائیں چھا جائیں تو محسوس ہوتا ہے نا۔۔۔ ویسا ہی۔"

"تمہیں اتنا اچھا محسوس ہوتا ہے؟ پھر تو مجھے اپنے الفاظ سنبھالنے پڑیں گے۔" اس نے گو خطرے کا ادراک کرتے کہا۔ الماں ہنس دیا۔ چند لمحوں کے سناٹے کو احمد کی آواز نے توڑا۔

"پتا ہے کچھ لوگ محبت اور اہمیت کو ظاہر کرنا نہیں جانتے۔ وہ بس اس اہمیت کو اپنے آپ تک محدود رکھتے ہیں۔ بتاتے ہیں نہ جتاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دل میں ہماری کیا اہمیت ہے یہ ہمیں تب ہی علم ہوتا ہے جب ہم ان پر گہرائی سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ یا تب جب کبھی کسی لمحے میں وہ خود اظہار کر دیں۔ ورنہ تو غافل ہی رہ جاتے ہیں۔"

اوراس کی بات پرالمان نے ایک دم ٹھہر کراسے دیکھا۔سانس اٹکا،دماغ میں جیسے کوئی کلک ہوا۔اور پھروہ سکتے میں چلا گیا۔وہ خود۔۔۔المان ابراہیم بھی توان لوگوں میں سے ایک تھا۔

★★★★★★

''تواس لئے وہ کہہ رہا تھا کہ ہمارا ایک تعلق بن گیا ہے؟اوراسی لئے اس نے میچنگ واچز لیں۔اس دن کی ایک یادگار کے طور پر۔''

ابھی ابھی اسے ماہی کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ حویلی میں اُس دن ان دونوں کی بات پکی کی گئی تھی۔

''کیااُنہوں نے میچنگ واچز لیں؟سچ میں؟''ماہی حیرت سے اچھلی۔

''آہ۔۔نہیں وہ۔۔۔''سفیرہ کواپنی عجلت کااحساس ہواتوکوئی عذرپیش کرنے لگی مگر۔

''اب بتابھی دو،مجھ سے تومت چھپاؤ۔''ماہی نے اسے ٹوکا۔کچھ سوچتے ہوئے اس نے وہ گھڑی ماہی کودکھائی۔

"یہ تو۔۔۔بہت ہی خوبصورت ہے سفیرہ۔"

"ہاں،اُس کی پسند ہے تواچھی۔"

"اب تم خود کو ہی دیکھ لو۔"ماہی نے ایک آنکھ دبا کراسے چھیڑا۔

"یہ بتاؤ،مجھے آگاہ کیوں نہیں کیا گیااس بات سے۔اتنی بڑی بات ہو گئی اور مجھے پتا ہی نہیں۔"ماہی کی بات نظرانداز کر کے پوچھا۔

"تمہیں تو پتا ہونا چاہئے تھا۔مگر شاید اس وقت تم وہاں موجود نہیں تھی جب یہ بات ہوئی۔خیر،اگر نہ بھی علم ہو تو کون سا تمہاری مرضی کے خلاف کہیں رشتہ طے ہو گیا ہے تمہارا۔"ماہی نے سینے پر ہاتھ باندھتے ابرو اٹھائے کہا۔

"تم بھی چھیڑ رہی ہو مجھے۔"اس نے رونی شکل بنائی۔

"ویسے کبھی کسی کی بات یوں بھی پکی ہوتے دیکھی ہے تم نے؟جن کی بات ہو رہی ہے اُن کو علم ہی نہیں اور بات پکی ہو گئی؟"اس کے چہرے پر خفگی طاری تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''تمہارا کیا دل تھا کہ یوں اعلان ہوتا، خواتین و حضرات ہوشیار، خبردار! سفیرہ بنت حسن علی خان کی بات احمد جبریل چوہدری سے پکی ہونے جارہی ہے۔اور پھر تین مرتبہ اس بات کا اعلان کرنے کے بعد سارے گاؤں میں مٹھائی بانٹی جاتی؟'' ماہی اونچی آواز میں اعلان کرنے کے انداز میں ہی بول رہی تھی۔ سفیرہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

''ویسے اگر دیکھا جائے تو اس لمبی اور کٹھن مسافت کے بعد اگر یہ سب بھی کیا جائے تو حرج نہیں ہے۔'' ایک مان سے کہا۔

''ہمارے ہاں بات یوں ہی خاموشی سے طے پاتی ہے۔ مگر تمہاری شادی پر تو میں پکا بہت انجوائے کرنے والی ہوں۔'' وہ پر جوش ہوئی۔ سفیرہ نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اسے چپت لگائی۔

''اتنی جلدی ہے مجھے یہاں سے بھیجنے کی؟'' اس نے گھورا تو ماہی نے بتیسی دکھائی۔

''اوہ یاد آیا۔'' پھر یکدم گویا ہوئی۔

''آج امی کو پھپھو کا فون آیا تھا۔''

www.novelsclubb.com

''پھر؟'' سفیرہ سنجیدگی سے سیدھی ہو بیٹھی۔

''معیز پر لگے الزامات ثابت نہیں ہو سکے تو اسے ضمانت مل گئی۔ پھپھو نے اسے بیرونِ ملک بھیج دیا ہے۔ اور وہ دھمکا رہی تھیں کہ بابا کو کچھ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔'' سنگین انداز میں بتا کر خاموش ہوئی۔

''ہم میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ بابا کو کچھ ہو۔ مگر حقائق کو نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔'' وہ کسی گہری سوچ میں جا ڈوبی تھی۔

''کاش ہماری فیملی اتنی عجیب نہ ہوتی۔۔۔ کاش ہم بھی عام لوگوں کی طرح ایک نارمل زندگی گزارتے۔''

ماہی کی وہی نا تمام سی خواہش ایک بار پھر زبان پر آگئی تھی۔ سفیرہ نے تسلی بخش انداز میں اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''کیا ایک نارمل زندگی جینے کا خواب اتنی قربانیاں دینے کے بعد بھی اپنی تعبیر کو پہنچ پائے گا؟'' وہ محض سوچ رہی تھی۔

"یا ہم اس خواب کے اندر ہی کہیں قید کر دیے جائیں گے!"

جواب نہیں ملا تھا۔ سارے جواب تو وہیں موجود تھے جہاں سے فیصلہ ہو کر آنا تھا۔

★★★★★★

گاڑی حویلی کے عین سامنے آکر رکی تھی۔ الماان کی نظریں اوپر اس سرخ اینٹوں سے مزین حویلی کی دیواروں سے ٹکرائیں۔ اس کا دل خوامخواہ اداس ہوا۔ احمد گاڑی سے نکلا تو اس نے بھی پیروی کی۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کا دل ڈرنے لگا۔

"یہ مجھے ہو کیا رہا ہے؟" الماان نے خود کو ٹوٹنے سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر جانے کیوں بنا کسی اوزار کے ہی دل میں خراشیں پڑتی جا رہی تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ وہ یہیں سے پلٹ جائے۔ بھائی سے کہہ دے کہ اسے نہیں سامنا کرنا اُس انا زادی کا جو اس حویلی کی ملکہ ہے، ورنہ آج الماان ابراہیم کچھ بھی بول نہیں پائے گا۔

مگر بلآخر اسے بوجھل قدموں کے ساتھ چلنا پڑا۔ حویلی کے صحن میں لگے درختوں کے پتے ہوا کے باعث ہل رہے تھے۔ وہ احمد کی تقلید میں لمبے برآمدے سے گزر کر فاطمہ خاتون

کے کمرے میں چلا آیا۔اسے دیکھتے ہی انہوں نے مسرت کا اظہار کیا اور کافی وقت باتوں میں گزار دیا۔الماان ان سے معمول کے لہجے میں محو گفتگو تھا۔

"اسے گھسیٹ کر لے کر آیا ہوں میں۔ بار بار یہاں آنے سے انکار کر رہا تھا۔"

احمد نے شکایت کی۔

"ایسی بات نہیں ہے تائی، میں بس تھکا ہوا ہوں اور کچھ نہیں۔ لیکن جب انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے خاص طور پر بلایا ہے تو میں فوراً تیار ہو گیا تھا۔بھائی بھی نا۔۔۔آدھی بات بتاتے ہیں۔"

اس نے اپنی جانب سے واضح کرنے کی کوشش کی۔احمد اور فاطمہ خاتون ایک ساتھ ہنسے۔الماان بھی انہیں دیکھتے مسکرا دیا اور اسی پل کمرے میں انا اور اجالا بھابھی کی آمد ہوئی۔

الماان نے اجالا بھابھی کو سلام کیا جس کا جواب دیتے ہوئے وہ بولیں۔

"کھانا لگ گیا ہے آپ سب آجائیں۔" اتنا کہہ کر وہ واپس پلٹیں تو انا بھی ان کے ساتھ ہی چلی گئی۔

کھانے کی میز پر اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو سے بھوک مزید بڑھ گئی تھی۔

”کیسے ہو الماان؟“ علما نے اسے دیکھتے مسرت سے پوچھا۔

”الحمدللہ، میں ٹھیک۔ آپ کیسی ہیں؟“ یہ نیا چہرہ الماان کے لئے اتنا بھی نیا نہیں تھا کیونکہ علما کا ذکر پہلے بھی کئی بار سن چکا تھا۔ علما نے بھی اثباتاً جواب دیا۔

”مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم سے ملنے سے پہلے بھی مل چکی ہوں، کیونکہ تم وہ واحد انسان ہو جو اس گھر میں نہ رہتے ہوئے بھی اس گھر کا ہی فرد لگتا ہے۔“

علما کی بات پر الماان نے ناسمجھی سے احمد کو دیکھا۔

”کیونکہ تمہارا بہت ذکر ہوتا ہے۔“ علما اس کا تاثر دیکھتی بولی۔

”اوہ اچھا۔“ وہ مسکرایا۔

”کیونکہ یہ بھی اس گھر کا ہی فرد ہے۔“ فاطمہ خاتون نے اس کی اہمیت میں اضافہ کیا تھا۔

وہ جھینپ سا گیا۔ پھر کھانے کی جانب توجہ مبذول کی۔

"ارے، یہ میری پسند کی ساری ڈشز خاص طور پر بنی ہیں یا کوئی اتفاق ہے؟" اس نے خوشگوار حیرت سے اپنے سامنے موجود پکوانوں کو دیکھتے پوچھا۔

"اب ہر چیز اتفاق تو نہیں ہوتی مسٹر المان۔" احمد اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔

اسی پل اسد بھی آ پہنچا۔ حال احوال پوچھتے ہی اس نے بھی نشست سنبھالی۔

"یہ سب کچھ تمہارے واپس آنے کی خوشی میں بنوایا ہے۔" فاطمہ خاتون نے نرمی سے بتایا۔

"بہت شکریہ تائی۔"

"چلو شروع کرو اب۔" ان کے کہنے پر اس نے سر ہلاتے ہوئے کھانا شروع کیا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر انا کو دیکھنے کی بھی سعی نہیں کی تھی۔ جب کوئی انسان آپ کی دسترس میں ہی نہ ہو تو پھر اس کی طرف دیکھنے کا بھی آپ کو حق نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی احساس کے تحت وہ ایک مرتبہ پھر خود کو دھوکہ دے رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ آنکھوں سے اوجھل ہونا دل سے اوجھل ہونے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

لنچ سے فارغ ہو کر وہ سب صحن کی ٹھنڈی چھاؤں میں کرسیوں پر آ بیٹھے تھے۔ اجالا بھابھی، علما اور انا کے ساتھ کچن میں موجود تھیں۔

"آج کے لئے بہت شکریہ۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ نے میرے لئے اتنا کچھ تیار کیا ہو گا۔" الماان اب بھی تشکر سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"بار بار شکریہ کہہ کر پرایا کر رہے ہو ہمیں؟ تم بھی میرے لئے احمد اور اسد جیسے ہی ہو۔"

"تم زیادہ فارمل مت بنو الماان، اچھا امی اگر ایسا ہے تو میرے لئے میری ساری پسندیدہ ڈشز کب بنوا رہی ہیں آپ؟" احمد نے ابرو اچکائے سوال کیا۔ الماان ہنسا۔

"کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تم۔" انہوں نے گھورا۔

"اب آپ بات بدل رہی ہیں، مجھے واقعی سننا ہے کب بنوا رہی ہیں؟"

"اسے دیکھو ذرا، آج بھی وہی بچوں والی ضد ہے اس کی۔ بنوا دوں گی تمہارے لئے بھی۔" انہوں نے ٹالتے ہوئے الماان سے خصوصی طور پر شکایت کی۔

"اسے کیوں بتا رہی ہیں وہ پہلے ہی جانتا ہے۔"

"اب لگتا ہے کہ مجھے بھی ضد کرنی پڑے گی۔" اسد اس کی ضد پوری ہوتے دیکھ میدان میں آیا۔

"آپ کی تو ہمیشہ پوری ہوتی ہے بھائی، آپ مجھ سے زیادہ لاڈلے ہیں۔" احمد نے ہمیشہ والا تیر پھینکا۔

"غلط۔۔۔یوں کہو کہ میں نے کبھی ضد کی ہی نہیں۔"

"تو میں کون سا ایڑیاں رگڑ رہا ہوں۔"

"لو ہو گئے یہ دونوں شروع۔" فاطمہ خاتون المان کو دیکھتیں تاسف سے بولیں۔

"آپ دونوں بس بھی کریں، میں ہوں نا سفارش کے لئے۔" المان نے دونوں کو حوصلہ دیا۔

"تائی آپ دونوں کے لئے بنوا لیجئے گا اور اُس دن مجھے مدعو کرنا نہ بھولیے گا۔"

"امی اس کے دوسرے جملے پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔"

احمد نے متوازن انداز میں مشورہ دیا۔

"یہ لیں جی، آپ کی چائے۔"

علما چائے کی ٹرالی لے کر حاضر ہوئی تھی۔اس کے عقب میں اجالا بھابھی بھی آ گئیں۔علما نے سب کو چائے سروکی اور خود باقیوں سے ذرا فاصلے پر انا کے ساتھ تختۂ خار اپر آ بیٹھی۔

"آج اتنی چپ کیوں ہو؟"سب کو باتیں کرتے دیکھ کر وہ اپنے برابر میں چائے کا کپ تھامے بیٹھی انا سے مخاطب ہوئی۔

"بعض اوقات ہم ناچاہتے ہوئے بھی خاموش رہ جاتے ہیں، کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ شاید ہمارے پاس کرنے کو کوئی بات نہیں ہے۔یا یہ کہ ہماری بات کی ضرورت ہی نہیں۔"

"انا اتنی سنجیدہ ہو کر اتنا حساس قسم کا جواب کب سے دینے لگی؟"علما نے حیرت ظاہر کی۔

انا اسے دیکھ کر مسکرائی۔

”ابھی آپ نے مجھے بہت کم جانا ہے۔میں سنجیدہ بھی ہوتی ہوں۔“

”تمہیں ہونا نہیں چاہیئے، تم ہلکے پھلکے موڈ میں ہی اچھی لگتی ہو۔“

”اور اگر ہونا پڑ جائے؟“

”تو پھر۔۔۔“علما کچھ سوچنے لگی۔

”پھر تو باقی سب بور ہو جائیں گے۔“اس بات پر انابے اختیار ہنسی۔جس کی آواز سب تک پہنچی تھی۔

”ہمارے بغیر ہی گپیں،ہاں؟سنو۔۔۔میں نہیں کھیل رہا۔“

احمد نے بلند آواز میں خفگی ظاہر کرتے دستبرداری اختیار کی۔

”آپ کیوں؟ہم آپ کو کھلا ہی نہیں رہے۔“انا اپنی جون میں آتے بولی۔

”دیکھ لیں امی اب یہ بھی مجھے اس طرح جواب دیتی ہے۔میں سچ میں نہیں کھیل رہا۔“

اس کے لہجے میں پہلے سے زیادہ بچپنا در آیا۔اسد انہیں سنتے ہوئے ہنستا جارہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں؟" احمد نے اسے بھی خفا خفا دیکھا۔

★★★★★★

عصر کے بعد احمد کو حسیب کی کال پر جانا پڑا تھا۔ الماں نے واپس جانے کی اجازت مانگی مگر فاطمہ خاتون اسے آج رات یہیں رکنے کو کہنے لگیں۔

"نہیں تائی میں پھر آؤں گا۔ آج چلتا ہوں۔"

"کیا ہوا ہے؟ اتنی سنجیدگی کیوں چھائی ہے؟" اسی سمے اسد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اسے کہہ رہی ہوں آج رات یہیں ٹھہر جائے مگر یہ سو بہانے کر چکا ہے۔ پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے پہلے تو ایک بار کہنے پر ہی مان جایا کرتا تھا۔" فاطمہ خاتون نے اسد کو وضاحت کرتے شکوہ کیا۔ الماں نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں ہوا تائی۔ پہلے تو بابا تھے، اور بات تھی، اب گھر میں صرف ایک میں ہی مرد ہوں۔ امی اور بہنوں کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہاہے امی۔ابھی جانے دیں ویسے بھی روز آتاجاتارہتاہے۔" اسد نے المان کا شانہ تھپتھپاتے کہا۔

"اچھاٹھیک ہے۔" اور وہ بلآخر مان گئیں تھیں۔

"چلیں پھر چلتاہوں، خفاتو نہیں ہیں مجھ سے؟"

"نہیں ہوں،اب جاؤاس سے پہلے کہ شام ہو جائے۔" ان سے مل کر وہ باہر نکل آیا۔

آسمان پر سورج کہیں دکھائی نہیں دے رہاتھا۔ہلکی ہلکی سرد ہوا بھی چلنے لگی تھی۔المان سر جھکائے چند لمحے حویلی کے صحن میں کھڑارہا۔پھر ایک گہرا سانس لے کر آگے بڑھا۔غیر ارادی طور پراس کی نگاہ زینوں کی جانب اٹھی۔علمااور اناسیڑھیوں پر بیٹھی باتیں کررہی تھیں۔وہ دل و دماغ کی متضاد آراءپر کشمکش کا شکار ہوا۔احمد کی گاڑی میں کی گئی آخری بات بھی اسے رہ رہ کر یاد آرہی تھی۔اور بلآخر وہ ہمت کر کے اُسی طرف چلا آیا۔

المان کواپنے سامنے دیکھ کر انااور علما یکدم خاموش ہوئیں۔وہ کچھ نہیں بولابس سوالیہ سے تاثرات کے ساتھ کھڑارہا۔

"اچھا تم دونوں بات کرو، میں ذرا چھت سے کپڑے اتار لوں۔ لگتا ہے موسم خراب ہو رہا ہے۔" علماان دونوں کی خاموشی کو محسوس کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور تیزی سے زینے چڑھتی اوپر چلی گئی۔ انا متذبذب ہوئی۔

"وہ۔۔۔" المان نے کچھ کہنا چاہا۔ انا نے بھی لب وا کیے۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔ اور پھر دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔

"میں تو تمہیں۔۔۔" ایک بار پھر دونوں کے الفاظ کا چناؤ ایک جیسا تھا۔ پھر ایک پل کے لئے دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوئی۔

"تم بولو۔" المان نے اس کی جانب اشارہ کیا۔

"نہیں تم بولو۔۔۔ سوری کیوں کہا؟" اس نے اپنی جگہ پر ساکت بیٹھے پوچھا۔

"اس دن ہاسپٹل میں تمہیں اکیلے چھوڑ جانے کے لئے۔" وہ سیڑھیوں کے جنگلے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ نظروں کا مرکز البتہ دیوار ہی رہی۔

www.novelsclubb.com

"اکیلے چھوڑ جانے کی معافی ہوتی ہے کیا؟"

اور المان کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچا۔

"تو کیا معاف نہیں کرو گی؟"

انا نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ سرد ہوا کے باعث صحن میں لگے درختوں کے پتے ادھر اُدھر بکھر رہے تھے۔

"المان ابراہیم کس سے معافی مانگ رہا ہے؟ مجھ سے یا اُس دیوار سے؟"

"تم سے معافی مانگ رہا ہوں۔" دیوار سے نظریں ہٹا کر اب کے اس نے اپنے جوتے کی نوک پر نظریں جما لیں۔

"پہلے مجھے معاف کردو۔"

"تم کیوں سوری کہہ رہی ہو؟"

www.novelsclubb.com

”تمہیں پریشان کرنے کے لئے، جتنی مرتبہ بھی تم میری وجہ سے مشکل میں پڑے اُس کے لئے۔۔۔سوری۔“

”تم نے مجھے معاف کیا؟“ الماں نے ایک پل کے لئے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔انا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔

”تمہاری غلطی سنگین ہے۔“ اس کے انداز پر الماں نے مسکراہٹ دبائی۔

”کیوں ؟ کیا اُس دن تم واقعی میری منتظر تھیں ؟“

”اگر واپس آنے کا کہہ کر جاؤ گے تو پیچھے رہ جانے والے کو انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔“ اس نے شانے اچکائے۔

”اسی لئے تو سوری کہہ رہا ہوں۔کیونکہ مجھے معلوم ہے انتظار کرنا کیسا ہوتا ہے۔“ وہ نرمی سے مخاطب تھا۔انا چند پل کے لئے جواباً کچھ بول نہیں پائی۔

”مجھے بالکل بھی تمہاری ضرورت نہیں تھی مگر اُس دن تم نے واقعی غلط کیا۔مجھے انتظار کروایا اور خود کو مشکل میں ڈالا۔“

www.novelsclubb.com

"مگر میں نے نہیں کہا کہ میں تمہاری وجہ سے مشکل میں پڑا ہوں اور۔۔۔"

وہ ایک پل کو ٹھہرا۔ بھوری آنکھوں میں ہچکچاہٹ اتری۔

"اگر تم کہہ دیتیں کہ تمہیں میری ضرورت ہے تو میں کبھی نہ جاتا۔" یہ شکوہ سرائی ہی تو تھی۔ انا کی سیاہ آنکھوں میں ضبط اترا۔

"میں نے کہا نا ضرورت نہیں تھی۔" اس نے دھیرے سے نفی کی۔ الماں خاموش رہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔اس بار معاف کر رہی ہوں مگر آئندہ کبھی مجھے انتظار کروایا تو زندگی بھر معاف نہیں کروں گی۔" یکایک تنبیہ کرتی ہوئی وہ اٹھی اور اوپر چھت کی جانب قدم بڑھا دیے۔

"یہ نہیں سنو گی کہ تمہیں معاف کیا یا نہیں؟" اس نے عقب سے پکارا۔

اس سوال پر انا نے حیرت سے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھا جائے تو تمہاری غلطی زیادہ سنگین ہے۔"اب کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کھیلتا لاپرواہی سے گویا تھا۔انا دو قدم واپس نیچے آئی اور اسی جگہ بیٹھ گئی۔

"تو میں اپنی اس غلطی کی تلافی کیسے کر سکتی ہوں مسٹر المان؟"المان کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔وہ عموماً معافی تلافی کی باتوں سے کوسوں دور رہتی تھی، مگر آج۔۔۔

"کیا تمہیں واقعی اتنا زیادہ افسوس ہے اس بات کا کہ میں تمہاری فکر کرتا ہوں؟"

یہاں المان کے لب ساکت ہوئے اور وہاں انا اپنی جگہ پر سن رہ گئی۔مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا۔

"کیا میں یہ بات پہلے نہیں کہہ پائی کہ تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟"

"مجھے یاد نہیں پڑتا۔لیکن اگر میں کہوں کہ مجھے ضرورت ہے تو پھر؟"

انا کو اس کی بات ہضم کرنے میں وقت لگنے لگا تھا۔

"سوری، میں تمہیں یہاں کسی الجھن میں ڈالنے کے لئے نہیں آیا۔ مجھے تو بس تلافی چاہیئے، اب سوچ لو کیا تم واقعی تلافی کر پاؤ گی؟"

"ہاں یقیناً، اگر تم کوئی فضول شرط نہ رکھو تو۔"

"میں شرط نہیں رکھوں گا، بس اتنا کہوں گا کہ مجھے تھوڑا سا اختیار دے دو۔۔۔ کم از کم اتنا کہ میں تمہاری فکر کر سکوں۔"

انا پر سے نگاہیں ہٹائے وہ اسی نرم انداز میں گو التجا کر رہا تھا۔ وہ سپاٹ تاثرات سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔

"مگر کیوں؟"

"کیونکہ بہت بار خود کو آزما چکا ہوں، مجھے پھر بھی تمہاری فکر ہوتی ہے۔"

صاف گوئی سے بولا۔ انا جواب نہیں دے سکی۔

"اچھا ابھی جا رہا ہوں، امید کرتا ہوں اگلی بار ملیں گے تو بارش ہو گی۔"

کہہ کر وہ دھیرے سے مسکرایا اور پھر یونہی جھکی نگاہیں لئے واپس پلٹ گیا۔

''اِسے ہوا کیا ہے؟'' انا نے جیسے اس کی باتوں کا اثر زائل کرنے کے لئے جھرجھری سی لی۔

''بارش ہوگی؟'' وہ ناسمجھی سے بڑبڑائی۔

''سنو مگر ہم اگلی بار کیوں ملیں گے۔۔۔؟'' انا اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر بولی مگر وہ دور جا چکا تھا۔ پھر بے بسی سے دروازے کو دیکھتی شکستہ قدموں سے واپس مڑ گئی۔

★★★★★★

لکڑی کے میز کے گرد وہ دونوں آمنے سامنے موجود تھے۔ ارد گرد کی چیزیں اندھیرے میں ڈوبی تھیں۔

''ان کی اگلی چال کیا ہوگی؟'' احمد نے پوچھا۔

''وہ یقیناً اپنے اسی کھیل کو جاری رکھیں گے۔ آخر کسی نہ کسی پر تو کیچڑ پھینکنا ہی تھا نہیں۔'' سلطان چچا نے جواباً کہا۔

”ہاں مگر ایک بات مجھے کھٹک رہی ہے۔“

”کیا بات؟“

”وہ حسن علی خان کا نام بھی تو لے سکتے تھے۔ وہ اسے اس سب کا ذمہ دار بھی ٹھہرا سکتے تھے، پھر کیوں؟ اسے کیوں سامنے نہیں لائے؟“

”تمہیں علم تو ہے کہ حکیم شاہ سیاست میں ماہر ہے۔ سوچو کہ اس نے حسن علی کا نام کیوں افشاں نہیں کیا؟“ سلطان چچا کے انداز کو مد نظر رکھتے اس نے سوچنا چاہا۔

”اس لئے کہ وہ اسے دکھانا چاہتا ہے کہ وہ اس کی سائیڈ پر ہے؟“

”بالکل۔“ انہوں نے سر ہلایا۔

”تاکہ وہ یہ سمجھ کر اس کے خلاف نہ جائے کہ حکیم شاہ نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ وہ ابھی بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کا دیا گیا یہ لالچ حسن علی کو مائل کر لے گا۔“ احمد نے مزید کہا۔

''ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ حکیم شاہ نے اتنا بڑا خطرہ یونہی نہیں مول لیا۔ اسے علم ہے کہ حسن علی خان ایک پاگل آدمی ہے، اپنی زندگی اور پیسے کے پیچھے۔ تو اس نے وہی رستہ چنا جو اسے ان حالات میں چننا چاہئے تھا۔''

احمد نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

''اس نے جیل میں اسے مروانے کی بھی کوشش کی۔ اور جب اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوا تو اسے اپنی طرف کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم یہیں سے اندازہ ہوتا لگا سکتے ہیں کہ وہ حسن علی کی مخالفت سے کتنا ڈر رہا ہے۔'' احمد کی زیرک نگاہیں سوچ میں ڈوبی تھیں۔

''تو پھر آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟''

اب کے اس نے پوچھا۔

''اسی لئے کہ اب میں اسے کیسے مناؤں؟ حسن علی تک اب تو حکیم شاہ کی حمایت کی بھی خبر پہنچ چکی ہوگی۔ ایسے میں تمہیں لگتا ہے کہ وہ اس کی مخالفت کرے گا؟''

انہوں نے احمد کی نگاہوں میں دیکھا۔ احمد سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"وہ مانے گا اور اسے ہر حال میں ماننا ہی ہوگا۔اس کے لئے آپ کو جو بھی کرنا ہے آپ کر سکتے ہیں۔یعنی کہ میری طرف سے آپ کو مکمل آزادی ہے۔اب آپ کیا کر کے اسے مخالفت پر مجبور کرتے ہیں یہ آپ ہی جانتے ہیں۔"

وہ عام انداز میں بولتا گیا۔

"تم سمجھ نہیں رہے ہو،اتنے کم وقت میں یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔"

"آپ ڈر رہے ہیں؟"حیرت ظاہر کیے بغیر بولا۔

"میں اور ڈر؟"سلطان چچا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔

"مجھے معلوم ہے،ڈر تو آپ کو چھو کر بھی نہیں گزر سکتا۔بس آپ یہ کام کرنا نہیں چاہ رہے۔"

احمد کا اندازہ درست ہونے پر سلطان چچا نے متاثر کن انداز میں اسے دیکھا۔

"لیکن یہ کام تو آپ کو کرنا ہی پڑے گا۔ پھر چاہے آپ کا وقت ضائع ہو، دل برا ہو یا جو کچھ بھی۔ آپ کو کچھ تو حصہ ڈالنا ہی ہے اس نیک کام میں۔"

اس نے کرسی سے ٹیک لگالی۔

"یہ کام تم خود کیوں نہیں کرتے؟ ایک یہی کام ملا تھا تمہیں مجھے سونپنے کو، میں تو ایسے لوگوں کے منہ لگنا ہی پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے فرضی کالر جھاڑے۔

"حالات کے پیش نظر انسان کو اپنا آپ بدلنا پڑتا ہے چچا۔ اور میں بیج بو چکا ہوں، آپ کو بس پانی دینا ہے۔"

"وہ بات تو ٹھیک ہے مگر تمہاری اس کے ساتھ کافی جان پہچان ہے، نہیں؟"

انہوں نے گواحمد کو چھیڑا تھا۔ وہ بے اختیار ہنسا۔

"جان پہچان تو میری بہت ہے۔ وہ مجھ سے بے انتہا نفرت کرتا ہے اور میری طرف سے اس نفرت کو مزید تقویت ملتی ہے۔ نفرت ایسی ہی ہوتی ہے، اتنی گہری ہو جائے تو کسی ایک کی جان لے کر ہی مٹتی ہے۔"

”تو تم تہیہ کر چکے ہو کہ مجھے ہی اُس قابل نفرت کے پاس بھیجنا ہے؟“

”آپ کے علاوہ کوئی اور اس کام کو سرانجام دے سکتا ہو تو بتایئے؟“

سلطان چچا ایک پل کو خاموش ہوئے۔

”اچھا تو پھر ٹھیک ہے، میں کر لوں گا۔اب تم یہی سمجھو بھتیجے، کہ یہ کیس تم جیت چکے ہو۔“ٹیبل پر ہاتھ مار کر انہوں نے جیسے اسٹامپ لگادی تھی۔

”جیت سے پہلے جیت تصور ہی کر سکتا ہوں مگر حقیقی جیت تو تب حاصل ہو گی جب وقت آئے گا۔اور جب وقت آئے گا تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔اب آپ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔“

احمد نے ان سے ہاتھ ملایا پھر گلے سے لگ کر باہر کو نکل گیا۔

★★★★★★

وہ کمرے میں کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی۔

”وہ آیا تو ایسے ہی تھا جیسے برسوں سے تم سے بات ہی نہ کی ہو۔“

www.novelsclubb.com

علما ہاتھ سینے پر باندھے اس کے گرد دائرہ بنا کر چل رہی تھی۔انا اس کے انداز کو کن اکھیوں سے بغور دیکھ رہی تھی۔

"لیکن کہہ کیا رہا تھا؟"

"معافی مانگ رہا تھا۔" اس نے عام لہجے میں بتایا۔

"مگر اس نے کیوں معافی مانگی؟"

"اس دن ہاسپٹل میں آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا تھا مگر آیا نہیں۔بس اس لئے۔"

"تم نے کیا کہا؟" وہ دیوار سے ٹیک لگا کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"میں نے کہا تمہاری غلطی سنگین ہے، مگر پھر بھی آخری بار معاف کر دیا میں نے اسے۔"

"آخری بار کیوں؟"

"کیونکہ اس شرط پر معاف کیا ہے کہ آئندہ انتظار نہیں کروائے گا۔"

علما نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"تم نے کچھ نہیں کہا اُس سے؟"

"کہا نا۔۔۔میں نے بھی معافی مانگ لی، مگر اسے تلافی چاہیے۔"

"ارے کیوں؟" اس نے ماتھے پر بل ڈالے۔

"جانے کیوں؟ اس کی باتیں تو میرے سر پر سے گزر گئیں۔" انا سے شانے اچکائے۔

"ایسی بھی کیا مشکل بات کر دی اس نے؟"

"پتا نہیں آپی، کیا کیا کہتا ہے۔ مجھے اس کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔" اس نے بات ہوا میں اڑانی چاہی مگر علما نے مزید استفسار کیا تو بولی۔

"کہتا ہے مجھے تمہاری فکر کرنے دو، بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی؟ میری فکر کرنے کے لئے میرا بھائی ہے نا۔"

"یہ تم نے اسے کیوں نہیں کہا؟"

"کیسے کہتی، وہ۔۔۔" انا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیا وہ؟" علما کے پوچھنے پر اس کا سانس کہیں اٹکا۔ واقعی اس نے المان سے یہ بات کیوں نہیں کہی؟ اس نے سوچا۔

"اس وقت مجھے خیال نہیں رہانا۔ اور پھر یہ باتیں مجھے کنفیوز کر دیتی ہیں۔ یہ انسان ہمیشہ مجھے کنفیوز کرتا ہے۔"

"حقیقت یہ ہے کہ تم اس کی بات سمجھنا ہی نہیں چاہتی ہو۔" علما نے دوسرا پہلو دکھایا۔

"میں اس کی بات کیسے سمجھوں؟ آپ یہ سنیں، وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ہم اگلی بار ملیں گے تو بارش ہو گی۔ اب اس بات کو سمجھنے کے لئے کیا مجھے کسی لغت کو پڑھنا ہو گا آپی؟" ابرو اچکائے اس نے مسئلہ بتایا۔ علما اس کی مشکل سن کر یکدم ہنس دی۔

"انا تم اتنی بھولی کیسے ہو سکتی ہو؟ دوسروں کی تو باتیں پکی کرواتی پھر رہی ہو مگر المان ابراہیم کی محبت کی زباں نہیں سمجھ پا رہی؟"

"استغفر اللہ آپی، محبت؟" وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ منہ میں جیسے زہر اتر گیا ہو۔

www.novelsclubb.com

"مجھے محبت کرنے والوں کو ایک ہوتے دیکھ کر خوشی ہوتی ہے مگر مجھے خود اس میں خاک دلچسپی نہیں ہے،اور آپ المان ابراہیم کے نام کے ساتھ محبت کا لفظ جوڑ کر ناانصافی کر رہی ہیں۔" وہ بیڈ پر جا بیٹھی۔

"کیوں؟ المان ابراہیم کے سینے میں دل نہیں ہے؟ یا وہ دھڑکنا چھوڑ چکا ہے؟"

"ہو گا اُس کے سینے میں دل مگر وہ صرف اس کے اپنے لئے دھڑکتا ہے کسی اور کے لئے دھڑک ہی نہیں سکتا۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو جبکہ تم نے اس کے دل میں جھانک کر دیکھا ہی نہیں۔"

"تو وہ مجھ سے سیدھی بات کیوں نہیں کرتا؟ پہیلیاں کیوں بجھواتا ہے۔؟ میں تو لوگوں کو پرکھنے میں اچھی نہیں ہوں، نہ ہی مجھے کسی کے دل کا حال معلوم ہے۔" وہ جیسے تھک کر بولی۔

"ہر انسان کو پرکھنا ضروری ہوتا ہے کیا؟ کیا ان کا ہمارے لئے ہر حالت میں اسٹینڈ لینا کافی نہیں ہوتا؟ کیا ان کی بے لوثی کافی نہیں ہوتی؟" علما نے اس کی رائے لینا چاہی۔

"انسانوں کا اچانک بدل جانا بھی تو شک میں ڈال دیتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''انسان اچانک نہیں بدلتے، یا وہ ہوتے ہی ایسے ہیں یا بہت پہلے ہی بدل چکے ہوتے ہیں۔ بس ظاہر اچانک کرواتے ہیں۔''

انا خاموش ہو گئی۔

''میں بھی امید کرتی ہوں کہ جب اگلی بار تم دونوں کا سامنا ہو تو بارش ہو۔''

وہ جانے سے پہلے اس کے قریب آکر مسکراہٹ دبائے بولی تھی۔ انا نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''اب تم بیٹھ کر تحمل سے سوچو کہ اسے اختیار دینا ہے یا نہیں؟'' علما کمرے سے جا چکی تھی۔

''کم از کم اتنا کہ میں تمہاری فکر کر سکوں۔'' جیسے الماان نے اس کے کان میں سرگوشی کی ہو۔ وہ دھک سے رہ گئی۔ پھر جھرجھری لے کر تمام سوچوں کو جھٹکا۔

★★★★★★

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لاہور کی فضا میں غبار کا عنصر موجود تھا۔ایسے میں کئی سڑکوں سے گزر کر تنگ گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک کشادہ گلی کے دہانے پر وہ گھر موجود تھا جس کے اندر رہنے والے مکینوں کی زندگی کا سکون پچھلے دس سالوں سے غائب ہو چکا تھا۔

نیم اندھیر کمرے میں ایک معذور وجود پلنگ پر ساکت پڑا تھا۔

"تمہاری۔۔۔ماں۔۔کہاں ہے؟" پلنگ پر لیٹے شخص کی زبان سے بمشکل نکلا تھا۔اس کے سامنے بائیس تئیس برس کا لڑکا کرسی پر بیٹھا تھا۔

"ابھی زندہ ہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں مخاطب ہوا۔اس شخص کی آنکھوں میں مایوسی کی لہریں ظاہر ہوئیں۔وہ چہرہ جو چند سال پہلے جوان تھا اب آہستہ آہستہ جھریوں کی طرف جا رہا تھا۔

"تم۔۔۔تم بھی جاؤ۔۔۔چلے جاؤ تم بھی۔" اس شخص کی آنکھ سے نرم گرم سے آنسو نکل کر کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے۔

”دل تو چاہتا ہے چھوڑ جاؤں مگر پھر احساسِ ندامت ہوتا ہے بابا۔جب جانے کی وجہ تھی تب جانے نہیں دیا اور آج جب رکنے کی وجہ ہے تو جانے کا کہہ رہے ہیں۔“اس کے لہجے میں ذرہ بھر بھی ہمدردی نہ تھی۔

”میں۔۔مرنا چاہتا ہوں۔مجھے موت۔۔۔کیوں نہیں آتی۔“اس شخص نے آنکھیں میچ لیں۔

”موت کیسے آئے گی۔آپ کو زندگی رکھنا چاہتی ہے نہ موت آپ کو قبول کرتی ہے۔ انسانوں کو ایسا حیوان بننے سے پہلے موت کے بارے میں سوچ لینا چاہیئے۔“اب کے اس کے لہجے میں لاغر پڑے وجود کے لئے ہمدردی تھی۔وہ شخص غم سے سر ہلانے لگا۔

www.novelsclubb.com

”تم میرا گلا دبا کر۔۔۔مجھے مار۔۔۔کیوں نہیں دیتے؟“اذیت کی لکیریں اس کی جبیں پر تھیں۔

"کیونکہ مجھ میں انسانیت باقی ہے۔ آپ کا دوسرا بیٹا تو چاہتا ہے کہ آپ کو مار دے اور اس بیمار وجود سے اس کی جان چھوٹے۔ آج آپ کسی اولڈ ہوم کے کمرے میں لاوارث پڑے ہوتے تکلیف میں اگر میں آپ کے بیٹے کو نہ روکتا۔"

وہ فرصت سے بیٹھا بول رہا تھا۔

"میں آپ کو ابھی بھی کئی تکلیف دہ باتوں کے ذریعے مار سکتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں آپ اچھے سے زندگی اور موت کی قیمت کا اندازہ لگا لیں۔" وہ اسے سنتے رہے۔

"تمہارا بھائی۔۔۔" بدقت زبان سے دو الفاظ پھسلے۔

"شکر کریں کہ وہ اس کمرے میں نہیں آتا۔ اگر کسی دن وہ یہاں آ گیا تو آپ کو ہمیشہ کے لئے سلا دے گا۔" اس کی بات پر اس شخص کی آنکھوں میں بے پناہ اذیت نمودار ہوئی۔

"ہاں میں ہی اسے یہاں نہیں آنے دیتا، اور وہ خود بھی تو نہیں آنا چاہتا۔ ایک لاچار و بے بس باپ کے ساتھ کیا باتیں کرے گا وہ؟ چھوڑیں اسے یاد نہ کریں آپ کو اذیت ملے گی۔"

مگران کے چہرے پر اب بھی سوال تھا، بے چینی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ اپنی زندگی میں اپنی بیوی کے ساتھ خوش ہے۔ وہ آپ کے بارے میں بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

وہ اتنا کہہ کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا پیالہ اٹھانے لگا۔

"چلیں اب دوا سے پہلے کچھ پی لیں۔" انہیں ٹیک لگوا کر اس نے یخنی کا چمچ آگے بڑھایا۔

اس شخص کی آنکھ سے آنسو نکلے۔ وہ بہت اذیت میں لگ رہا تھا۔ اس نے چمچ واپس پیالے میں رکھ کر اسے ایک طرف رکھا اور رومال سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"سزا اگر زندگی میں مل جائے تو آخرت کا بوجھ ہلکا ہونے کی امید رہتی ہے۔ آپ کو پتا ہے میں نے آپ کو مرنے کے لئے کیوں نہیں چھوڑا؟ کیونکہ یہ میری آزمائش تھی۔ دل میں لاکھ باتیں ہوں مگر والدین کے حقوق سے چھٹکارا ابھی تو نہیں پا سکتا تھا۔ اگر اللہ نے قیامت کے روز حساب مانگ لیا تو؟"

اس نے پوری وضاحت کی پھر پیالہ دوبارہ تھام لیا۔

"اسے پی لیں اب۔ پھر مجھے امی کے پاس بھی جانا ہے۔"

انہیں دوا کھلانے کے بعد وہ جانے کے لیے اٹھا۔

"شہریار۔۔"ان کی آواز پر وہ پلٹا۔

"ہو سکے تو۔۔۔مجھے معاف کر دینا۔"ان کا لہجہ ان کے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا۔

"آپ میری شرط جانتے ہیں۔ جس کے آپ مجرم ہیں اگر وہ معاف کر دے تو میں بھی معاف کر دوں گا۔"

"اسے ڈھونڈ لاؤ۔"آواز میں التجا تھی۔ شہریار ایک پل کے لئے انہیں دیکھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

"ہر روز اسے ڈھونڈتا تھا۔ ہر روز اسے ڈھونڈتا ہوں اور۔۔۔جب تک وہ مل نہیں جاتی میری تلاش ختم نہیں ہو گی۔"سارا درد اس کی سیاہ آنکھوں میں آکر سما گیا تھا۔ سیڑھیوں سے اتر کر وہ باہر جا رہا تھا جب پیچھے سے کوئی آکر اس کی ٹانگوں سے چپکا۔

"چاچو۔۔۔کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

اس نے نیچے بیٹھ کر اس ننھی جان کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا۔

"اپنے گھر جارہا ہوں۔"

"آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے؟"اس کے سوال پر شہریار تلخی سے مسکرایا۔

"کیونکہ میں بڑا ہو گیا ہوں۔جب آپ بڑے ہو جاؤ گے تو آپ بھی اکیلے رہنا پسند کرو گے۔"اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بولا۔

"مگر کیوں چاچو؟"

"یہ گھر آپ کے ڈیڈی کا ہے بیٹا۔اور آپ کے ڈیڈی بالکل اپنے ڈیڈی جیسے ہیں۔"

"میرے دادا جیسے؟"

"ہاں۔"

"مگر کیسے؟"

www.novelsclubb.com

"اُنہیں بھی گھر رشتوں سے زیادہ پیارا تھا۔رشتے پیارے ہونے چاہئیں صارم، گھر کو قائم رکھنے کے لئے بھی دیواروں سے زیادہ رشتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ کہہ کر مسکرایا تو صارم سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"چلو جاؤ تم کھیلو۔"

"مگر میں کس کے ساتھ کھیلوں؟ میرا کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہے۔آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں چاچو۔" صارم نے درخواست کی۔

"میرا گھر دور ہے، میں تمہیں ساتھ لے گیا تو تمہارے ڈیڈی ناراض ہو جائیں گے بیٹا۔"

"ہم ان کو منالیں گے۔" وہ پرجوشی سے بولا۔

"صارم۔۔؟ کہاں ہو تم؟" اسی پل مہربان کی آواز نے صارم کو ڈرادیا۔شہریار اسے واپس کھڑا کرتے ہوئے ایک طرف ہو گیا۔

"بہت فضول وقت ہے تمہارے پاس؟ اندر چلو۔" اسے اٹھا کر وہ پلٹ گیا۔ صارم نے گردن موڑ کر شہریار کو دیکھا تو وہ مسکرایا۔ مگر صارم کی آنکھوں میں خفگی کے ساتھ ساتھ آنسو چمک رہے تھے۔

★★★★★★

وہ پچھلے دو دن سے گھر میں ہی تھا۔ اس نے تب تک باہر نہ نکلنے کی ٹھانی تھی جب تک آسمان گھرے بادلوں کی زد میں نہیں آجاتا۔

"آپ کے لئے چائے بنادوں بھائی؟" سفینہ کمرے میں داخل ہوتی بولی تو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"نہیں۔۔۔ تم بتاؤ، تمہیں چائے پینی ہے؟" اس نے الٹا سوال کیا۔

"ہاں مجھے تو پینی ہے۔"

"تو تم یہیں بیٹھو، میں ہم دونوں کے لئے چائے بنا کر لاتا ہوں۔" الماں فوری طور پر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

”آج انہیں کیا ہوا؟“سفینہ کو شاک لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو کپ تھامے اس کے سامنے ہی آبیٹھا۔

”لو آج میرے ہاتھ کی چائے پیو۔“ایک کپ اس کی جانب بڑھایا۔

”آج خیریت ہے؟ کوئی خاص دن ہے؟“

”نہیں تو۔۔۔بس تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔“

”جی جی کریں۔“سفینہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

”تمہیں تو لڑکیوں کی نیچر کا پتا ہو گا، اگر کوئی لڑکا یہ ظاہر کروائے کہ وہ ایک لڑکی سے نفرت کرتا ہے، اسے بالکل پسند نہیں کرتا۔ تو وہ لڑکی بھی اسے ناپسند کرے گی؟“

سفینہ نے بات سمجھی پھر اثبات میں سر ہلایا۔

”بالکل۔“

''اور اگر وہی لڑکا بعد میں یہ کہے کہ وہ اس سے نفرت نہیں کرتا بلکہ اسے پسند کرتا ہے تو پھر؟'' وہ منتظر نظروں سے سفینہ کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''تو پھر۔۔۔وہ دو نمبر آدمی ہے، پورا کا پورا فلرٹی اور دھوکے باز۔'' المان کو یکدم کھانسی آئی۔اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

''کیا؟'' اسے یقین نہیں آیا۔

''ہاں سچی، مجھے تو یہی لگتا۔'' اس نے شانے اچکائے۔

''تم سمجھی نہیں یار، مگر وہ لڑکا سچ میں اسے پسند کرتا ہے،اس نے پہلے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا کیونکہ وہ خود بھی کنفیوز تھا مگر اب اس کے جذبات واقعی سچے ہیں۔''

وہ اسے یقین دلانے لگا۔سفینہ نے بغور اسے دیکھا۔

''کہیں وہ آپ ہی تو نہیں ہیں؟'' المان چپ رہ گیا۔اس نے نگاہیں چرائیں۔

''نہیں۔۔نہیں، میں کیسے ہو سکتا ہوں۔وہ۔۔۔'' اس نے کچھ سوچنے کی سعی کی۔

"وہ تو میرا دوست ہے۔" پھر خیال آنے پر مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں وہ میرا دوست ہے اور وہ اس لڑکی کے لئے واقعی سیریس ہے۔ وہ اس کو کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتا، وہ بس اسے ہمیشہ خوش رکھنا چاہتا ہے۔"

اب کے اس نے سوالیہ نظروں سے اپنی بہن کو دیکھا۔ سفینہ کچھ سوچنے لگی۔

"تو پھر اسے چاہئے کہ وہ اس لڑکی کو بتا دے کہ وہ اس کے لئے واقعی سیریس ہے۔"

"مگر وہ یقین نہیں کرتی۔"

"کیا اُس نے اس لڑکی کو بتا دیا؟" سفینہ نے پوچھا۔ المان نے یاد کرنا چاہا۔

"وہ اس کی پرواکرتا ہے، اس نے اس کے بھائی سے اپنی شادی کی بات بھی کی تھی تو اس کا یہی مطلب ہوا نا کہ وہ سب کچھ جانتی ہے۔"

سفینہ نے تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ کیسے جانتی ہو گی بھائی۔۔۔وہ اس کی پرواکرتا ہے یہ بات اگر خود اس کو بتائے گا نہیں تو کیسے سمجھے گی وہ؟"

"مگر اس نے اسے یہ کہا تھا کہ وہ اس کی فکر کرتا ہے۔اب بھی نہیں سمجھی ہو گی؟"

"ہاں اس بات سے وہ کچھ تو سمجھ گئی ہو گی۔ مگر جس طرح سے آپ نے بتایا کہ وہ پہلے ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔"

"نفرت نہیں ناپسند۔"الماان نے اسے ٹوکا۔

"ایک ہی بات ہے بھائی، تو پھر وہ لڑکی بھی اسی کشمکش میں ہو گی کہ آیا وہ واقعی اس کے لئے وفاپرست ہے یا نہیں؟"

الماان چند لمحے خاموش رہا۔

"تو اسے ایسا کیا کرنا چاہئے کہ جس سے وہ اُس پر اعتبار کر لے؟"

"یہ تو بہت مشکل ہے۔"وہ دھیرے سے بولی۔

"کیوں؟ کیا مشکل ہے؟"

"پھر تو اس لڑکے کو چاہئے کہ وہ خطرہ مول لے۔" بہت سوچنے کے بعد اس نے تجویز پیش کی۔

"کیسا خطرہ؟" الماں ارتکاز توڑے بغیر بولا۔

"اُس کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا۔ جو کچھ وہ محسوس کرتا ہے اسے بتا دے، کیونکہ کوئی شخص سچا ہے جھوٹا یہ گواہی تو اس کی آنکھیں ہی دے دیتی ہیں۔ اگر وہ اس کی آنکھوں کو پڑھنا جانتی ہے تو اعتبار کرلے گی ورنہ۔۔۔ پھر وہ لڑکا خود کو انکار کی اذیت سہنے کے لئے تیار کر لے۔"

"انکار کی اذیت تو اسے پہلے ہی مل چکی ہے۔ اب بس اس اذیت سے نجات چاہتا ہے۔"

اسے جواب مل گیا تھا۔ اور اب اس نے اپنے ارادے کو مزید پختہ کر لیا تھا۔ اب وہ اپنے دل میں کوئی بات نہیں رکھنا چاہتا تھا، جو سچ تھا وہ اسے بتا کر ہی سکون حاصل کر سکتا تھا۔ اسی خیال کے تحت اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگا یا۔

www.novelsclubb.com

★★★★★★

اپریل 14۔۔۔۔۔

''میں یہاں بہت خوش ہوں اور میں آپ کو بھی بہت مِس کر رہی ہوں۔'' فون کان سے لگائے وہ اب اداس لگنے لگی تھی۔

''تو یہاں آجاؤ۔'' دوسری جانب سے کنول کی آواز آئی۔

''میں نے کہا نا میں یہاں خوش ہوں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو یہاں آجانا چاہئے۔'' علما کھل کر بولی۔

''ہم بھی آجائیں گے۔جب تمہاری شادی ہو گی تب تو ہم ضرور آئیں گے۔'' وہ مسکرا دی۔

''اچھا یہ بتائیں بابا کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں بس۔۔۔ہم دونوں ہی تمہارے بغیر بور ہو گئے ہیں۔''

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ان سے بات کروائیں۔" وہ بہت دیر تک ان سے بات کرتی رہی۔اوراس کے بعد اس نے مہک کو ویڈیو کال کرلی تھی۔اب کے وہ اُس سے کیمبرج کے حالات دریافت کررہی تھی۔

"واپس کیمبرج کب آرہی ہو؟ میں تمہیں بہت مِس کررہی ہوں۔" مہک کے لہجے میں اداسی تھی۔وہ معمول کے حلیے میں عبایہ پہنے گھر سے باہر کسی شاپ کے قریب بیٹھی تھی۔

"میں خود تمہیں یاد کررہی ہوں،اسی لئے تو فون کیا ہے۔واپس بھی آؤں گی جلد ہی،اپنے ٹاؤن کو یونہی بھول تو نہیں سکتی۔" اسے بھی کیمبرج کی بات کرتے اداسی نے گھیرا تھا۔مہک اسے اب اپنی روٹین سے آگاہ کرنے لگی تھی۔کیمبرج والوں سے بات چیت ہوجانے کے بعد وہ ہلکا پھلکا محسوس کررہی تھی۔

اسی پل لیپ ٹاپ کو بند کرنے سے پہلے اسکرین پر کوئی نوٹیفکیشن ظاہر ہوا۔اور معاً ہی چمکتی اسکرین پر مسٹر حیدر کالنگ لکھا نظر آنے لگا۔علما نے اچھنبے سے اسکرین کو دیکھا۔ویڈیو کال تھی، اس نے حجاب درست کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے کال اٹھائی۔وہ چھوٹتے ہی اس سے حال دریافت کرنے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ٹھیک ہوں، کیسے فون کیا آپ نے؟" وہ فریش لگ رہا تھا۔

"میں نے نمبر کھولا اور کال والا بٹن دبایا تو کال ہو گئی۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ علما نے بمشکل مسکراہٹ سمیٹی۔

"میرا مطلب ہے کہ کیوں کال کی آپ نے؟"

"ملاقات کے لئے راضی نہیں آپ، اب کیا اپنی بیوی کو کال بھی نہیں کر سکتا میں؟" حیرانی سے دریافت کیا۔

"لوگوں کی بیویاں شکایتیں کرتی ہیں کہ ان کے شوہر انہیں کال نہیں کرتے اور ایک میری منکوحہ ہیں جنہیں یہ شکایت ہے کہ ان کے شوہر نے کال کیوں کی؟" اس نے بھرپور مذمت والے انداز میں کہا۔ علما ساکت ہوئی۔

"نہیں کر رہی شکایت، میں نے تو بس ویسے ہی پوچھا تھا۔" وہ فوراً مکری۔

"ٹھیک ہے، مان لیتا ہوں تھوڑی دیر کے لیے۔"

"تھوڑی دیر کے لئے کیوں؟"

"آپ سے بات جو کرنی ہے۔"اور علما اس بار ہنسی روک نہیں پائی۔ حیدر کے لبوں پر بھی نرم تبسم ظاہر تھا۔

"چلیں پھر کریں بات۔"

"ایک منٹ۔۔۔ یہ بتائیں میرا نمبر کس نام سے سیو کر رکھا ہے؟"حیدر کے سوال پر اس نے نا سمجھی سے سوالیہ ابرو اٹھائے۔

"آپ کے نام سے ہی سیو کیا ہے۔۔۔ کیوں؟"

"میرے کس نام سے؟"

"اوہ ہاں۔۔۔ آپ کے تو کئی نام ہیں، سوچیں کس نام سے سیو کیا ہوگا؟ حیدر۔۔۔؟ اتاش؟ حیدر اتاش؟ حیدر علی؟ یا کچھ اور؟"علما سنجیدگی سے ایک ایک نام انگلیوں پر گنوا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"جس بھی نام سے سیو کیا ہو، مگر مجھے سن کر افسوس ہوا۔" اس نے شکایتی نگاہوں سے دیکھا۔

"کیوں؟" وہ چونکی۔

"اپنے شوہر کا نمبر اُس کے نام سے کون سیو کرتا ہے؟"

"تو پھر۔۔۔ کس نام سے کروں؟"

"یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔۔" حیدر چاہتا تھا وہ خود سے سمجھ جائے۔ علما جانتی تھی کہ اکثر لڑکیاں اپنے منگیتر یا شوہر کے نام سَول میٹ، لائف لائن اور انت الحیاۃ وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ سیو کیا کرتی تھیں۔

"نہیں آپ بتائیں کہ میں کس نام سے سیو کروں؟" مگر وہ چاہتی تھی حیدر خود بولے۔

"اچھا یہ بتائیں میرا نمبر کس نام سے سیو کیا ہے؟" اب کے علما نے پوچھا۔

"میں نہیں بتا رہا۔" اس نے شانے اچکائے۔

"بتادیں، اب آپ کو شرم تو نہیں آرہی؟" مگر اس کے استفسار پر بھی وہ نہیں بولا۔ اگلے چند منٹ کی ہلکی پھلکی گفتگو کے بعد اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا تھا۔ وہ اب تک حیدر کے ساتھ ہوئی گفتگو پر مسکرا رہی تھی۔ کھڑکی کے اُس پار آسمان کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک گہرا سانس لے کر رب العالمین کا شکر ادا کیا تھا۔ زندگی کئی مسافتوں کو طے کرنے کے بعد اب بلآخر آسانی کی جانب گامزن ہو گئی تھی۔

★★★★★★

دن کا اجالا ہر سو پھیلا تو سفید گھر کی دیواریں سبز لان کے بیچ و بیچ چمکنے لگیں۔ گھر کے اندر سے باتوں اور ہنسی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"حیدر بھائی آپ بہت میچور ہو گئے ہیں، میں آپ کی شخصیت سے مرعوب ہو جاتی ہوں۔" ماہی نے تبصرہ کم شکوہ زیادہ کیا تھا۔

حیدر اور سفیرہ امی کے ساتھ ہال کے صوفوں پر براجمان تھے۔ جبکہ ماہی کچن سے برآمد ہوتی اپنی نئی کیک ریسیپی ان کے سامنے میز پر رکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھ میں تو ذرا بھی رعب نہیں ہے۔" حیدر نے اس کا بنایا گیا کیک کاٹ کر پلیٹ میں ڈالا۔

"آپ میں رعب ہے' بس آپ کو پتا نہیں ہے۔" سفیرہ نے یہ کہتے ہوئے بڑے آرام سے حیدر کے ہاتھ سے پلیٹ لی تھی۔ اس نے دفعتاً اسے دیکھا جو ایک ہی بائٹ میں پلیٹ خالی بھی کر چکی تھی۔ ماہی ادھ کھلے منہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ مدیحہ بیگم نے بقیہ کیک کے پیس کرتے ہوئے اس حرکت پر غور نہیں کیا تھا۔

"اسی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مجھ میں کتنا رعب ہے اور تم لوگوں پر اس رعب کا کتنا اثر ہے۔" حیدر نے دونوں کو گھورا۔ سفیرہ معصومیت سے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔ جبکہ ماہی نظریں چراتی واپس کچن کی جانب چل دی۔

"سنو، کیک واقعی بہت اچھا بیک کیا ہے۔" سفیرہ نے تبصرہ کیا۔ حیدر نے اسے خاردار نظروں سے دیکھا تو وہ وہیں چپ ہو گئی۔

"بھائی، کیک ابھی باقی ہے آپ وہاں سے کھا لیں نا۔" قدرے ڈھٹائی سے بولی۔

''اچھا۔۔۔تم نہیں کھاسکتی تھی وہاں سے؟''

''کیاہواتم لوگوں کو۔۔۔لو یہ کھالو۔'' مدیحہ نے ان کی نوک جھوک سن کر ایک اور پلیٹ حیدر کو تھمائی۔

''مجھے لگا آپ نے میرے لئے پلیٹ میں ڈالا ہے۔'' سفیرہ پھر معصومیت سے گویا ہے۔

''بس کرو میری مرعوب بہن۔'' وہ اسی خفگی سے بولتا کیک کھانے لگا۔

''کھالیں، آپ کے لہجے میں تھوڑی مٹھاس آئے۔'' وہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

''اچانک کیوں جھگڑ رہے ہو؟'' مدیحہ دونوں سے مخاطب تھیں۔

'' جھگڑا کہاں ہے امی، بہن بھائیوں میں یہ چیز کامن ہے۔آپ ہمارے پیار کو لڑائی کا نام نہ دیں۔''

''ایسا پیار مجھے اور کہاں مل سکتا تھا امی؟ یہ دو مرعوب ہستیاں اس گھر میں نہ ہوتیں تو آپ کا بیٹا کس کے ہاتھ کا کیک کھاتا۔''

''ظاہر سی بات ہے امی کے ہاتھ کا۔ صاف پتا چل رہا ہے مکھن لگا رہے ہیں۔'' ماہی کہیں سے نمودار ہوتی کہہ رہی تھی۔

''دونوں بہنیں ایک سائیڈ پر ہو گئی ہیں، امی اب آپ کو ہی میرا ساتھ دینا ہو گا۔''

''ہاں جی، ماؤں کو تو ویسے بھی بیٹے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔'' سفیرہ نے حیدر کی چال کو اسی پر الٹاتے ہوئے کہا۔

''ماں کے لئے ساری اولاد برابر ہوتی ہے۔ تم لوگ آپس میں کرتے رہو جو بھی ہے، مجھے اس معاملے سے دور رکھو۔'' مدیحہ بیگم نے خود کو الگ رکھتے کہا۔

''تم دونوں بہت تیز ہو، میں چھ سال گھر سے باہر رہ کر بھی یہ نہیں سیکھ پایا کہ خواتین کی زبان کو مات کیسے دی جاسکتی ہے۔'' وہ تاسف سے بولا تھا۔ جس پر سفیرہ کا بے اختیار قہقہہ گونجا تھا۔

''آپ سیکھ بھی نہیں سکتے، مردوں کا عورت کے ساتھ کوئی مقابلہ ہے ہی نہیں، کسی بھی پہلو سے۔'' ماہی فخریہ بولی۔

”تمہارا کیک واقعی بہت زبردست بنا ہے۔“ اسی پل حیدر نے متاثر کن انداز میں سراہا۔

”سچی؟“ اس کے چہرے پر خوشی کا تاثر غالب آیا تھا۔ اور وہ مشکور نظر آنے لگی تھی۔

”مجھے طریقہ مل گیا۔“ اچانک حیدر نے اعلان کیا جس پر سب نے چونک کر دیکھا۔

”کون سا طریقہ؟“ تینوں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

”خواتین کی زبان کو مات دینے کا طریقہ۔“ وہ فاتحانہ مسکرایا۔

”اور وہ ہے اُن کی تعریف۔ کیا ہوا جو ہم خواتین کو بحث میں نہیں ہرا سکتے، کم از کم ہم ان کی تعریف کر کے انہیں خاموش تو کروا ہی سکتے ہیں۔“ حیدر مسکراہٹ لبوں کے پیچھے روکے بولا اور ان کے درمیان سے اٹھ کر چلا گیا۔ تینوں خواتین اپنی جگہ پر ساکت ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔ دور کھڑے حیدر نے پلٹ کر انہیں دیکھا تو اس بار مسکان ہونٹوں پر بکھرتی چلی گئی۔

★★★★★★

16 اپریل۔۔۔۔

وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس بالوں کو جیل سے پیچھے کی جانب کیے فریش لگ رہا تھا۔ سلطان چچا کے ہمراہ وہ وکلاء کی محفل میں بیٹھا ان کے سیاسی و سماجی موضوعات سے لے کر حرص و طمع تک ہر قسم کی گفتگو سن چکا تھا۔

"آپ احمد جبریل کو اپنے ساتھ لے کر آئے، اس کے لئے شکریہ۔ ورنہ میں تو سمجھا تھا کہ اسے شعبوں اور عہدوں سے تعلق رکھنے والوں میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔"

آفیسر جبار نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے، میرا بھتیجا شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی دل سے عزت کرتا ہے۔" سلطان چچا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ احمد ان پر ایک نگاہ ڈالتا سیدھا ہوا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔ مجھے نہ تو شعبوں میں کوئی دلچسپی ہے نہ ہی عہدوں میں۔ مگر انسان اِن پوزیشنز سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ خود کو انہی پوزیشنز کا تابع نہ بنالیں۔"

آفیسر نے ہنستے ہوئے سر ہلایا۔

”کیونکہ آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ اگر عہدیدار عیش کے عادی ہوں تو پھر عام لوگوں کے حصے میں اسیری ہی آتی ہے، اور مجھے غلامی سے اور غلام بنانے والوں سے نفرت ہے۔“

دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس کا اشارہ رشوت خوری کی جانب بھی تھا۔ محفل میں بیٹھے کئی افراد نے قہقہہ لگا کر بات کو جیسے ہوا میں اڑایا۔ احمد نے بھی مسکراتے ہوئے پیچھے کو ٹیک لگالی۔ اس کے بعد نہ تو اُس نے کسی کی گفتگو میں حصہ ڈالا نہ کسی نے اسے مخاطب کرنا چاہا۔ وہ بوریت کا شکار ہوتا جانے کس خیال کے تحت وہاں بیٹھا اس غیر دلچسپ گفت و شنید کو سنتا رہا۔ یہ اسٹیٹس والے لوگ تھے، جسے شو آف کروائے بغیر وہ نہیں سکتے تھے۔

”بہت شوق تھا انہیں تم سے ملنے کا، جبار تو کہہ رہا تھا کہ ملنے آتے رہا کرو۔“ واپسی پر سلطان چچا نے بتایا۔

”جی بہتر۔“ اس نے سر ہلا کر دو لفظی جواب دیا اور گاڑی زن سے آگے بڑھالی۔

★★★★★★

وہ منڈیر پر بیٹھا اوپر افق پر نمودار ہوتے سفید روئی جیسے بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آسمان بھی میرا صبر آزما رہا ہے!" المان نے یاسیت سے کہا۔

"آپ کس انتظار میں آسمان کو تک رہے ہیں؟" عقب سے اس کی بہن نے سوال کیا تھا۔

"بارش۔۔۔مجھے بارش کا انتظار ہے۔"

"کیوں؟" المان نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔

"میں نے سنا ہے بارش کا محبت سے بہت گہرا تعلق ہے۔کیا واقعی ایسا ہے؟"

"ان فلمی باتوں کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟" سفینہ اس کے برابر میں آبیٹھی۔

"ہاں تمہیں کیسے معلوم ہوگا۔مگر مجھے لگتا ہے کہ برسات کا کچھ تو تعلق ہے محبت سے۔"

"آپ بے موسمی بارش کا انتظار کیوں کر رہے ہیں؟"

"بے موسمی بارش نہیں ہے، تم نیوز نہیں دیکھتی ہو؟"

"چلیں اگر بارش ہو بھی گئی تو کیا کریں گے آپ؟"

"بارش ہو گئی تو ظاہر ہے کہ۔۔۔میں بھیگوں گا اس میں۔"اس نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

"بس اس لئے ؟محبت کا تو اس میں کہیں ذکر نہیں ہے۔"

"کیونکہ بارش ہی محبت ہے۔"وہ سرگوشی کرکے اٹھا اور نیچے چلا آیا۔سفینہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھ نا سمجھی سے سر ہلایا تھا۔

★★★★★★

اپریل 18۔۔۔۔

صبح پانچ بجے سے پہلے بجلی کڑکنے کی آواز نے اسے بیدار کیا تھا۔وہ چھت پر کھلے آسمان تلے سو رہا تھا۔آنکھ کھلی تو آسمان پر چھائے سیاہ بادلوں کا دیدار ہوا۔

المان یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"لگتا ہے آج زوروں کی بارش ہونے والی ہے۔"اس نے خوشگواریت سے خود کلامی کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''تو الماں ابراہیم کا انتظار ختم ہوا چاہتا ہے۔''اس کے اندر جوش اترا اور بھوری آنکھوں میں چمک سمٹی۔

منظر بدلا اور اسی پل سرخ در و دیوار کی حویلی میں صحن کے بیچ و بیچ وہ سفید دوپٹہ اوڑھے نماز پڑھنے میں مصروف تھی۔دھیرے دھیرے چلتی ہوا کی ٹھنڈک اس کے اندر تک سرایت کر رہی تھی۔

انا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے آسمان کو دیکھا تو سیاہ گھٹائیں یکجا ہوتی دکھائی دے رہیں تھیں۔

''مجھے صحیح فیصلہ لینے کی توفیق دے دیں یارب!''اس نے شدت سے دعا کی۔

''جو بات بھی ہے آپ میرے دل میں ڈال دیجئے،مجھے ڈر ہے کہ میں کوئی غلط فیصلہ نہ لے لوں۔''کئی لمحے اس کی زبان خاموش اور دل اللہ سے باتیں کرتا رہا۔

''بارش۔۔؟اس آنے والی بارش کو باعثِ خیر بنا دیں اللہ!''پھر اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لیے۔

★★★★★★

یہ آٹھ بجے کا وقت تھا۔ صبح چھے بجے ہلکی ہلکی پھوار ہو گزری تھی جبکہ اس وقت آسمان پر گھرے بادل پھر سے نمودار ہو رہے تھے۔ یخ ہوا ہنوز نرمی سے چل رہی تھی۔

"آج کا دن بے حد اہم ہے۔ آج اگر فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ جانے سے قبل فاطمہ خاتون سے مخاطب تھا۔

"اللہ کرے کہ تم کامیاب لوٹو۔" اور پھر ان کا پیار لیتے ہوئے وہ انا سے مل کر چلا گیا تھا۔

احمد کا رخ پہلے سلطان چچا کی جانب تھا۔ ان سے رپورٹ لینے کے بعد اسے اپنے وکیل سے کچھ گفتگو کرنی تھی اور پھر کورٹ میں اسے اِس کیس کو جیتنا تھا۔

نو بجے وہ وکیل کے ساتھ میٹنگ سے فارغ ہوا تو اب کے ان کا رخ کورٹ کی جانب تھا۔ راستے میں ہی اس نے المان کو کال ملالی تھی۔

★★

المان نو بجے ہی گھر سے نکلا تھا۔ اسے آج حویلی جانا تھا۔ یہ اُس کی زندگی کا سب سے اہم دن ہونے والا تھا۔

"امی میرے لئے دعا کیجئے گا۔" اس نے جانے سے پہلے فاریہ خاتون کو سینے سے لگائے کہا۔

"میرا دل تو ہر وقت تمہارے لئے دعائیں کرتا رہتا ہے۔" انہوں نے خفگی سے جواب دیا۔

"آج میرے لئے خاص دعا کریں امی، آج مجھے بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔"

"اچھا بیٹا، آج میری سب سے خاص دعائیں تمہارے لئے ہوں گی۔" اس کا گال تھپک کر انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کی ضد پوری کی۔ المان ان کے ہاتھ پر بوسہ دے کر باہر نکل گیا۔

وہ راستے میں تھا جب بارش برسنا شروع ہو چکی تھی۔ المان نے نگاہیں سامنے دکھائی دیتے آسمان کی جانب اٹھائیں۔ وہ مسکرایا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ دل میں ولولوں کا ایک سمندر تھا

کہ جسے پناہ نہ ملتی تھی۔ وہ حویلی سے چند منٹ کی ڈرائیونگ پر تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دیکھا تو احمد بھائی کا فون تھا۔

کال لیتے ہوئے اس نے فون کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے وہ کچھ کہہ رہا تھا۔

"کیا ابھی ضروری ہے؟" الماں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ آنے والے جواب سے اس کا جوش ماند پڑ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار رقم ہوئے۔

"جی ٹھیک ہے، میں آتا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے فون رکھا۔

متفرق خیالات کی تگ و دو میں وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ کیا اسے اب اتنا قریب پہنچ کر گاڑی واپس موڑنا ہوگی؟

"جانے قدرت نے میرے نصیب میں کیا لکھا ہے!" اس نے تھک کر سوچا۔

★★★★

تند ہوا کے ہمراہ بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔اس موسلا دھار مینہ پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ستون کے قریب چبوترے پر بیٹھی بوندوں کی قربت کو محسوس کررہی تھی۔ذہن میں کئی انواع کے خیالات جل تھل بپا کیے ہوئے تھے۔

"بارش تو ہو گئی۔۔۔مگر کسی کی ملاقات کا وقت نہیں ہوا۔"

انہی ہزاروں منتشر خیالات میں سے ایک خیالِ راسخ یہ بھی تھا۔انا کے لبوں پر اداس سی مسکان ظاہر ہوئی۔

"کیا مجھے بلاوجہ انتظار کی عادت پڑ رہی ہے؟"ایک اور خیال کوندے کی مانند اس کی جانب لپکا۔

"یہ عادتیں ہمیشہ انسان کو بے بس کرتی ہیں۔اور بعض اوقات ہم خود بے بس ہونا چاہتے ہیں۔"اس نے آہ بھری۔آس وامنگ نے اس کے دل میں جگہ لی۔وہ متجسس نظروں سے دور اُس بند کواڑ کو تک رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آج انا زادی نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے۔۔۔اگر تم آ گئے تو میں تم پر یقین کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

وہ من میں ہی مکینِ خیال سے مخاطب ہوئی۔

"اور اگر آج تم نہ آئے نا؟ تو سمجھوں گی تم بھروسے کے قابل نہیں ہو۔۔۔ تمہیں دھوکے باز سمجھ کر ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لوں گی۔"

اس نے سنگ دلی سے سوچا۔ بارش بنا تھکے خود کو زمین کے لئے وقف کر رہی تھی۔

برجستہ چوکھٹ پر دستک کی آواز نمودار ہوئی۔انا کے فرش پر جمع پانی میں چلتے ہاتھ کی حرکت تھمی۔ نگاہ دروازے کی جانب اٹھی۔دستک ایک مرتبہ پھر ہوئی اور مسلسل ہوتی چلی گئی۔انا کو لگا یہ دستک اس کے دل پر جاری ہے۔

"کوئی بے صبر چوکھٹ پر کھڑا میری صبر آزمائی کر رہا ہے۔" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔دستک کی آواز مزید بلند ہوئی۔

"بارش میں بھیگنے کے باوجود اِسے قوتِ حوصلہ نہ ملی!" اس نے ایک اور تبصرہ کیا پھر تیز ہوتی دستک کے پیشِ نظر اٹھ کر دروازے تک پہنچی۔ بارانِ رحمت نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

کواڑ وا کرتے ہی اس نے اپنے سامنے متوقع شخص کو کھڑے پایا۔ وہ بھیگے بالوں کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"دستک کے بھی کچھ آداب ہوا کرتے ہیں۔"

برکھا کے شور میں اُس کی بلند مگر پُرشکوہ آواز نے الماں کو اپنی نگاہِ ضبط اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"دروازہ کھولنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں، مکینوں کو دستک کی نوعیت سے سمجھ لینا چاہئے کہ دہلیز پر کھڑے دیوانے کو کوئی ایمر جنسی بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ انا اس کی شتاب زدگی پر سنجیدگی سے دو قدم پیچھے ہٹی۔

"ایسی بھی کیا ایمر جنسی تھی؟" ابرو اچکائے اس نے تعجب سے استفسار کیا۔

"باقی سب کہاں ہیں؟" اس کے سوال کو قصداً نظرانداز کرتے وہ عقب میں نظر گھماتا بولا۔

"اپنے کمروں میں۔۔۔اور میں تمہاری بدولت اِس بارش میں بھیگ رہی ہوں۔" اس نے مخصوص انداز میں گلہ کیا۔

"اور میں بھی تمہاری وجہ سے۔" انا کے بالمقابل کھڑے اس نے جواب دیا۔

"میری وجہ سے کیوں؟" صحن میں کھڑے پانی میں ان دونوں کے پاؤں مکمل بھیگے ہوئے تھے۔زور آور ریح کے تھپیڑوں کے ساتھ باراں کی بوندیں ان کے چہروں پر لگ رہی تھیں مگر وہ اس سب سے بے نیاز نگاہوں کو مکمل کھولے انا کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں بمشکل کھل رہی تھیں۔

"میں نے کہا تھا نا کہ اگلی بار ملیں گے تو بارش ہو گی۔" وہ مرغوب لہجے میں بولا۔

"تم اس دن سے بارش کا انتظار کر رہے تھے؟" انا نے تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میرا تم سے ملنا تو آج کے دن مقرر کر دیا گیا تھا۔ قدرت والا تو سب جانتا ہے اور اس نے یہ سب کچھ پہلے سے طے کر رکھا تھا۔" اس نے دھیما الحان اپنایا۔ بارش کا نزول پہلے سے کہیں زیادہ تیزی سے ہو رہا تھا۔ انا جواباً کچھ بول نہ پائی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔۔۔ بہت دیر سے۔۔۔ بہت وقت سے۔۔۔ تب سے جب سے مجھے تمہاری کمی محسوس ہونا شروع ہوئی، جب میں تمہیں ہرٹ کرنے کا کوئی خیال بھی نہیں لانا چاہتا تھا تب سے۔ اور اُس وقت سے جب میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں کوئی خراش بھی نہ پہنچے۔"

وہ عجلت میں بولا۔ انا اس کے ایسے معجل طرزِ تکلم پر حیرت زدہ رہ گئی۔

"زبان سے کہہ دینے پر اہمیت بڑھ تو نہیں جاتی، نہ ہی دل کی کیفیت بیاں ہو سکتی ہے۔ اور بتا دینے سے جذبات ثابت بھی نہیں ہوتے۔ اسی سبب مجھے لگتا تھا کہ محبت میں اظہار لازم نہیں ہوتا۔" اس کے الفاظ نے انا کو خاموش کروا دیا تھا۔ وہ اس کے دل کو بے چین کر رہے تھے۔

"میں سچ میں یہ سمجھتا تھا کہ کسی کی فکر کرنا، اس کی بات سننا، اس کی عزت کرنا، اس کی حفاظت کرنا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر یہ اب جانا کہ میرے تمام جذبے تو رائیگاں ٹھہرے، میرے سامنے میری خواہش جو میرے لئے خواہش سے کہیں بڑھ کر تھی سمندر کی لہروں کی مانند مجھ سے دور جانے لگی۔ مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ میں نے کہاں غلطی کی؟ کیا مجھ میں کوئی خامی تھی یا وہ میرا طریقہ تھا جو تمہیں برا لگا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہیں چاہ کر بھی مجھ پر بھروسا نہیں ہو سکتا مگر میں تمہیں سچ میں۔۔۔"

وہ تسلسل کے ساتھ بولتے ہوئے اچانک رُکا۔ نگاہ اٹھا کر مبہوت کھڑی انا کو دیکھا۔ بارش کے قطرے جو موتیوں کی لڑی کی صورت گر گر کر ٹوٹتے جا رہے تھے دفعتاً مدھم پڑ کر ان کی نظروں کا تبادلہ دیکھنے لگے۔ ایک لمحے کے بعد الماان نے لب وا کیے۔

"آج الماان ابراہیم۔۔۔ یہ اعتراف کرتا ہے کہ اُسے انا زادی سے محبت ہے۔"

بارش کا شور اجاگر ہوا۔ قطروں نے پوری قوت سے ان پر برسنا شروع کر دیا تھا۔

"تمہیں بھلے میرا ساتھ برا لگے اور میرے الفاظ جھوٹے۔ مگر میرے دل میں تمہارے لئے ہمیشہ عزت رہے گی، میں نے تمہارے لئے کبھی برا نہیں سوچا نہ ہی میں کوئی برا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے بس تمہیں ایک ہمسفر کے طور پر چننا چاہا تھا۔ اور اس بھری دنیا میں مجھے واقعی انازادی ہی اپنے جوڑ کی لگی۔ وہ انازادی جو کسی سے امیدیں نہیں رکھتی، وہ جو اپنی تکلیفیں دوسروں پر عیاں نہیں ہونے دیتی، وہ انازادی جس کے فیصلوں سے الماان ابراہیم بھی ڈرتا ہے۔" وہ آنکھوں میں خوف سجائے دھیرے سے مسکرایا۔ انازادی اپنی جگہ پر سن کھڑی تھی۔ یوں جیسے کوئی مجسمہ کبھی نہ پگھلنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

"مجھے جلدی واپس جانا ہے، میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ابھی وہ سب کہہ دوں جو میں تمہارے لئے محسوس کرتا ہوں مگر میرے الفاظ میرا ساتھ نہیں دے رہے۔ مجھے نہیں علم کہ کون سے الفاظ یہ طے کرتے ہیں کہ سامنے والا یقین کرلے گا۔ نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ تم میری مخلصی پر اعتبار کیسے کرو گی۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں انازادی کے معیار پر پورا بھی اترتا ہوں یا نہیں۔"

وہ بے بس تھا مگر اس کی گفتگو روانی سے جاری تھی۔ وہ انا کو ایک لمحے کے لئے بھی بولنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

''اب ایک ایسے بے خبر انسان کی زبان سے اگر یہ الفاظ نکلیں کہ وہ ایک لڑکی سے انسیت رکھتا ہے تو بھلا کون پاگل یقین کرے گا سوائے اس لڑکی کے جس کو اُس نے چاہا۔ کیونکہ انسان اسی کی قربت کی خواہش رکھتا ہے جس سے اسے مطابقت ہوتی ہے۔'' مسکراہٹ لبوں کے پیچھے روکے وہ بولا۔

حویلی کے درختوں سے گزرتی ہوا کا شور بارش کی ٹپ ٹپ سے ملتا تو اِک ساز کی سی آواز پیدا ہوتی۔ انا کے پاؤں بھی اس کی دھڑکنوں کی مثل ساکت و جامد لگ رہے تھے۔

''میں بہت وقت ضائع کر چکا ہوں مگر زندگی نے آج پہلی بار یہ موقع دیا ہے کہ میں تم سے کھل کر بات کر سکوں۔ مجھے اور بہت کچھ کہنا تھا انا۔۔۔ مگر میں اب یہاں اور نہیں رک سکتا۔ کاش میں یہیں کھڑا رہ کر تم سے وہ سب باتیں کہہ سکتا جو میں نے ہر خیال میں تمہیں خط کی صورت لکھی تھیں۔ مگر یہ مجبوریاں ہر جگہ آڑے آ جاتی ہیں۔ جانتا ہوں تمہارے من میں

www.novelsclubb.com

الجھنیں پیدا ہوئی ہوں گی، تم بھی بہت کچھ کہنا چاہتی ہو گی یا میرا سر پھاڑ دینے کا ارادہ بھی رکھ سکتی ہو مگر فی الحال میں اس سب کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

جانے اس کی زبان نے کیسے یہ ربط قائم کر رکھا تھا مگر وہ اپنے احساسات کو لفظوں میں سمیٹنے کی بھرپور سعی کرتا نظر آرہا تھا۔ مقدر دور عینک لگائے کھڑا دونوں کی ملاقات بغور ملاحظہ کر رہا تھا۔ یوں جیسے کبھی اُن دونوں کے بارے میں کچھ مکتوب ہی نہ کیا گیا ہو۔

"مجھے بس یہی بتانا تھا کہ تم میرے لئے ضروری ہو۔۔۔ بہت ضروری۔ واپس آکر تمہارا جواب ضرور سنوں گا۔ پھر چاہے وہ انکار ہی کیوں نہ ہو۔ اب مجھے اس مرض لا علاج سے چھٹکارا بھی تو پانا ہے۔"

"میں جا رہا ہوں مگر آج میرا انتظار مت کرنا' ایسا نہ ہو کہ انتظار لمبا ہو جائے۔" اسے ایک معمور نظر دیکھتا وہ واپس جانے کے لئے پلٹا۔ انا زادی جو سانس روکے کھڑی تھی اُس کے رخ موڑنے پر کچھ کہنا چاہا مگر آواز ہچکی میں بدل گئی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھی اور وہیں تھم گئی۔ صحن

میں کھڑے پانی پر قدموں کی چاپ پیدا ہوئی۔الماں وہیں۔رک گیا پھر نیم رخ موڑ کر انا کو دیکھا۔

”احمد بھائی نے بلایا ہے، جانا تو پڑے گا۔“ اتنا بتا کر وہ چلا گیا تھا۔انا سانسیں بحال کرتے ہوئے شکستہ پاسی وہیں کھڑی رہ گئی۔

★★★★★★

”میں نے دیر تو نہیں کر دی آنے میں؟“ سلطان چچا کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد الماں نے سوال کیا تھا۔

”تمہاری شکل دیکھ کر ہی لگ رہا ہے ریش ڈرائیونگ کر کے آئے ہو۔“

اس کا سوال نظر انداز کرتے وہ گویا ہوئے۔

”اب سماعت بھی تو جاری ہے، حسن علی کے ساتھ بات چیت اچھے سے ہو گئی تھی نا آپ کی؟ ایسا نہ ہو کہ وہ مکر جائے۔“ گاڑی زن سے آگے بڑھاتے وہ بولا۔

”تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ یہ عدالت جانے والا حلیہ ہے تمہارا؟“

انہوں نے الماں کے نم کپڑوں کی جانب اشارہ کیا۔ وہ گلابی پڑتی نگاہوں سے انہیں حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگا۔

''مجھے کون سا جج کو امپریس کرنا ہے جو بن سنور کر عدالت جاؤں گا۔'' اس نے منہ پھلایا۔ سلطان چچا خاموش رہ گئے۔

''آپ تو میری باتوں کو ایسے نظرانداز کر رہے ہیں جیسے اُس دن وقار سعید نے ہمارے وکیل کے ثبوتوں کو نظرانداز کیا۔'' وہ بے حد سنجیدگی سے شکوہ کر رہا تھا۔

''تم جسٹس صاحب سے کچھ زیادہ ہی متاثر لگتے ہو۔'' وہ ہولے سے بڑبڑائے۔ الماں مدھم سا ہنسا۔

''اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں کہ حسن علی کو اعتماد میں۔۔۔'' سلطان چچا نے یک بیک اُس کی بات کاٹی۔

''حسن علی سے میں نے بات کی ہے۔ اب وہ تو کیا اُس کے اچھے بھی گواہی دیں گے۔''

الماں ان کے رعب کو تکتا ایک پل کو چپ رہا۔

"اس کے تو برے ہوں گے۔۔۔اچھے نہیں۔۔؟" الماان نے قدرے آہستگی سے نظریں چراتے ہوئے ہم کلامی کی صورت کہا تھا۔ سلطان چچا کے دیکھنے پر خاموشی سے گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔

★★★★

وہ بارش میں کسی بت کی مانند کھڑی ادھ کھلے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ علما کی آواز نے اُسے حرکت دی۔ وہ برآمدے میں کھڑی اُسے پکار رہی تھی۔ انا شکستہ قدموں سے چلتی واپس ستون کے قریب چبوترے پر آبیٹھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟ کوئی آیا تھا کیا؟"

"ہاں۔۔وہ آیا تھا اور کہہ کر گیا ہے کہ میرا انتظار مت کرنا۔" انا کے ہونٹ لرزے۔

"کیوں کہا اُس نے؟ آج جب میں انتظار کرنا چاہتی ہوں تو اُس نے منع کیوں کر دیا؟"

علما نے بغور اُسے دیکھا جو کہیں کھوئی ہوئی تھی۔

"تم بھیگی ہوئی ہو، بیمار پڑ جاؤ گی اندر چلو۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''نہیں آپی۔۔۔آج میں اپنی مرضی سے انتظار کرنا چاہتی ہوں۔''

''مگر کیوں؟'' علما اُس کے رویے کو سمجھنے کی سعی کر رہی تھی۔

''اُس نے تو جو کہنا تھا سب کہہ دیا اور مجھے دار پر لٹکا کر بولا کہ میں منتظر بھی نہ رہوں۔۔۔؟ آنا تو اُسے پڑے گا ہی۔۔۔''

''اُس نے سب کہہ دیا؟ تو پھر تم نے کیا سوچا؟'' علما اب کے اُس کے برابر میں آ بیٹھی۔ انا خاموش رہی۔

''کیا تم نے اُسے ہاں کہنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ کیونکہ نہ کہنے کے لئے تو کوئی بھی منتظر نہیں رہتا۔''

انا نے چہرہ موڑ کر علما کو دیکھا۔

''اُس نے کہا تھا کہ وہ جواب سننے کے لئے ضرور آئے گا۔ میں نے تو الماس ابراہیم پر اعتبار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مگر مجھے اُس کے واپس آنے والی باتوں پر اعتبار نہیں ہوتا۔''

”کیوں؟ وہ اپنی بات کا اتنا ہی کچا ہے کیا؟“

بارش کا تسلسل اب دھیرے دھیرے ٹوٹ رہا تھا۔انا کی آنکھوں میں ان چاہی سی نمی تھی۔

”نہیں آپی۔۔۔وہ اپنی بات کا کچا نہیں ہے مگر اُس نے کہا ہے کہ ایسا نہ ہو انتظار لمبا ہو جائے۔“

”کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اِس بار تم اسے معاف ہی نہ کرو۔“

”میں آپ کو اتنی سنگ دل لگتی ہوں؟“اس نے ماتھے پر بل ڈالے۔

”جب اس نے کہا ہے کہ وہ آئے گا تو وہ ضرور آئے گا۔تم تھوڑا تحمل رکھو۔“

علما نے بازو اس کے گرد حائل کیا۔

”جب وہ اتنا سب کچھ کہہ کر میری ذات کا نظام درہم برہم کر گیا ہے تو میں تحمل کیسے رکھوں آپی؟ مجھے سکون نہیں آئے گا جب تک میں اسے ایک زوردار مکا نہ مارلوں۔“

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

علما ششدر سی اسے دیکھنے لگی۔

”تم اسے مکامارنے کے لئے بے حال ہو رہی ہو؟“ انا نے نظریں چرائیں۔ پھر ہاں میں سر ہلایا۔ علما دھیرے سے بازو واپس لے آئی۔

”تم انتظار کرو، میں اسے کال کر کے کہتی ہوں کہ حویلی میں قدم بھی نہ رکھنا۔“ علما اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آپ ایسا نہیں کریں گی۔“

”میرے دل میں اُس کے لئے ہمدردی ہے۔“ وہ بولی تو انا نے خفگی سے اُسے گھورا۔

★★★★★

کمرۂ عدالت کی سنہری پڑتی دیرینہ دیواریں اپنے سامنے چلتی کاروائی کو پورے وثوق سے تک رہی تھیں۔ مختلف دلائل تھے جو رد کیے جا چکے تھے اور ٹھوس ثبوت پیش کرنے کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احمد نے گھڑی پر وقت دیکھنا چاہا۔ پھر تحمل سے وکیل کیف کو دیکھا جو معاملے کو بخوبی سنبھال رہے تھے۔

جب ہر ثبوت کو غیر مستند قرار دے کر فیصلہ حکیم شاہ کے حق میں جانے لگا تو اسی پل سلطان چچا اپنے ہمراہ حسن علی خان کو لے کر عدالت میں داخل ہوئے تھے۔ کیف ساہی نے اپنا آخری گواہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی تو عدالت میں جیسے سنسنی پھیل گئی۔ اُن کے پیچھے پیچھے الماں بھی چلتا احمد کے برابر آ بیٹھا تھا۔

"میں واقعی وقت کا بہت زیادہ پابند ہوں۔" بیٹھتے ہی اُس نے فرضی کالر جھاڑے۔ احمد کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا۔

"آپ کے تو کیا ہی کہنے۔" اُس نے داد دی۔

دوسری جانب گواہی دینے کے لئے حسن علی اب کٹہرے میں کھڑا تھا۔ کیف ساہی نے سوالات کا سلسلہ شروع کرنا چاہا مگر حسن علی نے خود اعترافات کرنے کی منظوری مانگی۔ اُسے

دیکھ کر حکیم شاہ کی سانسیں پھولنے لگی تھیں۔اُس کے چہرے کر رنگ ماند پڑ چکا تھا اور آنکھوں میں ایک خوف تھا۔مجرم ثابت ہونے کا خوف۔

حسن علی سر جھکائے اپنی جگہ پر جامد تھا۔اُس نے حکیم شاہ کو ایک پل کے لئے بھی نہیں دیکھا تھا۔پھر جب اُس نے سر اٹھا کر بات کا آغاز کیا تو نگاہیں سیدھی حکیم شاہ سے ٹکرائیں۔جو اُسے بے چینی اور اشتعال کی ملی جلی کیفیات سے دیکھ رہا تھا۔وہاں موجود کئی افراد دل تھامے ہوئے تھے۔آخر آج کے دن کیا ہونا طے پایا تھا؟

''میں اِس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ۔۔۔''سب کی نظریں اُس شخص پر مرکوز تھیں۔

''کہ مجھے استعمال کیا گیا۔''اور اُس نے ساری روداد سنادی جس کا ایک ایک لفظ حقیقی تھا۔ احمد اور الماان بنا پلک جھپکے اُسے دیکھتے رہے۔کمرۂ عدالت میں حسن علی کی آواز کے سوا ہر جانب سناٹا تھا۔

''میں اعتراف کرتا ہوں میں قاتل ہوں مگر مجھے قاتل بنانے والا شخص یہ ہے۔''اُس کا اشارہ حکیم شاہ کی جانب تھا۔جو مارے اشتعال کے سرخ پڑ چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حسن علی آہستہ آہستہ اُس کے ہر جرم سے پردہ اٹھا رہا تھا۔

جب گواہی مکمل ہو چکی تو حکیم شاہ اور اُس کے وکیل کے لئے اعتراض یا دلیل کا کوئی پہلو نہیں بچا تھا جس پر وہ بحث کرتے۔ جسٹس وقار سعید نے بے دلی سے فیصلہ سناتے ہوئے سنگین جرائم کے تحت حکیم شاہ کو سزائے موت جبکہ حسن علی خان کو عمر قید کا حکم جاری کیا تھا۔

اِس فیصلے کو سنتے ہی ایک جانب زندگی بحال ہوئی اور المان احمد کے گلے لگ کر کیس جیتنے کی خوشی میں مبارک دینے لگا۔

دوسری جانب پولیس حسن علی اور حکیم شاہ کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ حکیم شاہ کی آنکھوں میں نفرت کا سمندر ہلکورے لے رہا تھا۔ جبکہ حسن علی کا چہرہ سپاٹ تھا۔اُس کی چال بھی سیدھی تھی اور آنکھیں بے تاثر تھیں۔

★★★★★

جب سارے مراحل طے پا گئے تو احمد سلطان چچا کو وکلاء کے سنگ چھوڑ کر آگے بڑھ آیا۔ کورٹ کے باہر حیدر اپنی گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔غالباً وہ بھی آج کی سماعت میں شریک تھا۔

احمد نے ایک پل کو اُس کے آزردہ تاثرات دیکھ کر دل میں افسوس کیا تھا۔

"حیدر۔۔؟" قریب پہنچنے پر اس نے پکارا۔ حیدر اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"مبارک ہو۔" حیدر کے لبوں سے پھسلا۔ احمد کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"کس دل سے کہہ رہے ہو؟ تمہارے باپ کو عمر قید ہوئی ہے۔"

"وہ قلق تو میرے لئے ہے نا، تمہاری خوشی کا دن کیوں برباد کروں میں۔" احمد اسے مسکراتے ہوئے بغور دیکھ رہا تھا۔

"ویسے بھی۔۔۔ یہ اُن کا مقدر تھا۔ یہ دنیا کاز اینڈ ایفیکٹ کے اصول کے تحت چلتی ہے۔ جو انہوں نے کیا اُس کے نتائج تو انہیں بھگتنے ہی ہوں گے۔"

حیدر عام لہجے میں بول رہا تھا۔ احمد اس کے حوصلے کو داد دینا چاہتا تھا۔

"اپنے مقدر کے فیصلے کو راضی بہ رضا تسلیم کر لینا ہی اصل بہادری ہوتی ہے۔" احمد بھی ہولے سے مسکرایا۔

اُن کے پیچھے چند میٹر کے فاصلے پر پولیس کی گاڑی تھی جس میں حکیم شاہ کو بٹھایا گیا تھا۔ ہتھکڑی لگا حسن علی خان گاڑی کے پاس ایک پولیس افسر کے ساتھ کھڑا اپنی نوکدار نگاہوں سے احمد جبریل کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ پولیس کے چند افراد ابھی گاڑی میں سوار ہو رہے تھے۔

اِس سے پہلے کہ حسن علی خان کا دل تنفر سے پھٹ جاتا اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے ساتھ کھڑے پولیس افسر کا پستول لیا اور ایک پل بھی ضائع کیے بغیر اُس کا رخ سید ھا احمد کی جانب کر کے ٹر گر دبا یا۔

گاڑی کی چابی ہاتھ میں گھماتے الماں کی نظر جب حسن علی کی حرکت پر پڑی تو پل کے ہزارویں حصے میں اس کا دل جیسے کسی مٹھی میں بھینچا گیا تھا۔اُس کے سامنے کیا کوئی راستہ تھا؟ الماں ابراہیم کے ذہن میں اُس لمحے جانے کیا آیا تھا کہ اُس کے قدم خود بخود موت کی جانب اٹھ گئے۔وہ کچھ بھی کر کے احمد کو اُس گولی سے بچانا چاہتا تھا۔

"احمد بھائی۔۔۔"

www.novelsclubb.com

المان کی بلند آواز نے احمد کو پلٹنے پر مجبور کر دیا تھا مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ چند سیکنڈز کی بات تھی۔۔اور۔۔

المان ابراہیم خود کو قربان کر چکا تھا۔ زمیں پر پڑا اُس کا وجود گولی کی تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔احمد دوڑ کر اس تک پہنچا تھا۔اس کے رخ پر بے یقینی رقم تھی۔ تھرتھراتے ہاتھوں نے المان کے وجود کو اپنی آغوش میں لیا تو خون سے لت پت ہو گئے۔ حیدر اس کے پیچھے لپکا۔

وہ نیم کھلی آنکھوں سے بہتے پانی کے ساتھ احمد کو اذیت میں دیکھ رہا تھا۔

"بھائی۔۔۔"خشک حلق سے آواز نکلی۔

"المان۔۔"احمد کے ہاتھوں سے جان جا رہی تھی۔

"یہ کیا کیا المان۔۔؟"اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔کانپتے ہاتھ المان کو تھامے ہوئے تھے۔

"بھائی۔۔۔آپ کو پریشان کرنے کے لئے معذرت۔"المان نے اتنا ہی کہا تھا۔اُس کی آنکھوں کے سامنے اپنی زندگی کا ہر حسین پل کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔فاریہ خاتون کا چہرہ،

اُس کی بہنوں کی ہنسی۔۔۔ بابا کے ساتھ باتیں کرتا وہ خود۔ اور پھر۔۔۔ پھر الماں ابراہیم کے ذہن کے پنوں پر انا زادی کا چہرہ لہرایا۔ وہ کبھی زندگی کی اتنی چاہ نہیں کر پایا تھا' جتنی اُس لمحے اُس نے جینے کی حسرت کی تھی۔ اگلے ہی پل اُس کی پلکیں نیچے گر گئیں۔

احمد کا وجود جیسے سن پڑنے لگا۔ بارش کے پانی میں اس کا خون مل کر سڑک کے اطراف پھیل رہا تھا۔

"الماں۔۔۔" خوف۔۔۔ احمد کے چہرے پر خوف وہراس پھیلا تھا۔ اُس کے بہتے ہوئے خون پر زور سے ہاتھ دبائے وہ رو رہا تھا۔ احمد جبریل کی آنکھوں سے آنسو تواتر سے بہنے لگے تھے۔

"الماں۔۔۔" اس بار آواز قدرے بلند تھی۔ الماں سن نہیں پایا۔ اُس کی سماعت تک پہنچنے کے لئے شاید اس آواز کو بہت طویل سفر طے کرنا تھا۔

"الماں۔۔۔ تم ایسے کیسے۔۔۔"

لوگوں کے جمگھٹے میں وہ المان ابراہیم پر جھکا زندگی کی یہ وحشت زدہ صورت پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

احمد کی سانسیں اپنا ربط کھونے لگی تھیں۔اُس کے ہاتھوں میں المان ابراہیم کا زخمی وجود تھا۔ جسم سے خون کا نچڑ جانا کیا ہوتا ہے اُسے آج محسوس ہوا تھا۔

★★★★★

ہسپتال کی راہداری میں اسٹریچر پر پڑا اُس کا خون آلود جسم بے حس و حرکت تھا۔احمد دیوار کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھا اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔جو خون سے رنگین تھے۔ اُس کی سرخ آنکھوں سے پانی بدستور بہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

حیدر اُس کے قریب بیٹھ کر نرمی سے مخاطب ہوا۔

”حوصلہ رکھو احمد۔۔۔خود کو سنبھالو۔“

احمد نے دھیرے سے چہرہ موڑ کر حیدر کو دیکھا۔شیشے کی ٹکڑوں میں بٹی ہوئی کئی کرچیاں اس کے دل کو ہنوز زخمی کر رہی تھیں۔

"کیسے۔۔۔کیسے حوصلہ کروں حیدر؟ الماں۔۔۔وہ ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کے جانے پر حوصلہ کیا جائے۔"

یہ کہتے ہی احمد کا ضبط پھر سے ٹوٹا تھا۔

"وہ میرا بھائی ہے یار۔۔۔" بڑھتی ہوئی اذیت اس کے چہرے کا رنگ اڑا لے گئی تھی۔ حیدر کی پلکیں بے اختیار نم ہوئیں۔

"اس نے میرے لئے خود کو۔۔۔" احمد نے سر نیچے گرالیا تھا۔ حیدر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے لگا۔

ایمرجنسی روم کا دروازہ بہت دیر سے بند تھا۔ یہ چند گھنٹے بہت بھاری تھے۔ ساری زندگی کا بوجھ انہی لمحوں میں آسمایا تھا۔ فاریہ خاتون، فاطمہ اور علما بھی اسد کے ساتھ ہسپتال پہنچ گئیں تھیں۔ وہ سب ایمرجنسی روم کے باہر احمد کے پاس کھڑی کئی سوالات کر رہی تھیں مگر احمد کے پاس ایک بھی جواب نہیں تھا۔ وہ فاریہ خاتون کے سامنے شرمندگی سے سر نہیں اٹھا پا رہا تھا۔

"آج ہی۔۔۔آج ہی تو اسے دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا تھا۔"

فاریہ خاتون بے یقینی سے روتی ہوئی بنچ پر بیٹھ گئی تھیں۔اِک قہر تھا جو ان پر آپڑا تھا۔

وہ سب ایمر جنسی روم کے باہر تھے۔اسد خواتین کے ساتھ کھڑا انہیں تسلی دے رہا تھا۔

انا سب سے پیچھے ہسپتال کی خالی پڑی راہداری میں ایک بنچ پر آبیٹھی تھی۔وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔اسے ایمر جنسی روم کے باہر کھڑے ہو کر انتظار نہیں کرنا تھا۔انا کبیر ساحر کے حواس جیسے اپنے ٹھکانے پر نہیں تھے۔وہ بے یقینی سے اپنے گرتے آنسو دیکھ رہی تھی۔

بنچ پر اُس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہوئی۔بے بسی سے روتے ہوئے وہ سر کو نفی میں ہلا کر اپنے خیالات کی تردید کر رہی تھی۔دل رفتہ رفتہ اپنا آپ کھو رہا تھا۔

"الماں۔۔۔"اس کے ہونٹ ہلے مگر آواز اندر ہی کہیں دم توڑ گئی۔

"ایسا نہ ہو کہ انتظار لمبا ہو جائے۔"اُس کے الفاظ سماعتوں سے ٹکرائے تو آنکھیں پھر سے سیلاب زدہ ہوئیں۔

www.novelsclubb.com

"مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں انا زادی کے معیار پر پورا بھی اترتا ہوں یا نہیں۔" اُس کے الفاظ مسلسل انا کا تعاقب کرتے اس کے دل کو کئی ٹکڑوں میں منقسم کر رہے تھے۔ وہ فرطِ جذبات سے ہانپنے لگی تھی۔

"وہ ظرف کے جس مقام پر تھا میں وہاں کبھی پہنچ ہی نہیں پائی۔"

اس کا دل کسی پرندے کی مانند پھڑ پھڑا رہا تھا۔ وہ اونچی آواز میں رو کر۔۔ چیخ کر آسمان والے کو پکارنا چاہتی تھی، مگر سبھی سسکیاں دل کے بوجھ میں اضافے کے سوا کچھ نہ تھیں۔ اس اثنا کوئی قدم قدم چلتا اس کے قریب آکر ٹھہر گیا تھا۔ انا یوں رو رہی تھی جیسے زندگی اس کے ہاتھوں سے گئی اور وہ مٹی ہو جانے کے سوا کچھ نہ کر پائی۔ دسمبر کا وہ یخ بستہ دن جیسے واپس لوٹ آیا تھا جب اُس کے پاس کھونے کو کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

آج گیارہ سال بعد اُس نے خود کو اُنہی اندھیروں میں پایا تھا جہاں وہ ایک مرتبہ پہلے بھی جا چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

کوئی اُسے بغور دیکھتا ہوا اُس کے قریب ہی گھٹنے کے بل نیچے بیٹھا اب اُس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھے جا رہا تھا۔انا اُس کی موجودگی سے بے خبر بدحواس سی تھی۔

"انا۔۔۔" کچھ دیر بعد کسی نے بہت نرمی سے اُس کا نام پکارا۔اُس آواز میں کیا نہیں تھا؟ انا نے بے اختیار بھیگی آنکھیں اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

"انا۔۔۔؟" اُس شخص کی آنکھوں کی بے یقینی اب تکلیف میں بدل رہی تھی۔انا نے اسے پہچاننے کی سعی کی۔وہ اُس شخص کا چہرہ غور سے تکتی جب نتیجے کو پہنچی تو پیشانی پر بل آئے، آنکھوں میں امڈتی اذیت کی لہریں تیز ہوتی گئیں۔

"شیری۔۔۔؟"

وہ سسکیوں سے روتی بولی تو شہریار چہرہ جھکا کر اپنے جذبات کے بہاؤ کو روکنے لگا۔

"شیری۔۔۔میں نے۔۔" اس کی ہچکیاں کلام کی روانی کو توڑ رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں نے آج پھر سب کچھ کھو دیا۔" آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اُس نے افراط سے بہتے آنسو جاری رہنے دیے۔ وہ یوں بولی جیسے اپنے خسارے کی خبر دینے کے لئے اسی کی منتظر تھی۔ شیری بنا کچھ کہے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ زندگی آخر اتنی سنگ دل کیوں ہے؟"

وہ سوچ رہا تھا۔

"ہمیشہ رگڑیں کھا کر، کانٹے چبھا کر، پتھر مروا کر اور زخم زخم ہو کر ہی آگے بڑھتی ہے۔"

اس نے چاہا کہ وہ انا کے آنسو صاف کر دے۔

"اور جب منزل کے قریب پہنچتی ہے تب پھر ایک آخری ضرب کھانے کے بعد ہی ابدی نیند سوتی ہے۔"

انا نے ہاتھ ہٹا کر شیری کو دیکھا جو ہنوز اسی حالت میں بیٹھا اُسے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اتنے سالوں بعد اُسے دیکھ رہا تھا، اپنی آنکھوں کے بالکل سامنے۔۔۔

مگر وہ اس سے یہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا کہ کیا تم نے مجھے یاد کیا؟ تم نے وہ تمام سال کیسے گزارے؟

وہ تو آج بھی اُس کے سامنے ویسے ہی بیٹھی تھی جیسے گیارہ سال پہلے اُس اسٹور روم میں۔۔۔ کیا کچھ بدلا تھا؟

"شیری۔۔۔ یہ سکون کن لوگوں کے پاس ہوتا ہے؟" کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔ تقدیر بھی کبھی بدلی ہے؟

"کیا ہوا ہے انا؟" اُس نے پوچھا تو انا کی آنکھوں میں ایک بار پھر سمندر نے پناہ لی۔

"جو جتنا دل کے قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی دسترس سے باہر کیوں چلا جاتا ہے؟"

انا نے سر ہاتھوں میں دیا جیسے بہت بڑا نقصان ہو گیا ہو۔

شہریار نے ہاتھ بڑھا کر اس کا آنسو صاف کرنا چاہا۔انا سر د و جامد ہو گئی۔ تخیل کا ایک صفحہ ابھر کر باہر آیا اور اُس نے اپنے سامنے ہی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے المان کو دیکھا۔جو سینے پر ہاتھ باندھے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا میں مر گیا ہوں جو تم نے ابھی سے سہارے ڈھونڈنا شروع کر دیے؟''

وہ سانس لینا بھی بھول گئی۔اس نے تیزی سے چہرہ موڑ کر شہریار کے ہاتھوں کو باز رکھا۔ وہ اسے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔انا آنکھیں پوری کھولے المان کو دیکھ رہی تھی اور پھر اچانک وہ تخیل کا صفحہ کہیں معدوم ہو گیا۔اس کے دل میں جلن ہونے لگی تھی۔

وہ اٹھ کر ایمرجنسی روم کی طرف بھاگی۔دروازہ کھلا ہوا تھا۔اور سامنے احمد ڈاکٹر کے ساتھ کھڑا کچھ کہہ رہا تھا۔حیدر بینچ پر بیٹھا تھا۔

ڈاکٹر اس کے قریب سے گزر کر راہداری سے مڑ گیا تو احمد کی نظر انا پر پڑی۔ان دونوں کی آنکھوں کا حال کچھ مختلف نہ تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انا قدم قدم بڑھتی احمد کے قریب پہنچی۔اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا وہ بس سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وہ اب ہوش میں ہے۔''احمد بمشکل مسکرایا۔انا کی سانسیں بحال ہوئیں۔

''تم اندر جاسکتی ہو کیونکہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔زیادہ نقصان نہیں ہوا شکر ہے۔''

حیدر ایک طرف بیٹھا احمد کو تک رہا تھا۔

وہ اندر جانے کے بجائے بغیر کچھ کہے واپس پلٹ گئی۔احمد کو تعجب نہیں ہوا۔وہ حیدر کے ساتھ آ بیٹھا۔

''تم اندر نہیں جاؤ گے ؟اُسے دیکھ لو تاکہ تمہیں بھی کچھ سکون ملے۔''

''وہ ٹھیک ہے یہی بات مجھے سکون دینے کے لئے کافی ہے۔میں ابھی اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔''حیدر نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

★★★★★

''تم یہاں کیسے ؟''

''امی اِس ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ تو انہیں دیکھنے کے لئے آیا تھا۔ میرا گھر یہیں پاس میں ہی ہے۔'' شہریار بتا رہا تھا۔

اس لمحے وہ دونوں بنچ پر بیٹھے تھے۔ انا اب قدرے سنبھل چکی تھی۔

''تم یہاں کب آئے؟''

''جب اِس قابل ہوا کہ خود کما سکوں تو میں نے علحدہ گھر لیا اگرچہ چھوٹا ہی ہے مگر میرے لئے آرام دہ ہے۔ کیونکہ اُس گھر میں جہاں میرا باپ، بھائی رہتے ہیں وہاں میرا دم گھٹتا تھا۔''

انا نے ہولے سے سر ہلایا۔

''کیا میرے جانے کے بعد تایا نے تمہیں سزا دی تھی؟'' وہ چند پل کو خاموش رہا۔

''میں روز یہ سوچتی تھی کہ میری وجہ سے وہ تمہیں ماریں گے۔ تم سب کچھ کیسے برداشت کرو گے۔'' انا نے اسے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"وہ سزا بہت کم تھی اُس سزا کی نسبت جو مجھے تمہارے چلے جانے کی صورت میں ملی تھی۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"میں بالکل اکیلا ہو گیا تھا۔اُن سب میں۔۔۔میں نے ہر دن تمہیں ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر شاید میری قسمت میں ہی یہ سزا لکھی تھی۔" وہ پل بھر کو رکا۔

"تم اتنے سال کہاں تھی؟ یہ عرصہ تم کہاں، کس کے ساتھ رہی؟" وہ سوال جو ہر پل اس کے ذہن میں گردش کرتے تھے۔

"مجھے ایک نئی فیملی مل گئی تھی۔اور انہوں نے مجھے اپنی حقیقی بیٹی سے بھی زیادہ محبت دی۔میرے دو بھائی بھی ہیں۔اور امی بہت پیار کرتی ہیں۔احمد بھائی سے میں سب سے زیادہ قریب ہوں، کیونکہ انہوں نے مجھے واپس زندگی کو جینا سکھایا تھا۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتری۔شہریار مسکرایا۔

"شکر ہے کہ ہم میں سے کسی نے تو ان سالوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔شکر ہے کہ تم خوش تھیں۔"

''یہ سب بھی اِن انمول لوگوں کے اثر سے۔'' انا سے بات کرنے میں دقت ہونے لگی۔

وہ اللہ کی دی گئی نعمتوں پر غور کرتے ہوئے خود کو بہت عاجز محسوس کر رہی تھی۔

''اور آج ہسپتال میں کون ہے جس کے لئے تم رو رہی تھیں؟''

شہریار کے سوال پر اس کی پلکیں ساکت ہوئیں۔

''وہ۔۔۔'' اسے سمجھ نہیں آیا وہ المان کے بارے میں کیا بتائے۔

''وہ پاگل جس نے کئی بار میرے صبر کا امتحان لے کر مجھے آزمایا ہے۔''

وہ اس کی شخصیت میں ہی کہیں کھو گئی۔

''ہر مصیبت میں وہ مجھے بچانے کے لئے کہیں نہ کہیں سے آ ہی جاتا ہے۔''

اس کی سیاہ آنکھوں میں نمی چمکی۔

''اسے سب کا اتنا خیال ہے کہ اپنے بارے میں سوچتا ہی نہیں۔''

شیری اس کے لہجے پر غور کرتا اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی دیکھ رہا تھا۔

''وہ جس کی وجہ سے انا، انازادی کہلاتی ہے۔'' وہ بے بس سا مسکرائی۔

''وہ الماں ابراہیم ہے، جو انازادی کی بہت فکر کرتا ہے۔''

اس نے آنکھیں صاف کرلیں۔ شہریار نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ الماں ابراہیم آخر اتنا اہم کیوں ہے۔

''تمہارے گھر والے سب۔۔۔؟'' انا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''امی بابا کا کچھ سال پہلے ایکسیڈینٹ ہوا تھا۔ دونوں معذور ہیں مگر امی کی طبیعت زیادہ ناساز ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ کب چل بسیں۔ اور مہربان بس اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مصروف ہے۔'' انا اس کی وضاحت پر خاموش ہی رہی۔

''تم امی سے ملو گی؟'' انا چونکی پھر نفی میں سر ہلایا۔

★★★★★

''سب کچھ ٹھیک ہے اب آپ لوگ گھر جائیں۔ میں الماں کو ساتھ لے آؤں گا۔''

www.novelsclubb.com

احمد نے خواتین کو اسد کے ساتھ واپس بھیج دیا تھا۔اور خود حیدر کو گاڑی تک چھوڑنے کے لئے آیا۔

''اتنا وقت میرے ساتھ رہنے کے لیے بہت شکریہ۔''احمد نے کھڑکی پر جھک کر کہا۔

''تم میری جگہ ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔ شکر ہے وہ ٹھیک ہے،اب تم المان کے پاس جاؤ۔''احمد مسکرا کر واپس پلٹا۔

المان کو دوسرے وارڈ میں شفٹ کیا گیا تھا۔احمد دروازہ سرکا کر اندر داخل ہوا۔المان پٹیوں میں لپٹا آنکھیں موندے ہوئے تھا۔آہٹ پر اس نے آنکھیں کھولیں۔

''بہت دیر لگادی آپ نے۔''وہ عام انداز میں گلہ کرنے لگا۔احمد اس کے پاس ہی اسٹول پر بیٹھ گیا۔

''تم کیوں کبھی دیر نہیں کرتے؟ ہمیشہ عین وقت پر آکر ساری مصیبت اپنے سر کیوں لے لیتے ہو؟''اس کے لہجے میں ڈانٹ تھی۔

''کیوں کہ میں بہت پرفیکٹ جو ہوں۔ میں وفادار بھی ہوں، اسکل فل بھی ہوں، لڑائی میں ماہر اور ہینڈ سم بھی ہوں۔ تو مجھ جیسا باڈی گارڈ آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔'' آخر میں وہ معصومانہ مسکرایا۔

''چپ رہو تم۔۔۔ بس چپ!'' المان ایک دم خاموش ہو گیا۔

''تمہیں اندازہ بھی ہے کہ میں کتنا ڈر گیا تھا؟ آخر کیا ضرورت تھی تمہیں ہیرو بننے کی؟ کیوں اپنی جان کی قربانی دی؟''

''کہاں دی ہے۔۔ مرا تو نہیں ہوں۔'' وہ بھی سنجیدہ تھا۔

''بکواس مت کرو، اگر مر جاتے تو میں ساری زندگی خود کو معاف نہ کر پاتا۔ اگر گولی ذرا سی بھی اوپر لگی ہوتی تو تم اسی پل مر سکتے تھے مگر شکر ہے کہ جان بچ گئی۔ اب سے تم کبھی بھی کہیں بھی میرے ساتھ نہیں آؤ گے۔''

احمد حلق ہوتے خشک سے بولتا گیا۔

"میں خود مرنا نہیں چاہتا تھا۔ کوئی بھی خود نہیں مرنا چاہے گا۔" المان کی دھیمی آواز پر احمد نے بغور اسے دیکھا۔

"ابھی تو مجھے بہت کچھ کرنا تھا۔ میں خود گولی کے سامنے نہیں آیا بھائی۔۔۔ میرے اندر کا وہ احساس مجھے کھینچ کر سامنے لے گیا جس نے مجھے کہا کہ اگر تم ابھی سامنے نہ آئے تو زندگی بھر خود سے نظریں نہیں ملا پاؤ گے۔ مجھے اُس لمحے بس اتنا پتا تھا کہ اگر میں آپ کے آگے نہ آتا تو آپ کی جان جا سکتی تھی۔ کیا اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کو خون میں لت پت دیکھ سکتا تھا؟ وہ منظر دیکھنے سے پہلے مر نہ جاتا میں؟ دونوں طرف ہی موت تھی تو پھر اِس موت کو چننا زیادہ آسان لگا۔"

www.novelsclubb.com

احمد نے آنکھیں بند کر کے چہرہ اوپر اٹھایا اور پھر ایک گہرا سانس لیا۔

"اور تمہارے اِس فیصلے نے مجھے بھی زندگی ہی میں موت کا نظارہ کروا دیا۔"

احمد کی آنکھیں سرخ پڑ چکی تھیں۔

"اس کے لئے مجھے معاف کر دیں، لیکن مجھے خود سے دور کبھی مت کیجیے گا۔"

اس نے درخواست کی۔

"نہیں اب میں تمہیں ایسا کوئی کام نہیں سونپوں گا جس میں خطرہ ہو۔ تمہیں اس جگہ نہیں لے کے جاؤں گا جہاں مجھے خطرہ ہو۔" احمد نے اٹل انداز میں کہا۔

"ایسے تو مت کہیں بھائی، میں ہر جگہ آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

"ہاں تاکہ میری طرف آنے والا ہر تیر تم کھالو۔"

"یہ تو میں کروں گا ہی مگر آپ کو بتا کر نہیں۔ زندگی امانت ہے اللہ کی، کسی دن تو وہ واپس لے گا ہی۔ اب مجھے پتا چلا کہ promises نہیں کرنے چاہئیں۔"

اس کی کانچ سی بھوری آنکھوں میں اداسی امڈی۔

"زیادہ مت بولو۔۔۔ تمہیں تکلیف ہو گی۔"

"مجھے تکلیف نہیں ہو رہی، میں سکون میں ہوں۔" اب کے وہ مسکرایا۔

★★★★★

”آرگنز اسمگلنگ کیس سے تعلق رکھنے والا شخص حسن علی خان جسے چند دن پہلے ہی عمر قید کی سزا دی گئی تھی اب پولیس کی موجودگی میں عدالت کے سامنے قتل کی کوشش کے جرم میں سزائے موت کا مستحق قرار پایا۔“

تین ہفتے قبل کی خبر دیکھ کر سفیرہ نے اخبار کو بے دلی سے میز پر پٹخا۔

”انہوں نے خود کو سدھارنے کا آخری موقع بھی گنوا دیا۔ وہ واقعی اس سزا کے قابل تھے۔ جانے کتنے گھرانوں کو اجاڑا انہوں نے۔ بہتر یہی تھا کہ برائی کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔“

حیدر اس کے قریب بیٹھتا سنگ دلی سے گویا ہوا۔

”کون کہتا ہے کہ اللہ کا قانون غلط ہے، ہم خود اپنے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔“

وہ نم آنکھوں سے بولی۔

کچھ لوگ کبھی نہیں بدلتے، ان کے اندر کا شیطان اُن پر اتنا حاوی ہو جاتا ہے کہ پھر انہیں گناہ کے کاموں میں بھی برائی نظر نہیں آتی۔

★★★★★

کچھ عرصہ بعد؛

وہ اُس چھوٹے سے گھر میں داخل ہوئی جس کی دیواروں پر سرخ پھولوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔اندر سے وہ بے حد صاف اور سجا ہوا گھر تھا۔اس نے شہریار کی پسند کو دل ہی دل میں داد دی۔

”پرسوں میرے بھائی کی شادی ہے۔تم ضرور آنا، مجھے خوشی ہو گی۔“

انااس کے سامنے بیٹھی کارڈ میز پر رکھتی بولی۔

”مبارک ہو، میں کوشش کروں گا۔“

”کوشش نہیں، تم آؤ گے۔“انا نے تحکم سے کہا تو وہ مسکرایا۔

”ٹھیک ہے انا۔۔۔“

”تم واپس نہیں آؤ گی؟“اِس سوال پر انا ٹھٹھکی۔

"واپس کہاں؟"

"بابا ہر روز کہتے ہیں کہ تمہیں ڈھونڈ کر لاؤں۔۔۔بہت تکلیف میں ہیں وہ۔معافی مانگنا چاہتے ہیں۔"اس نے بتایا۔

"تم ان سے کہہ دینا کہ میں نے انہیں معاف کیا۔میرا انتقام تو قدرت نے لے لیا۔اللہ واقعی بہت انصاف والا ہے۔"شہریار نے دھیرے سے سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے اب میں چلتی ہوں،شادی میں آنا مت بھولنا۔"اور وہ واپس آگئی۔

شہریار جیسے خالی ہاتھ رہ گیا۔

★★★★★

www.novelsclubb.com

شام کا اندھیرا جونہی پھیلنے لگا تو حویلی کی چمک اتنی ہی بڑھ گئی۔روشنیوں میں سب سے غالب روشنی سنہری رنگ کی تھی۔

مہندی کا تھال اٹھائے وہ بھی سنہری رنگ کے لہنگے میں ملبوس کھلکھلائے ہوئے سے چہرے کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔

اچانک سامنے سے اس کی سمت قدم اٹھاتا کوئی قریب آیا تو انا نے یکدم بریک لگائی۔

''اب یہ بے رخی کب تک رہے گی؟'' الماناس کے سامنے کھڑا تھا۔

''سامنے سے ہٹو منظر دکھائی نہیں دے رہا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''میں ہی منظر ہوں۔ پھر تمہیں کیا دکھائی نہیں دے رہا؟''

''میں تم سے مخاطب نہیں ہونا چاہتی، سائیڈ لو۔'' وہ اسے دھکا دیتی آگے بڑھ گئی۔ جبکہ وہ کراہ کر رہ گیا۔

''ارے مجھے ابھی بھی درد ہوتا ہے یہاں۔'' اس نے گولی لگنے والی جگہ پر ہاتھ رکھے آواز لگائی مگر وہ نظرانداز کرتی جا چکی تھی۔

آج اس گھر میں دو لوگوں کی مہندی تھی۔ احمد اور علما۔۔۔

کنول اور فرقان کے ساتھ ساتھ مہک بھی علما کی شادی میں شریک ہونے کے لئے آئی تھی۔ زندگی کے رنگ جیسے ایک مرتبہ پھر لوٹ آئے ہوں۔ حویلی میں ہر جانب رونقیں لگی

www.novelsclubb.com

ہوئی تھیں۔علما کی زندگی میں اِس سے بہتر دن شاید ہی کوئی تھا۔جب اس کے سب اپنے اس کی خوشی میں اس کے ساتھ تھے یاوہی اس کی خوشی کا سبب تھے۔

بارات کے دن بھی ہر جانب بکھری پھولوں کی خوشبو نے ان کے دلوں کو معطر کرر کھا تھا۔

احمداور سفیرہ کوان کی مراد مل گئی تھی۔یہ دن ان کے لئے خاص تھا۔دوسری جانب علما کی زندگی میں ایک مخلص ساتھی آیاتھا جس کو بھیجنے والی ذات وہ تھی جو جوڑے تخلیق کرنے پر قادر ہے۔

ایجاب وقبول کی رسم کے بعدانااُس وقت شہریار کے ساتھ کھڑی باتیں کررہی تھی۔اور پھروہ کسی بات پر مسکرائی توالمان نے قریب پہنچ کر دونوں کوٹوکا۔

"کیا باتیں ہورہی ہیں،میں بھی ہنسنا چاہتاہوں۔"انا نے اسے گھوراتھا۔المان کی ملاقات شہریار سے پہلے ہی ہوچکی تھی۔

"تم تو مجھ سے بات ہی نہ کرو۔"انا کو غصہ تھا۔

"کیوں؟ اس بار تو میں نے وعدہ بھی نہیں کیا تھا۔" شہریار انہیں یوں بات کرتے دیکھ کر مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"تم نے آس تو دلائی تھی نا؟ کہا تو تھا نا کہ واپس آؤ گے؟"

"تو واپس آ تو گیا ہوں، مگر مجھے سزا مل رہی ہے۔ اب تک جواب بھی نہیں ملا۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"آ گئے مگر اُس دن انتظار کیا تھا میں نے۔ اور پھر مجھے لگا تھا کہ تم کبھی نہیں آؤ گے۔ اُس دن مجھے لگا کہ میں نے تمہیں ہمیشہ کے لئے کھو دیا ہے۔"

انا کی آواز دھیمی پڑ گئی۔

"اس کا مطلب کہ انازادی کو میری فکر تھی؟ تم میرے لئے پریشان تھی نا؟ روئی بھی ہو گی۔" وہ چہرہ اس کے قریب لے جا کر غور سے آنکھوں میں دیکھتا اسے کنفیوز کر رہا تھا۔ انا فوراً سامنے سے ہٹ کر دوسری طرف مڑ گئی۔

★★★★★

کیمبرج کی اس تازہ صبح میں ہر جانب پھولوں کی خوشبو بکھری تھی۔ایسے میں روز کریسنٹ کے دونوں اطراف ہمیشہ کی طرح جلتی قندیلیں آج بھی اپنی روشنی کو ہر جانب پھیلا رہی تھیں۔انہیں یہاں آئے ابھی دو ہی دن ہوئے تھے۔

آج بھی اُس کا معمول اس سڑک پر چہل قدمی کرنا تھا مگر اِس بار اس کے ساتھ چلنے کے لئے مہک نہیں تھی، اس کے ہمراہ حیدر تھا۔

"اتنے دن بعد یہاں ٹہلنا اچھا لگ رہا ہے۔" وہ فرحت سے بولی۔

"اور مجھے یہاں پہلی بار ٹہلنا اچھا لگ رہا ہے۔" حیدر کے جواباً کہنے پر وہ مسکرائی۔

"میں یہاں اکثر مہک کے ساتھ آتی تھی۔مجھے یہ اسٹریٹ بہت پسند ہے، میں نے سوچا تھا کہ اس کی پینٹنگ بناؤں گی۔" وہ ڈھلوان سی سڑک سے نیچے اترتی بتانے لگی۔

"پھر بنائی کیا؟"

"نہیں۔۔۔میں نے پینٹنگ کرنا چھوڑ دی۔" اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا۔

”کیوں؟“

”پتا نہیں۔۔پھر میں کیلیگرافی سیکھنا چاہتی تھی۔مگر اب تک میں وہ بھی شروع نہیں کر پائی۔“

”کوئی بات ہم ساتھ میں کیلیگرافی کر لیں گے۔“حیدر نے آسان حل بتایا۔

”آپ کرتے ہیں کیلیگرافی؟“

”ہاں پہلے کبھی کبھی شوق سے کیا کرتا تھا۔مگر اب محبت سے اور باقاعدہ کروں گا۔“

”پہلے میں اور اب میں کیا فرق ہے؟“

”پہلے اللہ سے نیا نیا تعارف ہوا تھا مگر اب دوسروں کو اللہ کی پہچان کروانا چاہتا ہوں۔“ اس نے گو اپنی زندگی کا مقصد بیان کیا تھا۔

”پھر میں بھی ساتھ دوں گی۔“حیدر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔روز کریسنٹ کی روشنیاں جیسے مزید گہری ہو گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''آپ نے بتایا نہیں کہ میرا نمبر کس نام سے سیو کیا ہے؟'' علما نے یاد آنے پر پوچھا۔ حیدر چونکا۔

''اونہوں۔۔۔ میں نہیں بتاؤں گا۔''

''اپنا فون دیں میں خود دیکھ لوں گی۔''

''نہیں۔'' حیدر نے قطعی لہجے میں کہا۔ فون البتہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ علما نے فوراً سے اس کے نمبر پر کال کی۔ نگاہیں دوڑا کر اسکرین پر دیکھا تو بمشکل ہی اسے نام نظر آیا تھا۔

''رفیقِ حیات''

علما نے مسکراہٹ دبائی۔ حیدر نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''ہو گئی تسلی؟'' علما نے اوپر نیچے گردن ہلائی۔ اُس کے ایسے انداز پر دیواروں پر لٹکتے وِسٹیریا کے پھولوں نے بھی مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔

★★★★★

وین کوور، کینیڈا

ڈاؤن ٹاؤن میں سٹینلی پارک سے وہ ساحل کنارے کھڑے سمندر کی لہروں کو ابھر کر معدوم ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ دن خنکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آج صبح سویرے ہی وہ واک کے لئے نکلے تھے۔

"اب لگ رہا ہے جیسے سفر ختم ہو گیا، تلاش غائب اور منزل مل گئی۔"

سفیرہ نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"منزل تو مل گئی ہے۔ اب اتنی ریاضتوں کے بعد بھی منزل نہ ملتی تو ہم جیسے لوگ اس دلِ ناتواں کو لے کر کہاں جاتے!"

احمد ہولے سے مسکرایا۔ ہیملوک کے درختوں کے پاس گلہریاں اچھل کود میں مشغول تھیں۔ وہ ہم قدم چلتے ہوئے ایک بنچ پر آ بیٹھے تھے۔

"زندگی میں واقعی ایک وقت پر آ کر سب کچھ نارمل ہو جاتا ہے۔ ہمیں ہماری کاوشوں کا صلہ کسی نہ کسی روز مل ہی جاتا ہے۔ اور میں نے اس سفر سے سیکھا ہے کہ ہمیں منزل تک پہنچنے کے لیے واویلا کرنے کے بجائے صبر کر لینا چاہئے۔"

وہ اپنی زندگی کی جانب مڑ کر دیکھتی تو لگتا جیسے وہ سارا سفر محض ایک چھوٹا سا مرحلہ تھا جس کے بدلے میں اسے ہمیشہ کا انعام مل گیا ہے۔ احمد نے تائیدی انداز میں سر ہلا یا۔

"ورنہ مجھے یہی لگتا کہ میں اِس فریب میں ہی مر جاؤں گی کہ کسی روز تو مجھے ظلمتوں سے نکالا جائے گا۔"

"ظلمتیں ہمیشہ کے لئے تھوڑی نہ ہوتی ہیں۔ وقت آنے پر انسان اجالے سے روشناس ہو ہی جاتا ہے۔"

وہ بولا تو اطمینان کی ایک لہر آئی اور دونوں کو پر سکون کر گئی۔ کچھ دیر وہ یونہی بیٹھے قدرت کی عظمت کے نظارے دیکھتے رہے۔ احمد اُسے اِس علاقے کے بارے میں کچھ مخصوص بتانے میں مگن تھا۔

★★★★★

اس لمحے وہ سنسان پڑی حویلی کو دیکھتی اداس ہو رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔شادی کیا ہوئی سب لوگ غائب ہی ہو گئے۔" انا بوریت کا شکار ہوتی درختوں کے پتوں سے کھیل رہی تھی۔

"چاہے چند دن کے لیے ہی گئے ہوں مگر سب کو ایک ساتھ تو نہیں جانا چاہئے تھا۔" وہ صحن میں ادھر سے اُدھر چکر لگا رہی تھی۔

"اب میرے پاس ایک ہی سنگ بچا ہے، میرا ہمراز شاہو۔" وہ مسکراتی ہوئی اصطبل میں آ کر شاہو کے پاس بیٹھ گئی تھی جب اُس کے پیچھے پیچھے کوئی بھاگتا ہوا آیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" الماں کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بولی۔

"اب اور کتنا انتظار کرواؤ گی مجھے؟"

اُس کی حالت پر انا کو ترس آیا تھا۔ مگر معاً ہی ہنسی بھی آئی تھی جسے وہ دبا گئی۔

"کون سا انتظار؟"

وہ انجان ہوئی۔الماں گہرا سانس لیتا کچھ فاصلے پر اس کے برابر آ بیٹھا۔پھر چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولا۔

”تمہیں ایک بار پھر چھوڑ کر جانے کے لئے معذرت!“

”میں اس بات کے لئے تمہیں کتنی بار معاف کروں گی؟“قریب بیٹھے شاہو کے سپید چمکتے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس نے پوچھا۔

”بس آخری بار معاف کر دو،اگلی بار گیا تو واپس آنے پر چاہے جان لے لینا،میں نہیں روکوں گا۔“اس نے مکمل اجازت دی تھی۔

”جان لے لی تو عذاب ہلکا ہوگا۔اگلی بار سزا میں،میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔“

بے رحمی سے بولی تو الماں سر د و جامد ہو گیا۔

”یہ ستم مت کرنا،میں تو واپس بھی آجاتا ہوں مگر تم چھوڑ گئی تو۔۔۔۔مجھے ڈر ہے تم واپس نہیں آؤ گی۔“

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم انا زادی کو اچھے سے جان گئے ہو۔" وہ مسکرائی۔

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔" وہ اٹھ گیا۔

"کہاں؟" بے اختیار اس نے پوچھا۔

"انتظار کرنے۔" اور اس سے پہلے کہ وہ پلٹ جاتا انا بولی۔

"چلو رائڈ پر چلتے ہیں۔" اس نے گھوڑے کو کھڑا کیا۔ وہ اسے سوالیہ دیکھنے لگا۔

"اپنے گھوڑے پر بیٹھو۔"

اور اگلے چند منٹ تک وہ اسی سرسبز میدان میں تھے جو حویلی کے عقب میں نشیبی سمت تھا۔ اس کے برابر میں گھوڑے پر آگے بڑھتے ہوئے انا کو سمجھ نہیں آیا تھا کہ بات کا آغاز کہاں سے کرے۔ ہوا کا ایک جھونکا اسے چھو کر گزرا تھا۔ درختوں کے جھرمٹ لہلہاتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

''تم نے کہا تھا کہ تمہیں نہیں علم کہ کون سے الفاظ یہ طے کرتے ہیں کہ سامنے والا یقین کرلے گا۔نہ ہی تمہیں یہ معلوم ہے کہ میں تمہاری مخلصی پر اعتبار کیسے کروں گی۔اور تو اور تم نے یہ بھی کہا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ تم انازادی کے معیار پر پورے بھی اترتے ہو یا نہیں۔۔''

الماان تحمل سے اس کی بات سنتا رہا۔

''میں نے فیصلہ کیا ہے کہ الماان ابراہیم پر یقین کرلوں،اس کی مخلصی پر اعتبار کرلوں اور اگر وہ میرے معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کے معیار پر اتر کر دیکھوں۔''

الماان ابراہیم ساکت ہو گیا۔انا نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا جو مبہوت ہو چکا تھا۔

''کیا سچ میں انازادی نے مجھے۔۔۔ہاں میں جواب دیا ہے؟''

الماان بنا پلکے جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔انا غیر دانستہ طور پر ہنس دی۔

''تمہیں یقین نہیں ہے؟''الماان کی آنکھوں میں واقعی بے یقینی تھی۔مگر اگلے ہی پل اس کی بھوری آنکھوں میں ایک چمک نمودار ہوئی۔

”کیا میں نے انا زادی کو جیت لیا ہے؟“

انا نے شانے اچکا دیے۔ دونوں گھوڑے اب کے گول گھوم رہے تھے۔ الماان نے بے یقینی سے گردن اوپر آسمان کی جانب اٹھائی جہاں گہرے سیاہ غماموں کی چادر تنی تھی۔

”میں دنیا کو کیسے بتاؤں کہ میں نے انا زادی کو جیت لیا ہے!“

الماان کا جوش دیکھتے ہوئے گھوڑے نے بھی قدموں کو ہوا میں معلق کیے خوشی کا اظہار کرنا چاہا۔

”تمہیں دنیا کو بتانے کی ضرورت نہیں، میں جو دیکھ رہی ہوں۔“

انا کو واقعتاً ہنسی آئی تھی۔ اسی پل آسمان سے برکھا کا پہلا قطرہ زمیں بوس ہوا۔

”دیکھو بادل تمہاری خوشی میں رو رہے ہیں۔“

انا بولی تو الماان نے نفی میں سر ہلایا۔

”یہ اصل میں اِن کی خوشی کا اظہار ہے۔“ اس نے تصحیح کی۔ انا نے گھوڑا واپس موڑا۔

"مجھے پکا معلوم تھا۔۔۔محبت کا اور بارش کا آپس میں کچھ تو تعلق ہے۔" وہ سرگوشی کی صورت میں بولا۔

"کچھ کہا تم نے؟" بارش کی ہلکی بوندوں کے ساتھ سرد ہوا چل رہی تھی۔

"یاد ہے پچھلی مرتبہ بھی بارش ہوئی تھی؟"

"پچھلی مرتبہ کب؟" انا سوچ میں پڑ گئی۔

"جب تم نے کہا تھا کہ میں ہر بار تمہارے پیچھے کیوں آجاتا ہوں۔" وہ دھیرے سے مسکرا کر بولا۔

"ہاں تب تم مجھے آوارہ لگتے تھے تو بول دیا۔"

"کیا کہا۔۔۔؟ میں اور آوارہ؟" المان بے یقین ہوا۔

"ہاں اور کون!" وہ مسکراہٹ دبائے بولی اور گھوڑے کو دوڑا کر آگے لے گئی۔

”تم ایسے میری خوشی برباد نہیں کر سکتیں، سمجھ کیا رکھا ہے خود کو۔۔“اس کے قریب پہنچ کر وہ خفا سا بولا۔

”تمہیں یاد نہیں میں وہی انازادی ہوں جس سے المان ابراہیم بھی ڈرتا ہے۔“وہ اسے پھر سے چھیڑنے لگی تھی۔اصطبل قدرے قریب آ چکا تھا۔

”بس تمہارے انکار سے ڈر تھا مجھے۔۔“اس نے ڈر کو مخصوص کیا۔

”ڈر تو تھا نا۔۔“

”تو اب کیا ساری زندگی طعنے دو گی مجھے؟“گیلے بالوں پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔اصطبل پہنچ کر وہ گھوڑوں سے نیچے اترے۔لباس پر بارش کے قطروں کے نشانات ظاہر تھے۔

”تم سے ہی تو سیکھی ہے یہ طنز کی عادت۔“

”ہاں ہاں سارا قصور میرا ہی ہے۔“

انا نے مسکراہٹ لبوں کے پیچھے روکی۔ بارش کی آواز نے ساز سنایا تو ٹھنڈک کا احساس بھی ہونے لگا۔

زندگی کی کتاب کا ایک نیا باب شروع ہونے والا تھا جس کا آغاز باراں کی جل تھل اور ہواؤں کی صرصر سے ہوا تھا۔

قلم کی سیاہی سے امر کیے گئے الفاظ اب جانے حیات کا کون سا رنگ دکھانے والے تھے۔

وہ دونوں بارش کی بوندوں کو زمیں بوس ہوتے ہوئے یوں دیکھ رہے تھے جیسے یہ اُن کی زندگی کی پہلی برسات ہو اور وہ اِس برسات کے گواہ بننا چاہتے ہوں۔

ختم شد!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: